Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

699

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम मुबादी कानून फौजदारी

लेखक मौलवी मसऊद अली साहब B.A

प्रकाशन वर्ष 1945

आगत संख्या 699

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Entered in Database
24/2/86
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

699

24282

مبادی قانون فوجداری

14/4

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ओ३म्
पुस्तक संख्या १७/६
पञ्जिका संख्या .२५८४२

पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कोई सज्जन पन्द्रह दिन से अधिक देर तक पुस्तक अपने पास नहीं रख सकते। अधिक देर तक रखने के लिये पुनः आज्ञा प्राप्त करनी चाहिये।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

C. S. Kenny Outlines of Criminal Law 12/41 - 5/12/-

ग्रन्थ क्रमांक मुक्तिः
पुस्तक सं० 96/६
आगत सं० 25842
तिथि०
गुरुकुल कांगड़ी

سلسلۂ نصاب تعلیم جامعۂ عثمانیہ

699

مبادی قانون فوجداری

(۱۵) واں اڈیشن سنہ ۱۹۳۶ء

از

سی - ایس کنی

ترجمہ

مولوی حسین علی مرزا صاحب

صدر شعبۂ قانون جامعۂ عثمانیہ

و

مولوی مسعود علی صاحب بی اے (علیگ)

سابق سشن جج سرکار عالی و رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعۂ عثمانیہ

سنہ ۱۳۶۴ھ م سنہ ۱۳۵۴ف م سنہ ۱۹۴۵ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

स्टाक प्रमाणीकरण १९८४-१९८५
699;U
पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी
CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیباچہ برائے ایڈیشن سیزدہم

یہ کتاب ان لکچروں پر مشتمل ہے جو میں نے جامعۂ کیمبرج میں تقریباً چالیس سال کے دوران میں دیئے ہیں جبمیں ان لکچروں کو مختصر کرکے کتاب کی شکل میں لانے لگا تو میں نے دو قسم کے ناظرین کی ضرورتوں کو پیش نظر رکھا: چونکہ قانون فوجداری کے تمام مبادیات نہ صرف ایسے نوجوان طبقے کے لیے مفید ہو سکتے ہیں جو علمی یا متعلق پیشہ امتحانات کے لیے تیاری کر رہے ہوں بلکہ ایسے بہت سے سن رسیدہ اشخاص کے لیے بھی کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں جن سے بغیر اس کے کہ ان کو پہلے سے کوئی قانونی تعلیم دی گئی ہو جسٹس آف دی پیس کے فرائض انجام دینے کی خواہش کی گئی ہو۔ علاوہ ازیں یہ دونوں طبقے قانون شہادت کے اصول پر بھی واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اس لیے میں نے اس مضمون کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔

میں نے موضوعات کے دائرے کو اتنا وسیع نہیں بنایا ہے کہ کتاب کے پہلی مرتبہ مطالعے کے موقع پر ایک ایسا شخص جو قانون سے اس سے قبل ناواقف ہو اس کی سمجھ میں نہ آسکے، لیکن اسی کے ساتھ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ہر ہر موضوع پر اتنا مکمل تبصرہ ہو جائے کہ پڑھنے والے کا دماغ اس کو اچھی طرح قبول کر لے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ کسی چیز کے دماغ میں مرتسم ہونے کا زیادہ تر دار و مدار اس امر پر ہوتا ہے کہ وہ موضوع کس حد تک اس کی دلچسپی کو جذب کرتا ہے۔ خوش قسمتی سے قانون فوجداری اصول قانون کا ایک ایسا شعبہ ہے جس میں خاص طور پر یہ صلاحیت موجود ہے کہ اس کو دلچسپ عنوان سے پیش

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جا سکتا ہے۔ اس کا تاریخ، علم الاخلاق، سیاسیات اور حسن معاشرت سے بہت قریبی تعلق ہے۔ میری یہ کوشش رہی ہے کہ قانون فوجداری کے نظریات کو واضح اور قریب الفہم بنانے کے لیے تمثیلات پیش کرتا جاؤں اور اس کے سابقہ سلسلوں کو ظاہر کر کے ان تاریخی بے ربطیوں کی توضیح کروں جو ابھی تک اس قانون کا جزو بنی ہوئی ہیں اور اس کے علاوہ ان اہم ترین نفسیاتی، معاشری اور قانونی اختلافات کی طرف اشارہ کرتا چلوں جو عنقریب رونما ہونے والے ہیں۔ کچھ تو مذکورہ غرض کے تحت اور کچھ اس جہت سے کہ ان کی اہمیت آج کل روزمرہ کے قانونی کاروبار میں میرے نزدیک اس سے زیادہ اہم ہے جتنی کہ عام طور پر تصور کی جاتی ہے۔ میں نے کمپنی، ذمہ داری اور مقدار سزا کے موضوعات کو غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اسی کے ساتھ انگلستان کی فوجداری معدلت گستری اور اس کے ضابطے کی مختلف صورتوں کی بالمقابلہ اہمیت کے بارے میں ایک صحیح صحیح خیال پیش کرنے کی امید میں اپنی عدالتوں اور مجسٹروں کے سرکاری اعداد و شمار پر اکثر و بیشتر نظر رکھی ہے۔

ایسے ناظرین کو جن کے پاس اس کا وقت ہے کہ وہ حواشی کے مندرجہ حوالوں کو کام میں لاسکیں یہ بتلا دینا بہتر ہوگا کہ جن نظائر کے لیے K.S.C. کا حوالہ دیا گیا ہے وہ میری کتاب نظائر منتخب فوجداری (Select Cases in Criminal Law) میں ملیں گے۔

اگر کسی شخص کو باب اول جس میں نوعیت جرم کی تعریف کرنے کی کوشش کی گئی ہے کسی قدر دشوار معلوم ہو تو میں اس کو مشورہ دوں گا کہ وہ بقیہ حصۂ کتاب کے پڑھنے کے بعد اس کا مطالعہ کرے حقیقۃً کسی فن کے مطالعے کے موقع پر تعریفات آخر میں آنا چاہئیں نہ کہ ابتدا میں۔

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ کتاب اس قابل تصور کی گئی کہ امریکہ کے ایک مدیر نے اس میں کچھ رد و بدل کر کے اس کو جامعۂ ایل کی ضرورتوں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مطابق بنایا۔ اس کا ایک نہایت اچھا فرانسیسی ترجمہ پہلے ہی شایع ہو چکا ہے۔
سابقہ (بارھویں) ایڈیشن میں میں نے بہت زیادہ تبدیلیاں کیں اور اس کے کچھ حصے بالکل از سر نو لکھے تھے۔ موجودہ اشاعت کی تیاری میں میں نے نئے قوانین موضوعہ اور نئے عدالتی فیصلوں کے ہم دوش چلنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے اس میں ایک ضمیمہ بھی شامل کر دیا ہے اور کچھ ایسے موضوعات پر حواشی دیے ہیں جو اگرچہ محض ضمنی حیثیت رکھتے ہیں لیکن کافی اہم ہیں یا دلچسپ ہونے کی وجہ سے جاذب توجہ ہیں۔

ڈاؤننگ کالج کیمبرج

سنہ ۱۹۲۹ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیباچہ برائے ایڈیشن پانزدہم

میں ان لوگوں کا اور خصوصیت سے تبصرہ نگاروں کا نہایت شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کے سابقہ ایڈیشن کے بارے میں اپنی آرا اور تجویزات پیش کی تھیں۔ اس سے مجھے یہ موقع ملا کہ میں نے نہ صرف ان تجویزات ہی سے فائدہ اٹھایا بلکہ کتاب کے پورے متن پر نظر ثانی کی اور یہ پتا چلایا کہ مزید ترمیمات کی کہاں کہاں ضرورت ہے۔

سابقہ ایڈیشن کے بعد سے قانون اصلی کی حد تک کوئی اہم تبدیلی قانون موضوعہ میں نہیں ہوئی ہے لیکن ۱۹۳۳ء کے قانون معدلت گستری نے فرد جرم کے بارے میں ضابطے کو شدت سے تبدیل کر دیا ہے۔ قانون اطفال و اشخاص نو عمر ۱۹۳۳ء اور قانون سرسری اختیار سماعت (مرافعہ) ۱۹۳۳ء بھی خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ اس سلسلے میں خاص مقدمات سرکار بنام مانلے، میکس ویل بنام ڈائرکٹر آف پبلک پراسیکیوشنس اور وولمنگٹن بنام ڈائرکٹر آف پبلک پراسیکیوشنس ہیں۔ رشوت ستانی اور بد دیانتی کے ایک مختصر حصے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ متن اور حواشی میں متعدد اضافے کیے گئے ہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں جملہ اہم نظائر اور قوانین موضوعہ درج کر دیے گئے ہیں۔ شہادت اور ضابطے کے متعلق جو ابواب ہیں ان میں توسیع کی گئی ہے اور ان کے کچھ اجزا از سر نو لکھے گئے ہیں۔ امید ہے کہ ضابطے کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ توسیع کار آمد ثابت ہوگی۔ میں نے خصوصیت سے متن کے اس حصے کو از سر نو لکھا ہے جو حوائل واقعات کی شہادت سے تعلق رکھتا ہے و نیز ان اجزا کو جو فرد جرم، کوارٹرسشن کے مرافعات اور سماعت مقدمات سے تعلق رکھتے ہیں۔ نیت مجرمانہ، اقدامات، قتل انسان اور سرقہ بذریعۂ دغا سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو فصول متعلق ہیں ان میں موجودہ نظائر اور جدید آرا کی روشنی میں کثرت سے تبدیلی کی گئی ہے اور میں نے یہ تصور کرنے کی جسارت کی ہے کہ مصنف کتاب ان جدید آرا سے ضرور اتفاق کر لیتے۔ اس ایڈیشن میں جملہ نظائر کی تاریخیں حواشی میں درج کر دی گئی ہیں۔

ڈاکٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ ایس اسٹالیبراس کے اس سلسلۂ مضامین سے جس میں انگلستان اور اٹلی کے قانون فوجداری کا تقابل کیا گیا ہے اور جو مجلۂ تقابل وضع قوانین اور قانون بین الممالک Journal of Comparative Legislation and International Law) میں شائع ہوتا رہا میں نے خاص طور پر استفادہ کیا ہے و نیز مسٹر پنڈلٹن ہاورڈ کی کتاب 'معدلت فوجداری انگلستان' (Criminal Justice in England) کا بھی میں زیر بار منت ہوں جس میں سے ڈائرکٹر آف پبلک پراسیکیوشنس کے کام اور توسیع اختیار سماعت سرسری کے متعلق میں نے خاص طور پر استفادہ کیا ہے۔

جی۔ جی۔ پلی

شنگھائی

جولائی ۱۹۳۶ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute	Title or Topic	Page
19 & 20 Geo. 5, c. 23	Companies Act, 1929	19
19 & 20 Geo. 5, c. 34	Infant Life Preservation Act, 1929	144
19 & 20 Geo. 5, c. 36	Age of Marriage Act, 1929	182
20 & 21 Geo. 5, c. 32	Poor Law Act, 1930	21, 382
20 & 21 Geo. 5, c. 17	Poor Prisoners' Defence Act,, 1930	542
20 & 21 Geo. 5, c. 43	Road Traffic Act, 1930	461
s. 5	Physical fitness	73
s. 6	Disqualification	174
s. 10	Excessive speed	461
s. 11	Dangerous driving	174
s. 12	Careless driving	174
s. 15	Drunk in charge	72, 73
s. 28	Unlawful borrowing	240
s. 112	Forgery of licences	305, 355
s. 113	Prosecutions	174
21 & 22 Geo. 5, c. 24	Sentence of Death (Expectant Mothers) Act, 1931	575
22 & 23 Geo. 5, c. 51	Sunday Entertainments Act. 1932	17
23 Geo. 5, c. 12	Children and Young Persons Act, 1933	
s. 1	Cruelty	123, 138, 142, 554
s. 13	Arrest	531
s. 15	Evidence	482
s. 38	Depositions	463
s. 44	Welfare	580
ss. 45–49	Juvenile courts	506
s. 50	Age of Responsibility	56
s. 51	Disqualification	110
s. 52	Punishment	57
s. 53	Punishment	57, 575
s. 54	Custody in remand home	57, 515, 579
s. 55	Fines	48, 580.
s. 57	Approved schools	579, 582
s. 59	Convictions	507
s. 62	Local authorities	580
s. 71	Approved schools	579
s. 107	Definitions	56
Part II	Juvenile employment	183
Sched. III	Summary trial	105, 514, 515, 516, 517, 580
23 & 24 Geo. 5, c. 25	Pharmacy and Poisons Act, 1933	48
23 & 24 Geo. 5, c. 36	Administration of Justice (Miscellaneous Provisions) Act, 1933	498, 544–548, 583
23 & 24 Geo. 5, c. 38	Summary Jurisdiction (Appeals) Act, 1933	521, 522
23 & 24 Geo. 5, c. 50	Firearms and Imitation Firearms (Criminal Use) Act, 1933	167
23 & 24 Geo. 5, c. 51	Local Government Act, 1933	110
23 & 24 Geo. 5, c. 53	Road and Rail Traffic Act, 1933	305, 355
24 & 25 Geo. 5, c. 50	Road Traffic Act, 1934	174, 305, 355, 510
24 & 25 Geo. 5, c. 56	Incitement to Disaffection Act, 1934	325, 525
25 & 26 Geo. 5, c. 20	Vagrancy Act, 1935	383
25 & 26 Geo. 5, c. 46	Money Payment (Justices Procedure) Act, 1935	511, 513

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute	Title or Topic	Page
9 & 10 Geo. 5, c. 46	Police Act, 1919	325
9 & 10 Geo. 5, c. 71	Sex Disqualification Act, 1919	566
9 & 10 Geo. 5, c. 100	Electricity Supply Act, 1919	343
10 & 11 Geo. 5, c. 43	Firearms Act, 1920	177
10 & 11 Geo. 5, c. 75	Official Secrets Act, 1920	325, 489
10 & 11 Geo. 5, c. 80	Air Navigation Act, 1920	488
10 & 11 Geo. 5, c. 81	Administration of Justice Act, 1920	360
11 & 12 Geo. 5, c. 51	Education Act, 1921	56
12 & 13 Geo. 5, c. 18	Infanticide Act, 1922	142
12 & 13 Geo. 5, c. 56	Criminal Law Amendment Act, 1922	182
13 & 14 Geo. 5, c. 5	Dangerous Drugs Act, 1923	34
15 Geo. 5, c. 20	Law of Property Act, 1925	281
15 & 16 Geo. 5, c. 28	Administration of Justice Act, 1925	500
15 & 16 Geo. 5, c. 49	Supreme Court of Judicature (Consolidation) Act, 1925	18, 104, 500
15 & 16 Geo. 5, c. 72	Honours (Prevention of Abuses) Act, 1925	295
15 & 16 Geo. 5, c. 86	Criminal Justice Act, 1925	
ss. 1–10	Probation	521, 602, 603, 604
15 & 16 Geo. 5, s. 11	Venue	527, 535, 536, 583
s. 12	Examination for commitment	532, 534
s. 13	Conditional witnesses	463, 532, 539, 542
15 & 16 Geo. 5, c. 86	Criminal Justice Act, 1925	
s. 13	Depositions	463, 539, 541, 542
s. 14	Place of trial	532, 536, 583
s. 15	Death of juror	568
s. 18	Jurisdiction of Quarter Sessions	502
s. 20	Appeals from Quarter Sessions	499, 522
s. 22	Dates for Quarter Sessions	501
s. 24	Summary jurisdiction	105, 355, 514, 515, 516
s. 25	Appeals from Petty Sessions	521
s. 28	False registration	354
s. 31	Warrants	526
s. 32	Informations	512
s. 33	Corporations	73, 75, 558
s. 36	Forgery of passports	305
s. 38	Imitation Bank notes	303
s. 39	Assaults	185
s. 41	Pictures of trials	565
s. 44	Warrants	527
s. 45	Release by police	532
s. 46	Borstal	601
s. 47	Marital coercion	83
Sched. 1		502
Sched. 2		516
16 & 17 Geo. 5, c. 13	Criminal Justice (Amendment) Act, 1926	108, 514, 602, 603
16 & 17 Geo. 5, c. 45	Fertilisers and Feeding Stuffs Act, 1926	48
16 & 17 Geo. 5, c. 58	Penal Servitude Act, 1926	576
16 & 17 Geo. 5, c. 59	Coroners (Amendment) Act, 1926	503, 504
16 & 17 Geo. 5, c. 61	Judicial Proceedings (Regulation of Reports) Act, 1926	11
17 & 18 Geo. 5, c. 22	Trade Disputes and Trade Unions Act, 1927	344, 345, 346, 347
17 & 18 Geo. 5, c. 23	Mental Deficiency Act, 1927	65
18 & 19 Geo. 5, c. 42	Criminal Law Amendment Act, 1928	486

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute	Title or Topic	Page
s. 23	Bail	537
s. 28	Evidence	364, 447, 458, 482
s. 29	Production of documents	509
s. 37	Appeals	521
s. 39	Convictions	555
4 & 5 Geo. 5, c. 59	Bankruptcy Act, 1914	273, 448
4 & 5 Geo. 5, c. 87	Trading with the Enemy Act, 1914	379
5 & 6 Geo. 5, c. 39	Fugitive Offenders (Protectorates) Act, 1915	488
5 & 6 Geo. 5, c. 90	Indictments Act, 1915	547–553, 558, 560, 625
6 & 7 Geo. 5, c. 50	Larceny Act, 1916	620
s. 1	Stealing	209, 214, 216, 222, 223, 224, 229, 231–234, 239, 243, 244
s. 2	Simple larceny	209, 250
s. 3	Cattle	251
s. 5	Dog-stealing	210, 252, 254
s. 6	Wills	252
s. 7	Title deeds	228, 253
s. 8	Fixtures and trees	226, 253, 550
s. 9	Textile goods	251
s. 10	Electricity	228
s. 11	Mineral ore	111, 210, 253
s. 12	Postal offences	252
s. 13	Dwelling house	250
s. 14	Stealing from the person	250
s. 15	Ships etc.	250
s. 16	Tenants and lodgers	210, 216, 253
s. 17	Embezzlement	251, 265, 266
s. 18	Post Office	252
s. 19	Bank notes	265
6 & 7 Geo. 5, c. 50	Larceny Act, 1916	
s. 20	Fraudulent conversion	216, 271, 272
s. 21	Trustees	272
s. 22	Fraudulent advances	273
s. 23	Robbery	250, 251
s. 24	Sacrilege	205
s. 25	Burglary	196, 200, 202, 203
ss. 26–28	Housebreaking	5, 204, 205, 411
ss. 29–31	Extortion by menaces	254–258, 372
s. 32	False pretences	277, 280, 282, 289, 301
s. 33	Receiving	291, 293, 490
s. 34	Corrupt rewards	293
s. 36	Husband and wife	211
s. 37	Punishments	203, 210, 250, 266, 289
s. 38	Burglary	502
s. 40	Part owners	224
s. 41	Arrest	529, 531
s. 43	Evidence	273, 425, 448
s. 44	Verdicts	269, 554, 562
s. 45	Restitution	238, 259, 262, 263, 290
s. 46	Definitions	197, 201, 230, 253, 263, 272, 301
6 & 7 Geo. 5, c. 64	Prevention of Corruption Act, 1916	294
7 & 8 Geo. 5, c. 51	Air Force (Constitution) Act, 1917	324

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute	Title or Topic	Page
54 & 53 Vict. c. 39	Stamp Act, 1891	283
54 & 55 Vict. c. 67	Statute Law Revision Act, 1891	316
54 & 55 Vict. c. 69	Penal Servitude Act, 1891	576
56 & 57 Vict. c. 71	Sale of Goods Act, 1893	279, 290
57 & 58 Vict. c. 60	Merchant Shipping Act, 1894	484, 489
57 & 58 Vict. c. lx	Cambridge University and Corporation Act, 1894	381
58 & 59 Vict. c. 39	Summary Jurisdiction (Married Women) Act, 1895	186
59 & 60 Vict. c. 27	London Cab Act, 1896	282
60 & 61 Vict. c. 18	Juries Detention Act, 1897	568
60 & 61 Vict. c. 30	Police Property Act, 1897	263
61 & 62 Vict. c. 36	Criminal Evidence Act, 1898	364, 410, 425, 474, 475, 477, 479, 481, 513
61 & 62 Vict. c. 39	Vagrancy Act, 1898	383
61 & 62 Vict. c. 49	Vaccination Act, 1898	578
61 & 62 Vict. c. 60	Inebriates Act, 1898	597
62 & 63 Vict. c. 22	Summary Jurisdiction Act, 1899	514
6 Edw. 7, c. 32	Dogs Act, 1906	245
6 Edw. 7, c. 34	Prevention of Corruption Act, 1906	295
6 Edw. 7, c. 36	Musical Copyright Act, 1906	22
6 Edw. 7, c. 47	Trade Disputes Act, 1906	345, 346
7 Edw. 7, c. 17	Probation of Offenders Act, 1907	597, 602, 603
7 Edw. 7, c. 23	Criminal Appeal Act, 1907	262, 406, 492, 496, 497, 557, 586–592, 620
8 Edw. 7, c. 3	Prosecution of Offences Act, 1908	556
8 Edw. 7, c. 15	Costs in Criminal Cases Act, 1908	108, 109, 517, 535, 537, 583, 584, 585
8 Edw. 7, c. 40	Old Age Pensions Act, 1908	579
8 Edw. 7, c. 41	Assizes and Quarter Sessions Act, 1908	500
8 Edw. 7, c. 45	Punishment of Incest Act, 1908	165, 482, 553
8 Edw. 7, c. 48	Post Office Act, 1908	249
8 Edw. 7, c. 59	Prevention of Crime Act, 1908	477, 597, 599, 600
8 Edw. 7, c. 66	Public Meeting Act, 1908	334
8 Edw. 7, c. 67	Children Act, 1908	506
9 Edw. 7, c. 39	Oaths Act, 1909	567, 568
10 Edw. 7 & 1 Geo. 5, c. 24	Licensing Act, 1910	47, 50
1 & 2 Geo. 5, c. 6	Perjury Act, 1911	18, 349–357, 457, 486, 502, 544, 620
1 & 2 Geo. 5, c. 27	Protection of Animals Act, 1911	192
1 & 2 Geo. 5, c. 28	Official Secrets Act, 1911	325, 489, 547
1 & 2 Geo. 5, c. 57	Maritime Conventions Act, 1911	137
2 & 3 Geo. 5, c. 20	Criminal Law Administration Act, 1912	383, 580
2 & 3 Geo. 5, c. 22	Aerial Navigation Act, 1912	117
3 & 4 Geo. 5, c. 27	Forgery Act, 1913	5, 296–305, 620
3 & 4 Geo. 5, c. 28	Mental Deficiency Act, 1913	65, 615
4 & 5 Geo. 5, c. 58	Criminal Justice Amendment Act, 1914	383, 580
s. 10	Borstal	601
s. 12	Detention	513
s. 13	Police Custody	513
s. 14	Malicious damage	192, 194
s. 15	Fines	515
s. 16	Imprisonment	331, 342, 374, 513, 578
s. 18	Consecutive sentences	517
s. 20	Adjournment of proceedings	533
s. 21	Bail	527

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute	Title or Topic	Page
31 & 32 Vict. c. 24	Capital Punishment Amendment Act. 1868	163
31 & 32 Vict. c. 45	Sea Fisheries Act, 1868	221
31 & 32 Vict. c. 116	Larceny Act, 1868	26
31 & 32 Vict. c. 119	Regulation of Railways Act, 1868	512
32 & 33 Vict. c. 62	Debtors Act, 1869	14, 285
33 & 34 Vict. c. 23	Forfeiture Act. 1870	106, 107, 108, 110, 128, 319, 323, 585
33 & 34 Vict. c. 52	Extradition Act, 1870	484
33 & 34 Vict. c. 77	Juries Act, 1870	566, 572
33 & 34 Vict. c. 90	Foreign Enlistment Act, 1870	378, 489
34 & 35 Vict. c. 112	Prevention of Crimes Acts, 1871	185, 478, 582
35 & 36 Vict. c. 33	Ballot Act, 1872	489
35 & 36 Vict. c. 39	Pawnbrokers Act, 1872	219
36 & 37 Vict. c. 38	Vagrancy Acts Amendment Act, 1873	382
36 & 37 Vict. c. 66	Judicature Act, 1873	18, 104, 496
37 & 38 Vict. c. 36	False Personation Act, 1874	289
38 & 39 Vict. c. 24	Falsification of Accounts Act, 1875	270
38 & 39 Vict. c. 80	Remission of Penalties Act, 1875	17
38 & 39 Vict. c. 86	Conspiracy and Protection of Property, Act, 1875	30, 342–348
39 & 40 Vict. c. 36	Customs Consolidation Act, 1876	529
39 & 40 Vict. c. 59	Appellate Jurisdiction Act, 1876	493
40 & 41 Vict. c. 14	Evidence Act, 1877	478, 482
40 & 41 Vict. c. 21	Prisons Act, 1877	374, 578
40 & 41 Vict. c. 68	Destructive Insects Act, 1877	5
41 & 42 Vict. c. 31	Bills of Sale Act, 1878	354
41 & 42 Vict. c. 73	Territorial Waters Jurisdiction Act, 1878	487
42 & 43 Vict. c. 11	Bankers' Books Evidence Act, 1879	433
42 & 43 Vict. c. 22	Prosecution of Offences Act, 1879	556
42 & 43 Vict. c. 49	Summary Jurisdiction Act, 1879	514
s. 11	Young Persons	515, 516
s. 16	Release during good conduct	602
s. 17	Trial by jury	105, 517
s. 20	Petty sessions	509, 533
s. 27	Summary procedure	259, 561
s. 33	Appeals	520
s. 49	Corporations	73
44 & 45 Vict. c. 60	Newspaper Libel Act, 1881	514
44 & 45 Vict. c. 69	Fugitive Offenders Act, 1881	488
45 & 46 Vict. c. 19	Internments (Felo de se) Act, 1882	128
45 & 46 Vict. c. 75	Married Women's Property Act, 1882	211, 240, 482
46 & 47 Vict. c. 3	Explosive Substances Act, 1883	411, 489
46 & 47 Vict. c. 31	Wages in Public Houses	8
46 & 47 Vict. c. 38	Trial of Lunatics Act, 1883	64, 67
46 & 47 Vict. c. 51	Corrupt and Illegal Practices Act, 1883	295, 489
47 & 48 Vict. c. 64	Criminal Lunatics Act, 1884	67
48 & 49 Vict. c. 69	Criminal Law Amendment Act, 1885	458, 482, 502, 554
49 & 50 Vict. c. 38	Riot (Damages) Act, 1886	334
50 & 51 Vict. c. 28	Merchandise Marks Act, 1887	298
50 & 51 Vict. c. 71	Coroners Act, 1887	127
51 & 52 Vict. c. 46	Oaths Act, 1888	447
51 & 52 Vict. c. 64	Law of Libel Amendment Act, 1888	369, 374
52 & 53 Vict. c. 12	Assizes Relief Act, 1889	535, 563
52 & 53 Vict. c. 45	Factors Act, 1889	262
52 & 53 Vict. c. 63	Interpretation Act, 1889	74, 504, 533
52 & 53 Vict. c. 69	Public Bodies Corrupt Practices Act, 1889	294

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute		Title or Topic	Page
	s. 36	Garden produce	194, 253
	s. 37	Cultivated vegetables	194, 254
55. 82-84		Directors	272
	s. 85	Compulsory disclosures	273, 448
	s. 86	Trustees	273
	s. 97	Receiving	293
	s. 102	Return of Stolen Property	7
24 & 25 Vict. c. 97		Malicious Damage Act, 1861	188, 191
	ss. 1–6	Arson	189
	s. 7	Arson	190
	s. 11	Riotous Demolition	187
	s. 12	Riotous Damage	187
	s. 14	Goods and machinery	192, 251
	ss. 16–24	Injuries to really	193
	s. 16	Arson of crops	189
	s. 17	Arson of stocks	189
	s. 26	Arson of coal mines	189
	s. 40	Cattle maiming	195, 203
	s. 41	Wounding Animals	195
	s. 42	Arson of ships	189
	s. 50	Threatening Letters	163
	s. 51	Malicious injuries	192
	s. 52	Malicious injuries	194
	s. 57	Arrest	531
24 & 25 Vict. c. 97		Malicious Damage Act, 1861	
	s. 58	Malice	194
	s. 61	Arrest	529
	s. 73	Fines	192
24 & 25 Vict. c. 99		Coinage Offences Act, 1861	529
24 & 25 Vict. c. 100		Offences against the Person Act, 1861	
	s. 4	Conspiracy to murder	163, 342, 490
	s. 5	Manslaughter	141
	s. 9	Murder or manslaughter abroad	164, 489
	s. 10	Homicide abroad	491
	s. 15	Attempt to murder	95, 163
	s. 16	Threatening letters	163
	s. 18	Shooting	167
	s. 20	Grievous bodily harm	169
	s. 22	Drugs	169
	s. 23	Poison	169
	s. 24	Poison	173
	s. 32	Railway passengers	190
	s. 35	Wanton driving	173
	s. 38	Assaults	184
	s. 39	Assaults	514
	s. 42	Assaults	185
	s. 43	Assaults	185
	s. 44	Assaults	561
	s. 46	Assaults	185
	s. 47	Assaults	172, 184
	ss. 48–55	Sexual offences	482
	s. 52	Indecent assaults	184
	s. 57	Bigamy	164, 358, 362, 489
	s. 58	Abortion	143
	s. 60	Concealment of birth	145, 554
	s. 62	Indecent assaults upon male persons	184
	s. 66	Arrest	531
25 & 26 Vict. c. 50		Summary Jurisdiction Act, 1862	185
26 & 27 Vict. c. 44		Garotters Act, 1863	580
26 & 27 Vict. c. 103		Misappropriation by Servants Act, 1863	243
28 & 29 Vict. c. 18		Criminal Procedure Act, 1865	427, 429, 451, 478

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Statute	Title or Topic	Page
59 Geo. 3, c. 69	Foreign Enlistment Act, 1819	378
60 Geo. 3 & 1 Geo. 4, c. 1	Unlawful Drilling Act, 1819	324
3 Geo. 4, c. 46	Levy of Fines Act, 1822	541
5 Geo. 4, c. 83	Vagrancy Act, 1824	204, 381–384, 482, 529
5 Geo. 4, c. 113	Slave Trade Act, 1824	376
6 Geo. 4, c. 97	Universities Act, 1825	381
7 & 8 Geo. 4, c. 28	Criminal Law Act, 1827	163, 188, 249, 559, 574
9 Geo. 4, c. 31	Offences against the Person	212, 306, 358
9 Geo. 4, c. 69	Night Poaching Act, 1828	529
10 Geo. 4, c. 44	Metropolitan Police Act, 1829	524
2 Will. 4, c. 34	Coinage Offences Act, 1832	312
2 & 3 Will. 4, c. 75	Anatomy Act, 1832	219
2 & 3 Will. 4, c. 123	Forgery	312
4 & 5 Will. 4, c. 36	Central Criminal Court Act, 1834	501
5 & 6 Will. 4, c. 62	Statutory Declarations Act, 1835	355
6 & 7 Will. 4, c. 34	Officers of Clerks of the Crown	504
7 Will. 4 & 1 Vict. c. 36	Post Offices (Offences) Act, 1837	249
7 Will. 4 & 1 Vict. c. 88	Piracy Act, 1837	163, 377
2 & 3 Vict. c. 47	Metropolitan Police Act, 1839	47, 373, 529, 531
2 & 3 Vict. c. 71	Metropolitan Police Courts	411, 529
5 & 6 Vict. c. 38	Quarter Sessions Act, 1842	502
6 & 7 Vict. c. 85	Evidence Act, 1843 (Lord Denman's)	446
6 & 7 Vict. c. 96	Libel Act, 1843 (Lord Campbell's)	46, 367, 371 373, 374, 560, 584
9 & 10 Vict. c. 62	Deodands	121
9 & 10 Vict. c. 93	Fatal Accidents Act, 1846 (Lord Campbell's)	110
10 & 11 Vict. c. 89	Town Police Clauses Act, 1847	381, 529
11 & 12 Vict. c. 12	Treason Felony Act, 1848	316
11 & 12 Vict. c. 42	Indictable Offences Act, 1848	525, 532, 533, 537–540
11 & 12 Vict. c. 43	Summary Jurisdiction Act, 1848	108, 486, 508–512
11 & 12 Vict. c. 44	Justices Protection Act, 1848	508
11 & 12 Vict. c. 78	Crown Cases Act, 1848	496
12 & 13 Vict. c. 92	Cruelty to Animals Act, 1849	195
14 & 15 Vict. c. 19	Prevention of Offences Act, 1851	529
14 & 15 Vict. c. 92	Summary Jurisdiction	504
14 & 15 Vict. c. 99	Evidence Act, 1851 (Lord Brougham's)	433, 446, 474
14 & 15 Vict. c. 100	Criminal Procedure Act, 1851	95, 554, 562
16 & 17 Vict. c. 99	Penal Servitude Act, 1853	576
17 & 18 Vict. c. 38	Gaming Houses Act, 1854	511
17 & 18 Vict. c. 102	Corrupt Practices Prevention Act, 1854	295
17 & 18 Vict. c. 125	Common Law Procedure Act, 1854	451
19 Vict. c. xvii	Cambridge Award Act, 1856	185
20 & 21 Vict. c. 43	Summary Jurisdiction Act, 1857	520
20 & 21 Vict. c. 54	Fraudulent Trustees	25, 216
22 & 23 Vict. c. 17	Vexatious Indictments Act, 1859	546
24 & 25 Vict. c. 94	Accessoriss and Abettors Act, 1861	102, 555
24 & 25 Vict. c. 96	Larceny Act, 1861	
ss. 12–16	Deer stealing	222, 225, 253
s. 17	Hares and rabbits	222
s. 18	Dog stealing	254
s. 21	Domestic animals	254
s. 23	Pigeons	254
s. 24	Fish in private waters	222
s. 27	Destruction of Securities	253
s. 28	Title deeds	273

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

INDEX TO STATUTES

Statute	Title or Topic	Page
9 Hen, 3, c. 1	Magna Charta	483, 504
25 Edw. 3, st. 5, c. 2	Treason Act, 1351	105, 307
34 Edw. 3, c. 1	Justices	582
5 Ric. 2, st. 1, c. 8	Forcible Entry	180
12 Ric. 2, c. 7	Beggars	381
21 Hen. 8, c. 7	Servants	215, 264
23 Hen. 8, c. 1	Murder	146, 574
25 Hen. 8, c. 20	Præmunire	322
32 Hen. 8, c. 9	Perjury	349
35 Hen. 8, c. 2	Treason Act, 1544	489, 547
1 Edw. 6, c. 12	Evidence	317, 457, 565
1 & 2 Ph. & Mary, c. 10	Treason	365
5 Eliz. c. 1	Praemunire	151
5 Eliz. c. 9	Perjury	349
18 Eliz. c. 5	Penal Actions	16
31 Eliz. c. 6	Colleges	8
1 Jac. 1, c. 11	Bigamy	358, 362
3 Jac. 1, c. 4	Recusancy	377
4 Jac. 1, c. 5	Drunkenness	68
13 Car. 2, st. 1, c. 5	Tumultuous Petitioning	324
19 Car, 2, c. 4	Prisons	537, 617
29 Car. 2, c. 7	Sunday Observance Act, 1677	29, 328
31 Car. 2, c. 2	Habeas Corpus Act, 1679	16, 322, 563 592, 593
1 Will. & M. st. 2, c. 2	Bill of Rights	537
3 Will. & M. c. 9, s. 5	Larceny	216
7 & 8 Will. 3, c. 3	Treason Act, 1695	317, 457, 486. 496
11 Will. 3, c. 12	Colonial Governors Act, 1699	489, 547
11 & 12 Will. 3, c. 7	Piracy Act, 1699	376
12 & 13 Will, 3, c. 2	Act of Settlement	593
1 Anne, st. 2, c. 21	Treason	312
6 Anne, c. 23	Præmunire	322
6 Anne, c. 41	Succession to the Crown Act, 1707	312
7 Anne, c. 12	Diplomatic Privileges Act, 1708	107, 375
7 Anne, c. 21	Treason Act, 1708	317
1 Geo, 1 st. 2, c. 5	Riot Act	331, 332, 486
9 Geo. 1, c. 22	Cattle Maiming	6, 194
9 Geo. 2, c. 30	Foreign Enlistment Act, 1736	377
9 Geo, 3, c. 16	Nullum Tempus	485
12 Geo, 3, c. 11	Royal Marriages Act, 1772	323
12 Geo, 3, c. 20	Felony and Piracy Act, 1772	559
12 Geo. 3, c. 24	Dockyards etc. Protection Act, 1772	163, 188
21 Geo. 3, c. 49	Lord's Day Observance Act, 1780	17
26 Geo. 3, c. 71	Knackers Act, 1786	111
30 Geo. 3, c. 48	Treason Act, 1790	319
32 Geo. 3, c. 60	Libel Act, 1792	370
36 Geo. 3, c. 7	Treason Act, 1795	316
37 Geo. 3, c. 70	Incitement to Muntiny Act, 1797	324
37 Geo. 3, c. 123	Unlawful Oaths Act, 1797	324
39 Geo. 3, c. 79	Unlawful Societies Act, 1799	328
39 Geo. 3, c. 85	Embezzlement	214, 265
39 & 40 Geo. 3, c. 94	Criminal Lunatics Act, 1800	68
42 Geo. 3, c. 85	Colonial Officials	547
49 Geo. 3, c. 126	Sale of Offices	293
53 Geo. 3, c. 89	Parliamentary Writs Act, 1813	547
54 Geo. 3, c. 146	Treason Act, 1814	319
57 Geo. 3, c. 19	Seditious Meetings Act, 1817	328

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Williams *v.* Russell (1933), 49 T. L. R. 315 409, 433
R. *v.* Williamson (1869), 11 Cox 328 286
R. *v.* Willshire (1880), 6 Q. B. D. 366 388, 390
R. *v.* Wilmot (1933), 24 Cr. App. R. 63; 49 T. L. R. 427 550
R. *v.* Wilson (1839), 9 C. and P. 27 268
R. *v.* Wilson, (1924) 18 Cr. App. R. 108 447
R. *v.* Windsor (1864), 4 F. and F. 361 470
R. *v.* Winkworth (1830), 4 C. and P. 444 419
Wise *v.* Dunning, [1902] 1 K. B. 167 329, 330
R. *v.* Withers (1811), 2 Camp. 578 449
R. *v.* Withers (1935), 25 Cr. App. R. 53 607
R. *v.* Wong Chey (1910), 6 Cr. App. R. 60 331
R. *v.* Wood (1831), 3 B. and Ad. 657 15
R. *v.* Woodcock (1789), 1 Leach 500 462
R. *v.* Woodrow (1846), 15 M. and W. 404 51
R. *v.* Woods (1921), 85 J. P. 272 123
R. *v.* Woods (1930), 22 Cr. App. R. 41; 46 T. L. R, 401 92
R. *v.* Woodward (1862), L. and C. 122 291
R. *v.* Woolmer (1832), 1 Moo. 334 530
Woolmington *v.* Director of Public Prosecutions, [1935] A. C. 462; 25 Cr. App. R. 95 160, 161, 393, 592
The State v. Wray (1875), 72 N. C. 253 88

Y

R. *v.* Yend (1833), 6 C. and P. 176 391
R. *v.* Yewin (1811), Camp. 637 427

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Turkington (1930), 22 Cr. App. R. 91 388
R. *v.* Turner (1816), 5 M. and S. 206 409
R. *v.* Twose (1879), 14 Cox 327 73

U

Usill v. Hales (1878), 3 C. P. D. 319 369

V

R. *v.* Vaughan (1769), Burr. 2494 293
R. *v.* Vent (1935), 25 Cr. App. R. 55 558
Vertue *v.* Clive, Lord (1779), 4 Burrows 2472 337
R. *v.* Villensky, [1892] 2 Q. B. 597 292
R. *v.* Vincent (1839), 9 C. and P. 91 329
R. *v.* Voisin, [1918] 1 K. B. 531 471
R. *v.* Vreones, [1891] 1 Q. B. 360 298, 354

W

R. *v.* Wakefield (1827), 2 Lew, 1 333
R. *v.* Wakefield, [1918] 1 K. B. 216 590
R. *v.* Wakeman (1912), 8 Cr. App. R. 18 218
R. *v.* Waldman (1934), 24 Cr. App. R. 204 476
R. *v.* Walker (1854), Dearsly 280 388
R. *v.* Wall, Governor (1802), 28 St. Tr. 51 149, 486
R. *v.* Wallace (1931), 23 Cr. App. R. 32 592
R. *v.* Walsh (1824), 1 Moody 14 215
R. v. Walter (1799), 3 Esp. 21 46
Walters *v.* Smith, [1914] 1 K. B. 595 528
R. *v.* Ward (1836), 4 A. and E. 384 7
R. *v.* Ward (1872), 1 C. C. R. 356 171
Ward *v.* Mauritius, Bishop of (1906), 23 T. L. R. 52 410
Ware and De Freville Ltd. *v.* M. T. A. [1921] 3 K. B. 40 255
Warren *v.* Greenville (1740), 2 Strange 1129 444
R. *v.* Warringham (1851), 2 Den, 447 467
R. *v.* Watson (1817), 32 St. Tr. 486 426
Watson *v.* Jones, [1905] A. C. 480 369
R. *v.* Watson (1916), 12 Cr. App. R. 62 291
Watt *v.* Longsdon, [1930] 1 K. B. 130 369
Weaver *v.* Ward (1627), Hobart 134 183
R. *v.* Weeks (1928), 20 Cr. App. R. 188 288
R. *v.* Welch (1875), 1 Q. B. D. 23 171, 195
R. *v.* West (1858), D. and B. 575 287
R. *v.* Wheatley (1760), 1 W. Bl. 273 277
R. *v.* Wheeler, [1917] 1 K. B. 283 353, 474
R. *v.* Whitaker, [1916] 3 K. B. 1283 293
R. *v.* Whitchurch (1881), 7 Q. B. D. 534 19
R. *v.* Whitchurch (1890), 24 Q. B. D. 420 92, 337
R. *v.* White (1871) 1 C. C. R. 311 9
Commonwealth *v.* White (1873), 110 Mass. 407 177
R. *v.* White (1910), 4 Cr. App. R. 257 93
Whitehorn Bros. *v.* Davison, [1911] 1 K. B. 463 278
R. *v.* Whitmarsh (1898), 62 J. P. 711 158
R. *v.* Wicker (1854), 18 Jur. 252 539
R. *v.* Wicks (1936), 52 T. L. R. 253 367
Wiedemann *v.* Walpole, [1891] 2 Q. B. 534 441
R. *v.* Wild (1837), 2 Lew. 214 131
R. *v.* Wilkinson and Marsden (1821), R. and R. 470 225
Wilkinson *v.* Downton. [1897] Q. B. 57 148, 176
Williams *v.* East India Co. (1802), 3 East 192 407
Williams *v.* Innes (1808), 1 Camp. 364 440
R. *v.* Williams (1822), 5 B. and Ald. 595 372
R. *v.* Williams (1836), 7 C. and P. 338 269
R. *v.* Williams, [1923] 1 K. B. 340 181

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Stanton (1911), 6 Cr. App. R. 198 470
R. *v.* Starkie, [1922] 2 K. B. 275 422, 425
Statham *v.* Statham, [1912] P. 92 90
Statham *v.* Statham (1929) P. 131 454
Stephens *v.* Myers (1830), 4 C. and P. 349 177
R. *v.* Stephens (1866), L. R. 1 Q. B. 702 47
R. *v.* Stephens (1910), 4 Cr. App. R. 53 236
R. *v.* Stephenson (1884), 13 Q. B. D. 331 145
R. *v.* Stevens (1933), 24 Cr. App. R. 85 554
R. *v.* Stewart (1845), 1 Cox 174 279
R. *v.* Stimpson (1863), 2 C. and P. 415 571
R. . Stocks and Wheat, [1921] 2 K. B. 119 49, 50, 363
R. *v.* Stoddart (1909), 2 Cr. App. R. 217 491
R. *v.* Stone (1796), 6 T. R. 527 419
Stonehouse *v.* Mason, [1921] 2 K. B. 818 382
R. *v.* Stratton (1779), 21 St. Tr. 1222 86
Commonwealth *v.* Stratton (1873), 114 Mass. 303 177
R. *v.* Streeter, [1900] 2 Q. B. 601 211
R. *v.* Stride, [1908] 1 K. B. 617 222
R. *v.* Stringer, [1933] 1 K. B. 704 174
R. *v.* Stubbs (1913), 8 Cr. App. R. 238 150
Sugden *v.* St. Leonards, Lord (1876), 1 P. D. 154 432, 442
R. *v.* Sullens (1826), 1 Moody 129 268
R. *v.* Sullivan (1836), 7 C. and P. 641 130
R. *v.* Surrey Justices, [1892] 2 Q. B. 719 521
R. *v.* Swindall and Osborne (1846), 2 C. and R. 230 98, 150
R. *v.* Swinnerton (1842), C. and M. 593 473
R. *v.* Swinson (1900), 64 J. P. 73 245

T

R. *v.* Tatam (1921), 15 Cr. App. R. 132 56
R. *v.* Taylor (1859), 1 F. and F. 511 93
Taylor *v.* Newman (1863), 4 B. and S. 89 254
R. *v.* Taylor, [1911] 1 K. B. 674 215
R. *v.* Thelwall (1794), 25 St. Tr. 748 316
R. *v.* Thistlewood (1820), 33 St. Tr. 681 308, 409
R. *v.* Thomas (1816), Russell on Crimes, 8th ed., p. 774 427
Thomas *v.* David (1836), 7 C. and P. 350 427
R. *v.* Thomas (1837), 7 C. and P. 817 70
Thomas *v.* Bradbury, [1906] 2 K. B. 627 369
Thomas *v.* Jones, [1921] 1 K. B. 22 441
R. *v.* Thomas, [1933] 2 K. B. 489 590
Thomas *v.* Sawkins (1935), 51 T. L. R. 514 530
R. *v.* Thompson (1862), L. and C. 225 213
R. *v.* Thompson, [1912] 3 K. B. 19 445
Thompson *v.* The King, [1918] A. C. 221 422, 424, 425
R. v. Thorp (1696), 5 Mod. 221 338
R. *v.* Thorpe (1925), 89 J. P. 143; 18 Cr. App. R. 189, 135
R. *v.* Thurborn (1849), 1 Den, 387 213, 244
R. *v.* Tideswell, [1905] 2 K. B. 273 236
Timothy *v.* Simpson (1835), 1 C. M. and R. 757 523
In re Tivnan (1864), 5 B. and S. 645 376, 487
R. *v.* Tolson (1864), 4F. and F. 104 416
R. *v.* Tolson (1889), 23 Q. B. D. 168 49, 50, 51, 76, 363, 364
R. *v.* Horne Tooke (1794), 24 St. Tr. 199 316
R. *v.* Topham (1791), 4 T. R. 126 372
R. *v.* Torpey (1871), 12 Cox 45 82
R. *v.* Towers (1874), 12 Cox 530 143
R. *v.* Townley (1871), 1 C. C. R. 315 223, 226
Tracey *v.* Kelly (1930), W. C. and Ins. Rep. 214 437
R. *v.* Trainer (1864), 4 F. and F. 104 81
R. *v.* Trebilcock (1858), D. and B. 453 242
R. *v.* True (1922), 16 Cr. App. R. 164 62
Tuberville *v.* Savage (1669), 1 Mod. 3 176

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Russell (1842), C. and M. 541 191
R. *v.* Russell, Earl, [1901] A. C. 446 360, 494
R. *v.* Russell, [1933] V. L. R. 59 9
R. *v.* Russett [1892] 2 Q. B. 313 236
R. *v.* Rust and Ford (1828), 1 Moody 183 201
Ryan *v.* Ring (1889), 25 Ir. Ch. 185 446

S

S. *v.* S. (1889), 16 Cox 566 22
R. *v.* Sagar, [1914] 3 K. B. 1112 425
R. *v.* St. George (1840), 9 C. and P. 483 177
R. *v.* Saldanha (1921), 85 J. P. 47 357
R. *v.* Salisbury (1553), Plowden 100 153
R. *v.* Sandbach (1935), 153 L. T. 63 583
In re Sandilands (1871), 6 C. P. 411 452
R. *v.* Sasun (1920), *Times* newspaper 135
R. *v.* Saunders and Archer (1578), Foster 371 97, 100
R. *v.* Sawyer (1887), C. C. C. Sess. Pap. cvi. 301 149
R. *v.* Sbarra (1918), 13 Cr. App. R. 118 292
Scattergood *v.* Sylvester (1850), 15 Q. B. 506 262
R. *v.* Schama and Abramovitch (1915), 11 Cr. App. R. 45; 31 T. L. R. 88 392
R. *v.* Schlesinger (1847), 10 Q. B. 670 352
R. *v.* Scott (1921), 86 J. P. 69 409
Seaman *v.* Burley, [1896] 2 Q. B. 344 19
Semayne's Case (1604), 5 Co. Rep. 91 187
R. *v.* Senior, [1899] 1 Q. B. 283 138
R. *v.* Serne and Goldfinch (1887), 16 Cox 311 156, 157, 560, 562
R. *v.* Seward (1834), 1 A and E. 706 338
R. *v.* Shaw (1911), 6 Cr. App. R. 103 352
R. *v.* Sheaf (1925), 89 J. P. 207 272
R. *v.* Shellaker, [1914] 1 K. B. 414 425
Shephord *v.* Menzies (1903), 37 Sc. L. R. 335 530
R. *v.* Sheppard (1810), R. and R. 169 43
R. *v.* Sheridan (1811), 31 St. Tr. 543 431
Sherras *v.* de Rutzen, [1895] 1 Q. B. 918 50
R. *v.* Sherriff (1903), 20 Cox 334 479
R. *v.* Shickle (1868), 1 C. C. R. 159 222
R. *v.* Shimmin (1882), 15 Cox 122 479
R. *v.* Shippey (1871), 12 Cox 161 486
R. *v.* Short (1932), 23 Cr. App. R. 170 162
Shortt *v.* Robinson (1899), 63 J. P. 295 406
R. *v.* Algernon Sidney (1683), 9 St. Tr. 818 309
Re Sigsworth (1934), 152 L. T. 328 164
R. *v.* Simson (1664), Kelyng 31 214
R. *v.* Sleep (1861) L. and C. 44 51
R. *v.* Slingsby (1864), 4 F. and F. 61 388
Smith *v.* Newsam (1673), 3 Keble 283 175
R. *v.* Smith (1820), R. and R. 417 202
R. *v.* Smith (1827), 1 Moody 178 198
R. *v.* Smith (1853), 6 Cox 554 211
R. *v.* Smith (1858), D. and B. 566 301
R. *v.* Smith (1892), 17 Cox 601 541
R. *v.* Smith (1899), 17 C. G. H. 561 81
Smith *v.* Dear (1903), 88 L. T. 664 15
Smith *v.* G. M. C. C. Ltd., [1911] A. C. 188 266
Smith *v.* Selwyn, [1914] 3 K. B. 98 110
R. *v.* Smith (1916), 12 Cr. App. R. 42 82
R. *v.* Smith, [1918] 2 K. B. 415 425
R. *v.* Smith (1919), 14 Cr. App. R. 101 303
R. *v.* Solomons, [1909] 2 K. B. 980 270
Sorrell *v.* Smith, [1925] A.C. 700, 725, 726 335
R. *v.* Southampton Justices, ex parte Tweedie (1932), 48 T. L. R. 636 510
R. *v.* Southern (1930), 22 Cr. App. R. 6; 142 L. T. 383 589
R. *v.* Spilsbury (1835), 7 C. and P. 187 472

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Pierce (1852), 6 Cox 117 245
R. *v.* Pierce, C. C. C. Sess. Pap. XLV. 377 434
R. *v.* Pilley (1922), 16 Cr. App. R. 138 472
R. *v.* Pinchbeck (1896), C. C. C. Sess. Pap. *cxxiii*, 205 226, 281
R. *v.* Pine (1933), 24 Cr. App. R. 10 603
Re Pinter (1891), 17 Cox. 497 283
In re Piracy *jure gentium*, [1934] A. C. 586 376
In re Pitts, [1931] 1 Ch. 546 164
Planeq *v.* Marks (1906), 70 J. P. 216 461
Plunkett *v.* Barclays Bank Ltd. (1936), 52 T. L. R. 353 369
R. *v.* Podmore (1930), 46 T. L. R. 365; 22 Cr. App. R. 36 438
Poole *v.* Dicas (1835), 1 Bing. (N. C.) 649 445
R. *v.* Porter, [1910] 1 K. B. 369 338, 538
R. *v.* Poulton (1832), 5 C. and P. 330 143
R. *v.* Power, [1919] 1 K. B. 572 570
Commonwealth *v.* Presby (1859), 14 Gray 65 77
R. *v.* Preston, Lord (1691), 12St. Tr. 646 308, 309
R. *v.* Preston, [1909] 1 K. B. 568 475
Price *v.* Torrington, Earl of (1835), 1 Salk. 283 445
R. *v.* Price (1884), 12 Q. B. D. 247 46, 145
R. *v.* Prince (1875), 2 C. C. R. 154, 176 40, 52, 53, 54
R. *v.* Pritchard (1913), 9 Cr. App. R. 210 291
R. *v.* Purcy (1933) 24 Cr. App. R. 70; 149 L. T. 432 146
Pyne's Case (1628), Cro. Car. 117 308

R

Radcliffe *v.* Bartholomew, [1892] 1. Q. B. 161 162
Raffles *v.* Wichelhaus (1864), 2 H. and C. 906 247
R. *v.* Ramsay (1883), C. and E. 126 373
Ras Bahari Lal *v.* King Emperor (1933), 50 T. L. R. 1 590
R. *v.* Rasmeni 211
R. *v.* Rearden (1864), 4 F. and F. 76 423
Redgate *v.* Haynes (1876), 1 Q. B. D. 89 47
R. *v.* Reed (1842), C. and M. 307 220
R. *v.* Rees (1886), C. C. C. Sess. Pap. CIV. 137
R. *v.* Reeve (1872), 1 C. C. R. 362 470
R. *v.* Reeves (1839), 9 C. and P. 25 143
Regicides, Trials of the (1660), 5 St. Tr. 1237 318
Reynolds *v.* United States (1878), 98 U. S. 145 77
R. *v.* Rhodes, [1899] 1 Q. B. 77 422, 424, 425, 477
Rice *v.* Georgia (1899), 34 S. E. R. 202 88
R. *v.* Richardson (1785), 1 Leach) 387 388
R. *v.* Richmond (1873), 12 Cox 497 216
R. *v.* Ridgway (1862), 3 F. and F. 838 286
R. *v.* Riley (1853), Dearsly 149 244
R. *v.* Riley, [1896] 1 Q. B. 309 297, 299, 301
R. *v.* Ring (1892), 61 L. J. (M. C.) 116 94
R. *v.* Rishworth (1842), 2 Q. B. 476 436
R. *v.* Ritson (1869), 1 C. C. R. 200 298
R. *v.* Roberts (1936), 52 T. L. R. 234 476
R. *v.* Robertson (1913), 9 Cr. App. R. 189 398
R. *v.* Robinson (1859), Bell 35 281
R. *v.* Robinson, [1915] 2 K. B. 342 92, 93
R. *v.* Robinson, [1917] 2 K. B. 108 588
Robson *v.* Biggar, [1908] 1 K. B. 672 19
R. *v.* Roche (1775), 1 Leach 134 561
Roper *v.* Knott, [1898] 1 Q. B. 868 192
R. *v.* Rose (1884), 15 Cox 540 117, 179
R. *v.* Rose (1928), 20 Cr. App. R. 164 139
United States *v.* Roudenbosh (1832), Baldwin 514 69
R. *v.* Rough (1779), 2 East P. C. 607 221
R. *v.* Rouse (1931), *Times* newspaper 403
R. *v.* Rowland ap Eliza (1613), 3 Coke Inst. 164 349
R. *v.* Rowton (1865), L. and C. 520 464, 465

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

National Sailors and Firemen's Union *v.* Reed, [1926] Ch. 536 347
R. *v.* Nattrass (1882), 15 Cox 73 190
R. *v.* Naylor (1865), 1 C. C. R. 4 289
R. *v.* Naylor, [1932] 1 K. B. 685 534
Neal *v.* Denston (1932), 48 T. L. R. 637 339
R. *v.* Negus (1873), 2 C. C. R. 34 266, 267
R. *v.* Neill (1892), C. C. C. Sess. Pap. cxv, 1417 421, 462
Neville *v.* London Express Newspaper Ltd. [1919] A. C. 368 354
Newman *v.* Jones (1886), 17 Q. B. D. 231 46
Newman *v.* Overington (1929), 93 J. P. 46 45
Newton *v.* Harland (1840), 1 Scott, N. R. 474 180
R. *v.* Norman, [1924] 2 K. B. 315 497, 597
R. *v.* Nundah (1915), 16 N. S. W. 482 232
R. *v.* Nutbrown (1750), Foster 76 198
Nye *v.* Niblett, [1918] 1 K. B. 23 195

O

O'Connell's Case (1844), 5 St. Tr. (N. S.) 1 493, 547
R. *v.* O'Donoghue (1927), 44 T. L. R. 51 143
O'Kelly *v.* Harvey (1883), 14 L. R. Ir. 105 330
R. *v.* Oliver, Transvaal [1921] 120 241
R. *v.* Ollis, [1900] 2 Q. B. 758 422, 423
R. *v.* Orbell (1704), 6 Mod. 42 338
Orpen *v.* New Empire Ltd. (1931), 48 T. L. R. 8 17
Osborn *v.* Veitch (1858), 1 F. and F. 317 179
R. *v.* Osborn (1910), 84 J. P. 63 94
Osborn *v.* Boulter, [1930] 2 K. B. 226 373
R. *v.* Osborne, [1905] 1 K. B. 551 439

P

R. *v.* Packard (1842), C. and M. 236 141
R. *v.* Paget (1900), 64 J. P. 281 476
R. *v.* Paine (1880), C. C. C. Sess. Pap. xci, 527 137, 141, 543
R. *v.* Palmer, [1913] 2 K. B. 29 132
R. *v.* Pank, C. C. C., May 21, 1919 61
R. *v.* Parker (1839), 9 C. and P. 45 191
R. *v.* Parker (1842), C. and M. 639 458
Parker *v.* Alder, [1899] 1 Q. B. 20 48
R. *v.* Parker (1910), 74 J. P. 208 297
R. *v.* Parker [1912] V. L. R. 152 397
R. *v.* Parker (1916), 25 Cox 145 289
R. *v.* Parker, [1933] 1 K. B. 850 534
R. *v.* Parkes (1794), 2 Leach 775 300
R. *v.* Parnell (1881), 14 Cox 505 341
R. *v.* Parrott (1913), 8 Cr. App. R. 186 325
R. *v.* Parry (1900), *Times* newspaper 195
R. *v.* Parsons (1762), 1 W. Bl. 391 341
R. *v.* Patch (1782), 1 Leach 238 235
R. *v.* Payne (1913), 8 Cr. App. R. 171 460
R. *v.* Peacham (1615), 2 St. Tr. 869 309, 565
R. *v.* Peacock (1911), 13 Commonwealth 619 403
The Case of Peacocks (1526), Y. B. 18 Hen. VIII, fol. 11 222
Pearks *v.* Ward [1902] 2 K. B. 1 74
Pearson's Case (1835), 2 Lew, 144 68
R. *v.* Peele (1860), 2 F. and F. 21 462
R. *v.* Peltier (1803), 28 St. Tr. 589 366
R. *v.* Pembliton (1874), 2 C. C. R. 119 170, 189
Perkins *v.* Jeffery, [1915] 2 K. B. 702 424
R. *v.* Perry (1845), 1 C. and K. 725 231
R. *v.* Petch (1878), 14 Cox 116 223
R. *v.* Peters (1843), 1 C. and K. 245 220
Phillimore *v.* Machon (1876), 1 P. D. 481 165
Phillips *v.* Brooks, [1919] 2 K. B. 243 237
R. *v.* Phillips (1922), 38 T. L. R. 897 537

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Martin *v.* White, [1910] 1 K. B. 665 433, 478
R. *v.* Martin, Ansell and Ross (1934), 24 Cr. App. R. 177 592
R. *v.* Mary Queen of Scots (1586), 1 St. Tr. 1161 89
R. *v.* Mary R. (1887), Kerr. Inebriety (2nd ed., p. 395) 68
R. *v.* Mason (1912), 8 Cr. App. R. 121 132, 133
R. *v.* Masters (1848), 1 Den. 332 268
R. *v.* Mastin (1834), 6 C. and P. 396 98
Rex *v.* Maughan (1934), 24 Cr. App. R. 130 52, 53, 182
R. *v.* Mawgridge (1706), Kelyng 120 118
Maxwell *v.* Director of Public Prosecutions (1934), 24 Cr. App. R. 152 476
R. *v.* Mazagora (1815), R. and R. 291 303
Mead *v.* Young (1790), 4 T. R. 28 300
R. *v.* Mead (1824), 2 B. and C. 605 461
R. *v.* Meade,]1909[1 K. B. 895 71
R. *v.* Meakin (1836), 7 C. and P. 297 70, 71
Meath *v.* Winchester (1835), 3 Bing. (N. C.) 183 452
R. *v.* Medland (1851), 5 Cox 292 219
Mellor *v.* Denham (1879), 5 Q. B. D. 467 18
Lord Melville's Case (1805), 29 St. Tr. 550 495
R. *v.* Meredith (1838), 8 C. and P. 589 94
Merry *v.* Green (1841), 7 M. and W. 623 247
R. *v.* Meyrick and Ribuffi (1929), 21 Cr. App. R. 94; 45 T. L. R. 421 336
R. *v.* Middleton (1873), 2 C. C. R. 38 239, 280
Miles *v.* Hutchings, [1903] 2 K. B. 714 192
R. *v.* Millard (1813), R. and R. 245 422
R. *v.* Mills (1936), 25 Cr. App. R. 138 471, 592
Commonwealth *v.* Mink (1877), 9 Lathrop 422 129, 153
Mirams *v.* Our Dogs Publishing Co., [1901] 2 K. B. 564 7
Mogul S.S. Co. *v.* McGregor, Gow and Co., (1888), 21 Q. B. D. 544 335
Mogul S.S. Co. *v.* McGregor, Gow and Co., [1892] A. C. 22 338, 342
R. *v.* Molloy, [1921] 2 K. B. 334 550
R. *v.* Monkhouse (1849), 4 Cox 55 70
R. *v.* Monks (1870), C. C. C. Sess. Pap. LXXII. 424 149
Monson *v.* Tussauds, [1894] 1 Q. B. 671 367
R. *v.* Moore (1852), 3 C. and K. 319 71
R. *v.* Moore (1852), 2 Den. 522 470
R. *v.* Moore (1873), *Times* newspaper 568
R. *v.* Moore (1898), 14 T. L. R. 229 126
Moreland *v.* The State (1927), 139 S. E. 77 45
R. *v.* Moreton (1914), 8 Cr. App. R. 214 288
Morris *v.* Miller (1767), 1 W. Bl. 632 389
R. *v.* Morris (1840), 9 C. and P. 349 231
R. *v.* Morrison (1859), Bell 158 230
R. *v.* Morriss (1926), 19 Cr. App. R. 75 584
Morse *v.* C.R. Railroad (1856), 6 Gray 450 472
R. *v.* Morter (1927), 20 Cr.. App. R. 53 272
R. *v.* Mortimer (1936), 25 Cr. App. R. 150 425
R. *v.* Moscovitch (1924), 44 T. L. R. 4 358
Moss *v.* Hancock, [1899] 2 Q. B. 110 261
R. *v.* Moss (1931), 23 Cr. App. R. 132 288
R. *v.* Most (1881), 7 Q. B. D. 244 490
R. *v.* Mount and Metcalfe (1934), 24 Cr. App. R. 135 482
Mousell Bros. Ltd. *v.* L.N.W. Ry. Co., [1917] 2 K. B. 836 45, 49
R. *v.* Mucklow (1827), 1 Moody 160 248
Mulcahy *v.* The Queen (1868), L. R. 3 H. L. 306 335
R. *v.* Mullins (1848), 3 Cox 526 460
R. *v.* Munslow, [1895] 1 Q. B. 758 367, 368
R. *v.* Murphy (1876), 10 Ir. C. L. 508 284
R. *v.* Murray (1830), 1 Moody 276 268
R. *v.* Murray (1913), 9 Cr. App. R. 248 589
R. *v.* Murray (1935), 52 T. L. R. 141 536

N

R. *v.* Naguib, [1917] 1 K. B. 359 358, 409
R. *v.* Nash (1911), 6 Cr. App. R. 225 398, 456

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Light (1915), 11 Cr. App. R. 111 287
R. *v.* Lilburne (1649), 4 St. Tr. 1270 412, 415
R. *v.* Lillyman, [1896] 2 K. B. 167 439
R. *v.* Linsberg (1905), 69 J. P. 107 176
R. *v.* Littleboy,]1934[2 K. B. 408 534
R. *v.* Lloyd (1803), 4 Esp. 200 338
R. *v.* Lloyd (1834), 6 C. and P. 393 470
R. *v.* Lloyd (1887), 19 Q. B. D. 213 352
R. *v.* Lloyd Jones (1838), 8 C. and P. 288 270
R. *v.* Lomas (1913), 9 Cr. App. R. 220 100
London Jewellers Ltd. *v.* Attenborough, [1934] 2 K. B. 206 262, 278
Long *v.* Long (1890), 15 P. D. 218 42
R. *v.* Lord Mayor of London (1866), 16 Q. B. D. 772 84
R. *v.* Lovegrove, [1920] 3 K. B. 643 425
R. *v.* Lowe (1850), 3 C. and K. 123 137, 149
Lowther *v.* Harris, [1927] 1 K. B. 393 278
R. *v.* Luberg (1927), 19 Cr. App. R. 133; 135 L. T. 414 336
R. *v.* Lumley (1912), 22 Cox 635 158
R. *v.* Lynch (1832), 5 C. and P. 324 131
R. *v.* Lynch,]1903[1 K. B. 444 311, 313, 319

M

R. *v.* Macallister (1808), C. C. C. Sess. Pap. LXXXVI. 18 208
McArdle *v.* Egan (1933), 150 L. T. 412 530
McClenaghan *v.* Waters 329
R. *v.* McCraig (1925), 90 J. P. 64 421
R. *v.* Macdaniel (1754), 1 Leach 44 148
R. *v.* Macdaniel (1755), Foster 121 233
R. *v.* Macdonald (1885), 15 Q. B. D. 323 218
McGee *v.* Robinson 178
R. *v.* McGrath (1869), 1 C. C. R. 205 178
Macgregor *v.* Kelly (1894), 3 Exch. 794 389
R. *v.* McGrowther (1746), Foster 13 85
R. *v.* Machekequonabe (1894), 28 Ontario 309 77
R. *v.* McKale (1868), 1 C. C. R. 125 235
R. *v.* Macklin and others (1838), 2 Lew, 225 162
R. *v.* Maclane (1797), 26 St. Tr. 721 313, 315
R. *v.* McLean (1926), 134 L. T. 640 477
Macleod *v.* *Att-Gen.* of New South Wales, [1891] A. C. 455 163
The State *v.* M'Mullen, [1925] 2 I. R. 9 159
R. *v.* McNaughton (1843), 10 Cl. and F. 200 60, 62, 64
R. *v.* McNicholl, [1917] 2 I. R. 557 403
Re Mahmoud and Ispahani, [1921] 2 K. B. 716 49
R. *v.* Mahon (1826), 4 A. and E. 575 109
Makin *v.* Att.-Gen. of New South Wales, [1894] A. C. 57 423
R. *v.* Malatesta (1912), 7 Cr. App. R. 273 367
Commonwealth *v.* Malin (1790), 1 Dallas 33 308
Malpas *v.* Clements (1850), 19 L. J. Q. B. 435 390
Malthy *v.* Christie (1795), 1 Esq. 340 440
R. *v.* Manley (1844), 1 Cox 104 97
R. *v.* Manley, [1933] 1 K. B. 529 339, 340
R. *v.* Manning (1849), Kenny's Select Cases 446 387
R. *v.* Manser (1934), 25 Cr. App. R. 18 458
The Marianna Flora (1826), 11 Wheaton 41 487
Marks *v.* Beyfus (1890), 25 Q. B. D. 494 450
Marks *v.* Frogley, [1898] 1 Q. B. 396 81
Marsh *v.* Loader (1863), 14 C. B. N. S. 535 56
R. *v.* Marshall (1830), 1 Lew. 76 70
Marshall *v.* Ford (1908), 72 J. P. 480 433
R. *v.* Martin (1806), R. and R. 108 197
R. *v.* Martin (1827), 3 C. and P. 211 122, 141
R. *v.* Martin (1838), 8 A. and E. 280 280
R. *v.* Martin (1859), 1 F. and F. 501 287
Martin *v.* Pridgeon (1859), 1 E. and E 778 510
R. *v.* Martin (1867), 1 C. C. R. 56 288

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Jolly, [1923] S. A. 176 176
R. *v.* Jones (1703) 2 Ld. Raymond 1013 277
Jones *v.* Clay (1798), 1 B. and P. 191 109
R. *v.* Jones (1809), 31 St. Tr. 251 464
United States *v.* Jones (1813), 3 Wash. 218 82
R. *v.* Jones (1837), 7 C. and P. 833 269
R. *v.* Jones (1842), C. and M. 611 219
R. *v.* Jones (1847), 1 Den. 188 242
R. *v.* Jones (1874), 12 Cox 628 77, 122, 139
R. *v.* Jones (1883), 11 Q. B. D. 118 390
R. *v.* Jones, [1898] 1 Q. B. 119 285
R. *v.* Jones (1908), 72 J. P. 215 132
R. *v.* Jones (1910), 4 Cr. App. R. 17 236
R. *v.* Jones (1925), 19 Cr. App. R. 40 459
Jones *v.* Thomas [1934] 1 K. B. 323 460
Joy *v.* Phillips Mills and Co. Ltd., [1916] 1 K. B. 849 397

K

R. *v.* Keech (1929), 21 Cr. App. R. 125 182
Keepers of the Liberties *v.* Gwinn (1652), Style 336 350
R. *v.* Kendrick and Smith (1931), 23 Cr. App. R. 1; 144 L. T. 748 562
R. *v.* Kenneally (1930), 22 Cr. App. R. 52 68
R. *v.* Kennett (1718), 5 C. and P. 283 334
R. *v.* Kent Justices (1935), 52 T. L. R. 78 521
R. *v.* Kew and Jackson (1872), 12 Cox 455 150
R. *v.* Keyn (1876), 2 Ex. D. 63 491
R. *v.* Kilham (1870), 1 C. C. R. 261 281
R. *v.* Kircaldy (1928), 167 L. T. Jo. 46 363
R. *v.* Klaproth (C. C. C. Feb. 21, 1921) 462
R. *v.* Kohn (1864), 4 F. and F. 68 487
R. *v.* Kopsch (1925), 19 Cr. App. R. 50 63
R. *v.* Krausch (1913), 33 N. Z. L. R. 1229 397
R. *v.* Kylsant, Lord, [1932] 1 K. B. 442 272, 282

L

R. *v.* Labouchere (1884), 12 Q. B. D. 320 372
R. *v.* Lad (1773), 1 Leach 96 157
R. *v.* Laforte, Cape [1922] 487 241
Laird *v.* Doboll, [1906] 1 K. B. 131 44
Lake *v.* Simmons, [1926] 2 K. B. 51 262
Lake *v.* Simmons, [1927] A. C. 487 237, 238
Lancaster *v.* The State (1863), 3 Coldwell 339 232
R. *v.* Langley (1704), 6 Modern 125 373
Lanier *v.* R. (1914), 24 Cox 53 270
Lansbury *v.* Riley, [1914] 3 K. B. 229 583
R. *v.* Lapier (1784), 1 Leach 320 214
R. *v.* Lapworth, [1931] 1 K. B. 117 482
R. *v.* Larsonneur (1933), 97 J. P. 206 45
R. *v.* Latimer (1886), 17 Q. B. D. 359 170, 172
Lawrence *v.* Hedger (1810), 3 Taunt. 14 530
Lawrence *v.* The King [1933] A. C. 699 557
R. *v.* Laws (1929), 21 Cr. App. R. 45 182
Leach *v.* D. P. P., [1912] A. C. 305 481, 482
Leigh Peerage Case (1832) 398
R. *v.* Leinster, Duke of, [1924] 1 K. B. 311 44
Le Mesurier *v.* Le Mesurier, [1895] A. C. 517 360
R. *v.* Lesbini, [1914] 3 K. B. 1116 131
R. *v.* Letenock (1917), 12 Cr. App. R. 221 70
Lever *v.* Associated Newspapers Ltd., [1907] 2 K. B. 626 539
R. *v.* Levett (1638), Cro. Car. 538 76
R. *v.* Levy (1819), 2 Starkie 458 338
R. *v.* Levy (1912), 7 Cr. App. R. 61 101
R *v.* Lewis (1764), Foster 116 299
R. *v.* Lewis (1857), 7 Cox 277 491

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Hobbs *v.* Corporation of Winchester, [1910] 2 K. B. 471 44
R. *v.* Hobday (1933), *Times* newspaper 419
R *v.* Hobson (1854), Dearsly 400 388
R. *v.* Hodgson (1856), D. and B. 3 301
R. *v.* Hoggins (1809), R. and R. 145 267
R. *v.* Holchester (1866), 10 Cox 226 570
Holcombe *v.* Hewson (1810), 2 Camp, 391 420
R. *v.* Holland (1841), 2 M. and B. 351 149
Hollingham *v.* Head (1858), 4 C. B. (N. S.) 388 420
R. *v.* Holloway (1833), 5 C. and P. 525 243
R. *v.* Holloway (1848), 1 Den. 370 242
R. *v.* Holloway (1901), 65 J. P. 712 463
Homes *v.* Newman, [1931] 2 Ch. 112 444
Hood *v.* Smith (1933), 98 J. P. 73 520
R. *v.* Hook (1858), D. and B. 606 458
Hopewel *v.* De Pinna (1809), 2 Camp. 113 391
R. *v.* Hopwood (1913), 8 Cr. App. R. 143 129
R. *v.* Horn (1912), 7 Cr. App. R. 200 408
R. *v.* Horner (1910), 74 J. P. 216 298
R. *v.* Horsey (1862), 3 F. and F. 287 157
Horsfield *v.* Brown, [1932] 1 K. B. 355 527
Horton *v.* Gwynne, [1921] 2 K. B. 661 254
Hoskins *v.* Tarrance (1840), 5 Blackford 417 227
In re Houghton, [1915] 2 Ch. 173 164
Howatson *v.* Webb, [1908] 1 Ch. 1 301
Howel's Case (1221), Maitland's Select Pleas 94 117
R. *v.* Howell (1864), 4 F. and F. 160 338
R. *v.* Hudson, [1912] 2 K. B. 465 475
R. *v.* Huggins (1730), 2 Ld. Raymond 1574 46
R. *v.* Hughes (1785), 1 Leach 406 201
R. *v.* Hughes (1879), 4 Q. B. D. 614 509, 532
R. *v.* Hughes (1927), 20 Cr. App. R. 4; 43 T. L. R. 250 553
R. *v.* Hull (1664), Kelyng 40 156
Humphries *v.* Connor (1864), 17 Ir. C. L. 1 330
R. *v.* Hunt (1820), 1 St. Tr. (N. S.) 437 340
R. *v.* Hunt (1820), 2 St. Tr. (N. S.) 69 372
R. *v.* Hunt (1820), 3 B. and Ald. 566 432
Hunt *v.* Battersby (1920), *Times* newspaper 286
Hurst *v.* Evans, [1917] 1 K. B. 352 454
R. *v.* Hussey (1924), 18 Cr. App. R. 160 119
R. *v.* Hutchinson (1864), 9 Cox 555 81

I

Ibrahim *v.* R., [1914] A. C. 599 467
Innes *v.* Wylie (1844), 1 C. and K. 257 176
R. *v.* Instan, [1893] 1 Q. B. 450 138
Isaacs *v.* Keech, [1925] 2 K. B. 354 531
R. *v.* Izod (1904), 20 Cox 690 137

J

R. *v.* James (1837), 8 C. and P. 131 81
R. *v.* James (1844), 1 C. and K. 530 177
R. *v.* James (1890), 24 Q. B. D. 439 102
James *v.* British General Insurance Co., [1927] 2 K. B. 311 69
R. *v.* Jameson, [1896] 2 Q. B. 425 378, 560
R. *v.* Jarvis (1867), 1 C. C. R. 96 469
R. *v.* Jenkins (1869), 1 C. C. R. 187 462
R. *v.* Jennison (1862), L. and C. 157 285
R. *v.* Johnson (1805), 6 East 583 560
R. *v.* Johnson (1841), C. and M. 218 199
Johnson *v.* Fenner (1869), 33 J. P. 740 382
R. *v.* Johnson (1911), 6 Cr. App. R. 218 292
Johnstone *v.* Pedlar, [1921] 2 A. C. 262 313
R. *v.* Joiner (1910), 4 Cr. App. R. 64 402

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Gross (1913), 23 Cox 455 154
R. *v.* Grubb, [1915] 2 K. B. 683 268

H

R. *v.* Hadfield (1800), 27 St. Tr. 1281 59, 60, 78
R. *v.* Haines (1821), R. and R. 451 198
R. *v.* Hall (1828), 3 C. and P. 409 233
R. *v.* Hall (1887), 5 N. Z. L. R. 93 423
Re Hall, [1914] P. 1 164
R. *v.* Hall (1928), 21 Cr. App. R. 48; 140 L. T. 142 135
Hallett *v.* Warren (1929), 93 J. P. 225 390
R. *v.* Halliday (1889), 61 L. T. 701 172
R. *v.* Halloway (1628), Cro. Car. 131 155
Hamilton *v.* Bone (1888), 16 Cox 437 193
R. C. Hammett *v.* L. C. C. (1933), 49 T. L. R. 209 48
R. *v.* Hammond and Webb (1799), 2 Esp. 718 341
R. *v.* Hampden (1684), 9 St. Tr. 1054 317
R. *v.* Hancock (1931), 23 Cr. App. R. 16; 145 L. T. 168 590
Handcock *v.* Baker (1800), 2 Bos. and P. 260 528
Hannam *v.* Mockett (1824), 2 B. and C.. 934 230
Hardcastle *v.* Bielby, [1892] 1 Q. B. 709 46
R. *v.* Hardie (1821), 1 St. Tr. (N.S.) 610 311
The State *v.* Hardie (1878), 10 Runnells 647 77
Hardie and Lane, Ltd. *v.* Chilton and others, [1928] 2 K. B. 306 255
R. *v.* Harding (1929), 21 Cr. App. R. 166; 46 T. L. R. 105 212
Hardman *v.* Booth (1863), 1 H. and C. 803 239
R. *v.* Hardy (1794), 24 St. Tr. 199 316, 450
R. *v.* Harrington (1866), 10 Cox 370 133
R. *v.* Harris (1795), 2 Leach 701 197
R. *v.* Harris (1822), 5 B. and Ald. 926 458
The People *v.* Harris (1866), 29 Cal. 678 69
R. *v.* Harris (1882), C. C. C. Sess. Pap. xcv, 525 563
R. *v.* Harris (1887), 15 Cox 75 190
R. *v.* Harris (1924), 18 Cr. App. R. 157; 41 T. L. R. 205 204
R. *v.* Harris, [1927] 2 K. B. 587 570
R. *v.* Harrison (1692), 12 St. Tr. 834 463, 473
R. *v.* Harrison (1756), 1 Leach 47 211, 240
R. *v.* Harrison (1930), 22 Cr. App. R. 82 250
R. *v.* Hart (1932), 23 Cr. App. R. 202 413
Haseldine *v.* Hosken, [1933] 1 K. B. 822 354
R. *v.* Haslam (1925), 134 L. T. 158; 19 Cr. App. R. 50 416
R. *v.* Hassall (1861), L. and C. 58 216
R. *v.* Hausmann (1909), 3 Cr. App. R. 3 14
R. *v.* Hawkes (1931), 22 Cr. App. R. 172 72
R. *v.* Haynes (1859), 1 F. and F. 666 63
R. *v.* Hayward (1833), 6 C. and P. 157 134
R. *v.* Hayward (1844), 1 C. and K. 518 269
R. *v.* Hayward (1908), 21 Cox 692 148
R. *v.* Hazelton (1874), 2 C. C. R. 134 284
R. *v.* Hazy (1826), 2 C. and P. 458 407
Heap *v.* Motorists A.A., [1923] 1 K. B. 577 278
Hegarty *v.* Shine (1878), 14 Cox 145 173
R. *v.* Hehir,]1895[2 I. R. 709 247
R. *v.* Hensler (1870), 11 Cox 570 95
R. *v.* Hewlett (1858), 1 F. and F. 91 179
R. *v.* Hibbert (1869), 1. C. C. R. 184 53
R. *v.* Hicklin (1868), L. R. 3. Q. B. 360 373
R. *v.* Higgins (1801), 2 East 5 91, 94
Higham *v.* Ridgway (1808), 1 East 109 444
R. *v.* Hill (1851), 2 Den. 254 446
R. *v.* Hilliard (1914), 9 Cr. App. R. 171 234
R. *v.* Hilton (1838), 2 Lew. 214 137, 149
R. *v.* Hind (1860), Bell 253 462
R. *v.* Hindmarsh (1792), 2 Leach 569 402, 403
R. *v.* Hinds, [1932] 2 K. B. 644 416

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Folkes *v.* King. [1923] 1 K. B. 282 262, 278
Ford *v.* Receiver for Metropolitan Police District, [1921] 2 K. B. 344 328
R. *v.* Forde, [1923] 2 K. B. 400 182
The Forester's Case (1338), Y. B. 11 and 12 Edw. 3 (Rolls Series) 641 226
R. *v.* Foster (1821), R. and R. 459 350
R. *v.* Foulkes (1875), 2 C. C. R. 150 267
R. *v.* Francis (1874), 2 C. C. R. 128 422
R. *v.* Franklin (1883), 15 Cox 163 136
H. M. Advocate *v.* Fraser (1878), 4 Couper 70 61
R. *v.* Fraser (1923), 17 Cr. App. R. 182; 40 T. L. R. 81 553
Freedman *v.* Black (1911), 12 Commonwealth 105 261
R. *v.* Friend (1930), 22 Cr. App. R. 130 253
R. *v.* Frost (1839), 4 St. Tr. (N. S.) 86 311, 388, 571
R. *v.* Fursey (1833), 6 C. and P. 81 432

G

R. *v.* Gamlen (1858), 1 F. and F. 90 69
R. *v.* Gardiner (1665), Kelyng 46 202
Gardner *v.* Mansbridge (1887), 19 Q. B. D. 217 193
R. *v.* Gardner, [1899] 1 Q. B. 150 570
R. *v.* Gay (1909), 2 Cr. App. R. 327 460
Gayford *v.* Chouler, [1898] 1 Q. B. 316 193
R. *v.* Gee, [1936] 2 All E. R. 89 534, 544, 590
R. *v.* Geering (1849), 18 L. J. M. C. 215 423
R. *v.* George (1901), 65 J. P. 729 290
Gerberge's Case (1351), Y. B. 21 Edw. III, 23 307
R. *v.* Gibbins and Proctor (1918), 13 Cr. App. R. 134 138
R. *v.* Gibbon (1862), L. and C. 109 354
R. *v.* Gibbons (1823), 1 C. and P. 97 449, 470
R. *v.* Giddins (1842), C. and M. 634 550
Giles *v.* The State (1849), 6 Cobb 284 367
R. *v.* Giles (1865), L. and C. 502 288
R. *v.* Gill (1818), 2 B. and Ald, 205 335
R. *v.* Gilligan (1844), 3 Crawford and Dix 175 441
R. *v.* Gilson (1807), 2 Leach 1007 483
R. *v.* Gleed (1916), 12 Cr. App. R. 32 291
R. *v.* Gloster (1888), C. C. C. Sess. Pap. CVIII, 647 462
R. *v.* Gnosil (1824), 1 C. and P. 304 251
R. *v.* Godfrey, [1923] 1 K. B. 24 491
R. *v.* Gordon, Lord George (1780), 21 St. Tr. 485 315, 437
R. *v.* Gordon (1889), 23 Q. B. D. 354 287
R. *v.* Gorrie (1918), 83 J. P. 136 57
Gough *v.* Rees (1929), 46 T. L. R. 103 45
Gould and Co. Ltd. *v.* Houghton, [1921] 1 K. B. 509 96
Goulder *v.* Rook, [1901] 2 K. B. 290 44
R. *v.* Governor of Holloway Prison (1897), 18 Cox 631 217
R. *v.* Gray (1917), 12 Cr. App. R. 244 99
R. *v.* G. N. of E. Ry. Co. (1846), 9 Q. B. 315 74
Green *v.* Goddard (1704), 2 Salk. 641 180
R. *v.* Green (1862), 3 F. and F. 274 53
R. *v.* Greenburg (1919), 121 L. T. 288 354
R. *v.* Greening, [1913] 3 K. B. 846 132
Greenough *v.* Eccles (1859), 5 C. B. (N. S.) 803 428
R. *v.* Gregg (1932), 102 L. J. K. B. 120; 24 Cr. App. R. 13 459
Gregory *v.* Brunswick, Duke of (1843), 6 M. and G. 205 338
R. *v.* Gregory (1866), 1 C. C. R. 77 92
Gregson *v.* Gilbert (1783), 3 Douglas 232 86
R. *v.* Grey (1666), Kelyng 64 156
R. *v.* Griffin (1869), 11 Cox 402 56, 123
R. *v.* Griffith (1553), Plowden 97 99
R. *v.* Griffiths (1913), unreported 71
Griffiths *v.* Studebaker, Ltd., [1924] 1. K. B. 102 47
R. *v.* Grimwood (1896), 60 J. P. 809 562

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Derrington (1826), 2 C. and P. 418 472
R. *v.* De Salvi (1857) C. C. C. Sess. Pap. xLvI, 884 562
R. *v.* Despard (1803), 28 St. Tr. 345 309
R. *v.* Disney, [1933] 2 K. B. 138 550
Dixon *v.* Bell (1816), 5 M. and S. 198 139
R. *v.* Dobbs (1770), 2 East P. C. 513 203
Dodwell *v.* Burford (1670), 1 Mod. 24 176
R. *v.* Doherty (1887), 16 Cox 306 69, 70
The State *v.* Donohoe (1860), 36 Alabama 271 199
R. *v.* Donovan, [1934] 2 K.B. 498 125, 408
Doodward *v.* Spence (1908), 9 N. S. W. 107 220
R. *v.* Dowling (1848), 7 St. Tr. (N. S.) 382 310
R. *v.* Driscoll (1841), C. and M. 214 179
Du Bost *v.* Beresford (1810), 2 Camp. 511 438
R. *v.* Duckworth, [1892] 2 Q. B. 83 168
R. *v.* Dudley and Stephens (1884), 14 Q. B. D. 273 37, 86, 87, 119, 572
Duncan *v.* Jones (1935), 52 T. L. R. 26 330
R. *v.* Dunkley, [1927] 1 K. B. 323 476
R. *v.* Dunne (1929), 21 Cr. App. R. 176; 143 L. T. 120 448
R. *v.* Dwyer and Ferguson, [1925] 2 K. B. 799 416
Dyke *v.* Elliott (1872), L. R. 4 P. C. 184 151
R. *v.* Dymond, [1920] 2 K. B. 260 255
R. *v.* Dyson, [1908] 2 K. B. 454 162

E

Earle *v.* Picken (1833), 5 C. and P. 542 433
Ex parte Edgar (1913), 29 T. L. R. 278 109
R. *v.* Egginton (1801), 2 B. and P. 508 197
R. *v.* Eidinow (1932), 23 Cr. App. R. 145 476
Eley *v.* Lytle (1885), 50 J. P. 308 193
Elias *v.* Passmore (1934), 50 T. L. R. 196 526
R. *v.* Elliott (1889), 16 Cox 710 140
R. *v.* Ellor (1921), 15 Cr. App. R. 41; 36 T. L. R. 840 132
Emary *v.* Nolloth, [1903] 2 K. B. 264 48
Emmens *v.* Pottle (1885), 16 Q. B. D. 354 368
The Emperor *v.* Lazar (1907), 30 Madras 551 360
Engelke *v.* Musmann, [1928] A.C. 433 90
R. *v.* Ensor (1887), 3 T. L. R. 366 372
R. *v.* Errington (1922), 16 Cr. App. R. 148 553
Essex, Trial of Earl of (1600), 1 St. Tr. 1333 563
R. *v.* Essex Justices, ex parte Churchill (1933), 49 T. L. R. 283 535
R. *v.* Evans, [1915] 2 K. B. 762 384
R. *v.* Eyre, Governor (1868), L. R. 3 Q. B. 487 489

F

Farey *v.* Welch, [1929] 1 K. B. 388 252, 254
R. *v.* Farquharson 403
R. *v.* Faulkner (1876), 11 Ir. C. L. 8 190
R. *v.* Featherstone (1854), Dearsly 369 211, 240
Felstead *v.* R., [1914] A.C. 534 68, 587
R. *v.* Fenwick (1696), 13 St. Tr. 538 317
Field *v.* Receiver for Metropolitan Police District, [1907] 2 K. B. 853 327, 331
Figg *v.* Wedderburne (1841), 6 Jur. 218 443
R. *v.* Finney (1874), 12 Cox 625 77, 122, 139
R. *v.* Firth (1869), 1 C. C. R. 172 228
R. *v.* Firth 446
R. *v.* Fisher, [1910] 1 K. B. 149 422
R. *v.* Fisher (1910), 103 L. T. 320; 5 Cr. App. R. 102 236
R. *v.* Fisher (1926), 19 Cr. App. R. 166 238
R. *v.* Fitzpatrick (1926), 19 Cr. App. R. 91 103
Doe dem. Fleming *v.* Fleming (1827), 4 Bing. 266 389
R. *v.* Flowers (1885), 16 Q. B. D. 643 246
R. *v.* Foley (1899), 26 Ir. C. L. 299 223, 226

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Cleary *v.* Booth, [1893] 1 Q. B. 465 123
R. *v.* Clinton (1869), 4 Ir. C. L. 6 222
R. *v.* Closs (1858), D. and B. 460 298
Clutterbuck *v.* Chaffers (1816), 1 Starkie 471 370
Coats *v.* Brown, [1909] S. C. 29 10
R. *v.* Codere (1916), 12 Cr. App. R. 21 61
R. *v.* Cole (1810), 2 Russ. Cr. (8th ed.) 955 422
R. *v.* Coleman (1920), 84 J. P. 112 147, 178
R. *v.* Collins (1864), L. and C. 471 94
R. *v.* Collins (1922), 17 Cr. App. R. 42; 128 L. T. 31 238
R. *v.* Coney (1882), 8 Q. B. D. 534 99, 124, 182, 327
R. *v.* Connatty (1919), 83 J. P. 292 363
R. *v.* Connolly (1909), 3 Cr. App. R. 27 341
Conway *v.* Wade, [1909] A. C. 506 346
R. *v.* Cooper (1852), 3 C. and K. 318 392
R. *v.* Cooper (1877), 2 Q. B. D. 510 286
Corbett *v.* Badger, [1901] 2 K. B. 278 511
R. *v.* Corrie (1904), 20 T. L. R. 365 410
R. *v.* Cory Bros., [1927] 1 K. B. 810 75
Cotterill *v.* Penn (1935), 51 T. L. R. 459 50, 254
R. *v.* Coulman (1927), 20 Cr. App. R. 106 475
R. *v.* Coulthread (1933), 148 L. T. 480; 24 Cr. App. R. 44 589
R. *v.* Court (1912), 7 Cr. App. R. 127 82
Courteen's Case (1618), Hobart 270 487
Courteen *v.* Touse (1807), 1 Camp. 43 417
R. *v.* Courvoisier (1840), 1 Townsend's St. Tr. 267 397
Couturier v. Hastie (1852), 5 H. L. C. 673 236
R. *v.* Coyle, N. I. [1926] 208 458
Coyne *v.* Tweedy, [1898] 2 I. R. 167 330
R. *v.* Cramp (1880), 5 Q. B. D. 307 173
Crane *v.* D.P.P., [1921] 2 A. C. 299 590
R. *v.* Creamer, [1919] 1 K. B. 564 211
Re Crippen, [1911] P. 108 164, 397, 403, 575
R. *v.* Crocker (1922), 17 Cr. App. R. 45; 39 T. L. R. 105 459
R. *v.* Croft (1889), C. C. C. Sess. Pap. CXI. 202 78
R. *v.* Crump (1825), 1 C. and P. 658 241
R. *v.* Cruse (1838), 2 Moody 53 83
R. *v.* Cuddy (1843), 1 C. and K. 210 135
R. *v.* Culgan (1898), 19 N. S. W. 160 184
R. *v.* Cullum (1873), 2 C. C. R. 28 268
Cundy *v.* Lindsay (1878), 3 App. Cases 459 236, 237
Cundy *v.* Lecocq (1884), 13 Q. B. D. 207 45
R. *v.* Curgerwen (1865), 1 C. C. R. 1 362, 408
R. *v.* Curtiss (1925), 18 Cr. App. R. D. 174 232
Daily Mirror Newspapers Ltd. *v.* Glover (1922), 16 Cr. App. R. 131 75

D

R. *v.* Dalloway (1847), 2 Cox 273 140
R. *v.* Dalloz (1908), 1 Cr. App. R. 258 390
R. *v.* Damaree and Perchase (1709), 15 St. Tr. 521 311
R. *v.* Daniels (1915), 11 Cr. App. R. 101 233
R. *v.* Dant (1865), L. and C. 567 150
R. *v.* Dargue (1911), 6 Cr. App. R. 261 287
R. *v.* Davidson (1934), 25 Cr. App. R. 21 403
R. *v.* Davies (1856), Dearsly 640 248
R. *v.* Davies (1916), 85 L. J. K. B. 208 458
R. *v.* Davis (1817), R. and R. 322 197
R. *v.* Davis (1823), R. and R. 499 200
In the matter of A. H. Davy, [1935] P. 1 443
R. *v.* De Banks (1884), 13 Q. B. D. 29 217
R. *v.* De Berenger (1814), 3 M. and S. 67 338
De Jager *v.* Att.-Gen. of Natal, [1907] A. C. 326 314
R. *v.* Delamotte (1781), 22 St. Tr. 808 308
R. *v.* Denyer, [1926] 2 K. B. 258 255, 256
Derbyshire *v.* Houliston, [1897] 1 Q. B. 772 44

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

R. *v.* Bruce (1847), 2 Cox 262 122
R. *v.* Bryan (1857), D. and B. 265 286
R. *v.* Buckley (1873), 13 Cox 293 445
R. *v.* Buckmaster (1888), 20 Q. B. D. 182 236
R. *v.* Bunkall (1864), L. and C. 371 218
R. *v.* Bunn (1872), 12 Cox 316 342
R. *v.* Burgess (1862), L. and C. 258 129
R. *v.* Burley (1818), 1 Phillips and Arnold on Evidence (10th ed.), 420 472
R. v. Burns (1886), 16 Cox 355 324
R. *v.* Burns (1887), 16 Cox 195 571
R. *v.* Burton (1854), Dearsly 282 402
R. *v.* Butler (1881), 14 Cox 530 538
R. *v.* Butt (1884), 15 Cox 564 97
R. *v.* Button, [1900] 2 Q. B. 597 288

C

R. *v.* Cade, [1914] 2 K. B. 209 297
R. *v.* Camelleri, [1922] 2 K. B. 122 439
R. *v.* Campbell (1911), 27 T. L. R. 256; 6 Cr. App. R. 131 478
H. M. Advocate *v.* Campbell, [1921] S. C. (J.) 1 70
R. *v.* Canniff (1840), 9 C. and p. 359 126
R. *v.* Canning (1754), 19 St. Tr. 283 399
R. *v.* Canterbury, Abp. of,]1902[2 K. B. 503 583
Capital and Counties Bank *v.* Henty (1880), 7 A. C. 776 368
R. *v.* Cardigan, Lord (1841), 4 St. Tr. (N.S.) 601 494
Carlisle Banking Co. *v.* Bragg, [1911] 1 K. B. 489 301
R. *v.* Carney [Dec. 18, 1922; unreported] 250
R. *v.* Carpenter (1911), 76 J. P. 158: 22 Cox 618 289
United States *v.* Carr (1872), 1 Woods 480 82
The Carrier's Case (1473), Y. B. 13 Ed. 4, f. 9, Pasch. pl. 5 215
R. *v.* Carswell, [1926] N. Z. L. R. 336 363
Cartwright *v.* Green (1802), 8 Vesey 405 247
Carver *v.* Pierce (1648), Style 66 227
R. *v.* Casement, [1917] 1 K. B. 98 311
R. *v.* Cassidy (1858), 1 F. and F. 79 564
R. *v.* Castiglioni (1912), 106 L. T. 1023 351
Re Castioni, [1891] 1 Q. B. 149 488
R. *v.* Castleton (1909), 3 Cr. App. R. 74 397
R. *v.* Castro (1874), L. R. 9 Q. B. 350 399, 455
Cattley *v.* Lowndes (1885), 2 T. L. R. 136 263
Causey *v.* The State (1887), 79 Georgia 564 232
R. *v.* Cavendish (1873), 8 Ir. C. L. 178 140
R. *v.* Chadwick (1829), 2 M. and R. 545 301
R. *v.* Chadwick (1934), 25 Cr. App. R. 138 407
R. *v.* Chandler, [1913] 1 K. B. 125 199
Chanter *v.* Bromley (1921), 14 B. W. C. C. 14 441
R. *v.* Chapman (1910), 4 Cr. App. R. 276 281
R. *v.* Chapman, [1931] 2 K. B. 606 182
R. *v.* Chapple (1840), 9 C. and P. 355 101
R. *v.* Charnock (1694), 2 Salk. 633 309
Charnock *v.* Merchant, [1900] 1 Q. B. 474 475
R. *v.* Chattaway (1922), 17 Cr. App. R. 7 138
Ex parte Chavasse (1864), 4 De G. J. and S. 655 379
R. *v.* Cheafor (1851), 2 Den. 361 222
R. *v.* Chesshire and others (1927), 20 Cr. App. R. 47 423
Child *v.* Grace (1826), 2 C. and P. 193 441
R. *v.* Child (1871), 1 C. C. R. 307 190
China Navigation Co. Ltd. *v.* Att. Gen., [1932] 2 K. B. 197 375
R. *v.* Chong (1915), 32 Ontario 66 184
R. *v.* Christie, [1914] A. C. 545 438, 441
Chuter *v.* Freeth (1911), 27 T. L. R. 467 73
R. *v.* Clarence (1889), 22 Q. B. D. 23 172, 173, 177, 181, 231, 279
R. *v.* Clark (1810), R. and R. 181 **231**
R. *v.* Clarke (1817), 2 Starkie 241 **464**
R. *v.* Clarkson (1892), 17 Cox 483 330

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

Beatty *v.* Cullingworth (1897), 60 J. P. 740 439
Beatty *v.* Gillbanks (1882), 9 Q. B. D. 308 327, 329
Beauchamp *v.* Cash (1822), Dow and Ry., N. P. 3 418
Beckwith *v.* Philby (1827), 6 B. and C. 635 530
R. *v.* Bedingfiield (1879), 14 Cox 341 438
The State *v.* Bell (1870), 29 Stiles 316 71
Benbow *v.* Low (1880), 16 Ch. D. 95 539
R. *v.* Bennett (1928), 20 Cr. App. R. 188 519
Bentley's Case (1731), 2 Str. 912 593
Beresford *v.* Ropal Insurance Co. Ltd., [1936] 2 All E. R. 1052 164
R. *v.* Bernard (1858), 8 St. Tr. (N. S.) 887 417, 418
R. *v.* Bernay (1907), *Times* newspaper 479
Bessela *v.* Stern (1877), 2 C. P. D. 265 449
Betts *v.* Armstead (1888), 20 Q. B. D. 771 44
Betts *v.* Lee (1810), 5 Johnson (N. Y.) 348 259
R. *v.* Betts and Ridley (1930), 144 L. T. 526; 22 Cr. App. R. 148, 99, 159, 162
Betts *v.* Receiver for Metropolitan Police District, [1932] 2 K. B. 595 263
R. *v.* Bickley (1909), 2 Cr. App. R. 53 460
Biggs *v.* Burridge (1925), 89 J. P. 75 79
R. *v.* Bingley (1833), 5. C. and P. 602 231
R. *v.* Birch (1924), 93 L. J. K. B. 385 428
R. *v.* Birchall (1913), 29 T. L. R. 711; 9 Cr. App. R. 91 70, 132
Bird *v.* Jones (1845), L. R. 7 Q. B. 742 180
R. *v.* Birmingham and Gloucester Ry. Co. (1840), 3 Q. B. 223 74
R. *v.* Birmingham Churchwardens (1861), 1 B. and S. 763 444
R. *v.* Bishirgian (1936), 52 T. L. R. 361 272, 282, 289
R. *v.* Bishop (1879), 5 Q. B. D. 259 44
R. *v.* Bishop (1917), 34 T. L. R. 139 92
R. *v.* Black (1921), 16 Cr. App. R. 118 442
Blades *v.* Higgs (1865), 11 H. L. C. 621 180, 223
Blake *v.* Allen (1600), Moore 619 304
R. *v.* Blakeman (1850), 3 C. and K. 97 568
R. *v.* Bliss (1837), 7 A. and E. 550 444
R. *v.* Boden (1844), 1 C. and K. 395 233
Republic of Bolivia *v.* Indemnity Co. Ltd., [1909] 1 K. B. 785 376
Ex parte Bollman (1807) 4 Cranch 127 339
Bond *v.* Evans (1890), 21 Q. B. D. 240 47
R. *v.* Bond, [1906] 2 K. B. 389 424
R. *v.* Boothby (1933), 24 Cr. App. R. 112 424
R. *v.* Borrett (1833), 6 C. and P. 124 389
Re Borrowes, [1900] 2 I. R. 593 170
The State *v.* Bosse (1855), 42 South Carolina 276 574
Boulter *v.* Justices of Kent, [1897] A. C. 556 506, 532
R. *v.* Boulton (1849), 1 Den. 508 281, 282
Commonwealth *v.* Bowen (1816), 13 Mass. 356 129, 151
Ex parte Bowen (1910), 27 T. L. R. 180 544
Bowman *v.* Secular Society, [1917] A. C. 406 373
R. *v.* Boyes (1861), 1 B. and S. 311 448, 461
R. *v.* Boyle and Marchant, [1914] 3 K. B. 339 258
R. *v.* Bradshaw (1878), 14 Cox 83 124, 126
R *v.* Bramhill (1933), 24 Cr. App. R. 79 589
R. *v.* Brasier (1777), 1 Leach 199 447
R. *v.* Bray (Old Bailey Sess. Pap. for 1819, p. 460) 560
Breese *v.* The State (1861), 12 Ohio 146 99
R. *v.* Brettell (1842), C. and M. 609 550
R. *v.* Brice (1821), R. and R. 450 199
R. *v.* Brodribb (1816), 6 C. and P. 571 327
Commonwealth *v.* Brooks (1868), 99 Mass. 434 88
Brooks *v.* Mason, [1902] 2 K. B. 743 48
R. *v.* Brown (1776), 1 Leach 167 134
R. *v.* Brown (1841), C. and M. 314 529
R. *v.* Brown (1867), I. C. C. R. 70 426
R. *v.* Brown (1890), 24 Q. B. D. 357 94
R. *v.* Brown (1899), 63 J. P. 790 92, 94, 289
R. *v.* Brown and Bruce (1931), 23 Cr. App. R. 56 471, 534

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

INDEX OF CASES

A

	PAGE
R. *v.* Abingdon, Lord (1794), 1 Esp. 225	369
R. *v.* Abrahams, Cape, [1918] 590	184
Abrath *v.* N. E. Ry. Co. (1886), 11 App. Cases 247	73
Ackroyd *v.* Barett (1895), 11 T. L. R. 115	183
Commonwealth *v.* Adams (1873), 114 Mass. 323	183
R. *v.* Adams (1887), 22 Q. B. D. 66	370
R. *v.* Aden (1873), 12 Cox 512	217
R. *v.* Aitken (1883) C. C. C. Sess. Pap. XCVII, 336	268
R. *v.* Aldred (1909), 22 Cox 1	324
R. *v.* Alexander (1913), 9 Cr. App. R. 139	131
The Alexandra (1864), 2 H. and C. 431	378
R. *v.* Allen (1867), 17 L. T. [*N. S.*] 223	134
R. *v.* Allen (1872),1. C. C. R. 367	360
Allen *v.* Whitehead, [1930] 1 K. B. 211	47, 49, 50
The State *v.* Ammons (1901), 80 Mississippi 592	467
R. *v.* Anderson (1929) 142 L. T. 580; 21 Cr. App. R. 178	427
Angus *v.* Clifford, [1891] 2 Ch. 470	287
Appleby *v.* Franklin (1885), 17 Q. B. D. 93	110
Ardath Tobacco Company *v.* Ocker (1930), 47 T. L. R. 177	261
R. *v.* Ardley (1871), 1. C. C. R. 301	286
R. *v.* Armstrong (1875), *Times* newspaper	403
R. *v.* Armstrong, [1922] 2 K. B. 555	421, 424
R. *v.* Ascoli (1927), 20 Cr. App. R. 156	577
Ashford *v.* Thornton (1818), 1 B. and Ald. 423	20
Ashton *v.* Jennings (1675), 2 Levinz 133	180
R. *v.* Ashwell (1885), 16 Q. B. D. 190	246, 248
Atcheson *v.* Everitt (1776), Cowp. 382	8
Att.-Gen. *v.* Bowman (1791), 2 B. and P. 532	14
Att.-Gen. *v.* Bradlaugh (1885), 14 Q. B. D. 667	14, 410
Att.-Gen. of Hong-Kong *v.* Kwok-a-Sing (1873), L.R. 5 P.C. 199	375
R. *v.* Audley, [1907] 1 K. B. 383	409
Aveson *v.* Kinnaird (1805), 6 East 198	438
R. *v.* Ayes (1810), R. and R. 166	134

B

R. v. Bagley (1923), 17 Cr. App. R. 162	282
Bahama Islands (In the matter of), [1893] A.C. 138	19
R. *v.* Bailey (1810), R. and R. 1.	79
R. *v.* Baker, [1895] 1 Q. B. 797	353
R. *v.* Baldessare (1930), 144 L. T. 185; 22 Cr. App. R. 70	98
R. *v.* Baldry (1852), 2 Den. 430	469
R. *v.* Baldwin (1925), 133 L. T. 191; 18 Cr. App. R. 175	413, 475
R. *v.* Ball, [1911] A. C. 47	421
R. *v.* Bancroft (1909), 3 Cr. App. R. 16	286
R. *v.* Barber (1844), 1 C. and K. 434	570
R. *v.* Barnard (1837), 7 C. and P. 784	283
Barnard *v.* Evans, [1925] 2 K. B. 794	192
Barnes *v.* Merritt (1898), 15 T. L. R. 419	420
R. *v.* Barrett (1899), C. C. C. Sess Pap. CXXX, 797	297
Re Barronet (1853),1. E. and B. 1.	79, 487
Barrow *v.* Llewellin (1615), Hobart 62	370
R. *v.* Baskerville, [1916] 2 K. B. 658	459
R. *v.* Bassey (1931), 22 Cr. App. R. 160	339
R. *v.* Bate (1871), 11 Cox 686	469
R. *v.* Baleman (1845), 1 Cox 186	299, 405
R. *v.* Bateman (1925), 41 T. L. R. 557; 19 Cr. App. R. 8	138, 139
R. *v.* Bazeley (1799), 2 Leach 835	265
D. P. P. *v.* Beard, [1920] A. C. 479	70, 158

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فہرست مضامین

مبادی قانون فوجداری

کتاب اول (از صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۷۳)

عام معلومات

		صفحات
دیباچہ	برائے ایڈیشن سیزدہم و پانزدہم۔	۱ — ۵
باب ۱	جرم کی نوعیت۔	۱ — ۳۹
باب ۲	فوجداری سزا کا مقصد۔	۴۰ — ۵۶
باب ۳	جرم میں دماغی عنصر۔	۵۷ — ۸۱
باب ۴	ذمہ داری سے استثنیٰ کی صورتیں (طفولیت، فتور عقل، نشہ، ادارہ ہائے سند یافتہ، غلطی، جبر)۔	۸۲ — ۱۱۸
باب ۵	نامکمل جرایم۔	۱۳۹ — ۱۴۵
باب ۶	ایک جرم کے ممکنہ شرکا۔	۱۴۶ — ۱۵۷
باب ۷	جرایم کی تقسیم۔	۱۵۸ — ۱۷۳

کتاب دوم (از صفحہ ۱۷۴ تا ۵۶۵)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاص جرایم کی تعریفات

		صفحات
باب ۸ -	قتل (جائز قابل معافی)۔	۱۷۴ - ۱۸۹
باب ۹ -	قتل (جرم کبیر) (خودکشی قتل انسان لمفل کشی حمل کا ضائع کردینا قتل عمد)	۱۹۰ - ۲۴۸
باب ۱۰ -	جسم انسان کے خلاف جرایم جو موجب ہلاکت نہ ہوں۔	۲۴۹ - ۲۸۲
باب ۱۱ -	آتش زنی اور جائداد کی دوسری قسم کی بالارادہ نقصان رسانی۔	۲۸۳ - ۲۹۵
باب ۱۲ -	نقب زنی اور نقب زنی بوقت شب	۲۹۶ - ۳۱۰
باب ۱۳ -	چوری (لے لینا لے جانا تحویلدار کی جانب سے تصرف ملکیت موضوع قیمت و مالیت ادعائے حقیت مالک کی رضامندی نیت سزا جرایم مماثل سرقہ استحصال بذریعہ تخویف قبضے کی بازدہی)۔	۳۱۱ - ۳۹۲
باب ۱۴ -	تغلب۔	۳۹۳ - ۴۰۹
باب ۱۵ -	دغا (دغا و بددیانتی مال مسروقہ کا لینا رشوت کی داد و ستد)۔	۴۱۰ - ۴۳۶
باب ۱۶ -	جعلسازی۔	۴۳۷ - ۴۵۱
باب ۱۷ -	جرایم خلاف تحفظ سلطنت۔	۴۵۲ - ۴۹۵
باب ۱۸ -	سازش اور کاروباری نزاعات	۴۹۶ - ۵۱۵
باب ۱۹ -	دروغ حلفی۔	۵۱۶ - ۵۲۷
باب ۲۰ -	ازدواج مکرر۔	۵۲۸ - ۵۳۸

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحات

باب ۲۱ - ازالہ حیثیت عرفی - ۵۴۹ - ۵۵۲
باب ۲۲ - جرایم خلاف قانون بین الممالک - ۵۵۳ - ۵۵۹
باب ۲۳ - جرایم آوارگی - ۵۶۰ - ۵۶۵

کتاب سوم (از صفحہ ۵۶۶ تا صفحہ ۷۱۴)

ثبوت عدالتی کے طریقے

باب ۲۴ - قیاس اور شہادت کی نوعیت - ۵۶۶ - ۵۹۲
باب ۲۵ - شہادت کے عام اصول (بار ثبوت، طریقۂ شہادت، ہدایتی سوال، رائے، واقعات کا متعلقہ ہونا بہترین شہادت، سنی سنائی شہادت، اہلیت شہادت، خصوصی حقوق ثبوت و دستاویز۔) ۵۹۳ - ۶۶۳
باب ۲۶ - فوجداری قانون سے متعلق شہادت کے خصوص اصول (کم از کم مقدار ثبوت، سنی سنائی شہادت، اچھا چال چلن، اقبال، اہلیت گواہ، کاغذ مہور، مردہ ملک گئے ہوئے گواہ)۔ ۶۶۴ - ۷۱۴

کتاب چہارم (از صفحہ ۷۱۵ تا صفحہ ۹۴۰)

ضابطۂ فوجداری

باب ۲۷ - فوجداری اختیار سماعت پر تحدیدات (میعاد حدود وغیرہ)۔ ۷۱۵ - ۷۲۶

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحات

باب ۲۸ - فوجداری عدالتیں۔ ۶۲۷ - ۶۵۲

باب ۲۹ - سرسری تحقیقات۔ ۶۵۳ - ۶۷۷

باب ۳۰ - معمولی طریقۂ کار (۱) مراتب ابتدائی ۶۷۸ - ۸۱۱

باب ۳۱ - معمولی طریقۂ کار (۲) ابتدائے الزام سے تجویز سزا تک ۸۱۲ - ۸۹۶

باب ۳۲ - معمولی طریقۂ کار (۳) نظر بندی اور امتحان نیک چلنی ۸۹۷ - ۹۱۰

باب ۳۳ - مسائل سزا ۹۱۱ - ۹۳۷

ضمیمہ نمونہ ہائے قرارداد جرم وغیرہ ۹۳۸ - ۹۴۰

ختم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قانون فوجداری کے مبادیات

حصہ اوّل

امور عامہ

باب ۱

نوعیت جرم

قانون کے مختلف مضامین کا متواتر چالیس سال جامعی معلّم رہنے کی حیثیت سے مجھے یہ تجربہ حاصل ہوا ہے کہ قانون فوجداری کو طلبا اور اساتذہ دونوں اپنے کام کا دلچسپ ترین حصہ سمجھتے ہیں۔ قانون مذکور کے عملی طور سے اہم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیونکہ ہمارے یہاں فوجداری عدالتیں بڑی تعداد میں قایم ہیں اور ان کے انتظام میں بہت سے آدمیوں کو حصہ لینا پڑتا ہے۔ ان عدالتوں میں نوجوان وکلا، اور سالسٹروں کو بہ آسانی کام مل جاتا ہے جس سے فن وکالت کے عملی تفصیلات میں انھیں مفید اور سبق آموز تجربے حاصل ہوتے ہیں، اگرچہ اُن سے مالی فایدہ زیادہ نہیں ہوتا غیر قانونی پیشہ لوگوں کو بھی اکثر بہ حیثیت رکن جوری یا بطور "جسٹس آف دی پیس" کام کرنا پڑتا ہے، اُنھیں ان فرایض عامہ کی انجام دہی میں قانون فوجداری کے علم سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔ فرایض عامہ یا پیشے کی ضرورتوں سے قطع نظر کر لینے کے بعد بھی معمولی سے معمولی خانگی شخص کے لیے بہ آسانی ایسے ذاتی وجوہ ہو سکتے ہیں جن کی بنا پر اُسے اس قسم کے علم کے فائدے کا احساس ہو، کیونکہ ہماری تہذیب ہنوز کمال کے اس درجے تک نہیں پہنچی ہے کہ کوئی شخص یہ یقین کر سکے کہ اُس کے معاملات کا حد درجہ عاقلانہ انتظام بھی اُسے عدالت ہائے فوجداری کی استمداد سے مستغنی کر سکتا ہے، یا اعلیٰ درجے کی اخلاقی راستبازی بھی اُسے بے بنیاد اور مجرمانہ عداوتی الزامات کی جواب دہی کے خطرے سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی ایسے وجوہ ہیں، (اگرچہ وہ اتنے سودمند نہیں ہیں) جو ہمارے قانون کے فوجداری حصے کے ساتھ، نہ صرف پیشہ ور طلبا، بلکہ معمولی آدمیوں میں بھی ایک خاص قسم کی دلچسپی پیدا کرانے کا زیادہ تر باعث ہو رہے ہیں۔ کیوں کہ علم کی یہ شاخ اس وجہ سے کہ اس کا براہ راست تعلق ہمارے زمانے کی اہم تمدنی مشکلات، اور ہر زمانے کے دقیق ترین اخلاقی مسایل سے رہا ہے، ارباب فکر کے لیے دلچسپی کا موجب ہو گئی ہے۔ دوسرے اشخاص بھی، خواہ وہ ارباب فکر ہوں یا نہ ہوں، اس کی تمثیلی (Dramatic) حیثیت، یعنی ان افعال کی نمایاں اور تشدد دی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نوعیت سے، جن سے فوجداری عدالتوں کو سابقہ پڑتا ہے، اور نیز ان طریقوں سے جو وہ ان افعال کو روکنے کے لیے کام میں لاتی ہیں، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ لوگوں کی جایداد، آزادی، اور ان کی ذات، اور زندگی میں جابرانہ مداخلت وہ اسباب ہیں جو قانون فوجداری کو عمل میں لانے کے محرک ہوتے ہیں، اور یہی عمل اسی قسم کے افعال مثلاً ضبطی، مصیبت اور قتل کے عاید کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ عدالت ہائے دیوانی کے حکام زیادہ سے زیادہ جو تشدد کر سکتے ہیں وہ اُن سزاؤں کے مقابلے میں نہایت سبک اور نرم متصور ہوتا ہے جن سے فوجداری عدالتیں کام لیتی ہیں۔ اس لیے علم قانون کی تمام شاخوں میں کوئی شاخ ایسی نہیں ہے جو انسان کے تخیل اور جذبات پر اس قدر جلد اور ایسا گہرا اثر ڈال سکتی ہو۔

جو دلچسپی اس طرح پیدا ہو جاتی ہے وہ فطری طور سے قانون کے طلبا کو، اس مضمون کی مشکلات سے بہ آسانی گزر جانے کا موقع دیتی ہے۔ اور یہی زیادہ تر اس خیال کے پیدا کرنے کا سبب ہوئی ہے جو مفید طور سے اکثر طلبا کے دلوں میں جما ہوا ہے کہ ان کے کام کی یہ شاخ غیر معمولی طریقے سے آسان ہے۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک مبتدی، قانون فوجداری کا اس قدر علم حاصل کر سکتا ہے جو اس کے امتحان یا روزمرہ پیشے کی معمولی ضرورتوں کے لیے کافی ہو، بغیر اس کے کہ اُسے بہت سی ان حقیقی مشکلوں کا مقابلہ کرنا پڑے جن پر امتحان یا پیشے کے کاموں کے لیے قابو پانے اور ان کو بخوبی سمجھ لینے کی ضرورت ہمارے قانون کی دوسری اہم شاخوں میں عموماً پیش آتی ہے۔ قانون جرایم کے پڑھنے میں بھی ایک اہم مشکل ضرور پیش آتی ہے اگرچہ وہ ایسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہوتی کہ اس کا رفع کرنا ناممکن ہو۔ اس مضمون کو شروع کرتے ہی
سب سے پہلے اسے مشکل سے دوچار ہونا پڑتا ہے[1]، کیونکہ اصل
مسئلہ یہی ہے کہ جرم کیا ہے۔ یہ امر ظاہر ہے کہ قانون فوجداری
صرف جرایم سے بحث کرتا ہے نہ کہ عام طور سے افعال ناجائز سے۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قانون کی ان خلاف ورزیوں میں
جو جرایم ہیں اور جو جرایم نہیں بلکہ صرف ناجایز ہیں کس طرح تمیز
کرنی چاہیے؟

اس سوال کے جواب دینے، اور ایسی عام تعریف کرنے
کی مختلف کوششیں کی گئی ہیں جس سے ان ناجایز افعال میں جو
مجرمانہ ہیں اور ان میں جو "متعلق بہ دیوانی" ہیں تمیز کی جا سکے۔ اور
چونکہ فوجداری اور غیر فوجداری کے قانون کا فرق نہ صرف
انگلستان بلکہ ہر مہذب ملک میں پایا جاتا ہے اس لیے فطری
طور سے ایک قدم اور بڑھ کر جرایم کی ایسی تعریف تلاش کی جاتی ہے جو
اس فرق کو ایسی عام شکل میں ظاہر کر سکے جو نہ صرف انگلستان
بلکہ تمام ایسے ممالک سے متعلق ہو سکے جہاں فوجداری اور
دیوانی میں فرق کیا جاتا ہے۔

جرم کی ایسی تعریف کرنے کی کوشش میں، خواہ وہ سب
ممالک کے لیے ہو یا صرف انگلستان کے قانون کے واسطے،
جس سے وہ ناجایز افعال جو مجرمانہ ہیں ان افعال سے جدا
ہو جائیں جن سے قانون کی دوسری شاخ افعال ناجایز میں بحث
کی جانی چاہیے، سب سے پہلے فطری طور سے اس امر کی تلاش

[1] اگر طلبا کو یہ فصل ضرورت سے زیادہ مشکل معلوم ہو تو بقیہ کتاب کے پڑھنے تک
اسے ملتوی رکھنا چاہیے۔

[2] دیکھو سامنڈ کی جورسپروڈنس ۸ اشاعت (۲۷)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتی ہے کہ آیا خود مجرمانہ افعال کی نوعیت میں کوئی ایسی خصوصیت موجود ہے جس پر ہماری تعریف کی بنیاد قایم ہو سکتی ہے۔

(۱) یہی وہ طریقہ ہے جو سر ولیم بلیکسٹن نے انگلستان کے قوانین کی بڑی مستند نصابی کتاب لکھتے وقت اختیار کیا تھا۔ مصنف مذکور کی شرح قوانین انگلستان کی چوتھی جلد "افعال ناجایز عامہ" یا جرایم کے متعلق ہے اور افعال ناجایز عامہ کی تعریف ابتدا ہی میں کی گئی ہے اگرچہ وہ دو کسی قدر مختلف شکلوں میں ہے۔ ان میں سے پہلی شکل یہ ہے:۔ "ایک ایسے فعل کا ارتکاب یا ترک بخلاف ورزی قانون عامہ جس میں اس کے کرنے کا حکم اور نہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہو[۱]" یہ جواب ہمیں ایک دوسرے سوال کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ "قانون عامہ" سے کیا مراد ہے۔ اس فقرے کے مختلف مسلمہ معنی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی اس موقع پر چسپاں نہیں ہوتا، کیوں کہ اگر ہم آسٹن[۲] کے ہمنوا ہو کر قانون عامہ کو دستوری قانون کا مترادف قرار دیں تو بلیکسٹن کی تعریف صرف سیاسی جرایم پر صادق آئے گی اور سیاسی جرایم جملہ جرایم کے ایک نہایت مختصر جزو ہیں۔ اگر اہل جرمنی کی طرح ہم قانون عامہ کو دستوری قانون اور قانون فوجداری[۳] دونوں پر حاوی سمجھیں تو وہ تعریف تعریف نہیں رہتی۔ اور اگر بالآخر اس کے باقی ماندہ معروف معنی لے کر قانون عامہ کو اس قانون کا مترادف قرار دیں جو عام طور سے "قانون موضوعہ" (Municipal or positive) کہلاتا ہے، یعنی وہ قانون جسے حکومت کے

[۱] شرح بلیکسٹن ۵۔
[۲] جورسپروڈنس لکچر ۴۴ صفحہ ۷۷۰۔
[۳] ہالنڈ کا جورسپروڈنس فصل ۹ و ۱۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ارکان نے بنایا اور نافذ کیا ہے[1]، تو تعریف مذکور ضرورت سے زیادہ وسیع اور تمام قانونی ناجائز افعال پر حاوی ہو جاتی ہے۔

(۲) اس لیے اب ہمیں بلیکسٹن کی دوسری تعریف کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اس تعریف کے لحاظ سے جرم "حقوق عامہ اور ان فرایض کی خلاف ورزی ہے جو جماعت بحیثیت جماعت کے عاید کرتی ہے"[2]۔ بلیکسٹن کا اس سے یقیناً یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جرایم سے حقوق عامہ کے سوائے دوسرے حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، کیونکہ ہر سرقے میں صریحاً کسی نہ کسی جایداد کے خانگی حق کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے جو کچھ بلیکسٹن کا مقصد تھا وہ اس شکل میں زیادہ تر صراحت سے ظاہر ہوتا ہے جس شکل میں اس تعریف کو سارجنٹ اسٹیفن (شروح کی صرف تالیف نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دوبارہ تحریر کرتے وقت) لے آئے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق "جرم ایک حق کی خلاف ورزی ہے، بلحاظ اس مضر اثر کے جو اس خلاف ورزی سے تمام جماعت پر پڑتا ہے"۔ یہاں سرسری طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ الفاظ نے جو شکل اب اختیار کر لی ہے اس سے ایک اور نئی غلطی پیدا ہو گئی، کیوں کہ اس نے جرایم کو خلاف ورزی حقوق تک محدود کر دیا ہے۔ بلیکسٹن نے بہتر طریقے سے یہ بتایا تھا کہ جرم کسی حق یا محض کسی فرض کی خلاف ورزی ہے۔ ہمیں آگے چل کر معلوم ہوگا کہ قوانین فوجداری اور دیوانی (غیر فوجداری) میں ایک بین فرق یہ ہے کہ دیوانی قوانین کی خلاف ورزی میں کسی شخص کے حق میں دست اندازی لازم آتی ہے برخلاف اس کے قانون فوجداری ہم پر یہ فرض

[1] آسٹن صفحات ۷۸۷ و ۷۸۱۔

[2] بلیکسٹن کی شرح ۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عاید کرتا ہے کہ ہم مختلف قابل اعتراض افعال کے ارتکاب سے باز رہیں اگرچہ ان افعال کے ارتکاب سے کسی خاص شخص کے حقوق میں دست اندازی نہ ہوتی ہو۔ اس قسم کے جرایم کی مثالیں جن میں کسی شخص کے حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی، ایسی صورتوں میں پائی جاتی ہیں جیسے ایک دھات کی تختی پر (اگرچہ وہ تمھاری ہی ملک ہو) الفاظ "بینک نوٹ" کا بلا قانونی عذر کے کندہ کرنا[۱]، یا آلات نقب زنی کے ساتھ رات کے وقت پایا جانا[۲]، یا زندہ آلو کا کیڑا اپنے پاس رکھنا[۳]۔

جس خیال کو بلیکسٹن اور اسٹیفن اس موقع پر ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ اگر اور کسی وجہ سے نہیں تو محض اشاعت عام کی بنا پر نہایت اہم اور بہت غور کے قابل ہے۔ اس خیال کے مطابق جرایم قانون کی اس قسم کی خلاف ورزیاں ہیں جن سے جماعت کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ اگر بحیثیت مجموعی جرایم اور بحیثیت مجموعی بقیہ دوسرے ناجایز افعال کا باہم عام طور سے مقابلہ کیا جائے تو وہ ضرر جو سابق الذکر مجموعے سے پہنچتا ہے وہ آخر الذکر مجموعے کے ضرر سے بہت زیادہ اور وسیع تر ہے۔ اس فرق کا احساس سلطنت روما کے قدیم زمانے ہی میں ہو چکا تھا۔ روما کے مقننین نے جرایم کے مخصوص مضر اثرات کا لحاظ کر کے جو عامۂ خلایق کو ان سے پہنچ سکتے ہیں یہ خیال کیا تھا کہ ان کے آبا و اجداد کا جرایم کو "افعال ناجائز خلاف عامۂ خلایق" (delicta publica) اور "تحقیقات جرایم" کو (judicia publica)

---

[۱] فوجداری ایکٹ ۱۸۶۱ء دفعہ ۶ (ج)۔

[۲] ۴ و ۵ وکٹوریا فصل ۸۶۔

[۳] ۶ و ۷ جارج ۵ فصل ۵۰ دفعہ ۲۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ناموں سے موسوم کرنے کی یہی وجہ تھی۔ مگر صحیح تاریخ کے لحاظ سے ان اصطلاحات کے ابتداءً قایم ہونے کی نہ یہ وجہ تھی، اور نہ یہ قاعدہ کہ مجرم کے خلاف عامۂ خلایق کا ہر ایک شخص استغاثہ دایر کرنے کا مجاز تھا، جیسا کہ جسٹینین نے خیال کیا ہے (انسٹیٹیوٹ ۴، ۱۸، ۱)۔ بلکہ اصلی وجہ یہ تھی کہ قدیم روما میں تمام جرایم کی تحقیقات خود عامۂ خلایق یعنی مجموعی باشندگان روما بحیثیت (Comitia Centuriata) کرتے تھے۔ (دیکھو صفحہ ۲۵ آیندہ)۔ تحقیقات کے اس طریقے کے 6
موقوف ہو جانے اور ابتدائی وجہ تسمیہ نہ باقی رہنے پر بھی جرایم "Public" کے نام سے موسوم ہوتے رہے۔ یہ اصطلاح قانون روما کے ساتھ ختم نہیں ہوئی بلکہ جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے ہمارے بلیکسٹن کی تعریف و تقسیم میں بھی اس سے بہت زیادہ کام لیا گیا ہے۔ اس کے باقی رہ جانے کی وجہ یقیناً یہی ہے کہ اکثر جرایم مسلمہ طور سے عامۂ خلایق کے حق میں ضرر رساں ثابت ہوتے ہیں جس سے مطلق انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جرایم کے سرسری بیان کی کوشش میں بھی ضرر عام کو نمایاں جگہ دینی پڑے گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ آیا اس کی باضابطہ تعریف میں جس قدر صحت اور احتیاط کی ضرورت ہے اس کے لحاظ سے ضرر عام کو جرم کی کافی بنیاد قرار دینا قابل تسلیم ہوگا؟ جرم کی تعریف جامع اور مانع ہونی چاہیے یعنی جو جملہ فوجداری جرایم پر حاوی ہو اور اس میں قانون کی تمام ممکنہ غیر فوجداری خلاف ورزیاں داخل نہ ہو سکتی ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جرایم کی تعریف محض اس مبہم واقعے کی مدد سے کہ

لہ یہ روما کی ایک انجمن تھی۔ ابتداءً اس کا قیام فوجی اصلاح کے لیے ہوا تھا مگر بعدہٗ (۲۴۱ قبل مسیح میں اس کی جدید تنظیم فرقوں کے لحاظ سے کی گئی اور رفتہ رفتہ اسے سیاسی اور عدالتی معاملات میں اچھا خاصا دخل ہو گیا۔ مترجم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان سے عامۂ خلایق کو عام طور سے ضرر پہنچتا ہے" نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ہر ناجایز فعل انتہا یہ کہ محض معاہدے کی خلاف ورزی بھی، اگر اور کسی طرح نہیں، تو عوام میں بے اطمینانی پیدا کر کے عامۂ خلایق کے لیے موجب ضرر ہوتی ہے۔ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو ایسے افعال کی خلاف ورزیوں کے متعلق اہل ملک کو قانون بنانے کی ضرورت ہی نہ واقع ہوتی۔ علاوہ اس کے ہم اس بارے میں مقدار سے کام لے کر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ (فوجداری) جرایم دیوانی کے افعال ناجایز سے زیادہ تر عامۂ خلایق کے حق میں ضرر رساں ہیں، کیونکہ اس کے خلاف بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔ ایک یہی ہے کہ قانون ۹ جارج اول فصل ۲۲ کے اجرا کے قبل کسی شخص کے گھوڑوں کو مار ڈالنا انگریزی قانون میں کوئی جرم نہ تھا اگرچہ ان کا چرا لینا جرم تھا حالانکہ مار ڈالنا جو ملک کی دولت کی حقیقی تضییع ہے اہل ملک کے لیے بہ نسبت چرا لینے کے بہت زیادہ ضرر رساں تھا۔

اسی طرح موجودہ زمانے میں بھی یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کسی قسم کے جرم کے ارتکاب کے، بغیر امانت میں خلاف ورزی یا کسی کمپنی کے معاملات کے انتظام میں بے پروائی کا مرتکب ہو کر ایسی مصیبت لائے جو ایک جیبی سوتی رومال کے سرقے کی مصیبت سے بہت زیادہ سخت اور وسیع ہو، اگرچہ یہ حقیر سرقہ سنگین جرایم میں داخل ہے۔ یہ بھی بہ آسانی ممکن ہے کہ ایک شخص کا فعل باوجود جرم ہونے کے عوام کے حق میں بجائے ضرر کے بہمہ وجوہ فایدہ رساں ثابت ہو۔ جیسا کہ ایک شخص اس بنا پر کہ اس نے گوڑ کی بندرگاہ پر ایک ڈھلواں راستہ بنوا دیا تھا، امر باعث تکلیف عام کا مجرم قرار دیا گیا۔ اس راستے سے جہاز رانی میں کسی قدر وقت پیدا ہو گئی تھی اگرچہ اس کی وجہ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مسافروں اور سامان کے اُترنے میں آسانی ہو گئی تھی اور اہل جوری کی رائے میں یہ اس خفیف وقت کا کافی سے زیادہ معاوضہ تھا۔[۱]

اس لیے اس یقینی صحت اور احتیاط کے ساتھ جو تعریف کے لیے لازم ہے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو قانونی ناجایز فعل عامۂ خلایق کے ضرر کی طرف منجر ہو وہ جرم ہے۔ یہی نہیں، بلکہ فعل مذکور اس وقت بھی لازمی طور سے جرم نہیں قرار پاتا جب کہ اس کے ضرر عام کے رجحان کو قانون صراحۃً تسلیم کرتا، اور اس کی ضرر رسانی کو اس کے قانونی ممانعت کا واحد سبب قرار دیتا ہے۔ کیوں کہ ایک قسم کے مشہور اور معروف ایسے مقدمات موجود ہیں جو تاوانی مقدمات (Penal actions) کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں جن میں سے بعض مقدمات[۲] میں ہر شخص کے استغاثے پر مختلف افعال ممنوعہ کے مرتکبین پر مالی تاوان عاید کیا جاتا ہے[۳]۔ یہ افعال محض اس وجہ سے ممنوع اور قابل اخذ تاوان قرار پائے ہیں کہ ان میں عامۂ خلایق کو بحیثیت مجموعی ضرر پہنچانے کا رجحان پایا جاتا ہے مثلاً ایک شخص اپنے گم شدہ مال کی دستیابی کے لیے ایک انعام کا اعلان

---

[۱] سرکار بنام وارڈ ۱۸۵۶ء ۴ اے اینڈ ای ۳۸۴۔

[۲] یہ عام مقدمات (Popular actions) کے نام سے موسوم کیے جاتے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں ایک مخبر نے سر سموئیل رکن پارلیمنٹ پر چھیالیس ہزار پانچ سو پونڈ تاوان عاید کیے جانے کے لیے مقدمہ دائر کیا تھا۔ "ہنسلو عام مخبر" کے الفاظ اس وقت تک کیمبرج کے "کارپس کرسٹی کالج" کی پیشانی پر ثبت ہیں۔

[۳] لیکن لفظ "تاوان" بادی النظری طور سے قوانین فوجداری میں مستعمل ہوتا ہے اس لحاظ سے وصول تاوان کے لیے قانون میں بصراحت "عدالت دیوانی کی کارروائی کے ذریعے سے" یا خانگی مخبر کی درخواست ہی پر" کے الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا ہے اور اس میں اس قدر اور اضافہ کر دیتا ہے کہ مال کے
واپس کر دینے والے شخص سے کسی قسم کے سوالات نہ کیے جائیں گے۔
یہ سنہ ۱۸۶۱ء کے لارسنی ایکٹ کی رو سے جرم ہے اور جو شخص چاہے
اس پر دعویٰ کر کے پچاس پونڈ تاوان وصول کر سکتا ہے[۱]۔ لیکن
8 جس کارروائی کے ذریعے سے مخبر اس فعل ناجایز کے مرتکب
سے تاوان وصول کرنے کا مجاز ہے وہ انگریزی قانون میں فوجداری
نہیں بلکہ دیوانی کارروائی سمجھی جاتی ہے اور خود یہ ضرر رسانی
جرم نہیں متصور ہوتی[۲]۔ ضرر رسان افعال کے انسداد کا یہ بے ڈھنگا
طریقہ ایک مدت سے متروک کر دیا گیا ہے اگرچہ انیسویں صدی
کے ابتدائی حصے میں وہ پارلیمنٹ میں اس قدر رائج تھا کہ ہر میقات
میں اس قسم کے جدید احکام وضع اور جاری ہوتے رہتے تھے۔
اس لئے جرایم کو ایسے قانونی ضرر کہنا جو قانوناً خصوصیت کے ساتھ
عامۂ خلایق کے حق میں ضرر رساں سمجھے جاتے ہیں ایک طرح کا
اطلاعی اور تفصیلی بیان ہے، جس پر باضابطہ تعریف کا اطلاق
نہیں ہو سکتا۔

---

[۱] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا فصل ۹۶ دفعہ ۱۰۲، دیکھو مقدمہ میراسس بنام اورڈاگس پبلیشنگ کمپنی
سنہ ۱۹۰۱ء، کے، بی، ۵۶۴۔

[۲] اسی طرح قانون ۳۱ ایلزبتھ فصل ۶ کی رو سے کالج کے ہر فیلو یا اسکالر کے انتخاب
کے موقع پر مجمع کو قوانین متعلقہ کا پڑھ کر سنایا جانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے
تو ہر غلطی سے پچاس پونڈ ہر ایسا شخص بطور تاوان وصول کرنے کا مجاز ہے جو دعویٰ
دایر کرے۔ مگر اس کی تعمیل عام طور سے نہیں ہوتی۔

[۳] ایجیسن بنام ایورایٹ سنہ ۱۷۷۶ء، اے، ڈبلیو پی (کے، ایس، سی ۴) باوجود اس کے خانگی
قانون بین الاقوام میں یہ مقدمہ تاوانی مقدمات میں شمار کیا گیا ہے اور اس لیے ممالک غیر کی
عدالتوں میں دایر نہیں ہو سکتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) سیاسی مباحث میں جرایم کو ممیز کرنے کا جو طریقہ اکثر اختیار کیا جاتا ہے، اور جو غالباً ایک معمولی شخص کے فطری طور سے ذہن میں آتا ہے یعنی جرایم کو ان قانونی اضرار تک محدود کر دینا جن سے ہمارے اخلاقی احساسات میں تنفر پیدا ہوتا اور ان کو سخت صدمہ پہنچتا ہے اسی طرح غیر مکمل اور ناتمام ہے جیسے کہ دوسرے مذکورۂ بالا طریقے پائے گئے ہیں۔ اگرچہ یہاں ہم کو ایک بھدا سا معیار مل جاتا ہے مگر وہ صرف اُس وقت تک قایم رہتا ہے جب تک کہ خطیر (Grave)[1] جرایم کے مجموعے کا دیوانی افعال ناجایز کے مجموعے سے مقابلہ کیا جاتا ہے، مگر جب اس سے ایک تعریف کی عمومیت میں کام لینے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ معیار بیکار ہو جاتا ہے کیونکہ یہ واقعہ مسلم ہے کہ بہت سے جرایم ایسے ہیں جو اخلاقی لحاظ سے بہت کم یا مطلق قابل الزام نہیں ہیں نیٹال اور مغربی آسٹریلیا نے جس وقت سزایاب اشخاص کا داخلہ اپنے ملک میں قانوناً ممنوع قرار دیا تو اس ممانعت کو ان سزایافتہ لوگوں تک محدود کیا تھا جو جرایم خلاف اخلاق کے مرتکب پائے گئے تھے۔ 9

[1] مثال۔ تقریباً منجملہ ان تمام افعال کے، جو جرم قرار دیے جانے کے قابل ہیں، اور ان خفیف جرایم میں سے جن کی سرسری سزا مقرر ہے دسویں حصے سے زیادہ نہیں، جیسے بائیسکلوں کے جرایم یا سوائے وزن کے دوسرے طریقے سے روٹی فروخت کرنا، یا کسی چائے خانے وغیرہ میں بیٹھ کر مزدوری تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ (۴۶، ۴۷ وکٹوریا فصل ۳۱ دفعہ ۳) یہی وجہ ہے کہ سرکاری اعداد و شمار میں بھی کامل، حقیقی اور اصلی جرایم اور مماثل جرایم (quasi-crim) میں امتیاز کیا جاتا ہے جن سے اگرچہ عوام کو تکلیف پہنچتی ہے مگر ان میں بددیانتی یا جبر کا وجود نہیں پایا جاتا۔ دیکھو سنہ ۱۹۱۵ء کے بی ۶۰۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غدر یا بغاوت باسرکار قانوناً سنگین ترین جرم ہے مگر سر والٹر اسکاٹ غالباً فلورا میکڈانل اور جارج واشنگٹن کے واقعات[۱] کو پیش نظر رکھ کر یہ کہتے ہیں کہ "یہ جرم نیکی کے غلط تصور سے پیدا ہوتا ہے اور اس لیئے خواہ وہ کیسا ہی مجرمانہ کیوں نہ ہو موجب ننگ و عار نہیں متصور ہو سکتا" یہ ایسی رائے ہے جسے واضعان قوانین نے بھی پسند کر کے بغاوت اور دوسرے سیاسی جرائم کو بین الاقوامی تحویل ملزمین کے انتظام سے خارج رکھا ہے۔

اس سے مختلف ایک دوسری مثال لیجیے۔ ایک شاہراہ کو محض اچھی حالت میں نہ رکھنے سے کسی شخص کے اخلاقی احساس کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا حالانکہ وہ جرم ہے[۲]۔ برخلاف اس کے بہت سی بے حد ظالمانہ اور مجرمانہ خیانتیں صرف افعال ناجایز متصور ہوتی ہیں۔ ایک کمپنی کے ڈائرکٹر سخت غفلت اور بے پروائی کر کے اسے تباہ اور اس کے حصہ داروں کو مفلس اور محتاج کر دے سکتے ہیں اور پھر بھی ان پر کوئی مجرمانہ ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ ایک عمل نہایت مذموم اور برا ہو مگر اس کے قانون کی مطلق خلاف ورزی نہ ہوتی ہو۔ ایسے شخص پر جو سنگ دلی سے ایک بچے کو اتھلے تالاب میں

---

[۱] یہ تاریخی حوالے مصنف کو بدقسمتی سے ایک امتحان "ٹرائپاس" کے پرچے میں ان الفاظ میں دیے گئے تھے کہ "فلورا میکڈانلڈ کا برتاؤ جارج واشنگٹن کے ساتھ باوجود باغیانہ ہونے کے بیحد قابل تعریف و توصیف تھا۔

[۲] ۱۸۹۴ء سے اس جرم کی بابت چالان شاذ ہو گئے ہیں کیوں کہ گورنمنٹ کے ایکٹ کی رو سے مقامی سڑک کے عہدہ داروں کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ سڑک کی مرمت کرا کے اس کے مصارف اس شخص سے وصول کر لیا کریں جو اس سڑک کی مرمت کا ذمہ دار ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈوبتا ہوا دیکھتا کھڑا رہے یقیناً سب لوگوں کو غصہ آئے گا، مگر انگلستان (برخلاف فرانس کے) میں وہ نہ کسی جرم اور نہ کسی دیوانی ناجایز فعل کا مرتکب متصور ہوگا۔ مقابلہ کرو انگریزی کتاب کے صفحہ ۱۳۷ سے جو آگے آتا ہے۔

جب جرم کے وہ بہترین اور مسلمہ معیار جو خود مجرمانہ افعال کی نوعیت اور ان کے فطری نتایج پر قایم کیے گئے ہیں کام نہیں دیتے تو ہمیں یہ شبہہ ہوتا ہے کہ ان افعال میں جو جرم ہیں اور جو جرم نہیں فی الحقیقت کوئی حقیقی امتیاز نہیں ہے۔ البتہ کوئی غیر حقیقی یا خارجی امتیاز تلاش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان دو قسم کے افعال کے قانونی نتایج میں کسی بین فرق کا پایا جانا ممکن ہے۔ اگرچہ وہ محض اصطلاحی ہو اور اس فرق سے زیادہ نہ ہو جو فوجداری اور دیوانی کارروائیوں میں پایا جاتا ہے۔ تاہم اس سے ان دو قسموں کی کارروائی میں امتیاز ہو سکتا ہے اور جرم کی اس طرح تعریف کرنا ممکن ہو جاتا ہے کہ "وہ ایسا فعل ہے جس سے اُس قسم کی کارروائی کی تحریک ہوتی ہے جو فوجداری کارروائی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے"۔

(۴) بعض مصنفین نے اس فرق پر زور دیا ہے جو ان دو قسم کی کارروائیوں کے درجوں میں حکومت کی طرف سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ "دیوانی" معاملات میں حکومت اس وقت تک کوئی دخل نہیں دیتی جب تک کہ ناجایز فعل فی الحقیقت عمل میں نہیں آجاتا، اور اس کے عمل میں آجانے کے بعد بھی کسی خانگی شخص کے مقدمہ دایر کرنے کے بغیر اس میں دخل نہیں دیتی اور نہ بجز اس شخص کے جسے اس ناجایز فعل سے براہ راست ضرر پہنچا ہے کسی دوسرے شخص کو مقدمہ دایر کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ برخلاف اس کے فوجداری معاملات میں ہر مہذب حکومت اس غرض سے کہ جرایم کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ارتکاب نہ ہونے پائے کوتوالی کی ایک معقول جمعیت مہیا رکھتی ہے۔ اور جب کسی جرم کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو اکثر ممالک میں اس کا استغاثہ سرکاری عہدہ داروں کی طرف سے دایر ہو سکتا ہے، اور بعض ممالک میں صرف وہی استغاثہ دایر کر سکتے ہیں[1]۔ ایسے استغاثوں میں ضرر رسیدہ شخص کا شریک رہنا ضروری نہیں ہے۔ نہ صرف یہ، بلکہ بعض صورتوں میں قانون جماعت کے ہر شخص کو خواہ اُسے ضرر پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو استغاثہ دایر کرنے کی اجازت دے سکتا ہے[2]۔ یہ فرق حقیقی اور بالکل نمایاں ہے اور زمانۂ حال کے وضع قوانین فوجداری سے اسے پوری تائید مل رہی ہے، مگر باوجود اس کے اس میں ایسا مستقل انضباط نہیں پایا جاتا کہ اس پر تعریف کی بنیاد قایم کی جا سکے۔ کیوں کہ ایک طرف دیوانی کارروائی اکثر ایسے ناجایز فعل کے 11

[1] فرانس کے قانون فوجداری کی ۱ میں یہ حکم ہے کہ "سزاؤں" کے نفاذ کی کارروائی صرف سرکاری افسروں سے متعلق ہوگی" اسکاٹ لینڈ کے قانون میں اگرچہ اُصولاً شخص متضرر استغاثہ کر سکتا ہے مگر عملاً خانگی استغاثے بجز خفیف معاملات کے اب بالکل متروک ہیں۔ تقریباً چار سو برس میں کوٹس بنام براؤن ۱۹۰۹ء ایس سی ۲۹ کا پہلا مقدمہ تھا جو متضرر شخص کے استغاثے پر چلا تھا۔ استغاثہ لارڈ ایڈوکیٹ کی طرف سے یا کم از کم اس کی اجازت سے دایر ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ "استغاثہ بغرض ایذا رسانی" کے مقدمات جو انگلستان میں عام ہیں اسکاٹ لینڈ میں مطلق نظر نہیں آتے۔

[2] انگلستان میں اس کی اجازت ہے۔ (الف) مجاز ہے کہ (ب) کے مقابلے میں (ج) پر حملہ یا اس کی ہتک کرنے کی بابت استغاثہ دایر کرے اگرچہ (ج) اسے استغاثہ کرنے سے منع کرتا رہے دیکھو صفحہ ۱۸۵ آیندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"امتناع" کے لیے بھی کی جاتی ہے جو ابھی عمل میں نہیں آیا ہے، دوسری طرف بہت سے افعال ایسے ہیں جن کے مجرمانہ ہونے میں کسی قسم کا شبہہ نہیں کیا جا سکتا مگر وہ ایسے خفیف ہوتے ہیں کہ کوتوالی ان کے انسداد کے متعلق قبل از قبل کسی قسم کی دست اندازی نہیں کرتی۔ مزید برآں خود انگلستان کے قانون کی رو سے چند جرایم ایسے بھی ہیں جن میں خانگی شخص، بجز حکومت کی اجازت[1] کے استغاثہ دایر نہیں کر سکتا، اگرچہ خود وہ شخص متضرر ہو۔ حالانکہ جیسا قبل ازیں بیان ہو چکا ہے وہ "تاوانی مقدمات" جو ہر خانگی شخص بحیثیت مخبر دایر کرنے کا مجاز ہے دیوانی قرار دیے گئے ہیں۔ اس واقعے سے کہ اس وقت تک بہت سی قدیم انجمنیں مجرمین کو سزا دلانے کی باقی ہیں کم از کم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کی طرف سے مجرمین کو سزا دلانے کے لیے، جتنی کارروائی کی جاتی ہے وہ ہمیشہ ناکافی متصور ہوتی رہی ہے۔

(۵) فوجداری اور دیوانی کارروائیوں میں تمیز کرنے کا ایک طریقہ یہ ذہن میں آسکتا ہے کہ ان عدالتوں سے امتیاز قایم کیا جائے جہاں ان سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے بھی کام نہیں چلتا کیونکہ اکثر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی عدالتوں میں بھی فوجداری اور دیوانی دونوں کارروائیاں ایک ہی عدالت میں ہوتی ہیں۔

(۶) لیکن خود ان دو قسم کی کارروائیوں میں مختلف تضاد دکھائے جا چکے ہیں، مثلاً یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ فوجداری کارروائی کا مقصد

---

[1] جوڈیشل پروسیڈنگس ایکٹ (آئین رپورٹ) سنہ ۱۹۲۶ء (۱۶ و ۱۷ جارج ۵ فصل ۶۱) کی رو سے عدالتی کارروائی کے خلاف اخلاق اور فحش تفصیلات یا مقدمات ازدواج کے مخصوص حالات کے علاوہ دوسرے حالات کا طبع یا شایع کرنا جرم ہے مگر بغیر اٹرنی جنرل کی منظوری کے مقدمہ دایر نہیں ہو سکتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سزا دینا ہے۔ سزایافتہ مجرم پر جو مصیبت عاید کی جاتی ہے وہ داد رسی
کے لیے نہیں بلکہ عبرت کے لیے[1] ہوتی ہے۔ اس مصیبت کے
عاید کرنے سے اس شخص کو جسے جرم سے ضرر پہنچا ہے کوئی
معاوضہ نہیں ملتا، بلکہ یہ عمل جسے روما کے مقننین (Documentum)
12 کہتے تھے عامۂ خلایق کے لیے ایک تنبیہ ہے تاکہ وہ اس قسم کے
اضرار کے مرتکب نہ ہوں۔ برخلاف اس کے دیوانی کارروائیوں
میں جو حکم ناکامیاب مدعی علیہ کے خلاف دیا جاتا ہے اس کا
تعلق عام طور سے بجز فریقین مقدمہ کے اغراض کے اور کسی امر سے
نہیں ہوتا، صرف مدعی علیہ کو مدعی کے حقوق کی خلاف ورزی
سے ممانعت کی جاتی ہے یا زیادہ تر اس کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ
جس حق کی خلاف ورزی ہو چکی ہے اُس کے معاوضے میں
مدعی کو ایک رقم ادا کرے۔ اس رقم کی مقدار معین کرنے میں
عدالت معمولاً اس نقصان کو پیش نظر رکھتی ہے جو مدعی کو اس
ناجایز فعل کی وجہ سے اُٹھانا پڑا، اس کا مطلق لحاظ نہیں کرتی کہ آیا
اس کی مقدار اس قدر زیادہ ہے یا نہیں کہ اس کا ادا کرنا بارگراں ہو کر
مدعی علیہ کے لیے سبق آموز ثابت ہو۔ ان دیوانی مقدمات
میں بھی جن میں کوئی رقم نہیں دلوائی جاتی بلکہ مدعی علیہ محبس
بھیج دیا جاتا ہے یہ امتیاز موجود رہتا ہے، کیوں کہ عدالت کے

[1] وہ مشروط مصیبت جو ان لوگوں کو اُٹھانی پڑتی ہے جو کسی قانون کی
خلاف ورزی کرتے ہیں اور جو اس طور سے اس قانون کو ان پر نافذ (sancit)
کر دیتی ہے مقننین کی اصطلاح میں (sanction) "قوت نافذ الامر" کہلاتی ہے۔
اسی وجہ سے ان کا یہ مقولہ ہے کہ "جرایم نافذ الامر قوت سزا ہے"
اگرچہ غیر قانون داں سامعین کے کانوں کو یہ ایک معمہ معلوم
ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حکم کی تعمیل کرنے کے ساتھ ہی وہ آزاد کر دیا جاتا ہے۔ دیوانی قید صرف "تدارکی" (Coerdive) عمل ہے، فوجداری قید کی طرح "تعزیری" (Punitive) عمل نہیں ہے۔ اس لیے بادی النظر میں دیوانی اور فوجداری کارروائیوں میں یہ کہہ کر بہ آسانی امتیاز قایم کیا جا سکتا ہے کہ فوجداری کارروائیوں کا مقصد سزا دہی ہے اور دیوانی کارروائیوں کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوتا۔ لیکن جب دیوانی مقدمات پر وسیع نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایسے مقدمات بھی ہیں جن کا جزءً اور بعض کا کلاً مقصد سزا دہی ہوتا ہے۔ معمولی دیوانی مقدمات میں بہت سے ایسے مقدمات ہیں جن میں "تنبیہی" (exemplary) ہرجہ عاید کرنے کی اجازت ہے[1]۔ مثلاً ایک ایسے مقدمے میں جس میں مدعی پر حملہ کیا گیا ہو یا اس کی ہتک عزت کی گئی ہو یا اسے فریب دیا گیا ہو جوری کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ہرجے کو اس حد تک محدود رکھے جو صرف اس کے حقیقی نقصان کے معاوضے کے لیے کافی ہو بلکہ وہ مجاز ہے کہ مدعی علیہ کے حملے کی سختی، اس کے جبر یا اس کی عداوت پر لحاظ کر کے اس کے معاوضے میں مدعی کو زیادہ تر کشادہ دلی سے ہرجہ دلائے۔ ایک اسی قسم کے مقدمے 18
میں حملہ کر کے ایک شخص کی ٹوپی گرا دینے پر پانچ سو پاؤنڈ کا ہرجہ دلوایا گیا تھا۔ اور عدالت اعلیٰ نے اس مقدار کو ضرورت سے زیادہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا[2]۔ علاوہ اس کے وہ مخصوص کارروائیاں جو "تعزیری دیوانی مقدمات" (Penal action) کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا، دیوانی کارروائیاں ہیں اگرچہ ان کا

---

[1] پولک کا قانون ٹارٹ (۱۳) ایڈیشن حصۂ اول فصل (۵)۔

[2] مذکورہ (۵) ٹانٹن ۴۴۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقصد صرف سزادہی ہوتا ہے۔ جب اس قسم کے مقدمے میں مخبر کو کسی شخص مثلاً ایسے شخص سے جس نے اتوار کے دن کسی تفریح گاہ (مقابلہ کرو صفحہ ۱۷ انگریزی کے نوٹ نمبر ۱ سے) کو کھلا رکھا ہرجہ دلایا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اس ناجایز فعل سے مخبر کو کوئی نقصان پہنچا بلکہ وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ جماعت چاہتی ہے کہ ایسے ناجایز افعال کے اعادے کا انسداد کیا جائے۔ قانون یہ سزائیں ٹھیک اسی منشا سے دیتا ہے جس منشا سے وہ چوروں کو قید خانے اور قاتلوں کو مقتل بھیجتا ہے۔ اس سے جو کچھ نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ تمام فوجداری کارروائیوں کا مسلمہ مقصد سزادہی ہے مگر بعض حالتوں میں دیوانی کارروائیوں کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے۔ اگر کسی خاص قسم کے مقدمات قرار دینے میں واضعان قانون کا مقصد صاف طور سے سزادہی معلوم ہوتا ہو تو اس سے غالب قیاس یہی ہونا چاہیے کہ اس قسم کے مقدمات فوجداری کارروائیوں میں شمار کیے جائیں لیکن اس سے محض قیاس مستنبط ہوتا ہے نہ کہ وہ یقین جو تعریف کے لیے لابد ہے۔

(۷) اگر ہم اس مقصد کو جس کی بنا پر (دونوں قسم کی کارروائیوں میں) ناکامیاب مدعی علیہ کو کسی مصیبت یا قوت نافذ الامر (Sanction) سے سابقہ پڑتا ہے نظر انداز کر کے خود ہر ایک کارروائی کی قوت نافذ الامر کے فرق کا لحاظ کریں تو ہم کو امتیاز کی ایک معقول بنیاد ہاتھ آجاتی ہے۔ کیوں کہ دیوانی کارروائیوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ دیوانی "قوت نافذ الامر" (Sanction) بشمول "تادیبی مقدمات" کی "قوت نافذ الامر" کے بلا واسطہ کسی خاص شخص کو مالی فایدہ پہنچاتی ہے۔ (خواہ کوئی رقم دلوا کر یا کسی فعل کی تعمیل مختص کرا کے جس کا اسے حق تھا) برخلاف اس کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوجداری" قوت نافذ الامر" ایسا نقصان یا مصیبت عاید کرتی ہے
جس سے کسی خاص شخص کو مالی فایدہ نہیں پہنچتا اگرچہ کبھی کبھی جیسا کہ
جرمانے اور ضبطی میں ہوتا ہے حکومت کو اس سے مالی فایدہ پہنچ جاتا ہے
یہ تقریباً صحیح ہے مگر قطعی طور سے صحیح نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ جب تک 14
قانون میں بصراحت خانگی اشخاص کو بطور مخبر کام کرنے کی اجازت
نہ دی گئی ہو تاوانی مقدمات صرف حکومت دایر کرتے، اور
تاوان وصول کرنے کی مجاز ہے اور باوجود اس کے حکومت
کے اس قسم کے مقدمات کو دیوانی کارروائیوں[1] میں شمار
کیے جانے کے لیے کامل اسناد موجود ہیں۔ اب اس کے خلاف
صورت لو، قدیم زمانے میں محض وصول قرض کے دیوانی مقدمات
اس طور سے ختم ہوتے تھے کہ ان سے مدعی کو کسی قسم کا مالی فایدہ نہیں
پہنچتا تھا صرف مدعی علیہ قید ہو جاتا تھا۔ یہ اسی صورت میں
ہوتا تھا جب کہ مدعی علیہ کے پاس کوئی ایسی جایداد نہیں ہوتی تھی
جس سے وہ رقم ادا ہو سکے جو ازروئے فیصلۂ عدالت اس سے
دلائی جاتی تھی، ایسی حالت میں بصیغۂ تعمیل وہ خود گرفتار کر لیا جاتا تھا
اگرچہ مدیون کے ایکٹ سنہ ۱۸۶۹ء[2] سے مدیونوں کی قدیم باضابطہ
گرفتاری موقوف ہو گئی ہے مگر ایکٹ مذکور کی دفعہ (۵۱) کی رو
سے اب بھی اگر رقم ڈکری شدہ دیدہ و دانستہ نہ ادا کی جائے تو
مدیون اور نیز دوسرے اشخاص جو عدالت ہائے خفیفہ کے مختلف
احکام ادائی رقوم مثلاً رقوم محصولات، یا رقم نان ونفقہ وغیرہ کی

[1] دیکھو سرکار بنام ہاسین سنہ ۱۹۰۹ء ۳ کرمنل اپیلس آر ۳؛ اٹرنی جنرل بنام بریڈلا
سنہ ۱۸۸۵ء ۱۴ کوین بنچ ڈیویژن ۶۶۷ (کے، ایس، سی ۷)؛ اٹرنی جنرل بنام بومین
سنہ ۱۷۹۱ء ۲ بی وی پی ۵۳۲۔

[2] ۳۲ و ۳۳ وکٹوریا فصل ۶۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

96/4 22282

699

تعمیل نہ کریں تو وہ قید کیے جا سکتے ہیں۔ ہر سال اس قسم کے سیکڑوں احکام جاری ہوتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ یہ قید جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں تعزیری نہیں بلکہ صرف "تدارکی" ہے کیوں کہ مدیون اپنے ذمے کی رقم ادا کرنے پر جس وقت راضی ہو جاتا ہے وہ فوراً قید سے رہا کر دیا جاتا ہے۔

(۸) دیوانی اور فوجداری کارروائیوں کا حقیقی اور بیّن فرق اس وقت نظر آتا ہے جب کہ اس نگرانی کی مقدار پر لحاظ کیا جائے جو اقتدار اعلیٰ کی طرف سے ان دونوں قسم کی کارروائیوں کے آغاز پر نہیں (جیسا کہ ہم اس سے قبل کہہ آئے ہیں) بلکہ اس کے اختتام پر مبذول کی جاتی ہے۔ آسٹن[1] نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ دنیا کے تمام ممالک میں فوجداری کارروائی کی امتیازی علامت یہ ہے کہ اس کی سزا کا لفاذ اقتدار اعلیٰ کے صوابدید پر منحصر ہوتا ہے۔" اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر فوجداری کارروائی شروع کرنے کے قبل اقتدار اعلیٰ کی اجازت حاصل کی جانی چاہیے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اقتدار اعلیٰ کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس قسم کی چلتی ہوئی کارروائی کو جس وقت چاہے روک دے اور نہ صرف یہ بلکہ ملزم کو معافی دے کر ہر قسم کی ممکنہ سزا سے مستثنیٰ کر دے۔ اس طور سے فوجداری مقدمات میں سزائیں (Sanctions) حکومت معاف کر سکتی ہے کسی خانگی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ممکن ہے کہ وہ خانگی شخص جرم زیر بحث سے تنہا متضرر ہوا ہو اور اسی نے زحمت اٹھا کر اس کارروائی کو شروع کرایا ہو، لیکن ان امور سے اس کو کارروائی کے ختم کرا دینے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہو جاتا، اور

[1] دیکھو مقدمہ حکومت بنام ہاسین (۱۹۰۹) ۳ فوجداری مرافعے آر ۳ - اٹرنی جنرل بنام برڈلا (۱۸۸۵) ۱۴ کیو بی ڈی ۶۶۷ وغیرہ۔

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी
CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملزم کے ساتھ خواہ وہ کوئی تصفیہ کر لے مگر اس سے ملزم قانون کے پنجے سے رہا نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ مستغیث کسی تصفیے وغیرہ کی بنا پر جو استغاثہ چل رہا ہے اس سے دست بردار ہو جائے مگر اس سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ صرف اٹرنی جنرل بلکہ ہر شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس استغاثے کو بلا لحاظ مدت جس وقت چاہے پھر زندہ کر کے چلائے۔ مقدمہ سرکار بنام وڈ (۱۸۳۱ء[1]) میں ایک شخص نے ایک قمار خانے کے مالک کے خلاف استغاثہ دایر کیا اور پیروی کے لیے ایک سالیسٹر کو مقرر کیا۔ بعدہٗ مستغیث نے اپنے وکیل کو بدل دیا اور مدعی علیہ سے تصفیہ کر کے استغاثے سے دست دار ہو گیا، اس پر ابتدائی وکیل نے استغاثے کو تازہ کر کے تحقیقاتی کارروائی شروع کرائی۔ سابق مستغیث کی طرف سے اس پر اعتراض کیا گیا مگر اس سے کوئی نتیجہ نہ نکلا، عدالت "کنگس بنچ" نے اسی پر زور دیا کہ مقدمہ چلنا چاہیے۔ یہ تمام امور دیوانی کارروائی کے قواعد کے صاف طور سے خلاف ہیں۔ دیوانی کارروائی میں فریق متضرر کو عام طور سے قطعاً یہ قانونی حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ معاملے کا باہم تصفیہ کر لے اور سزاؤں کو معاف کر دے۔ یہ اختیار اسے مقدمہ شروع کرنے سے پہلے اور شروع کر دینے کے بعد ہر وقت حاصل رہتا ہے۔ اقتدار اعلیٰ کو عام طور سے اس میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا اور اس کی معافی سے کوئی خاطی فریق متضرر کے نقصان کی تلافی کرنے کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتا۔ آسٹن نے اس موقع پر جو امتیازی اصول قرار دیا ہے وہ بالکل

[1] ۳ بی اینڈ اے ڈی ۶۵۷ مقابلہ کرو مقدمہ اسمتھ بنام ڈیر ۱۹۰۳ء ۸۸ ایل ٹی ۶۶۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صحیح ہے (اگرچہ اس غرض سے کہ اس میں وہ مقدمات نہ شامل
ہو جائیں جو حکومت اپنے دیوان یا دوسرے دیوانی حقوق حاصل
کرنے کے لیے دایر کرتی ہے ہمیں اس قدر اور بڑھا دینا چاہیے کہ
تمام فوجداری سزائیں "تعزیری اغراض سے عاید کی جاتی ہیں")
16 مگر وہ صرف عام الفاظ میں قرار دیا گیا ہے اس لیے ممکن ہے کہ
کسی خاص قانون فوجداری کے نظام میں اس کے اس قدر
کامل طور سے اظہار میں کچھ دقت پیش آئے جس کی مقامی ضرورت
مقتضی ہو۔ اس لیے انگلستان کے قانون کے دو مستثنیٰ قواعد کو
نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ حکومت کا اختیار معافی
اگرچہ تقریباً عالمگیر ہے مگر قطعی طور سے ایسا نہیں ہے (دیکھو
آیندہ صفحہ ۵۹۲ اصل کتاب) کیونکہ عمومی قانون کی رو سے
امر باعث تکلیف عام جب تک کہ وہ رفع نہ ہو جائے معاف
نہیں کیا جا سکتا۔ اور دوسرا جرم یعنی کسی شخص کو انگلستان سے باہر
کسی محبس میں بھیجنا بھی از روئے "ہیبیس کارپس ایکٹ"
ناقابل معافی ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہونے پائے کہ جن سیاسی
اشخاص کو حکومت ناپسند کرتی ہو انھیں حکومت کے ملازمین
بلا خوف سزا غایب کر دیا کریں۔ پس ان دونوں جرایم کی سزا
قابل معافی نہیں قرار دی گئی ہے (البتہ ان کی معافی کے لیے
پارلیمنٹ سے ایک مخصوص ایکٹ جاری کرایا جا سکتا ہے مگر
یہ قواعد میں ایسی غیر معمولی دست اندازی ہو گی جو غیر فوجداری
سزاؤں کی معافی پر بھی حاوی ہو سکتی ہے) اس لیے آسٹن کی تعریف
میں ترمیم کر کے ہمیں اس سے زیادہ نہ کہنا چاہیے کہ "جرایم وہ
ناجایز افعال ہیں جن کی سزا تعزیری ہوتی ہے اور جسے قابل معافی
ہونے کی صورت میں[1] صرف حکومت معاف کر سکتی ہے"

[1] اس تعریف کے متعلق پروفیسر پی، ایچ ونفیلڈ کی کتاب پراونس آف لا آف ٹارٹ"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بجز اس کے کہ کوئی خانگی شخص کسی صورت میں بھی ان کی معافی کا مجاز نہیں ہے"۔ انگریزی قانون میں دوسری وقت "عام مخبر" کے تادانی مقدمات کی عجیب حیثیت کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے جس نے اس ملک میں فوجداری اور دیوانی قوانین کے فطری حدود میں ایک مصنوعی پیچیدگی ڈال دی ہے۔ اگر یہ وقت نہ واقع ہوتی تو آسٹن کے ہمزبان ہوکر اتنا کہنا کافی تھا کہ دیوانی کارروائی کی سزائیں (Sanctions) ہمیشہ دعویدار فریق معاف کرسکتا ہے اور حکومت ان کو کبھی معاف نہیں کرسکتی (بجز اس صورت کے کہ وہ خود دعویدار فریق ہو)۔ لیکن فوجداری مقدمات میں دعویدار فریق کی آزادانہ معافی کا طریقہ ایک مدت ہوئی کہ موقوف ہوچکا ہے۔ قانون ۱۸ ایلز بتھ فصل (۵) میں بھی مقدمے میں صلح کرلینے کے لیے پہلے عدالت سے اجازت لینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس قسم کے مقدمات میں حکومت کو ایک حد تک معافی کا اختیار ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ عمومی قانون کی رو سے بھی وہ ہمیشہ مجاز رہی ہے کہ قبل اس کے کہ کوئی مخبر مقدمہ درحقیقت شروع کرے وہ اس میں معافی دے دے (مگر مقدمہ شروع ہوجانے اور مخبر کو سزا سے غرض پیدا ہوجانے کے بعد وہ ایسا نہیں کرسکتی)۔ مگر بعض قوانین مثلاً ۱۸۵۸ء کے "ریشن آف نیلیز ایکٹ" کی رو سے مقدمے کے دایر ہوجانے کے بعد بھی یہ اختیار باقی رہتا ہے۔ لہٰذا دیوانی کارروائی کی ان خصوصیات کا لحاظ کرکے دیوانی کے افعال ناجایز کے متعلق آسٹن کے بیان میں ہمیں ترمیم کرکے یہ کہنا چاہیے کہ وہ ناجایز فعل دیوانی ہے جس کی سزا کی معافی کا اختیار آزادانہ یا کچھ 17

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ کی فصل ہشتم بعنوان "طارٹ وکرائم" بحث کی گئی ہے۔ مقابلہ کرو سی کے ایلن کی کتاب "لیگل ڈیوٹیز" سے صفحات ۲۵۲-۲۲۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قیود کے ساتھ کسی خانگی شخص کو حاصل ہو۔ اگرچہ حکومت بھی جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں خاص قسم کے مقدمات میں بطور شاذ دیوانی سزائیں معاف کر سکتی ہے لیکن فوجداری سزا کوئی خانگی شخص بطریق جایز کبھی نہیں معاف کر سکتا۔ ان دو قسم کی کارروائیوں میں یہی آخری اور مستقل امتیاز ہے (اگرچہ ان دونوں قسم کی معروف اور روزانہ پیش آنے والی کارروائیوں میں دوسرے اور زیادہ تر بیّن اگرچہ کم لازمی امتیازات بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ قبل ازیں ظاہر ہو چکا ہے) کیونکہ افعال ناجایز کے مرتکب کے خلاف جو عدالتی کارروائی کی جاتی ہے اس سے مختلف نتایج پیدا ہو سکتے ہیں جیسے

(۱) دیوانی کارروائی جس سے صرف شے واپس مل جائے یا معاوضۂ نقصان حاصل ہو۔ مگر مدعی کو اپنا خرچہ خود اپنی جیب سے ادا کرنا پڑے۔

(۲) دیوانی کارروائی جس سے کامل دادرسی ہو جائے (یعنی ہرجہ اور خرچہ یا دادرسی خاص یا امتناعی حکم حاصل ہو جائے)۔ مدعی علیہ کے لیے تنبیہ (Documentum) ہو لیکن مدعی کو کوئی مالی فایدہ نہ پہنچے۔

18 (۳) دیوانی کارروائی جس سے تنبیہی ہرجہ ملے۔ مدعی علیہ کے لیے تنبیہ اور مدعی کا حقیقی نفع ہو۔

(۴) دیوانی کارروائی جس میں مخبر کو کل جرمانہ یا اس کا کوئی جز ملے مدعی علیہ کو تنبیہ اور مدعی کو حقیقی نفع حاصل ہو۔ دیکھو صفحہ ۷ کی تمثیلیں۔

(۵) دیوانی کارروائی جس میں کل جرمانہ[1] حکومت کو ملے مدعی علیہ کو

[1] اس قسم کے مقدمات کے متعلق اب یہ طے ہو گیا ہے کہ وہ دیوانی ہیں (اگرچہ جرمانہ ذریعۂ قید وصول کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ تنبیہی ہو نہ کہ تعزیری) دیکھو صفحہ ۱۴۱۔

نوٹ اگزشتہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تنبیہ ہو اور کل نفع حکومت کو پہنچے[۱]۔

(۶) فوجداری کارروائی جس میں مدعیٰ علیہ کو تنبیہ ہو، اور اگر کوئی مالی نفع ہو تو حکومت کو ہو ورنہ عام طور سے اسے بھی کوئی نفع نہ ہو۔ دیوانی اور فوجداری کی کارروائیوں میں امتیاز قایم کرنے کا مسئلہ حال کے چند سالوں میں عملی طور سے نہایت اہم ہوگیا ہے اور انگلستان کی عدالتوں کو غیر معمولی طور سے بار بار اس کی طرف توجہ مبذول کرنی پڑی ہے، کیونکہ ۱۸۷۳ء کے "جوڈیکیچر ایکٹ" سے جب دیوانی مقدمات کے لیے ایک عام عدالت مرافعہ قایم کی گئی تو اس کی دفعہ ۴۷ میں یہ حکم دیا گیا کہ کسی فوجداری مقدمے یا معاملے میں وہاں مرافعہ نہ پیش ہو سکے گا[۲]۔ اس قسم کے مقدمات کے پیش ہونے[۳] پر عدالتوں کو اس کا

[۱] مثلاً وہ کارروائی جو پارلیمنٹ کے ایک رکن کے خلاف کی جائے جو پارلیمنٹ کا حلف لینے کے قبل رائے دے۔ یا جو کارروائی خفیہ طور سے ملک میں کوئی مال لانے کے متعلق کی جائے۔ یا وہ کارروائی جو اس شخص کے متعلق کی جائے جو اپنی آمدنی کا غلط اندراج کرے تاکہ اسے زیادہ محصول نہ ادا کرنا پڑے۔ (اس صورت میں اس پر "پرجری ایکٹ" کی دفعہ ۵ کی رو سے فوجداری مقدمہ بھی چل سکتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۵۵ آیندہ)۔

[۲] اس کا اعادہ جارج پنجم کے قانون ۱۵ و ۱۶ کی فصل ۴۹ دفعہ ۳۱ میں کیا گیا ہے۔ یہ امر کہ فلاں کارروائی فوجداری ہے یا دیوانی عملی طور سے نہایت اہم ہے کیونکہ اس کا اثر شہادت کے قواعد، فریقین مقدمہ کے باہمی تصفیے کے اختیارات، یا صلح کے قواعد سے دست برداری، حکومت کے اختیارات معافی اور عدا و تانہ استغاثے کے خطرات پر پڑتا ہے۔

[۳] ان مقدمات کا ذکر اور ان کے نتایج پر بحث "سی، کے، ایلن" کی کتاب "لیگل ڈیوٹیز" میں نوعیت جرایم کی تحت کی گئی ہے۔ صفحہ ۲۳۰ اور اس کے بعد کے صفحات پر۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

احساس ہو گیا ہے کہ ایک مقدمے کی نوعیت فوجداری کی ہو سکتی ہے
اگرچہ وہ نہایت خفیف ہو، جس کی تحقیقات بالآخر جوری کو کرنی پڑے
یا وہ سزائے قید پر ختم ہو۔ مثلاً اپنے بچے کو مدرسے نہ بھیجنا ایک[1] 19
"جرم" ہے اگرچہ وہ پولیس مجسٹریٹ سے بالاتر کسی عدالت میں
نہیں پیش ہو سکتا اور نہ زیادہ سے زیادہ جو سزا دی جا سکتی ہے وہ
ایک سا درن سے بڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح عدالتیں یہ بھی احساس
کرتی ہیں کہ ایک فعل بغیر اخلاقی اصول کی خلاف ورزی کے بھی
مجرمانہ ہو سکتا ہے جیسے ایک محدود کمپنی کا اپنے ارکان کے
ناموں کی سالانہ فہرست "جوائنٹ اسٹاک کمپنی" کے رجسٹرار
کے پاس نہ بھیجنا[2]۔ اس وقت تک عدالتوں نے اتنا معلوم
ہو جانے کو کہ کارروائی کا مقصد تعزیری ہے یا نہیں عملی طور سے
کافی معیار امتیاز قرار دے لیا ہے۔ وہ ہر ایسی کارروائی کو
جو بالآخر سزا پر ختم ہو "فوجداری" تصور کرتی ہیں، اگرچہ سزائے مذکور
محض مالی یعنی جرمانہ ہو اور وہ بھی لابد نہیں بلکہ علی سبیل بدل ہو،
مثلاً خواہ مدعی علیہ کو یہ حکم دیا گیا ہو کہ وہ یا تو جرمانہ ادا کرے یا جس
امر باعث تکلیف کی شکایت کی جاتی ہے اسے رفع کرے، خواہ

[1] مقدمۂ میلور بنام ڈنہام ۱۸۷۹ء ۵ کیو، بی، ڈی ۴۶۷ - ہر ایسا شخص جرم خفیف کا مرتکب ہوتا ہے جو دیدہ و دانستہ کوئی ایسا کام کر کے کسی قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے جس میں اس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا جس کے نہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے، اور جس کا تعلق عامۂ خلایق یا اس کے کسی جز سے ہوتا ہے، بجز اس کے کہ اس قانون سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ واضعان قانون مذکور کا منشا یہ تھا کہ ایسی خلاف ورزی کے لیے کوئی دوسری سزا مقرر کی گئی ہے" اسٹفن کا ڈائجسٹ کریمنل لا ساتویں ایڈیشن۔

[2] دفعہ ۱۶۶ - ۱۹ و ۲۰ جارج پنجم فصل ۲۳ دفعہ ۱۰۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فی الحقیقت امر باعث تکلیف کا رفع کرانا ہی مقصود ہو اور علی السبیل بدل جرمانہ نہ عاید کیا گیا ہو[۱]۔ کیونکہ جو کارروائی تعزیری نہیں ہے وہ (صفحہ ۲ گزشتہ) فوجداری نہیں ہو سکتی۔ دیوانی کارروائی بطور شاذ ہی تعزیری ہوتی ہے اس طور سے مقدمات کی بڑی تعداد میں تعزیری اور غیر تعزیری کے سادہ معیار سے یہ سوال حل ہو جاتا ہے کہ سزائوں (Sanctions) کی معافی کا از روئے قانون کون شخص مقتدر[۲] ہے اور اب سے اخیر اور اہم سوال پر جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے (صفحہ ۱۴) بالآخر کسی کارروائی کے دیوانی یا فوجداری نوعیت کا انحصار ہوتا ہے۔ کیونکہ جرایم اور دیوانی مضرات میں جو فرق ہے وہ ناجایز افعال کی نوعیت کے کسی حقیقی فرق پر مبنی نہیں ہے، بلکہ صرف اس قانونی کارروائی[۳] پر منحصر ہے جو ان افعال کے متعلق 20

[۱] سرکار بنام وٹچرچ ۱۸۸۱ء ۷ کیو، بی، ڈی ۵۳۴۔ بحالت عدم ادائی غیر دیوانی قید کا حکم ہو سکتا ہے (فصل ۲۹ آیندہ)۔ بعض اوقات غیر ارادی عدم ادائی پر بھی تعزیری جرمانہ ہو سکتا ہے۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ جرم کا اصل امتیازی نشان (خواہ بلا واسطہ ہو یا قصور واقع ہونے پر) نہ عام طور سے سزا بلکہ اس قسم کی قید کا مستوجب ہوتا ہے۔ مقابلہ کرو مقدمۂ رابسن بنام بگر ۱۹۰۸ء ۱ کے بی ۲ ۶۷۰ کے ساتھ جس میں وہ تاوان جو ایک قرقی کرنے والے کو زیادہ وصول کرنے پر عاید کیا گیا (اگرچہ فریق متضرر زاید رقم واپس پا سکتا تھا) فوجداری قرار پایا کیونکہ تاوان ادا نہ ہونے کی صورت میں وہ قید ہو سکتا تھا۔ نیز دیکھو مقدمۂ سی مین بنام برلے ۱۸۹۶ء ۲ کیو، بی ۳۴۴۔

[۲] مثلاً اگر تحقیر عدالت کے جرم میں کسی کو سپرد عدالت کرنا تعزیری کارروائی متصور ہو تو اقتدار اعلیٰ (بادشاہ یا کسی نوآبادی کا گورنر جو اس کی نیابت کرتا ہو) اسے چھوڑ سکتا ہے۔ بمعاملہ جزایر بھاما ۱۸۹۳ء اے، سی ۱۳۸۔

[۳] اس طرح جو کارروائی محصول (rates) کی ادائی کے لیے (۱) عام ضلع کے محصول کے لیے ہوتی ہے وہ دیوانی ہے [۱۸۹۹ء ۱ کیو، بی ۲۷۳] (۲) اور جو خیراتی محصول (Poor rates) کے لیے ہوتی ہے وہ فوجداری ہے۔ [۱۸۹۶ء ۲ کیو، بی ۳۴۴]۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اختیار کی جائے، ایک ضرر ممکن ہے کہ دیوانی بھی ہو اور فوجداری بھی، کیوں کہ اگر قانون چاہے تو دونوں قسم کی کارروائیوں کی اجازت دے سکتا ہے۔ اور اسی وجہ سے سابق میں انگلستان میں دیوانی افعال ناجایز اور جرایم میں امتیاز کرنا دشوار ہو گیا تھا۔ حالت یہ تھی کہ ہماری دیوانی عدالتوں کو سنگین جرایم کے مرافعے[1] سننے کا اختیار حاصل تھا۔ اور اس کارروائی کا واحد مقصد یہ تھا کہ شدید ترین جرایم کے مرتکبین کے حق میں سزائے موت صادر ہو سکے۔ باوجود اس کے کارروائی دیوانی عدالت میں اور دیوانی ضوابط کے مطابق چلائی جاتی تھی (مثلاً ملزم کو وکیل مقرر کرنے کی اجازت تھی جس کی اجازت عدالت فوجداری میں اسے نہیں مل سکتی تھی) اور اگرچہ مدعی[2] کو باہمی تصفیہ کر لینے کا اختیار تھا مگر حکومت کی معافی سے کارروائی نہیں رک سکتی تھی۔ داد رسی کا یہ عجیب طریقہ ۱۸۱۹ء تک باضابطہ طریقے سے منسوخ نہ ہو سکا، ۱۸۱۸ء میں بمقدمہ اشفورڈ بنام تھارنٹن[3] مستغیث کی طرف سے ایک ایسا مرافعہ دایر ہوا تھا۔ باوجود ان تمام نقایص کے اس کی تنسیخ کی بعض ترقی پسند سیاسی اشخاص نے بھی اس بنا پر مخالفت کی کہ یہی ایک طریقہ کارروائی ایسا یقینی ذریعہ ہے جس کی مدد سے ضرورت سے زیادہ پرجوش سپاہی اور کوتوالی کے جوان جو خلاف قانون زیادتیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اپنے کیفر کردار کو پہنچ سکتے ہیں اور حکومت کو ان کے بچانے کا موقع نہیں ملتا۔

[1] "مرافعہ" ایک خانگی مقدمہ ہے جو کلیتہً مدعی کے اختیار میں ہوتا ہے اس کی تعمیل اسی کی خوشی پر منحصر ہوتی ہے ممکن ہے کہ اس کا واحد مقصد حصول رقم ہو (جسٹس بیلی)۔

[2] ۱۵۲ بی و اے ایل ڈی ۴۲۳۔ اس عجیب مقدمے کی تفصیل کے لیے دیکھو "آل دی ایئر راؤنڈ" بابت مئی ۱۸۶۷ء۔

[3] دیکھو بنتھم کی تصنیفات جلد ہشتم ۵۳۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی زاویۂ نگاہ سے چیف جسٹس ہولٹ سے ممتاز جج نے ان مرافعوں کو "انگریزی آزادی کا حقیقی طرۂ امتیاز" کہہ کر تعریف کی تھی۔

21 اگرچہ اس قسم کے مرافعوں کا طریقہ باقی نہیں رہا مگر اب بھی یہ ممکن ہے کہ ایک ناجایز فعل کے متعلق دیوانی اور فوجداری دونوں کارروائیاں کی جائیں۔ کیونکہ تقریباً ہر جرم "ٹارٹ" یعنی دیوانی ضرر متصور ہو سکتا ہے اور ہر شخص جسے اس سے ضرر پہنچا ہو خاطی سے مالی معاوضہ دلائے جانے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ بلیکسٹن اس میں مبالغے سے کام لے کر عام طور سے یہ کہتا ہے کہ ہر جرم اس حیثیت سے ایک خانگی ضرر ہے[1]، مگر یہ ان جرایم پر یقیناً صادق نہیں آسکتا جن سے کسی خاص خانگی شخص کو ضرر نہیں پہنچتا۔ ایسے جرایم کی تین تقسیمیں ہیں۔ بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں جرم کا اثر صرف حکومت پر پڑتا ہے جیسے کسی شخص کا کوئی بیان مزیل حیثیت عرفی شایع کرنا، یا ممالک غیر کے متحاربین کے لیے سپاہی بھرتی کرنا۔ بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں اگرچہ جرم کا مقصود کوئی خاص شخص ہوتا ہے مگر اس نوبت پر پہنچنے کے قبل کہ فی الحقیقت اس سے کوئی ضرر پہنچے وہ روک دیا جاتا ہے جیسے ایک جعل بنانے کا ارادہ کرنے والا شخص اس بنا پر چالان کر دیا جاتا ہے کہ نشان تجارت کا جعل بنانے کے لیے اس کے قبضے میں سانچہ تھا، یا بلا قانونی وجہ کے اس کے پاس بینک نوٹ کا کاغذ پایا گیا، اس نے بینک نوٹ کی پلیٹ بغیر قانونی عذر کے کندہ کی۔ تیسرے ایسی صورتیں ہیں جن میں اگرچہ ایک خانگی شخص کو جرم سے فی الحقیقت ضرر پہنچتا ہے مگر شخص متضرر درحقیقت خود مجرم ہی ہوتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے آپ سے معاوضے کا طالب نہیں ہو سکتا) جیسا کہ اقدام خودکشی کرنا یا (زیر قانون ۳۰ و ۲۱

[1] بلیکسٹن کامنٹری ۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جارج پنجم فصل ۱۷) کسی آوارہ گرد کا جب کہ وہ ایک کارخانے کے عارضی وارڈ میں رکھا گیا ہو خود بالارادہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالنا۔[۱]

اس میں کلام نہیں کہ اغلب صورتوں میں جو شخص کسی جرم کا مرتکب ہوتا ہے وہ کسی دوسرے شخص کی ذات یا مال کو ضرر پہنچاتا ہے اور جب کبھی ایسا ہوتا ہے وہ جرم "ٹارٹ" (فعل ناجایز ضرر رساں) بھی ہو جاتا ہے[۲]۔ اگرچہ اکثر مجرموں پر مالی نقصان کی تلافی کے لیے بصیغۂ دیوانی دعویٰ دایر ہو سکتا ہے مگر ایسی کارروائی بطور شاذ ہی کی جاتی ہے کیوں کہ اکثر جرایم کے مرتکب ایسے ہی مفلس لوگ ہوتے ہیں جن سے معاوضہ نہیں مل سکتا۔ اسی وجہ 22
سے صرف ہتک آبرو (ازالۂ حیثیت عرفی) اور حملے کے جرایم ہیں جن کا ارتکاب مالدار لوگوں کی طرف سے ہونا بعید القیاس نہیں ہے، عام طور سے دیوانی کارروائی کرنے کا رواج ہے لیکن یہ سمجھنا (جیسا کہ بعض اوقات بعجلت سمجھ لیا جاتا ہے) کہ انھیں دو مقدمات میں ایسا ممکن ہے صحیح نہیں ہے۔ حال ہی میں ایک زنا بالجبر کی مظلومہ نے اپنے زانی پر ہرجے کا دعویٰ کیا ہے[۳] اور وہ حالات جو تعدد ازدواج (bigamy) کے متعلق استغاثہ دایر کرانے کے باعث ہوتے ہیں اکثر فریب دہی کے ہرجے کی بابت دیوانی دعویٰ دایر کرنے میں معین ہو جاتے ہیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ فوجداری اور دیوانی ناجایز افعال دو صاف طور سے علیحدہ علیحدہ مجموعۂ افعال نہیں ہیں، بلکہ اکثر ایک ہی فعل

---

[۱] دیکھو صفحہ ۳۸۲ آیندہ۔

[۲] اس طور سے ایک حملے کے الزام سے رہا ہو جانے کے بعد ملزم کے مقابلے میں ہرجے کا دیوانی مقدمہ دایر ہو سکتا ہے۔ ۱۲، ایسٹ ۴۰۹۔ نیز دیکھو صفحہ ۱۸۵ آیندہ۔

[۳] ایس، بنام، ایس ۱۸۸۹ ۱۲ کاکس ۵۶۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتا ہے جس پر مختلف زاویۂ نگاہ سے نظر ڈالی جاتی ہے، جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں بلکہ صرف تعلقات کا ہے، کسی واقعے کی نسبت یہ دریافت کرنا کہ وہ جرم ہے یا ٹارٹ، سر جیمس اسٹفن کی برجستہ مثال کو اختیار کرکے، اس دریافت کرنے سے زیادہ دانشمندانہ نہیں کہ کسی شخص کی نسبت یہ دریافت کیا جائے کہ وہ باپ ہے یا بیٹا، کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ وہ باپ بھی ہو اور بیٹا بھی۔

اگر ہم کسی خاص واقعے کو جانتے ہیں کہ وہ جرم ہے تو یہ امر معلوم کرلینا کہ وہ ٹارٹ بھی ہے یا نہیں، یہ سوال کرکے کہ آیا اس سے کسی ایسے شخص کو جس کی طرف کوئی حق منتقل ہوسکتا ہے کوئی ضرر پہنچا یا نہیں بہت آسان ہے۔ لیکن جب ہم کسی واقعے کو جانتے ہوں کہ وہ ٹارٹ ہے تو اس کے متعلق یہ دریافت کرنے کا کہ آیا وہ جرم بھی ہے یا نہیں ایسا کوئی معیار موجود نہیں ہے۔ ہم اس عام سرسری تاریخی نتیجے سے آگے نہیں بڑھ سکتے کہ ٹارٹ اس وقت جرایم میں شمار ہونے لگے جب کہ واضعان قانون کو یہ محسوس ہوا کہ ان کے لیے صرف دیوانی دادرسی کافی نہیں ہے۔ اس دادرسی کو ناکافی سمجھنے کے ممکن ہے کہ یہ اسباب ہوں یعنی ان کا (ٹارٹ کا) اصول اخلاق کے سخت خلاف ہونا یا ان سے جماعت کو سخت ضرر پہنچنا، یا ان کے ارتکاب کی زیادہ تر ترغیب کا موجود ہونا، یا ان کا مرتکب ایسے مفلس اشخاص کا ہونا جو مالی معاوضہ دینے کے ناقابل ہوں۔ ٹارٹ کے جرایم میں بآسانی 23
منتقل ہوجانے کی روشن مثال قوم نارمن کے (Clameur de Haro)
میں موجود ہے، جس کا رواج اب تک ہمارے "چینل آئیلینڈس" میں باقی چلا آتا ہے، جس کے ذریعے سے ایک شخص جو "ٹارٹ" کی وجہ سے نقصان اٹھا رہا ہے صرف خاطی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موجودگی میں "ڈیوک رولو" کی قدیم دہائی کے الفاظ کا اعادہ، اور اس ٹارٹ کو مزید مدت تک جاری رکھ کر اسے حقیقی جرم کی شکل میں بدل دیتا ہے۔[1]

سر ہنری مین کے "قدیم قانون" کے پڑھنے والے اس عجیب واقعے سے آگاہ ہیں کہ قدیم تہذیبوں کے قوانین کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یا تو ان میں جرایم سے مطلق بحث نہیں کی جاتی یا خاص کر انھیں سے بحث کی جاتی ہے۔[2] اگرچہ قدیم مقننین کا خاص کام ان سنگین جرایم سے بحث کرنا ہوتا ہے، جنھیں ترقی یافتہ تہذیبیں سزا سے روکنا چاہتی ہیں، مگر باوجود اس کے ان کے پاس ان کے انسداد کا بجز اس کے کوئی اور ذریعہ نہیں ہوتا کہ وہ مخصوص ضرر رسیدہ لوگوں کے نقصان کی تلافی کا انتظام کریں، یہ خیال کہ جرایم کو مزید ایسی سزاؤں کے ذریعے سے روکا جائے جو جماعت کی مجموعی اغراض کے لیے مفید ہوں، اس وقت تک نہیں پیدا ہوا جب تک کہ قانونی ارتقا ایک خاص حد تک نہیں پہنچا، اس کے ارتقائے مراتب کا بعض اوقات منزل بہ منزل پتا چلایا جا سکتا ہے۔ ابتدائی زمانے میں بھی حکومت دادرسی کی ضرورت کو محسوس کرتی ہے مگر اسی حد تک کہ اس سے شخصی ضرر کی تلافی ہو جائے، یہی وجہ ہے کہ دادرسی کی مقدار اور بعض اوقات اس کا طریقۂ تعمیل بھی شخص متضرر یا اس کے رشتہ داروں کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ شریعت موسوی نے بھی ہر بالارادہ قتل انسان کے لیے اس قدیم بدویانہ قاعدے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا، اور خود قاتل کے شہر کے سربرآوردہ لوگوں کو حکم دیا کہ "قاتل کو لاؤ اور

---

[1] دیکھو ایم گلاسن کا مضمون (Clameur) پر "لاگرانڈ انسکلوپیڈی" میں۔

[2] دیکھو سی، کے، ایلن کی "لیگل ڈیوٹیز"، صفحات ۲۲۶-۲۲۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُسے طالبان ثار (اقربائے مقتول) کے حوالے کردو" (Deut×i×12)
ایسے زمانے میں جس کی یاد ہنوز تازہ ہے کارسیکا میں عام رائے
کے مطابق اس قسم کی انتقامی کارروائی اگر لازمی نہیں تو جایز ضرور
سمجھی جاتی تھی۔ حبش میں قتل کی سزا موت ہے، مگر مقتول کے
خاندان والے خوں بہا لے کر (۱۹۲۳) خون معاف کرسکتے ہیں[1]
ہر ایک قسم کے جرایم کے لیے محدود اور معین سزا کا مقرر 24
کیا جانا، اگرچہ جرمانے میں ایک بھیڑ یا کوئی دوسرا جانور ہی کیوں نہ
مقرر کیا گیا ہو، ترقی تہذیب کی ایک یقینی علامت ہے۔ اس
حالت میں شخص متضرر کو جو کچھ مقرر کر دیا گیا ہے اس کے پانے کا
حق ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ اس کی عمدہ مثال وہ
قانون ہے جو نوما پومپائیلیس (Numa Pompilius) کی طرف منسوب
کیا جاتا ہے جس نے قتل کے انتقام کو بہت کچھ نرم
کر دیا تھا، اور جس کے ذریعے سے اُسی نہج پر قتل انسان کے
انتقام کی شدت کو گھٹا دیا گیا تھا کہ: "اگر کوئی شخص کسی آدمی کو
قتل کر دے تو وہ اُس کے عصبہ رشتہ داروں کو
پنچایت کے جلسۂ عام میں ایک بھیڑ پیش کرے گا"[2]
اس سے زیادہ مشہور اور قریب کی مثال انگلو سیکسن کا
(wér-gild) مسئلۂ خوں بہا ہے جس کا دعویٰ مقتول کے رشتہ دار
کرتے تھے اور اس کی مقدار نہایت احتیاط کے ساتھ مقتول
کی حیثیت کے مطابق مقرر کی گئی تھی۔ بارہ سو شلنگ ایک "تھین"

[1] دیکھو رے کی "انکانکڑ ابی سینیا" صفحہ ۱۱۷۔ اسی طرح تونس کے پہلے فرانسیسی مجموعۂ قوانین کی (دفعہ ۲۱۶) میں شخص متضرر کے خاندان کا خوں بہا قبول کر لینا قاتل کی رہائی کے لیے بھی جایز قرار دیا گیا تھا۔

[2] کلارک کا "ارلی رومن لا" صفحات ۴۴-۵۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(thegn) کے لیے، مگر صرف دو سو ادنی کاشتکار کے لیے (Villein) اور چالیس شلنگ غلام کے واسطے اور "سیکسن[1]" سے کم "واشبین" کے لیے۔ اس زمانے کے بعد یہ محسوس ہونے لگا کہ جماعت کے ایک رکن کا نقصان جماعت کا نقصان ہے۔ اس لیے اس نقصان کی تلافی کا مستحق نہ صرف شخص متضرر اور اس کے رشتہ دار بلکہ حکومت بھی ہوتی ہے۔ شاید اسی بنا پر خانگی جرمانے کے ساتھ یا اس کی جگہ ایک جرمانہ جماعت کی طرف سے بھی عاید کیا جانے لگا، اور ایک مخصوص اور معین شخص اس کے وصول کا مجاز قرار پایا۔ یہ کارروائی چوتھے اور آخری درجے پر اس وقت پہنچتی ہے[2] جب کہ حکومت کو یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اس کے اغراض حفظ امن سے اس قدر وابستہ ہیں کہ وہ یہ کہہ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتی کہ جو لوگ خلاف ورزی کریں گے انھیں سے اس کی تلافی کرائی جائے گی بلکہ اب اسے سخت دھمکیوں کے ساتھ لوگوں کو ایسی خلاف ورزیوں سے روکنا لازم ہو جاتا ہے۔ اور اس طور سے سزا کا حقیقی تصور جماعت کے تلافی نقصان کے تصور کو دور کر کے اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ یہ تصور شخص متضرر کی تلافی کے تصور پر بھی غالب آجاتا ہے، اگرچہ کچھ مدت تک استغاثہ دایر کرنے کے لیے شخص متضرر کی رضامندی کا حاصل کرنا اس خیال سے ضروری متصور ہوتا ہو کہ 25

[1] پولک اور میٹ لینڈ کی "تاریخ قانون انگلستان جلد اول، ۲۶ و جلد دوم ۴۴۸" اور میٹ لینڈ کی "ڈومس ڈے بک اینڈ بیاونڈ" صفحہ ۳۱ اور مقابلہ کرو ہومر کے خون بہا پوپ کی ایلیڈ ۹، ۶۳۲ و ۱۸، ۴۹۷ اور لوچر اور لینگ کی اوڈیسی کے دیباچے کا صفحہ ۴۰۸۔

[2] ارتقا کے منازل کا پتا صاف طور سے حمورابی کے بابلی مجموعۂ قوانین سے ملتا ہے دیکھو ڈاکٹر جان کا سستا اور عمدہ ترجمہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عام سزا کو خانگی سزا پر فوقیت حاصل ہو جائے یا وہ خانگی سزا کی قایم مقام ہو جائے۔ (اس تصور کے آثار اس وقت بھی ہمارے انگلستان کی فوجداری عدالتوں میں پائے جاتے ہیں جب کہ خفیف جرایم میں عدالتیں سزا میں اس بنا پر کمی کر دیتی ہیں کہ "مستغیث مقدمہ چلانا نہیں چاہتا" یا مستغیث کو باہمی تصفیہ کر کے مقدمے سے دست بردار ہو جانے کی اجازت دے دیتی ہیں) حقیقی سزا کے رائج ہونے کی عمدہ مثال اس قانون سے ملتی ہے جو نوما پومپائیلس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس میں قاتل کے لیے سزا مقرر کی گئی تھی کہ: "اگر کوئی کسی آزاد شخص کو بدنیتی سے جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس سے قصاص لیا جائے گا" اس کے سوا رومانی کے ابتدائی قوانین میں کوئی اور مثال "الواح دوازدہ" کے زمانے تک[1] بھی نہیں ملتی، بجز اس کے کہ اعضائے شکستہ (Membrum ruptum) کی تلافی نقصان کو سزا قرار دیا جائے، مگر غالباً اسے بھی واضعان قانون فریق متضرر کے نقصان کی تلافی کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے نہ کہ وہ سزا جس سے حکومت اپنے شہریوں کے باشندوں کو شکست اعضا سے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اسی طرح آیرلینڈ[2] کے انگریزی فاتحوں نے قتل کے قدیم مجرموں کو سزائے موت سے بدل دیا۔ انھوں نے برہین (Brehen)[3] کے مجرموں کو

[1] کرنیل ایلیس آر ۲۷۱۔

[2] کلارک کا ابتدائی قانون روما صفحات ۴۲، ۴۵۔

[3] قدیم آئرلینڈ کا ایک مشہور مقنن یا جج تھا۔ اور اس کے شاگردوں نے ایک نظام قانون مرتب کیا تھا جو "قوانین برہین" کے نام سے موسوم کیے جاتے تھے۔ یہ قوانین جیمس اول کے عہد میں منسوخ کر دیے گئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خدائی اور انسانی قانون کے خلاف" قرار دیا اگرچہ خود انگلستان میں بارھویں صدی کے اخیر حصے میں ان کی موقوفی عمل میں آئی[1] جو سزائیں حکومت کی اغراض سے اس طور سے قایم ہوئیں وہ خود حکومت براہ راست یا اس کے نایب عاید کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ روما کے ابتدائی زمانے میں ہر حکم سزا قومی انجمن اعظم یعنی کمیٹیا (دیکھو صفحہ ۶ گزشتہ) کے کسی قانون کی رو سے صادر ہوتا تھا۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا فوجداری کام نمایندوں سے لیا جانے لگا سر ہنری مین[2] نے بتایا ہے کہ روما میں "کمیٹیا" فوجداری مقدمات کس طرح ایک ایک کر کے
26 ان خاص کمیٹیوں کو سپرد کرنے لگی جو ہر مخصوص موقع کے لیے مقرر کی جاتی تھیں۔ بعدہ انھیں کمیٹیوں کو ایک خاص مدت کے لیے مقرر کرنے کا طریقہ جاری ہو گیا، اور ان کو خاص قسم کے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا گیا جو اس مدت میں پیش آئیں اور بالآخر یہی مستقل ہو کر صحیح قانونی عدالتیں بن گئیں۔

انگلستان میں بھی خانگی ضرر کو عام ضرر میں تبدیل کرنے کا عمل ہنوز تکمیل کو نہیں پہنچا ہے، مگر سال بسال اس میں ترقی ہو رہی ہے اس طرح کہ جب کسی خاص قسم کے خانگی ناجایز افعال، یا ایسے افعال جو اب تک بالکل ناجایز نہ سمجھے جاتے تھے، اپنے غیر معمولی تواتر، یا خراب نتایج پیدا کرنے کے باعث جماعت میں نیا اندیشہ پیدا کر دیتے ہیں تو وہ ناجایز افعال عامہ میں داخل کر لیے جاتے ہیں۔ انگلستان میں صرف ہنور خاندان کی حکومت کے زمانے میں کسی شخص کے جانور کو لنگڑا کر دینا یا مار ڈالنا، یا اس کی استادہ فصل کو جلا دینا جرم قرار دیا گیا، اگرچہ مالک کے حق میں

---

[1] پولک اینڈ میٹ لینڈ جلد دوم ۴۵۸۔

[2] قانون قدیم فصل ۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ضرر ایسا ہی نقصان رساں تھا جیسے کہ سرقہ اور عامۂ خلایق کے لیے تو اس کا نقصان سرقے سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ امین کا امانت میں خیانت کرنا صرف ۱۸۵۷ء میں جرم قرار دیا گیا، اور شریک کا مشترکہ اشیا کو چرانا صرف ۱۸۶۸ء میں جرم قرار پایا۔[۵۴] ہر سال پارلیمنٹ سے بعض افعال جرم قرار پاتے رہتے ہیں اگرچہ وہ ایسے اہم نہیں ہوتے جیسے وہ افعال جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جرایم کی تعداد جس طرح بڑھتی رہی ہے اس سے اور بھی زیادہ بڑھ جاتی اگر اکثر ایسی بدچلنیوں کے لیے (جن کے انسداد کے واسطے فطری طور سے فوجداری ممانعت کی ضرورت ہوتی) بعض روکنے والی سزائیں غیر معمولی دیوانی کارروائیوں کی شکل میں پہلے سے موجود نہ ہوتیں، جیسے تنبیہی ہرجے[۵۵] کے مقدمات یا ایسے جرمانے جو منجر اول کو دلوائے جاتے ہیں۔

اس طور سے عامۂ خلایق کے احساسات کی بیداری قانون فوجداری میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اور پھر خود قانون عامۂ خلایق کے احساسات کو تیز کر دیتا ہے جیسا کہ گزشتہ صدی میں مبارزت (duelling)، بے رحمی جانوران، اور انتخابات میں رشوت کے معاملات سے ظاہر ہو چکا ہے۔ تہذیب کی اسی ترقی کو جو قانون جرایم کو وسعت دیتی ہے مقدار جرایم کو گھٹانا لازم ہے۔ افعال قبیح کی جتنی صورتیں ممنوع قرار پاتی جائیں اتنے ہی افعال قبیح کے ارتکاب میں کمی ہوتی جانی چاہیے۔ 27

فوجداری قانون میں جس قدر ارتقا ہوتا جاتا ہے اسی قدر زیادہ

---

۵۱ ۲۰، ۲۱ وکٹوریا فصل ۷۴ دیکھو صفحہ ۲۱۶ آئندہ۔

۵۲ ۳۱، ۳۲ وکٹوریا فصل ۱۱۶۔

۵۳ دیکھو صفحہ ۲ گزشتہ۔

۵۴ صفحہ ۷ "

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دہ سزا دینے اور جرایم کو روکنے کے خیال سے مجرمین کی ذہنی حالت کے جانچنے کی طرف متوجہ ہوتا جاتا ہے۔ قدیم مقننین صرف مادی عمل کا لحاظ کرتے تھے اس کے طبعی اسباب کی طرف بہت کم جاتے تھے۔ وہ اتفاقی ضرر کی بابت بھی سزا دینے میں تامل نہیں کرتے تھے مگر ان قبیح اقدامات کا جو تکمیل کو نہ پہنچیں کوئی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ ہم کو فصل سوم، چہارم اور پنجم سے معلوم ہوگا کہ موجودہ قانون اس بارے میں اس سے کس قدر مختلف ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۲

28

فوجداری سزا کا مقصد

اس موضوع کی تحقیق کے وقت لازمی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے کونسے حالات ہیں جن میں ایک جدید فوجداری امتناع نافذ کرنا درست تصور کیا جا سکتا ہے؟ اس زمانے میں جملہ ایسی جماعتوں سے جو وضع قوانین کا کام انجام دیتی ہیں بعض ایسے مروجہ افعال کے خلاف تعزیری قوانین منظور کرنے کی خواہش کی جاتی ہے جن کو وہ مجوزین سماج کے لیے مضر سمجھتے ہیں اور جن کو ذاتی اغراض کے تحت یا مفاد عامہ کے پیش نظر وہ روکنا چاہتے ہیں۔ لیکن بنتھم[1] نے صراحت کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ محض اس وجہ سے کہ ایک عمل واقعاً عامۃ الناس کے لیے

[1] صفحہ بنتھم باب ۱۵ و نیز مصنف موصوف کی (Principles of Morals and Legislation)

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مضرت رساں ہے واضع قانون کو ان خواہشات پر عمل نہ کرنا چاہیے بلکہ فوجداری سزاؤں کے ذریعے سے کسی زبوں کاری کے خلاف تہدید عاید کرنے سے پہلے واضع قانون کو کم از کم حسب ذیل چھ امور کی بابت اطمینان کر لینا چاہیے:-

۱- وہ بیجا عمل ایسا ہو کہ اس سے محض خرابیاں ہی پیدا نہ ہوتی ہوں بلکہ وہ خرابیاں اس قدر شدید ہوں کہ جرم کی سزا کے سلسلے میں بالواسطہ اور بلاواسطہ جو تکلیف ناگزیر طور پر پہنچتی ہے اس سے ان کا پلہ بھاری ہو۔ لہذا محض دروغ گوئی کو جرم نہ قرار دینا چاہیے تاوقتیکہ مضرت رسیدہ شخص کو اس سے کوئی مالی نقصان نہ پہنچے اور اس طرح وہ جھوٹ، فریب کی شکل اختیار نہ کر لے۔

۲- وہ ایسا عمل ہو کہ اس کے اتنے معین طور پر تعریف ہو سکتی ہو جو قانون کے لیے ضروری ہے۔ اسی بنا پر ایسے اعمال بد جیسے احسان فراموشی، یا اسراف، یا بسیار خوری پر (برخلاف بدمستی کے) فوجداری قانون کے ذریعے سے سزا نہیں دی جا سکتی۔

۳- اس کو مستحکم شہادت کے ذریعے سے ثابت کیا جا سکتا ہو۔
29 خالص ذہنی کیفیات جیسے الحاد، سازش یا بغاوت کی تدبیر کرنا، نیز ایسے افعال جن کا تعلق محض زبانی باتوں سے ہو (جن کا صحیح طور پر یاد رکھنا دشوار ہوتا ہے) جیسے توہین لسانی ان کے متعلق چونکہ ممکن الحصول شہادت قابل اعتماد نہیں ہوتی اس لیے بھی ماہر واضعان قانون نے ان افعال کو فوجداری قانون کی زد میں لینے سے تامل کیا ہے۔

۴- علاوہ بریں یہ شہادت ایسی ہونی چاہیے کہ خانگی زندگی کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (Principles of Penal Law) باب دوم و نیز مقابلہ کیجیے رسالۂ (Quarterly Review) جنوری ۱۹۲۳ء۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے نقاب کیے بغیر اور اعتماد میں خلل ڈالے بغیر عموماً حاصل ہو سکتی ہو۔ چنانچہ انگلستان کے فوجداری قانون کے تحت بدمستی جرم نہیں ہے تاوقتیکہ وہ کسی مقام عام میں ظاہر نہ ہو۔

۵۔ اگر کسی عمل میں ناجوازی کے یہ تمام اصلی شرائط موجود ہوں تب بھی واضع قانون کو اس وقت تک اس کا قانوناً امتناع نہ کرنا چاہیے جب تک کہ وہ یہ اندازہ نہ کرے کہ رائے عامہ اس کو کس حد تک نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے چونکہ ایک طرف تو یہ ممکن ہے کہ یہ نفرت اتنی شدید ہو کہ قانونی امتناع کے ذریعے سے جو بھدی اور گراں تقیدات عاید کی جاتی ہیں ان کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ جیسے کہ انگلستان میں عام لوگوں کا اتوار کے دن کاروبار سے عادۃً کنارہ کش رہنے کا سبب رائے عامہ ہے نہ کہ چارلس ثانی کا نامقبول سنڈے آبزرونس ایکٹ یا دوسری طرف جیسا کہ اتوار کے دن اپنے کاروبار میں مشغول ہونے کی بنا پر مذکورۂ بالا قانون کے تحت نانبائیوں اور جاروب کشوں کے خلاف جو فوجداری کارروائیاں کی جاتی ہیں ان سے بعض اوقات معلوم ہوتا ہے کہ رائے عامہ ایک خطا کو اس قدر خفیف تصور کر سکتی ہے کہ کسی شخص کا اس کے سبب سے قانونی سزائیں برداشت کرنا ایسی عام ہمدردی کا موجب ہو جائے کہ اس سزا کے تہدیدی اثر کو زایل کر دے چنانچہ "دھسٹ ڈرایونز" کی بابت کبھی کبھار ہی استغاثہ پیش کیا جاتا ہے۔

فوجداری قانون سازی کا مقصد بقول پروفیسر آسٹلے صرف یہ ہونا چاہیے کہ اس سے اتنا معلوم ہو جائے کہ ایک اوسط درجے کی دیانت والے شخص کے نزدیک حق اور راست بازی کا کم از کم معیار کیا ہے۔ اگرچہ یہ امر فوجداری قانون کے فرایض میں داخل ہے کہ سماج کے ان طبقات کے معیار دیانت کو بلند کرے جن میں شایستگی کم ہے لیکن یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

احتیاط کے ساتھ رفتہ رفتہ انجام پانا چاہیے چونکہ فوری اور بے محل ترقی کی کوششیں ردعمل پر آمادہ کر دیتی ہیں اور اس سے ان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کرام ول کے عہد میں پیورٹن قانون سازی کا نتیجہ ہوا۔ جس کام کو مصلحین اخلاق واضعان قانون کے سپرد کرتے ہیں اس کو باحتیاط انجام دینے کی ایک قابل تعریف مثال ہم کو اس انگریزی قانون سے ملتی ہے جس کے ذریعے سے جنسی بداطواریوں کا تحفظ کیا گیا ہے۔ اور جس کا ذکر آگے صفحہ (166) پر آئے گا۔ اس قانون کے ذریعے سے ان تمام افعال پر سزا نہیں مقرر کی گئی ہے جن کی کلیسائی قانون کے ذریعے سے ممانعت ہے اور جن کی بنا پر سزا دی جاتی تھی ونیز جن کے لیے اب بھی بجا طور پر یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ ان کے معاہدے کو معاہدہ کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ اس قانون نے فوجداری امتناع کے لیے ان افعال میں سے صرف ایسے افعال کو منتخب کر لیا ہے جس میں کوئی مزید عنصر ان کے عجیب الوقوع ہونے کا یا جبر کا یا فریب کا یا ان سب کے مجموعے کا موجود ہو، جن سے عامۃ الناس کو عموماً ایسی نفرت پیدا ہوتی ہو کہ یہ امر یقینی ہو جائے کہ مستغیثین گواہ اور ارکان جیوری امتناع کے عملی طور پر نافذ ہونے سے طمانیت محسوس کریں گے۔

۶۔ جب کسی عنوان سے کوئی ناروا عمل ایسا ہو کہ اس میں مذکور الصدر پانچ شرائط موجود ہوں تو ظاہر ہے کہ واضعان قانون کو اسے روکنا چاہیے تاہم یہ ضروری نہیں کہ وہ امتناع فوجداری نوعیت ہی کا ہو۔ اگر ایسے معتدل تحفظات کے ذریعے سے جو دیوانی عدالتیں نافذ کر سکتی ہیں سماج کی کافی حفاظت ہو سکتی ہو تو فوجداری سزائیں مقرر کرنا ایک غیر ضروری تشدد ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چنانچہ نقض معاہدہ کے لیے شاذ طور پر فوجداری چارہ کار اختیار کیا گیا ہے چونکہ نقض معاہدہ خواہ عمداً ہی کیوں نہ ہو اس میں شاذ و نادر طور پر بہت زیادہ حد تک شرارت یا سماج کے لیے کوئی عظیم خطرہ شامل ہوتا ہے اور بہت کم صورتوں میں ایسا ہوتا ہے کہ نقض معاہدہ کے لیے اتنی زبردست تحریص ہو کہ ہرجے کے دعوے کا خوف اس پر غالب نہ آجائے یا معاہدے کے فریق ثانی کو کوئی ایسی مضرت پہنچتی ہو کہ اس دعوے سے اس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو۔ تاہم ایک کاریگر کا نقض معاہدۂ ملازمت درصورتے کہ اس کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو یا بیش قیمت جایداد کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جرم قرار دیا گیا ہے (۳۸ و ۳۹ وکٹوریا فقرہ ۸۶) علاوہ ازیں جایدادی حقوق کی ایسی خلاف ورزی جو محض غیر ارادی طور پر ہی سرزد ہو اس کی دیوانی تحفظات کے خوف سے یعنی ضرر رسیدہ کو اس نقصان کے رقمی معاوضے و نیز خرچۂ مقدمہ کی ادائی کے خوف سے کافی روک تھام ہو سکتی ہے۔ لیکن ضرر رسانی کی ایسی صورتیں بھی ہیں جن میں ہرجے اور خرچے کے خوف سے بلکہ ایسی نرم قسم کی قید سے بھی جس کا مدعی علیہ کی طرف سے حکم امتناعی کی خلاف ورزی ہونے کی صورت میں دیوانی عدالتوں کو اختیار حاصل ہے کافی روک تھام نہیں ہوتی چنانچہ ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ مدعی علیہ ایسے مفلس طبقے سے تعلق رکھتا ہو کہ رقمی معاوضے کی ادائی اس سے ممکن نہ ہو یا جو شخص براہ راست اس جرم کا شکار رہا ہو اس کو ایسی مضرت پہنچی ہو کہ رقمی معاوضے سے اس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو جیسے قتل کی صورت میں۔ یا جیسا کہ اکثر و بیشتر ہوتا ہے خطا اس قدر سنگین ہو یا اس کے ارتکاب کے لیے اس قدر شدت کے ساتھ ترغیب و تحریص کے وجوہ موجود ہوں کہ اس فعل کے ارتکاب کے

81

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہر موقع پر عام طور سے بے اطمینانی اور اندیشے کا احساس پیدا ہوتا ہو۔
ایسی صورت میں علاوہ اس شخص کے جس کو فوری اور براہ راست
نقصان یا تکلیف پہنچتی ہے ایک نادیدہ جماعت بھی ہوتی ہے
جس کو بالواسطہ مضرت پہنچتی ہے، اس جماعت کی چوں کہ تشخیص و
تعیین نہیں ہو سکتی اس لیے ان کی تکلیف کا رقمی معاوضہ نہیں
ادا کیا جا سکتا۔ ایسے حالات میں واضع قانون کو کوئی زیادہ سخت
تدارک کی صورت اختیار کرنا چاہیے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مثلاً
قبل سے مداخلت کا ایسا بندوبست کر دے جس کے ذریعے سے
مرتکب فعل کے مجرمانہ مقصد کے اظہار پر اس کو روک دیا جائے
جیسے کہ قدیم سیکسن عہد میں فرینک پلج (Frank Pledge) طریقہ اختیار
کرنے کی کوشش کی گئی تھی اور جس کی رو سے ہر شخص کا مفاد
براہ راست اس امر سے وابستہ تھا کہ وہ اپنے ہمسایے کو ارتکاب جرم
سے باز رکھے اور جیسا کہ انیسویں صدی میں سر رابرٹ پیل نے
ایک خفیہ پولیس قایم کرا کے انتظام کیا تھا۔ عامیانہ محاورے میں
ابھی تک ان کے نام کا ایک جزو اس پولیس کے نام کے ساتھ لگایا جاتا ہے۔
یا پھر اس کی بجائے نسبتہً آسان اور زیادہ مروجہ لیکن کم اثر طریقہ
یعنی باز پرس کی صورت اختیار کی جائے اور یہ تہدید کی جائے کہ
اگر جرم کا ارتکاب کیا جائے گا تو مرتکب کو سزا برداشت کرنی
پڑے گی۔

32 کسی بدعملی کا اس طرح انسداد کرنا کہ اس کے تصور کے ساتھ
دہشت کے احساس کو وابستہ کر دیا جائے صرف اس وقت
ممکن ہے جب کہ مندرجۂ ذیل دونوں شرائط موجود ہوں۔ (۱)
مرتکب فعل کو معلوم ہو کہ وہ غلطی کر رہا ہے ورنہ دہشت کا اس پر
اثر نہ ہوگا اور اس طرح دہشت اس کو باز نہ رکھ سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ
اگر کوئی شخص دوسرے کی جایداد کو اپنا سمجھ کر لے لے یا بحالت جنون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قتل کا مرتکب ہو جائے تو اس کو سزا سے بری قرار دیا گیا ہے اور محض یہی کافی نہیں ہے کہ اس کو اس بات کا علم ہو کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ غلط ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ (۲) اس کو غلطی کرنے پر قابو حاصل ہو۔ چونکہ کسی شخص کو ایسے افعال پر سزا نہ برداشت کرنا چاہیے جس کے ترک پر وہ جسمانی اور دماغی دونوں حیثیتوں سے قادر نہ ہو۔ سزا کا خوف اس پر یہ اثر نہیں کر سکتا کہ وہ اس فعل کے ارتکاب سے باز رہے۔ (یہی وجہ ہے کہ واضعان قانون ایسے لوگوں کے لیے سزا مقرر کرنے میں اکثر تامل ظاہر کرتے رہے ہیں جن کو کسی بغاوت میں حصہ لینے کے لیے قتل کی دھمکیاں دے کر مجبور کیا گیا ہو یا جو مراق کے اثرات کے تحت چوری کر بیٹھے ہوں) جب یہ دونوں شرائط پوری ہو جائیں اور دہشت انگیزی کے ذریعے سے انسداد مناسب ہو تو فوجداری قانون نافذ کرنا چاہیے۔ فوجداری قانون ارتکاب جرم میں کافی حد تک مزاحم ہوتا ہے۔ چونکہ جیسا کہ ہم فوجداری اور دیوانی ضابطے کے امتیازی فرق پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کر چکے ہیں کہ اول الذکر میں مرتکب فعل کے لیے اس امر کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے کہ اس کے خلاف دعویٰ رجوع ہو جائے گا و نیز بحالت کامیابی استغاثہ زیادہ سخت تحفظات سے سابقہ ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ان سزاؤں سے براءت کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں۔

مشہور ترین مصنفین مثل بیکیریا، بلیکسٹن، رومیلی، پیلی، فیورباش، کے نزدیک جرم کے مکرر ارتکاب کو روکنے کی امید فوجداری سزا کا خاص مقصد ہی نہیں بلکہ واحد مقصد ہے اور یہی صحیح مقصد تصور کیا جا سکتا ہے[1]۔

[1] چنانچہ ایک قیدی کے احتجاج پر برنٹ جج نے جواب دیا کہ تم کو گھوڑے کے سرقے کی وجہ سے پھانسی نہیں دی جاتی بلکہ غرض یہ ہے کہ دوسرے گھوڑوں کا سرقہ نہ ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

33 چنانچہ آرک بشپ وہیٹ لی نہایت واضح طور پر لکھتے ہیں کہ "سزا کے عاید کرنے کا ہر جدید موقع اس سزا کی ناکامی کی ایک مثال ہوتا ہے" چونکہ یہ ایسا موقع ہوتا ہے کہ اس میں اس سزا کی تہدید جرم کو روکنے میں کاملاً موثر ثابت نہیں ہوئی۔ وہیٹ لی نے ایک زبردست حقیقت کا انکشاف کیا ہے اور اس کو وہچکوٹ (Whichcote) نے مبالغے کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے "مجرمین کا پھانسی پانا فرماں رواؤں کے لیے اتنا ہی قابل تعریف ہے جتنی مریضوں کی موت معالجین کے لیے" لیکن جس طرح ایک مریض کی موت دوسرے مریضوں کی صحت میں ذرہ برابر بھی معین نہیں ہوتی اس طرح ایک ایسے شخص کے پھانسی پانے سے جس کو سزا کا خوف قتل سے باز نہ رکھ سکا ہو دوسروں کو بہرحال اس طرح کے اقدام سے باز رکھنے میں مدد دے سکتا ہے۔ چنانچہ ایک طوفان زدہ جماعت جب ایک ساحل سمندر پر بہ کر آ پہنچی اور انھوں نے وہاں پھانسی لگی دیکھی تو وہ پکار اٹھے کہ "خدا کا شکر! ہم ایک متمدن ملک میں پہنچ گئے"۔ اس جماعت کی اس صدا پر اکثر مضحکہ کیا جاتا ہے حالانکہ اس میں خاصی معقولیت پائی جاتی ہے۔

فوجداری سزائیں مختلف طریقوں سے جرائم کا انسداد کر سکتی ہے:-

(ا) اس کا عمل مرتکب جرم کے جسم پر ہوتا کہ عارضی طور پر یا مستقلاً وہ تکرار جرم پر قادر نہ رہے جیسے قید یا موت کے ذریعے سے۔

(ب) وہ مرتکب جرم کے دماغ پر اثر انداز ہو اور دہشت انگیزی کے ذریعے سے اس کی مجرمانہ عادتوں کو بدل دے بلکہ مزید براں اس کو جفاکشی اور فرض شناسی کی خوگر بنا کر بری عادتوں کا قطعی طور پر استیصال کر دے اور اپنی قوتوں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صحیح مصرف کا خیال پیدا کرادے۔ انتظامات مجلس میں گزشتہ ڈیڑھ صدی سے اصلاحات ہو رہے ہیں ان اصلاحات کی ابتدا ہاورڈ سے ہوئی اور ان کا رخ ان تعلیمی اثرات کو تقویت دینے کی طرف ہے جو دوران حبس میں دی جا سکتی ہے۔ درحقیقت بعض محققین جرایم خصوصیت سے محققین امریکہ کسی شخص کے سزایاب ہونے کا صحیح مقصد محض یہ تصور کرتے ہیں کہ اس شخص کے اخلاق کی اصلاح عمل میں آئے (گو کہ یہ منشا بہت کم پورا ہوتا ہے)۔ یہ نظریہ انتہاپسندی پر مبنی ہے اور اس کی رو سے سلطنت کے اس سیدھے سادے اور صریحی حق سے کہ وہ اپنا تحفظ کرے انکار لازم آتا ہے۔

(ج) اگر کسی ایک طریقے سے سزا خود اس کے دماغ پر موثر ہوتی ہو تب بھی اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے دماغوں کو متاثر کرے اور گو کہ وہ تعلیمی اثرات کے ذریعے سے ان کی اصلاح نہیں کر سکتی لیکن کم از کم خوف[1] کے

[1] جب ایجوکیشن ایکٹ کی خلاف ورزی کی سزا ۵ شلنگ سے ۲۰ شلنگ کر دی گئی تو جرایم میں کمی ہو گئی۔ اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ سزا کا خوف انسداد جرم کا موجب ہوتا ہے۔ سزا کا اثر زیادہ وضاحت کے ساتھ جانوروں اور خصوصیت سے مچھلی کی تربیت کے معاملے میں ظاہر ہوتا ہے۔ تربیت کے ذریعے سے پالک قسم کی مچھلی ٹنچ قسم کی مچھلی کے ساتھ بلا کسی ضرر کے تیر سکتی ہے یا ایک پسو اچکنے سے باز رہ سکتا ہے۔ مجلس وضع قوانین نے (کوکین یا تیار شدہ افیون کی تجارت کے بارے میں) ویجرس ڈرگس ایکٹ سنہ ۱۹۲۳ء منظور کر کے سزا کے اثر پر اپنے اعتماد کا ثبوت دیا ہے سابق ایکٹ کی رو سے جو چھ ماہ قید کی سزا تھی اس کو دس سال کی قید سخت میں تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن اگر تہدید ہی سزا کا واحد مقصد ہوتی تو واضعان قانون بعض اوقات ایسی سخت سزائیں مقرر کر دیتے کہ رائے عامہ (جس کے پیش نظر محض اخلاقی انتقام ہوتا ہے) اس کو پسند نہ کرتی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذریعے سے ان کو باز رکھ سکتی ہے اور گو کہ وہ نہ طریقہ (۱) سے ان کو روک سکتے ہیں نہ تعلیمی اثرات کے ذریعے سے۔ تاہم یہی طریقہ ہے جس کے ذریعے سے رقمی جرمانے انسداد جرایم میں مدد دیتے ہیں۔

لیکن سزا کے اس عظیم اور مسلمہ مقصد یعنی انسداد جرم کے علاوہ دو مقاصد اور بھی ہیں اور گو یہ ضرور ہے کہ ان نتائج کی اتنی زیادہ اہمیت نہیں ہے لیکن پھر بھی واضعان قانون اس امر کی خواہش کر سکتے ہیں کہ سزا کے نتیجے کے طور پر یہ مقاصد بھی حاصل ہو جائیں۔

ان میں سے پہلا نتیجہ شخص ضرر رسیدہ کی تسکین ہے (اگرچہ عہد حاضرہ کے مصنفین کو اس امر کی طرف اشارہ ناگوار ہوتا ہے) قدیم زمانے کے قانون میں سزا کا لازمًا یہی ایک مقصد ہوتا تھا اور اکثر اوقات اس کو مخصوص اہمیت حاصل ہوتی تھی[1]۔ روما کے شہنشاہی دور میں بھی زنجیروں میں لٹکا کر پھانسی دینے کا یہ منشا ہوتا تھا کہ ضرر رسیدہ شخص کے اعزہ کو تسکین ہو (Ut sit Solatio Cognatis) اور کچھ اسی زمانہ نہیں گزرا انگلستان تک میں ۱۷۴۱ء میں مقتولی کے اعزہ کی درخواست پر زنجیروں میں لٹکا کر پھانسی دینے کے لیے شاہی فرمان صادر ہوا تھا[2]۔ عصر جدید کے مروجہ معیار اخلاق کی رو سے عدالت کے ان جذبات کو ناپسندیدہ نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود بعض حامی افادیت مشاہیر مفکرین نے مثل بنتھم[3] کے (اور غالبًا بشپ بٹلر جیسے مخالف نظریہ رکھنے والے مصنف کی تائید کے ساتھ) ان جذبات کو اتنا حقیر نہیں قرار دیا کہ ان کی

35

---

[1] کامن لا مصنفہ ہومس صفحہ ۳۴۔

[2] رومنس آف ٹائم Ruins of time مصنفہ پروفیسر الیس صفحہ ۱۲۵۔

[3] (Sermons at the Rolls chapel Princeples of Penal Code II. 16. صفحہ ۹)

اور (Henry Sidgwick's Lectures on Ethics) صفحہ ۲۵۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تسکین کے لیے قانون کے ذریعے سے باضابطہ بندوبست نہ کیا جائے۔ چنانچہ سر جیمس اسٹیفن جیسے جلیل القدر اور قریب العہد مقننین کا خیال ہے کہ ضابطہ فوجداری کو عداوت سے بجا طور پر وہی نسبت حاصل ہے جو شادی کو محبت سے ہے۔ ظاہر ہے کہ شادی سے بھی فطرت انسانی کی ایک ناگزیر خواہش کا بندوبست کیا جاتا ہے[1]۔ عامۃ الناس بغیر محسوس طور پر اس نظریے کے موید ہیں چنانچہ ان کے نزدیک ان جرائم کی پاداش میں سزا دینا جن کے ارتکاب کے بعد کئی سال تک مقدمہ نہ چلایا گیا ہو قابل تامل ہو جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں سماج کے احساسات کی یہی حالت ہے جو ان قدما کی تھی جن کا مین (Maine) نے مرقع کھینچا ہے۔ ضرر رسیدہ شخص کے دل میں جس قدر ملال و عداوت ہو اسی سے سماج اپنے انتقام کا اندازہ قایم کرتی ہے۔

سزا کا ایک دوسرا فعلی مقصد بھی ہے جو اتنا ناپسند تو نہیں کیا جاتا جتنا کہ سابقہ مقصد لیکن عہد حاضرہ کے مقننین اس کو بھی سابقہ مقصد کی طرح اکثر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ سزا کے ذریعے سے عام طور پر سماج کے اخلاقی احساسات کو بلند کیا جائے چونکہ اس بات کا علم کہ مجرم کا سراغ مل گیا اور وہ کیفر کردار کو پہنچ گیا سماج کی بے غرض اخلاقی نفرت اور تلخی کے احساسات کے لیے طمانیت بخش ہوتا ہے اور اس طریقے سے اس کے ان احساسات کو تقویت ہوتی ہے۔ بقول ہیگل عام طور پر لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ

[1] مصنف ایک ایسے طالب علم سے واقف ہے جس نے امتحان میں اس تمثیل کو نہایت استعجاب کے ساتھ پیش کیا تھا کہ "اسٹیفن کا خیال ہے کہ شادی کو محبت سے وہی نسبت ہے جو سزا کو جرم سے ہے"۔

[2] (Ancient Law) باب دہم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"جرم سے حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے لیکن سزا اس خلاف ورزی کو منقلب کر دیتی ہے"۔ عہد وسطیٰ کے قانون میں سزا کے اس اثر کو اہمیت حاصل تھی۔ لیکن اب ایک صدی سے زاید ہوتا ہے کہ مقننین میں اس کو نظر انداز کرنے کا رجحان پیدا ہو گیا ہے لیکن ایک اوسط درجے کے آدمی کے نزدیک اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ سر اڈورڈ فرائی[1] ہسٹر جسٹس رایٹ[2] اور لارڈ جسٹس کینیڈی[3] جیسے مشاہیر مقننین اس کا پورے طور پر اعتراف کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر سجوک لکھتے ہیں کہ "ہم اس منزل سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں جس میں ضرر رسیدہ کے ضرر کا یہی تدارک تجویز کیا جاتا تھا کہ وہ مرتکب جرم سے انتقام لے لے۔ کسی زمانے میں مضرتوں کا بدلہ کرنا اتنا ہی معقول سمجھا جاتا تھا جتنا کہ احسانات کا بدلہ کرنا لیکن سقراط اور افلاطون نے اس کی مخالفت کی۔ انھوں نے کہا کہ خواہ کوئی شخص ہم کو کتنی ہی مضرت پہنچائے اس کے بدلے میں اس کو آزار پہنچانا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ تاہم اگر ہم شخصی ملال کی بابت اس نظریے کو قبول بھی کر لیں تب بھی جب ملال عمومی حیثیت اختیار کرے تو ہم کو بظاہر اس قدیم نظریہ یعنی فوجداری طریقۂ معدلت کو اختیار کرنا پڑے گا، چونکہ یہ اصول کہ سزا کا مقصد محض تہدید اور اصلاح ہونا چاہیے۔ اتنا زیادہ فلسفیانہ ہے کہ رائے عامہ اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ رائے عامہ کا میلان ابھی تک اسی طرف ہے کہ جو شخص جرم کا مرتکب ہو اس کو اس کی پاداش میں

36

[1] (Studies by the way) صفحات ۴۰-۱۰، (Nineteenth Century) ۱۹ء صفحہ ۸۴۸-

[2] (Draft Jamaica Criminal Code) صفحہ ۱۲۹-

[3] (Low Magazine) نومبر ۱۸۹۹ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مصیبت جھیلنا چاہیے خواہ اس کے مصیبت جھیلنے سے اس کو یا دوسروں کو کوئی فایدہ نہ پہنچے۔ انصاف کا اقتضا یہی ہے، چاہے ضرر رسیدہ شخص کے لیے مناسب نہ ہو کہ وہ مرتکب جرم پر مصیبت عاید کرنے کا مطالبہ یا خواہش کرے[۱]۔ اس آخری جملے میں جو قید لگائی گئی ہے کہ ضرر رسیدہ کو سزا کا مطالبہ نہ کرنا چاہیے اس کا بھی رائے عامہ کے مطابق ہونا ہنوز محل نظر ہے[۲]۔

وہ لوگ جو قانون پیشہ نہیں ہیں ان کی اکثر و بیشتر وہی رائے ہے جو ولکنز کزن جیسے مفکر نے اپنے اس مختصر مقولے میں ظاہر کی[۳] ہے کہ "سزا اس لیے قرین عدل نہیں ہے کہ وہ جرم سے باز رکھتی ہے بلکہ وہ اس لیے جرم سے باز رکھتی ہے کہ اس کو قرین عدل سمجھا جاتا ہے"۔ ایسے لوگ لارڈ جسٹس فرائی کی اس رائے سے متفق ہیں کہ "سزا کا مقصد یہ ہے کہ گناہ اور پاداش میں توازن پیدا کیا جائے"۔

جب ہم عدالتوں کے مسلمہ عملدرآمد کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اسی نظریے کی تائید میں ہے اور ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سزا کا واحد مقصد انسداد جرم نہیں ہے چونکہ اگر حقیقۃً ایسا ہوتا تو (۱) ایک پختہ کار اور ناقابل اصلاح مجرم کو بجائے اس کے کہ دوسرے لوگوں کی نسبت سخت ترین سزا دی جائے 37

---

۱ (Methods of Ethics) صفحہ ۲۸۰۔

۲ سنہ ۱۹۰۳ء میں جب مسٹر ڈکسٹر ساکن نیویارک کا لڑکا مارا گیا تو باپ نے اعلان کیا کہ اگر ضرورت ہو تو وہ دس لاکھ ڈالر خرچ کرنے کے لیے تیار ہے تاکہ قاتل کو سپرد عدالت کیا جا سکے۔ کیا رائے عامہ اس غیر معمولی جوش کو بری نظر سے دیکھے گی۔

۳ (Gorgias) مصنفہ فلاطون کا دیباچہ اور (W. S. Lilly) متذکرہ صفحہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بالکل صاف چھوٹ جانا چاہیے تھا۔[1] ایک ایسی جماعت جو قانون کی قطعاً پرواہ نہیں کرتی اس کے مقابل میں آئین وضوابط کو بیکار سمجھ کر یک قلم ترک کر دینا چاہیے تھا۔ علاوہ ازیں اگر انسداد جرم ہی سزا کا واحد مقصد ہوتا تو (۲) شدت ترغیب کو معمولاً ازدیاد سزا کا موجب سمجھنا چاہیے تھا۔[2] لیکن ججوں نے اس کو عموماً تخفیف سزا کا سبب قرار دیا ہے یعنی یہ کہ کوئی چور یہ صفائی پیش کرے کہ اس نے بھوک کی شدت کی وجہ سے چوری کی یا کوئی قاتل یہ ثابت کرے کہ اس پر ایک وار کیا گیا تھا اس پر جھلا کر اس نے ایک ضرب لگائی۔ اور (۳) اس کے برخلاف دوسری طرف یہ کہ چاہے کتنی ہی دھمکی کے ساتھ جبر کا استعمال کیا گیا ہو انگریزی قانون اس مجبور ومقہور شخص کی جانب سے اس جبر کی بنا پر کسی جرم کے سرزد ہونے پر نہایت پس وپیش اور تامل کے ساتھ استثنیٰ کا فایدہ دیتا ہے۔ اور موجودہ زمانے میں مذکورہ قانون کا "ضرورت" کی بنا پر قتل انسان کے جرم کا ارتکاب ہونے پر ایسے حالات میں بھی جب کہ ایک طوفان زدہ بیڑا بھوکوں مر رہا ہو استثنیٰ کا فایدہ دینے سے انکار کرنا یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ انسداد سزا کا

---

[1] چنانچہ ایک قابل مصنف (ڈاکٹر جی۔ دی پور (Medical Jurisprudence) صفحہ ۳۴۴ ایڈیشن ۱۹۰۱ء) نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ "مجرمین کے کم سن ہونے کی صورت میں قابل عبرت سزا دینا چاہیے ... لیکن جب ہم کو پختہ کار مجرم سے سابقہ ہو تو انتقام کا خیال جس قدر جلد ہم اپنے دماغ سے نکال دیں اتنا ہی بہتر ہے" بہت سے لوگوں کے نزدیک یہ خیال بالکل الٹا معلوم ہوگا۔

[2] مثلاً ایسی اشیا کی چوری جو ضرورتہً کھلی رکھی رہتی ہیں باب ۱۳ پارہ یازدہم

[3] ملاحظہ ہو پروفیسر سیٹ لینڈ (Mind) صفحہ ۲۵۹۔

[4] (Reg V. Dudley and Stephens (1884) 14 Q. B. to 273)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واحد مقصد نہیں ہوسکتا چونکہ ان مواقع پر ایسے حالات میں سزا دی گئی ہے کہ اس کا خوف ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ فوجداری قانون کے علاوہ دوسرے قانون میں بھی اخلاقی انتقام کا جذبہ کارفرما ہے۔ چنانچہ اگر کسی قرضے یا مداخلت بیجا کے دعوے میں کوئی جج اپنی زحمت کو بچانے کے لیے قصہ مختصر کرنا چاہے اور مدعی کو اپنی جیب سے ہرجہ دینے کے لیے آمادہ ہو تو ایک اوسط درجے کے مدعی کو تسکین نہ ہوگی۔ اس اخلاقی انتقام کے نظریے نے فوجداری قانون پر سابق میں جو اثرات ڈالے ہیں ان کے بین ثبوت اس بات سے ملتے ہیں کہ اس کی وجہ سے عدالتیں محض لغو مناسبت کی بنا پر اس نامعقول حد تک پہنچ گئیں کہ انھوں نے غیر مکلف آلہ ہائے کار کو ان کے "جرایم" کی پاداش میں سزا کا مستوجب قرار دے دیا۔ عہد وسطیٰ میں اس طرح کی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ بعض اوقات جانوروں کو قتل انسان کی سزا 38
دی گئی ہے[1] اور قدیم زمانے میں یونان میں ان بیجان اشیا پر جو کسی کی موت کا سبب ہوئے ہیں کفارہ عاید کیا گیا ہے چنانچہ بقول پاسانیاز (Pausanias) پرٹینیز (Prytanes) نے سزا کے طور پر بیجان اشیا کو اس بنا پر برباد کرنے کا حکم دیا کہ ان کی وجہ سے اتفاقاً ایک شخص ہلاک ہوگیا تھا[2]۔ یہی وہ جذبہ ہے جو انگلستان کے

---

[1] ملاحظہ کیجیے M. G. P. Evans کا رسالہ (The Criminal Prose caution of Animals)
۱۵۹۵ء میں لیڈن کی عدالت بلدہ نے ایک ایسے کتے کے لیے جس نے ایک شخص کو ہلاک کر دیا تھا موت کی سزا کا حکم صادر کیا اور لکھا کہ "اس کو پھانسی دی جائے اور پھانسی پر لٹکا رکھا جائے تاکہ دوسرے کتوں کے لیے باعث عبرت ہو" اور اس کتے کا مملوکہ اگر کچھ سامان ہو تو وہ ضبط کر لیا جائے (South African Law Journal) اشاعت ۱۹۰۹ء صفحہ ۳۳۳۔

[2] (Itinerary, BK. I, C. 28. S, 11)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قانون میں جو قتل انسان سے متعلق ہے ان اشیا کی ضبطی (Deodand) کی شکل میں دوبارہ ظاہر ہوا[1]۔ اس کے خلاف چوں کہ شدت ترغیب بہمیت تخفیف سزا کا باعث نہیں ہوتی اور بعض قسم کے جرایم میں (خصوصیت سے سیاسی اور فوجی جرایم میں) واضعان قانون شدت ترغیب کو اس امر کا موجب سمجھتے ہیں کہ زیادہ سخت سزا کے ذریعے سے ان کی تخویف کی جائے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ محض اخلاقی انتقام کا اصول ان کے پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ وہ انسداد جرم کی ضرورت پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ اس امر کا مزید ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ ایسے مجرمین کو نسبتہً زیادہ سزا دی جاتی ہے جو محض غفلت یا محض نشہ کی وجہ سے کسی شخص کی ہلاکت کا باعث ہو جائیں (جیسے لاپرواہ انجن ڈرائیور یا کوئی بدمست ماں جو نیند اور نشہ کے عالم میں بچے کو کچل ڈالے) علاوہ ازیں بعض ایسی صورتیں ہیں کہ خالص اخلاقیات سے روگردانی پر اس کے بالکل خلاف نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی قانون میں کسی جرم کا محض ارادہ کرنے پر کبھی سزا نہیں دی جاتی حتیٰ ایں کہ اس کے اقدام پر بھی خفیف سزا دی جاتی ہے حالاں کہ جرم کا ارادہ یا اقدام کرنے سے بھی ایک شخص اخلاقاً اتنے ہی بڑے جرم کا مرتکب ہوتا ہے جتنا کہ اس مجرمانہ اسکیم کے اتفاقاً برہم نہ ہو جانے کی حالت میں ہوتا[2]۔

---

[1] ملاحظہ ہو باب ۵ کتاب ہذا۔

[2] چنانچہ فرانسیسی قانون کی رو سے کسی سنگین جرم کے اقدام پر جس کا ارتکاب محض ایسے حالات کی وجہ سے نہ ہو سکا ہو جو اقدام کنندہ کے قصد و ارادہ سے تعلق نہ رکھتے ہوں وہی سزا دی جاتی ہے جو جرم کا ارتکاب ہو جانے کی صورت میں دی جاتی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہرحال فوجداری سزا کے متعلق جو نظریات ہمارے ججوں یا
واضعان قانون میں رائج ہیں انھوں نے ہنوز کسی اصول کی شکل 39
نہیں اختیار کی ہے[1] اور نہ وہ کسی استوار بنیاد پر قایم ہیں اور
ایک حد تک یہی سبب ہے کہ خود تعین سزا کے عملی طریقے
(جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے) ابھی تک ایسی منزل
پر ہیں کہ ان کو محض آزمایشی کہا جا سکتا ہے۔

---

[1] طالب علم کو چاہیے کہ (Salmond) کے اصول قانون کے آٹھویں ایڈیشن کے صفحات ۲۸-۳۱ میں مقصد سزا، کے بحث کا مطالعہ کرے۔ اور اس سے وہ جان اسٹورٹ مل (On Hamelton) صفحہ ۵۸۱ ڈاکٹر ریشٹل (Theory of Gord and Evn) صفحات ۲۸۴-۳۱۲ اور (Iilola Fori 233–240) W. S. L lly کے خیالات کا مقابلہ کرے جن کا خیال ہے کہ انتقام ہی سزا کا اولین اور اہم ترین مقصد ہے۔ ڈاکٹر راسکو پاونڈ گو اس خیال سے مختلف ہیں لیکن اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اینگلو امریکن مقننین کا عام طور پر یہ خیال ہے کہ عامۃ الناس کی خواہش انتقام کی تسکین فوجداری سزا کا صحیح اور عملاً ضروری مقصد ہے۔
Criminal Justice in Cleveland, P. 575, 1922)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۳

40

جرم میں دماغی عنصر[1]

جرم کی حد تک پہنچنے اور مرتکب جرم کو کسی سزا کا مستوجب قرار دینے کے لیے یعنی قانونی فوجداری "گناہ" کی شکل اختیار کرنے کیلئے دماغی و نیز جسمانی عنصر کا وجود ضروری[2] ہے۔ چنانچہ ایک کلیہ ہے اور تقریباً آٹھ سو سال سے انگریز مقننین کے علم میں ہے کہ محض فعل سے جرم نہیں ہوتا بلکہ نیت بھی

[1] اس باب کی نظر ثانی میں اڈیٹر نے تین جدید مقالوں سے آزادی کے ساتھ استفادہ کیا ہے: "کامن لا کے جرایم میں دماغی عنصر" مولفہ جے۔ ڈبلو۔ سی ٹرنر (Crimbridge Low Journal vi, No. 1.) قانون موضوعہ کے قرار دادہ جرایم میں امتناع مطلق" مولفہ آر۔ ایم جیکسن Cambridge Law Journal, VI, No, 1. ونیت مجرمانہ پر تاریکی کا پردہ" مولفہ ڈبلو۔ ٹی۔ ایس اسٹیلی براس۔

[2] ملاحظہ کیجیے نیت مجرمانہ" (Stroud's Mens Rea) اصول قانون مصنفہ آسٹن لکچر ۸ و ۲۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درکار[1] ہے۔ (الاعمال بالنیات) ملزم کا جسمانی عمل خواہ فعل پر مشتمل ہو یا، درصورتے کہ قانوناً اس کا یہ فرض ہو کہ کوئی فعل انجام دے، ترک فعل پر مشتمل ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ ملزم کا وہ عمل لازمی طور پر کسی ایسے مجرمانہ فعل کا موجب ہو جس کو قانون روکنا چاہتا ہو[2]۔

اخلاقیات کے اعتبار سے ذہن کی مجرمانہ کیفیت بجائے خود گناہ میں شمار ہوگی[3] چنانچہ گیرک کے کہنے پر کہ، جب بھی میں نے ریچرڈ ثالث کی حیثیت سے اداکاری کی، مجھے محسوس ہوتا تھا کہ میں واقعاً قاتل ہوں، ڈاکٹر جانسن نے جواب دیا کہ تب تو جب بھی وہ اس ڈرامے میں اداکاری کرے اس کو پھانسی دینا چاہیے۔ بہرحال قانون کے کلیوں میں اس قدر خردہ گیری اور سختی نہیں ہے۔ یہ کلیے خواہ دیوانی قانون سے متعلق ہوں یا فوجداری قانون سے تاوقتیکہ خارج میں کوئی عمل ظاہر نہ ہو ان کی رو سے محض اندرونی احساسات کی بنا پر تعزیری احکام نہیں دیے جاتے۔ لہٰذا محض دماغی کیفیت یا بقول شیکسپیر "جایز فعل کا فاسد منشا" عقلاً کبھی 41
جرم میں شمار نہیں ہوتا اگر کوئی شخص اپنے کلب کی کھونٹی پر سے ایک چھتری اٹھائے اور اس کا منشا اس کے چرانے کا ہو لیکن بعد میں معلوم ہو کہ وہ چھتری خود اسی کی ہے تو ایسی حالت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزر (Analysis of Criminal Liability) مصنفہ کلارک (Stephen's General View of the Criminal Law) اور اسٹیفن ہسٹری آف کریمنل لا (Stephen's Histoty of Criminal law) جلد پنجم صفحات ۴۹ تا ۱۲۳۔

[1] ملاحظہ کیجیے "تاریخ قانون انگلستان" مصنفہ پروفیسر میٹ لینڈ صفحہ ۵۴۷۔

[2] ملاحظہ کیجیے صفحہ (۱۴۷؟) اصل کتاب۔

[3] باسول مرتبہ ۱۷۸۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوتا۔[1] پہلی نظر میں حقیقتاً اس اصول کا ایک اہم استثنیٰ بغاوت کی اس شکل میں معلوم ہوتا ہے جس کو بادشاہ کو ہلاک کرنے کی تدابیر کرنا[2] کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ استثنیٰ بالکل ظاہری ہے چونکہ بغاوت کے قانون میں سزایابی کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اس معہود ذہنی امر کی تکمیل کے لیے کوئی آشکارا فعل بھی کیا گیا ہو۔ دوسری ظاہری استثنیٰ کی شکل سازش کی ہے[3]۔ اس میں شک نہیں کہ سازش بجائے خود ایک خالص دماغی کیفیت کا نام ہے یعنی دو آدمیوں کا محض ہمخیال ہو جانا اور یہ کہ اس میں سزایابی کے لیے برخلاف بغاوت کے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس باہمی رضامندی کو بروئے کار لانے کے لیے کوئی فعل کیا گیا ہو۔ لیکن دو آدمیوں کا باہم رضامند ہونا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ وہ ان مشترکہ ارادوں کو گفتگو یا اشاروں کے ذریعے سے ایک دوسرے تک نہ پہنچائیں لہذا اس طرح سازش میں بھی 'ظاہری فعل' ہمیشہ موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ بغاوت کے الزامات میں 'آشکارا فعل' کے ثبوت کے لیے اکثر و بیشتر سازشوں ہی کو پیش کیا جاتا ہے۔

اگر ہم فوجداری شعبے سے قطع نظر کر کے غیر فوجداری شعبہ جات قانون کی طرف اپنی توجہ کو متعطف کریں تو ان میں

---

[1] لیکن ہارورڈ لا ریویو میں صفحہ ۲۱۸ پر (Francis Bowes Sayre) مقالہ "فوجداری اقدامات" ملاحظہ کیجیے جے ڈبلو۔ سی ٹرنر نے کیمبرج لا جرنل نمبر ۲ صفحہ ۲۳۸ پر اس تمثیل پر تبصرہ کیا ہے۔

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۷ مابعد (اصل کتاب؟) وڈائجسٹ آف کریمنل لا مرتبہ اسٹیفن ساتواں ایڈیشن۔ آرٹیکل ۷۰ و ۷۱۔

[3] باب ۱۸ مابعد وڈائجسٹ آف کریمنل لا مرتبہ اسٹیفن ساتواں ایڈیشن آرٹیکل ۶۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اخلاقیات سے اور بھی زیادہ بین اختلاف نظر آئے گا چوں کہ ان میں محض ایسے خارجی عمل کی بنا پر تحفظات عاید کر دیے جاتے ہیں جو کسی قابل اعتراض دماغی کیفیت کا نتیجہ نہیں ہوتا چنانچہ:

(۱) نقض معاہدہ کے معاملات میں تاوقتیکہ معاہدے کے الفاظ ہی سے یہ ظاہر نہ ہوتا ہو کہ معاہدہ اسی وقت شکست ہو سکتا ہے جب کوئی فعل بالارادہ کیا جائے نقض عہد کرنے والے کی دماغی یا اخلاقی حالت کو اس کی ذمہ داری یا عدم ذمہ داری میں کوئی دخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک دستاویز افتراق میں بیوی کی جانب سے یہ عہد تھا کہ وہ اپنے شوہر کو دق نہ کرے گی اس سے یہ مراد لی گئی کہ عہد اس وقت تک نہ ٹوٹے گا جب تک کہ وہ اپنے شوہر کو عمداً نہ ستائے اور اسی طرح اگر نقض عہد کرنے والا ذمہ دار قرار دیا جائے تو یہ واقعہ کہ اس کا یہ عمل بالعمد ہے یا اس نے بدنیتی اور شرارت سے ایسا کیا ہے اس ہرجے کی مقدار میں جو اس سے وصول کی جانے والی ہے کسی اضافے کا موجب نہ ہوگا (بجز شادی کے معاہدے کے نقض کی صورت کے)۔ 42

(۲) اور ٹارٹ کے معاملات میں اکثر و بیشتر مرتکب فعل کی دماغی کیفیت سے قطع نظر کی جاتی ہے لیکن جس طرح قانون معاہدہ میں تقریباً ہر حالت میں ایسا ہوتا ہے ٹارٹ میں ایسا نہیں ہوتا[1]۔ کیونکہ ٹارٹ کے بعض اقسام (مثلاً کینے سے فوجداری مقدمہ چلانا) ایسے ہیں جن میں یہ جزو ذمہ دار قرار پانے کے لیے ضروری ہے

[1] چنانچہ طلاق کی کارروائیوں میں ایک زوجہ جس کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا ہو زانیہ نہیں سمجھی جائے گی (لانگ بنام لانگ) (۱۸۹۰) ۵ پی۔ ڈی ۲۱۸) مع معصومانہ زنا کی کوئی صورت نہیں ہے"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور گو (سب میں نہیں[1] تو) ٹارٹ کی بقیہ تمام اقسام میں سے اکثر اقسام میں یعنی جن میں بغیر اس کے بھی ذمہ داری عاید ہوتی ہے ہرجے کی مقدار معین کرتے وقت اس کا لحاظ کیا جا سکے گا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جرم کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں دماغی و نیز جسمانی عنصر موجود ہو۔ اس دماغی عنصر کی نوعیت مختلف جرایم میں مختلف ہوتی ہے۔ لیکن مرتکب کے اس فعل کا ارادی ہونا ہر حالت میں ضروری ہے۔ ایسے حالات ہونا چاہییں کہ جو فعل وہ کرے اس کے کرنے پر اس کو قابو حاصل ہو۔ ایسے اشخاص جو نیند کی حالت میں ہوں[2] یا جن پر جسمانی جبر کیا گیا ہو یا ناجایز دباؤ ڈالا گیا ہو یا جن سے وہ فعل سوئے اتفاق کی بنا پر سرزد ہوا ہو ان میں اختیار کی یہ قابلیت مفقود ہوتی ہے۔ اور جب کسی شخص میں یہ قابلیت موجود نہ ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ فوجداری سزا سے وہ بری قرار دیا جائے گا۔

کامن لا میں جو افعال جرم شمار ہوتے تھے ان میں اور بہت سے قانون موضوعہ کے قایم کردہ جرایم میں[3] بجز دو صورتوں[4] کے ہمیشہ ایک اور دماغی عنصر کا موجود ہونا بھی ضروری سمجھا گیا ہے اور وہ صحیح معنیٰ میں نیت مجرمانہ کا وجود ہے یعنی یہ کہ ملزم کو اس بات کا احساس ہو کہ اس امر کا احتمال ہے کہ

---

[1] ہالسبری قوانین انگلستان (ہیل شم ایڈیشن) صفحہ ۸۸۔

[2] اگر کوئی شخص جو نیند کی حالت میں چل رہا ہو کوئی فعل کرے تو وہ ہرگز اس کا فعل نہ ہوگا۔ لارڈ چیف جسٹس ہیوارٹ ۲۵ مئی ۱۹۲۳ء۔

[3] ملاحظہ کیجیے صفحہ ۴۶ مابعد (اصل کتاب؟)۔

[4] ملاحظہ کیجیے صفحہ ۵۰ مابعد (اصل کتاب؟)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے عمل سے فلاں نتائج پیدا ہوں گے خواہ وہ عمل فعل پر مشتمل ہو یا فعل کا انجام دینا فرض ہونے کی صورت میں ترک فعل پر مشتمل ہو۔[1] اتنا کافی ہے کہ اس کا یہ ارادہ ہو کہ وہ نتائج پیدا ہوں یا یہ کہ وہ ان کے رونما ہونے کے متعلق لاپرواہی یا
43 بے اعتنائی برتے نیت مجرمانہ کا جہاں تک تعلق ہے کامن لا کے جرائم میں غالباً محض بیخبری (بجز امر باعث تکلیف عام میں) کبھی کافی نہیں سمجھی جاتی بلکہ یہ ضروری ہے کہ مرتکب کی جانب سے یا تو ان نتائج کے پیدا کرنے کی خواہش ہو یا وہ ان کے رونما ہونے کے متعلق لاپرواہی برتے۔ گو محض بیخبری کا ہونا کافی نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس امر کے قرار دینے کے لیے کہ ملزم ان نتائج سے باخبر تھا یا نہیں جوری کو چاہیے کہ خود سے یہ سوال کرے کہ آیا ان حالات میں ایک سمجھدار آدمی ان نتائج سے لازمی طور پر باخبر نہ ہوگا۔ جب کسی مقدمے میں کسی مجرم کے متعلق یہ قرار دینا ہوتا ہے کہ وہ فاش یا مجرمانہ غفلت کا مرتکب ہوا یا نہیں[2] تو جوریوں سے واقعی طور پر یہی سوال کیا جاتا ہے۔

یہ سوال کہ ایک شخص کو کس حد تک نتائج کی پیش بینی کرنا چاہیے قانون کے ذریعے سے حل کیا گیا ہے اور ان حدود کا تعین کر دیا گیا ہے لیکن مختلف جرائم میں یہ حدود مختلف قرار دیے گئے ہیں۔ بعض جرائم میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ارادہ معین طور پر موجود ہونا چاہیے مثلاً یہ کہ ضرر شدید پہنچانے کے ارادے سے زخمی کرنا۔[3] بعض اوقات ایسی صورتوں میں ذمہ داری عاید ہو جائے گی کہ ملزم نے اپنے عمل سے ان نتائج کے پیدا ہونے کی تو امید نہ کی ہو جو بطور واقعہ رونما ہوئے لیکن اس کو اس قسم کے دوسرے نتائج کے پیدا ہونے کی امید ہو۔[4] نتیجہ اگر خلاف امید پیدا ہو تو بعض صورتوں میں

---

[1] جے ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر کیمبرج لا جرنل نمبر ۱ صفحہ ۳۴۔

[2] جے ڈبلو۔ سی ٹرنر۔ کیمبرج لا جرنل نمبر ۱ صفحہ ۳۹۔

[3] ملاحظہ کیجیے صفحہ ۱۶۷ مابعد (اصل کتاب ۴)۔

[4] ملاحظہ ہو صفحات ۱۵۹ و ۱۷۰ مابعد (اصل کتاب ۴)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوجداری ذمہ داری کم ہو جائے گی جیسے مثلاً کوئی شخص اپنے دشمن پر وار کرے لیکن بجائے اس دشمن کے کوئی جانور زد میں آجائے اور بعض اوقات اس ذمہ داری میں اضافہ ہو جائے گا مثلاً یہ کہ محض ضرر پہنچانے کے لیے وار کیا جائے اور اس سے موت واقع ہو جائے۔[1]

فوجداری ذمہ داری کے عاید ہونے کے لیے جس ذہنی عنصر کے موجود ہونے کی ضرورت ہے اس کا ثابت ہونا اتنا دشوار نہیں ہے جتنا بظاہر معلوم ہوتا ہے چونکہ گو اس امر کا بار ثبوت مستغیث پر ہے[2] لیکن اکثر حالات میں وہ مجرمانہ فعل فی نفسہ قانون کی نظر میں نیت مجرمانہ کے وجود کا بادی النظری ثبوت ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر صحیح العقل بالغ شخص کے متعلق یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کا یہ ارادہ تھا کہ اس کے عمل کے قدرتی
44 نتائج پیدا ہوں۔[3]

کہا جاتا ہے کہ کامن لا نے صرف دو مواقع پر[4] اس کلیے سے انحراف کیا ہے کہ فوجداری ذمہ داری کے عاید ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ صحیح معنی میں نیت مجرمانہ کا وجود ہو یعنی یہ کہ مرتکب فعل نے اپنے اس عمل سے ان نتائج کے پیدا ہونے کی امید کی ہو۔ لیکن قانون موضوعہ نے جن افعال کو جرم قرار دیا ہے ان میں اکثر اوقات اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اس سے زیادہ کوئی بات ثابت کی جائے کہ ملزم نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جو

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۰ مابعد (اصل کتاب؟)۔

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۰ مابعد (اصل کتاب؟)

[3] ملاحظہ ہو صفحات ۱۴۰ تا ۱۹۳ مابعد (اصل کتاب؟)؛ مقدمہ سکاربنام شیپرڈ (۱۸۱۰)۔

[4] ملاحظہ ہو صفحہ ۴۶ مابعد۔؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فلاں قانون کے تحت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ قانون موضوعہ میں ایسے جرایم کا جن میں نیت مجرمانہ کا وجود ضروری نہیں ہے تعداد اور اہمیت دونوں کے اعتبار سے برابر اضافہ ہوتا جارہا ہے مجلس وضع قوانین کا میلان اس طرف ہے کہ فہرست جرایم میں ایسے جرایم کا اضافہ کرے جن میں (۱) سزا اتنی زیادہ نہ ہو لیکن (۲) عامۃ الناس کو اس جرم کے ارتکاب سے جو نقصان پہنچتا ہو وہ سزا کے مقابل میں بہت زیادہ ہو۔ نیز یہ کہ (۳) جرم ایسا ہو کہ اگر اس حد کی خطا کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی تو معمولی طور پر مجرمانہ نیت کے ثبوت کے لیے کافی شہادت کے بہم پہنچنے میں ایک خاص نوعیت کی دشواری پیش آتی لیکن یہ ظاہر ہے کہ مجرمانہ نیت کی عدم موجودگی کی وجہ سے سزا کی مقدار میں ہمیشہ کمی ہو سکے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سزا بعض اوقات بالکل برائے نام ہی ہو۔

اس قسم کی فوجداری ذمہ داری کی مثالیں یہ ہیں:

(الف) کوئی ایسا دیوالیہ جو اپنے دیون کی ادائی سے سبکدوش نہ ہو چکا ہو۔ اپونڈ یا اس سے زاید کا قرضہ حاصل کرلے اور یہ ظاہر نہ کرے کہ وہ غیر رہا شدہ دیوالیہ ہے۔ خواہ اس نے اپنے کارندے کو ہدایت کردی ہو کہ وہ اس واقعے کو ظاہر کردے اور معقول وجوہ کی بنا پر اس کو یقین ہو کہ کارندے نے اس امر کا اظہار کردیا ہے[1]

(ب) دو یا دو سے زاید دیوانوں کو بغیر لائسنس اپنے پاس رکھنا خواہ ان لوگوں کے دیوانے ہونے کا علم نہ ہو[2]

---

[1] سرکار بنام ڈیوک آف لینکسٹر (۱۹۲۴) اکنگ بنچ ۳۱۱۔

[2] سرکار بنام بشب (۱۸۷۹) ۵ کوین بنچ ڈویژن ۲۵۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ج) فروخت کرنے کی غرض سے خراب گوشت اپنے قبضے میں رکھنا خواہ اس کے خراب ہونے کا علم نہ ہو۔[1]

(د) کھانے پینے کی کوئی ملونی کی چیز فروخت کرنا خواہ اس کے ایسا ہونے کا علم نہ ہو۔[2]

45 (ھ) کسی مخمور شخص کے ہاتھ شراب فروخت کرنا خواہ اس کے مخمور ہونے کا علم نہ ہوا ہو۔[3]

یہ ظاہر ہے کہ اس مجرمانہ فعل کا ارتکاب بالارادہ ہونا چاہیے[4] مثلاً یہ کہ اگر کوئی قصاب نیند کے عالم میں خراب گوشت کھول کر رکھ دے تو اس کے متعلق یہ تصور نہ کیا جائے گا وہ گوشت کھول کر رکھنے کے عمل کا مرتکب ہوا۔[5] یہ محقق ہونا چاہیے کہ وہ یہ جانتا تھا[6] کہ وہ فروخت کے لیے گوشت کھول کر رکھ رہا ہے البتہ یہ سوال غیر متعلق ہے کہ آیا وہ یہ جانتا تھا یا جان سکتا تھا کہ گوشت خراب ہے۔[7] ضرورت نیت یا علم کی ہے اس کا مجرمانہ ہونا ضروری نہیں ہے۔

---

[1] ہالس بنام کارپوریشن آف ونچسٹر (۱۹۱۰) ۲ کنگس بنچ ۴۷۱۔

[2] بٹس بنام آرم اسٹرانگ (۱۸۸۸) ۲۰ کوئنس بنچ ڈویژن ۷۱۔ کولڈر بنام رک (۱۹۰۱) ۲ کنگس بنچ ۲۹۰ لیرڈ بنام ڈوبل (۱۹۰۶) کنگس بنچ ۱۳۱ بہت زبردست ہے اس سے مقابلہ کیجیے۔ ڈربی شائر بنام ہولنسٹل (۱۸۹۷) کوئنس بنچ ۲۷۲۔

[3] کنڈی بنام لیکاک (۱۸۸۴) ۱۳ کوئنس بنچ ڈویژن ۲۰۷۔

[4] ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲ ماقبل (اصل کتاب کا)۔

[5] آر۔ ایم جیکسن کیمبرج لاجرنل نمبر ۱ صفحہ ۹۱۔

[6] ملازم کا علم مالک کا علم سمجھا جا سکتا ہے (آیندہ)۔

[7] یہ ہو سکتا ہے کہ ملزم نے کسی ایسے فعل کے ارتکاب کا ارادہ کیا ہو جس کو وہ جانتا تھا کہ ممنوع ہے یا یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی مختلف فعل کا ارادہ کیا ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانون موضوعہ کے قایم کردہ جدید جرایم کی صورتوں میں بھی بعض اوقات[1] ایک آقا اپنے ملازم کے ایسے فعل ناجایز کی بابت ذمہ دار قرار دیا گیا ہے جو اس نے آقا کی بلا اطلاع بلکہ اس کے صریحی احکام کے بالکل برخلاف انجام دیا ہو۔ اور یہ ذمہ داری ایسی صورتوں میں بھی عاید کی گئی ہے جن میں جرم کے وجود میں آنے کے لیے ایک خاص نوعیت کی نیت کا وجود ضروری ہو[2]۔ کامن لا کی جملہ معمولی خلاف ورزیوں میں ملازم کے افعال سے آقا کا قانوناً کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کی بنا پر ان افعال کی بابت اس پر کوئی فوجداری ذمہ داری عاید ہو (ٹارٹ یا معاہدے کی دیوانی نوعیت کے معاملے میں اس کی کچھ بھی ذمہ داری ہو) تاوقتیکہ اس نے خود واقعی طور پر ان افعال کے کرنے کی بابت اختیار نہ دیا ہو[3] یا ان کے ارتکاب میں مدد یا اعانت نہ کی ہو[4]۔ فوجداری ذمہ داری عاید کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ اختیار یا تو صراحتہً دیا گیا ہو یا ایک عام اختیار اس قدر وسیع

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ لیکن بلا ارادہ ایسا فعل کر بیٹھا ہو جو اسٹیٹوٹ کے ذریعے سے ممنوع ہے۔ انتہائی صورت میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اسٹیٹوٹ اس طرح مرتب کیا گیا ہو کہ ایک شخص پر ایک ایسے فعل کی بنا پر ذمہ داری عاید ہو جو اس سے بلا ارادہ سرزد ہوا ہو سرکار بنام لارنسر (۱۹۳۳) ۹۷ جسٹس آف دی پیس ۲۰۶ ملاحظہ ہو آر ایم جیکسن صفحہ ۹۲۔

[1] ڈبلو۔ ٹی۔ ایس اسٹیلی براس ۵۲ (L. Q. R.) - صفحہ ۶۴۔

[2] ماؤسل برادرس محدود بنام ال۔ این۔ ڈبلو ریلوے کمپنی ۱۹۱۷ - ۲ کنگس بنچ ۸۳۶۔

[3] دیکھیے ہارورڈ لا ریویو صفحہ ۶۸۹۔

[4] ملاحظہ ہو صفحہ ۹۸ مابعد (اصل کتاب؟) مالک کے موجود ہونے اور فہمایش نہ کرنے کے یہ معنی لیے جا سکتے ہیں کہ اس نے مدد اور اعانت کی اور چشم پوشی سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرائط کے ساتھ دیا گیا ہو کہ اس کا یہ منشا سمجھا جائے کہ اس فعل کو جرم کی حد تک پہنچ جانے کے باوجود بھی انجام دینے کی اجازت دی گئی ہے[1]۔ چنانچہ اگر کوئی ملاح ایسی لاپروائی کے ساتھ اپنی کشتی کو چلائے کہ اس سے ایک ڈونگی ڈوب جائے اور ایک کھیوا غرق ہو جائے یا کسی دواساز کی دکان کا ملازم کسی ایسی دوا میں جو وہ تیار کر کے دے بے خیالی میں زہر شامل کر دے تو اس کی اس غفلت کی وجہ سے اس کے مالک پر دیوانی ذمہ داری عاید ہو گی نہ کہ فوجداری ذمہ داری۔ 46

یہ ایک ایسا بنیادی کلیہ ہے کہ بظاہر صرف دو مثالیں ایسی ملتی ہیں جن میں کامن لا میں اس کے خلاف عمل دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی اخبار میں اخبار کا انصرام کرنے والے ملازمین کسی شخص کے متعلق مزیل حیثیت عرفی مضمون شایع کرتے تھے تو گو اخبار کے مالک نے اس کی اشاعت کی اجازت نہ دی ہو تب بھی اس پر فوجداری نیز دیوانی ذمہ داری عاید ہوتی تھی[2]، لیکن اب بھی لائبل ایکٹ ۱۸۴۳ء کے تحت اس ذمہ داری سے محفوظ رہنے کے لیے اگر مالک یہ ثابت کر دے کہ مزیل حیثیت عرفی مضمون بلا اس کی اجازت کے شایع کیا گیا ہے اور اس میں اس کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بعض اوقات یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ اُس نے اس کام کے کرنے کی اجازت دے دی۔ مورلینڈ بنام اسٹیٹ (۱۹۲۷) ۱۳۹ ایس۔ ای ۷۷۔ گاف بنام ریز (۱۹۲۹) ۴۶ (T. L. R.) صفحہ ۱۰۳ نیومن بنام اوزنگٹن (۱۹۲۹) ۹۳ (J. P.) ۴۶۔

[1] سرکار بنام ہگنس (۱۷۳۰) ہارڈ کاسل بنام بیلیی (۱۸۹۲) اکوئنس بنچ ۷۰۹۔ نیومن بنام جونس (۱۸۸۶) ۷ اکوئنس بنچ ڈویژن ۱۳۲۔

[2] سرکار بنام والٹر (۱۷۹۹) (3. Esp. 21)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے پروائی کو دخل نہ تھا تو وہ ذمہ دار نہ قرار دیا جائے گا۔ دوسری ایک غیر مربوط شکل امر باعث تکلیف عام کی ہے۔ اس میں محض ضابطے کی حد تک فوجداری کارروائی کی جاتی ہے[1] لیکن حقیقت اور اثر کے لحاظ سے اس کی نوعیت بالکل دیوانی کارروائی کی ہوتی ہے چونکہ عام طور پر اس کارروائی کا مقصد سزا دینا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ذریعے سے محض اس عمل کو روکنا مقصود ہوتا ہے۔ امر باعث تکلیف عام ایسا عمل ہے جو عامۃ الناس کے لیے زحمت یا نقصان کا موجب ہوتا ہے اور اس کے ذریعے سے ان کی اس حق میں مداخلت ہوتی ہے جو ان کو بادشاہ کی رعایا ہونے کی حیثیت سے مساوی طور پر حاصل ہیں۔ امر باعث تکلیف خاص میں چونکہ چارہ کار دیوانی ہوتا ہے اس لیے عام دیوانی کلیے کے تحت مالک اپنے ملازم کے ان افعال کا جو اس نے دوران ملازمت میں کیے ہوں ذمہ دار ہوتا ہے خواہ وہ افعال مالک کی اطلاع کے بغیر اور اس کی عام ہدایات کے خلاف کیے گئے ہوں[2]۔ اس کے برخلاف امور باعث تکلیف عام میں عموماً دیوانی نالش[3] رجوع نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ صرف فوجداری کارروائی کی جا سکتی ہے اس لیے اگر ملازم کے فعل کے متعلق مالک کی ذمہ داری کو اس بارے میں بھی اس حد تک عام نہ کر دیا جاتا جتنا کہ امر باعث تکلیف خاص میں ہے تو امر باعث تکلیف کی خفیف صورتوں سے کہیں زیادہ ان کے متعلق کافی اور 47

[1] سرکار بنام پرائس (۱۸۸۴) ۲ کونس بنچ ڈویژن ۲۴۷ و ۲۵۶ معافی کے متعلق اس کی مخصوص حیثیت (دیکھیے صفحہ ۱۶ ماقبل (اصل کتاب؟)۔

[2] مثلاً یہ کہ میرا ڈرائیور میرا ٹھیلا سڑک پر کھڑا کر کے راستہ روک دے (15 Cox. 725)۔

[3] ملاحظہ ہو سامنڈ کا ٹارٹس نواں ایڈیشن صفحہ ۲۹۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موثر دادرسی حاصل کرنے میں دشواری واقع ہوتی۔ لہٰذا اس کے لیے یہ صورت اختیار کی گئی ہے[1]۔ اس اصول کے قرین انصاف ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ چونکہ مالک نے ملازم کو ایسے کام پر لگایا جو امر باعث تکلیف بن سکتا تھا اور اس طرح خود اسی کے عمل سے ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ اس پر یہ ذمہ داری ہونا چاہیے کہ اس کے پیدا کردہ حالات کی وجہ سے واقعی طور پر کوئی مجرمانہ نتائج رونما نہ ہوں۔ لہٰذا بجائے اس کے کہ جس طرح معمولی خلاف ورزیوں کی صورت میں وہ اس وقت ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے جب کہ اس نے ملازم کو ارتکاب جرم کی اجازت دے دی ہو، امر باعث تکلیف کے معاملے میں اگر اس نے واقعاً ممانعت بھی کردی ہو تب بھی وہ ذمہ دار ہوگا۔ چونکہ اس بارے میں ذمہ داری کے ساتھ اس کو اپنے حکم ممانعت کی تعمیل بھی کرانا چاہیے تھی۔

کامن لا میں صرف ایک مثال ایسی ملتی ہے جس میں انتہائی ذمہ داری عاید کی گئی ہے لیکن مجلس وضع قوانین نے اس زمانے میں ایسی متعدد مثالوں کا اضافہ کردیا ہے۔ چنانچہ مثلاً قانون لائسنس (Licensing Act 1810) کی رو سے اگر کسی سرائے یا ہوٹل وغیرہ کے ملازمین پولیس کے ایسے سپاہی کے لیے جو اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہو[2] کھانے پینے کا سامان مہیا کریں یا یہ کہ ان حدود میں جن کے متعلق مالک نے

---

[1] سرکار بنام اسٹیفنس۔

[2] لیکن اگر ملازمین کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ فرض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہے تو ذمہ داری نہ ہوگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لائسنس حاصل کیا ہو[۱]۔ دانستہ طور پر کسی ممنوعہ کھیل کی یا قمار بازی کی اجازت دیں تو ان کے ان افعال کی بابت مالک ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔ چونکہ بقول جسٹس گروو (Grove, J.) اگر یہ اصول نہ ہوتا تو مالک اپنے بچاؤ کا ہمیشہ بندوبست رکھتے اور کبھی سزایاب نہ ہوتے۔ اسی طرح اگر ملازمین میٹراپولیٹن پولیس ایکٹ (Metropolitan Act 1839) کے برخلاف بازاری عورتوں کو ہوٹل یا سرائے میں اتاریں خواہ ان کا یہ عمل مالکوں کی صریحی ہدایات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو تب بھی ایسی صورتیں پیش آئی ہیں کہ مالک کو اس کے اس عمل پر سزا دی گئی ہے کہ اس نے دیدہ و دانستہ بازاری عورتوں کو اپنے حدود میں ملنے کی اجازت دی[۲]۔ 48
اس کے علاوہ یہاں تک ہوا ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے اس فعل کی بابت کہ اس نے کسی شے میں ملونی کر دی تھی ذمہ دار قرار دیا گیا حالانکہ ملونی کرنے والا ایک اجنبی شخص تھا اور اس کے پاس ایسا کوئی ذریعہ موجود نہ تھا کہ اس کے افعال سے اپنا تحفظ کر سکتا[۳]۔ اس قانون میں جہاں مجرمانہ علم کا وجود

---

[۱] رگبیٹ بنام ہینس (۱۸۷۶) اکوئنس بنچ ڈویژن صفحہ ۸۹ اور بانڈ بنام ایوانس (۱۸۹۰) ۲۱ کوئنس بنچ ڈویژن ۳۲۹۔ قمار بازی سے ایسی بازی مراد ہے جو رقم یا ایسی چیز کی لگائی جائے جو رقمی قیمت رکھتی ہو، خواہ جائز ہی ہو۔

[۲] ایلن بنام وائٹ ہڈ (۱۹۳۰) کنگس بنچ ۲۱۱ گریفیتس بنام اسٹوڈے بیکر محدود (۱۹۲۴) کنگس بنچ ۱۰۲ (جبکہ ملازم نے مالک کے صریحی احکام کے خلاف بغیر لائسنس موٹر سیکل چلائی تو مالک ذمہ دار قرار دیا گیا۔

[۳] پارکر بنام الڈر (۱۸۹۹) اکوئنس بنچ ڈویژن ۲۰۔ بروکس بنام میسن (۱۹۰۲) ۲ کنگس بنچ ۴۳۷ کا اماری بنام نولاتھ (۱۹۰۳) ۲ کنگس بنچ ۲۶۴ سے تقابل کیجیے تو معلوم ہوگا کہ قانون سرائے وغیرہ کے مالک کو چودہ سال سے کم عمر کے بچے کے ہاتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضروری قرار دیا گیا ہے وہاں یہ ضروری ہے کہ ملازم کو کم از کم ایسا
تجربانہ علم ہو۔ قانون فارمیسی اور سمیات ۱۹۳۳ء (The Pharmacy and
Poisons Act) میں یہ ہے کہ ملازم کے اس عمل کے خلاف کہ
اس نے ناجایز طور پر سمیات فروخت کیے جو عدالتی کارروائی
کی جائے گی اس میں (الف) اگر یہ صفائی پیش کی جائے کہ ملازم کا
وہ عمل بیرون اختیار تھا تو یہ جواب دہی مسموع نہ ہوگی اور (ب) اگر
ملازم کسی متعلقہ واقعے کا علم ہو تو یہ تصور کیا جائے گا کہ خود مالک
کو اس واقعے کا علم تھا۔ ایک ایسا قانون جس کے ذریعے سے
مطلق امتناع عاید کیا جاتا ہے اس میں بعض اوقات صفائی
کی صورتیں بھی بتلا دی جاتی ہیں چنانچہ قانون بابت زرخیز کنندگان اراضی
وچارہ مویشیان (The Fertilisers and Feeding Stuffs Act, 1926) کے
ذریعے سے ایسے دانے چارے کا فروخت کرنا یا فروخت
کے لیے رکھنا جس میں کچھ سمی اجزا ہوں جرم قرار دیا گیا ہے بجز
اس کے کہ ملزم یہ ثابت کرے کہ اس کو یہ علم نہ تھا کہ اس شے میں
سمی اجزا موجود ہیں اور نہ معقول حد تک کوشش کرنے سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ایسے برتن میں شراب فروخت کرنے پر جس پر مہر نہ لگی ہو ذمہ دار
قرار دیتا ہے خواہ اس کو نہایت سچائی کے ساتھ (لیکن غلط طور پر) یہ یقین ہو کہ
برتن پر مہر لگی ہوئی ہے۔ لیکن اگر وہ شراب، اس کے بارمین نے فروخت کی ہو
جس کو شراب فروخت کرنے کی اجازت ہو (بجز اس کے کہ یہ بارمین سرائے کی عام نگرانی
کا ذمہ دار ہو) تو قانون مالک کو ذمہ دار نہیں قرار دیتا۔ مالک یا ملازم
میں سے کسی نے بھی شراب فروخت کی ہو، اگر ان کو غلط طور پر یہ یقین ہو کہ
بچہ چودہ سال سے زاید عمر کا ہے تو وہ ذمہ دار نہ ہوں گے۔
آر۔ سی۔ ہیمٹ بنام ال سی۔ سی (۱۹۴۳) اس میں مالک محدود
کمپنی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ اس امر کو جان سکتا تھا۔ ایسے مقدمات میں منجانب استغاثہ صرف اتنا ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ ممنوعہ عمل کا ارتکاب ہوا اس کے بعد ملزم کو متذکرہ قانون صفائی پیش کرنا چاہیے۔

نیابتی ذمہ داری کی دوسری گو بالکل مختلف شکل قانون اطفال و اشخاص نوعمر ۱۹۳۳ء (Children and young Persons Act) میں ملتی ہے۔ یعنی یہ کہ جب کسی بچے یا نوعمر شخص پر کوئی جرمانہ ہرجہ یا خرچہ عاید کیا جاتا ہے تو عدالت یہ حکم دے سکتی ہے کہ والدین یا سرپرست اس رقم کو ادا کریں تاوقتیکہ وہ عدالت کو اس امر کی بابت مطمئن نہ کردیں کہ اس بچے یا نوعمر شخص کی کافی نگرانی سے غفلت برت کر وہ اس جرم کے ارتکاب کی ترغیب کا باعث نہیں ہوئے۔ 49

باوجود اس کے کہ اس زمانے میں اکثر قوانین ایسے وضع کیے گئے کہ جن کی رو سے مطلق ذمہ داری عاید ہوتی ہے لیکن جب قانون موضوعہ کی روشنی میں فوجداری خلاف ورزی کی تعریف و تعبیر کی جاتی ہے تو اب تک یہ قیاس موجود رہتا ہے کہ نیت مجرمانہ کا وجود ضروری ہے[1] جو ذمہ داری قایم ہوتی ہے اس کی نوعیت کا انحصار اس منظورہ قانون کے الفاظ پر ہوتا ہے جس کے ذریعے سے وہ معرض وجود میں آتی ہے لیکن عام طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ پرانے قوانین میں یا ان قوانین میں جو کامن لا کے جرایم پر مشتمل ہیں[2] یا جن جرایم میں شدید سزائیں مقرر کی گئی ہیں[3] ان میں یہ قیاس کہ

---

[1] بمقدمۂ محمود اصفہانی (۱۹۲۱) ۲ کنگس بنچ ۱۱۶ صفحات ۱۳۱-۳۰۔

[2] گو کہ (Begamy) کامن لا کا جرم نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ مابعد۔

[3] سرکار بنام ٹالسن (۱۸۸۹) ۲۳ کونس بنچ ڈویژن ۱۶۸ صفحات ۱۷۲-۱۷۷۔ گو کہ اس جرم کی سزا جس کا پرنس مرتکب قرار دیا گیا تھا دو سال قید سخت ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیت مجرمانہ کا وجود ضروری ہے نسبتہً زیادہ قوی ہوتا ہے۔ ان قوانین کی حد تک جو مجلس وضع قوانین نے اس زمانے میں منظور کیے ہیں عدالتوں کو نیت مجرمانہ کے سوال کو نظر انداز کرنے میں کم تامل ہوتا ہے۔ چونکہ حالیہ قوانین کے الفاظ سے ان کا منشا معین طور پر ظاہر ہو جاتا ہے اس لیے کسی امر کے متعلق جب وہ ساکت ہوں تو بہ نسبت پرانے قوانین کے ان کے سکوت سے زیادہ یقینی نتیجہ نکالنا چاہیے۔ لہذا کسی ایسے عمل سے جو کسی جدید قانون کے ذریعے سے جرم میں داخل کیا گیا ہو۔ عامۃ الناس کو اس کی سزا کی کمی پر نظر کرتے ہوئے بہت زیادہ مضرت پہنچتی ہے تب بھی اگر قانون مجرمانہ علم کے متعلق ساکت ہو تو یہ نتیجہ نکالا جائے گا کہ مجلس وضع قوانین کا منشا یہی تھا کہ معمولی مجرمانہ علم اطلاق جرم کے لیے ضروری نہیں ہے[1]

اس امر کے معلوم کرنے کے لیے کہ آیا حقیقتہً ایک قانون کے ذریعے سے متذکرہ صدر سخت تر امتناع عاید کیا گیا ہے، "اس قانون کے مقصد، اس کے الفاظ، فرض کی نوعیت، وہ شخص جس پر وہ فرض عاید کیا گیا ہے، وہ شخص جو عام حالات میں اس کی تعمیل کرے گا اور وہ شخص جو سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے" ان تمام امور پر نظر رکھنا چاہیے۔

50 اس قسم کے الفاظ جیسے "ناجایز طور" یا "بالارادہ" کے استعمال سے اس بارے میں پوری پوری مدد نہیں ملتی۔ ایسا

[1] سرکار بنام ٹالسن۔ ٹالسن کے مقدمے کے خلاف سرکار بنام اسٹاکس اینڈ وہیٹ (۱۹۲۱) ۲ کنگس بنچ ۱۱۹ سے اس آمادگی کی زیادتی کا پتا چلتا ہے جو ایک فوجداری اسٹیٹیوٹ کے سکوت کی بنا پر اختیار کی جاتی ہے۔ بہرحال ان دونوں مقدمات میں امتیاز قایم کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۶۲ مابعد (اصل کتاب؟)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کبھی نہیں ہوتا کہ جس حد کی نیت مجرمانہ کے وجود کی ضرورت ہے اس میں ان الفاظ کے ذریعے سے کوئی اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ ایک شخص کے حق میں ایک پالتو کبوتر کو ناجائز طور پر اور بالارادہ مارنے کے جرم میں سزا صادر ہوئی اور مرافعے میں اس کو بحال رکھا گیا حالانکہ اس کبوتر کے متعلق ملزم کو دیانت داری کے ساتھ یہ یقین تھا کہ ایک جنگلی پرند ہے اور دیانت داری کے ساتھ یہ خیال کرتا تھا کہ اس کو مارنے میں وہ اپنی کھیتی کے تحفظ کے حق کو استعمال کر رہا ہے[1]۔ "دانستہ طور پر" کے الفاظ کے استعمال سے اتنا ہو سکتا ہے کہ بار ثبوت بدل جائے اور بجائے اس کے خود اس ناجائز فعل سے نیت کا استنباط کیا جائے، سرکار پر یہ ذمہ داری عاید ہو جائے کہ مزید شہادت کے ذریعے سے معمولی نیت مجرمانہ کو ثابت کرے حالانکہ عام حالات میں ہم دیکھ چکے ہیں[2] کہ فعل بجائے خود نیت کے ثبوت کے لیے کافی تصور کیا جاتا ہے[3]۔

[1] کاٹورل بنام پین (۱۹۳۵) (15 T. L. R 459) جس دفعہ کے تحت یہ معاملہ لایا گیا تھا اس کے لیے دیکھیے صفحہ ۲۵۴ مابعد (اصل کتاب؟)۔

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۴۳ ماقبل (اصل کتاب؟)۔

[3] لائسنسنگ ایکٹ (Licensing Act 1910) کے ذریعے سے سرائے وغیرہ کے مالکوں کو اس امر کا امتناع کیا گیا ہے کہ وہ (۱) ایسے کانسٹبل کو جو اپنے فرایض منصبی کی بجاآوری میں مصروف ہو کوئی کھانے پینے کا سامان مہیا کریں یا (۲) جان بوجھ کر اسے اپنے یہاں قیام کرائیں۔ لیکن دونوں صورتوں میں مجرمانہ علم کا موجود ہونا ضروری ہے۔ ثانی الذکر صورت میں مستغیث پر لازم ہے کہ وہ ملزم کا علم مجرمانہ ثابت کرے اور صورت اول الذکر میں ملزم کو اس کی تردید کرنا چاہیے۔ ملاحظہ ہو —(Sherras v. de Rutzen 1895, 1 Q. B. 918 (K. S. C 32)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس شہادت میں اس قسم کے واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں مثلاً ایسے الفاظ کا استعمال جن سے جذبۂ بغض کا اظہار ہوتا ہے یا سابق میں اسی طرح کے مضرت رساں افعال کا ارتکاب ہوتا اور اس طرح یہ ثابت کیا جائے کہ اس فعل کا سوائے اتفاق یا بے توجہی یا ناواقفیت کی بنا پر سرزد ہونا قرین قیاس نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں[۱] جرم کے لیے جس مجرمانہ علم کی ضرورت ہے وہ بعض اوقات ملازم کا مجرمانہ علم بھی ہو سکتا ہے۔

ایسی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں باوجود اس کے قانون اس بارے میں ساکت ہے پھر بھی نیت مجرمانہ کے وجود کی ضرورت سمجھی گئی ہے چنانچہ زوجہ یا شوہر کی حیات میں دوبارہ شادی کرنے کے خلاف جو قانون منظور ہوا ہے[۲] اس میں گو کہ مجرمانہ فعل کو محض ان الفاظ میں مشخص کیا گیا ہے کہ "شادی شدہ ہونے کے باوجود شادی کرے" اور مجرمانہ نیت کے وجود کی بابت ساکت ہے اس کے باوجود سرکار بنام ٹالسن[۳] (۱۸۸۹) میں ججوں نے بغلبۂ آرا یہ قرار دیا کہ جب ملزم نے دوسری شادی کی اس وقت اگر اس کو سچائی کے ساتھ اور معقول وجوہ کی بنا پر یہ یقین ہو کہ اس کی پہلی بیوی مر گئی ہے تو جرم منسوبہ کے خلاف یہ اچھی صفائی ہو گی[۴] اسی طرح سرکار بنام سلیپ[۵] (۱۸۶۱ء) 51
میں ہوا۔ ایک قانون کے ذریعے سے سرکاری سامان کا جس پر

۱؎ ایلن بنام وہائٹ ہڈ صفحہ ۴۷ (اصل کتاب؟) ماقبل۔

۲؎ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۸ (اصل کتاب؟) مابعد۔

۳؎ ۲۳ کوئنس بنچ ڈویژن ۱۶۸ (K. S. C. 15)۔

۴؎ اس سے مقابلہ کیجیے سرکار بنام اسٹاکس اینڈ وہیٹ (صفحہ ۴۹ اصل کتاب؟ ماقبل)

۵؎ مقابلہ کیجیے سرکار بنام وڈرو (۱۸۴۶)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوڑے تیر کی علامت بنی ہوتی ہے کسی شخص کے قبضے میں پایا جاتا جرم قرار دیا گیا تھا لیکن مجرمانہ علم کے وجود کی بابت قانون میں کوئی ذکر نہ تھا۔ قرار دیا گیا کہ اگر اجوری کے نزدیک یہ ثابت ہو کہ گو اس کا اس سامان پر قبضہ تھا اور یہ کہ اس علامت پر مطلع ہونے کے لیے اس کے پاس معقول ذرایع موجود تھے لیکن نہ تو اس کو اس کی بابت کوئی اطلاع ہوئی اور نہ بالارادہ اس نے اس کے معلوم کرنے سے اجتناب کیا تو وہ مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ٹالسن کے مقدمے سے یہ امر ظاہر ہے کہ امر واقعہ کی غلطی کی بنا پر جو صفائی پیش کی جاتی ہے اس سے نیت مجرمانہ کے مسایل کا قریبی تعلق ہے۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے[1] معقول وجوہ کی بنا پر اگر امر واقعہ کی غلطی واقع ہو تو یہ اچھی صفائی سمجھی جا سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ شرط یہ ہے کہ اگر واقعات اسی طرح ہوتے جیسا کہ ملزم نے ان کو تصور کیا تھا تو اس صورت میں وہ بدعملی کا مرتکب نہ سمجھا جا سکتا۔ اس نوبت پر اس امر کے معین ہو جانے کی ضرورت ہے کہ بدعملی سے کیا مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ بعض غلطیاں ایسی ہیں جو موجب برأت نہ ہوں گی مثلاً یہ کہ نقب زن کو یہ نہ معلوم ہو کہ نو بج چکے ہیں، (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۶؟ کتاب ہذا)۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امر واقعہ کی غلطی کی بنا پر جو صفائی پیش کی جائے اس کے قابل پذیرائی بنانے کے لیے ملزم کو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ جس طرح واقعات اس کے تصور میں تھے ان کی بنا پر اس کی ایسی نیت نہ تھی جو جرم منسوبہ کے اعتبار سے

[1] صفحہ ۷۶ (اصل کتاب؟) مابعد۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجرمانہ نیت قرار دی جا سکے۔ چنانچہ کامن لا کے جرایم میں جن میں
اسی طرح کے نتایج کی پیش بینی ضروری ہوتی ہے اسسے یہ ثابت
کرنا چاہیے کہ اپنے عمل سے اس کو ایسے اثرات کے پیدا
ہونے کی امید نہ تھی جو اس فعل کے جرم کی حد تک پہنچنے کے لیے
ضروری ہیں۔ جن جرایم میں ایک خاص نوعیت کی نیت کا ہونا
ضروری ہوتا ہے ان میں اتنا ثابت کر دینا کافی ہے کہ اس کی
غلطی اس مخصوص قسم کی نیت کے قایم ہونے کی مانع تھی۔ لہٰذا
جن صورتوں میں قانون موضوعہ کے ذریعے سے قطعی امتناع عاید
کیا گیا ہو ان میں اگر ملزم کی جانب سے یہ عذر پیش کیا جائے کہ
واقعے کی کسی غلطی کی بنا پر اس سے وہ عمل سرزد ہوا تو یہ مسموع
نہ ہوگا البتہ یہ عذر کہ محض سوئے اتفاق سے اس عمل کا ارتکاب
ہو گیا نسبتہً زیادہ کامیاب ہوگا۔ اس امر کے جانچنے کے لیے کہ
آیا فلاں فعل میں بدعملی کا عنصر موجود ہے یا نہیں دوسرے
اور معیار بھی تجویز کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں (الف) ملزم کو یہ
ثابت کرنا چاہیے کہ واقعات جس طرح اس کے تصور میں تھے
ان کے اعتبار سے وہ (جرم منسوبہ کے علاوہ بھی) قطعاً کسی قسم کے
جرم کا مرتکب نہیں ہوا۔ (ب) ملزم پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت
52 کرے کہ اس کے مفروضہ واقعات کے تحت اس نے کسی
ایسے فعل کا ارتکاب بھی نہیں کیا جو دیوانی قانون کے اعتبار
سے ناجایز ہو (ج) ملزم پر لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ
اس کے مفروضہ واقعات کے تحت اس نے کسی ایسے
فعل کا بھی ارتکاب نہیں کیا جو اخلاقاً برا ہو۔ متذکرۂ صدر
جملہ معیار خلاف اصول معلوم ہوتے ہیں۔ اور تقریباً
کلیتہً ججوں کی اس رائے پر مبنی ہیں جو انھوں نے
مشہور و معروف مقدمۂ سرکار بنام پرنس ۱۸۷۵ء میں ظاہر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تھی[۱]۔ پرنس نے ایک سولہ سال سے کم عمر لڑکی کو اس کے باپ کے گھر سے بھگایا تھا۔ لیکن کافی وجوہ کی بنا پر اس کو یقین تھا کہ اس کی عمر اٹھارہ سال ہے (اور اس صورت میں لڑکی کو بھگا لے جانا کوئی جرم نہ ہوتا) کسی ناکتخدا لڑکی کو جس کی عمر سولہ سال سے کم ہو ناجایز طور پر ولایت جایز سے بلا رضامندی اس کے ولی کے لے جانا جرم ہے۔ پرنس سزایاب ہوا[۲]۔ جسٹس برٹ نے (جو بعد میں لارڈ ایشر ہو گئے تھے) یہ قرار دیا کہ اس امر کا ثابت کرنا ضروری تھا کہ ملزم نے دانستہ طور پر ایسے افعال کیے جو کسی جرم میں داخل تھے۔ جسٹس بریمول کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ اتنا ثابت کرنا کافی تھا کہ ملزم نے اخلاقی حیثیت سے ایک برا فعل کیا۔ جسٹس ڈنمان نے یہ رائے ظاہر کی کہ ملزم اس بنا پر مستوجب سزا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی کو باپ کی حفاظت سے نکال لے گیا اور دانستہ طور پر ایک دیوانی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا۔ لیکن بہرحال معلوم یہ ہوتا ہے کہ پرنس کے سزایاب ہونے کا سبب محض یہ تھا کہ وہ ایسے فعل کا مرتکب ہوا جس کی قانون موضوعہ کے ذریعے سے ممانعت کی گئی تھی[۳]۔ سرکار بنام ماگھن (۱۹۳۴ء)[۴] میں یہ صفائی پیش کی گئی کہ ملزم کو لڑکی کے زاید از سولہ سال ہونے کے متعلق معقول وجوہ سے یقین تھا لیکن

---

۱ (2, C. C. R. 154 (K. S. C. 21)

۲ اس مقدمے پر تفصیلی تبصرے کے لیے دیکھیے جے۔ ڈبلو۔ سی ٹرنر صفحہ ۴۶۔ آر۔ ایم جیکسن صفحہ ۸۶ اور ڈبلو۔ ٹی۔ ایس اسٹیلی براس۔

۳ خصوصیت سے جسٹس بلیک برن کا فیصلہ دیکھیے۔ ان کے فیصلے سے نو دیگر ججوں نے اتفاق کیا ہے (2 C. C. R. P. 170)۔

۴ (24 Cr. App. R, 130. (K. S. C. 547)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ صفائی اس الزام کی بنا پر مسترد کر دی گئی کہ ملزم نے سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کی عفت میں خلل ڈالا تھا۔[1] کورٹ آف کریمینل اپیل (عدالت مرافعۂ فوجداری) نے یہ قرار دیا کہ سرکار بنام پرنس کی طرح وہ فعل ایک قانون موضوعہ کے ذریعے سے قطعاً ممنوع تھا اور وہ شخص جو اس فعل کا مرتکب ہوا اس نے خود اس قانون کی
58 خلاف ورزی کرنے کے خطرے میں مبتلا کیا۔[2] عدالت اپنا فیصلہ اس پر مبنی کر سکتی تھی کہ اگر واقعات وہی ہوتے جو اس نے تصور کیے تھے تب بھی ماگھن نے ایک خلاف اخلاق فعل کیا، لیکن اس کی بجائے اس نے اس رائے کو ترجیح دی کہ سرکار بنام پرنس اس فعل کے قانون موضوعہ کے ذریعے سے مطلقاً ممنوع ہونے کی بنا پر اس طرح فیصل کیا گیا تھا۔ لہذا نیت مجرمانہ پر جرم منسوبہ کی روشنی میں غور کرنا چاہیے نہ کہ عام طور پر اس کے مجرمانہ ناجایز یا

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۲ (اصل کتاب؟)۔

[2] اگر سرکار بنام پرنس کا فیصلہ واقعاً اسی بنا پر ہوا ہے تو سرکار بنام ہیبرٹ (۱۸۶۹) (I. C. C. R. 184) غلط طور پر فیصل کیا گیا کیونکہ اس مقدمے میں اسی قسم کا الزام تھا اور ملزم اس وجہ سے بری کیا گیا تھا کہ اس کو یہ نہ معلوم تھا اور نہ کسی طور پر اس کو معلوم ہو سکتا تھا کہ لڑکی کسی شخص کی ولایت جایز میں ہے۔ سرکار بنام گوون (۱۸۶۲) میں جسٹس ہارٹن نے گو کہ ملزم کے طرز عمل کو بہت زیادہ بداخلاقی پر مبنی" قرار دیا لیکن اس کو بری کر دیا۔ سرکار بنام ہیبرٹ کے فیصلے کو اس صورت میں صحیح سمجھا جا سکتا تھا جب واقعے کی غلطی کی صفائی میں پیش ہونے کی صورت میں مستغیث پر یہ لازم ہوتا کہ وہ یہ ثابت کرے کہ ملزم جانتا تھا کہ وہ ناجایز طور پر عمل کر رہا ہے۔ گو کہ اس مقدمے کا سرکار بنام پرنس اور سرکار بنام ماگھن دونوں کے استدلال کے دوران میں ذکر کیا گیا ہے لیکن واضح طور پر اس فیصلے کی تردید و تنسیخ عمل میں نہیں آئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا خلاف اخلاق فعل ہونے کی حیثیت سے۔

نوٹ:- پرنس کے مقدمے کے متعلق خود پروفیسر کیتی نے جو تبصرہ کیا ہے اس کو اس مقام پر شامل کرنے سے طالب علم کو سہولت ہوگی۔

"ہم دیکھ چکے ہیں کہ گو مجرم خاص اس فعل کے ارتکاب کا قصد نہ رکھتا ہو جو اس سے واقعاً سرزد ہوا پھر بھی اس پر فوجداری ذمہ داری عاید ہو سکے گی۔ اتنی بات کافی ہے کہ اس کی نیت کسی ایک جرم کے ارتکاب کی ہو وہ خواہ کوئی بھی جرم ہو، بلکہ کسی ایسے فعل کے ارتکاب کا ہی قصد ہو جو محض خلاف قانون ہو، جرم نہ بھی ہو لیکن اس سے بڑھ کر اب یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا انگریزی قانون اس سے ایک قدم اور آگے نہیں جاتا اور مجرمانہ نیت کی اس سے بھی خفیف تر شکل کو یعنی کسی ایسے فعل کے ارتکاب کی نیت کو جو دیانت کے مسلمہ اصول کے خلاف ہو اور قطعاً خلاف قانون نہ ہو کافی تصور کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس مسئلے پر سرکار بنام پرنس میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے اس لیے طالب علم کو نہایت توجہ کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پرنس ایک سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کو اس کے باپ کے پاس سے بھگا کر لے گیا تھا لیکن اس کو (کافی وجوہ کی بنا پر) یہ یقین تھا کہ لڑکی کی عمر اٹھارہ سال ہے (اس صورت میں یہ فعل جرم میں داخل نہ ہوتا) جسٹس بریٹ کی (جو بعد میں لارڈ ایشر ہو گئے تھے) یہ رائے تھی کہ نیت کے مجرمانہ ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی جرم کے ارتکاب کا ارادہ ہو۔ عدالت کے بقیہ اراکین (پندرہ جج) نے بہرکیف یہ قرار دیا کہ جس خاص قانون کے تحت ملزم ماخوذ ہے 54

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے الفاظ کی یہ تعبیر نہیں کی جا سکتی کہ اگر ملزم کو علم نہ ہو یا یہ تصور کرنے کے اس کے پاس کافی وجوہ نہ ہوں کہ وہ کسی جرم کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس کو معافی دی جائے۔ علاوہ ازیں اس خاص قانون سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی اکثر (یا غالباً تمام) اراکین نے فوجداری ذمہ داری کے اصول کے متعلق لارڈ ایلشر سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی متفقہ طور پر یہ رائے تھی کہ کسی ایسے عمل کے ارادے سے جو قانوناً ناجایز ہو حتیٰ یہ کہ محض دیوانی خلاف ورزی ہی ہو (جرم نہ بھی ہو) تب بھی نیت مجرمانہ کا وجود متصور ہوگا۔ حقیقۃً بریمول نے جو فیصلہ صادر کیا تھا اس میں منجملہ پندرہ اراکین کے آٹھ اراکین نے صاف طور پر ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے اور ایک تیسرا نقطۂ نظر پیش کیا ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی فعل فوجداری اور دیوانی دونوں حیثیتوں سے بالکل جایز ہو لیکن اخلاقاً برا ہو تب بھی یہ تصور کیا جائے گا کہ مطلوبہ نیت مجرمانہ موجود تھی۔ اگر اس رائے کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ نیت کا اصول صرف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی فعل کرے اور اس کے نزدیک وہ فعل خلاف اخلاق ہو تو اس کو یہ اندیشہ رہنا چاہیے کہ اگر کچھ غیر متوقعہ حالات پیش آجائیں تو وہ فعل جرم میں داخل ہو جائے گا۔ یہ تیسرا نقطۂ نظر نہایت مستند ہے چوں کہ ججوں کی اتنی بڑی تعداد نے اس کو اختیار کیا ہے اور مشاہیر مصنفین نے اس کی تائید کی ہے۔ لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اس کی حیثیت محض ایک ضمنی رائے کی تھی اور اس خاص مرافعے کی حد تک وہ بالکل غیر ضروری تھی چونکہ اس مرافعے میں جو واقعات اس ملزم کے علم میں تھے ان کی وجہ سے اس کا عمل نہ صرف خلاف اخلاق ہی تھا بلکہ خلاف قانون بھی تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۴

55

ذمہ داری سے استثنے کی صورتیں

ہم نے دیکھا کہ فوجداری خلاف ورزی میں نیت کے عنصر کا کسی نہ کسی شکل میں موجود رہنا ضروری ہے۔ اگر یہ عنصر غایب ہو تو کسی فعل کے محض ارتکاب سے کسی قسم کی فوجداری ذمہ داری نہیں پیدا ہوتی جس طرح مرض کے دوران میں مریض کے اعضا کی غیر اختیاری جنبش سے اگر کسی شخص کے چوٹ آجائے تو ظاہر ہے کہ مریض پر کوئی ذمہ داری نہیں عاید ہوتی۔

بلیکسٹن نے ان مختلف حالات کی درجہ بندی کی ہے جن میں قانونی نقطۂ نظر سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فاسد ارادے کا دخل نہیں ہوتا۔[1] اس درجہ بندی میں گو کہ اصولاً بعض نفسیاتی نقایص

---

[1] بلیکسٹن کی شرح ۲۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موجود ہیں لیکن اس سے طبیعتیں اتنی مانوس ہو گئی ہیں کہ اسی کو برقرار رکھنے میں زیادہ سہولت ہو گی۔ مستثنیٰ حالات کی تین اشکال جو انھوں نے پیش کی ہیں خاص طور پر توجہ کی مستحق ہیں:-

۱- جب کوئی بھی ارادہ موجود نہ ہو۔

۲- جب ارادہ اس فعل سے متعلق نہ ہو۔

۳- جب ارادہ جبر کی وجہ سے مغلوب ہو جائے۔

۱- جب کوئی ارادہ موجود نہ ہو۔ (آسٹن کی کتاب اصول قانون کا مطالعہ کرنے والوں کو یہ ملحوظ رہنا چاہیے بلیکسٹن کے "ارادے" (Will) کا مفہوم آسٹن کے "ارادے" (Will) کے مفہوم سے بالکل مختلف ہے بلیکسٹن کا "ارادہ" یعنی "مرضی" (Volition) کی صاف طور پر تعریف بھی نہیں کی جا سکتی لیکن ایک حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آسٹن کے "قصد" (Intention) کا ہم معنی ہے[1]) حسب ذیل وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ایسا ہو سکتا ہے کہ فعل کے ساتھ ارادے کا وجود نہ ہو:-

(۱) طفولیت

سب سے زیادہ عام سبب جس کی بنا پر سماج کا ہر رکن اپنی
56 زندگی کے کچھ حصے تک فوجداری ذمہ داری سے بری رہتا ہے وہ طفولیت ہے۔ قانون فوجداری نے اطفال کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا ہے:-

(۱) وہ اطفال جن کی عمر آٹھ سال[2] سے کم ہو۔ یہ ایک

---

[1] آسٹن لکچر ۱۹ (Analysis of Criminal Liability) مصنفہ کلارک صفحہ ۴۷۔

[2] (Children and young Persons Act 1933) کے تحت عدم ذمہ داری کی عمر سات سال سے (جس طرح کامن لا میں تھی) آٹھ سال کر دی گئی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قطعی قیاس ہے کہ اتنی کم عمر کے بچے قابل ارتکاب جرم نہیں ہو سکتے[1]۔ لہٰذا وہ کسی فعل کا بھی ارتکاب کریں عدالت فوجداری ان کو مستوجب سزا نہیں قرار دے سکتی۔ چنانچہ ایک ایسے شش سالہ بچے نے جسے ایک جرم کے ارتکاب کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا تھا گرفتار کنندہ سے ہرجہ وصول کیا[2]۔ لیکن اگر والدین اپنے بچوں کو خانگی طور پر سزا دیں تو یہ خلاف قانون نہیں ہے بشرطیکہ وہ اتنے بڑے ہو گئے ہوں کہ سزا کو سمجھ سکیں[3]۔

(ii) وہ بچے جن کی عمر آٹھ اور چودہ[4] سال کے درمیان ہو۔ اس عمر میں بھی اطفال کے متعلق یہی قیاس ہوتا ہے کہ وہ ارتکاب جرم کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن یہ قیاس قطعی نہیں ہے اور شہادت سے اس کی تردید کی جا سکتی ہے تاہم برخلاف بالغ لوگوں کے معاملے کے یہ اگر محض مجرمانہ فعل کا ارتکاب کریں تو اس سے ان کے فاسد ارادے کا بادی النظری ثبوت فراہم نہ ہوگا۔ چودہ سال سے کم عمر کے بچے کے بے قصور ہونے کا قیاس اتنا قوی ہے کہ اس کو مجرم قرار دلانے کے لیے دماغی حالت کا بہت واضح ثبوت بہم پہنچانا ضروری ہے جو ری جو ایسے طفل کے

---

[1] ایک نامحسن تمثیل کے ذریعے سے چیف جسٹس پریسات نے ان کے متعلق کہا ہے کہ "جیسے بیل یا کتا کسی شخص کو ضرر پہنچائے۔

[2] (Marsh V. Loader (1863), 14 C. B. (N. S.) 535)۔

[3] (Reg V. Griffin (1869), II Cox 402)۔

[4] جدید قانون سازی میں چودہ سال کی عمر تک 'بچہ' (Child) چودہ سے سترہ سال کی عمر تک 'نوجوان' (Young Person) اور سترہ سے اکیس سال کی عمر تک 'غیر مراہق بالغ' (Juvenile adult) کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ایجوکیشن ایکٹ سنہ ۱۹۲۱ء دفعہ (۱۷۰) میں 'بچہ' (Child) کے کسی قدر مختلف معنی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقدمے کی سماعت کرتی ہے اس کے یہ امر ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ
قاسد نیت کے موجود ہونے کی بابت خاص طور سے ثبوت کی
ضرورت ہے اور ان سے صرف معمولی سوال "کیا اس شخص نے
یہ کام کیا ہے"؟ نہیں کیا جاتا بلکہ ایک مزید سوال بھی کیا جاتا ہے کہ
"کیا اس کو یہ مجرمانہ احساس تھا کہ وہ غلطی کر رہا ہے"؟ چودہ سال سے
57 کم عمر کا لڑکا زنا بالجبر یا دوسرے جنسی جرایم کا مجرم نہیں قرار پا سکتا۔
بالغ اشخاص کے معاملے میں مطلوبہ فاسد نیت مختلف جرایم
میں مختلف ہوتی ہے لیکن جب ملزم "طفل" ہو تو جن جرایم میں
ذمہ داری مطلق عاید ہوتی ہے ان میں بھی غالباً مجنون اشخاص
کے معاملے کی طرح) اس امر کا ثبوت بہم پہنچانا لازم ہے کہ اس کو
اس بات کا علم تھا کہ وہ ناجایز فعل کا ارتکاب کر رہا ہے۔

اس مجرمانہ علم کا ثبوت اس امر سے دیا جا سکتا ہے کہ ملزم سابق
میں کسی جرم میں ماخوذ ہوا تھا یا خود موجودہ جرم کے حالات سے
بھی یہ ثبوت بہم پہنچایا جا سکتا ہے، کیوں کہ ممکن ہے کہ انھی
حالات سے فاسد اور شرارت آمیز ذہنیت کا ثبوت مل جائے۔
چنانچہ سنہ ۱۶۲۹ء میں ایک ہشت سالہ لڑکے کو غلے کے دو گوداموں
میں آگ لگانے کی پاداش میں پھانسی دی گئی چونکہ اس کے عمل
سے معلوم ہوتا تھا کہ اس لڑکے میں کینہ، خواہش انتقام، مکاری
اور چالاکی موجود تھی[۲]۔

---

[۱] (Rex v. Tatam 1921) 15 Cr. App. R. 132)۔

[۲] (1 Hale P. C. 25.) میکائیل ہیمنڈ اور اس کی بہن کو جن کی عمریں سات برس اور گیارہ برس کی تھیں سنہ ۱۸۰۸ء میں بمقام لن جرم کبیر کے ارتکاب کی وجہ سے پھانسی دی گئی (Richarel's King's Lynn, P. 888) سنہ ۱۸۲۸ء میں نیو جرسی میں ایک ساڑھے بارہ سال کے لڑکی کو پھانسی دی گئی (18 American Decislons 404)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(iii) وہ اطفال جن کی عمر چودہ سال اور اکیس سال کے درمیان ہو۔

ایک لڑکے میں اس سے بہت پہلے کہ اس میں دور اندیشی یا ہوشمندی کے ساتھ اپنے ارادے کو قایم کرنا آئے نیک و بد کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے لہذا چودہ سال کی عمر میں ایک نابالغ پوری پوری فوجداری ذمہ داری عاید ہو سکتی ہے لیکن کسی طفل کو جس کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہو سزائے موت نہیں دی جاسکتی اور ایک طفل کو جس کی عمر سترہ سال سے کم ہو اس پر عوارض تعزیری[1] عاید نہیں کیے جا سکتے اور نہ اس کو قید کا حکم دیا جا سکتا ہے (بجز اس کے کہ وہ بہت شورہ پشت ہو) اور نہ کوئی طفل جس کی عمر چودہ سال سے کم ہو کسی حالت میں قید کیا جا سکتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس کو اس ممنوعہ سزا کی بجائے کسی ریاتڈ گھر میں محض نظر بند کیا جاتا ہے یا قتل انسان، اقدام قتل عمد، یا ضرر شدید پہنچانے کی نیت سے زخمی کرنے کی صورت میں ایسی مدت تک روک رکھا جاتا ہے جس کا عدالت حکم دے اور ایسے شخص سے قتل عمد کا ارتکاب ہونے کی صورت میں مطابق منشائے شاہی بموجب ہدایت ہوم سکریٹری[2] کسی مقام پر روک رکھا جاتا ہے۔

(۲) فتور عقل[3]

58 "ارادے" کا فقدان عقل کی محض فطری اور ناگزیر عدم پختگی

---

[1] جس ملزم پر عوارض تعزیری (Penal Servitude) عاید کیے جائیں وہ برخلاف عام قیدیوں کے بعض خاص ضمانتوں اور شرایط کے تحت، رہا بھی کیا جا سکتا ہے۔

[2] (Children and young persons Act 1933)۔

[3] (Stephen, History of Criminal Law, II, 124–186)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا جس پر ہم اب تک بحث کرتے رہے بلکہ دماغ کی بے اعتدالی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ یہ بے اعتدالی خواہ بخار کی وجہ سے عارضی سرسام کی بنا پر ہو یا مستقل جنون کی بنا پر ہو۔

انگریزی قانون نے اس زمانے میں بھی جب کہ وہ بہت زیادہ شدت پر مایل تھا[۱] اس امر کو تسلیم کیا کہ فتور عقل کی صفائی پیش کی جاسکتی ہے لیکن تاہم اس قانون نے یہ کبھی نہیں قرار دیا (جیسا کہ عوام الناس غلطی سے سمجھتے ہیں[۲]) کہ ہر قسم کا فتور عقل اس امر کے لیے کافی ہے کہ فاتر العقل فوجداری ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار پا جائے[۳]۔ حقیقۃً صرف مخصوص نوعیت کا فتور عقل استثنیٰ کا باعث ہوتا ہے[۴]۔ کیوں کہ عام طور پر دیوانے نے معمولی محرکات مثلاً سزا کے خوف وغیرہ سے متاثر ہوتے ہیں[۵] اور

---

[۱] دیکھیے: (Kentish Eyte) بابتہ ۱۸۱۲ء سلڈن موسیائٹی نمبر (۱۸) فاتر العقل اور مستقل لیکن نذر بنائے غیبت مجرا ہو۔

[۲] لیکن اگر ایسا خیال کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ فوجداری قانون کا نفاذ کرنے والے بغیر قطب نما اور ستاروں کی مدد کے ایک بحر ناپیدا کنار میں بہہ جائیں گے (لارڈ چیف جسٹس ہیوارٹ)۔

[۳] چنانچہ ایک شخص اس مجنونانہ مغالطے میں مبتلا تھا کہ اس کی زوجہ نے الف اور ب اور ج کے ساتھ زنا کرایا ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ اس نے د کو قتل کر ڈالا تھا اس کو سزائے موت دی گئی۔

[۴] دیوانی معاملات کی بھی یہی صورت ہے۔ ایک شخص جو اپنا کاروبار سمجھداری کے ساتھ چلاتا تھا اس کی وصیت کو قابل نفاذ قرار دیا گیا حالانکہ اس کے دماغ میں اس حد تک فتور تھا کہ اس کو اس بات کا یقین تھا کہ اس کے درختوں میں مگرمچھ بھرے ہیں اور ان درختوں کی پتیاں چڑیاں ہیں۔ (14 ch. D. 674)

[۵] مجنون قیدی جب کسی محافظ محبس کو مارتے اور ان سے باز پرس ہوتی تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی وجہ سے وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے جرایم کے منصوبے جماتے ہیں اور ایسے ذرایع اختیار کرتے ہیں کہ ان کا سراغ نہ ملنے پائے۔

مختلف ممالک میں سال ہا سال دیوانوں کا بغور مشاہدہ کیا گیا اور اس سے ان کی دماغی کیفیات روشنی میں آئے اور اب یہ امر مسلم ہو گیا ہے کہ دنیا ایسے کج رو مردوں اور عورتوں سے بھری پڑی ہے جن میں فتور عقل کا شائبہ موجود ہے لیکن پھر بھی وہ اغلبی معمولی امیدوں اور خطروں سے آسانی کے ساتھ متاثر ہوتے ہیں جو ایک اوسط درجے کے آدمی کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ 59
ایسے لوگوں کو اگر فوجداری سزا کے خوف سے آزاد کر دیا جائے تو صرف اتنا ہی نہ ہوگا کہ جرم کے متعلق جو ہمارا اصول ہے اس کی معقولیت میں فرق آئے گا اور یہ امر اس کے منطقی نتایج کے مغایر ہوگا بلکہ اس سے ان کے تمام ہمسایوں کی جان و مال واقعی طور پر خطرے میں پڑ جائے گی۔ جب فتور عقل ایسی نوعیت کا ہو تو وہ صاف طور پر اس کلیے کے تحت آجاتا ہے جو "بین" نے فوجداری قانون کے وضع کرنے کی بابت پیش کیا ہے[1]

"اگر صاحب احساس لوگوں کے افعال پر قیود عاید کرنا قرین مصلحت ہے اور تکلیف کا خوف اس طرح کے عمل کو روکنے میں موثر ثابت ہوتا ہے تو سزا کی ضرورت ثابت ہے"۔

اسی وجہ سے ہمارے فوجداری قانون[2] نے فاتر العقل اشخاص کو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ بعض اوقات کہتے کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتے میں مجنون ہوں (Thirty year's Experiences of a Medical Officer) مصنفہ ڈاکٹر جان کیمپ بل صفحہ ۹۲)۔

[1] (Mental and Moral Science p. 404) -

[2] لیکن مجموعی حیثیت سے فتور عقل کے بارے میں انگریزی قانون خاصا پیچیدہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو طبقوں میں تقسیم کیا ہے:-

(الف) وہ طبقہ جس پر قانون فوجداری کی تہدیدات اور امتناعات کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس وجہ سے جس پر اس کی سزاؤں کا عاید کرنا غیر ضروری بے رحمی ہے۔

(ب) وہ اشخاص جن کے فتور عقل کی نوعیت بس اتنی ہے کہ بقول لارڈ ڈیرمیول[1] "اگر پولیس کا جوان ان کے قریب موجود ہوتا تو وہ اپنی دیوانگی پر عمل نہ کرتے" لیکن سوال یہ ہے کہ ان دو طبقات میں خط تقسیم کہاں کھینچا جائے۔ یہ ایسا سوال ہے جس کے متعلق قانون میں اہم گو تدریجی تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور اب بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے کوئی قطعی یا کاملاً مستقل شکل اختیار کر لی ہے۔ دو سال قبل یہ نظریہ رائج تھا کہ کسی مجنون کو اس وقت تک بغیر سزا کے نہ چھوڑا جائے جب تک کہ اس میں فہم و حافظہ اس حد تک مفقود نہ ہو کہ وہ ایک جنگلی جانور کی طرح یہ بھی نہ جانتا ہو کہ اس سے کیا فعل سرزد ہو رہا ہے۔ لیکن ہیڈ فیلڈ کی صفائی میں ارسکائن (Erskine) کی یادگار تقریر کے بعد ایک زیادہ معقول نظریہ رائج ہو گیا ہے۔ اس نظریے کی رو سے معیار یہ ہے کہ جس مجرمانہ فعل کا ارتکاب عمل میں آیا ہے اس کی حد تک یہ دیکھا جائے کہ ملزم کو برے بھلے میں امتیاز تھا یا نہیں۔

60 یہ جدید نظریہ ایسا معین و مستند ہو گیا ہے کہ کامن لا کے کسی دوسرے اصول کو یہ بات کم حاصل ہوئی ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس مسئلے کے متعلق ۱۸۴۳ء میں دارالامرا نے ججوں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ "اس میں جرائم معاہدات و صلاۃ دارالمجانین کے داخلے اور دیگر امور کے لحاظ سے تقریباً آٹھ مختلف معیاروں پر عمل کیا جاتا ہے (جسٹس میک کارڈی)۔

[1] (1800), 27 St. Tr. 1281) -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھ سوالات کیے تھے۔ ججوں نے ان سوالات کے جوابات دیے۔ ان جوابات سے ایک ملخص اصولی نوعیت کا حاصل ہوگیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص ڈینیل میکناٹن (Danial Mc Naughton)[1] نے ایک دوسرے شخص کو جس کا نام مسٹر ڈرامنڈ (Mr Drummond) تھا قتل کر دیا۔ مقتول سر رابرٹ پیل کا پرائیوٹ سکریٹری تھا اور قاتل نے اس کو سر رابرٹ پیل سمجھ کر قتل کر ڈالا تھا۔ میکناٹن کو فتور عقل کی بنا پر بری کر دیا گیا۔ اس برأت سے ایسی عام ناراضگی اور بےچینی پیدا ہوئی کہ دار الامرا میں یہ مسئلہ موضوع بحث بن گیا (حالاں کہ یہ مقدمہ عدالتی حیثیت سے اس مجلس کے سامنے نہیں آیا۔) مباحثے کے نتیجے کے طور پر امرا نے ججوں کے پاس ایسے اشخاص کی نسبت جن پر جنون کے دورے ہوتے ہیں کچھ اصولی سوالات بھیجے۔ ججوں کے جوابات کا خلاصہ اس طرح پیش کیا جا سکتا ہے۔

(۱) ہر شخص کے متعلق قیاس یہ کیا جائے گا[2] کہ وہ صحیح العقل ہے اور اس میں اس حد تک شعور موجود ہے کہ وہ اپنے جرائم کا ذمہ دار قرار دیا جائے بجز اس کے کہ اس کے خلاف ثابت کیا جائے اور جوری کو اس پر اطمینان ہو جائے۔

(۲) فتور عقل کی صفائی اس وقت تک قابل تسلیم نہ ہوگی جب تک کہ وضاحت کے ساتھ یہ نہ ثابت کیا جائے کہ اس فعل کے ارتکاب کے وقت ملزم دماغی مرض کی وجہ سے عقل کی ایسی خرابی میں مبتلا تھا کہ جس فعل کا اس سے ارتکاب ہوا

---

[1] اس نام کو مختلف طریقوں سے لکھا گیا ہے۔

[2] (Reg. V. Mc Naughton (1843), 1. cl. and F. 200; (K. S. C, 43)

[3] ملاحظہ ہو باب ۲۴ مابعد۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کی نوعیت و ماہیت[1] کو نہ سمجھ سکتا تھا یا (اگر وہ اس سے واقف تھا) یہ نہ سمجھ سکتا تھا[2] کہ اس کا وہ فعل اخلاقاً قبیح ہے[3]۔

61 (۳) ملزم اس فعل کے عدم جواز کو سمجھتا تھا یا نہیں اس کے متعلق جج بیان کرتے ہیں کہ "اگر ملزم یہ سمجھتا تھا کہ وہ فعل ایسا ہے کہ اس کو نہ کرنا چاہیے[4] اور وہ فعل قانون ملک کے بھی خلاف ہو تو

---

[1] یہ دونوں الفاظ محض مترادف ہیں (گو کہ طبی شہادتوں میں ان کو مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے) یہ ایک فعل کی اخلاقی نوعیت کے برخلاف اس کی جسمانی نوعیت کو ظاہر کرتے ہیں (12 Cr. App. R. 27) مثلاً ایک فاتر العقل شخص نے اس تصور میں ایک عورت کا گلا کاٹا کہ وہ ڈبل روٹی کاٹ رہا ہے۔

[2] اسٹیفن کا خیال ہے کہ "دلجمعی اور ہوشمندی" کے ساتھ اس فعل کے ناجایز سمجھنے کی ناقابلیت اس بات کا علم رکھنے کی تردید کے لیے کافی ہے۔

[3] جیسے مثلاً ہیڈ فیلڈ کی طرح اس کا یہ تصور ہو کہ اس کو خدا کا یہ حکم ہے کہ وہ قتل کرے۔

[4] اس موقع پر "نہ کرنا چاہیے" کے مفہوم کے بارے میں یہ قرار دیا گیا تھا (Rex V. Codere (1916), 12 Cr. App. R. 21, 27) کہ اس سے مراد ایسا ناجایز فعل ہے جو ایک معقول آدمی کے معمولی معیار کے مطابق ناجایز ہو۔ اور اگر اس کو یہ علم ہو (قیاس قانونی کے تحت نہیں بلکہ واقعاً) کہ وہ فعل قانوناً ناجایز ہے تو گو کہ ان خفیف مقدمات میں تو ہمیشہ نہیں جو سرسری مقدمات کا اختیار سماعت رکھنے والی عدالتوں کے روبرو پیش ہوتے ہیں البتہ سنگین جرایم میں یہ تصور کرنا لازمی ہے کہ وہ یہ جانتا تھا کہ وہ امر اس کے معمولی معیار اخلاق کے لحاظ سے ناجایز ہے۔ سرکار بنام پینک (C. C. C. May, 21, 1919) میں مجنون قیدی دو مغالطوں میں مبتلا تھا (۱) کہ اس کی سالی زنا کرنا چاہتی ہے اور (۲) لہٰذا اس کا یہ فرض ہے کہ اس کے انتقام میں اس کو قتل کرے۔ جسٹس ڈارلنگ نے جوری کو ان الفاظ میں ہدایت دی کہ "وہ اپنے فعل کی نوعیت و ماہیت پر مطلع تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ وہ گولی چلا رہا ہے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی حالت میں وہ سزا کا مستحق ہے" لہذا معیار یہ ہے کہ آیا خاص اس فعل کے مدنظر ملزم کو بُرے بھلے کی تمیز تھی یا نہیں، نہ کہ عام حالت کے لحاظ سے جیسا کہ پہلے سمجھا جاتا تھا۔

(۴) جب کوئی ایسا شخص کسی مجرمانہ فعل کا مرتکب ہو جو اپنے گرد و پیش کے حالات کے متعلق مجنونانہ مغالطے میں مبتلا ہو اور جس کی وجہ سے وہ اس فعل کی اصل ماہیت کے سمجھنے پر قادر نہ ہو تو اس پر اسی حد تک ذمہ داری عاید ہوگی جتنی کہ اس کے توہمات کے مطابق واقع ہونے کی حالت میں ہوتی مثلاً یہ کہ وہ (خود) ایک سرکاری جلاد ہے اور عدالت کے حکم کا جایز طور پر نفاذ کر رہا ہے یا اس کے برخلاف یہ تصور ہو کہ مقتول نے اس کو تاش کھیلتے وقت دھوکا دیا تھا۔

مزید براں مجنونانہ مغالطے کی بنا پر جو صفائی پیش کی جائے اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فعل براہ راست مغالطے سے مربوط ہو۔ اس کی ایک مثال اسکاٹ لینڈ کے ایک واقعے سے دی جا سکتی ہے (جو فتور عقل کی وجہ سے نہیں بلکہ نیند کے غلبے کی وجہ سے ہوا) کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ کسی وحشی جانور سے لڑ رہا ہے اور اپنے شیر خوار بچے کو مار ڈالا[۱]۔ اس کے برخلاف ایک فاتر العقل شخص کو مغالطہ تو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اور یہ کہ گولی چلانے کے اس فعل سے وہ مر جائے گی۔ لیکن کیا وہ یہ بھی جانتا تھا کہ وہ کسی ناجایز فعل کا ارتکاب کر رہا ہے۔ ؟ اگر وہ اتنا سمجھتا ہو کہ اس کا وہ فعل معمولی حالات میں ناجایز ہوگا تو یہ صفائی قابل تسلیم نہیں ہے کہ اس کا یہ خیال تھا کہ اس خاص صورت کے خاص حالات کی وجہ سے اس کا اس فعل کو انجام دینا مناسب ہوگا" وہ مجرم قرار دیا گیا اور سزایاب ہوا۔

[۱] (Advocate, H. M. V. Traser (1878), 4 couper 70) یہ شخص بری کر دیا گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

62 یہ تھا کہ وہ ایک مشہور شہزادے کا صحیح النسل بیٹا ہے لیکن اس نے اس مغالطے سے قطع نظر کسی شخص کو دھوکا دے کر رقم وصول کی تھی لہٰذا وہ مجرم قرار دیا گیا۔

ججوں سے جو سوالات کیے گئے تھے ان کا تعلق ظاہر ہے کہ صرف مجنونانہ مغالطوں اور مجنونانہ نافہمیوں سے تھا لیکن فتورِ عقل کا اثر صرف انسان کے معتقدات پر ہی نہیں ہوتا بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ اس سے کہیں زیادہ) اس کے جذبات اور ارادوں پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۴۳ء کے بعد سے اس مسئلے پر بہت کچھ بحث و تمحیص ہو چکی ہے کہ فتورِ عقل کی ان دوسری اقسام کی بنا پر کس حد تک فوجداری ذمہ داری سے براءت دینا درست ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ میکناٹن کے مقدمے کے بعد جو اصول طے ہوئے تھے ان میں نظریے کی حد تک کوئی تبدیلی نہیں کی گئی ہے[1] لیکن جس قدر براءت ان کے الفاظ سے پہلی نظر میں ظاہر ہوتی ہے عملاً اس سے زیادہ وسعت کے ساتھ عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فتورِ عقل کی بہت سی ایسی شکلیں ہیں جن میں فی نفسہٖ اس قسم کا اختلالِ دماغی موجود نہیں ہوتا جس کو ان ججوں نے موجبِ براءت قرار دیا ہے لیکن اب عادۃً اس (ناکافی) نوعیت کے فتورِ عقل کو بجائے خود اس امر کی شہادت تصور کیا جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی خرابی بھی واقعی طور پر موجود ہے جس کی بنا پر استثنیٰ منظور کرنا درست ہونا چاہیے۔ ایک شخص جو اپنے بچے کو ہلاک کر کے سیدھا کوتوالی

---

[1] ملاحظہ ہو (14 Cr. App. R. Page 54) اور (15 Cr. App. R. Page 12) اور خصوصیت سے (Rex v. True (1922), 16 Cr. App R. 164) عدالتوں کو فی نفسہٖ فتورِ عقل سے غرض نہیں ہوتی بلکہ فوجداری ذمہ داری سے غرض ہوتی ہے - (Essays in Juresprudence, A. L. Good hart Pages 46-47)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاتا ہے تاکہ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دے اور جو کچھ اُس نے کیا ہے اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیتا ہے یقینی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے فعل کی ماہیت و نوعیت پر مطلع ہے اور یہ بظاہر اس کو معلوم ہے کہ اس نے ناجایز فعل کا ارتکاب کیا ہے لیکن پھر بھی اگر جنون کے کچھ آثار اس میں اس سے پہلے پائے گئے تھے تو اس نے اس بچے کو کسی ایسی وجہ تحریک کے تحت نہیں مارا جس کا پتا لگایا جا سکتا ہو اور نہ اس واقعے کو چھپانے کی کوشش کی تو جج غالباً جوری کو اس طرف مایل کرے گا کہ وہ ان واقعات کو اس امر کی شہادت تصور کرے کہ ملزم اس قسم کے فتور عقل میں مبتلا تھا کہ اس کی بنا پر وہ ذمہ داری سے بری قرار پاتا ہے۔[۱] ظاہر ہے کہ صرف یہ واقعہ کہ کوئی جرم بغیر کسی ظاہری غرض کے کیا گیا ہے فی نفسہٖ اس طرح کی براءت کے لیے یقیناً کافی نہیں ہے۔[۲] 63

کسی شخص میں اگر کسی فعل کے کرنے کی مجنونانہ خواہش پائی جائے تو یہ محض اس امر کی شہادت ہوتی ہے کہ وہ شخص اس نوعیت کے فتور عقل میں مبتلا ہے جو قابل معافی ہے، لیکن اس سے بذات خود فوجداری ذمہ داری پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ریاست ہائے متحدہ میں

---

[۱] ملاحظہ ہو مقدمہ ہونا کاکس (اخباری ٹائمس ۲۹ جولائی ۱۹۰۱ء) یہ اپنے بچوں سے بہت محبت کرتی تھی لیکن اس نے افلاس کی وجہ سے اپنے دو بچوں کو پانی میں غرق کر دیا، چونکہ ان کے لیے اس سے بہتر سلوک ممکن نہ تھا؛ اگرچہ اس فعل سے قبل یا بعد اس کے اندر کوئی دوسرے علامات جنون نہ پائے گئے تھے لیکن اس پر بھی جسٹس بائیگھم نے جوری کو یہ ہدایت کی کہ اس کو اس حد کا فاتر العقل قرار دے جس سے وہ اپنے فعل کی ذمہ دار نہ قرار پائے۔

[۲] (Reg. V. Haynes (1859), 1 F. and F. 666 (K. S. C. 52)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سپریم کورٹ و نیز بعض ریاستوں کی عدالتیں اس امر کو تسلیم کرتی ہیں کہ اگر ملزم میں کسی جرم کے کرنے کی ناقابل برداشت خواہش پائی جائے خواہ اس کو یہ علم بھی ہو کہ وہ فعل ناجایز ہے تب بھی وہ اس کی صفائی کے لیے کافی ہے۔ انگلستان میں اس نظریے کی تائید میں عدالتی آرا[۱] موجود ہیں کہ مجنونانہ خواہش اگر حقیقتہً ناقابل برداشت ہو (ایسا نہ ہو کہ اسے صرف برداشت نہ کیا گیا ہو) تو اس کو صفائی میں قبول کرنا چاہیے۔ چونکہ ایسی حالت میں وہ فعل قطعاً ارادی نہ ہوگا لیکن کورٹ آف کریمنل اپیل نے اس صفائی کو مسترد کر دیا[۲]۔ ۱۹۲۴ء میں ناقابل برداشت خواہش کو صفائی میں قبول کرنے کی بابت قانون وضع کرنے کے لیے بارہ ججوں سے مشورہ کیا گیا تھا۔ ان بارہ ججوں میں سے دس ججوں نے اس کے خلاف مشورہ دیا[۳]۔ لیکن اس میں شبہہ نہیں ہے کہ عملاً ناقابل برداشت خواہش کی صورتوں میں جوریاں اکثر و بیشتر فتور عقل کی صفائی کو قبول کر لیتی ہیں[۴]۔ دشواری یہ ہوتی ہے ایسی خواہش کی شہادت میں جس کو برداشت نہ کیا گیا ہو اور ایسی خواہش کی شہادت میں جو ناقابل برداشت ہو امتیاز کرنا دقت سے خالی نہیں ہے[۵]۔

مجنونانہ خواہش کی ایک شکل چوری کے ماننیا کی ہے جس کو بعض اوقات خوش حال لوگ معمولی اور کم قیمت چیزوں کی چوری کے الزام کی صفائی میں مع شہادت یا بلا شہادت پیش کیا کرتے ہیں۔

---

۱ (24 cox 403 and 83 J. P. 296)۔

۲ (Rex v. Kaprch (1925), 19 Cr. App. R. 50)

۳ اسی سال لارڈ اکلن کی کمیٹی نے قانون میں تبدیلی کرنے کی تائید میں اپنی رپورٹ بھیجی (cmd. 2005, P. 8)۔

۴ (159 L T. Jo. 436)۔

۵ (Essays in Jurisprudence) صفحات ۴۶ - ۴۷ مصنفہ اے۔ ایل گوڈ ہارٹ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظاہر ہے کہ یہ غیر اہم دعوی پٹی سشن کی عدالتوں میں رجوع کیے جاتے ہیں اور ان عدالتوں میں فتور عقل کا عذر زیادہ بے خطر ہوتا ہے چوں کہ ان عدالتوں کو مثل عدالت ہائے بالا کے یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اس ملزم کو جو اس طرح کا عذر پیش کرے "بحیثیت مجرم مجنون کے حراست میں رکھنے" کا حکم صادر کر سکیں[1] یہ بات کہ چوری کی خواہش واقعاً فتور عقل کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اس وجہ سے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ بعض اوقات یہ خواہش خاص اوقات کے لیے مخصوص ہوتی ہے (مثلاً زمانۂ حمل میں) یا بعض خاص اشیا تک محدود ہوتی ہے (مثلاً ٹوپیاں، جوتے، میز پوش) اور یہ اشیا اتنی تعداد میں جمع کر لی جاتی ہیں کہ چور کو ان کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔ 64

اب بہ نسبت بے خبری کی حرکات[2] کی صفائی کے (جیسی صرع یا خواب روی میں ہوتی ہیں) مجنونانہ خواہش کی صفائی کم پیش کی جاتی ہے۔ لیکن ہماری عدالتیں برخلاف یورپ کے دوسرے ممالک کی عدالتوں کے ابھی تک اس عذر سے مانوس نہیں ہوئی ہیں کہ جرم ہپناٹک ہدایات کے اثر سے وقوع میں آیا ہے جس کا کسی چالاک شخص نے عمل کیا تھا اور ملزم کو اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ انگلستان میں یہ "ہدایات" یا یہ عوارض جو (مثل جنون اختناقی یا جنون عصبی) فتور عقل کے قریب قریب کہے جاتے ہیں کس حد تک بری الذمہ قرار دینے کے لیے

---

[1] ایکٹ بابت سماعت مقدمات اشخاص فاتر العقلی سنہ ۱۸۸۳ (46 and 47 vict. C. 38), S. 2)

[2] میکناٹن کے مقدمے کے سلسلے میں جو کلیے قایم کیے گئے تھے ان کے اندر یہ صورت بھی داخل ہے (14 Cr. App. R. Page. 55)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کافی ہیں۔ ان مسایل کو عملاً اب بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی ہے چونکہ جدید علمی تحقیقات سے یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ معمولی، ذہنی جنون کے علاوہ جو انسان کی قوت فیصلہ کو خراب کر دیتا ہے ایک قسم قلبی جنون کی بھی ہے جو اس کی قوت ارادی کو متاثر کرتا ہے۔ اس سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تحریکات عمل کمزور ہو جاتی ہیں اور کبھی غیر معمولی طور پر پیدا ہوتی ہیں تیسری قسم ہیلانی جنون کی ہے۔ اس سے انسان کے جذبات محبت و نفرت میں برہمی پیدا ہو جاتی ہے[1]

علاوہ ازیں بہت سے ایسے اشخاص ہیں جو اگرچہ ایسے فاتر العقل نہیں ہیں کہ فوجداری ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار
65 دیے جائیں یا ان کو شاید نگرانی کی ضرورت ہو لیکن پھر بھی ان کے دماغ میں اعتدال نہیں ہے۔ ۱۹۰۸ء میں اراکین کمیشن نے دماغی مریضوں کی (جو قوم میں فی ہزار آٹھ اشخاص ہیں لیکن ان میں سے انیس فی صدی کو پولیس نے گرفتار کیا ہے) باعتبار تشخیص مرض اس طرح درجہ بندی کی ہے:

---

[1] سرکار بنام بیڈن میں شدت غم کی وجہ سے ایک صحیح العقل شخص کے دماغ میں عارضی طور پر اختلال پیدا ہو جانے کی صورت پر غور کیا گیا تھا۔ اس مقدمے میں ایک صحیح العقل عورت پر اپنے بچے کو زہر دینے کی بابت مقدمہ قایم کیا گیا تھا۔ زہر ایسے وقت دیا گیا تھا جب اس کا دماغ صحیح تھا لیکن وہ اپنے شوہر کی موت کی وجہ سے صدمے میں تھی جسٹس شیئر مین نے جوری سے کہا کہ اگر ان کا یہ خیال ہو کہ اس کو اس شدت سے صدمہ تھا کہ وہ یہ نہ سمجھ سکی کہ زہر دینا خطرناک امر ہے تو وہ اس کو صرف قتل انسان کا مجرم قرار دے سکتے ہیں لیکن جسٹس موصوف نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ان کا یہ فیصلہ جدید عنوان کا ہے (Daily Telegraph, Sept. 12, 1924)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

I وہ لوگ جو کبھی صحیح العقل تھے لیکن اب نہیں ہیں خواہ (الف) خرابی دماغ کی وجہ سے یعنی مجانین یا دماغی قوتوں کے انحطاط کی وجہ سے (مثلاً بڑھاپے میں) یعنی ضعیف العقل۔

II وہ اشخاص جن میں کبھی پوری دماغی قوت موجود نہ تھی (۱) احمق یعنی وہ لوگ جن میں دماغی حیثیت سے اس طرح کی خرابی ہے کہ وہ معمولی جسمانی خطرات خود کو نہیں بچا سکتے۔ (۲) خفیف العقل یعنی وہ لوگ جن میں خود ان کی بے نسبی حمق کی حد تک تو نہیں پہنچتی لیکن وہ اپنا اور اپنے معاملات کا بندوبست کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور اگر وہ بچے ہوں تو ان کو اس طرح کی تعلیم نہ دی جا سکتی ہو (۳) ناقص العقل یعنی وہ لوگ جن کے فہم کی کوتاہی خفت عقل کی حد کو تو نہیں پہنچتی لیکن پھر بھی وہ اپنے اور دوسرے لوگوں کے تحفظ کے لیے خبر گیری سرپرستی اور نگرانی کے محتاج ہوتے ہیں یا اگر وہ کمسن ہوں تو معمولی مدارس کی تعلیم سے استفادہ کرنے کے مستقلاً ناقابل رہتے ہیں (۴) اخلاقی حیثیت سے عیب دار اشخاص یعنی وہ لوگ جن میں دماغی نقص کے ساتھ سخت کمینہ یا مجرمانہ خواہشات جمع ہو جاتی ہیں اور دوسروں کے تحفظ کے لیے جن کی احتیاط خبر گیری اور نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس آخری قسم کے اشخاص (II (۱)۔ (۴)) میں عموماً یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ ان میں سزا کا ایسا خوف پیدا ہو کہ وہ اپنے اوپر کافی قابو رکھ سکیں چنانچہ ۱۹۱۳ اور ۱۹۲۷ (Mental Deficiency Act) (قوانین عدم قابلیت دماغی) منظور کیے گئے۔ ان قوانین کے ذریعے سے ایسی صورتوں کے لیے یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص جو اٹھارہ سال کی عمر کے پہلے سے اس جماعت میں داخل ہو کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس کو کوئی بالغ و عاقل شخص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا تو
یا قید کا مستوجب قرار پاتا وہ عدالت جو اس کو مجرم قرار دے اس کو
یہ اختیار ہے کہ بجائے سزا دینے کے اس کو کسی شخص کی سرپرستی
میں دے دے یا کسی ایسے ادارے کو روانہ کر دے جہاں
برگشتہ دماغ لوگ رکھے جاتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں ایسے باون[1] اشخاص
66 کو عدالتوں نے ان اداروں میں داخل کرایا۔
اس قسم کی دماغی خرابی اگر زیادہ عمر کے بعد پیدا ہو تو اس
حالت کے لیے ابھی تک کوئی ایسا انتظام نہیں کیا گیا۔ اس
نوعیت کے مقدمات کو بجائے اس کے کہ سماعت کے دوران
میں روا روی سے طے کیا جائے شاید یہ بہتر ہے کہ ہوم آفس ان کا
تصفیہ کیا کرے۔ ممالک متحدہ، فرانس اور اسکاٹ لینڈ میں دماغی
بے اعتدالی کی ان شکلوں کو جو اس قدر خفیفہ ہوتی ہیں کہ ان کی بنا پر
کاملاً استثنیٰ منظور نہیں کیا جا سکتا تخفیف سزا کا موجب سمجھا جاتا ہے
اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ہر قسم کا فتور عقل اپنے اوپر قابو اور
اختیار رکھنے کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے اور مجرم کا اخلاقی جرم اسی
تناسب سے کم ہو جاتا ہے لہذا امکافاتی نظریے کی رو سے
اس کی سزا میں بھی اتنی ہی کمی ہونا چاہیے (لیکن سزا کے انسدادی
نظریے کے مطابق یہ استدلال اس مقصد کے خلاف یعنی سزا
کے اضافے کے لیے بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ چونکہ انسان کی
قوت ارادی جس قدر کمزور ہوگی اتنی ہی زیادہ سخت سزا کا خوف
دلا کر اس کی روک تھام کی ضرورت ہوگی۔) انگلستان میں اکثر
اپنے اوپر قابو رکھنے کی قوت کی کمی کو تخفیف سزا کا موجب
سمجھا جاتا ہے مثلاً جب لوگنے یا نیند کی بیماری سے صحت یاب

[1] ملاحظہ ہو طفل کشی صفحہ ۱۴۲ مابعد اصل کتاب؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونے کے بعد انسان کی قوت ارادی مستقل طور پر اتنی کمزور ہو جائے کہ وہ کسی وقتی تفریح میں منہمک ہو جاتا ہو اور عواقب پر نظر نہ کرتا ہو۔ استدلال کا مقتضا بہر حال یہ ہے کہ غیر مستثنیٰ فتور عقل کی وجہ سے بجائے اس کے کہ سزا کو محض کم کر دیا جائے معالجانہ نوعیت دے کر اس میں ترمیم کر دینا چاہیے۔

67 جن مقدمات میں جو رسمی[1] فتور عقل کی صفائی قبول کر لے[2] ان میں اس رائے کی شکل یہ ہوتی تھی:۔

---

[1] جسٹسز آف دی پیس جب کسی جرم کی سرسری طور پر سماعت کر رہے ہوں تو وہ صفائی کو قبول کر سکتے ہیں لیکن جب کسی عدالت بالا کی سپردگی کے لیے شہادت قلمبند کر رہے ہوں تو ایسا نہیں کر سکتے۔

[2] انگریزی قانون کی رو سے (صفحہ ۲۰ ماقبل اصل کتاب؟) ملزم کے متعلق قیاس یہی ہوتا ہے کہ وہ صحیح العقل ہے لہٰذا مجرم پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے فتور عقل کا واضح طور پر ثبوت بہم پہنچائے۔ لیکن اس قاعدے کے اندر ظاہر اطور پر جو سختی معلوم ہوتی ہے اس کو موجودہ عملدرآمد کے ذریعے سے رفع کر دیا جاتا ہے۔ عملدرآمد یہ ہے کہ ملزم کی دماغی کیفیت کے متعلق تاج کے پاس جتنی بھی معلومات ہیں مثلاً محبس کے ڈاکٹر کی رپورٹ، وہ سب جج اور ملزم کے حوالے کر دی جاتی ہے۔ ملزم کا مشیر قانونی بعض اوقات یہ مناسب سمجھتا ہے کہ فتور عقل کی صفائی پیش نہ کرے۔ اسی طرح ایسا ملزم جس کی طرف کوئی وکیل نہ ہو وہ بھی یہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اگر ملزم کی طرف سے کوئی وکیل نہ ہو تو وکیل سرکار جج سے واضح طور پر یہ سوال کرے گا کہ آیا عدالت مناسب سمجھتی ہے کہ میں طبی شہادت طلب کروں ایسا طبی گواہ جس نے ملزم کو سماعت مقدمہ سے قبل نہیں دیکھا اس سے کسی طرح یہ دریافت نہ کرنا چاہیے کہ آیا اس شہادت کی بنا پر وہ یہ سمجھتا ہے کہ ملزم فاتر العقل تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"فتور عقل کی وجہ سے مجرم نہیں ہے" لیکن اب (Trial of Lunatics Acts) سنہ ۱۸۸۳ء (قانون بابت سماعت مقدمات مجانین) کی رو سے یہ صورت قرار دی گئی ہے: "فعل (یا ترک فعل) کا مرتکب ہے لیکن ایسا فاتر العقل ہے کہ از روئے قانون بوقت ارتکاب (یا ترک فعل) اپنے عمل کا ذمہ دار نہیں تھا"[1]

عدالت تب یہ حکم دیتی ہے کہ ملزم کو تا منشائے شاہی بحیثیت "مجنون مجرم"[2] نگرانی میں رکھا جائے۔ ملک معظم جس وقت تک اور جس مقام اور طریقے پر چاہیں اس کو نگرانی میں رکھنے کا حکم صادر کر سکتے ہیں۔ نظر بندی عموماً تا حیات ہوتی ہے[3] اور اسی وجہ سے فوجداری کی عدالت ہائے بالا میں بجز سنگین جرائم کے فتور عقل کی صفائی پیش نہیں کی جاتی[4]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فتور عقل کو، علاوہ اس کے کہ فوجداری

---

[1] سنہ ۱۸۸۳ء والی شکل ملکہ وکٹوریہ نے اختراع کی تھی اور اس کے ذریعے سے گو کسی قدر غیر منطقی طور پر اس جرم پر زور دیا جاتا ہے جس کو قانون جرم شمار نہیں کرتا۔ ان پر متعدد مرتبہ مجنونوں نے حملہ کیا تھا جس سے ان کی جان خطرے میں پڑ گئی تھی۔

[2] عموماً قریب ایک ہزار مجرم مجنون حراست میں رہتے ہیں۔

[3] ان زنانہ قیدیوں کے علاوہ جن کے فتور عقل کی نوعیت ولادت کے بعد لاحق ہو جانے والے مانیا کی ہوتی ہے ایک سو پچاس قیدیوں میں سے صرف ایک ایسا ہوتا ہے جس کو برڈمور سے رہائی ملتی ہے۔ اس پاگل خانے کا سالانہ خرچ ۹۲۰۰۰ پونڈ ہے۔

[4] اس زمانے میں تقریباً بائیس سال میں تینتیس[33] فی صدی مقدمات قتل عمد میں یہ صفائی کامیاب ہوئی لیکن دوسرے فوجداری مقدمات میں دو فی صدی سے کم مقدمات میں اس صفائی کو قبول کیا گیا۔ جن مقدمات میں یہ صفائی پیش کی جاتی ہے اس کی عملی کارروائی ایک نہایت واضح اور تفصیلی کیفیت اخبار "دی ٹائمس" مورخہ ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۸۲ء میں ملتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذمہ داری پر اس سے اثر پڑتا ہے۔ فوجداری قانون میں دوسری حیثیتوں سے بھی بعض اوقات اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ چونکہ اگر کوئی شخص ارتکاب جرم کے بعد فاتر العقل ہو جائے[1] تو (ایک ایسے پردیسی یا بہرے گونگے شخص کی طرح جن کے مافی الضمیر کا بتلانے والا نہ ملتا ہو) اس کے مقدمے کی سماعت نہ ہو سکے گی۔ جب ایسے شخص کے فاتر العقل ہونے کی تصدیق ہو جائے تو سکریٹری آف اسٹیٹ اس کو مجنون مجرم کی حیثیت سے اس وقت تک کے لیے روک رکھنے کا حکم دے سکے گا جب تک کہ اس کے مجلس میں رہنے کا یا رہائی[2] کا حکم نہ دیا جائے یا وہ عدالت جس کے روبرو اس کا مقدمہ پیش کیا گیا ہو جو ری کی اس رائے پر کہ وہ پیروی کرنے کے قابل نہیں ہے اس کو تا منشائے شاہی نگرانی 68
میں رکھنے کا حکم صادر کر سکے گی۔ علاوہ ازیں اگر مجرم قرار پانے کے بعد کوئی شخص فاتر العقل ہو جائے[3] تو تا حصول صحت اس کو پھانسی نہیں دی جا سکتی چونکہ ممکن ہے کہ اس کے پاس کوئی ایسا عذر موجود ہو جسے صحیح العقل ہونے کی حالت میں وہ پھانسی کے روکنے کے لیے پیش کر سکتا[4]۔ اگر جو ری کی رائے ملزم کے خلاف

---

[1] کسی نوعیت کے قابل عطائے صداقت نامہ فتور عقل ہیں۔ خواہ وہ فتور عقل ایسا نہ بھی ہو جو میکناٹن والے قواعد کے اندر آتا ہو۔

[2] ایکٹ بابت مجرمین فاتر العقل ۱۸۸۴ء (وکٹوریا)۔

[3] ایکٹ بابت مجرمین فاتر العقل ۱۸۸۵ء (جارج سوم)۔

[4] کسی نوعیت کے قابل عطائے صداقت نامہ فتور عقل ہیں۔ خواہ وہ فتور عقل ایسا نہ ہو جو میکناٹن والے قواعد کے اندر آتا ہو۔

[5] ہر سال ایسے ملزمین کی تعیس سے کم تعداد ایسی ہوتی ہے جو اتنے فاتر العقل ہوتے ہیں کہ ان کے مقدمے کی سماعت ہی نہیں ہو سکتی اور جن ملزمین کے مقدمات کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو تو ایسے مقدمات میں ڈاکٹروں کے تفصیلی معائنے کے ذریعے سے اس پر نظر ثانی ہو جاتی ہے[1]۔ سنہ ۱۸۹۱ء سے کسی ایسے مجرم کو جس کے لیے فاتر العقل ہونے کا صداقت نامہ دیا گیا ہو پھانسی نہیں دی گئی اور کورٹ آف کریمینل اپیل نے اس امر میں تامل کا اظہار کیا ہے کہ دار المجانین میں رکھنے کے بعد ملزم کو زیادہ طولانی مدت تک قید میں رکھا جائے[2]۔

(۳) نشہ۔

نشہ خواہ الکحل کے استعمال سے پیدا ہوا ہو یا دوا یا جڑی بوٹی سے اور خواہ اس کی وجہ سے دماغ میں بہت زیادہ خلل پیدا ہو گیا ہو، عام طور پر کسی مجرمانہ فعل کے ارتکاب کے لیے وجہ معافی نہیں ہے۔ چونکہ برخلاف جنون کے یہ کیفیت بالارادہ پیدا کی جاتی ہے اور اس کا پیدا کرنا اخلاقاً و نیز قانوناً دونوں حیثیتوں سے ناجایز ہوتا ہے لہذا قانون نے ایک ناجایز فعل کو دوسرے ناجایز فعل کے لیے وجہ براءت نہیں قرار دیا[3]۔ چنانچہ اگر شدید

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ سماعت ہوتی ہے ان میں سے چالیس ملزمین سے کم ایسے ہوتے ہیں جو فتور عقل کی بنا پر بری کر دیے جاتے ہیں۔ وہ ملزمین جو اس طرح بری کر دیے جائیں کورٹ آف کریمینل اپیل میں فیصلے کے کسی نصف جزو کے خلاف مرافعہ نہیں کر سکتے (Felstead v. Rex (1914) A. C. 534)

[1] ہوم آفس مصنفہ ٹروپ صفحہ ۱۲۷۔

[2] Rex v. Kenneally (1930) 22 cr. App. R. 52

[3] سنہ ۱۸۷۲ء تک تحت (4 Jac. 1, c.5,s.2;) یہ فوجداری جرم تھا اور اب بھی اس کے پیدا کرنے کی سازش جرم ہے اور اس کی بابت معاہدہ کالعدم ہے۔

[4] فتور عقل خواہ پینے کی عادت ہی کی وجہ سے کیوں نہ ہو (جیسی کہ نشہ کی مدہوشی کی بعض صورتوں میں ہوتا ہے) اس کی بنا پر فوجداری ذمہ داری سے اتنی ہی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

69 غفلت[1] کی بنا پر کوئی مہلک حادثہ پیش آجائے تو ایسا ڈرائیور ہی مستوجب سزا نہ ہوگا جو اپنے ہوش و حواس میں ہو بلکہ مخمور بھی[2] اپنے عمل کا اسی طرح ذمہ دار ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص شراب کے نشہ کی تیزی میں اپنے کسی ایسے پرانے دوست کے چھری بھونک دے جس سے نشہ میں نہ ہونے کی صورت میں کبھی کوئی بدمزگی پیدا نہ ہوئی ہو یا کوئی ایسی تصویر چرا لے جس کی طرف پہلے اس نے کبھی دھیان نہ دیا ہو تو یہ صفائی قطعاً کافی نہیں ہے کہ "یہ سب شراب کے کرتوت ہیں"۔ قدیم قانون کا تصور تو یہ تھا کہ جن جرائم کے ارتکاب کی طرف اصلاً نشہ کی وجہ سے رغبت پیدا ہوئی ہو ان میں نشہ کے وجود سے اس کے جرم میں اضافہ ہو جاتا ہے[3]۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کامیابی کے ساتھ استثنیٰ عمل میں آتا ہے جبکہ ایسے فتور عقل کی حالت میں جو بداطواری پر مبنی نہ ہو۔ اور ان شاذ صورتوں میں جن میں خود نشہ کے طاری ہونے میں مخمور کی خطا نہ ہو جیسے مثلاً لازمی علاج کی بنا پر یا بداطوار ساتھیوں کے فریب کی بنا پر (مقدمہ پیرس ۱۸۳۵ء) تو اس کی وجہ سے کالمًا اتنا ہی استثنیٰ حاصل ہوگا جتنا فتور عقل کی حالت میں ہوتا ہے۔ آئرلینڈ اور ریاست ہائے متحدہ میں اس استثنیٰ کا فائدہ ان اشخاص کو بھی دیا جاتا ہے جو مکان یا بیخوابی کی وجہ سے شراب کی اتنی تھوڑی مقدار پئیں جو عموماً ان پر بے اثر ہوتی ہو لیکن ان کو نشہ ہو جائے Reg. Mary R. (1887)

[1] Reg v. Doherty (1887), 16 Cox, 306, 309. (ڈاکٹر کی غفلت)۔

[2] جیسے مثلاً جیمس بنام برٹش جنرل انشورنس کمپنی (۱۹۲۷) ۲ کنگس بنچ ۳۱۱ و ۳۲۵۔ اس مقدمے میں ایک شخص بالارادہ نہیں بلکہ حماقت سے مخمور ہو گیا تھا اس کو قتل انسان کے جرم میں بارہ ماہ قید کی سزا دی گئی اور ملاحظہ ہو صفحہ ۷۲ مابعد (اصل کتاب؟)

[3] گو کہ لارڈ کاکبرن جیسے پرمذاق اسکاٹش جج کے اصول کے مطابق نہیں کہ "جب نشہ کی حالت میں بھی وہ اس قدر بدخصلت باقی رہتا ہے تو جب صحیح الحواس ہوتا ہوگا تو کیسا ہو جاتا ہوگا"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس زمانے کی عدالتیں اگرچہ اس خیال پر تو قایم ہیں کہ نشہ کی وجہ سے جرم قابل معافی نہیں ہو جاتا تاہم یہ تسلیم کرتی ہیں کہ اس کی وجہ سے سزا میں تخفیف ہو سکتی ہے[۵۱]۔ مزید براں اگرچہ نشہ بجائے خود دماغ کی مجرمانہ کیفیت کا کوئی معقول عذر نہیں ہے لیکن یہ اکثر اوقات صفائی میں ممد ہوتی ہے اور اس کا وجود اس امر کی شہادت ہو جاتا ہے کہ ارتکاب فعل کے ساتھ مجرمانہ نیت موجود نہ تھی۔ کیونکہ نشہ کی وجہ سے (ایسے خفیف اسباب کی بنا پر جو ایک صحیح الحواس شخص کو اس نتیجے پر نہ پہنچاتے) واقعات کی ایسی غلطی[۵۲] واقع ہو سکتی ہے جو مجرمانہ نیت کے وجود کے منافی[۵۳] ہو۔ ایک مخمور شخص کسی دوسرے کی چھتری کو اپنی تصور کر لیتا ہے یا ایسے اشارے کو جو نیک نیتی کے ساتھ کیا گیا ہو۔ حملہ تصور کر لیتا ہے اور مفروضہ حفاظت خود اختیاری میں مار بیٹھتا ہے[۵۴]۔

نشہ کے متعلق جو قانونی نقطۂ نظر ہے اس کی ایک مستند تشریح
70 سنہ ۱۹۲۰ء میں آٹھ امرائے قانون نے باتفاق آرا بمقدمہ ڈائرکٹر پبلک پراسیکیوشنس بنام بیرڈ پیش کی ہے۔ اس فیصلے میں یہ طے ہو گیا ہے کہ

---

۵۱ 1 Cr. App. R. 181, 255 ; 25 T. L. R. 76.

۵۲ ایک بچے کی بپتسمہ کی دعوت کے موقع پر اس کی نرس اتنا پی گئی کہ اس کے ہوش و حواس بالکل درست نہ رہے، اور اس نے لکڑی کے کندے کے خیال میں بچے کو آگ پر رکھ دیا نتائج فوجداری نے اس کو بری کر دیا (Gent. Mag. 1748, P. 570.)

۵۳ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷ (اصل کتاب؟) مابعد۔

۵۴ Reg. v, Gamlen (1658), 1 F. and F. 90. اس سے مقابلہ کیجیے 31 T. L. R. 361 ونیز 12 Cr. App. R. 221. امریکا میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ ملزم کی مخموریت سے اس کے علم کی تردید ہوتی ہے، جیسے مثلاً مال مسروقہ کے لینے میں:

U. S. v. Roudenbosh

اور

The People v. Harris (1866) 29 Cal. 678.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱) جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے "صرف یہ ثابت کر دینا کہ اس شخص کا دماغ شراب کی وجہ سے اس قدر متاثر تھا کہ وہ کسی شدید اشتعال سے زیادہ آسانی کے ساتھ مغلوب ہو گیا" کوئی معقول عذر نہیں ہے لیکن (۲) اگر حقیقۃً واقعی فتور عقل (جنون) پیدا ہو جائے خواہ وہ کثرت شراب نوشی ہی کی وجہ سے ہو تو اس کو فوجداری دعوے کے مقابل میں اتنی ہی مکمل صفائی تصور کیا جائے گا جتنا کہ دوسرے اسباب سے پیدا ہونے والے فتور عقل کو۔ فتور عقل اگر عارضی ہو تب بھی اس کو صفائی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاہم (۳) محض نشہ کی صورتوں میں بہ نسبت فتور عقل (جنون) کے، استثنیٰ کا معیار زیادہ سخت ہے۔ جن مقدمات میں نشہ کی صفائی پیش کی گئی ہو اور فتور عقل (جنون) کا عذر نہ پیش کیا گیا ہو جج کو جوری سے یہ سوال نہ کرنا چاہیے کہ "آیا ملزم یہ سمجھتا تھا کہ وہ ناجایز کام کر رہا ہے"۔ پھر بھی (۴) دوسرے واقعات کی شہادت کے ساتھ ساتھ اس طرح کے نشہ کی شہادت کا بھی لحاظ ہونا چاہیے جو ملزم کو کوئی ایسا معین ارادہ قایم کرنے کے ناقابل بنا دے جو تکمیل جرم کے لیے ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ جرم کے ارتکاب میں اس کے ارادے کو دخل تھا یا نہیں۔ ایسی صورت میں نشہ اگر اس دماغی عنصر کے وجود کے منافی ہو جو تکمیل جرم کے لیے ضروری ہے تو اس جرم کے ارتکاب کی تردید ہو جاتی ہے"۔ چنانچہ کسی مخمور شخص میں ایسی صلاحیت موجود نہ ہونے سے کہ وہ کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے یا بوقت قتل شدید جسمانی مضرت پہنچانے کا ارادہ کرے[1] اس کا جرم قتل عمد[2] سے

---

[1] جیساکہ ایچ۔ ایم۔ ایڈوکیٹ بنام کیمپ بل میں ہوا (Scotch Justiciary Cases, 1921, P.1)

[2] (Rex v. Meakin (1837), 7c and P. 297) میں یہ رائے قایم ہوئی تھی کہ جب خطرناک آلہ استعمال کیا جائے تو فاسد نیت پر غور کرنے میں نشہ کے وجود کو کوئی دخل نہ ہوگا۔ لیکن ملاحظہ ہو (Reg v. Doherty (1887), 16, Cox 306)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گھسٹ کر قتل انسان پر آجاتا ہے (موخرالذکر جرم میں کسی معین ارادے کی ضرورت نہیں ہے۔) ایک مخمور شخص کے معاملے میں قتل عمد کو قتل انسان بنانے کے لیے کم اشتعال طبع کافی ہوسکتا ہے[1]۔ بیرڈ 71
کے مقدمے کے فیصلے میں آگے چل کر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ "یہ اصول ایسا نہیں ہے کہ اس کا صرف انھی حالات میں اطلاق ہوسکے جن میں معین ارادے کا ثبوت درکار ہوتا ہے..... بلکہ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب تک نیت مجرمانہ نہ ہو کوئی شخص مجرم نہیں قرار دیا جاسکتا"۔ نشہ کی وجہ سے ایک شخص ان معین ارادوں کے قایم کرنے ہی سے نہیں بلکہ قطعاً ہر ارادے کے قایم کرنے سے معذور ہوسکتا ہے[2]۔

کورٹ آف کریمنل اپیل نے سرکار بنام میڈ (1909. 1.K.B. 895) میں یہ قرار دیا کہ اگر کوئی شخص اس حد تک مخمور ہو کہ "یہ نہ سمجھ سکتا ہو کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے وہ خطرناک ہے یعنی یہ کہ اس سے سخت مضرت پہنچنے کا احتمال ہے"۔ تو اس سے اس قیاس کی تردید ہوتی ہے کہ اس کا ارادہ اپنے فعل کے قدرتی نتایج پیدا کرنے کا تھا[3]۔ لہٰذا

---

[1] (Rex v. Letenock (1917), 12 Cr, App. R. 221) جب تک یہ فیصلہ نہ ہوا تھا اُس وقت تک یہ بات صاف نہ ہوئی تھی کہ آیا کم درجے کا اشتعال کافی ہے یا اوسط درجے کے اشتعال کا ہونا ضروری ہے لیکن جب اس طرح کا اشتعال طبع موجود ہو تو زیادہ آسانی سے اندیشہ پیدا ہوتا ہے (Reg. v. Thomas (1837), (Rex v. Birchall اور Rex v. Marshall (1830) 1 Law. 76) 7c. and P. 817)

سے مقابلہ کیجیے۔ (1913), 29 T. J. R. 711, 9 Cr. App. R, 91)

[2] اس مقولے کی تنقید کے لیے ملاحظہ ہو (Defence of Drunkenness in Criminal Law) مصنف آر۔ یو۔ سنگھ (49 L.Q.R. 528)

[3] معلوم ایسا ہوتا ہے کہ (Rex. v. Meade) کا عام اصول (Rex v. Beard) میں تسلیم کرلیا گیا ہے گو کہ آخرالذکر مقدمے کے ذریعے سے ایک استثنیٰ قایم کیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لہذا استرے سے اگر کوئی مہلک حملہ کیا جائے تو وہ قتل عمد سے گھٹ کر زیادہ سے زیادہ قتل انسان سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سرکار بنام گرفیتھس نے Nov. 17,1913 اس نظیر کی تائید کی کہ "نشہ کی ایسی حالت جس کی وجہ سے وہ یہ نہ سمجھ سکتا ہو کہ اس کے فعل سے سخت جسمانی مضرت پہنچے گی" صفائی میں پیش کی جا سکتی ہے

چنانچہ نشہ کی بنا پر یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص جس نے ظاہر بظاہر نقب زنی کی ہے چوری کا ارادہ نہ رکھتا تھا۔ یا یہ کہ ایک ظاہرا خودکشی کرنے والا شخص پانی میں ایسی حالت میں کودا کہ "وہ اس قدر پیے ہوئے تھا کہ اس کو خبر نہ تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے"[۲] ایک خاص جرم کی تعریف کے اعتبار سے اس کے ارتکاب میں جس قدر زیادہ پیچیدہ ارادے کی ضرورت ہوگی اسی قدر اس کا امکان زیادہ ہوگا کہ نشہ کا وجود اس جرم کے کسی ضروری عنصر کے وجود کی تردید میں مفید ثابت ہو جیسے یہ ثابت کیا جائے کہ زخم کسی شدید جسمانی ضرر پہنچانے کی نیت سے نہیں لگائے گئے[۳] یا یہ کہ "تلبیس" "دغا دینے کی نیت سے" عمل میں نہیں آئی۔ یہ ہو سکتا ہے ایک شخص اتنا نشہ میں مست ہو کہ وہ ہلاک کرنے یا شدید جسمانی مضرت پہنچانے کا ارادہ کرنے کے قابل نہ ہو لیکن پھر بھی وہ اس حد تک قصوروار ہو کہ قتل انسان یا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اور وہ یہ ہے کہ جب جرم و تعبیری قتل عمد، (Constructive Murder) اور کسی دوسرے جرم کبیر کے اقدام کے سلسلے میں واقع ہو گیا ہو۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۸ (اصل کتاب ۱۲ مابعد)

۱ (The State v. Bell (1870). 29 Stiles 316 (K.S.C. 55)

۲ (Reg v. Moore (1852); 3 C. and K. 319)

۳ (Rex v. Meakin (1836) 7 C. and P. 297)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ناجایز زخم رسانی کا مجرم قرار دیا جائے۔

آخر میں اس امر کا اضافہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات[1] اس سوال کا کہ "آیا وہ نشہ میں تھا" اتنا قطعی فیصلہ کر دیا جاتا ہے کہ گویا صحیح الحواسی کا کوئی ایک معین معیار موجود ہے۔ یہ ہمیشہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ نشہ کے مدارج ہوا کرتے ہیں۔ سرور کی کیفیت سے لے کر مدہوشی تک نشہ ہی کہلاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اتنا مخمور ہو کہ ایک کام صحیح طور پر نہ کر سکتا ہو لیکن دوسرا کام کرنے کی حد تک صحیح الحواس ہو۔ ہمارا صحیح الحواسی کا سب سے ابتدائی قانونی معیار حد سے زیادہ نرم تھا اس کی رو سے جب تک "جن پیروں سے ایک شخص مکان میں آیا ہو انھی پیروں سے باہر جانے کے قابل نہ ہو، اس وقت تک وہ نشہ میں نہ سمجھا جاتا تھا۔ (کنٹری جسٹس مصنفہ ڈالٹن صفحہ ۲۷۔ ۳۵ ۱۶ء)[2]

۱۹۳۰ء کے (Road Traffic Act) کے تحت اگر کوئی شخص کسی موٹر سواری (موٹر کار موٹر سیکل موٹر لاری وغیرہ) کو ایسی

---

[1] خصوصیت سے اس وقت یہ زیادہ ہوتا ہے جب یہ (عذر نہ ہو بلکہ) جزو جرم ہو مثلاً نشہ کے متعلق جو مختلف خفیف جرایم ہیں: (۱) مقام عام میں (۲) لائسنس یافتہ مقامات پر (۳) اور بے قابو (۴) اور ہنگامہ فساد کرنے والا (۵) بھری ہوئی آتشیں آلات حرب لیے ہوئے (۶) سات سال سے کم عمر کے بچے کو لیے ہوئے۔ اس وقت ایسا زیادہ ہوتا ہے۔

[2] یہاں پر یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ ملزم کا نشہ میں ہونا خواہ وہ ارتکاب جرم کے بعد ہی کسی موقع پر ہو بعض اوقات اس کی برات میں مفید ہو سکتا ہے۔ چوں کہ اس کی وجہ سے اس کے طرز عمل کی توجیہ ہو سکے گی۔ اس کے خلاف صورت میں یہ پتا چلے گا کہ وہ جرم کے ارتکاب پر مطلع ہے جیسے مثلاً بعد گرفتاری اس نے غلط بیانات دیے ہوں یا بیان دینے سے قطعاً انکار کر دیا ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حالت میں کہ وہ شراب یا کسی دوا یا جڑی بوٹی کے اثر سے اس حد تک متاثر ہو کہ اس سواری پر پوری طرح قابو رکھنے پر قادر نہ ہو،[1] کسی شاہراہ یا کسی دوسرے مقام عام میں چلائے یا چلانے کا اقدام کرے یا ایسی سواری اس کی تفویض میں ہو تو یہ عمل داخل جرم ہوگا اور اس کے مرتکب کو چھ ماہ تک[2] اور/یا جرمانے کی سزا دی جا سکے گی۔ سرسری کارروائی کی صورت[3] میں چار ماہ کی قید اور پچاس پونڈ جرمانے کی سزا دی جا سکے گی اور بار دیگر مجرم قرار پانے پر چار ماہ کی قید اور ایک صد پونڈ جرمانے کی سزا دی جا سکے گی۔ بجز اس کے کہ عدالت اس کے خلاف حکم دے ملزم بارہ ماہ تک لائسنس رکھنے کے ناقابل سمجھا جائے گا اور یہ ناقابلیت زیادہ زمانے کے لیے بھی عاید کی جا سکے گی۔[4] 73

(۴) ادارہ ہائے سند یافتہ Corporations

گزشتہ زمانے میں ادارہ ہائے سند یافتہ فوجداری قانون کی زد سے بالکل باہر تھے۔ اگر ادارہ ہائے سند یافتہ کے احکام سے کسی جرم کا ارتکاب ہوتا تھا تو اس ترغیب جرم کی بنا پر اراکین ادارہ کے خلاف بلحاظ ان کی ذاتی حیثیت کے فرداً فرداً کارروائی کی جا سکتی تھی۔ خود ادارے کو ایک مجرم شخص قرار دے کر یہ کارروائی نہ ہو سکتی تھی[5]۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ بربنائے ضابطۂ فوجداری عدالتیں یہ امید کرتی تھیں کہ ملزم ان کے سامنے کٹہرے میں موجود ہو۔ لہٰذا وہ وکالۃً حاضری[6] کی اجازت نہ دیتی تھیں۔ علاوہ ازیں اس امر کی

---

[1] (Rex v: Howkes (1931), 22 Cr. App. R. 172,

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۵۰۸ اصل کتاب؟

[3] روڈ ٹریفک ایکٹ سنہ ۱۹۳۰ء۔

[4] پولک اینڈ میٹلینڈ۔ ۱-۳۷۴-۶۶۱۔

[5] اب ادارہ سند یافتہ کے نمایندے کی حاضری ادارے کی حاضری تصور کی جاتی ہے ملاحظہ ہو (Summary Jurisdiction Act, 1874, S. 48) اور (Criminal Justice Act. 1925, S. 33)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مزید تائید زیادہ علمی توجیہات کے ذریعے سے بھی کی گئی ہے جن کا پہلے پہل قانون رومامیں ذکر آیا ہے اور جن کو قانون مذکور نے قبول بھی کیا تھا۔[1] استدلال یہ تھا کہ ادارۂ سند یافتہ کا چونکہ کوئی واقعی (خارجی) وجود نہیں ہے، وہ صاحب ارادہ نہیں ہو سکتا اور اس لیے اس کا کوئی فاسد (مجرمانہ) ارادہ بھی نہیں ہو سکتا۔[2] مزید براں اگر اس حیلۂ قانونی کو جس کے ذریعے سے ادارۂ سند یافتہ کو ایک فرضی شخصیت دے دی جاتی ہے اس حد تک وسعت دی جائے کہ اس میں فرضی ارادے کا وجود بھی مان لیا جائے تب بھی جو افعال اس مفروضہ ارادے کے تحت لائے جا سکتے ہیں وہ ایسے ہونے چاہییں کہ جن مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ ادارہ قایم کیا گیا ہو ان سے مربوط ہوں۔ اگر یہ صحیح ہے تو جرم ان مقاصد کے اندر نہیں آسکتا چونکہ بہر طور جرم کا ارتکاب اس کے بیرون اختیار ہوگا۔ علاوہ ازیں صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ادارے کے دماغ نہیں ہوتا بلکہ اس کے جسم بھی نہیں ہوتا لہذا وہ جسمانی سزا جو معمولاً
74 دی جا سکتی۔ جیمس ثانی کے زمانے میں ایک وکیل نے پوچھا تھا کہ "کیا آپ اس کی مشترکہ مہر کو پھانسی پر لٹکا سکتے ہیں؟"
لیکن گزشتہ دو نسلوں کے دیکھتے دیکھتے جو کاروباری

[1] انگریزی ادارۂ فریڈرک پلیج، سے پتا چلتا ہے کہ جرمنی قانون کے نظریے کا میلان دوسری جانب ہے ملاحظہ ہو (Maitland' Political Theories) صفحہ ۳۹۔

[2] چنانچہ دیوانی دعاوی میں بھی ایک زمانے تک یہ شبہہ رہا کہ آیا ایسے ٹارٹ کی بابت جن میں "صریحی کینے" کا وجود ضروری ہے ادارۂ سند یافتہ کو ذمہ دار قرار دینا ممکن ہے Abrath v. N.E. Ry. Co. (1886), 11 App, Cas 247 کا Chuter v. Freeth (1911), 27 T.L.R. 467 سے مقابلہ کیجیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترقی ہوئی ہے اس کی وجہ سے ادارہ ہائے سند یافتہ اتنی کثیر تعداد میں ہو گئے کہ اگر ان کے لیے یہ استثنیٰ برقرار رکھا جاتا تو عامۃ الناس کے لیے سخت خطرے کا موجب ہوتا لہذا مختلف اصولی دشواریوں سے قطع نظر کر لی گئی اور اب یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ ادارہ ہائے سند یافتہ عدالت مجاز میں اپنے ادارے کے نام سے ماخوذ کیے جا سکیں گے اور نتیجے میں مشترکہ سرمایے پر جرمانے کی سزا عاید کی جا سکے گی۔ ابتداءً یہ تبدیلی اس طرح عمل میں آئی کہ ان جرائم میں جو ترک فعل سے متعلق ہیں اور ان جرائم میں جو ارتکاب فعل سے متعلق ہیں امتیاز قایم کیا گیا۔ وجہ اس امتیاز کی یہ تھی کہ ارتکاب فعل مجرمانہ میں ملازم یا کارندہ جو واقعی طور پر اس جرم کا ارتکاب کرتا تھا اپنی ذات سے ماخوذ کیا جا سکتا تھا لیکن ترک فعل کی حالت میں کوئی مواخذہ نہ ہو سکتا تھا کیونکہ ترک فعل کا کسی خاص فرد پر الزام قایم نہ کیا جا سکتا تھا بلکہ مجموعی حیثیت سے خود ادارہ سند یافتہ قابل مواخذہ ہوتا تھا۔ لہذا ۱۸۴۰ء میں سرکار بنام برمنگھم اینڈ گلوسسٹر ریلوے کمپنی[1] میں ترک فعل کی بنا پر (ایک شاہراہ کی مرمت نہ کرنے پر) ایک ادارۂ سند یافتہ کے خلاف مقدمہ قایم کیا گیا۔ اس کے کچھ ہی زمانے بعد ۱۸۴۶ء سرکار بنام دی گریٹ نارتھ آف انگلینڈ ریلوے کمپنی[2] میں غلط کاری کی بنا پر بھی یعنی ایک شاہراہ کو واقعی طور پر بند کر دینے کے الزام میں اس طرح مقدمہ قایم کیا گیا۔ اس اصول کو مجلس وضع قوانین[3] کی بھی تائید حاصل ہو گئی ہے چنانچہ ۱۸۸۹ء کے (Interpretation Act)

---

[1] (3 Q. B. 223)

[2] (9 Q. B. 315 (K, S C. 69)

[3] پیرکس بنام وارڈ (۱۹۰۲ء) ۲ کنگس بنچ ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(قانون تعبیر و اخلاق) میں یہ محکوم ہے کہ جتنے قوانین جرم کے متعلق وضع کیے جائیں ان میں (خواہ اس جرم کی بنا پر بعد ترتیب فرد جرم سزا دی جاتی ہو یا سرسری سماعت کے بعد) لفظ "شخص" کا اطلاق بجز اس کے کہ اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہو ادارۂ سند یافتہ پر بھی ہوگا۔ جرم کی سنگینی یا اس کی نوعیت سے یہ صاف طور پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ اس کی بابت قانون وضع کرنے والوں کا یہ منشا نہیں ہو سکتا کہ وہ ادارہ ہائے سند یافتہ کو اس کے ارتکاب کے قابل تصور کرتے ہوں۔ 75

چنانچہ یہ امر کہ ادارۂ سند یافتہ کو نہ پھانسی دی جا سکتی ہے نہ وہ قید کیا جا سکتا ہے[1] اس کی فوجداری ذمہ داری کے دایرے کو محدود کر دیتا ہے۔ ادارۂ سند یافتہ پر بحیثیت ادارۂ سند یافتہ صرف ان جرایم کے الزام میں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے جن کی سزا جرمانہ ہے اور قتل انسان اگرچہ قابل جرمانہ ہے لیکن ادارۂ سند یافتہ پر اس کی بابت اور نہ کسی دوسرے ایسے جرایم کی بابت جس میں ذاتی جبر کو دخل ہو (جیسے حملہ یا بلوہ) یا جو جرایم کبیرہ Felony میں ہو مقدمہ نہیں قایم کیا جا سکتا ملاحظہ ہو سرکار بنام کوری برادرس ۱۹۲۷ء کنگس بنچ ۸۱۰۔ لہذا اگر اس پر ازالۂ حیثیت عرفی کی بنا پر جو اس کے حکم سے شایع کیا گیا ہو مقدمہ قایم کیا جا سکتا ہے اور اس کو جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے لیکن نقب زنی یا کسی اور ایسے جرم کی بنا پر جو اس قدر سنگین ہو کہ محض رقمی جرمانہ

---

[1] اس کا چالان کیا جا سکتا ہے Daily Mirror Newspapers Ltd.v glover (1922), 16 Cr. App. R. 131. اسی وجہ سے کریمینل جسٹس ایکٹ ۱۹۲۵ء دفعہ ۲۳ ضمن (۱) کے ذریعے سے پیروکار فوجداری کو بل آف انڈکٹمنٹ پیش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کی سزا نہ ہو سکتا ہو مقدمہ قایم نہیں ہو سکتا۔ اگر ادارۂ سند یافتہ کے حکم سے کسی ایسے جرم کا ارتکاب ہوا ہو تو ان مختلف اشخاص پر جنھوں نے اس کا حکم دیا تھا فرداً فرداً خود ان کے نام سے مقدمہ قایم کیا جائے گا اور انھی کی ذات کو سزا دی جائے گی۔ یہ ملحوظ رہے کہ ان کم سنگین جرایم کی صورت میں بھی جن کی بنا پر ان کے ادارۂ سند یافتہ پر مقدمہ قایم کیا جا سکتا ہے ان کی ذات پر فرداً فرداً بھی مقدمہ قایم کیا جا سکتا ہے چونکہ ادارہ تو صرف اسی وجہ سے قابل مواخذہ ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک جرم کی ترغیب دی۔

II جب ارادہ اس فعل سے متعلق نہ ہو

یہ دماغی کیفیت غلطی کی وجہ سے یا کسی دوسرے عنوان کی ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوتی ہے ہمارے فوجداری قانون میں اکثر اوقات اس کو ایک معقول صفائی شمار کیا جاتا ہے چونکہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ فعل مجرمانہ کا ارتکاب عمل میں آیا لیکن اس فعل سے پہلے کسی مجرمانہ نیت کا وجود نہ تھا[1] لہذا جن صورتوں میں نیت کافی حد تک مجرمانہ نہ ہو ان میں واقعے کی غلطی کی صفائی پیش کرنا درست نہیں ہے لیکن اس طرح کی صفائی کا موقع صرف اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب تین شرطیں پوری ہو جائیں:-

76 (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ غلطی اس نوعیت کی ہونا چاہیے کہ اگر مفروضہ حالات بطور واقعہ صحیح ہوتے تو اس فعل کی بنا پر

[1] پھر بھی اگر یہ نہ معلوم ہو کہ لڑکی کورٹ کی ولایت میں ہے اور اس سے کوئی شخص شادی کرے تو توہین عدالت کے مقدمے میں اس ناواقفیت کی صفائی قابل قبول نہ ہوگی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مرتکب فعل سے بنیت جرمانہ منسوب نہ کی جا سکتی۔ لہذا کوئی نقب زن جو مکان نمبر ۵ میں نقب لگائے اگر یہ صفائی پیش کرے کہ اُس نے اس مکان میں مکان نمبر ۶ کے دھوکے میں نقب لگا لیا یا یہ کہ اس کو یہ نہ معلوم تھا کہ نوبج چکے ہیں (صفحہ ۲۰۱ اصل کتاب انگریزی؟) تو یہ کوئی معقول صفائی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح کسی پولیس کے جوان پر جو کار منصبی کی ادائی میں مصروف ہو، حملہ کرنے کے الزام میں اگر یہ صفائی پیش کی جائے کہ حملہ کرنے والوں کو اس شخص کی سرکاری حیثیت کا علم نہ تھا تو اس صفائی کی بنا پر وہ بری نہیں ہو سکتے۔ اس کے برخلاف اگر کسی شخص کے متعلق غلطی سے لیکن معقول وجوہ کی بنا پر آپ کا یہ خیال ہو کہ وہ نقب لگا رہا ہے[۵۲] اور اس وجہ سے آپ سختی کے ساتھ اس پر دست درازی کر کہ بیٹھیں تو یہ جرم میں داخل نہ ہوگا۔[۵۳] سرکار بنام ٹالسن جس پر اس سے پہلے ہم بحث کر چکے ہیں (صفحہ ۵۸ اصل کتاب انگریزی؟) واقعے کی غلطی کی ایک اہم مثال ہے۔[۵۴]

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ غلطی معقول وجوہ پر مبنی ہو۔ یہ زیادہ تر واقعاتی سوال ہے لیکن جج جوری کو یہ ہدایت کر سکتا ہے کہ

---

[۵۱] اس سلسلے میں بنیت مجرمانہ کے مفہوم کے لیے دیکھیے صفحہ ماقبل (اصل کتاب؟)

[۵۲] Rex v. Levett (1638), Cro, Car 538 (K.S.C. 26)

[۵۳] اگر کوئی شخص یہ تصور کرے کہ اس نے ایک دوسرے شخص کو قتل کر دیا ہے اور اس مفروضہ مقتول کو پھر ہلاک کرے، تو ایسی صورت کے لیے وہ ہندوستانی مقدمات ملاحظہ ہوں جن میں یہ طے کیا گیا ہے کہ یہ فعل قتل عمد میں داخل نہ ہوگا 36. L.A.R. 6–8

[۵۴] واقعے کی غلطی کی وجہ سے ایک ایسا فعل جو ظاہر بظاہر ناجائز ہو سکتا ہے جیسے مثلاً کوئی گھونسہ باز اپنے مدمقابل کے دھوکے میں ریفری کو مار بیٹھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کونسی غلطیاں ظاہر بظاہر نامعقول وجوہ پر مبنی ہیں۔ سر جیمس فوسٹر نے
اول الذکر قسم کی غلطیوں کی مثال دی ہے[۱] ایک شخص نے گرجا
جانے سے پہلے اپنی بندوق چلائی تھی اور اس کو خالی چھوڑ گیا تھا
لیکن اس کی عدم موجودگی میں کوئی شخص اس کو شکار پر لے گیا اور
واپسی پر اس کو بھرا چھوڑ دیا۔ مالک نے اسی دن شام کو وہ بندوق
پھر اٹھائی اور اس کے گھوڑے کو چھوا۔ بندوق چل گئی اور اس کی
بیوی جو اس وقت اس کمرے میں تھی ہلاک ہو گئی۔ فوسٹر نے یہ
قرار دیا ہے کہ اس شخص کے لیے اس امر کو سمجھنے کے معقول 77
وجوہ تھے کہ بندوق بھری ہوئی نہیں ہے۔ اگر بندوق چلانے
اور بعد میں اس کو بغیر دیکھے بھالے کہ آیا وہ پھر بھری تو نہیں گئی چھونے
چھیڑنے کے درمیان میں بجائے گھنٹوں کے کچھ ہفتے گزر گئے ہوتے
تو صورت حال بہت کچھ بدل جاتی[۲] اسی طرح امریکہ کے ایک مقدمے
میں ایک پولیس کے جوان پر ایک شخص کو ناجائز طور پر گرفتار کرنے کا
الزام لگایا گیا۔ معلوم یہ ہوا کہ وہ شخص بے ہوش ہو کر سڑک[۳] پر
گر گیا تھا اور اس کے دوستوں نے پہلے دھمکی دے کر اس کو

---

۱ Foster 265 (K.S.C. 27)

۲ چنانچہ the state v. اور Reg. v. Jones (1874), 12 Cox 628 (K. S. C. 23)
یہ دیکھو Hardie (1878), 10 Runnells 647 (K. S. C. 123)
مقدمات میں جن میں یہ یقین کہ آتشیں آلات عرب بھرے ہوئے نہیں ہیں نامعقول وجوہ پر
مبنی قرار دیا گیا (Reg. v. Finney (1874), 12 Cox 625 (K. S. C. 120 سے مقابلہ کیجیے۔

۳ Commanwealth v. Presby (1859), 14 Grey 65

۴ مرگی اور نشے میں امتیاز کرنا ایک دشوار امر ہے اور یہ نہایت ناانصافی کی
بات ہے کہ ان دو چیزوں میں امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے پولیس کو اکثر اوقات
مورد الزام بنایا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوش میں لانا چاہا لیکن بالآخر مدد لینے چلے گئے۔ پولیس کا جوان بری کر دیا گیا کیونکہ اس واقعے سے کہ اس شخص سے وہ سکی کی بو آتی تھی یہ سمجھنے کے معقول وجوہ موجود تھے کہ اس کی بے ہوشی نشے کی وجہ سے تھی (اور اس کی بنا پر ایک شخص کو جائز طور پر گرفتار کیا جا سکتا تھا)۔

لیکن کوئی ایسا عقیدہ جس کو اب عام طور پر توہم پارینہ سمجھا جاتا ہو ایسی غلطی میں شمار نہیں ہو سکتا کہ ایک جرم سے براءت کے لیے کافی ہو۔ چنانچہ ۱۸۸۰ء میں کلوتمل میں ایک عورت نے ایک برہنہ بچے کو ایک گرم کر چھپے پر لٹا دیا۔ اس عورت کو کامل یقین تھا کہ وہ بچہ حقیقۃً کوئی بھوت ہے جو اصل بچے کے عوض بھیج دیا گیا ہے (اور اگر اس عوض میں آنے والے کو اس طرح خطرے میں ڈالا جائے گا تو اصل بچہ واپس مل جائے گا) اس عورت کو مجرم قرار دیا گیا اور سزا دی گئی اسی طرح سے ۱۸۹۵ء میں کلوتمل میں ہی کچھ لوگ تھے جنھوں نے اپنے آپس میں ایک شخص کی بیوی کو آگ پر لٹکا کر اور گرم سلاخوں سے داغ دے کر مار ڈالا تھا۔ ان کو حقیقۃً یہ امید تھی کہ اس طرح سے وہ جن جو اس عورت کے سر پر سوار ہے اتر جائے گا[1] وہ لوگ بھی جو اس عقیدے کے تحت خلاف قانون فعل کے مرتکب ہوتے ہیں کہ وہ خدائی احکام کی تعمیل کر رہے ہیں قانوناً خلاف عقل نوعیت کی غلطی میں مبتلا تصور کیے جاتے ہیں۔ مرمن عقیدے کے لوگوں کے خلاف امریکہ میں تعدد ازدواج Palygamy کی بنا پر فوجداری کارروائیاں

[1] ۱۸۹۴ء میں کناڈا میں ایک ہندوستانی سنتری نے ایک شخص کو اس تصور کے تحت ہلاک کر دیا کہ وہ (مقتول) کوئی بھوت ہے اور انسانوں پر حملہ کرنا چاہتا ہے سنتری مجرم قرار دیا گیا

(Reg. v. Machekequonabe (1894) 28 Ontaris 309)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جاتی ہیں اور اسی طرح بعض عجیب ذہنیت رکھنے والے اشخاص کے خلاف اپنے بچوں کا طبی علاج نہ کرنے پر انگلستان میں فوجداری کارروائی کرنے کی مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ عقیدے کے بعض مغالطے ایسی انتہائی نوعیت کے ہو سکتے ہیں کہ وہ بجائے خود فتور عقل کی شہادت کی حیثیت رکھتے ہوں اور اس بنا پر معقول صفائی کا کام دیں۔[1]

(۳) آخری شرط یہ ہے کہ غلطی خواہ کتنی ہی معقول ہو امور قانونی کے متعلق نہ ہونا چاہیے بلکہ امور واقعاتی کے متعلق ہونا چاہیے۔ چونکہ قانون کی غلطی اگرچہ ناگزیر ہی ہو انگلستان میں جرم سے براءت کی موجب نہیں سمجھی گئی ہے۔ لاطینی مقولہ ہے کہ[2] Ignorantia Juris nemunem Excusat (ناواقفیت قانون کوئی عذر نہیں ہے)۔ زیادہ سے زیادہ اس کا یہ اثر ہو سکتا ہے کہ جن خاص جرائم میں ایک مخصوص نوعیت کی نیت مجرمانہ کا وجود

---

[1] Reg. v. Hadfield (1800) 27 St. Tr. 1281 اور (C.C.C. Sess Pap: Cliv. 357) سے مقابلہ کیجیے۔

[2] اس سخت کلیے کی تائید میں ملاحظہ کیجیے آسٹن کی "اصول قانون" لکچر ۲۵۔ اجزائے قانون (Element of Law) مصنفہ مارکبی۔ سکشن ۲۶۹-۲۷۰۔ اور فرایض قانونی (Legal Duties) مصنفہ سی۔ کے۔ ایلن صفحات ۱۹۵-۱۹۶۔ ان تمام کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی طالب علم شاید یہی محسوس کرنے پر مجبور ہو کہ جیسا کہ پروفیسر ہنری سجوک کا خیال ہے کہ یہ کلیہ معیاری معدلت گستری پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے سے سماج کے حق تحفظ ذات کا نفاذ مقصود ہے۔ قانون روما میں جو معتدل اصول اختیار کیے گئے تھے ان کے لیے دیکھیے جسٹینین کی ڈائجسٹ باب ۲۲۔ (۲)۔ اور اصول قانون مصنفہ لینڈلے صفحہ ۲۴۱ اور ضمیمہ ۱۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضروری ہوتا ہے ان میں کبھی کبھی (مثل نشے کے) اس نوعیت کی نیت کے وجود کی اس کے ذریعے سے تردید ہو جائے۔ چنانچہ سرقے کا اطلاق صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ کوئی چیز ایسی حالت میں چرائی جائے کہ چرانے والے کو گمان تک نہ ہو سکتا ہو کہ اس کو اس شے پر حق تصرف حاصل ہے۔ لہٰذا ایک واقعی غلطی جو معقول وجوہ پر مبنی ہو خواہ وہ قانون ہی کی کیوں نہ ہو جیسے مثلاً کوئی عورت کسی گاؤں میں (جہاں یہ رواج بھی ہو) کھیت کٹنے کے بعد خوشہ چینی کرے (صفحہ ۲۳۳ اصل کتاب ہٰذا) تو اس کو ایک کافی اور معقول صفائی تصور کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی راہن ایک غلط لیکن واقعی ادعائے حقیقت کے تحت اس مکان کے ملحقہ سامان کو جسے وہ رہن کر چکا ہے کوئی نقصان پہنچائے تو وہ برنائے کینہ نقصان رسانی کا مجرم نہ ہوگا۔[1] بہرحال ایسے مستثنیٰ جرائم کے علاوہ اس کلیے پر سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے کہ قانون کی غلطی کا عذر قابل تسلیم نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جہاز راں ایک ایسے عمل کی بنا پر مجرم قرار دیا گیا جس کو مجلس وضع قوانین کے صرف ایک ایکٹ کے ذریعے سے جرم قرار دیا گیا تھا اور 79
اس ایکٹ کی منظوری کی اطلاع اس شخص کو ہونا ناممکن تھی چوں کہ جس زمانے میں یہ قانون منظور ہوا یہ شخص بہت دور سمندری سفر پر تھا اور جب اس فعل کا ارتکاب ہوا تھا اس وقت تک اس کو اس قانون کے منظور ہونے کی اطلاع نہ پہنچ سکتی تھی۔[2]

[1] Reg. v. Croft (1889), C.C.C. Sess. Pap Cxl.202
اور Reg. v. Twose (1879), 14 Cox 327
[2] Rex v. Baily (1810), R and R. (I.K.S.C. 29) Cf. 86, J.P. 77

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن فرانسیسیوں نے انگلستان میں ایک محارب ہے میں بحیثیت معین حصہ لیا تھا ان پر بھی اسی طرح قتل عمد کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا حالاں کہ خود ان کے ملک میں محاربے کا رواج تھا اور ان کو یہ علم نہ تھا کہ انگریزی قانون میں اس کی ممانعت ہے[1] ایک شوہر اپنی بیوی کی پرورش سے بالارادہ غفلت برتنے پر مجرم قرار دیا جا سکتا ہے خواہ اس کو واقعاً غلط طور پر یہ یقین ہو کہ اس پر قانوناً زوجہ کی پرورش کی ذمہ داری نہیں ہے[2] اٹلی کے لوگوں کو لاٹری کے سلسلے قایم کرنے پر لندن میں سزا دی گئی حالاں کہ انھوں نے یہ حجت پیش کی کہ اٹلی میں ہر گاؤں میں سلطنت کے منظورہ لاٹری کے مقامات ہیں اور یہ کہ ان کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ انگریزی قانون اس بارے میں مختلف ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ اگر مویشیوں کے ڈاکٹر کو غلط طور پر یہ یقین ہو کہ اس عمل جراحی کا کرنا جس کو وہ سمجھتا ہے کہ تکلیف دہ اور بے سود ہے قانوناً مستلزم سزا نہیں ہے اور وہ عمل جراحی کر بیٹھے تو اس کے اس یقین کی وجہ سے اس کی براءت نہ ہو سکے گی۔

یہ غلطیاں کافی معقول وجوہ پر مبنی ہیں پھر بھی موجب براءت نہیں سمجھی جاتیں۔ اگر ملزم یہ بھی ثابت کر دے کہ اس نے وکیل سے مشورہ حاصل کیا تھا لیکن وکیل نے اس کو غلط مشورہ دیا اور اس غلط مشورے کی وجہ سے اس جرم کا ارتکاب عمل میں آیا تب بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی چہ جائے کہ کوئی ایسی قانونی غلطی ہو نا جو معقول وجوہ پر مبنی ہو۔ اس کی بنا پر کسی عذر کے مسموع

---

[1] (Re Barronet (1853), I.E. and B.I.)

[2] (Biggs v Burridge (1925), 89 J.P. 75.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونے کا تو اور بھی کم امکان ہو سکتا ہے۔ اس طرح کی غلطیوں کا موقع زن دشوہیں سے کسی کے دوبارہ شادی کرنے کے جرم (Bigamy) کے سلسلے میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس جرم کے ایک مقدمے میں جس کو مصنف نے سنٹرل کریمنل کورٹ میں ۱۸۸۳ء میں سنا تھا نہ صرف ملزم کو بلکہ اس کی پہلی بیوی اور بیوی کے تمام خاندان کو ان کی شادی کے کالعدم ہونے کا یقین تھا چونکہ شادی کی انگوٹھی پیتل کی تھی سونے کی نہ تھی[1]

80 وہ قانونی غلطیاں جن کی بنا پر ایک شخص سے جرم کا ارتکاب ہو جاتا ہے عام اس سے کہ وہ معقول وجوہ کی بنا پر ہوں یا نامعقول وجوہ کی بنا پر بہر حال اس کو مستوجب سزا قرار دیتی ہیں۔ البتہ غلطیوں کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی سزا میں تخفیف ہو سکتی ہے[2]

---

[1] ایک عورت نے اپنے شوہر کی حیات میں شادی کر لی تھی اس پر ۱۹۲۰ء مقدمہ چلایا گیا۔ جس پاگل خانے میں اس کا فاتر العقل شوہر گزشتہ گیارہ سال سے محبوس تھا اس کے عہدہ داروں نے اس عورت کو یقین دلایا تھا کہ اس کے شوہر کے ناقابل علاج ہونے کی وجہ سے وہ قانوناً مجاز ہو گئی ہے کہ دوبارہ شادی کر لے ۱۹۲۱ء ہی میں ایک شخص کے مقدمے کی سماعت ہوئی، اس کو کامل طور پر یہ یقین تھا کہ یہ امر کہ اس کی زوجہ ایک زانی شخص کے ساتھ بھاگ گئی بجائے خود اس کی شادی کو فسخ کرنے کے لیے کافی تھا۔ اکثر اوقات غلطی سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ محض ابتدائی ڈگری (جو مدعا علیہ کے اس کے خلاف وجہ ظاہر کرنے کی صورت میں قطعی کی جاتی ہے) کے ذریعے سے فوری طور پر نکاح کا انفساخ عمل میں آجاتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۶۳ (اصل کتاب؟) مابعد۔

[2] 7 C. and P. 456; and 1921) 2 K. Bat page. 125

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۱۱ جب جبر کی وجہ سے ارادہ مغلوب ہو جائے

(۱) احکام کی بجا آوری۔ انگریزی قانون میں شاذ طور پر یہ صفائی قابل قبول سمجھی جاتی ہے۔ گو یہ ضروری ہے کہ بعض افعال ایسے بھی ہیں جو عام حالات میں خلاف قانون ہیں لیکن جب ان کو عدل گستری کے اغراض کے لیے جایز طریقے سے انجام دیا جاتا ہے تو وہ مطابق قانون ہو جاتے ہیں[۱] جیسے مثلاً کسی عدالت کے مصدرہ جایز حکم سزا[۲] کا نافذ کرنا۔ وہ جرایم جن میں جبر کو دخل ہو ان[۳] کو یا نقض امن کے ارتکاب کو روکنا یا مجرمین کو گرفتار کرنا[۴]۔ گو کہ اصولاً بادشاہ سے فوجداری یا دیوانی کسی نوعیت کی خطا سرزد نہیں ہو سکتی بلکہ یہ کہ چونکہ بادشاہ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی اس لیے اس کے ماتحتوں سے اس کی جانب سے جو ناجایز افعال سرزد ہوں ان پر سختی کے ساتھ باز پرس ہونا چاہیے۔ لہذا اگر کوئی فوجی سپاہی یا جہازران یا پولیس کا جوان ناجایز طور سے کسی پر جبر کرے تو وہ اپنی براءت کے لیے یہ عذر نہیں پیش کر سکتا کہ اس نے اپنے بالادست حاکم کے احکام کی تعمیل میں ایسا کیا یا یہ کہ خود بادشاہ کے احکام کی تعمیل میں اس نے وہ

---

[۱] خصوصیت سے قتل انسان کے سلسلے میں دیکھیے صفحہ ۱۱۷ (اصل کتاب؟) مابعد۔

[۲] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۶ (اصل کتاب؟) مابعد۔

[۳] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۷ (اصل کتاب؟) مابعد۔

[۴] صفحہ ۵۲۸ (اصل کتاب؟) مابعد۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمل کیا ہے[۱]۔

اس میں شک نہیں کہ اس طرح کے احکام جب ظاہر بظاہر خلاف قانون نہ ہوں تو کسی زیادہ عام قانونی کلیے کے تحت ان کو اس شخص کی براءت میں دخل ہو سکتا ہے۔ ان احکام کی بنا پر اس کو ایسا ادعائے حقیقت[۲] پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر وہ کسی شخص کے اسباب پر قبضہ کر لے تو اس کا یہ فعل سرقے میں شمار نہ ہوگا۔ یا یہ کہ ان احکام کی وجہ سے اس کے لیے اپنے گرد و پیش کے حالات کو اس طرح پر تصور کرنے کے
81 وجوہ پیدا ہو جاتے ہیں کہ وہ اپنے عمل کو حق بجانب سمجھتا ہے اور یہ واقعاتی غلطی[۳] معقول وجہ براءت ہو جاتی ہے یا ان کی بنا پر کسی خاص نوعیت کی نیت کے وجود کی تردید ہو جاتی ہے[۴] یا کسی ظاہر اشد یدغفلت کے ارتکاب کے لیے عذر بہم پہنچ جاتا ہے[۵]۔ اس سے بالاتر یہ کہ 'سرکاری فرماں برداری' کے ایک خاص قاعدے کی رو سے قانون کی غلطی بھی ایک ایسے سرکاری ملازم کے لیے موجب براءت ہو سکتی ہے جس نے خلاف قانون احکام کی تعمیل کی ہو۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اس

---

[۱] صفحہ ۸۹ (اصل کتاب) مابعد و نیز ملاحظہ ہو Pollocks Law of Torts 13th Ed, Ch. 4, S. 8 اور Kemys Select Cases on Tort صفحات ۱۲۲-۱۲۶ و نیز شاہی اقتدار پر انگریزی قانون میں جو مخصوص نوعیت کی پابندی عاید کی گئی ہے اس کے لیے ملاحظہ ہو: Hallam's Constitutional History باب اول صفحہ ۳ اور باب ہفتم صفحہ ۵۲۶۔

[۲] صفحہ ۲۳۲ (اصل کتاب؟) مابعد۔

[۳] صفحہ ۷۰ (اصل کتاب؟) ماقبل۔

[۴] Reg. v. Janes (1837), 8 C and P. 131

[۵] Reg. v. Trainer (1864), 4 F and F 104

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرکاری ملازم کو معقول وجوہ کی بنا پر (گو غلط طور پر) یہ یقین ہو کہ وہ احکام مطابق قانون ہیں۔ چنانچہ جب نگران محبس یا جلاد کسی ناواجب عدالتی حکم کی تعمیل میں جبر کا استعمال کریں تو اگرچہ وہ جبر مجرمانہ ہوگا تاہم اگر اس عدالت کو جس نے وہ حکم صادر کیا تھا اس جرم کی بابت اختیار سماعت حاصل تھا اور وہ حکم ہر طرح سے ظاہر بظاہر با ضابطہ تھا تو یہ امر کہ اس شخص نے اس فریضۂ فرماں برداری کے تحت جو ایک سرکاری عہدہ دار پر عاید ہوتا ہے ان احکام کی تعمیل کی اس کو بری الذمہ قرار دینے کے لیے کافی ہوگا۔[1]

لیکن بہر طور کامن لا نے نگہبان محبس یا دوسرے سیول عہدہ داروں کو جس حد کی براءت عطا کر رکھی ہے اس کا بری اور بحری افواج پر اطلاق کرنے کے لیے ابھی تک کوئی باوثوق انگریزی سند موجود نہیں ہے۔ ایک بحری سپاہی اگر تعمیل حکم کے طور پر کسی ایسے کشتی بان کو جو جہاز کی طرف بڑھتا چلا آتا ہو

[1] ملاحظہ ہو 9 Coke 68, 1 Hale 496, 1 Hawkins باب اٹھائیس (1 East. P.C, 331) اور Marko v. Frogly (1898) IQ.B.396,404) ونیز (3 C, and K. 199) میں جن اسناد کا حوالہ دیا گیا ہے وہ قابل مطالعہ ہیں Reg. v. Trainer (1864), 4 E and F.105, 111 میں ریلوے حادثے کے سلسلے میں میں فائرمین پر قتل انسان کا الزام تھا۔ جسٹس ولس جیسے جج نے یہ تحریر کیا ہے کہ "فوجداری مقدمے میں یہ قرار دینا چاہیے کہ ایک ادنیٰ عہدہ دار اپنے اعلیٰ عہدہ دار کے ایسے احکام کی تعمیل میں حق بجانب ہے جو ظاہر بظاہر ناواجب یا خلاف قانون نہ ہوں۔" (ملاحظہ ہو Reg. v. Hutchinson (1864) 9 Cox 555 اور اس نے اس چیز کو اتنی وسعت دی ہے۔ انجن ڈرائیور کے احکام کی تعمیل کرتا فائرمین کی ذاتی ذمہ داری میں بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گولی مار دے تو اگر اس کو معلوم ہو کہ وہ حکم اس مصلحت سے دیا گیا ہے کہیں کشتی بان جہاز پر آکر بغاوت نہ پیدا کرے تو غالباً اس بحری سپاہی کو قتل عمد کا مجرم نہ قرار دیا جائے گا[1] چوں کہ ایسے احکام کو معقول وجوہ کی بنا پر وہ جایز تصور کر سکتا ہے لیکن اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ یہ حکم صرف اس غرض سے دیا گیا ہے کہ جہاز میں کوئی اور شخص نہ آئے اور حسب دلخواہ اطمینان حاصل رہے تو ظاہر ہے کہ وہ مجرم قرار دیا جائے گا۔ سرکاری قانونچۂ فوج British Mannal of Miltary Law میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ امر ہنوز کسی حد تک مشتبہ ہے کہ بالادست افسر کے کسی ایسے معین حکم کے تحت جو ظاہر بظاہر ناروا بھی نہ ہو اگر کوئی فوجی سپاہی خلاف قانون عمل کرے تو وہ اس حکم کی بنا پر کس حد تک ذمہ داری سے بری سمجھا جائے گا لیکن ریاست ہائے متحدہ کی عدالتوں نے بارہا اس طرح کے عذر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔ اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اگر سپاہی یا ملاح اپنی صفائی میں اس امر کو پیش کریں کہ ان کے کمانڈر نے ان کو ایسا حکم دیا تھا تو یہ قابل قبول نہیں ہے تاوقتیکہ وہ احکام نہ صرف مطابق قانون معلوم ہوتے ہیں بلکہ واقعاً بھی مطابق قانون ہوں[2] ملاحظہ ہو ریاستہائے متحدہ بنام جونس (۱۸۱۳ء) ۳ واشنگٹن ۲۱۸ اور ریاست ہائے متحدہ بنام سرکار (۱۸۷۱ء) اوڈس ۴۸۰۔ امریکہ کا یہ اصول انتہا پسندی پر مبنی ہے اور فرانسیسی مقننین نے اس کا ان الفاظ میں مضحکہ کیا ہے (ha theorie des baionettes intelligentes)

82

[1] سرکار بنام ٹامس (۱۸۱۶ء) (Russel on Crimes) آٹھواں ایڈیشن صفحہ ۷۷۴) سرکار بنام اسمتھ (۱۸۹۹ء) 17 Cape of Good Hope 561 (K.S.C. 60) اور تاریخ قانون فوجداری صفحہ ۲۰۵

[2] انگلستان۔ اسکاٹلینڈ۔ امریکہ اور جنوبی افریقہ کی عدالتوں کے مختلف نظریات کے متعلق ملاحظہ مقدمات ((K.S.C. 59-60))

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرکاری فرماں برداری کی یہ نسبت خانگی فرماں برداری کو اکثر اوقات زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس کی بنا پر ان ملازمین یا بچوں کو جنھوں نے مالکوں یا والدین کی ترغیب پر جرایم کا ارتکاب کیا ہو کبھی مستثنیٰ نہیں کیا جاتا البتہ کسی زمانے میں صرف ازدواجی فرماں برداری کی صورت میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس کی وجہ سے استثنیٰ عطا کیا جا سکتا ہے چنانچہ اگر زوجہ[1] اپنے شوہر کی واقعی موجودگی میں کسی عام جرم کبیر کا ارتکاب کرتی تو کامن لا کی رو سے یہ بادی النظری قیاس قایم ہوتا تھا کہ اس نے ایسے جبر کے تحت اس جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مستحق براءت ہے خواہ اس امر کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو کہ شوہر نے واقعی طور پر تخویف سے کام لیا ہے۔ (تاہم اگر کسی جرم کا اس نے ایسے وقت ارتکاب کیا ہو جب اس کا شوہر واقعاً موجود نہ ہو تو اس کے سابقہ احکام و تہدیدات کسی شخص غیر کی ترغیبات سے زیادہ مفید براءت نہیں ہو سکتے[2]) جرایم قابل ترتیب فرد جرم میں جرم کا قیاس نہیں کیا جاتا لیکن بقول اکثر مصنفین[3] جملہ جرایم صغیرہ Misdemeanors میں بجز ان جرایم کے جن کا تعلق انتظام خانہ داری سے ہے (چونکہ ان امور میں زوجہ کے متعلق یہ قیاس ہوتا ہے کہ وہی اصل کارکن ہے) یہی قیاس قایم کیا جاتا تھا اور اکثر جرایم کبیرہ[4] (felonies) کی صورت میں مثل نقب زنی 83

[1] محض داشتہ نہیں Rex. v. Court (1912), 7 Cr. App. R. 127

[2] صفحہ ۸۴ (اصل کتاب؟) مابعد۔

[3] ڈاکٹر برکنہڈ کی ۱۹۲۲ء کی کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں یہی لکھا ہے ملاحظہ ہو (Reg. v. Smith (1916), 12 Cr. App. R. 127, Reg. v. Torpey (1871), 12 Cox 45)

[4] ۱۸۹۱ء میں جسٹس کیو نے نقب زنی میں اس کا اطلاق کیا۔ (Kelying 31 (K.S.C. 66)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرقہ، جعل سازی یہی قیاس قایم کیا جاتا تھا لیکن ایسے انتہائی سنگین جرایم کبیرہ میں جیسے بغاوت اور قتل عمد یہ قیاس نہیں قایم کیا جاتا تھا۔ پھر بھی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں فرماں برداری کا یہ قیاس محض بادی النظری تھا چنانچہ اگر یہ ثابت کیا جاتا تھا کہ زوجہ نے اس جرم کے ارتکاب میں اس قدر نمایاں حصہ لیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شوہر کے ارادے سے قطع نظر ارتکاب جرم میں خود اس کی نیت کو مستقلاً دخل تھا[۵۱] تو اس قیاس کی تردید ہو سکتی تھی۔ یہ الوکھی مراعات جو زوجہ کو عطا کی گئی تھیں اور بچے کو حاصل نہیں تھیں بعض خاص اور عجیب قسم کے تاریخی وجوہ پر مبنی تھیں۔ خواندہ اشخاص کے اس حق سے[۵۲] کہ ان کو سزائے موت نہ دی جائے Benefit of Clergy سنہ ۱۶۹۲ء[۵۳] تک عورتیں محروم تھیں لہٰذا جب کوئی مرد اور اس کی زوجہ شرکت میں کسی جرم کبیر کے ارتکاب کرنے پر ماخوذ ہوتے تو مرد اگر ذرا بھی پڑھ سکتا تھا تو وہ رہا کر دیا جاتا تھا لیکن عورت چاہے اکثر ان دونوں میں کم مجرم بھی ہوتی تب بھی سزائے موت کی مستوجب قرار دے دی جاتی تھی۔ لہٰذا ازدواجی فرماں برداری کے اس مصنوعی قیاس کی ابتدا کی گئی اور اس طرح اس ناانصافی کا سدباب کیا گیا۔

کریمنل جسٹس ایکٹ سنہ ۱۹۲۵ء (قانون معدلت فوجداری) کے

---

۵۱ Reg. v. Cruse (1838), 2 Moody 53 (K.S.C. 66)

۵۲ صفحہ ۵۷۳ (اصل کتاب؟) مابعد۔

۵۳ چنانچہ چارلس ثانی اور جیمس ثانی کے زمانے میں اگرچہ بالکل موجودہ زمانے کی طرح) چند ہی عورتوں پر مقدمہ چلایا گیا پھر بھی ان کی تعداد اس جملہ تعداد کی جس کو (Old Baily) سشن سے سزائے موت کا حکم دیا گیا تقریباً ۲/۳ رہی اور بعض اوقات ان کی تعداد غالب بھی رہی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذریعے سے اس بے اصول وجہ براءت کو یکم جون ۱۹۲۶ء سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس قانون میں ہے کہ (دفعہ ۷، ۴) یہ قیاس قانونی کہ شوہر کی موجودگی میں اگر زوجہ جرم کا ارتکاب کرے تو یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ جرم شوہر کے جبر کی بنا پر کیا گیا ہے قانون ہذا کے ذریعے سے مسترد کیا جاتا ہے۔ لیکن زوجہ کے خلاف اگر کوئی الزام قایم ہو (علاوہ الزام بغاوت یا قتل عمد کے) اور یہ ثابت ہو جائے کہ جرم کا ارتکاب شوہر کی موجودگی میں اور اس کے جبر کی وجہ سے ہوا ہے تو یہ امر معقول وجہ براءت متصور ہوگا۔"[1]

گو کہ اس موقع پر یہ امر کسی حد تک غیر متعلق ہے لیکن تاہم اس کا بیان کر دینا موجب سہولت ہوگا کہ چند ایسی صورتیں بھی ہیں 84
جن میں گو کہ فعل بجائے خود مجرمانہ ہوتا ہے لیکن اگر زوجہ سے سرزد ہو تو وہ مجرمانہ نہیں رہتا چوں کہ اس فعل کا تعلق زوجہ اور شوہر کے تعلقات سے ہو جاتا ہے چنانچہ اگر کوئی شخص جرم کا ارتکاب کرے اور اس کی زوجہ اس کا خیر مقدم کرے اور اس کو پناہ دے تو محض خیر مقدم کی بنا پر قانون اس کو معین بعد جرم (یا شریک بغاوت) تصور نہ کرے گا (صفحہ ۱۰۲ مابعد اصل کتاب ہذا) چونکہ شوہر کا خیر مقدم کرنا زوجہ کا فرض ہے۔ علاوہ ازیں ازدواجی اتحاد کی وجہ سے بعض امور کی حد تک زوجین شخص واحد تصور کیے جاتے ہیں لہٰذا کوئی مجرمانہ سمجھوتہ جس میں صرف زن و شو شریک ہوں از روئے قانون سازش کے جرم کی حد تک

[1] بغاوت کی بعض صورتوں میں ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸ مابعد اصل کتاب ہذا) ہر شخص جبر تہدید کی صفائی پیش کر سکتا ہے اور زوجہ کے لیے ایسی صورتوں میں اس صفائی کے قابل قبول ہونے کا اور بھی زیادہ موقع ہے (ڈبلو۔ ٹی۔ ایس اسٹیلی براس نے (Journal of Compartive Law (1933) XIV, 61) میں اس دشواری کا ذکر کیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں پہنچتا (صفحہ ۳۳۶ مابعد اصل کتاب؟) چوں کہ سازش کے لیے دو سازش کرنے والوں کا وجود لازم ہے۔ اسی طرح شوہر کے خلاف اگر زوجہ مزیل حیثیت عرفی امر کی اشاعت کرے یا زوجہ کے خلاف شوہر یہی عمل کرے تو یہ جرم میں شمار نہ ہوگا[۱]۔ اور نہ عام حالات میں شوہر یا زوجہ آپس میں ایک دوسرے کا مال چرانے سے مجرم ہو سکتے ہیں (صفحہ ۲۱۱ مابعد اصل کتاب؟) (۲) جبر تہدیدی کی صفائی کبھی شاذ طور پر پیش کی جاتی ہے حتیٰ ایں کہ سر جیمس اسٹفن کا بیان ہے کہ اپنے طویل عدالتی تجربے کے دوران میں انھوں نے کوئی ایسا مقدمہ نہیں دیکھا جس میں یہ صفائی پیش کی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں قانون آج تک ناقص بھی ہے اور مبہم بھی۔ یہ امر بہرحال واضح ہے کہ فوری ہلاکت یا ضرر شدید کی دھمکی کے اثر سے اگر بعض جرایم کا ارتکاب کیا جائے تو یہ امر ایسے جرایم کی حد تک موجب براءت ہوگا۔ یقین کے ساتھ یہ کہنا ناممکن ہے کہ کن جرایم میں یہ عذر مسموع ہوگا۔ یہ یقینی امر ہے کہ اس کی بنا پر قتل عمد سے براءت نہیں مل سکتی تاہم اس سے زیادہ سنگین جرم یعنی بغاوت سے (گو کہ صرف اس کی خفیف اشکال میں) اس کی بنا پر براءت ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی ملزم یہ ثابت کرے کہ ہلاکت یا کسی ایسی جسمانی مضرت کی دھمکی کی وجہ سے جو ہلاکت سے کچھ ہی کم درجے کی ہو وہ مجبور ہو گیا تھا کہ بغاوت میں ضمنی حیثیت کی مدد دے لیکن اس پر یہ ثابت کرنا لازم ہوگا کہ اس پوری مدت کے دوران میں جب کہ وہ مدد دے رہا تھا جبر برقرار رہا اور جس امر کے کرنے کے لیے وہ مجبور کر دیا گیا تھا اس سے زاید اس نے کوئی کام نہیں کیا اور سب سے پہلے جو موقع

---

[۱] سرکار بنام لارڈ میئر آف لندن (۱۸۶۶ء) ۱ کوئنس بنچ ڈویژن ۲۷۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

85 اس کے ہاتھ آیا اس ہی پر وہ دستکش ہو گیا[۱]۔ مزید براں بقول سر جیمس اسٹیفن یہ صفائی اس وقت قابل قبول ہو سکتی ہے جب کہ ملزم کو ایک سے زاید اشخاص نے دھمکی دی ہو۔ لیکن اصولاً یہ سمجھ میں آتا ہے کہ دو شخص باعتبار قوت یا اسلحہ ایک دوسرے سے اس قدر مختلف الحال ہو سکتے ہیں کہ جس حد کا جبر استثنیٰ کے لیے کافی تصور کیا جاتا ہے اتنا جبر ان میں سے ایک شخص دوسرے پر استعمال کر سکتا ہے خواہ اس مقام پر دھمکی دینے والا تنہا ہی ہو۔

کمتر درجے کے جبر کا خوف گو کہ جرم سے براءت کے لیے کافی نہیں ہے پھر بھی اس کی وجہ سے سزا میں کمی ہو سکتی ہے۔ جہاں کہیں وہ مجرم ہوں گے ان میں سے ایک شخص دوسرے سے کسی حد تک ہمیشہ خوف زدہ رہے گا۔ ایسی حالت میں وہ بزدل اور زیر دست شخص اپنے بالادست ساتھی کی بہ نسبت کم سنگین سزا کا مستوجب ہو گا۔

(۳) **ضرورت**۔ اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی ذات یا جایداد کو مضرت پہنچائی ہو اور اس سے اس کی غرض یہ ہو کہ عامۃ الناس کو بہت زیادہ سخت مضرت سے بچایا جائے تو ان دیوانی مقدمات میں جو اس مضرت کے معاوضے کے لیے رجوع کیے جائیں مذکورۂ بالا واقعہ قدیم زمانے سے ایک معقول صفائی تصور کیا جاتا ہے[۲]۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آگ کو پھیلنے سے

---

۱ Rex. V. Megrowthers (1748) Foter 13 (K. S. C. 56)

۲ دیوانی جواب دہی میں ضرورت کا عذر کب پیش ہو سکتا ہے اس کے لیے ملاحظہ ہو قانون ٹارٹ مصنفہ پولاک ۱۳ ایڈیشن صفحہ ۱۷۴۔ اور حفاظت خود اختیاری کے لیے ملاحظہ ہوں صفحات (اصل کتاب؟) ۱۱۷ تا ۱۱۸، اور ۱۷۸ تا ۱۸۰ ما بعد۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روکنے کے لیے مکانوں کا گرا دینا[1] یا آگ بجھانے کے لیے مکان میں داخل ہو جانا ٹارٹ نہیں ہے لہٰذا یہ ایک لازمی بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر فوجداری کارروائی میں اس طرح کی ضرورت کو صفائی میں پیش کیا جائے تو زیادہ آسانی سے قابل قبول ہوگی، چوں کہ فوجداری کارروائیوں کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ نقصان کی تلافی کی جائے بلکہ جس بدعملی کا واقعی طور پر ارتکاب عمل میں آیا ہے اس کی سزا دینا مقصود ہوتا ہے۔ (جو ان مواقع پر تقریباً یا قطعاً معدوم معلوم ہوتی ہے) اور خود سزا کا بڑا مقصد (یعنی عبرت) فوت ہو جاتا ہے۔ ضرورت کی ان صورتوں میں وہ خرابی جس کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس خرابی سے کم درجے کی ہوتی ہے جس کو اگر جرم دفع نہ کر دیتا تو برداشت کرنا پڑتا۔ لہٰذا اگر
86 کوئی شخص کسی کی جان بچانے کی خاطر ایک خفیف جرم کا ارتکاب کرے مثلاً یہ کہ شب میں بلا قندیل کی بائیسکل پر آگ بجھانے کا انجن لینے جائے تو اس کا یہ عذر بظاہر معقول اور قانونی ہوگا۔ تاہم نظریات قانونی پر تبصرہ کرنے والے مصنفین کا رجحان اگرچہ یہی ہے کہ اس صفائی کو تسلیم کرنا چاہیے لیکن کوئی انگریزی نظیر ایسی موجود نہیں ہے جس میں یہ صفائی واقعاً پیش کی گئی ہو اور قبول ہوئی ہو۔ البتہ لارڈ مینسفیلڈ نے ایک ضمنی رائے کی حیثیت سے یہ لکھا ہے کہ بعض ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ اگر عامۃ الناس کے لیے کوئی خطرہ درپیش ہو تو ضرورت کے تحت ایک باغیانہ فعل بھی حق بجانب تصور کیا جائے[2]، مثلاً یہ کہ نوآبادیات کے کسی

---

[1] ملاحظہ ہوں ٹارٹ کے منتخب نظائر، مرتبۂ کینی صفحات ۱۶۱ - ۱۷۰۔

[2] Rex. V. Stratton (1779) لارڈ کولرج نے Reg. V. Dudley میں اس مقولے کی صحت کو تسلیم کیا ہے ملاحظہ ہو صفحۂ اصل کتاب؟ ۸۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گورنر کو اس کی کونسل معزول کر دے۔ ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ اگر سمندری سفر کے دوران میں رسد کم پڑ جائے اور جہاز کا کپتان مسافروں کو کھلانے کے لیے محولہ سامان پر تصرف کر لے تو اس کے اس فعل پر سرقے کا اطلاق نہ ہوگا۔ گرگسن بنام گلبرٹ (۱۷۸۳ء) میں سمندری بیمے کی پالیسی کی بنا پر ایک سو پچاس غلاموں کی قیمت کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ یہ غلام دوران سفر میں جہاز پر سے اس وجہ سے پھینک دیے گئے تھے کہ پانی کے پینے کم رہ جاتے تھے اور سو غلام پہلے ہی پیاس کی وجہ سے مر چکے تھے۔ عدالت اور شاید وکلا دونوں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ انتہائی ضرورت کے موقع پر ایسے بھیانک افعال بھی جایز سمجھے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس مقدمے میں راست فوجداری ذمہ داری کا سوال نہ تھا اور اب سرکار بنام ڈڈلی اور اسٹیفنس (۱۸۸۴ء) کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوجداری قانون کے تحت ایسے قتل کے فعل کے لیے ضرورت کی بنا پر کوئی استثنیٰ منظور نہیں کیا جا سکتا۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کی صفائی کسی ایسے معاملے میں منظور نہیں کی جا سکتی (۱) جس میں خرابی جو دفع کی گئی ہو وہ اس جرم کی خرابی سے جس کا اس دفعیے کے لیے ارتکاب کیا گیا ہو کم ہو (۲) جس میں وہ خرابی کسی ایسی صورت سے رفع ہو سکتی ہو جو اس جرم کے ارتکاب سے کم اہمیت رکھتا ہو (۳) جس میں اس خرابی کے رفع کرنے کے لیے جتنی مضرت کی ضرورت ہو اس سے زیادہ پہنچائی گئی ہو۔ لہٰذا سر جیمس اسٹیفن نے جو کلیہ

---

۱ 3 Douglas 232

۲ 14 Q. B. D. 273 (K. S. C. 62)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تجویز کیا ہے اس سے کوئی زیادہ معین کلیہ قایم کرنا شاید قرین احتیاط نہ ہوگا۔ سر جیمس کہتے ہیں کہ "ایسی صورتیں خیال میں آتی ہیں جن میں
87 خلاف ورزی قانون اس شدت کے ساتھ قرین مصلحت ہو کہ لوگ اس خلاف ورزی میں حق بجانب قرار دیے جائیں، لیکن قبل از وقت ان حالات کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔"[1]

صرف ایک ہی انگریزی مقدمے میں یہ صفائی صاف طور پر پیش کی گئی تھی اور اسی میں وہ نامنظور کر دی گئی۔[2] تین مرد اور ایک لڑکا مگنونٹی جہاز کی تباہی سے بچ کر ایک کھلی کشتی میں نکل بھاگے تھے آٹھ روز تک انھیں کوئی غذا نہ ملی اور بالآخر ان آدمیوں نے اس لڑکے کو مار ڈالا تاکہ اس کی لاش کھالیں۔ چار روز بعد ایک جہاز ان کو جاتا ملا اور وہ ان کو نکال لایا۔ انگلستان پہنچنے پر ان میں سے دو شخصوں کے خلاف لڑکے کو بالعمد قتل کرنے کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا۔ لارڈ بیکن نے کہا تھا (مقولہ جات نمبر ۵) کہ اگر جہاز تباہ ہو گیا ہو اور اس جہاز کے دو شخص ایک تختے سے چمٹے ہوئے ہوں اور وہ تختہ صرف ایک کا وزن اٹھا سکتا ہو اور ان میں سے ایک شخص دوسرے کو ڈھکیل دے تو اس شخص پر کوئی فوجداری ذمہ داری عاید نہ ہوگی چونکہ اس کا یہ عمل اپنی جان بچانے کے لیے ضروری تھا۔[3] لیکن عدالت کوئنس بنچ نے پورے زور کے ساتھ اس امر کا اظہار کیا ہے کہ قانون کا کوئی عام اصول

---

[1] History of Criminal Law صفحہ ۱۰۹۔

[2] Reg. V. Dudley and Stephens (1884), 14 Q. B. D. 273 (K.S.C. 62)

[3] Pleas of the Crown مصنفہ ہیل صفحہ ۵۴۔ ۱۸۹۸ء میں فرانس میں ایک فیصلے کے متعلق بڑی قانونی بحثیں اٹھی تھیں۔ وجہ یہ تھی کہ اس فیصلے میں لارڈ بیکن کے نرم اصول کا اتباع کیا گیا تھا اور فرانسیسی جج عام طور سے ہیل کے نظریے پر عمل کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا نہیں ہے جس کی رو سے اپنی جان بچانے کے لیے کسی بے گناہ شخص کی جان لینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ عدالت کا رجحان یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو لارڈ بیکن کے تختے والے کلیے کو بھی مسترد کر دے لیکن سر جیمس اسٹیفن کا خیال ہے کہ جو فیصلہ انھوں نے صادر کیا ہے اس سے اس کلیے کی تردید نہیں ہوتی۔ کیوں کہ بقول ان کے، ملزم دوسرے شخص کو کوئی جسمانی ضرر نہیں پہنچاتا بلکہ اس کے لیے پھر بھی یہ موقع چھوڑتا ہے کہ کوئی دوسرا تختہ حاصل کرے، لیکن مگنونٹی کے مقدمے میں لڑکا واقعی طور پر قتل کر دیا گیا اور پھر ایسے لوگوں کے ہاتھوں جنھوں نے یہ عمل اس لیے کیا کہ وہ بھوک سے ہلاک نہ ہو جائیں اور بھوک سے ہلاک ہو جانے کے متعلق جوری کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر وہ لوگ اس لڑکے کو ہلاک نہ کرتے تو ہلاکت کا صرف "گمان غالب تھا" "لزوم نہ تھا"۔[1]

[1] اسٹیفن کی Digest of Criminal Law کے ساتویں ایڈیشن کی فصل ۳۱ ملاحظہ ہو اسٹیفن کا بھی خیال یہی ہے کہ Reg. v. Dudley کے حالات دوسرے ایسے مقدمات سے بالکل مختلف تھے جن میں دو برائیوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک زچگی کرانے والا زچگی کے وقت یہ محسوس کرے کہ ماں کی جان بچانے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ بچے کو ہلاک کر دیا جائے (یہ ایسا فعل ہے جس کی بنا پر کبھی فوجداری مقدمہ نہیں چلایا گیا) بعض دوسری صورتیں ہیں جن میں اور اس شکل میں اور بھی زیادہ فرق ہے۔ وہ صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں یہ سوال نہیں ہوتا کہ دو میں سے کون سے شخص کو زندہ رہنا چاہیے بلکہ سوال یہ ہوتا ہے کہ آیا کوئی بھی زندہ رہے گا۔ جیسے مثلاً تین شخص اپنے کو ایک رسی میں باندھ لیں اور پہاڑ پر چڑھنا شروع کریں۔ ان میں سے دو کے پاؤں پھسل جائیں اور وہ تیسرا اپنے بچانے کے لیے رسی کو کاٹ دے تاکہ ان کے ساتھ وہ بھی پھسل کر موت کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

88 بہر حال ضرورت کی صفائی کو صرف ان مواقع پر اہمیت ہو سکتی ہے جن میں (مثل ان جرایم کے جن کی سزا موت ہے) سزا کی کوئی کم از کم حد معین ہوتی ہے۔ دوسرے تمام جرایم میں انگلستان کا ہر جج ملزم کی انتہائی حالت کا لحاظ کرے گا اور سزا کو کم کر کے برائے نام جرمانے کا حکم دے دے گا۔[1]

تاہم جب کسی ممنوعہ فعل کے نہ کرنے کا نتیجہ ناگزیر طور پر فوری ہلاکت ہو تو اگر سزا کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس کا خوف دلا کر جرایم کے ارتکاب سے باز رکھا جائے کہ قانونی ممانعت کا برقرار رکھنا عبث معلوم ہوتا ہے چوں کہ اگر سزا کی تہدید کا یہ اثر نہیں ہو سکتا کہ ارتکاب جرم سے باز رکھ سکے تو ایسی تہدید بے سود ہے۔[2] شاید یہی سبب ہے کہ ریاست ہائے متحدہ میں ضرورت کی صفائی کو قابل پذیرائی سمجھا جاتا ہے۔[3]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ منھ میں نہ جا پڑے۔ نیز ملاحظہ ہو Plowden ۱۳ جیل میں آگ لگ جائے اور ایک قیدی اپنی جان بچانے کے لیے اس میں سے بھاگ نکلے۔

[1] لیکن یورپ کے دوسرے ممالک میں (جہاں سزا کی کم از کم مقدار اکثر معین رہتی ہے) صفائی میں اکثر شدید جسمانی مضرت کو دفع کرنے کا عذر پیش کیا جاتا ہے۔

[2] تصادم کی وجہ سے کورٹ مارشل ہوا (اخبار ٹائمس ۲۸ جولائی ۱۸۹۳ء) اس میں یہ ثابت کیا گیا کہ بحری نظم و ضبط میں ضرورت کے موقع پر امیر البحر کے احکام کی خلاف ورزی بھی قابل معافی ہے۔ مثلاً بڑی ضرورت یہ کہ جہاز کی حفاظت خطرے میں نہ پڑے۔

[3] ملاحظہ ہو Common Wealth V. Brooks (1868) 99 mass 434 اور The state V. Wray (1875) 72 N. C. 253 Rice Gejeorgia (1899) 34, S. E. R. 202

میں ایک شخص نے ایک قانون کی خلاف ورزی کی جس کے ذریعے سے گرجا کو شراب لے جانا ممنوع قرار دیا گیا تھا۔ اس نے یہ جواب دہی کی کہ اس کی بیوی کو اس کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ ابتدائی تین اشکال جن میں ضروری دماغی عنصر کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے مجرمانہ عمل پر سزا نہیں دی جاتی ان میں بلیکسٹن ایک چوتھی مفروضہ شکل کا اضافہ کرتے ہیں یعنی یہ کہ جب ارادہ اتنا کامل ہو کہ جرم کا ارتکاب ممکن نہ ہو۔ فوجداری ذمہ داری سے بادشاہ کے مکمل استثنیٰ کو وہ ایک قطعاً غیر ضروری حیلۂ قانونی کے ذریعے سے اس کے ارادے کے فرضی کمال سے منسوب کرتے ہیں 89
اور ارادے کا یہ کمال ان کے نزدیک ایسا ہے کہ اس کے لیے مجرمانہ نیت ناممکن ہوتی ہے۔ لیکن یہ ایک ظاہر امر ہے کہ حقیقۃً ہمارا قانون یہ تصور نہیں کرتا کہ بادشاہ میں ارتکاب جرم کی صلاحیت نہیں ہے یعنی یہ کہ گو وہ اس کو کسی حالت میں سزا نہ دے گا لیکن ایک برے شیر کو جس نے بادشاہ کو جرم کے ارتکاب پر آمادہ کیا ہو معین جرم کی حیثیت سے بلا تامل سزا دی جائے گی۔ بادشاہ خود یقیناً ذمہ داری سے مستثنیٰ ہے اور اس کی حقیقۃً وجہ یہ ہے کہ ہمارے دستور میں کوئی ایسی عدالت موجود نہیں ہے جو بادشاہ پر اختیار سماعت رکھتی ہو لہٰذا اس امر کا محض قانون اضافی (ضابطے) سے تعلق ہے ہمارے قانون اصلی کے کسی مفروضے کا نتیجہ نہیں ہے۔

اس امر کو بہرحال کسی شعبۂ قانون کے تحت بھی قرار دیا جائے لیکن فی نفسہٖ یہ استثنیٰ بہت عاقلانہ ہے۔ ہر قوم نے اس استثنیٰ کے ذریعے سے اپنے اعلیٰ حاکم کا تحفظ ضروری تصور کیا ہے۔ (یہ صحیح ہے کہ ریاست ہائے متحدہ میں اگر صدر جمہوریہ کسی جرم کا مرتکب ہو تو وہ اس کا پورے طور پر ذمہ دار اور جواب دہ سمجھا گیا ہے[1]۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ضرورت ہے کہ ہر وقت شراب اس کے قریب رہے لیکن یہ صفائی نامنظور کی گئی چوں کہ اس کی بیوی کا گرجا جانا ضروری نہ تھا۔

[1] ملاحظہ ہو دستور ریاست ہائے متحدۂ امریکہ آرٹیکل II دفعہ ۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن مخصوص حالات میں ان ریاستوں نے اپنا دستور بنایا ہے وہ اس غیر معمولی ذمہ داری پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ چارلس اول کے مقدمے کے موقع پر مجلس وضع قوانین کی کونسل تک نے ہنری ہفتم کے زمانے کی اس قانونی رائے کو صحیح تسلیم کیا تھا[1] کہ "اگر بادشاہ غصے کی حالت میں کسی شخص کو مار ڈالے تو یہ ایسا جرم کبیرہ ہوگا جس کی وجہ سے بادشاہ کی جان لے لی جائے"۔

یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ بین الاقوامی عملدرآمد کی رو سے اسی طرح کا استثنیٰ غیر ملک کے ہر بادشاہ، سفرا اور ان کے متعلقین کے لیے ان کے دوران قیام میں روا رکھا گیا ہے[2]۔ خلاف قانون طور پر موٹر چلانے کی بابت جو چند تازہ مقدمات ہوئے ان میں اس استثنیٰ کے عملی اثرات ظاہر ہوئے۔

---

[1] 4 State Trails 1034 اور ملاحظہ ہو Constitutional Law مصنفہ وڈ اور فلپس دوسرا ایڈیشن صفحہ ۶۷۔

[2] بجز اس کے کہ وہ معزول کر دیے جائیں یا جلاوطن کر دیے جائیں یا انگلستان میں بھاگ کر آجائیں ایسی حالت میں یہ استثنیٰ باقی نہیں رہے گا Reg V. Mary Queen of Scots 1856

[3] وہ بحیثیت گواہ بھی طلب نہیں کیے جا سکتے۔ ۱۹۱۳ء میں ڈنمارک کی سفارت کا ایک سکریٹری دریائے ٹیمس میں غرق ہو گیا تھا۔ سفارت نے اس امر کا مطالبہ کیا کہ اس کی لاش کا معائنہ اور تحقیقات نہیں کی جا سکتی۔ سفارت کا یہ مطالبہ تسلیم کیا گیا۔ دیکھیے (International Law) قانون بین الاقوام) چوتھا ایڈیشن صفحہ ۶۳۲۔ مصنفہ اوپن ہیم (Oppenheim)

ملاحظہ ہو Engelke V. Musmann (1928) A. C. 433 جس سے معلوم ہوگا کہ اگر ہمارے دفتر خارجہ سے کسی شخص کو اس امر کی بابت صداقت نامہ دیا جائے کہ وہ قانون ملک سے مستثنیٰ ہے تو یہ استثنیٰ کے لیے قطعاً کافی ہوگا۔

نیز مقتدر اعلیٰ فرماں روا جیسے ریاست ہائے ہند کے وہ فرماں روا جو زیر حمایت برطانیہ ہیں ان کے لیے دیکھیے Statham, V. Statham, (1912) P. 92

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مزید براں سلطنت کے طرز عمل[1] Act of State کی بابت اس سلطنت کی عدالتیں جس کا وہ عمل ہو تحقیقات عمل میں نہیں لا سکتیں[2] 09

[1] ملاحظہ ہو (Constitutional Law) ایڈیشن دوم صفحات ۸۷-۹۱ مصنفہ ویڈ اور فلپس۔

[2] History of Criminal Law صفحہ ۶۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۵

نامکمل جرائم

ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب محض مجرمانہ نیت ہی ہوتی ہے تو قطعاً جرم کا اطلاق نہیں ہوتا لیکن فعل مجرمانہ کا وجود ہونا گو کہ اس طرح ضروری ہو جاتا ہے پھر بھی اگر وہ پورا فعل مجرمانہ جس کا قصد کیا گیا تھا پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا ہو تب بھی جرم کا ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کے گولی مارے لیکن نشانہ خطا کر جائے تو ظاہر ہے کہ قتل عمد تو نہ ہوگا تاہم یہ فعل داخل جرم ضرور ہوگا۔ کیوں کہ قانون ان جرائم میں جو قابل ترتیب فرد جرم ہیں ایسے افعال کی سزا دیتا ہے جو اس جرم کی تیاری کی بہت ابتدائی منزل ہوتے ہیں۔

لیکن جس طرح خالی نیت مجرمانہ کے وجود کی بنا پر سزا نہیں دی جاتی اسی طرح فعل مجرمانہ اپنی بالکل ہی اولین منازل پر مستوجب سزا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ (بغاوت کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک مخصوص شکل سے قطع نظر کرتے ہوئے) جب نیت مجرمانہ کے بعد کسی فعل کا صرف اس حد پر ارتکاب ہوا ہو کہ اس سے بجز اس کے کہ نیت مجرمانہ ظاہر ہو جاتی ہو اور کوئی اثر نہ ہوتا ہو تو کسی قسم کی فوجداری ذمہ داری پیدا نہیں ہوتی۔ ذمہ داری اس وقت تک شروع نہ ہوگی جب تک کہ ملزم نے کوئی ایسا عمل نہ کیا ہو کہ اس سے اس کی مجرمانہ نیت ہی ظاہر نہ ہوتی ہو بلکہ کسی حد تک اس جرم کی تکمیل بھی ہوتی ہو۔ بالکل ابتدائی یا نامکمل جرائم کی تین قسمیں ترغیبات۔ سازشیں۔ اقدامات بہت آگے بڑھ کر مستوجب سزا ہوتی ہیں۔

(۱) ترغیب میں کسی دوسرے شخص سے ارتکاب جرم[1] کی خواہش کی جاتی ہے خواہ جس جرم کی اس شخص کو ترغیب دی گئی تھی اس کا وہ ارتکاب نہ بھی کرے تب بھی یہ جرائم صغیرہ[2] میں داخل ہے اور اس فعل کے ارتکاب کی صورت میں ترغیب دینے والا اور زیادہ مجرم متصور ہوتا ہے چوں کہ اگر وہ جرم کبیر ہو تو وہ "شریک جرم قبل واقعہ" قرار دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ جرم جرم صغیر ہو تو اصل مجرم کے مساوی ذمہ داری 92

[1] Rex. V. Higgins (1801), 2 East 5 (K.S.C. 83) لیکن وہ جرم جس کے ارتکاب کی خواہش کی گئی ہو (بجز چند قانون موضوعہ کے جرائم۔ کے) قابل ترتیب فرد جرم ہونا چاہیے جرم کا مشورہ دینا اور اس کی جانب مائل کرنا بہرحال ایک خفیف جرم ہے بشرطیکہ جس جرم کے ارتکاب کا مشورہ دیا گیا ہو اس کا ارتکاب بھی عمل میں آگیا ہو۔

[2] Reg V. Gregory (1866), IC.C.R 77 یا جب کہ اس کا ارتکاب نہ کر سکتا ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ ترغیب دینے والا یہ سمجھتا ہو کہ وہ شخص اس کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ (Reg. V. Brown (1899), 63.J.P.790)

[3] جن کی سزا جرمانہ اور قید ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس پر بھی عاید ہوتی ہے۔

(۲) سازش[1]۔ دو یا زیادہ شخصوں کا کسی جرم کے ارتکاب کے لیے محض باہم رضامند ہو جانا معہود ہ جرم سے اس قدر قریب تصور کیا جاتا ہے کہ قانون ان لوگوں کو فی الفور مجرم قرار دیدیتا ہے۔ صرف اس امر کی سازش کہ کسی شخص کو جرم کے ارتکاب کی محض ترغیب دی جائے داخل جرم ہو گی۔

(۳) اقدامات۔ نامکمل جرم کی سب سے زیادہ عام قسم ہیں۔ یہ کسی ایسے جسمانی عمل پر مشتمل ہوتے ہیں جو کسی ایسے جرم کی تکمیل میں مدد اور کافی متصل حد تک مدد پہنچاتے ہیں جو قابل ترتیب فرد جرم ہو لیکن کوئی ایسا اصولی معیار نہیں بتلایا جا سکتا جس سے اس امر کی تشخیص ہو سکے کہ آیا ایک فعل اس حد تک 'متصل' ہے کہ وہ 'اقدام' شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جس جرم کا ارادہ ہو خود اس کے واقعی طور پر شروع ہونے سے پہلے اس کے لیے محض تیاری کرنا مجرمانہ اقدام میں داخل نہیں ہو سکتا[2]۔ چنانچہ اگر کوئی شخص قتل عمد کا ارادہ کرے اور ایک ہتھیار خریدے اور اس مقام تک کا ریل کا ٹکٹ لے لے جہاں اس شخص کے ملنے کی امید ہو جس کو وہ مارنا چاہتا ہے تو یہ جملہ امور محض تیاری میں داخل ہیں، اور اس واقعی تیاری سے ان کو اتنا بُعد ہے کہ یہ 'اقدام' نہیں سمجھے جا سکتے۔

---

[1] صفحہ ۱۰۱ (اصل کتاب؟)۔

[2] سرکار بنام رابنسن (۱۹۱۵ء) ۲ کنگس بنچ ۳۴۲۔ سرکار بنام وڈس (سنہ ۱۹۳۰ء) لیکن اکثر اوقات ان سے سازش کے جرم کی شہادت مل جاتی ہے قانون موضوعہ کے ذریعے سے اس فعل کو داخل جرم کرنے کی بابت جو محض جرم کی تیاری پر مشتمل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲۵ آئندہ (اصل کتاب؟)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اگر اس شخص کے مل جانے پر یہ پہنچے کا رخ اس کی طرف کرے اور لبلبی پر اپنی انگلی رکھے تو یہ ایسے افعال ہوں گے جو قتل عمد کا (اور اسی طرح زخمی کرنے کی غرض سے گولی مارنے کا) جزو ہوں گے اور ان دونوں جرایم میں سے کسی ایک کے اقدام کی حد تک پہنچیں گے۔ اور اگر محض رفتہ رفتہ زہر دے کر ہلاک کرنے کا ارادہ ہو تو پہلی خوراک کا پلانا ہی (جو کمزور اور غیر مہلک ہو) کافی طور پر اقدام سمجھا جائے گا۔ 93

علیٰ ہذا القیاس دیا سلائی کی ڈبیہ خریدنا ایسا فعل نہیں ہے جو آگ لگانے کے جرم سے اتنا کافی متصل ہو کہ اس جرم کا اقدام سمجھا جا سکے چوں کہ یہ ایک ایسا فعل ہے کہ اس کا بذات خود اس جرم سے یا کسی دوسرے جرم سے لازمی طور پر کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس کے برخلاف سوکھی گھاس کے ذخیرے کے پاس اس ذخیرے کو آگ لگانے کی غرض سے واقعی طور پر ایک سلائی بھی گھسنا آگ لگانے کے جرم کا اقدام سمجھا جائے گا۔ اور اگر دیا سلائی بجھ جائے یا ملزم کے ہاتھ سے چھین لی جائے یا یہ سمجھ کر اس کو کسی نے دیکھ لیا وہ اس کو خود بھینک دے تو قبل اس کے کہ گھاس میں ذرا بھی آگ لگے اقدام بدستور قایم رہے گا۔ اس فرق کی دوسری مثال ان صورتوں سے مل سکتی ہے جن کا تعلق باغیانہ یا توہین آمیز کتابوں کی اشاعت سے ہوتا ہے۔ اس طرح کی کتاب کو محفوظ رکھنا خواہ اشاعت ہی کی نیت سے ہو اشاعت کا اقدام نہیں ہے اور نہ کتاب کے حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا "اقدام" میں داخل ہے[۵۳] لیکن اشاعت کی نیت سے اس کو

---

۵۱ سرکار بنام وائٹ سنہ ۱۹۱۱ء (4 Cr. App. R. 257)

۵۲ سرکار بنام ٹیلر (سنہ ۱۸۵۹ء) ۱۱ حظہ ہو کامن لا، مصنفہ ہولمس باب دوم۔

۵۳ Dearsly صفحہ ۵۵۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واقعی طور پر حاصل کر لینا اقدام متصور ہوگا۔[1]

ایک فاضل مصنف کا خیال[2] ہے کہ اقدام اس وقت ہوتا ہے جب ملزم کوئی ایسا فعل کرے جس کے ذریعے سے وہ اس خاص جرم کے ارتکاب کی طرف قدم اٹھائے اور اس فعل کے انجام دینے کی بجز اس خاص جرم کے ارتکاب کے کوئی دوسری غرض نہ ہو سکتی ہو لیکن کسی جرم کی طرف کوئی موثر اور قریبی قدم اٹھانے کا معیار گو کہ کم یقینی ہے لیکن زیادہ مستند ہے جو معیار اوپر تجویز کیا گیا ہے وہ صرف سرکار بنام رابن سن (سنہ ۱۹۱۵ء) ۲ کنگس بنچ ۳۴۲ میں اختیار کیا گیا جس میں ملزم کے مابعد
94 طرز عمل کو نظر انداز کر دیا گیا جیسے مثلاً ملزم کے کسی مبہم فعل کے حسن و قبح کی بابت اس کے اقبال جرم کو کافی شہادت تصور کر لیا گیا ہے حالاں کہ مابعد طرز عمل کو نظر انداز کرنا خلاف اصول معلوم ہوتا ہے[3]

کچھ زمانے تک یہ خیال رہا کہ جب تک کہ وہ فعل جس کا اقدام کیا جائے ممکن العمل نہ ہو کسی شخص کو اقدام کا مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر کوئی چور کسی شخص کی جیب میں ہاتھ ڈالتا اور وہ اتفاق سے خالی ہوتی تو خیال کیا جاتا تھا کہ یہ عمل سرقے کے ارتکاب کا اقدام نہیں[4] ہے۔ اس اصول کے خلاف بہر حال صاف طور پر نظائر قایم ہو چکے ہیں[5]۔ تاہم عمل ایسا ہونا چاہیئے

---

[1] کریمنل اپیل رولنگس کے صفحہ ۱۱۱ سے صفحہ ۱۲۴ کا تقابل کیجیے۔

[2] کیمبرج لا جرنل نمبر ۲ میں جے ڈبلو سی ٹرنر کا مضمون "ارتکاب جرم کے اقدامات" ملاحظہ کیجیے۔

[3] ملاحظہ ہو صفحہ ۴۲۴ آئندہ۔ (اصل کتاب انگریزی کی)

[4] سرکار بنام کالنس (سنہ ۱۸۶۴ء) لیکن بایں ہمہ حالت ارتکاب جرم کبیر کے تحت اس کی سزا دی جا سکتی ہے (صفحہ ۴۸۱ آئندہ)۔

[5] سرکار بنام براؤن (سنہ ۱۸۹۱ء) ۲۴ کوئنس بنچ ڈویژن ۳۵۷، سرکار بنام رنگ (سنہ ۱۸۶۲ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو اس جرم سے قریب تر طریقے پر وابستہ ہو۔ چنانچہ تپنچے سے جس کی زیادہ مار نہیں ہوتی کسی ایسے شخص پر حملہ کرنا جو فاصلے پر ہو گو کہ ایسے اقدام میں داخل ہو گا جو قابل ترتیب فرد جرم ہے لیکن کسی انسان کے شبہہ میں کسی کھمبے پر گولی چلانا اقدام میں داخل نہ ہو گا" یہ ناممکن ہونے کا سوال نہیں ہے بلکہ حقیقۃً وہ شخص قطعاً وہ کام کر ہی نہیں رہا تھا[۱]

یہ ممکن ہے کہ جس جرم کا اقدام کیا جائے وہ خود بھی نامکمل قسم کا ہو۔ چنانچہ اقدام ترغیب جرم یا اقدام سازش پر سزا دی جا سکتی ہے[۲] لیکن چوں کہ اقدام میں فی نفسہٖ یہ بات داخل ہے کہ وہ نامکمل ہی ہو، لہٰذا اگر ملزم یہ ثابت کر سکے کہ جس جرم کا اس نے ارادہ کیا تھا اس کی تکمیل کر لی ہے تو اقدام کے الزام کے مقابل میں یہ صفائی قابل قبول ہو گی چوں کہ ایسی حالت میں اقدام ایک بڑے جرم میں ضم ہو جائے گا[۳] اور اس کو سزا دلانے کے لیے بار دیگر رجوع عدالت ہونا پڑے گا۔ اگر بہر طور کوئی شخص اس کے برخلاف کسی جرم میں ماخوذ ہو اور بعد میں ثابت ہو کہ اس نے صرف اس جرم کا اقدام کیا تھا تو قانون موضوعہ[۴] کی رو سے اب 95

---

۱ سرکار بنام آس بارن (۱۹۱۰ء) اور اس سے سرکار بنام براؤن (۱۸۹۹ء) کا مقابلہ کیجیے ہارورڈ لا ریویو صفحہ ۸۲۱ بھی ملاحظہ کیجیے جے۔ ڈبلو سی ٹرنر نے سرکار بنام آس برن پر اعتراض کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ بعض حالات میں یعنی جن میں نیت کا اس سے پہلے پتا چل جائے اگر کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ اس کا دشمن سو رہا ہے تکیے پر وار کرے تو اس کا یہ اقدام مجرمانہ ہو گا خواہ اس کا دشمن اس سے میلوں کے فاصلے پر ہو لیکن مسٹر ٹرنر کے معیار کی تنقید میں مذکورۂ بالا متن کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔

۲ یا سازش کی ترغیب دینے کا اقدام۔

۳ سرکار بنام ہگنس (۱۸۰۱ء) اور سرکار بنام میریڈتھ (۱۸۳۸ء)۔ اسی طرح ترغیب مکمل جرم میں ضم ہو جائے گی لیکن سازش ضم نہ ہو گی دیکھیے صفحہ ۳۳۶ مابعد۔

۴ ۱۴ و ۱۵ اسٹ جلوس وکٹوریہ باب ۱۰۰ دفعہ ۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ قرار دیا گیا ہے کہ اس کو اصل استغاثے ہی پر محض اقدام کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور اس طرح نئے استغاثے اور نئے مقدمے کی زحمت رفع ہو گئی ہے۔

'کامن لا' کی رو سے وہ جرم جو قابل ترتیب فرد جرم ہو خواہ جرم کبیر ہو یا جرم صغیر اس کا اقدام جرم صغیر[1] ہی تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن قانون موضوعہ کے ذریعے سے بعض خاص اقدامات بذات خود جرم کبیر قرار دیے گئے ہیں۔ چنانچہ قتل عمد کا ہر اقدام جرم کبیر ہے۔ اور اس کی سزا یہ ہے کہ ملزم پر تاحیات عوارض تعزیری عاید کر دیے جائیں[2]۔

---

[1] سرکار بنام ہنسار (۱۸۷۰ء) (II Cox. 570)۔

[2] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۱۰۰ دفعہ ۱۵۔ اس کے اندر خودکشی کے اقدامات شامل نہیں ہیں۔ دیکھیے صفحہ ۱۲۹ آئندہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۶

96

ایک جرم کے ممکنہ شرکا

انگلستان کے مقننین نے جرایم کو اکثر تین قسموں میں تقسیم کیا ہے: ٹریژن (بغاوت) فیلونیز (جرایم کبیرہ) مس ڈیمینرس (جرایم صغیرہ)۔ ان تین قسموں میں کسی قسم کے بھی سب سے زیادہ سنگین اور سب سے کم سنگین جرایم کے ارتکاب میں حصہ لینے کے مختلف معروف طریقوں میں بلحاظ مواد یا نیز نوعیت کوئی قانونی امتیاز قایم نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ بغاوت کے جرم میں خفیف ترین حصہ لینا بھی اتنا شدید عمل تصور کیا جاتا ہے کہ اس میں اور اُس کی مزید سخت تر شکلوں میں امتیاز قایم کرنا غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف جرایم صغیرہ میں کوئی عمل اتنا سنگین نہیں سمجھا جاتا کہ اس میں اور اس جرم میں کم حصہ لینے کی شکلوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہو۔[1] لہذا اگر جرم ان

[1] گولڈ اینڈ کو لمیٹڈ بنام ہائن (۱۹۲۱ء) اکنگس بنچ ۵۰۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دو انتہائی شکلوں کے اندر داخل ہو تو قانون ان تمام اشخاص کو جو اُس سے کسی طرح تعلق رکھتے ہوں بلا امتیاز جرم اصل مرتکب کی حیثیت سے سزا دیتا ہے۔ یہ تعلق خواہ اس وجہ سے ہو کہ اُس نے واقعی طور پر اس کا ارتکاب کیا ہو یا جس وقت اس کا ارتکاب کیا جا رہا ہو اُس میں مدد پہنچانے کی غرض سے قریب لگا رہا ہو یا اُس نے اس کے ارتکاب کرنے کی محض ترغیب دی ہو۔

لیکن جرایم کی درمیانی قسم یعنی جرایم کبیرہ (Felonies) نہ اتنے سنگین ہوتے ہیں نہ اتنے خفیف کہ ان میں حصہ لینے کے مختلف طریقوں سے جو مدارج پیدا ہوتے ہیں اُن کی طرف باقاعدہ طور پر توجہ کرنا بیکار ہو۔[1] جرایم کبیرہ کی حد تک ان امتیازات کے قایم کرنے کا طریقہ اب بھی جاری ہے گو کہ عملاً اُس کی اہمیت اب تقریباً بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ بہرطور اُس کے صحیح طور پر ذہن نشین کر لینے سے طالب علم کو اب بھی یہ فایدہ ضرور ہوگا کہ وہ نہ صرف جرایم کبیرہ میں بلکہ بغاوت اور جرایم صغیرہ میں بھی ان صورتوں کو سمجھ سکے گا جن کے مطابق اگر جرم میں حصہ لیا جائے تو قانون اُس کو نظر انداز کر دیتا ہے یعنی بالفاظ دیگر وہ حدود سمجھ میں آجائیں گے، جہاں ماخوذی ختم ہوتی ہے اور براءت شروع ہوتی ہے۔ جرایم کبیرہ میں حصہ لینے کے چار طریقے خیال کیے جاتے ہیں: (۱) پہلے درجے کا اصل مرتکب (۲) دوسرے درجے کا اصل مرتکب (۳) معین قبل ارتکاب (۴) معین بعد ارتکاب۔

97

پہلے درجے کے اصل مرتکب سے ہماری مراد اصل مجرم سے ہوتی ہے یعنی وہ شخص جس کے مجرمانہ دماغ میں اس مجرمانہ فعل کا

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ قانون فوجداری، باب دوم صفحات ۲۲۱ تا ۲۴۱ مصنفہ اسٹیفن اور ڈائیجسٹ آف کریمنل لا دوسرا ایڈیشن فصول ۵۰ تا ۶۱ اور پولک اینڈ میٹ لینڈ صفحات ۵۰۷ تا ۵۰۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قریب ترین قابل الزام دماغی سبب موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ جرم جس شخص کے دماغ کی پیداوار ہوتا ہے تقریباً ہمیشہ وہی شخص بذات خود اس مجرمانہ فعل کو انجام دیتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی ایسا نہیں بھی ہوتا۔ بلکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی بے خطا ہستی بطور آلۂ کار اس جرم کبیر کو انجام دے اور اس پر کوئی فوجداری ذمہ داری اس وجہ سے پیدا نہ ہوتی ہو کہ اُس نے جو کچھ کیا اس میں اس کا کوئی قابل الزام ارادہ شامل نہ تھا۔ ایسی صورت میں جو شخص اُس آلۂ کار سے اس عمل کے کرنے کی تحریک کرے گا وہی اصل مجرم ہوگا چوں کہ جرم کے عمل میں آنے سے قبل سب سے آخری نیت مجرمانہ اسی شخص کی تھی اور یہ نیت مجرمانہ گو کہ اس جرم کے ارتکاب کا فوری سبب نہ تھی لیکن بالواسطہ سبب ضرور تھی۔ چنانچہ اگر کوئی طبیب زہریلا عرق مہیا کرے اور نرس سے کہہ دے کہ یہ اُس کے مریض کو پلانے کی دوا ہے اور نرس وہ زہریلا عرق مریض کو پلا دے اور اُس کے اثر سے مریض مرجائے تو قاتل طبیب "پہلے درجے کا اصل مرتکب ہوگا"[1] ہے نہ کہ بے قصور نرس۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک شش سالہ بچے کو اپنے لیے کوئی چیز چرا لانے کے لیے کسی دُکان میں بھیج دے تو خود وہ شخص اس چوری میں پہلے درجے کا اصل مرتکب ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اگر تم اپنے آقا کے محاسب کو کسی رقمی معاملے کے متعلق کوئی جھوٹا حساب حوالے کردو اور وہ اس کو باور کرلے اور اس کا اندراج کردے تو تم خود مالک کے مقابل میں "جھوٹا حساب بنانے کے" جرم میں ماخوذ ہوگے[2][3]

---

[1] Kelyng 52 (K.S.C. 79), Rex V. Saunders and Archer (1578) Foster 371 (K.S.C. 81)

[2] Reg. v. Manley (1844), 1. Cox 104 (K.S.C. 78)

[3] Reg. v. Butt (1884), 15 Cox 564

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

98 جانور بھی "بے قصور آلۂ کار" کے طور پر کام میں لائے جا سکتے ہیں چنانچہ جس طرح کوئی شخص اگر لوگوں پر کتے کو لپکا دے تو خود اس پر یہ الزام عاید ہوگا کہ اس نے ان لوگوں پر حملہ کیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے سدھے ہوئے شکاری کتے کو قصاب کی دکان سے گوشت چرا کر لانے کے لیے بھیج دے تو وہ خود گوشت کے سرقے کا (بحیثیت پہلے درجے کے اصل مرتکب کے) مجرم قرار دیا جا سکتا ہے خواہ جس وقت کتے نے گوشت لیا تھا وہ نظر سے غائب ہو۔ اول درجے کے اصل مرتکب، ظاہر ہے کہ ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ شکار کے جانور چرانے والے جتھے کے سب شرکا جنگل کے اس محافظ پر جو اچانک ان پر وارد ہو گیا ہو ایک ساتھ گولی چلا سکتے ہیں یا ماں اور باپ دونوں اپنے چھوٹے بچے کو بھوکوں مار ڈالنے میں باہم متفق ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ایک سے زاید اشخاص اول درجے کے اصل مرتکب ہو سکتے ہیں خواہ ان میں سے ایک شخص اپنے حصے کے جرم کا ایک شہر میں مرتکب ہو اور اس کا ساتھی بالکل دوسرے کسی شہر میں اپنے حصے کے جرم کو انجام دے۔

(۲) دوسرے درجے کا اصل مرتکب وہ ہوتا ہے جو عین بوقت ارتکاب جرم اس شخص کی مدد اور اعانت کرتا ہے جو اس جرم کبیر کو واقعی طور پر عملاً انجام دیتا ہے۔ مثلاً ایک موٹر کا مالک جو اپنے شوفر کے پہلو میں بیٹھا ہو جس نے موٹر کو حد سے زاید تیز چلا کر کسی کو ہلاک کر دیا ہو، یا گھوڑے کی سواری کے کسی ایسے تفریحی سفر کا مسافر جس میں کوئی آدمی مارا جائے[1]، یا اپنی زوجہ کی حیات میں دوسری شادی کرنے والے کی دوسری "بیوی" بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ شخص شادی شدہ ہے (قدیم قانون میں مرد اصل مرتکب قطعاً نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ وہ اعانت کی

---

[1] Rex. v. Baldessare (1930), 22 Cr. App. R. 70, 144. L.T. 185

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تیسری قسم یعنی معین بوقت ارتکاب میں داخل تھا) ہو سکتا ہے کہ یہ ذیلی "اصل مرتکب" بذات خود مقام ارتکاب جرم پر موجود نہ ہو۔ ایسے لوگوں کی مثال میں جو خاص مقام ارتکاب پر اس جرم کبیر میں اعانت کریں[۱]، اس انعامی محاربے کے "معین" پیش کیے جا سکتے ہیں جس میں موت واقع ہو جائے یا نیز محض وہ تماشائی جو اس طرح کے محاربے میں عملی طور پر ہمت بڑھائیں۔ خواہ یہ عمل محض نعرہ ہائے آفریں کے ذریعے ہی سے ہو۔ لیکن انعامی محاربے کے موقع پر کسی تماشبین کی محض موجودگی کو ایسی ہمت افزائی نہیں سمجھا جاتا کہ وہ بجائے خود امداد یا اعانت[۲] میں شمار ہو سکے، اور اس لیے وہ شخص لازمی طور پر بحیثیت شریک جرم مستوجب سزا نہیں قرار پاتا۔ اس کے برخلاف یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ایک جرم میں حقیقۃً امداد و اعانت کرے لیکن جس مقام پر وہ جرم سرزد ہو وہ وہاں موجود نہ ہو۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ جب الف مکان کے اندر ہو اور نقب لگا رہا ہو ب اور ج اس مکان کے باہر کھڑے انتظار کر رہے ہوں اور چوری کا اسباب لے جانے میں مدد دینے کے لیے یا پولیس کی آمد کی اطلاع دے کر اس کی حفاظت کرنے کے لیے تیار ہوں[۳]۔ انعامی 99

---

[۱] Reg. v. Swindall and, Osborne, (1846), 2.C. and Rex. V. Mastin اور تقابل کے لیے ملاحظہ کیجیے (K. 230 K.S.C. 74) (1834), 6. C. and P. 396 (K.S.C. 77)

جو شخص ایسے لوگوں کی جان بچانے کے لیے محاربے کے موقع پر حاضر رہے جن کے لیے محاربے میں حصہ لینے کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا ہو وہ مجرم تصور کیا جائے گا۔ ۸ کرنش پنج ڈویژن صفحہ ۳۶۔

[۲] Reg. v. Coney (1882), 8 Q.B.D. 534. cf. Rex v. Gray (1917) 12 Cr. App. R. Page. 246,

[۳] Foster 350. cf. Reg. V. Griffith (1553) Plowden 97 (K.S.C 78); Rex. V. Betts and Ridley (1930). 144. L.T. 526 22 Cr. App. R. 148.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محاربے میں بھی عموماً پہرے پر محافظ موجود ہوتے ہیں۔ اوہیو کے ایک مقدمے میں ایک شخص نے ایک دکاندار کو دعوت میں مدعو کیا، دعوت میں اور لوگ بھی مدعو کیے گئے تھے، میزبان نے یہ کوشش رکھی کہ وہ دکاندار پوری دلچسپی کے ساتھ مصروف رہے اس دوران میں اس کے کچھ ساتھی دکاندار کی دکان میں گھس گئے۔ قرار دیا گیا کہ وہ نقب زنی کے وقت بھی اس میں اتنی موثر مدد پہنچا رہا تھا کہ اس کی وجہ سے وہ "دوسرے درجے کا اصل مرتکب" بن جاتا ہے[1]

ایک عمد اور معاون شخص ان تمام جرایم کا ذمہ دار ہوتا ہے جن کا مشترکہ مقصد کی انجام دہی میں اصل مرتکب نے ارتکاب کیا ہو[2]۔ چنانچہ اگر دو شخصوں کا باہم مشورہ سرقہ بالجبر کرنے اور اس میں تشدد کے استعمال کرنے کا ہو اور ان میں سے ایک شخص دوسرے شخص کی موجودگی میں جب کہ وہ اس جرم کبیر میں "دوسرے درجے کے اصل مرتکب" کی حیثیت سے امداد اور اعانت کر رہا ہو قتل کا ارتکاب کرے تو ایسی صورت میں دونوں قتل عمد کے مجرم ہوں گے۔ اگرچہ وہ دوسرا شخص معین طور سے اس حد تک تشدد کرنے پر راضی نہ بھی ہو جس کا واقعاً استعمال کیا گیا۔ سرکار بنام ٹیشن اور رڈلے (۱۹۳۰ء)[3]۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ جو عمل کیا گیا ہو وہ قطعی طور پر یا جہاں تک اس کے نتیجے کا تعلق ہو مشترکہ ارادے کے خلاف نہ ہو بلکہ اسی سے متعلق ہو (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۲ اصل کتاب انگریزی؟)۔

---

[1] Breese V. The State (1861), 12 ohis 146.

[2] عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی طے شدہ غرض مشترک موجود ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کوئی ایسا کام کرے جس کے متعلق وہ سمجھتا ہو کہ اس سے مطلوبہ جرم میں مدد ملے گی۔ خواہ اصل مرتکب اس مدد پر مطلع نہ بھی ہو تب بھی مدد دینے والا اعانت جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ ملاحظہ ہو 13 Cr. App. R. 166۔

[3] 144 L.T. 526, 22 Cr. App. R. 148 (K.S.C. 554)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

100 (۳) معین قبل ارتکاب وہ شخص ہوتا ہے جو اس جرم کبیر[1] (Felony) کے ارتکاب کی طرف ایک یا زیادہ اصل مرتکبین کو مائل کرتا ہے یا اُن کو اُس کے ارتکاب کا مشورہ دیتا ہے[2] اس تعریف کا منشا یہ ہے کہ اس کی جانب سے کافی موثر نوعیت کی ترغیب ہونا چاہیے۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے متعلق یہ ثابت ہو کہ کسی ایسے انعامی محارے میں شرط کی رقم اُس کے پاس محفوظ کی گئی تھی جس میں ہلاکت واقع ہو گئی تو وہ شخص بحیثیت معین جرم قابل سزا نہ ہوگا۔ معین جرم نے جس طریقے سے اس جرم کا ارتکاب کرنے کی ترغیب دی ہو اگر اس کے خلاف کسی دوسرے طریقے سے اس جرم کا ارتکاب کیا جائے تب بھی معین جرم پر ذمہ داری قایم رہے گی۔ چنانچہ اگر **الف** معاوضہ دے کر ب کو اس امر کے لیے تیار کرے کہ وہ س کو زہر دے دے لیکن ب زہر دینے کے بجائے س کو گولی سے مار دے تب بھی **الف** س کے قتل کی بنا پر بحیثیت معین قبل ارتکاب ماخوذ ہوگا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر بجائے اس جرم کے جس کا مشورہ دیا گیا ہو ایک بالکل مختلف جرم کا ارتکاب کیا جائے تو مشورہ دینے والا بحیثیت معین جرم ذمہ دار نہ ہوگا۔ بہر طور ان موقعوں پر ایک استثنیٰ کرنا پڑتا ہے اور وہ یہ کہ اگر جس جرم کا مشورہ دیا گیا ہو وہ اس نوعیت کا ہو کہ اس سے بجائے خود یہ دوسرا جرم

---

[1] لہٰذا 'بالارادہ' (یعنی بغیر قبل کے سوچے سمجھے) جو قتل انسان واقع ہو اس میں کوئی شخص 'معین قبل ارتکاب' نہیں ہو سکتا۔ دیکھیے صفحہ ۱۳۰ کتاب ہذا از انگریزی۔

[2] اگر یہ بھی معلوم ہو کہ عام طور پر نقب زنی بوقت شب کے ارتکاب کی نیت ہے اور ایسی صورت میں ایسے ذرایع مہیا کیے جائیں جو اس جرم کے ارتکاب میں ممد و معاون ہوں تب بھی کافی نہیں ہے بلکہ کوئی خاص جرم یعنی ایک مخصوص نقب زنی میں اعانت کی نیت ہونا چاہیے: Rex v. Lomes (1913), 9 Cr. App. R. 220 cf. L and C. 161.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(جس کا واقعاً ارتکاب ہوا ہو) پیدا ہو جانا قرین قیاس ہو تو معین جرم پر ذمہ داری باقی رہے گی۔ پس اگر الف نے ب کو س کے قتل پر معاوضہ دے کر آمادہ کیا ہو اور ب بجائے س کے اس کے جڑواں بھائی ش کو قتل کر دے تو الف، ش کے قتل پر بحیثیت معین سزایاب ہوگا۔ تاہم سانڈر کے مقدمے[1] میں (۱۵۷۸ء) جس میں ایک شخص نے دوسرے کو اس امر کی ترغیب دی تھی کہ ایک عورت کو زہر آلود سیب دے دے لیکن اس عورت نے وہ سیب نیک نیتی کے ساتھ اپنے بچے کے حوالے کر دیا۔ بچہ اُس کے کھانے سے مر گیا۔ قرار دیا گیا کہ کوئی ایسا احتمال موجود نہ تھا جس کی بنا پر اصل ترغیب دینے والے کو بچے کے قتل میں معین سمجھا جا سکے۔

طالب علم کو یہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ فوجداری قانون میں لفظ "اصل" کا مفہوم اس مفہوم سے بالکل متضاد ہے جو اس لفظ کا کاروباری قانون میں ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں اول الذکر قانون میں اعانت کرنے والا ایک کام کی تحریک کرتا ہے اور "اصل" اس کا ارتکاب کرتا ہے۔ لیکن قانون معاہدہ اور ٹارٹ میں "اصل" صرف ایک کام کا
101 اختیار دیتا ہے اور "کارندہ" اس کو انجام دیتا ہے[2]۔ لہٰذا جب ایک ہی معاملہ ٹارٹ بھی ہو اور جرم بھی تو اس لفظ کو دو مختلف مفاہیم میں استعمال کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے کہ اس سے اشتباہ پیدا ہو۔ مثلاً اگر ایک سرائے کی ہدایت کے بموجب اُس کی خادمہ مہمان کے قلمدان سے جواہرات چرا لے تو خادمہ جرم کی اصل مرتکب ہے اور اُس کا آقا "معین قبل ارتکاب" ہے لیکن ٹارٹ میں اس کی حیثیت کارندے کی ہے اور اُس کے آقا کی حیثیت اصل کی ہے۔

---

[1] Plowden 475; Foster 371 (K.S.C. 81) اس مقدمے کے تبصرے کے لیے دیکھیے ہارورڈ لا ریویو باب ۴۳ صفحہ ۶۸۹۔

[2] جنوبی افریقہ کے وکلا فوجداری قانون میں بھی اس لفظ کو اس طرح استعمال کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسا کہ ہم قبل ازیں دیکھ چکے ہیں جرم بغاوت یا جرم صغیر (Misdemeanor) دونوں میں دوسری اور تیسری شکلیں نہ صرف فعل مجرمانہ متصور ہوں گی بلکہ اُن میں اور "اول درجے کے اصل مرتکب" کے فعل میں کوئی امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا تمام اصطلاحی مقاصد کی حد تک اس امر کی کوئی اہمیت نہیں ہے کہ آیا مرتکب جرم صغیر "اصل مرتکب بوقت ارتکاب" ہے یا قبل ارتکاب۔

(۴) لیکن "معین بعد ارتکاب" شرکت جرم کی چوتھی اور بعید تر حد میں ہے۔ جرایم صغیرہ[۵۱] کے معاملے میں اس کی بنا پر کوئی فوجداری ذمہ داری قطعاً عاید نہیں ہوتی۔ اس قسم کا معین جرم وہ شخص ہوتا ہے جو باوجود اس علم کے کہ جرم کبیر (Felony) کا ارتکاب ہوا ہے کسی مرتکب جرم کبیر کو (و نیز اُس شخص کو کہ جس کی حیثیت اُس میں محض معین کی ہو) اس طرح پناہ دے یا چھڑا لے کہ وہ انصاف کی گرفت سے نکل سکے۔ مثلاً یہ کہ کسی مفرور قاتل کو اپنے مکان میں چھپا لے یا اُس کے لیے ایسے ذرایع مہیا کر دے جن سے وہ بچ کر نکل بھاگے[۵۲] یا کسی قاتل کو محبس میں سے نکل بھاگنے میں مدد پہنچائے۔ اس جرم کا مجرم قرار پانے کے لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ ملزم نے عملی طور پر مدد پہنچائی ہو[۵۳] چنانچہ باوجود علم و اطلاع جرم کبیر کے مرتکب کو گرفتار نہ کرنا اور اُس کو نکل جانے دینا (خواہ یہ عمل کتنا ہی بالقصد ہو) اس ہمدردی کرنے والے کو خود جرم کبیر کی اعانت کا خطاوار قرار 102

۵۱ یا خفیف جرایم جن کی بطور سرسری سماعت عمل میں آتی ہے۔

۵۲ یا ایسی شہادت کو ضایع کرنا جو ملزم کے لیے موجب خطر ہو:

(Rex. v. Levy (1912), 7 Cr. App' R. 61.)

۵۳ Rex. v, Chapple (1840) 9 C and P. 355 (K.S.C. 82) لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ مدد ذاتی طور پر اُس کو پہنچائی گئی ہو جیسا کہ سرکار بنام لیوی میں ظاہر کیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دینے کے لیے کافی نہیں[1]۔ (لیکن اس سے وہ اخفائے جرم کبیرہ[2] کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ یہ جرم جرایم صغیرہ میں شمار ہوتا ہے۔ بغاوت کے جرم کے مقابل میں اگر ایسا ہی اغماض برتا جائے تو اخفائے بغاوت کا جرم عاید ہوگا۔ کیوں کہ جرایم کبیرہ اور بغاوت کے ایسے سنگین جرایم کے متعلق جس شخص کو بھی علم حاصل ہو جائے اس پر لازم ہے کہ وہ مجسٹریٹ کو اُن کی اطلاع دے۔ لیکن جرایم صغیرہ کے معاملے میں ایسا کوئی فریضہ نہیں ہے)۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ چوں کہ زوجہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی مدد کرے اور اُس کی رازداری کرے لہٰذا اگر شوہر نے کسی جرم کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو اور اس کے بعد اس کی زوجہ اس (شوہر) کو چھپا لے اور اس طرح انصاف رسانی میں حایل ہو تو اُس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا[3]۔ لیکن شوہر کے لیے کوئی ایسا استثنا نہیں ہے۔ اگر اُس کی زوجہ نے جرم کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو اور یہ اُس کی مدد کرے تو یہ معین جرم قرار دیا جائے گا۔

جرایم کبیرہ کے معاملے میں بھی "شرکائے جرم" کی چار قسموں میں سے پہلی تین قسموں کے درمیان جو فرق ہے اُس کو عملاً کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ (شرکائے جرم (Accomplices) کی ایک ایسی اصطلاح ہے جس میں قانون ہر اُس شخص کو داخل سمجھتا ہے جو کسی حد پر بھی جرم میں شریک ہو حالاں کہ عام طور پر اُس کا استعمال صرف اُن لوگوں کے لیے ہوتا ہے جو جرم میں محض خفیف سا حصہ لیتے ہیں)۔ اسی طرح قدیم کامن لا کا وہ مضر کلیہ کہ جب تک اصل مرتکب سزایاب نہ ہو جائے معین جرم سزایاب نہیں ہو سکتا (خواہ اصل مرتکب قطعاً انصافی کے ساتھ ہی بری کر دیا جاتا، یا قبل گرفتاری مر ہی جاتا) عرصہ ہوا قانون موضوعہ

---

[1] ہسٹری آف پلیز آف دی کراؤن، مرتبہ ہیل صفحات ۶۱۸ - ۶۱۹۔

[2] صفحہ ۲۳۰۔

[3] صفحہ ۸۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے ذریعے سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اب ہر معین جرم کو خواہ وہ "معین قبل ارتکاب" ہو یا "بعد ارتکاب" سزا دی جا سکتی ہے خواہ اصل مجرم ہنوز سزایاب نہ ہوا ہو یا انصاف کی زد سے نکل گیا ہو[1]۔ مزید براں جو شخص دوسرے کے ذریعے سے عمل کرتا ہے اُس کی وہی حیثیت ہے کہ گویا وہ خود عمل کرتا ہے (Qui Facit per alium Facit per se,) کے اصول کا وسیع اطلاق کر کے یہ قانون بھی وضع کیا گیا کہ معین قبل ارتکاب خود بحیثیت اصل مرتکب کے ماخوذ اور سزایاب ہو سکتا ہے[2] یعنی یوں کہ وہ شخص جو ایک قاتل کو قتل کا ارتکاب کرنے کے لیے بھیجے مقتول کے مقابل میں وہی حیثیت رکھتا ہے کہ گویا اُس نے خود اُس کو گولی سے ہلاک کیا ہے۔ لیکن اُس کا عکس صحیح نہیں ہے اگر کسی اصل مرتکب جرم کے خلاف بحیثیت معین جرم فرد جرم مرتب کی جائے تو وہ سزایاب نہیں ہو سکتا۔ 108

موجودہ زمانے میں اعانت کے مختلف مدارج میں جو اہم فرق باقی رہ گیا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ "معین بعد ارتکاب جرم" کو بالبتہ بہت کم سزا دی جاتی ہے اور بجائے اس کے کہ "معین قبل ارتکاب" کو اصل مرتکب کے برابر انتہائی سخت سزا کا مستوجب قرار دیا جائے، اُس کو دو سال سے زاید قید با مشقت یا بلا مشقت کی سزا نہیں دی جاتی (البتہ قتل عمد کا معاملہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس میں معین بعد ارتکاب جرم کے لیے انتہائی سزا حبس دوام مقرر ہے)۔

اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ ایک شخص ایک ہی مجرمانہ فعل میں چند طریقوں سے شریک ہو سکتا ہے اور وہ

---

[1] ۲۴ اور ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۹۴ دفعات ۱ و ۳۔

[2] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۹۴ دفعہ ۲ ملاحظہ ہو:-

Reg.v. James (1890). 24 (Q.B.D. 439 (K.S.C. 81)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک لحاظ سے بحیثیت معین قبل ارتکاب جرم، مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور دوسرے لحاظ سے "معین بعد ارتکاب" کی حیثیت سے[۱]۔ چنانچہ اس مشہور جرم میں جو ہنوز ایک راز ہے یعنی سر ایڈمانڈبری گاڈفری کا ۱۶۷۸ء کا قتل، اٹکنس (پیپیز ڈائری نویس کے سکریٹری) کو معین قبل ارتکاب جرم" اور "اصل مرتکب" دونوں حیثیتوں سے ماخوذ کیا گیا تھا[۲]۔

---

[۱] 8 C. and P. 43 لیکن اگر یہ شہادت پیش ہو کہ ملزم محض معین بعد ارتکاب ہے تو اس سے اُس پر معین قبل ارتکاب یا اصل مرتکب ہونے کا الزام ثابت نہ ہوگا: Rex. v. Fitz Patrick (1926), 19 Cr. App. R. 91.

[۲] 6 St. Tr. 1491 -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۷

جرایم کی تقسیم

مضرت عامہ، سرکاری دعاوی یا ــــ زیادہ معروف لیکن مبہم الفاظ میں ــــ جرایم کو اُن کی اصطلاحی اہمیت کے مدارج کے لحاظ سے حسب ذیل قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے :-

I جرایم قابل ترتیب فرد قرار دادِ جرم یعنی وہ جرایم جن میں جوری کی مدد سے فیصلہ کیا جا سکے۔

(۱) بغاوت۔

(۲) (دیگر[1]) جرایم کبیرہ (Felonies)۔

(۳) جرایم صغیرہ (Misdemeanors)۔

II خفیف جرایم۔ یعنی وہ جرایم جن کی جسٹسز آف دی پیس بغیر جوری کی مدد کے سرسری طور پر سماعت

[1] چوں کہ جرایم کبیرہ میں (صفحہ ۱۰۱) حقیقۃً بغاوت داخل ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر سکتے ہیں۔[1]

لفظ 'جرم' کا اُن سب پر اطلاق ہو سکتا ہے چنانچہ مثلاً جوڈیکیچر ایکٹس[2] میں 'فوجداری بنایا معاملے' کے الفاظ میں یہ سب داخل ہیں۔ لیکن بعض اوقات اس کا زیادہ محدود مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ سر جنٹ اسٹیفن نے جب بلیکسٹن کی شرح کو دوبارہ مرتب کیا ہے تو اُنھوں نے 'جرم' کو انھی فوجداری خلاف ورزیوں تک محدود رکھا ہے جو قابل ترتیب فرد قرار دادِ جرم ہیں۔ خود بلیکسٹن نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر جرم کو محض ان قابل ترتیب فرد جرم خلاف ورزیوں تک محدود کر دیا تھا جو جرایم صغیرہ (Misdemeanors) سے زیادہ سنگین ہیں[3]۔

یہ دو قسمیں بھی قابل ترتیب فرد جرم اور ناقابل ترتیب فرد جرم ابتدا میں ایک دوسرے میں قطعاً مخلوط نہ تھیں۔ لیکن اب وہ کسی حد تک ایک دوسرے میں شامل ہو گئی ہیں۔ چوں کہ قانون سرسری اختیار سماعت
105 (Summary Juresdition Act, 1879) اور معدلت فوجداری[4] (Criminal Justice Act. 1925) سے بعض حالات میں متعدد جرایم قابل ترتیب فرد جرم کی سرسری طور پر سماعت ہو سکتی ہے۔ اور ایسے

---

[1] بعض اوقات اُن کو سٹکاری طور پر بھی سرسری جرایم کہا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ نام قطعاً مہمل ہے۔ وسیع اور بہتر مفہوم میں جب 'جرایم صغیرہ' استعمال کیا جائے گا تو اُن کو بھی 'خفیف جرایم صغیرہ' کہا جا سکتا ہے اور اس کے معنی ہر ایسے جرم کے ہوں گے جو جرم کبیر سے کم درجے کا ہو (۱۹۲۸) ۲ کنگس بنچ ۴۵۹) اور بلیکسٹن کے نزدیک اس کا ایک تیسرا مفہوم بھی ہے جو جرم کا ہم معنی ہے اور اس طرح اس میں جرایم کبیرہ بھی داخل ہو جاتے ہیں۔

[2] ۳۶ اور ۳۷ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۶۶ دفعہ ۴۷ اور باب ۱۵ و ۱۶ سنہ جلوس جارج پنجم باب ۴۹ دفعہ ۳۱۔

[3] شرح بلیکسٹن جلد ۴ باب اول۔

[4] ۱۵ و ۱۶ سنہ جلوس جارج پنجم باب ۸۶ دفعہ ۲۴۔ بچوں کے متعلق بھی ملاحظہ کیجیے ۲۳ جارج پنجم باب ۱۲۔ ان سات مقدمات میں سے جن کے لیے فرد جرم مرتب ہوئی ہے چھ مقدمات کی اس طرح سماعت عمل میں آتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تمام خفیف جرایم جو اس حد تک سنگین ہوں کہ ان کے لیے زاید از سہ ماہ کی مدت کی سزا دی جا سکتی ہو ان کی جوری کی مدد سے سماعت ہو سکتی ہے۔[۱]

جرایم قابل ترتیب فرد جرم اور ناقابل ترتیب فرد جرم میں جو فرق ہے اُس کی بحث کو ہم فی الحال ملتوی کرتے ہیں۔ ضابطے کے ابواب میں اس پر بحث کی جائے گی۔ لیکن خود جرایم قابل ترتیب فرد جرم کی جس عنوان سے مزید تقسیم عمل میں آئی ہے وہ ایسے خاص تاریخی حالات پر مبنی ہے[۲] اور اس سے ایسے اہم نتایج رونما ہوتے ہیں کہ اس پر یہاں بحث کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جرایم قابل ترتیب فرد جرم میں سے کامن لا نے بعض ایسے جرایم کو علیحدہ کر لیا تھا جو اتنے نمایاں طور پر سنگین تھے کہ جو شخص ان میں سے کسی کا مجرم قرار دیا جاتا اس کی جایداد (سزا کے صریحی جزو کے طور پر نہیں بلکہ اس کے لازمی نتیجے کے طور پر) ضبط ہو جاتی تھی۔ اس میں خواہ ارادی ہوتی یا سایان یا دونوں۔ اس طرح کے جرایم، جرایم کبیرہ (Felonies) کہلاتے تھے۔ دوسرے جرایم جو اتنے شدید نہ ہوتے تھے وہ (تجاوزی) (Transgression)، یا (مداخلت ہائے بیجا) (Trespasses) کہلاتے تھے اور ایک مدت تک اُن کو اُن کے موجودہ نام (Misdemeanors)، (جرایم صغیرہ) سے تعبیر نہیں کیا جاتا تھا۔ لہذا (Felony) (جرم کبیر) ایک ایسا جرم ہے جس کی بنا پر یا تو کامن لا کی رو سے ضبطی عمل میں آتی ہو یا قانون موضوعہ نے اس کو ضبطی والے جرایم کی حیثیت کا قرار دیا ہو۔ (اس تعریف میں ظاہر ہے کہ بغاوت کے جرایم بھی داخل ہیں۔ اسی بنا پر قانون جرایم بغاوت[۳]، (Statute of Treasons) میں "بغاوت یا دوسرے جرایم کبیرہ" کے الفاظ ہیں،

---

[۱] ۴۲ و ۴۳ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۴۹ دفعہ ۱۔

[۲] دیکھیے پولک اور میٹ لینڈ صفحات ۴۸۴-۲۸۶ و ۴۶۳-۴۶۸ و ۵۰۹۔

[۳] ۲۵ ایڈورڈ سوم مقابلہ کیجیے (Collected Papers) مرتبہ میٹ لینڈ ۳۱۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن بغاوت اور دوسرے جرایم کبیرہ (Felony) میں ضابطے کے اتنے زیادہ اور اتنے اہم فرق موجود ہیں کہ بغاوت پر عام طور سے جداگانہ تبصرے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس لیے جرم کبیر (Felony) کا لفظ بنظر اختصار عموماً اُن کو چھوڑ کر استعمال کیا جاتا ہے)۔ کہا جاتا ہے[۲] کہ خود لفظ (Felony) ہی کے اندر ضبطی کی پاداش کا اشارہ موجود ہے لفظ "Fee" جاگیرداری حق اور "Lon" یعنی قیمت کا مرکب سمجھا جاتا ہے اور اس طرح 'Felony' کے معنی ایسے جرم کے ہوئے جس کے معاوضے میں جایداد دینا پڑے۔ لیکن پروفیسر اسکیٹ کے لغت کی رو سے یہ لفظ کلٹک اصل کا ہے اور اس کے معنی 'بدی' کے ہیں (یا جیسا کہ ڈاکٹر مرے نے اپنی لغت میں لکھا ہے یہ لاطینی لفظ 'Fel' "زہر" سے مشتق ہے) اور بہر طور ہمارے انگریزی لفظ 'Fell' سے جب وہ صفت (وصف) کے طور پر استعمال کیا جائے قریب معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح شکسپیر نے استعمال کیا ہے "(Fell and cruel hounds) خونخوار اور ظالم کتے"[۳]

106

جرایم کبیرہ (Felonies) کی معروف مثالیں قتل عمد، قتل انسان، نقب زنی بوقت شب، نقب زنی، سرقہ، زوجہ یا شوہر کی حیات میں ان میں سے کسی کا ازدواج مکرر، زنا بالجبر ہیں۔ اور جرایم صغیرہ (Misdemeanors) کی سب سے نمایاں مثالیں نسبتہً کم سنگین جرایم مثل دروغ حلفی، سازش، فریب، دغا، ازالہ حیثیت عرفی، بلوہ، حملہ ہیں۔ جرایم کبیرہ اور جرایم صغیرہ کے درمیان اب اتنے فرق نہیں رہے ہیں جتنے پہلے کسی زمانے میں تھے۔

---

[۱] شرح بلیکسٹن جلد ۴ صفحہ ۹۵-۱۰۶۶ء سے قبل فرانسیسی زبان میں اس کا وجود معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے معنی ایک مخصوص جرم یعنی کاشتکار کا اپنے زمیندار سے ترک وفاداری کرنا تھے اور اس جرم کی پاداش میں ظاہر ہے کہ کاشتکار کے قبضے سے زمین نکل جاتی تھی۔

[۲] پولک اور میٹ لینڈ ۴۶۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہرطور ان وجوہ اختلاف میں جو اب مفقود ہو چکے ہیں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی تاریخی اہمیت کے لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) ابتداءً جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ہر جرم کبیر لازماً موجب ضبطی ہوتا تھا اور جرم صغیر کوئی بھی موجب ضبطی نہ ہوتا تھا اور چند ہی جرایم صغیرہ میں ضبطی کا حکم دیا جا سکتا تھا وہ بھی اس وقت جب حکم سزا کے جزو کے طور پر صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کر دیا جاتا لیکن قانون ضبطی (Forfeiture Act 1870) کے ذریعے سے بغاوت اور دیگر جرایم کبیرہ سب کی ضبطیاں مسدود کر دی گئیں (۳۳ و ۳۴ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۲۳ دفعہ ۱)۔

(۲) ابتدا میں تمام جرایم کبیرہ کی سزا (بجز خفیف سرقے کے) موت تھی لیکن کسی جرم صغیر کی سزا موت نہ تھی[1] چنانچہ سزائے موت کا خیال جرم کبیر کے ساتھ اس حد تک وابستہ ہو گیا تھا کہ اگر کوئی قانون موضوعہ کسی جرم کو جرم کبیر قرار دیتا تو محض سکوت کی وجہ سے معنوی طور پر اس کو مستلزم سزائے موت قرار دے دیا جاتا تھا اور جس قانون موضوعہ کے ذریعے سے کوئی جرم، جرم صغیر قرار دیا جاتا تو اس کے انتہائی وسیع اور عام الفاظ کی بھی یہ تعبیر نہ کی جاتی تھی کہ اس کو سزائے موت کا مستلزم قرار دیا جائے۔ اس کے لیے انتہائی واضح اور صریح الفاظ کی ضرورت ہوتی تھی۔ 107

[1] الحاد (گو کبھی جرایم کبیرہ میں داخل نہیں رہا) کی سزا ضرور موت تھی لیکن یہ ایک مذہبی جرم تھا اور ملکی عدالتوں میں اس کی سماعت نہ ہوتی تھی۔

[2] چنانچہ اسٹیٹیوٹ آف این (Statute of Anne) (۷ سنہ جلوس این کلاز ۱۲) جس میں روسی سفیر کی گرفتاری کے واقعے کے نتیجے کے طور پر ان لوگوں کے لیے جو سفیر کے استثنائی حقوق میں خلل اندازی کریں، ایسی تکلیفات، جرمانے اور جسمانی سزائیں جو عدالت مناسب تصور کرے، مقرر کی گئی تھیں۔ لیکن اس قانون کے تحت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) ابتدا میں مرتکب جرم کبیر (Felon) اپنے مقدمے کی سماعت کے موقع پر اپنی صفائی کے لیے کسی گواہ کو طلب نہ کرا سکتا تھا[1] اور اپنی حفاظت کے لیے کسی مشیر قانونی کی خدمات (بجز بوقت استدلال امور قانونی) حاصل کر سکتا تھا۔ اور جرم صغیر کے مرتکب کو دیوانی مقدمے کے مدعی علیہ کی طرح دونوں حقوق حاصل تھے۔ یہ تقیدات ۱۸۰۲ء اور ۱۸۳۶ء میں اٹھا لیے گئے۔

لیکن جرائم کبیرہ اور جرائم صغیرہ کے اکثر اختلافات اس زمانے کے قانون میں بھی ہنوز موجود ہیں۔ ان میں سے اکثر اختلافات پر ہم اس وقت تبصرہ کریں گے جب ہم ضابطے کے عام موضوع پر پہنچیں گے۔ سپرد عدالت ہونے کے طریقے، سماعت مقدمہ کے ضابطے، اور یہ کہ ملزم کے سزایاب ہونے کے بعد اس پر کیا کیا قیود اور معذوریاں عاید ہو جاتی ہیں۔ ان سب کے متعلق اسی موقع پر بحث و تمحیص کرنا زیادہ مناسب ہوگا لیکن بعض اختلافات ایسے ہیں جن کو ابھی بیان کر دینے میں سہولت ہوگی۔

(۱) جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں[2] صرف جرائم کبیرہ (Felonies) ہی میں شرکائے جرم کو اصطلاحاً چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان کی چوتھی قسم کو بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس جرم کی پاداش میں سزائے موت نہ دی جا سکی۔ حالاں کہ اس قانون کے بنانے والوں کا غالباً یہ خیال ہوگا کہ وزیر اعظم جن کی استمالت کی وہ لوگ کوشش میں لگے ہوئے تھے، اس امر سے ناواقف ہوں گے کہ اس قانون کے الفاظ کی اتنی روک تھام کے ساتھ تعبیر کی جائے گی۔ شرح بلیکسٹن ۵ ۲۵۰۔

[1] 1 St. Fr. 885, 1281, 1304

[2] y. B. 30 and 31 Edlw. 1. App. II P. 529

[3] ابواب ۳۰ و ۳۱ کتاب ہذا۔

[4] صفحہ ۶۹ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجرم قرار دیا گیا ہے

(۲) بغاوت یا دیگر جرایم کبیرہ کی سزایابی پر جو ضبطیاں عمل میں آتی تھیں ان کا گو ۱۸۷۰ء کے قانون[۱] نے خاتمہ کر دیا پھر بھی مجرم کی جایداد کو بغیر کسی ذمہ داری اور مواخذے کے آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ انصافاً کچھ ایسے بار اُس پر عاید کر دیے گئے جو خود جرم کے پیدا کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ قانون ضبطی کی دفعہ ۶ کے تحت جس عدالت نے کسی شخص کو جرم کبیر کے ارتکاب کی بنا پر (بغاوت کی بنا پر نہیں) سزا کا حکم دیا ہو یہ حکم دے سکتی ہے کہ جرم سے جو جایدادی نقصان پہنچا ہے (جیسے کسی چھلی ہنڈی پر رقم وصول کر لی گئی ہو) سنوا پونڈ کی حد تک مجرم اس کا ہرجہ ادا کرے۔ لیکن اس قانون کی بنا پر ہرجہ حاصل کرنے کے لیے ضرر رسیدہ کو عدالت دیوانی میں دعویٰ دایر کرنے کی زحمت اور مصارف برداشت کرنا پڑتے تھے۔ فرانسیسی ضابطے میں ایک مدت سے فوجداری کارروائیوں میں ایسے فریق کو بھی رجوع ہونے کی اجازت ہے جس کو اس کارروائی کے تحت دیوانی چارۂ کار حاصل کرنا ہو، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک دعوے کے ذریعے سے دو مقاصد حاصل ہو جائیں اور زیادہ مصارف اور زحمت سے دوچار ہونا نہ پڑے۔ لیکن انگلستان میں اس اصول سے اتنی اجنبیت ہے کہ جرایم صغیرہ پر اُس کو اب تک وسعت نہیں دی گئی[۲]

108

[۱] ۳۳ و ۳۴ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۲۳۔

[۲] لیکن ایسی خفیف صورتوں میں جن میں کسی جرم کا (خواہ جرم کبیر ہو یا جرم صغیر یا نیز ناقابل ترتیب فرد جرم خفیف جرم ہو) ایسے حالات میں ارتکاب عمل میں آیا ہو جن سے اس جرم کی سنگینی میں کمی ہو جاتی ہو (وہ کمی خواہ خود اس فعل کے بالکل خفیف حیثیت کا ہونے کی وجہ سے ہو یا ملزم کی نوعمری، نیک چلنی، دماغی کیفیت وغیرہ کی وجہ سے ہو) اور گو کہ جرم ثابت ہو گیا ہو لیکن عدالت اس امر کو نامناسب تصور کرے کہ مجرم کو کوئی واقعی سزا دے تو وہ اُس کے بجائے یہ حکم دے سکتی ہے کہ مجرم ضرر کا ایسا ہرجہ یا نقصان کا ایسا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) جرایم کبیرہ چوں کہ ہمیشہ سنگین جرایم ہوتے تھے لہذا قانون کی نظر میں اس بات کی بڑی اہمیت رہی ہے کہ مجرم عدالت کے سامنے پیش کیا جائے۔ چنانچہ جب کسی جرم کبیر کا ارتکاب ہوا اور کسی شخص کو معقول وجوہ کی بنا پر یہ شبہہ ہو کہ فلاں شخص نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے تو اُس کو یہ اجازت حاصل ہے کہ وہ اس مجرم کو فوراً گرفتار کرلے۔ اور
109 جو شخص واقعی طور پر کسی جرم کبیر کا ارتکاب ہوتے دیکھے تو اُس کو صرف اجازت ہی نہیں بلکہ حکم ہے کہ پوری کوشش کے ساتھ مجرم کو گرفتار کرے اور اس مقصد کے حصول کے لیے جتنے جبر کی ضرورت ہو استعمال کرے۔ لیکن جرایم صغیرہ کے معاملے میں 'کامن لا' نے کبھی یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ معاوضہ ادا کرے" جو عدالت کے نزدیک مناسب معلوم ہو۔ اگر عدالت کو سرسری اختیار سماعت حاصل ہو تو وہ ۲۵ پونڈ سے زاید ہرجہ یا معاوضہ ادا کرنے کا حکم نہ دے سکے گی لیکن اگر وہ عدالت' عدالت سشن یا کوارٹر سشن ہو تو ایسی رقم کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے (ایسی عدالتوں کے اختیارات اس سو پونڈ کی رقم تک ختم نہیں ہوتے جو قانون ضبطی (Forfeiture Act) کے ذریعے سے مقرر ہے) دیکھیے ۱۶ و ۱۷ سنہ جلوس جارج پنجم کلاز ۱۳ دفعہ ۱۔

فارفیچر ایکٹ کے ذریعے سے ایسی عدالت کو جو کسی ملزم کے حق میں جرم کبیر یا بغاوت کی بنا پر حکم سزا صادر کرے۔ یہ حق بھی دیا گیا تھا کہ وہ مقدمے کا خرچہ ملزم کے ذمے عاید کرے لیکن قانون ہابت خرچۂ مقدمات فوجداری ۱۹۰۸ء (Costs in Criminal Cases Act 1908) کی دفعہ ۶ کے تحت یہ اختیار رہا ایسے جرم کی سزا یابی پر دے دیا گیا ہے جو قابل ترتیب فرد قرار داد جرم ہو۔ اور ناقابل ترتیب فرد جرم جرایم کی بابت یہ حق ۱۱ و ۱۲ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۴۳ دفعہ ۱۸ کے تحت پہلے ہی سے حاصل تھا۔

۱۹۰۹ء میں ایک مرتکب جرم صغیر کی سزا یابی پر اس طرح کا حکم ایک ایسے مقدمے کے خرچے کی بابت دیا گیا تھا جس میں خرچہ مع اُس کے ٹیکس کے دو ہزار پونڈ سے زاید ہوتا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اجازت نہیں دی اور جدید قانون موضوعہ[1] نے بھی بعض خاص صورتوں کے لیے اب یہ اجازت دی ہے کہ جرم کے عینی شاہد بھی مجسٹریٹ کا حکم گرفتاری حاصل کیے بغیر مجرم کو گرفتار کر سکتے ہیں چنانچہ ایک شخص جو ایک پیسہ چرائے اُس کو وہیں گرفتار کیا جا سکتا ہے چوں کہ جس جرم کا اس نے ارتکاب کیا ہے وہ جرم کبیر ہے۔ لیکن وہ شخص جو دغا کے ذریعے سے مویشیوں کا ایک پورا گلہ لے لے وہ جرم صغیر کا مرتکب ہوتا ہے اور اس لیے 'کامن لا' کی رو سے اگلے دقتوں کے کسان کو اس سے تعرض کرنے کا حق نہ تھا۔ اسی اُصول پر جب جسٹسز آف دی پیس کسی جرم کبیر کے مرتکب پر مقدمہ قایم کرتے تھے تو اُن کو ہمیشہ یہ اختیار رہتا تھا کہ اگر وہ ضروری خیال کریں تو دوران مقدمہ میں ملزم کے محبس میں رہنے پر زور دیں۔ لیکن اس کے خلاف جب کسی شخص پر جرم صغیر کی بنا پر مقدمہ قایم ہوتا تو دو صورتے کہ اس کے لیے کافی ضمانت مہیا ہو جاتی وہ 'کامن لا' کے تحت اصرار کر سکتا تھا کہ اُس کو ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ عدالت کو جو اختیار تمیزی جرایم کبیرہ کے بارے میں حاصل تھا وہ بہر طور جدید قانون سازی کے ذریعے سے اولاً چند جرایم صغیرہ میں اور اس کے بعد تمام جرایم صغیرہ کے بارے میں عطا کر دیا گیا ہے[2]۔ جرایم کبیرہ کے مرتکبین کو سزا دلانے میں قانون کو جو اہتمام اور کد ہے اُس کی وجہ سے ایک اور قاعدہ بنایا گیا ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص کو جرم کبیر کے ارتکاب کی وجہ سے مضرت پہنچی ہو تو وہ مجرم کے خلاف اُس وقت تک عدالت دیوانی میں اپنے نقصان کے معاوضے کی بابت نالش رجوع نہیں کر سکتا جب تک کہ فوجداری مقدمہ ختم نہ ہو جائے یا (موت یا معافی جرم کی وجہ سے) فوجداری کارروائی ناممکن نہ ہو جائے۔ اس کے برخلاف جرایم صغیرہ میں فوجداری

---

[1] باب ۳۰ کتاب ہذا۔

[2] ۸ ایڈورڈ ہفتم کلاز ۱۵ صفحہ ۳۷۵ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور دیوانی دونوں کارروائیوں میں سے کوئی بھی پہلے کی جاسکتی ہے یا جہاں تک اُصول کا تعلق ہے دونوں بیک وقت[1] رجوع کی جاسکتی ہیں، گو کہ عملاً یہ طریقہ خلاف احتیاط ہے[2]۔ یہ یاد رہے کہ جرایم کبیرہ کے معاملے میں بھی یہ امر بالکل آسان نہیں ہے کہ مدعیٰ علیہ دعویٰ خارج کرانے کے لیے یہ جواب دہی 110
کرے کہ جس جرم کی بنا پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے اس کی ہنوز عدالت فوجداری میں سماعت نہیں ہوئی ہے۔ عدالتیں ہرگز اس امر کو روا نہیں رکھتیں کہ مدعیٰ علیہ اپنے جواب میں اپنے جرم سے فایدہ اُٹھانے کی جسارت کرے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ بھی ایک جواب ہے (اسمتھ بنام سلون ۱۹۱۴ء ۳ کنگس بنچ ۸ تا ۹[3]) مدعیٰ علیہ اطلاع نامے کے ذریعے سے مقدمے کی کارروائی کو روک سکتا ہے یا عدالت ہی از خود مقدمے کی سماعت سے انکار کر سکتی ہے۔ بہرکیف یہ اعتراض ان دعاوی کی حد تک کبھی درست نہیں سمجھا گیا جو اگرچہ جرم کبیر سے تعلق رکھتے ہوں لیکن ان میں مدعیٰ علیہ خود مرتکب جرم کبیر نہ ہو یا جن میں مدعی خود فریق متضرر نہ ہو[4]۔

(۴) جرایم کبیرہ کی بنا پر سزایاب ہونے سے جو قانونی ناقابلیتیں پیدا ہو جاتی ہیں اُن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جرایم کتنے سنگین ہیں۔ سزایاب مجرم[5] ہر سرکاری خدمت سے برطرف ہو جاتا ہے اور اُس کا

---

[1] Jones v. Clay (1798), I B. and P. 191. Experate Edger (1913), 29. F. L. R. 278

[2] Rex v. Mahon (1826), 4 A. and E, 575

[3] ۹۴ و ۱۰ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۹۳ کے ذریعے سے قتل انسان کے جرم کبیر کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

[4] Appleby v. Franklin (1885). 17 Q. B. D. 93

[5] بجز اس کے بارہ ماہ یا اس سے کم مدت کی سزا ہوئی ہو اور وہ سزا بلا مشقت ہو، یا (۲۳ سنہ جلوس جارج پنجم کلاز ۱۲ دفعہ ۵۱) سترہ سال سے کم عمر میں سزا ہوئی ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وظیفہ بند کر دیا جاتا ہے[1]۔ نیز یہ کہ نہ وہ مجلس وضع قوانین کا رکن ہو سکتا ہے نہ اُس کے لیے رائے دے سکتا ہے اور تاوقتے کہ اُس کو معافی عطا نہ ہو جائے یا وہ اپنی سزا کو پورا نہ کر لے نہ اُس کو کوئی فوجی، ملکی، یا بندرگاہی خدمت مل سکتی ہے۔ کسی جرم صغیر کی بنا پر سزایاب ہونے سے یہ ناقابلیتیں پیدا نہیں ہوتیں لیکن تاریخ انتخابات سے گزشتہ پانچ سال کی مدت کے اندر یا انتخابات کے بعد اگر کوئی شخص کسی جرم کی بنا پر سزایاب ہو (اور مجرم کو بعوض سزائے قید جرمانہ ادا کرنے کا اختیار نہ دیا گیا ہو) تو یہ ایسی ناقابلیت ہو گی جس کی وجہ سے اس شخص کو لوکل گورنمنٹ میں کوئی عہدہ نہ مل سکے گا[2] اور اگر کوئی رکن مجلس وضع قوانین کسی جرم صغیر کا ارتکاب کرے تو وہ مجلس وضع قوانین سے خارج کیا جا سکے گا[3]۔

جرایم کبیرہ (Felonies) اور جرایم صغیرہ (Misdemeanors) میں اتنے اختلافات کے موجود ہونے سے اور ان میں سے بعض اختلافات کی ہنوز اتنی اہمیت ہونے کی وجہ سے طالب علم کو قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اول الذکر جرایم کے اندر کوئی خاص سنگینی ہے لیکن پہلی مرتبہ غور کرنے سے اُس کی سمجھ میں یہ بات آنا آسان نہیں ہے کہ ان جرایم کو کس اصول پر علٰحدہ کیا گیا اور پہلی یا دوسری قسم میں داخل کیا گیا۔ اس اختلاف کا باعث عدالت سماعت کنندۂ مقدمہ کی حیثیت اور درجہ تو ہو نہیں سکتا (جس طرح فرانس میں اسی اعتبار سے 111

[1] لیکن عملاً عہدہ داران وظیفہ ہر مقدمے کے حالات پر خود نظر کرتے ہیں اور اگر جج نے کوئی امر مجرم کے موافق لکھا ہو تو اس کا لحاظ کرتے ہیں۔

[2] ۳۳ و ۳۴ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۲۳ دفعہ ۲۔

[3] لوکل گورنمنٹ ایکٹ ۱۹۰۱ء (۲۳ و ۲۴ سنہ جلوس جارج پنجم کلاز ۵۱) دفعہ ۵۹۔

[4] Constitutunal Law) دوسرا ایڈیشن صفحہ ۱۲۰ مصنفہ ڈیڈ اور فلپس۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرم کو تین اقسام 'Crimes delits اور Contraventions میں تقسیم کر دیا گیا ہے)۔ چوں کہ سرقہ جو جرایم کبیرہ میں محسوب ہوتا ہے اس کے ملزم کے مقدمے کی سماعت پولیس مجسٹریٹ کر سکتا ہے اور جرم صغیر کے ملزم کا مقدمہ دارالامرا سماعت کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جو خرابی اور مضرت اس جرم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اُس کی کمی یا زیادتی کو بھی اس معاملے میں معیار نہیں قرار دیا گیا۔ چنانچہ دروغ حلفی جس کی وجہ سے ایک بے قصور آدمی کی جان جا سکتی ہے جرم صغیر ہے اور بغیر لائسنس گھوڑوں کا مذبح قایم کر لینا جرم کبیر ہے[1]۔ ثالثاً یہ تقسیم شدت سزا پر بھی مبنی نہیں ہے۔ چوں کہ سرقہ جو جرم کبیر ہے اور دغا جو جرم صغیر ہے دونوں کی سزا مساوی ہے۔ سازش قتل عمد (جرم صغیر) کی بنا پر دس سال کے لیے عوارض تعزیری عاید کیے جاتے ہیں[2] اور کچی وصاتوں کے سرقے (جرم صغیر) کی سزا دو سال کی قید ہے (قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱۱)۔ خالص تاریخی اسباب کی روشنی میں اس بے قاعدہ ترتیب کی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے۔ اس کی ابتدا غالباً اُس عہد میں ہوئی جب کہ چند خاص جرایم کے متعلق یہ محسوس کیا گیا کہ وہ سنگین ہیں اور اُن کا اکثر اوقات ارتکاب عمل میں آتا ہے تو ان جرایم کو اس طرح چھوڑ دینا کہ ضرر رسیدہ شخص معمولی مقدمے کی طرح اُن کی بابت داد خواہی کرے خطرے سے خالی نہ سمجھا گیا چنانچہ عامۃ الناس کی حفاظت کی غرض سے منجانب سرکار ایک تحقیقاتی جوری کے توسط سے (جو اس مقصد کے تحت ترتیب دی گئی) ایک میقاتی تفتیش عمل میں آنے لگی کہ

[1] ۲۶ سنہ جلوس جارج سوم کلاز ۱۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ مسروقہ گھوڑوں کو آسانی کے ساتھ ٹھکانے نہ لگایا جا سکے۔

[2] جس زمانے میں زنا بالجبر صرف جرم صغیر تھا اس زمانے میں اس کی بنا پر مجرم کی آنکھیں اور انتیں نکال لیے جاتے تھے۔ (Hawkins B. K. I. ch. IV. S. 7)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آیا کہیں اس قسم کے شدید جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ اس طرح سے وہ چیز معرض وجود میں آئی جس کو ہم "(Grand juries)" (جوری ہائے بزرگ) کہتے ہیں۔ ان کے کام کو آسان بنانے کے لیے جن جرایم کے ارتکاب کے متعلق اُن کو اطلاع دینا ہوتی تھی اُن کی معین قانونی تعریفات مرتب کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ ان جرایم سے لفظ فیلونیز (Felonies) غالباً بہت جلد مخصوص ہو گیا[۱] اور ان سے متعلقہ ضابطے نے رفتہ رفتہ عجیب خصوصیات اختیار کر لیے۔ کم سنگین یا وہ جرایم جن کا عام طور پر ارتکاب نہ ہوتا تھا اُن کی تعریفات ایک زمانے تک پورے طور پر معین نہیں ہوئیں (جیسے کہ بعض اب تک اسی حالت میں ہیں مثلاً سازش) اور ان کے لیے اس اہتمام اور تجسس کے ساتھ کبھی عدالتی کارروائی نہیں کی گئی بلکہ مثل سابق اُن کی بابت چارہ جوئی کی صورت یہی رہی کہ ضرر رسیدہ خانگی اشخاص عدالت میں استغاثہ کر کے داد خواہی کریں (اگرچہ بعد میں یہ دعوی عموماً برائے نام سرکار کی جانب سے ہونے لگا۔ یہی موخر الذکر جرایم (بجز ان کے جنھیں قانون موضوعہ نے جرایم کبیرہ قرار دے دیا ہے) اس زمانے میں (Misdemeanors) (جرایم صغیرہ) کہلاتے ہیں جو سو سال قبل بریکٹن نے کہا تھا کہ ان کی چارہ جوئی دیوانی مقدمات کی طرح ہوتی ہے اور اب بھی بقول سر جیمس اسٹیفن جرم صغیر کی کارروائی ٹارٹ کے مقدمے کے مماثل ہے بجز اس کے کہ ان میں بادشاہ مدعی ہوتا ہے اور اس کا مقصد ہرجہ نہیں ہوتا بلکہ سزا ہوتا ہے۔ چنانچہ جرم صغیر کی سماعت کے موقع پر اراکین جوری ان الفاظ میں حلف کرتے ہیں کہ

112

---

[۱] دیکھیے صفحہ ۵۴۵ کتاب ہذا

[۲] Eyre of Kent. 1313 (Selden Society. 1. 52. 57.

[۳] اس کے قدیم تمام اور وسیع تر مفہوم (یعنی جرم قابل مرافعہ) کے لیے دیکھیے۔ 2 P. and M. 466 -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"سچائی کے ساتھ اس امر تنقیح طلب کی تحقیق (کروں گا) جو ہمارے فرماں روا حضور تاج معظم اور مدعی علیہ کے درمیان پیدا ہو گیا ہے" لیکن جرایم کبیرہ کے معاملے میں اس طرح حلف کیا جاتا ہے: "ہمارے فرماں روا حضور تاج معظم اور حاضر عدالت ملزم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کروں گا" لہذا یہ امر آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ قدیم قانون نے جرایم صغیرہ کے تصور کو اتنی جہتوں سے بجائے جرایم کبیرہ کے محض دیوانی خلاف ورزیوں کے تصور کا مماثل کیوں قرار دیا ہے اور جس کی نمایاں مثال یہ ہے کہ اگر الزام جرم کبیر کا ہوتا تو دارالامرا میں اُس کی سماعت کرنے کے لیے ایک امیر (Peer) کا موجود رہنا ضروری تھا، لیکن جرم صغیر کی صورت میں عوام کی جوری اس کی
113 سماعت کر سکتی تھی۔ رفتہ رفتہ دیوانی ضابطوں کی مماثلتوں کی وجہ سے جرایم کبیرہ میں بھی تحقیق و تفتیش میں معین ہونے والے ضابطے کی جگہ وہ ضابطہ لے رہا ہے جو مقدمہ بازی کو طول دینے والا ہے[1]۔ قدیم تحقیقی نظریے کا اثر بہرطور اب بھی ان تمام عدالتی کارروائیوں میں باقی ہے جو جرایم کے متعلق کی جاتی ہیں۔ چنانچہ قتل انسان کے معاملات میں سرکار کی جانب سے ہر اس شخص کو جو موقع واردات پر موجود ہو عموماً شہادت میں طلب کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ دیانتدار معلوم ہوتا ہو خواہ سرکار کا وہ کھلم کھلا مخالف ہی کیوں نہ ہو۔ زہر خورانی کے مقدمے میں وہ جملہ کیمیائی ماہرین جنھوں نے سرکار کی طرف سے کیمیائی تجزیہ کیا ہو، جن کے نزدیک وہ شے زہر ہو اور جن کے نزدیک زہر نہ ہو دونوں طلب کیے جائیں گے۔

[1] لیکن مفتشین امواتہ اتفاقی بعنوان تحقیقات تفتیش کرتے ہیں چنانچہ جو شہادت اُن کو دستیاب ہوتی ہے اُسے قلمبند کر لیتے ہیں خواہ وہ شہادت موافق ہو یا خلاف ہو۔ دیکھیے صفحہ ۵۰۴ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انگریزی قانون کا یہ نظریہ ہے کہ وکلائے سرکار کی حیثیت مدعیانہ نہیں ہے کہ وہ ملزم کے مقابل میں برسرپیکار رہوں بلکہ وہ شاہ کی مقررکردہ ایک جماعت ہے جو بے لاگ طریقے پر حقیقت امر کی تحقیق اور تفتیش پر مامور ہے[۱]۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۸۵۸ء میں جرایم کبیرہ کی بابت جو ضبطیاں عمل میں آتی تھیں ان کے بند ہونے سے بہت پہلے ہی سے اُن کی مالی اہمیت جاتی رہی تھی۔ ۱۸۴۸ء سے ۱۸۷۰ء تک کی سالانہ محصلہ رقوم ۲۵۳ پونڈ سے تیرہ سو ستر[۱۳۷۰] پونڈ کے درمیان رہی ہیں۔ جرایم کبیرہ کے اکثر مرتکبین مفلس ہوتے تھے اور جو خوش حال ہوتے تھے وہ گرفتاری اور سزایابی کے درمیان میں اپنی جایداد منتقل کردیتے تھے، لہذا اس تبدیلی کا ہر طرح موقع آگیا تھا۔

یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک مکمل قانون تعزیرات میں بھی جرایم کی سنگینی کی زیادتی اور کمی کے لحاظ سے ان کو دو بڑی قسموں میں منقسم رکھا جائے اور ضابطے اور سزا کے خاص امور جرایم کی زیادہ سنگین قسم سے وابستہ ہیں لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں انگریزی قانون پر بڑا اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ اُس نے خاص جرایم کو پہلی یا دوسری قسم میں غیر منطقی طریقے پر داخل کیا ہے اور ثانیاً یہ کہ اُس نے ہر ایک قسم کے لیے کچھ 114

[۱] اسی طرح ہر فوجداری مقدمے میں جج کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ اس کی ضرورت سمجھے تو کسی ایسے گواہ کو طلب کرے جس کے متعلق کسی ایک فریق کی بھی یہ خواہش نہ ہو کہ اُس کو شہادت میں طلب کیا جائے (گو کہ دیوانی مقدمات کی متنازعہ نوعیت کی وجہ سے جج اس میں دخل دینے سے ممنوع ہے)۔ اور وکیل سرکار کی حیثیت عدل گستری کے ایک کارکن کی ہے دیکھیے صفحہ ۵۶۸ کتاب ہذا۔

جرم کبیر کے مقدمات میں وہ عجب اعلان جس کے ذریعے سے ملزم کے ذمے اگر کچھ دیگر الزامات ہوں تو ان کی بابت اطلاع دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اس تحقیقاتی ضابطے کی یادگار ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تقیدات عاید کر دیے ہیں۔ چنانچہ نصف صدی قبل قانون تعزیرات کا جو مسودہ پیش کیا گیا تھا اس میں جرایم کبیرہ اور جرایم صغیرہ کے فرق کو یک قلم ختم کر دیا گیا تھا۔ اور گو کہ ۱۸۸۰ء کے مسودے میں اس امتیاز کو برقرار رکھا گیا تھا پھر بھی قریب قریب اس کی تمام اہمیت ختم کر دی گئی تھی۔ اس میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ بعض تقیدات جو جرایم کبیرہ سے متعلق ہیں وہ صرف ایسے جرایم سے متعلق رہیں جن کی سزا موت یا عوارض تعزیری ہو۔ بعض دوسرے شرایط تمام جرایم پر عاید کر دیے جائیں اور بعض شرایط قطعاً اٹھا لیے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے فوجداری قانون کے تمام حصوں میں کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو جرایم صغیرہ اور جرایم کبیرہ کی تقسیم والے حصے سے زیادہ نظرثانی کا محتاج ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاص جرایم کی تعریفات

باب ۵

قتل

145 ہم اس کے وجوہ پہلے ہی ظاہر کر چکے ہیں کہ انگلستان کے مختلف جرایم کی تشریحات کرتے وقت ہم نے جرایم کبیرہ (Felonies) اور جرایم صغیرہ (Misdemeanors) کی اصطلاحی تقسیم کے لحاظ سے ان کی ترتیب کیوں قایم نہیں کی ہے۔ تمام مصنفین نے جرایم کو بہت مختلف اور زیادہ معقول اصول پر تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ کس کس قسم کے مفاد اور حقوق میں خلل انداز ہوتے ہیں چنانچہ بلیکسٹن نے مندرجۂ ذیل حقوق کی خلاف ورزی کے لحاظ سے جرایم کی تقسیم کی ہے: (۱) مذہب (۲) قانون بین الاقوام (۳) مقتدر اعلیٰ کے عاملانہ اختیارات (۴) سماجی حقوق (۵) خانگی اشخاص کے حقوق، یہ حقوق خواہ (الف) اُن اشخاص کی ذات سے متعلق ہوں یا (ب) اُن کے مسکونات سے یا (ج) اُن کی معمولی جایداد سے۔ سنہ ۱۸۸۱ء کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجوزہ قانون تعزیرات میں اس سے بہت ملتی جلتی تقسیم اس طرح کی گئی: (۱) وہ جرایم جو نظم عامہ کے خلاف ہوں (مثلاً بغاوت) (۲) جو عدل گستری پر اثرانداز ہوں (مثلاً دروغ حلفی) (۳) وہ جرایم جو مذہب، اخلاق، یا عامۃ الناس کی راحت و سہولت کی مخالفت میں ہوں (۴) وہ جرایم جو افراد کی ذات یا شہرت کی مخالفت میں سرزد ہوں (مثلاً قتل اور ازالہ حیثیت عرفی) اور (۵) وہ جرایم جن سے افراد کے حق جایداد میں مداخلت ہوتی ہو (مثلاً سرقہ) لیکن سب سے واضح ترتیب وہ ہے جو بلیکسٹن کے جدید مرتب سر جنٹ اسٹیفن نے قایم کی ہے۔ انھوں نے جرایم کو صرف تین حصوں میں تقسیم کیا ہے: (۱) وہ جرایم جو افراد کی ذات پر اثرانداز ہوں (۲) وہ جرایم جو افراد کی جایداد پر اثرانداز ہوں (۳) وہ جرایم جو حقوق عامہ کی خلاف ورزی میں سرزد ہوں۔

116 اس آخری ترتیب کی رو سے ہماری فہرست ان جرایم سے شروع ہونا چاہیے جو انسان کی ذات کی حفاظت پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ انسان سے مراد قدیم قانونی اصطلاح کی بموجب[1] موضوع حقوق و فرایض نہیں ہے بلکہ موجودہ معنی کے اعتبار سے اس سے مقصود ایک انسان کا زندہ جسم[2] ہے ان تمام جرایم میں ظاہر ہے کہ قتل انسان[3] سب سے زیادہ اہم ہے اور اس جرم کا مطالعہ فوجداری قانون کے ہر طالب علم کے لیے خاص طریقے سے بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔ چوں کہ اس میں (ایک جان کے ضایع ہونے کی وجہ سے) دوسرے جرایم کی بہ نسبت

---

[1] جورس پروڈنس مصنفہ ہالینڈ باب ۵ ملاحظہ کیجیے۔

[2] غالباً سر میتھو ہیل کے ذریعے سے یہ مفہوم قانون انگلستان تک پہنچا ہے۔ ان کا ایک عجیب سا جملہ ہے "وہ مفاد جو ایک شخص کو اپنی ذات کی حفاظت میں ہوتا ہے"

[3] دیکھیے تاریخ قانون فوجداری باب ۳ مرتبہ اسٹیفن۔ ڈائجسٹ ساتواں ایڈیشن ابواب ۲۳ و ۲۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زیادہ دقت نظر اور اہتمام کے ساتھ تمام حالات کی تفتیش و تحقیق عمل میں آتی ہے بالخصوص مرتکب فعل کی دماغی کیفیت کے متعلق۔ چنانچہ قتل انسان کے معاملے میں نہایت تفصیل کے ساتھ مجرمانہ نیت کا تجزیہ کیا گیا ہے حالاں کہ بہت سے دوسرے جرائم میں ابھی تک قطعی طور پر یہ طے نہیں ہوا ہے کہ اُن کی مسلمہ تعریفات کی رو سے معین طور پر کونسی دماغی کیفیت کی ضرورت ہے۔

بہر طور قتل انسان جرم نہیں ہے۔ قتل انسان کی وہ صورتیں جو داخل جرم نہیں ہیں کسی زمانے میں اُن کی بھی دو حصوں میں تقسیم کی جاتی تھی (اگرچہ اب اس امتیاز کی اہمیت جاتی رہی ہے)۔ قدیم مقننین جائز اور قابل معافی قتل میں فرق کرتے تھے پہلی قسم میں وہ صورتیں داخل تھیں جن میں اس فعل کو قانون کی تائید یا اجازت حاصل تھی (ہلاک کرنے والا حقیقۃً سلطنت کی جانب سے اس فعل کو انجام دیتا تھا)۔ دوسری قسم میں اس فعل کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس میں کچھ نہ کچھ شائبۂ الزام ضرور موجود ہے خواہ وہ کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔

(الف) جو قتل قطعی طور پر جائز تھے ان کی بنا پر کوئی قانونی ذمہ داری عاید نہیں ہوئی۔

(۱) سرکاری عدل گستری کا نفاذ۔ وہ جلاد جو عدالت مجاز کے حکم کا نفاذ کرے[1] اُس کے ذمے کوئی فوجداری ذمہ داری نہیں پیدا ہوتی لہٰذا 117
جس حاکم ضلع نے لاٹیمر اور رڈلے شہدا کو زندہ جلا دیا تھا اس کے لیے میری ملکہ الزبتھ کے زمانے میں بھی قتل عمد کے جرم میں ماخوذ ہونے کا اندیشہ نہیں تھا۔ بلیکسٹن کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ مجرمانہ نیت کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے وہ بری الذمہ تھا (چوں کہ سرکاری فرض منصبی کی

[1] بشرطیکہ وہ معین کردہ صورت سے انجام دے جیسے مثلاً تاریخ یا طریقۂ ہلاکت میں کوئی فرق نہ ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انجام دہی پر وہ مجبور تھا اور باوجود اس کے کہ ذاتی طور پر وہ اس عمل کو ناپسند کرتا تھا، اُس نے وہ کام انجام دیا)۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے کسی مجرمانہ فعل کا ارتکاب ہی نہ کیا تھا۔ عدالت کے حکم کا نفاذ اُس کے لیے جرم نہ تھا بلکہ حقیقۃً اس حکم کے نفاذ سے انکار جرم ہوتا (گو اخلاقی حیثیت سے یہ شجاعت کا فعل ہوتا)۔ دیکھیے صفحہ (۳۱۹ اصل کتاب انگریزی)۔

(۲) سرکاری عدل گستری میں امداد۔ چنانچہ اگر کسی جرم کبیر کے مرتکب[1] کی گرفتاری کے لیے یا کسی بلوے کے فرو کرنے کے لیے یا کسی شدت آمیز[2] نوعیت کے جرم کو روکنے کے لیے ہلاکت واقع ہو تو یہ جرم میں شما۔ نہ ہوگا لیکن اس کے برخلاف جیسا کہ ۱۸۱۰ء میں ہیمرا سمتھ کے بھوت کو (یا اُس شخص کو جو بھوت سمجھ لیا گیا تھا) رات کی گشت کے موقع پر گولی مار دی گئی تھی تو مارنے والا قتل عمد کا مجرم قرار دیا گیا چوں کہ اس ذریعے سے یعنی گولی مار کر جس جرم کا انسداد کیا گیا وہ نقاب پوشی اور روپ بھرنے کا جرم تھا جو محض ایک جرم صغیر یعنی امر باعث تکلیف تھا۔

(۳) کسی مجرم کے مقابل میں اپنی ذات کی حفاظت۔ ہر شخص حملہ آور کے مقابل میں اپنی[3] اور اپنے بالکل قریبی متعلقین[4] کی حفاظت کے لیے

---

[1] ملاحظہ ہوں صفحات ۳۳۲ و ۵۲۸ کتاب ہذا۔ اور سلکٹ کمیزان کریمنل لا صفحہ ۱۴۳ کسی ایسے ملیار پر فایر کرنے کی صورت میں جو ناجائز طور پر پرواز کر رہا ہو، آفیسر کس صورت میں فوجداری مواخذے سے بری ہے ملاحظہ ہو ۲ و ۳ جارج پنجم کلاز ۲۲۔

[2] اگر کسی ایسے جرم کے ارتکاب کو روکنے میں ہلاکت واقع ہو جو تشدد آمیز نہ ہو، خواہ جرم کبیر ہی کیوں نہ ہو، تو وہ جایز نہ ہوگی 1. C. and p. 319

[3] مقدمۂ ہاول (۱۲۲۱) (Mait land's select pleas 94 (K.S.C. 139)

۱۸۱۱ء میں ایک ہفتاد سالہ بوڑھے شخص مسٹر برسل کو اس بنا پر نائٹ بنا دیا گیا تھا کہ انھوں نے کندہ کاری کے ایک چاقو سے چار نقب زنوں کو ہلاک کیا تھا۔

[4] Reg. V. Rose (1884), 15 cox 540 (K.S.C. 140)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضروری و مناسب حد تک جبر کے استعمال کرنے کا مجاز ہے (اور ایسے
حملے کی صورت میں جس کا شمار جرم کبیر میں ہوتا ہو[۱] اور غالباً اس سے
کم حیثیت کے حملے میں بھی[۲] ہر شخص کے تحفظ کے لیے جو واقعاً اُس کی 118
مدد کا محتاج ہو جبر کا استعمال کیا جا سکتا ہے[۳]) چنانچہ اگر کسی شخص کو معقول
وجوہ کی بنا پر خطرے کا اندیشہ ہو اور وہ اُس کو دفع کرنے کے لیے مناسب
ذرایع اختیار کرے اور ان ذرایع کے استعمال کرنے سے حملہ آور شخص
ہلاک بھی ہو جائے تو بھی اُس کا یہ عمل قانوناً درست سمجھا جائے گا۔ لیکن
یہ ضرور ہے کہ وہ ذرایع مناسب اور متوازن ہوں[۴]۔ اگر کوئی بچہ میرے
پن چبھو رہا ہو تو مجھے اُس کے چھرا نہ بھونک دینا چاہیے۔ لہٰذا اگر کسی
شخص پر حملہ کیا جائے تو اُس کو حملہ آور کے خلاف گولی بارود کے ہتھیار
استعمال کرنا اُس وقت تک جایز نہیں ہے جب تک کہ حملہ اتنا شدید نہ ہو کہ
وہ اپنی جان کو واقعی طور پر خطرے میں محسوس کرتا ہو۔ ایک شخص نے
ایک دوسرے شخص مسمی یہ مسٹر کوپ کے سر پر ایک بوتل تانی اور
اس کے بعد فوراً تلوار کھینچنے کے لیے بڑھا۔ یہ دیکھ کر کوپ نے
وہ بوتل اُس پر زور سے پھینکی۔ چیف جسٹس ہولٹ نے قرار دیا کہ
کوپ کا عمل جایز تھا[۵]، کیوں کہ جس شخص کی عداوت دوسرے شخص کے

---

۱ 2. B, and p. 260

۲ دیکھیے صفحہ ۱۷۹ کتاب ہذا۔

۳ Foster 274; Russel on Crimes (8 th ed). pp. 773, 775;
135 U. S. A. 80 "any bystander" (کوئی شخص جو بازو میں کھڑا ہو)

۴ صفحات ۱۷۸-۱۸۰ کتاب ہذا بھی دیکھیے۔

۵ Reg. V. Mawgridge (1706), Kelyng 120 اگر وہ ابتدا سے
بے خطا ہو تو اس امر میں اختلاف آرا ہے کہ آیا جو شخص شدید ضرر جسمانی کے فوری
خطرے سے اپنی حفاظت کر رہا ہو اس پر (فوری جھڑپ کی طرح صفحہ ۱۲۲) یہ لازم ہے کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقابل میں ظاہر ہو گئی ہو وہ اس قابل نہیں ہے کہ جب ایک خطرناک ہتھیار اُس کے ہاتھ میں ہو اُس پر اطمینان کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں بعض اوقات حفاظت خود اختیاری جایز طور پر حملے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اگر تم پر ریوالور تانا جائے تو ممکنہ طریقہ تحفظ یہی ہو سکتا ہے کہ تم چھتری کھینچ مارو۔ لیکن گو کہ مزید حملوں کو روکنے کے لیے ایک ضرب لگانا حفاظت خود اختیاری کے تحت جایز تصور کیا جائے گا لیکن اپنی طرف سے حملہ کرنے کے لیے اُس کی تکرار نہ ہونا چاہیے۔ جانبین سے باقاعدہ رد و بدل ہونا حفاظت خود اختیاری نہیں ہے۔

لیکن جب کوئی شخص کسی انسان پر حملہ تو نہ کرتا ہو بلکہ کسی منقولہ یا غیر منقولہ جایداد میں ناجایز طور پر دست اندازی کر رہا ہو تو قابض جایداد (گو کہ اپنے قبضے کے تحفظ کے لیے اعتدال کے ساتھ جبر استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے) عام طور سے اس حد پر جبر استعمال کرنے کا 119
مجاز نہیں ہے کہ مداخلت کنندہ کو ہلاک کر دے[1] کیوں کہ اس طرح کا جواز

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اگر ممکن ہو تو قبل اس کے کہ وہ کسی کو ہلاک کرے وہ لڑائی سے کنارہ کرے خصوصیت سے جب اُس پر خود اُسی کے گھر میں حملہ کیا گیا ہو انگلستان میں جدید عدالتی آرا یہ معلوم ہوتی ہیں کہ Cf 18 Cr. App. R. 160 اُس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لڑائی میں اپنے قدم جمائے رکھے۔ اس حق کے متعلق ملاحظہ ہو Foster, and East's P.C. 271 (ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی سپریم کورٹ نے دو مرتبہ اس حق کو تسلیم کیا ہے 158 U.S. 550, 256 U.S. 885

[1] لیکن ہیل کا یہ خیال ہے کہ چوں کہ "آدمی کا مکان اُس کا قلعہ ہے" لہٰذا اس سے اُس کا قبضہ لینے کی تشدد آمیز کوشش کا مقابلہ اُتنے ہی زیادہ جبر کے استعمال کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جتنا اپنی ذات کے تحفظ کے لیے استعمال کرنا جایز ہے۔ ۱۹۲۴ء میں سرکار بنام ہیسے (۱۸ کریمنل اپیل رولنگس ۱۶۰) میں کورٹ آف کریمنل اپیل نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس وقت تک پیدا نہ ہوگا جب تک کہ مداخلت کنندہ کی دست اندازی یا اُس کی طرف سے مقاومت جرم کبیر کی حد کو نہ پہنچ جائے اور اُس کے ساتھ ساتھ وہ جرم کبیر تشدد آمیز نہ ہو مثلاً سرقہ بالجبر، آتش زنی، یا نقب زنی بوقت شب اور ان انتہائی تشدد آمیز جرائم کبیرہ کا مقابلہ بھی (بجز ایسی صورت کے جس میں فی الواقع اس کی ضرورت ہو) انتہائی شدت کے ساتھ نہ ہونا چاہیئے۔ لہذا گولی بارود کے ہتھیاروں کا اُس وقت تک استعمال نہ ہونا چاہیئے جب تک کہ مداخلت کنندہ پر قابو پانے اور اُس کو گرفتار کرنے کا کوئی اور طریقہ سمجھ میں آتا ہو۔ چنانچہ ایسے شخص کو ہلاک کر دینا جو کسی جرم صغیر کے ارتکاب میں مشغول ہو یا ایسے جرم کبیر کا ارتکاب کر رہا ہو جس میں تشدد کا دخل نہ ہو کسی طرح قانوناً جایز تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص ان حالات میں اُس کو ہلاک کرے گا وہ قتل انسان مستلزم سزا کا مجرم ہوگا

(۴) بعض متقدمین کے خیال کے بموجب یہ سمجھا جاتا تھا کہ بعض حالات میں اپنی جان کے تحفظ کے لیے ایک شخص دوسرے بے گناہ شخص کی جان لینے کا بھی مجاز ہے۔ چنانچہ لارڈ بیکن[1] نے اس قدیم مسئلے کو جو سیسرو نے قدیم یونانی معلم اخلاق ہیکیٹو سے نقل کیا تھا پھر تازہ کیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر جہاز کے تباہ ہو جانے کے بعد دو شخص سمندر میں پیر رہے ہوں اور اس حالت میں اُنھیں ایک تختہ مل جائے جو اتنا بڑا نہ ہو کہ ان دونوں کا وزن برداشت کر لے اور ان میں سے ایک دوسرے کو ڈھکیل دے اور وہ بالآخر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اس رائے کی توثیق کی تھی۔ اس مقدمے میں ایک کرایہ دار نے مالک اراضی کے گولی کے زخم پہنچائے تھے چوں کہ مالک قبل از وقت ناجایز طور پر کرایہ دار کو اراضی سے بے دخل کرنا چاہتا تھا۔

[1] Bacen's Maxims Cicero De officiis III 23; Puffendorf 2, 6, 4.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈوب جائے تو وہ شخص جو زندہ بچ جائے گا کسی جرم کا مرتکب نہ سمجھا جائے گا لیکن جیسا کہ ہم سرکار بنام ڈڈلی اینڈ اسٹیفنس (۱۸۸۴)[1] میں دیکھ چکے ہیں کنگس بنچ ڈویژن کے پانچ کارکردہ ججوں نے بیکن کے اصول پر شبہہ ظاہر کیا اور تباہ شدہ جہاز کے بعض ان ملاحوں کے عمل کو جایز تسلیم کرنے سے انکار کیا جنھوں نے ایسی حالت میں کہ مشکل سے کوئی امید خلاصی کی باقی تھی ایک لڑکے کو مار ڈالا تھا کہ اُس کو اپنا لقمہ بنائیں۔

120 جدید عصر کے پُرامن نظام کے تحت حقیقۃً جایز ہلاکتوں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے۔ انگلستان میں ہر سال تقریباً تین سو واقعات ایسے قتل کے ہوجاتے ہیں جن کی نوعیت جرم کبیر کی ہوتی ہے لیکن بیس سے کم کی بنا پر سزائے موت کے احکام دیے جاتے ہیں اور نصف درجن سے کم دوسرے قتل ایسے ہوتے ہیں جو جواز کی حیثیت رکھتے ہوں۔

(ب) قتل کی ان صورتوں کے علاوہ جو کلیۃً جایز تھیں بعض ایسی صورتیں[2] بھی تھیں جو محض قابل معافی تصور کی جاتی تھیں یعنی یہ کہ وہ صورتیں ایسی نہ تھیں جن میں وہ جرم جرم کبیر قرار پائے اور مرتکب کو سزائے موت دی جائے پھر بھی کسی حد تک ضرور قابل الزام تھیں لہذا ان کی بنا پر مجرم کی جایداد منقولہ ضبط کرلی جاتی تھی (گو کہ آخر میں سلطنت عموماً "ڈیوڈنڈ" (Deodand) یعنی بجز آلۂ قتل کے یہ سب سامان واپس کردیتی تھی[3]) یہ امر قدیم اینگلوسیکسن عہد کی یادگار ہے۔ اس

---

[1] (14 Q.B.D. 273 (K.S.C. 62)); صفحہ ۸۷ کتاب ہذا۔

[2] Bracton, f. 121. 1 Hale P.C. 419—424; Stephen; History of Criminal Law, III 77; Pollock and Maitland, History of English Law, II, 471.

[3] پولک اینڈ میٹ لینڈ II ۴۷۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زمانے میں قانون قتل انسان کی تمام صورتوں کو خواہ وہ مجرمانہ ہوں یا بے خطا ایک ایسا امر تصور کرتا تھا جس کا دیت کی رقم سے کفارہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ۱۱۰۰ء میں بھی قوانین ہنری اول کے مولف نے لکھا ہے کہ وسکس کا اب بھی یہ قاعدہ ہے کہ قتل کی ہر صورت میں خواہ وہ بالارادہ ہو یا اتفاقی مقتول کے خاندان کو رقم دیت لازمی طور پر دی جاتی ہے۔ مذہبی اثرات کے تحت جب زیادہ غور و فکر کے ساتھ قوانین وضع کیے گئے اور یہ خیال پیدا ہوا کہ قتل کی زیادہ قبیح اور سنگین صورتوں میں سزائے موت دینا لازم ہے پھر بھی اس امر کے پورے طور پر طے ہونے کے لیے کچھ اور وقت کی ضرورت ہوئی کہ کونسی شکلیں اس کے خلاف ایسی ہیں جن میں مرتکب قتل اس حد تک بے قصور ہوتا ہے کہ اس کو مالی جرمانے کا بھی مستوجب نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ تیرھویں صدی عیسوی میں اگر کوئی شخص محض سوئے اتفاق سے کسی شخص کو ہلاک کر دیتا تھا تو اس کو بھی شاہی معافی کی ضرورت ہوتی تھی 121
گو کہ یہ معافی اس کو لازمی طور پر مل جاتی تھی[1] اور بالآخر یہ طے ہو گیا کہ اگر معافی بھی عطا ہو جائے تب بھی نہ صرف ڈیوڈنڈ بلکہ اس کا تمام بقیہ اسباب بھی (جو بہرحال اس زمانے میں بہت شاذ طور پر زیادہ قیمت کا ہوتا تھا) ضبط کر لیا جائے گا اگر ڈیوڈنڈ اس کی ملک بھی نہ ہوتا تب بھی ضبط کر لیا جاتا تھا تاکہ خدا کی نذر ہو کردہ مقدس کاموں میں استعمال ہو اور اس طرح اس شخص پر سے خون کا دھبہ دفع ہو جائے۔ چنانچہ جب کوئی انسان موت کا باعث ہوتا تب ہی ڈیوڈنڈ نہ لیا جاتا تھا یعنی مثلاً جب کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہو اور اتفاقی طور پر کسی ایسے شخص کی موت کا باعث ہو جائے جو شاہراہ پر سو رہا ہو بلکہ ایسی حالت میں بھی ڈیوڈنڈ لے لیا جاتا تھا جب کہ محض قدرتی طور پر

[1] پولک اینڈ میٹ لینڈ II ۴۷۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔ مثلاً کوئی شخص کشتی سے گر کر ڈوب جائے۔ قاعدہ یہ تھا کہ جس چیز نے بھی اس فعل کی طرف حرکت کی ہو وہ ڈیوڈنڈ ہے اور قابل ضبطی ہے۔

لیکن عملاً "ڈیوڈنڈ" کی ضبطی ان چیزوں تک محدود نہ تھی جنھوں نے حرکت کی ہے۔ ایک بڑے کڑھاؤ میں دودھ بھرا ہوا تھا، ایک کمسن لڑکا اس میں گر پڑا اور ڈوب گیا۔ اس پر کڑھاؤ ضبط کر لیا گیا۔[۱] "ڈیوڈنڈ" کو عموماً بادشاہ فروخت کر دیتا تھا، جو قیمت یا زر معاوضہ اس کی بابت حاصل ہوتا تھا وہ اس شخص کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے مقدس کاموں میں صرف کر دیا جاتا تھا جو ظاہر ہے کہ بغیر توبہ، استغفار ہلاک ہو جاتا تھا۔ ریفارمیشن کے بعد یہ رقم عموماً غربا کو یا متوفی کے اعزہ کو دے دی جاتی تھی۔ چنانچہ ۱۷۱۹ء میں جب یارماوتھ کے مفتش اموات اتفاقی (کارونر) کی جوری نے یہ قرار دیا کہ لکڑی کا وہ ڈھیر جو بچے پر آ کر گرا تھا بطور "ڈیوڈنڈ" ضبط کر لیا جائے تو اس ڈھیر کا معاوضہ تیس شلنگ منظور کیا گیا اور وہ بچے کے باپ کو دے دیا گیا۔ ۱۸۴۶ء تک "ڈیوڈنڈ" وصول کرنے کا قاعدہ منسوخ نہیں ہوا۔[۲] لیکن قابل معافی ہلاکتوں کی بنا پر جو عام ضبطی عمل میں آتی تھی وہ ۱۸۲۸ء میں بند کر دی گئی۔ لہٰذا اس وقت سے قانونی نتائج کی حد تک ان ہلاکتوں میں جو قابل معافی شمار ہوتی تھیں اور ان میں جو کلیتہً جایز تھیں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ محض مفصلۂ ذیل دو صورتیں قابل معافی ہلاکتوں کی تھیں: 122

(۱) جب کسی اچانک آویزش (فوری لڑائی) کے موقع پر

---

[۱] (Select Coroner's Rolls, P. 50.

[۲] ۹ و ۱۰ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۶۲۔ یہ قاعدہ اس لیے بہ تعجیل منسوخ کیا گیا کہ یہ خوف تھا کہ اس طرح جملہ ریلوے گاڑیاں ضبط ہو جائیں گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فریقین میں سے ایک فریق لڑنے سے گریز کرتا لیکن دوسرا اپنے حملے کو جاری رکھتا اور اس کے بعد جب پہلے شخص کے لیے تحفظ کی کوئی ظاہری صورت باقی نہ رہتی[۵۱] اور وہ اپنے مقابل کو جان سے مار ڈالتا تو ایسی صورت میں حفاظت خود اختیاری کی ضرورت کی وجہ سے وہ قتل جرم کبیر شمار نہ کیا جاتا تھا لیکن چوں کہ اولاً اس نزاع میں حصہ لینے کا اس کے ذمے الزام ہوتا تھا اس لیے یہ معاملہ قتل کی ان صورتوں سے مختلف تصور کیا جاتا تھا جو کلیتہً جایز تھیں اور جن میں وہ شخص جس پر حملہ کیا جاتا ابتداءً بالکل خاموش رہتا اور بالآخر اپنی ذات کے تحفظ کے لیے حملہ آور شخص کو قتل کر دیتا۔ اس کے خلاف اگر اس اچانک آویزش کو دونوں فریق آخر تک یعنی مہلک ضرب لگنے تک قایم رکھتے تو ایسے قتل میں معافی کی کوئی گنجایش نہ ہو سکتی تھی بلکہ یہ قتل جرم کبیر[۵۲] ــــ قتل انسان یا ممکن ہے کہ قتل عمد شمار کیا جاتا۔

جب ایک شخص دوسرے کو محض سوئے اتفاق کی بنا پر ہلاک کر دیتا تھا یعنی جب کوئی جایز فعل کیا جاتا اور اس سے نقصان رسانی مقصود نہ ہوتی اور اس کے کرنے کا طریقہ ایسا ہوتا کہ کسی مجرمانہ غفلت کا اس میں شمول نہ ہوتا[۵۳] تو اس کا عمل قابل معافی قرار دیا جاتا تھا چنانچہ ایک شخص دل لگی کے طور پر ایک لڑکے کے ساتھ تیزی سے

---

۵۱ چوں کہ اگر ممکن ہو تو اس کو اس لڑائی سے دستکش ہو جانا چاہیے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۸ کتاب ہذا۔

۵۲ صفحہ ۱۳۴ کتاب ہذا

۵۳ Reg. v. Jones (1874) 12 Cox 628 (K.S.C. 28) کا

Reg. v. Tinney (1874), 12 Cox 625 ((K.S.C. 120) اور K.S.C. 27

سے مقابلہ کیجیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چکر لگا رہا تھا، لڑکے نے اپنے آپ کو چھڑا لیا اور یہ شخص ایک عورت سے ٹکرا گیا جس سے وہ عورت ہلاک ہوگئی۔ یہ معاملہ محض اتفاقی[۵۱] قرار دیا گیا۔ اسی طرح ایک چار سالہ لڑکے سے دریافت کیا گیا کہ آیا وہ جن شراب کا ایک قطرہ پیے گا، اس پر اس لڑکے نے ملزم کے ہاتھ سے گلاس چھین لیا اور اس میں جتنی شراب تھی تقریباً سب چڑھا گیا اور اس کی وجہ سے ہلاک ہوگیا۔ قرار دیا گیا کہ جن کی اتنی غیر معمولی مقدار کا پی لینا خود بچے کا فعل تھا لہذا ملزم نے کسی جرم کبیر کا ارتکاب نہیں کیا[۵۲]۔ اس قسم کے اتفاقی واقعات کی وہ صورتیں بہت اہم 128
ہوتی ہیں جب والدین یا اُستاد اپنے بچے یا شاگرد یا کار آموز کی جایز اور مناسب تنبیہہ مناسب آلۂ تنبیہہ کے ذریعے سے کر رہے ہوں اور ایسی حالت میں اتفاقی طور پر موت واقع ہو جائے[۵۳]۔

والدین اور اُستاد کا بچے کو سزا دینے کا حق قانون اطفال اشخاص نوعمر ۱۹۳۳ء (Childern and young person's Act. 1933) کے ذریعے سے تسلیم کیا گیا[۵۴]۔ قدیم کامن لا کی رو سے بالغ ملازمین کے مقابل میں بھی یہ حق تسلیم کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ہر شوہر کو سابقاً یہ حق حاصل تھا کہ جسمانی سزا کے ذریعے سے اپنی زوجہ کی تنبیہہ کرے۔ لیکن بقول بلیکسٹن چارلس دوم کی نسبتہً شایستہ عہد میں شوہر کے اس حق کو تسلیم کرنے میں تامل کیا جانے لگا، اگرچہ کسی قدر مزاحی رنگ میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "پست طبقے کے لوگ جن کو کامن لا ہمیشہ بہت پسند تھا

---

۵۱ Reg v. Bruce (1847), 2 Cox 262 (K.S.C. 186)

۵۲ Rex. v. Mortin (1827) 3 C and p. 211 (K.S.C. 187)

۵۳ Rex. v. Woods (1921), 85 J.P. 272; Cleary v. Booth (1893) (Q.B.D. 465) ملاحظہ ہو صفحہ ۸۷ کتاب ہذا۔ ایک بڑے بھائی کو یہ حق نہیں ہے کہ چھوٹے بھائی کو محض اس وجہ سے کہ وہ گستاخ ہے سزا دے سکے۔

۵۴ ۲۳ سنہ جلوس جارج پنجم کلاز ۱۲ دفعہ ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے قدیم استحقاق کا اب تک ادعا رکھتے ہیں اور اس کو استعمال کرتے ہیں۔

بچے کو سزا دینے کا حق ظاہر ہے کہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ بچے کا سن اتنا ہو کہ اس میں اس تنبیہ کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہو، نہ کہ مثلاً ایسی صورت میں جب کہ بچے کا سن صرف ڈھائی سال کا ہو۔[1] اور ہر حالت میں سزا کی جایز نوعیت اور مقدار بچے کے سن و سال، صنف اور ظاہری جسمانی حالت کے اعتبار سے بدلتی رہے گی، لیکن جب صاف اور جایز طور پر سزا کا محل پیدا ہو جائے اور اس کا طریقہ و نیز مقدار بھی نامناسب نہ ہو تو اس واقعے سے کہ اس کی وجہ سے بچہ ہلاک ہو گیا والدین یا اُستاد (جس نے بھی وہ سزا دی ہو) قتل (جرم کبیر) کے مجرم نہ قرار پائیں گے۔ چنانچہ اگر بچے کی جسمانی ساخت میں کوئی ایسی مخفی خصوصیت ہو جس کا والدین یا اُستاد کو علم نہ ہو[2] سزا دینے سے اس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ ایسی خرابیوں کی صورت میں کہ جیسے مثلاً قلب پر چربی آجائے یا کھوپڑی حد درجہ کمزور اور نازک ہو، ایک خفیف سی ضرب مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ یا کسی لڑکے میں جریان دم کی ایسی کیفیت ہو کہ وہ بید کی ایسی سزا سے مر جائے جو معمولی طالب علموں کو بے خطر طور پر دی جا سکتی ہو۔ اسی طرح زدوکوب سے کلیتہً قطع نظر، ایک شخص کی مخصوص جسمانی ساخت اس امر کا باعث ہو سکتی ہے کہ محض اتفاقی طور پر اس کی موت واقع ہو جائے۔ مثلاً یہ تجربہ ہو چکا ہے کہ ایک ایسا بوڑھا آدمی جس کے شریان بڑھاپے کی وجہ سے کم زور ہو گئے ہوں اگر اس کو ایک ہلکا سا دھکا جو آپس کے میل جول میں اکثر لگ جاتا ہے پہنچ جائے تو اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاتا ہے۔ 124

---

[1] Reg. v. Griffin (1869). 11 Cox 402

[2] گردن کے غدود بڑھ جاتے ہیں تو بمشکل کبھی زندگی بھر اس کا پتا چلتا ہے۔ لیکن ایک نہایت معمولی سے سبب کے پیدا ہو جانے سے ایسا شخص ہلاک ہو جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اتفاقی واقعات کی ایک اور قسم بھی ہے جن کی عملی اہمیت اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس قسم سے اُس وقت سابقہ ہوتا ہے جب کسی جایز کھیل کود کے دوران میں اتفاقی طور پر موت واقع ہو جائے جیسے مثلاً گیند نیچا آتے آتے یک لخت اُچھل جائے اور کرکیٹ کے کھلاڑی کے سر میں لگے اور وہ ہلاک ہو جائے۔ گو کہ مسلح دنگل عہد وسطیٰ میں بھی ممنوع تھے اور وہ نبرد آزما جو اپنے مدمقابل کو قتل کر دیتا تھا عموماً قتل انسان مستلزم سزا کا مجرم ہوتا تھا۔ لیکن اگر بادشاہ کے حکم سے کوئی خاص دنگل کیا جاتا تھا تو صورت حال بدل جاتی تھی۔ اگر ایسے مقابلوں میں جو بادشاہ کے حکم سے جایز قرار پا جاتے تھے فریقین میں سے کسی کی موت واقع ہو جاتی تو اُس کا شمار اتفاقات میں ہوتا تھا۔ موجودہ زمانے میں ایسی تمام ورزشیں جن میں ننگی تلوار کا استعمال ہو، خواہ اُن کے متعلق کیسی ہی اجازت خصوصی حاصل ہو جائے قانوناً ناجایز ہیں۔ لیکن معمولی پٹا اور اسی طرح گھونسہ بازی[1]، کشتی، فٹبال[2] وغیرہ اگر احتیاط کے ساتھ کھیلے جائیں تو ان کا جایز کھیلوں میں شمار رہے۔ جو شخص ان کھیلوں میں حصہ لیتا ہے وہ گویا کہ اپنی ذات کو ایک (محدود) حد تک جسمانی ضرر پہنچانے کی معنوی رضامندی دے دیتا ہے۔ لیکن کسی شخص کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اپنی ذات کو بہت زیادہ جسمانی ضرر پہنچانے کی اجازت دے دے۔ مثلاً اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ایسا ضرر پہنچانے کی اجازت دے کے
125 جس کی وجہ سے وہ معذور ہو جائے[3]۔ لہذا اگر وہ ناجایز اور خطرناک شرایط کے تحت کسی کھیل کے کھیلنے کی رضامندی دے دے اور اس کھیل کے دوران میں مر جائے تو مارنے والا اس رضامندی کی بنا پر

---

[1] Reg v. Coney (1882), 8 Q.B.D. 534.

[2] (Reg. v. Bradshaw (1878) 14 Cox, 83 (K.S.C. 131)

[3] ملاحظہ ہو صفحات ۱۶۸ و ۱۸۳ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانوناً بری الذمہ نہ قرار پائے گا[1]۔ (نہ اُس شخص کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسے حالات پیدا کرنے کی رضامندی دے جس سے امن عامہ میں خلل واقع ہو یہی دونوں اسباب ہیں جن کی بنا پر باوجودیکہ فریقین جو کھم میں پڑنے کے لیے رضامند ہو گئے ہوں الغامی محاربہ[2] ناجایز قرار دیا گیا ہے) علاوہ ازیں یہ کہ ایک عام کلیہ ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اس طرح مارنا کہ اُس کو جسمانی ضرر پہنچے (جس کے اندر وہ مضرت بھی شامل ہے جس سے تندرستی یا راحت میں خلل واقع ہو) خلاف قانون ہے بجز اس کے کہ وہ صورت استثنائی صورتوں میں سے کسی کے تحت آتی ہو، مثلاً کھیل، جایز تنبیہہ وغیرہ۔ لہذا رضامندی کا عذر غلط اور غیر متعلق ہے[3]۔

لہذا محاربے میں چونکہ ضرر پہنچانے کی خواہش ہوتی ہے اس لیے نہ صرف وہی ناجایز ہے بلکہ اگر قوت و مہارت کے مقابلے کے مظاہرے کے لیے اُسی طرح کے خطرناک طریقے اختیار کیے جائیں تو وہ بھی خلاف قانون ہو جائیں گے[4]۔ گھونسہ بازی کے دستانے پہن لینے سے گھونسہ بازی کا خطرہ لازمی طور پر اتنا کم نہیں ہو جاتا کہ اس سے وہ قانونی حدود میں داخل ہو جائے، چوں کہ یہ ممکن ہے کہ دستانے اتنے ہلکے ہوں کہ ان سے اُن کا مقصد پورا

---

[1] تماشا بینوں کے جرم کے متعلق دیکھیے صفحہ ۹۰ کتاب ہذا۔

[2] صرف اس وجہ سے کہ گھونسہ باز کسی شرط کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اُن کے مقابلے کو الغامی محاربہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس لفظ کے اندر خطرناک ہتھیار کے ساتھ زدوکوب کرنے کا تصور بھی شامل ہے مثلاً ایک ماہر گھونسہ باز کا گھونسہ۔ اور مزید براں عموماً اس میں عام اعلان کا خیال بھی شامل ہوتا ہے چنانچہ اس میں ہنگامہ صفحہ (۱۷۵) اور مجمع خلاف قانون (صفحہ ۳۲۸) بھی ہوتا ہے۔

[3] Rex. v. Donovan (1934). 2 K.B. 498 (K.S.C. 558)

[4] جیسے مثلاً گردوں پر وار کرنا جس کی نیشنل اسپورٹنگ کلب نے اب ممانعت کر دی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ہوتا ہو۔ یہ سوال بھی موضوع بحث رہ چکا ہے کہ آیا دس سکنڈ والے قاعدے کی وجہ سے گھونسہ بازی کا خطرہ خلاف قانون حد تک نہیں پہنچ جاتا؟ اس قاعدے کا منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جو حد سے زیادہ تھک گیا ہو اس کو لڑائی سے علیحدہ کر لیا جائے۔ ایسے شخص کا پھر مقابلے میں نہ آنا شکست کے مماثل سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس سے گھونسہ بازی کے ہر فریق کو یہ لالچ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے مدمقابل کو خطرناک حد تک
126 تھکا مارے اور اس طرح فتح حاصل کر لے۔ ۱۹۲۵ء میں ہوم سکریٹری نے بیان دیا تھا کہ گھونسہ بازی میں ہر سال پانچ ہلاکتوں کا اوسط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حد درجہ جایز کھیل میں بھی اگر غصے کا دخل ہو جائے گا تو اس کا جواز غائب ہو جائے گا اور فوجداری ذمہ داری عاید ہو جائے گی[۲]

---

[۱] یا لڑائی نامناسب مدت تک طول کھینچے C.C.C. Sess. Pop. LXIV, 73.

[۲] یہ واقعہ کہ ملزم (Reg. v. Canniff (1840), 9 C. and P. 359) پورے طور پر اس کھیل کے عام اور معروف قواعد کی پابندی کے ساتھ کھیل رہا تھا، اس امر کے ثابت کرنے میں مدد دے گا کہ اس کا وہ عمل غصے کی بنا پر نہ تھا و نیز یہ کہ جس طریقے سے وہ کھیل رہا تھا وہ ظاہر بظاہر اتنا خطرناک نہ تھا کہ اُس کو ناجایز سمجھا جا سکے۔ لہذا ان دونوں اعتراض کی حد تک اگر ملزم کی جانب سے ان قواعد کی بابت شہادت پیش کی جائے تو قابل ادخال ہے۔ لیکن اس کے خلاف اگر ملزم ان قواعد کے خلاف کھیل رہا ہو اور ملزم کے مقابلے میں اُن کو شہادت میں پیش کیا جائے تو یہ قابل ادخال شہادت نہ ہوں گے۔ چوں کہ ان قواعد کا توڑنا نہ جرم ہے نہ لازمی طور پر خطرناک ہے اور نہ کھیلنے پر مبنی ہے۔ اس مسئلے کے متعلق سرکار بنام براڈشا (۱۸۷۸ء) (صفحہ ۱۲۴ کتاب ہذا) کو سرکار بنام مور (۱۸۹۸ء) (14T.I. R. 229.) کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ موخر الذکر مقدمے میں ملزم نے ایک شخص پر خلاف قاعدہ طور پر پیچھے سے حملہ کیا تھا اور اس طرح اس کو ہلاک کر دیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۹

قتل (جرم کبیر)

127

اگر ایسے حالات میں قتل کا ارتکاب ہو جن کی بنا پر نہ وہ جائز ہو نہ قابل معافی بلکہ جرم ہو تو اُس کا شمار جرائم صغیرہ میں نہیں ہوتا اور نہ اس سے پہلے کبھی ہوا بلکہ ہمیشہ سے وہ جرائم کبیرہ میں داخل ہے۔ یہ جرم کبیر بہر حال ذیل کی پانچ شکلوں میں سے کوئی ایک شکل اختیار کر سکتا ہے۔

(۱) خودکشی جو ایسے حالات میں کی جائے کہ اس کا جرم میں شمار ہو۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی ایسا شخص خودکشی کا مجرم نہیں سمجھا جا سکتا (اور عملی طور پر حقیقتہً کبھی سمجھا بھی نہیں گیا) جب تک کہ وہ ایسے 'سمجھے بوجھے کینے' کے ساتھ خود اپنی موت کا باعث نہ ہوا ہو کہ اگر اسی نوعیت کے 'کینے' کے تحت وہ کسی دوسرے کو قتل کر دیتا تو قتل عمد کا مجرم قرار پاتا جیسے مثلاً مہلک اسلحہ کے ساتھ محاربہ کرنے والا شخص خود اپنے ہی پستول کے پھٹ جانے سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہلاک ہو گیا تھا۔[1]

کامن لا میں خودکشی کرنے والے کی لاش کی توہین کرنے کا طریقہ رکھا گیا تھا تاکہ اس خوف سے لوگ اس جرم کے ارتکاب سے پرہیز کریں..... لاش کی توہین کا خوف فطری تصورات کی بنا پر اکثر موثر ثابت ہوتا تھا۔ اسی کے ساتھ مجرم کا اسباب بھی ضبط کر لیا جاتا تھا۔ اس کا اثر گو کہ کلیتہً مجرم کے پسماندگان پر پڑتا تھا لیکن پھر بھی یہ ایک ایسی چیز تھی جس کی وجہ سے اکثر اوقات اُس کے جذبۂ محبت کو بشدت تحریک ہوتی تھی۔ لہٰذا جو شخص خودکشی کرتا تھا اُس کو کسی زمانے میں شاہراہ عام پر دفن کیا جاتا تھا اور اُس کے جسم میں ایک میخ ٹھونک دی جاتی تھی اور اُس کا اسباب ضبط کر لیا جاتا تھا۔ ۱۸۲۴ء میں خودکشی کرنے والوں کے دفن کی یہ صورت
128 بدل دی گئی اور اس کے بجائے نو اور بارہ بجے شب کے درمیان بلا نماز میت اُن کی تدفین ہونے لگی اور اس طرح دفن کا وہ بھیانک رخ زایل ہو گیا۔ ۱۸۷۰ء میں عام طور پر جرم کبیرہ کی بنا پر جو ضبطی کا قاعدہ تھا وہ منسوخ ہوا اور اس ذیل میں خودکشی کرنے والے کا اسباب بھی ضبط ہونا بند ہو گیا[2] اور ۱۸۸۲ء میں قانون موضوعہ ۴۵ اور ۴۶ سنہ جلوس وکٹوریہ باب ۱۹ کے ذریعے سے تمام سزائیں بند کر دی گئیں، البتہ

---

[1] لیکن جروس Coroners, 7 Thed; P, 186 اُس کو کافی سمجھتے ہیں اور اُن کا یہ خیال زیادہ مدلل ہے کہ خودکشی کرنے والا "کسی ایسے ناجایز فعل کا مرتکب ہوا ہو کہ اس کا نتیجہ خود اُس کی موت ہو" جیسا کہ قتل انسان میں ہوتا ہے اور کارونرس ایکٹ (۵۰ و ۵۱ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۱۷، دفعہ ۲) میں جوری کی رائے کے لیے جو شکل معین کی گئی ہے اس میں صرف بعنوان جرم کبیرہ ہلاک کرنا ہے نہ کہ کینۂ مقدم کی بنا پر۔

[2] ۳۰ و ۳۱ وکٹوریہ کلاز ۲۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خالص مذہبی نوعیت کی سزا باقی رہی یعنی یہ کہ ایسے شخص کی میت عام انگریزی طریقے کی نماز اور دوسرے رسوم سے لازمی طور پر محروم رہے۔ خودکشی کرنے والے کے لیے کامن لا کی مقرر کردہ عقوبتوں کے قانوناً بند ہونے سے پہلے ہی عام طور پر وہ ناپسند کی جاتی تھیں۔ اس ناپسندیدگی کی بنا پر بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ واقعی طور پر یہ عقوبتیں عاید کی جائیں۔ اور یہی ناپسندیدگی بالآخر اُن کے خاتمے کا بھی باعث ہوئی۔ چوں کہ مفتشین اموات اتفاقی کی جوریاں اس امر کی متمنی رہتی تھیں کہ کوئی خفیف سی وجہ ایسی مل جائے جس سے یہ قرار دیا جا سکے کہ خودکشی کا واقعہ جنون کے دورے کی بنا پر ہوا ہے اور بدیں سبب اس کا جرم کبیرہ میں شمار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر شہادت سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی ایسی فکر اور پریشانی کی وجہ موجود تھی جو متوفی کے لیے اس طرح کے اقدام کا باعث ہو سکتی تھی تو یہ قرار دے دیا جاتا تھا کہ فکر و پریشانی نے اُس کے دماغ کو مختل کر دیا تھا۔ اور اگر کوئی ایسی وجہ نہ ملتی تھی تو بجائے خود یہ امر کہ اُس نے بلا کسی سبب کے ایسا فعل کیا ہے اُس کے اختلال دماغ کا ثبوت سمجھ لیا جاتا تھا۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بقول بلیکسٹن اس "مقدس دروغ حلفی" کی بنیاد اس قدر مضبوط ہو گئی کہ ان عقوبتوں کے بند ہو جانے کے بعد اس کا سلسلہ باقی ہے حالاں کہ انھی کے سبب سے اس کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ خودکشی کے جن مقدمات میں مفتشین اموات تفتیش کرتے ہیں ہزار میں عموماً چالیس سے کم ایسے ہوتے ہیں جن کو واقعاً خودکشی قرار دیا جاتا ہے۔[1]

[1] اس کے برخلاف سترھویں صدی میں نوے فی صدی مقدمات میں خودکشی کی رائے دی جاتی تھی۔ فرانس میں صرف سولہ فی صدی مقدمات میں ملزم کے مجنون ہونے کی رائے دی جاتی ہے اس کے مقابل میں انگلستان میں چھیانوے فی صدی مقدمات میں خودکشی کے ملزم کے مجنون ہونے کی رائے دی جاتی ہے۔ لندن کے ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جوریاں خودکشی کے معاملات میں بالکل بلا وجہ جنون کا حکم لگا دیتی ہیں اور اُن کو یہ لحاظ نہیں رہتا کہ اس طرح کے فیصلے سے کسی قابل لحاظ تعزیر کا تو اب تحفظ ہوتا نہیں لیکن اس کے برخلاف یہ ممکن ہے کہ متوفی کے
129 خاندان پر بلا وجہ ایک دھبہ آجائے اور اس سے اُن کا معاشرتی یا ازدواجی یا کاروباری مفاد شدت سے متاثر ہو جائے۔ ۱۹۳۶ء میں مفتشین اموات کے متعلق محکمے کی ایک کمیٹی نے یہ سفارش پیش کی[۱] کہ جوری سے یہ رائے نہ لی جایا کرے کہ آیا فلاں شخص نے خودکشی کی اور یہ کہ جوری کی رائے کے اندر متوفی کی کیفیت دماغی کے متعلق کوئی اشارہ نہ ہونا چاہیے۔ جوری کی رائے صرف اس قدر ہونا چاہیے کہ متوفی خود اپنے عمل سے ہلاک ہوا ہے۔

قدیم سزاؤں کے منسوخ ہو جانے کے باوجود ایک صحیح العقل شخص کی خودکشی قانون کی نظر میں جرم ہے۔ چنانچہ خودکشی کا ہر اقدام قابل ترتیب فرد جرم، جرم صغیر ہے[۲] خودکشی کے جرم ہونے کا دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ اگر دو شخص آپس میں یہ طے کریں کہ وہ مل کر خودکشی کریں گے اور ان میں سے ایک شخص جان دے دے تو دوسرا قتل عمد کا مجرم ہوگا[۳] اگر وہ اس موقع پر موجود ہو تو بحیثیت اصل مجرم کے، اور اگر موجود نہ ہو تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مفتش اموات نے حساب لگایا کہ صرف تیس فی صدی خودکشیاں حقیقۃً جنون کی بنا پر سرزد ہوئی تھیں۔ (اخبار ٹائمس مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء)

[۱] اس سفارش کا یہ منشا نہیں ہے کہ قانون میں خودکشی کو قتل عمد ذات نہ تصور کیا جائے بلکہ یہ سفارش محض مفتش اموات کے فرایض سے متعلق ہے۔

[۲] Reg V. Burgess (1862) L and c. 258

[۳] Commonwealth v. Bowen (1816), 13 Mass 356 (K S.C. 21)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بحیثیت معین قبل ارتکاب جرم[1] مجرم سمجھا جائے گا۔ عام طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص کسی دوسرے کو خودکشی کی ترغیب دے اور یہ دوسرا شخص خودکشی کر بیٹھے تو ترغیب دینے والا شخص قتل عمد کا مجرم ہوگا۔ اسی بنا پر اگر کوئی شخص خودکشی کا اقدام کرتے وقت اتفاقاً کسی ایسے شخص کو جو قریب ہو ہلاک کر دے تو وہ کم از کم قتل انسان کا اور اکثر حالات میں قتل عمد کا مجرم ہوگا

اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کی آبادی اور خودکشی کرنے والوں کی تعداد کے تناسب میں جنگ عظیم سے پچاس سال پہلے سے برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن جنگ کے دوران میں اس میں کمی ہو گئی تھی۔ بہرحال جنگ کے پہلے کے زمانے سے اب پھر پندرھواں حصہ اضافہ ہو گیا ہے[2]

اب ہم ان حالات پر نظر کرتے ہیں جن میں مقتول خود قاتل نہیں ہوتا بلکہ دوسرا شخص ہوتا ہے۔

(۲) قتل انسان۔ اس جرم کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص کسی دوسرے کو ناجائز طور پر ہلاک کرتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جن حالات میں ہلاکت واقع ہو وہ اتنے شدید نہ ہوں کہ وہ فعل قتل عمد قرار پا جائے۔ ہیل اور بلیکسٹن نے اس کے متعلق کہا ہے کہ اس کا ارتکاب کسی صریح یا معنوی کینے کی بنا پر 180

[1] تاہم ان "موت کے عہد و پیمان" کی صورتوں میں اب حکم سزا ہمیشہ تبدیل کر دیا جاتا ہے

Commonwealth v. Mink (1877), 9 Lathrop 422 (K.S.C. 110) at

Rex. V. Hopwood (1913), 8 Cr App. R. 143.

[2] فرانس میں برطانیہ عظمیٰ سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس اور برطانیہ عظمیٰ دونوں میں خودکشی کی انتہائی تعداد کا زمانہ سرما ہے نہ کہ گرما۔ اور دونوں ممالک میں عورتوں کے مقابل میں مردوں کی خودکشی کے واقعات تین گنے کے قریب ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ہونا چاہیے، لفظی اشتباہات سے بچنے کے لیے اگر ہم اس کے بجائے یوں کہیں تو بہتر ہے کہ "یہ کینہ اس زیادہ[1] مجرمانہ حد کے کینے کی حد تک نہ پہنچتا ہو جو قتل عمد میں ہوتا ہے"

قتل انسان کو بعض اوقات دو صورتوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے یعنی ارادی اور غیر ارادی۔

(الف) بالارادہ قتل انسان اُس وقت کہا جائے گا جب کوئی شخص کسی دوسرے کو بالارادہ ناجایز طور پر ایسا ضرر پہنچائے جس سے ہلاکت کا احتمال ہو، لیکن اشتعال طبع کی جہت سے یہ جرم قتل عمد کے بجائے قتل انسان سمجھا جائے[2]

ہم اس سے قبل یہ دیکھ چکے ہیں کہ اگر جایز طور پر ضرب لگانے سے اتفاقاً موت واقع ہو جائے (مثلاً کسی طالب علم کی تنبیہ کے لیے) تو قطعاً جرم نہیں ہوتا۔ اگر کسی ایسے عمل کی وجہ سے ہلاکت واقع ہو جس سے ضرر پہنچنے کا احتمال ہو تو یہ قتل انسان شمار ہوگا بجز اس کے کہ اس عمل سے ضرر شدید پہنچنے کا احتمال ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ موت واقع ہو جائے گی اور درصورتے کہ اس میں اشتعال طبع شامل نہ ہوتا اس پر قتل عمد کا اطلاق ہوتا۔ اگر کسی ایسے عمل سے ہلاکت واقع ہو جس سے ضرر پہنچنے کا احتمال ہو تو باوجود اس کے کہ ملزم کی یہ خواہش نہ ہو کہ ضرر جسمانی پہنچائے بلکہ اس سے محض وہ عمل سرزد ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں یہ قتل انسان[3] ہوگا۔ قتل انسان میں ملزم کے دماغ میں احتمال ہلاکت کی

---

[1] صفحہ ۵۲ کتاب ہذا۔

[2] خود پروفیسر کینی نے "بالارادہ" قتل انسان کی جو تعریف کی ہے اس کے لیے کتاب ہذا کا چودھواں ایڈیشن صفحہ ۱۱۶ دیکھیے اور اس کی تنقید کے لیے کیمبرج لا جرنل حصہ پنجم صفحہ ۶۷ اور حصہ ششم صفحہ ۵۲ پر ہے۔ ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر کا مضمون دیکھیے۔

[3] Rex V. Sullivan (1836) 7 C and p. (641 (K.S.C. 116)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"پیش بینی" کی ضرورت نہیں ہے بلکہ محض احتمال ضرر جسمانی کی "پیش بینی" کافی ہے[1]۔

جب ایسی ضرب کی وجہ سے موت واقع ہو جو خفیف نہ ہو بلکہ ایسی ہو کہ اس سے ضرر جسمانی پہنچنے کا احتمال ہو تو حالات کے اعتبار سے یہ جرم یا تو قتل انسان ہوگا یا قتل عمد۔ کیوں کہ اگر حملہ آور شخص کو خفیف اشتعال دلایا گیا ہو یا یہ کہ بالکل نہ دلایا گیا ہو تو وہ قتل عمد کا مجرم ہوگا، اور اگر اس کو شدید[2] اشتعال دلایا گیا ہو اور وہ اس کی وجہ سے حقیقتہً مشتعل ہو گیا ہو تو وہ محض قتل انسان کا مجرم ہوگا۔ اشتعال طبع ایسا ہونا چاہیے جس کی بنا پر ایک معقول شخص از خود رفتہ ہو جائے[3]۔ اگر کسی جان لیوا ہتھیار سے اور بالکل جان لینے ہی کی نیت سے مہلک ضرب لگائی جائے تب بھی یہی صورت رہے گی۔ کیوں کہ ممکن ہے کہ قاتل کو ایسا فوری اور اتنا شدید اشتعال دلایا گیا ہو کہ اس کی وجہ سے صبر و تحمل کی معمولی قوت (وقتی طور پر) اس سے سلب ہو جائے[4] اور وہ اپنے شدید معاندانہ جذبات پر نسبتہً کم قابل الزام ہو جائے الزام اس پر ضرور رہے گا اور اس کی بنا پر وہ موجب سزا بھی ہوگا

---

[1] دیکھیے صفحہ ۳۴۴ کتاب ہذا۔ پیش بینی کے اندر نیت کا شامل ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص لاپرواہی کے ساتھ کوئی کام کر بیٹھے جس سے بعض ایسے نتائج کے رونما ہونے کا اندیشہ ہو جن کی بابت اس کو امید ہو کہ واقع نہ ہوں گے۔

[2] Reg V. Wild (1837), 2 Lew. 214 (K.S.C. 116)

شدت کا اندازہ ایک معمولی انسان کے احساسات کے اعتبار سے کرنا چاہیے نہ کہ ملزم کی خصوصی نزاکت احساس کے اعتبار سے Rex, V. Alexander (1913), 9 Cr. App. R. 139

اگر ملزم کے احساسات کے اعتبار سے اس امر کا اندازہ کیا جایا کرتا تو بعض اوقات محض الفاظ یا خاموشی کے ساتھ اشارہ کرنا بھی معقول وجہ اشتعال سمجھی جا سکتی تھی

[3] Rex, V. Lesbini, (1914) 3 K.B. 1116

[4] Rex, V. Lynch (1832), 5 C.and P. 324 ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۲ قتل کشی کے جرم میں دماغی کیفیت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن سزائے موت کا مستحق نہ رہے گا۔ لہذا قتل کے فعل کا فوری ہونا کسی جرم کے لیے ایک ضروری شرط ہے۔ معمولی غصہ قتل عمد کو قتل انسان نہیں بنا سکتا۔ یہ امر کہ بوقت اشتعال طبع جو ہتھیار پہلے سے قاتل کے ہاتھ میں موجود تھا اسی سے قتل واقع ہوا اس امر کی شہادت ہو سکتا ہے کہ اس ضرب کا پہلے سے ارادہ نہ تھا۔ اگر ملزم یہ ثابت کر سکے کہ اس نے کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا بلکہ اپنے قدرتی ہتھیار گھونسے سے کام لیا ہے تو یہ امر ملزم کے حق میں اور زیادہ مفید ہوگا۔ اگر 'الف' 'ب' پر ایسے اشتعال طبع کی حالت میں گولی چلا رہا ہو کہ 'ب' کا قتل، قتل انسان محسوب ہوتا ہو اور نشانہ خطا کر جائے اور 'ب' کے بجائے 'س' کے گولی لگے تو یہ غیر ارادی قتل بھی قتل انسان ہی شمار کیا جائے گا۔

132 ارادی قتل انسان کی قسم میں چوں کہ پہلے ہی ارادہ قائم نہیں ہوتا ہے اس لیے اس میں معین قبل از ارتکاب جرم کبھی نہیں ہوتا (مندرجہ بالا قول کا بعض اوقات بے سوچے سمجھے عام طور پر قتل انسان پر اطلاق کر لیا جاتا ہے) ایک شخص کے اشتعال دلانے اور دوسرے کے ارتکاب قتل کے درمیان میں عموماً کوئی قابل لحاظ وقفہ ہوتا ہی نہیں ہے بہرکیف اگر کچھ وقت اس درمیان میں گزر جائے تو یہ ممکن ہے کہ قاتل کا طرز عمل ایسا ہو کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ ناقابل عمل جذبہ جو اشتعال دلانے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا بدستور موجود رہا اور مہلک ضرب کا حقیقۃً وہی سبب تھا اس کے برخلاف یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقفے کے دوران میں (خواہ وہ وقفہ چند ہی منٹ کا ہو) اس کا طرز عمل اتنا پرسکون ہو گیا ہو کہ اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا لہذا ابتداءً جو اشتعال دلایا گیا تھا اس کا قانونی نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ وہ قتل قتل عمد سے کم قرار پا جائے

ہم بیان کر چکے ہیں کہ قتل کے قتل انسان قرار پانے کے لیے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ضروری ہے کہ وہ اشتعال جس کی بنا پر قتل کا فوری ارادہ قایم ہو بہت شدید ہو۔ خالی الفاظ خواہ کتنے ہی توہین آمیز اور دل آزار کیوں نہ ہوں قانون کی نظر میں اتنے شدید نہیں ہیں کہ ان سے یہ نتیجہ پیدا ہو سکے[۱]۔ حقیقت یہ ہے کہ اشتعال کی بہت کم شکلیں ایسی ہیں جس میں جسمانی حملے کا دخل نہ ہو اور وہ باوجود اس کے ایسی شدید تصور کی جائیں کہ اُن کے تحت یہ نتیجہ پیدا ہو سکے۔ ان چند شکلوں میں سے ایک شکل یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شوہر اپنی زوجہ[۲] کے ساتھ کسی شخص کو زنا کرتے دیکھ لے اور اُس شخص[۳] کو وہیں قتل کر ڈالے (لیکن اگر وہ شخص صرف زنا ہی نہ کر رہا ہو بلکہ زنا بالجبر کا ارتکاب کرتا ہو یعنی ایسی صورت ہو کہ زوجہ اس فعل پر راضی نہ ہو تو ممکن ہے کہ شوہر قتل انسان کا بھی مجرم نہ قرار دیا جائے بلکہ اُس کا یہ اقدام جایز قتل تصور کیا جائے)۔ اس کے برخلاف اگر وہ اُس کو عین اس موقع پر قتل نہ کرے بلکہ ایسے وقفے کے بعد قتل کرے جس میں اشتعال فرو ہو سکے تو اس کا یہ فعل

---

[۱] Rex V. Mason (1912), 8 Cr. App. R. 121 (گو الفاظ اور تھوک دینے کا فعل مل کر باعث اشتعال ہو سکتے ہیں) لیکن حاشیہ نمبر ۳ مابعد بھی ملاحظہ کیجیے۔ سزا کے تعین میں بہرکیف مقدار اشتعال کا لحاظ کیا جائے گا۔

[۲] نہ کہ محض منسوبہ سے، سرکار بنام پامر (۱۹۱۳ء) ۲ کنگس بنچ ۱۲۹ اور نہ داشتہ سے، سرکار بنام گرینگ (۱۹۱۳) ۳ کنگس بنچ ۸۴۶۔

[۳] یا زوجہ کو۔ اور اسی طرح اگر سابقہ واقعۂ زنا کا اقبال کیا جائے اور اس کے لیے جو الفاظ استعمال کیے جائیں وہ ایسے ہوں کہ ایک معمولی آدمی کے دل میں وہی معاندانہ جذبہ پیدا کر سکیں جو اپنی زوجہ کے فعل زنا کے دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے دیکھیے سرکار بنام پامر (بالا)۔ اور Rex V. Jones (1908), 72 J.P. 215. لیکن زنا کا اس سے کم درجے کا ثبوت کافی نہیں ہے۔

Rex V. Birchall (1918), 29 T.L.R. 711, 9 Cr App. R. 91.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قتل عمد سے تعبیر کیا جائے گا

واقعی حملہ بھی کافی طور پر موجب اشتعال نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بہت شدید اور نہایت توہین آمیز نوعیت کا نہ ہو۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے منہ پر کوئی عورت طمانچہ مار دے تو اس غرض کے لیے یہ اشتعال کافی نہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ کوئی بھاری لٹھ منہ پر اس طرح کھینچ مارے کہ خون نکل آئے تو یہ کافی تصور کیا جائے گا۔[۲] اگر جائز طور پر ضرب لگائی جائے مثلاً یہ کہ اس ذریعے سے کسی تیسرے شخص کو شدید حملے سے بچانا مقصود ہو تو ایسی صورت میں یہ ضرب کافی طور پر موجب اشتعال تصور نہ کی جائے گی۔ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو مارا اس پر اس کے خسر نے اس کو فوراً ہلاک کر دیا۔ قرار دیا گیا کہ مستغیث کا عمل خسر کے لیے کافی اشتعال طبع کا موجب تھا۔[۳] جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اگرچہ محض الفاظ بجائے خود کافی شدید اشتعال کا موجب نہیں سمجھے جاتے۔ تاہم اگر اُن کے ساتھ ضرب بھی لگائی جائے تو ضرب کی بنا پر جو اشتعال پیدا ہوگا اُس کا اندازہ کرنے میں الفاظ کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔ یعنی یہ کہ حملہ اگر خاموشی کے ساتھ کیا جاتا تو اُس میں اتنی اہمیت نہ ہوتی لیکن جب اس کے ساتھ الفاظ بھی شامل ہوں تو اس اشتعال میں اتنی شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ قتل کو قتل انسان کی حد سے متجاوز نہ ہونے دے۔[۴] اگر کسی شخص کو ناجائز طور پر قید یا گرفتار کیا جائے تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور نہ زوجہ کا یہ اقبال کافی ہے کہ اس کا ارادہ زنا کرنے کا تھا۔

Rex V. Ellor (1921) 15 Cr. App. R. 41; 36 T.L.R. 480

[۱] کسی شخص پر تھوک دینے کے متعلق (4 F and F. (1066) کا (8 cr App. R. 121) سے مقابلہ کیجیے۔

[۲] فوسٹر ۲۹۲۔

[۳] Reg, V. Harrington (1806), 10 Cox 870.

[۴] Rex, V. Mason (1912), 8 Cr. App. R. 121.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظاہر ہے کہ یہ عمل ایسے اشتعال طبع کا موجب ہو سکتا ہے کہ خاص طور پر وہ شخص جس کو قید یا گرفتار کیا گیا ہو اگر قتل کا ارتکاب کرے تو یہ قتل، قتل انسان قرار پائے۔[1] لیکن اُس کی ہمدردی میں اگر کسی دوسرے شخص کے ہاتھوں قتل واقع ہو تو اُس کی یہ صورت نہ ہوگی۔ چنانچہ اگر وہ لوگ 134
جو نزدیک ہوں اُس کی رہائی کی کوشش کریں اور اس جد و جہد میں کسی شخص کو ہلاک کر دیں تو وہ قتل عمد کے مجرم قرار پائیں گے۔[2] اس کے علاوہ جو اشتعال دلایا جائے اُس میں اور اُس برہمی میں جو اُس کی بنا پر پیدا ہو ایک معقول توازن ہونا چاہیے۔ ایک ٹھوکر کے جواب میں ایک جان لیوا گھونسہ تو صحیح قرار پا سکتا ہے لیکن ٹھوکر لگانے والے کو پستول کا نشانہ بنانا ممکن ہے کہ قابل معافی نہ سمجھا جائے۔

قتل انسان کی ایک عام صورت یہ بھی ہے کہ فوری لڑائی کی وجہ سے اشتعال طبع پیدا ہو اور اس کی بنا پر قتل واقع ہو جائے۔ چنانچہ اگر کسی ایسی نزاع کے سلسلے میں جس کا ملزم نے پہلے سے خیال اور ارادہ نہ کیا ہو لوگ لڑنے لگیں اور اس کے بعد ان میں سے کوئی ایک جھلا کر دوسرے کے ایک مہلک ضرب لگا دے (چوں کہ جب لڑائی ہو پڑتی ہے تو دونوں کے مشتعل ہو جانے کے وجوہ پیدا ہو جاتے ہیں) تو قاتل قتل انسان کا مجرم ہوگا نہ کہ قتل عمد کا۔ چنانچہ لوگوں کا ایک مجمع ایک فوجی سپاہی کی توہین کرنا چاہتا تھا، سپاہی تلوار گھما کر اس مجمع سے اپنی حفاظت کر رہا تھا۔ اس ہجوم میں سے

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹ کتاب ہذا۔ اگر کوئی داشتہ کسی جنسی بیماری کے لگ جانے کا باعث ہو تو یہ کافی نہیں ہے۔ (ایوری جسٹس: اخبار ٹائمس ۶ مارچ ۱۹۱۸ء)۔

Reg V. Allen (1867) Stephen's Dig. Cr. Law. 7 the Ed., p. 2 note VIII and 17. L. T. (N.S.) 223.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی کسی کے یہ سپاہی پیٹ تلوار مار بھی دیتا تھا لیکن آخر کار اس نے ان میں سے ایک شخص کے سر پر تلوار کا ایک ہاتھ مار دیا اور اس سے وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ ججوں نے قرار دیا کہ وہ صرف قتل انسان کا مجرم ہے[۱]۔ اسی طرح ایک جھگڑے کے دوران میں ایک شخص نے دوسرے کو زمین پر دے مارا اور اس کے پیٹ پر پیر پٹک دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ قرار دیا گیا کہ اس سے صرف قتل انسان کے جرم کا ارتکاب ہوا ہے۔ چوں کہ جس حملے کی وجہ سے وہ شخص زمین پر گرا تھا اس میں اور پیٹ پر پیر کے پٹکنے کے درمیان میں کوئی وقفہ نہیں گزرا[۲]۔ اگر بہر حال جھگڑا کچھ دیر کے لیے دب جائے اور فریقین میں سے ایک شخص پھر سے اس کو شروع کرے تو ایسی حالت میں اگر وہ شخص کوئی قاتلانہ اقدام کرے گا تو عام حالات میں وہ کسی رعایت کا مستحق نہ ہوگا[۳]۔ اگر وہ دوبارہ جنگ کرنے کی غرض سے یہ وقفہ اپنے آپ کو مسلح کرنے میں صرف کرے تب بھی ظاہر ہے کہ وہ رعایت کا مستحق نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر دو شخصوں کے درمیان نزاع ہو
135 اور وہ وہاں کا وہیں لڑ پڑیں اور ان میں سے ایک مارا جائے تو جرم محض قتل انسان ہوگا۔ لیکن اس کے بجائے اگر وہ یہ طے کریں کہ اگلے دن ایک دوسرے سے پیٹ لیں گے اور اس طرح دوسرے روز اس لڑائی میں ایک کام آجائے تو قاتل قتل عمد کا مجرم ہوگا[۴]۔ جب کوئی ایسی شہادت موجود ہو جس کی بنا پر جوری قتل عمد کے بجائے

---

۱ Rex, V. Brown (1776). 1 Leach 167 (K.S.C. 112)

۲ Rex. V. Ayes, (1810). R.and R. 166 (K.S.C. 113)

۳ Rex. V. Hayward (1833), 6 C.and P. 157.

۴ Reg. V. Cuddy (1843), 1 C.and K. 210.

Rex, v. Hall (1928), 21 Cr. App. R. 48; 140 L.T, 142.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قتل انسان کی رائے دے سکتی ہو تو گو کہ ملزم کی جانب سے قتل انسان کی حجت نہ بھی پیش کی گئی ہو تب بھی جج کو چاہیے کہ جوری کو اس امکان کی طرف متوجہ کرے[1]

قتل انسان کی صورتوں میں اشتعال طبع کی بنا پر جو اثرات مترتب ہوتے ہیں ان کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ شدید اشتعال کی صورت میں قتل، قتل انسان شمار ہوتا ہے، چاہے اس کا ارتکاب کسی ایسے خطرناک آلے سے ہی کیوں نہ کیا گیا ہو جس سے ہلاکت واقع ہو جانے کا احتمال ہو (مثلاً موسل) لیکن خفیف اشتعال کی صورت میں اگر کسی خطرناک آلے سے قتل واقع ہو تو یہ قتل، قتل عمد شمار کیا جائے گا۔ اور اگر کسی ایسے آلے سے ہلاکت واقع ہو جائے جس کے متعلق یہ احتمال ہو کہ اس سے محض زخم پیدا ہو جائے گا (مثلاً ڈنڈا) تو ملزم قتل انسان کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ اگر مہلک ضرب ناجایز طور پر لگائی گئی ہو تو اشتعال طبع کی وجہ سے وہ قتل اتفاقی حادثہ نہ سمجھا جائے گا لیکن اگر وہ ضرب جایز طور پر مثلاً حفاظت خود اختیاری کے تحت لگائی گئی ہو تو ایسی صورت میں وہ قتل اتفاقی حادثہ شمار کیا جا سکے گا۔

(ب) غیر ارادی قتل انسان جب کوئی شخص کوئی ناجایز عمل کر رہا ہو اور اس حالت میں وہ کسی شخص کو ہلاک کر دے لیکن اس کا ارادہ کسی شخص کو ہلاک کرنے کا بلکہ کسی کو اذیت پہنچانے کا بھی نہ ہو تو اس کے متعلق یہ کہا جائے گا کہ وہ غیر ارادی طور پر قتل انسان کا مرتکب ہوا۔ یہ امر تین طرح واقع ہو سکتا ہے۔

(۱) وہ کوئی ایسا عمل کر رہا ہو جو فی نفسہ ناجایز ہو[2]

---

[1] Rex. V. Thorpe (1925), 89. J.P. 143; 18 Cr. App. R. 189.

[2] خواہ نتیجۃً ہلاکت اتنی خلاف قیاس ہو کہ اس کی توقع نہ کی جا سکتی ہو۔ سرکار بنام ساسن (اخبار ٹائمس مورخہ ۱۸ مئی ۱۹۲۰ء) میں ایک ایسے شخص کو قتل انسان کا مجرم قرار دیا گیا جس نے ایک عورت پر ناجایز عمل جراحی کیا اور اس طرح اس کی موت کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

136 (یہ عمل اس حد تک ناجایز ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ اس کا شمار جرایم کبیرہ میں ہو جائے کیوں کہ ایسی حالت میں وہ قتل، قتل انسان نہ ہوگا بلکہ قتل عمد ہو جائے گا[1]) کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی ناجایز عمل کی وجہ سے کسی کی ہلاکت کا باعث ہو تو وہ قتل انسان کا مرتکب سمجھا جائے گا[2]۔ اور اس کلیے کا اطلاق اُن صورتوں پر بھی کیا گیا ہے جہاں وہ ناجایز عمل جس کی وجہ سے اتفاقی طور پر ہلاکت واقع ہوئی محض ایک دیوانی خلاف ورزی (ٹارٹ) ہی ہو۔ لیکن زیادہ مستند رائے یہی ہے کہ یہ اصول ایسی دیوانی خلاف ورزیوں تک محدود ہے جن سے کسی ضرر جسمانی کے پہنچنے کا احتمال ہو۔ جسٹس فیلڈ اور جسٹس میتھیو نے سرکار بنام فرینکلن (۱۸۸۳ء)[3] میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔ لیکن مسٹر جسٹس اسٹیفن[4] اسی پرانے اصول پر قایم رہے ہے کہ اس غرض کے لیے ہر دیوانی خلاف ورزی (ٹارٹ) کافی ہے خواہ اس میں کسی خطرے کا بھی شائبہ نہ معلوم ہوتا ہو۔

یہ کلیہ کہ اگر کسی خلاف قانون عمل کی وجہ سے ہلاکت واقع ہو تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ باعث ہوا تھا۔ عورت کی موت ایک ایسے اعصابی صدمے سے واقع ہوئی تھی کہ اس کے متعلق تین ماہر زچگی کرانے والوں نے یہ بیان کیا تھا کہ ہم کو کوئی ایسا واقعہ نہیں معلوم جس میں ایسے صدمے سے موت واقع ہوئی ہو۔ لیکن جسٹس شیرمین نے یہ حکم دیا کہ خواہ نتیجۃً ہلاکت کتنی ہی خلاف قیاس ہو اگر وہ فعل جس کی وجہ سے ہلاکت واقع ہوئی ہو ناجایز ہو تو جرم قتل انسان تصور کیا جائے گا۔ اس سے 21 Cox 693 کا مقابلہ کیجیے۔

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵۹ کتاب ہذا۔

[2] ڈائجسٹ آف کریمنل لا، ساتواں ایڈیشن فصل ۳۱۴ مرتبۂ اسٹیفن۔

[3] 15 Cox 163 (K.S.C. 118). cf. 22 Cr. App. R. 70.

[4] ڈائجسٹ آف کریمنل لا، ساتواں ایڈیشن فصول ۲۹۴ اور ۳۱۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کا شمار قتل انسان میں کیا جائے گا غالباً ان افعال تک محدود رہنا چاہیے (خواہ وہ مجرمانہ ہی کیوں نہ ہوں) جن میں ضرر جسمانی کا ظاہر بظاہر خطرہ موجود ہو۔ اس کلیے کی تائید میں جتنے نظایر پیش کیے جاتے ہیں ان سب میں جسمانی ضرر کا خطرہ شامل تھا اور یہ نظریہ کہ کسی جرم صغیر کی وجہ سے موت واقع ہو تو اس کا شمار لازمی طور پر قتل انسان میں ہوگا، ان نظایر سے مطابق نہیں ہوتا جو ججوں نے قتل انسان کے ان مقدمات میں قایم کیے ہیں جو موٹروں سے متعلق ہیں اور جن میں ہمیشہ مجرمانہ غفلت کا ثابت کرنا لازم ہوتا ہے[1]

(۲) وہ ناجایز طور پر کسی ایسے کام کو انجام نہ دے جس کو انجام دینا قانوناً اس کے فرض منصبی میں داخل ہو اور جس کو انجام نہ دینے سے ضرر جسمانی کے پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ اگر ریل کا کوئی مسافر اس وجہ سے ہلاک ہو جائے کہ پوائنٹس مین پڑ کر سو گیا اور پٹری بدلنا بھول گیا تو وہ پوائنٹس مین قتل انسان کا مجرم قرار دیا جائے گا (لیکن اگر وہ بالقصد پٹری نہ بدلے تو قتل عمد کا مجرم ہوگا)۔ کوئلے کی ایک کان میں ایک انجن ڈرائیور نے ایک اسٹیم انجن ایک ناواقف لڑکے کے سپرد کر دیا۔ اس لڑکے کی ناتجربہ کاری سے ایک مزدور ہلاک ہو گیا۔ انجن ڈرائیور قتل انسان کا مجرم قرار دیا گیا[2] لیکن یہ ضرور ہے کہ فروگزاشت میں اور اس ہلاکت میں جو اس فروگزاشت کا نتیجہ ہو بہت زیادہ دور کا تعلق نہ ہونا چاہیے[3]

137

[1] جے۔ ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر کا مقالہ (Mens Rea and Motorists) کیمبرج لا جرنل حصۂ پنجم صفحہ ۶۱ پر ملاحظہ کیجیے۔ اور کتاب ہذا کا صفحہ ۳۹ بھی ملاحظہ کیجیے

[2] Reg, V. Lowe (1850), 3 C. and K. 123 (K.S.C. 133)

[3] Reg. V. Hilton (1838), 2 Law 214 (K.S.C. 133);

Reg. V. Recs (1886), C.C.C. Sessions Papers, C IV (K.S.C; 133)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متذکرۂ صدر مثالوں میں بعض خاص حالات کی وجہ سے مخصوص اشخاص پر یہ قانونی فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ کچھ کام انجام دیں چوں کہ انھوں نے اپنے اوپر کچھ فرایض کو لازم کر لیا تھا[1] فرایض عموماً اسی طرح وجود میں آتے ہیں۔ لیکن سماج پر بحیثیت مجموعی شاذ و نادر طور پر کوئی قانونی فریضہ ہوتا ہے البتہ منفی فرایض یعنی یہ کہ وہ بعض افعال کے ارتکاب سے اجتناب کریں ضرور ہوتے ہیں۔ مجھ پر کوئی قانونی ذمہ داری اس امر کی نہیں ہے کہ میں کسی اجنبی شخص کی حفاظت کروں" اگر کوئی شخص میری حفاظت اور سپردگی میں نہ ہو اور میں یہ دیکھوں کہ وہ زہر کا گلاس پینے کو اٹھا رہا ہے تو اگر میں اس کو نہ روکوں تو کسی جرم کا مجرم نہ ہوں گا" یا یہ کہ کوئی اندھا شخص کسی پہاڑی کے سرے کی طرف جا رہا ہو اور میں اس کو نہ روکوں تب بھی میرے سر کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔ لیکن خود قانون ایک خاص طبقے پر کچھ نسبت فرایض یعنی کچھ کام انجام دینے کے فرایض عاید کر دیتا ہے۔

[1] خواہ وہ ایسا فرض ہو جو محض ایسے معاہدے کی بنا پر پیدا ہوا ہو جیسے مثلاً کسی دائے شخص کو اجرت پر مقرر کرنا) جس کا شخص مہلوک فوق نہ ہو تب بھی کافی ہے اتنا کافی ہے کہ اس معاہدے کی غرض حفاظت جان ہو ——— دیکھیے 11 Cox 210, 16 Cox (710. 19 T.L.R. 37) علاوہ ازیں غفلت کے متعلق (Beven) کی تصنیف کا صفحہ ۸ ملاحظہ ہو۔

کامن لا کے تحت برطانی جہاز کے کپتان کا یہ فرض تھا کہ اگر اس کے جہاز کے ملاحوں یا مسافروں میں سے کوئی شخص جہاز پر سے گر جائے تو اس کو بچانے کی کوشش کرے لیکن (Maritime Conventions Act 1911) کی دفعہ ۶ کے ذریعے سے اس کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ سمندر میں کسی شخص کی جان بھی خطرے میں ہو خواہ وہ شخص دشمن ملک کا باشندہ ہی کیوں نہ ہو، وہ اس کو بچانے کی کوشش کرے۔

[2] جسٹس ہاکنس نے سکار بنام بین میں تحریر کیا ہے (اخبار ٹائمس مورخہ ۲۵ فروری ۱۸۸۰ء)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چنانچہ والدین اپنی اولاد کی، خبر گیری، کے ذمہ دار ہیں[1] اور اسی بنا پر اگر والدین، غفلت کریں اور بچے کے لیے کافی غذا یا لباس مہیا نہ کریں اور اس کی وجہ سے بچہ ہلاک ہو جائے یا ان کی غفلت اس کی موت میں تعجیل کا باعث ہو جائے تو والدین قتل انسان کے مجرم قرار دیے جائیں گے۔

والدین پر ذمہ داری عاید کرنے کے لیے اُن کی کسی حد تک غفلت، کا ہونا کافی نہیں ہے۔ اس غفلت کے ساتھ ساتھ ضرر کے احتمال کی جانب بے اعتنائی اور لاپروائی کا موجود ہونا بھی ضروری ہے۔ 138
البتہ اگر بد اندیشی اس حد تک پہنچ جائے کہ والدین کا منشا یہ ہو کہ بچہ بھوک سے ہلاک ہو جائے یا صرف یہ کہ اس کو شدید جسمانی ضرر پہنچ جائے تو وہ قتل انسان کے مجرم نہ ہوں گے بلکہ قتل عمد کے مجرم قرار پائیں گے (سرکار بنام گبنس اینڈ پرا کٹر ۱۹۱۸ء[2])۔ کامن لا کے تحت یہ عذر کافی سمجھا جاتا تھا کہ والدین میں اتنی مقدرت نہ تھی کہ وہ بچے کے لیے ضروری سامان مہیا کر سکتے۔ لیکن اب قانون اطفال اور اشخاص نوعمر ۱۹۳۳ء کی رو سے بے استطاعتی کی وجہ سے بچے کو غذا، لباس، طبی امداد یا رہائش مہیا نہ کرنا اس وقت تک قابل معافی نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ قانون افلاس (Poor Law) کے کارکنوں کی طرف رجوع نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ اگر انھوں نے بچے کو طبی امداد بہم پہنچانے میں بالارادہ فروگذاشت کی ہو اور اس کی وجہ سے بچے کی موت واقع ہو جائے یا اس کا جلد خاتمہ ہو جائے تو والدین قتل انسان کے مجرم ہوں گے (دوا کے استعمال سے اگر بدنیتی اسباب

---

[1] پیدائش کے بعد سے، نہ کہ پہلے سے لیکن صفحہ ۱۴۳ کتاب ہذا بھی دیکھیے۔

[2] 18 Cr. App. R. 134.

Rex, v. Zood (1904), 20 Cox 690

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی بنا پر یا کسی اور احتیاط کی بنا پر گریز کیا گیا ہو تب بھی صورت حال بدستور رہے گی)[1]۔ غفلت کی بنا پر ذمہ داری والدین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اگر کوئی بالغ شخص جایز یا ناجایز کسی طور سے کسی ایسے شخص کی نگہداشت اپنے ذمے لے لے جو کم سنی یا ضعف کی وجہ سے لاچار ہو[2] اور اس کی اس مذموم نوعیت[3] کی غفلت کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائے تو یہ شخص بھی اسی طرح قتل انسان کا مجرم قرار پائے گا اور اگر اس کو احتمال ہو کہ یہ غفلت اس شخص کے لیے مہلک ثابت ہو جائے گی تو وہ قتل عمد کا بھی مجرم قرار پا سکتا ہے۔ اسی اصول پر اگر ایک معالج مریض کا واقعی طور پر علاج شروع کرنے کے بعد (محض طلبی پر نہیں) مذموم نوعیت کی غفلت برتے اور مریض اس غفلت کی بنا پر ہلاک ہو جائے تو ایسا معالج قتل انسان کا مجرم ہوگا[4]۔

لیکن غفلت اس حد کی نہ ہونا چاہیے جس کو محض خطا کہا جائے بلکہ اس کو مجرمانہ ہونا چاہیے۔ یہ ثابت کرنا کافی نہیں ہے کہ رائے 132
غلط قایم کی گئی اور نہ اس حد کی لاپرواہی کا ثابت کرنا کافی ہوگا جو غفلت کی بنا پر ہرجے کی دیوانی نالش کے لیے کافی سمجھی جاتی ہے[5]۔

---

[1] Reg. V. Senior (1899) 1 Q.B. 283

[2] Reg. V. Instan, (1893) 1 Q.B. 450. Rex. V. Chattaway (1922), 17 Cr. App. R. 7.

[3] مذموم نوعیت کی (Wicked)۔ اور شدید (Gross) وغیرہ الفاظ پر جے۔ ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر نے کیمبرج لا جرنل نمبر ۱ صفحہ ۷۲ پر اعتراض کیا ہے صفحہ ۱۳۹ کتاب ہذا بھی دیکھیے اور ان الفاظ کے معانی کی تشریح کے لیے صفحہ ۴۳ کتاب ہذا ملاحظہ کیجیے۔

[4] معالج کی عام فوجداری ذمہ داری کے متعلق دیکھیے (Rex. V. Bateman (1925), 41 T.L.R. 557; 19 Cr App R. 8.

[5] ۱۹۱۲ء تک۔ فرانسیسی قانون میں یہ امتیاز کیا جاتا تھا لیکن اب مجرمانہ غفلت اور دیوانی غفلت میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چوں کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ جب موٹر چلانے والوں پر بربنائے غفلت دیوانی نالش کی جاتی ہے تو فیصلہ عموماً اُن کے خلاف ہوتا ہے لیکن جب قتل انسان کے الزام میں اُن کے خلاف فوجداری کارروائی کی جاتی ہے تو شاذ و نادر طور پر اُن کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے۔ غفلت مذموم نوعیت کی ہونا چاہیئے[1]۔ یعنی یہ کہ دوسرے لوگوں کی جان اور حفاظت کی طرف سے ایسی بے اعتنائی برتی جائے کہ اس کی بنا پر غفلت برتنے والا سزا کا مستحق ہو۔ تاہم ان حدود کے درمیان یہ نازک امتیاز جو رہی کو قایم کرنا ہوتا ہے[2]، جج کو نہیں (البتہ اگر اس کا

[1] Reg. V. Finney (1874) 12 Cox 625 (K.S.C. 120)

Rex. V. Bateman Reg. V. Finney-Reg. V. Jones 1874, (12 Cox) 628 (K.S.C. 120)

[2] تاہم مجمل الفاظ میں اس امتیاز کا قایم کرنا ممکن نہیں ہے، متضاد مثالوں کی مدد سے اس کی وضاحت کی جاسکتی ہے۔ موٹر چلانے والوں پر ہلاکت کا باعث ہونے کی بنا پر ایسے حالات میں سزا دینے کی تجویز کی گئی جب کہ وہ سڑک کی غلط سمت کے ایک خطرناک زاویے پر بغیر ہارن بجائے پہنچ جائیں یا اکسفورڈ اسٹریٹ پر دس بجے دن کو ۱۶ میل فی گھنٹے کی رفتار سے موٹر چلائیں (C.C.C. Sess. Pap) (CXLVII, 677) یا دیہات کی ایسی سڑک پر جو برف کی وجہ سے پھسلواں ہو رہی تھی پچیس میل فی گھنٹے کی رفتار سے موٹر چلائیں (CLII, 340) یا سڑک کی غلط سمت پر ایک ایسی ٹرام کار سے آگے بڑھ جانے کے لیے جو موٹر چلانے والے کے سامنے کے رخ پر لمبائی میں کھڑی ہوئی تھی (CLVIII, 33) اور اسی طرح ایک مخمور گھوڑا گاڑی ہانکنے والے کے لیے سزا کی تجویز کی گئی جو سڑک کی غلط سمت پر گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ٹرانجن کی رفتار سے، لا رہا تھا (CLIV, 886) لیکن جسٹس رڈلے نے یہ قرار دیا کہ ٹریفک کی قطار سے نکل کر غلط سمت کی جانب موٹر لے جانے سے ہلاکت کا باعث ہونا ایسی غفلت نہیں سمجھا جاتا کہ موٹر چلانے والے کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ خیال ہو کہ مجرمانہ حد کے ثبوت میں قطعاً کوئی شہادت موجود نہیں ہے تو یہ کام جج کا ہوگا) - مجرمانہ غفلت کی اصطلاح کے متعلق ایک مصنف کا یہ قول بالکل صحیح[1] ہے کہ اس سے کوئی خاص مدد نہیں ملتی - جوری کو یہ ہدایت دینا کہ ملزم کے مجرم ہونے کے لیے یہ لازم ہے کہ اُس کی طرف سے جو غفلت برتی گئی ہے وہ غفلت مجرمانہ ہو تو اُس کے یہ معنی ہوں گے کہ جوری سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر اُن کی رائے یہ ہو کہ ملزم نے جرم کا ارتکاب کیا ہے تو اُس کی غفلت، غفلت مجرمانہ ہے[2]۔

۱۴۰ تاہم کوئی شخص خواہ کتنی ہی زیادہ غفلت سے کام لے، اگر وہ پوری کوشش کے باوجود اس موت میں کوئی فرق یا تاخیر پیدا نہ کر سکتا تھا تو ایسی حالت میں وہ ذمہ دار نہ قرار دیا جائے گا[3]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ قتل انسان کا مجرم قرار دیا جائے (CXLIX, 314) یا یہ کہ فیصلے کی غلطی کی بنا پر کوئی شخص یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ اُس کا اسٹیرنگ گیر خراب ہو چکا ہے موٹر چلاتا رہے (CXLIX, 232) موٹر کار کی رفتار لازمی طور پر مجرمانہ غفلت کی شہادت نہیں ہو سکتی۔

(Rex. V. Rose (1928), 20 Cr. App. R. 164)

[1] جے ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر کیمبرج لا جرنل ۷، صفحہ ۷۳۔

[2] مسٹر ٹرنر کا خیال ہے کہ قتل انسان کی تمام صورتوں میں معیار یہ ہونا چاہیے کہ: آیا ملزم کا طرز عمل ایسا تھا کہ اس کے متعلق یہ تصور کرنا چاہیے کہ اس کی نیت کسی شخص کو جسمانی ضرر پہنچانے کی تھی یا یہ کہ اپنے طرز عمل سے اُس نے کسی شخص کے لیے جو واضح خطرہ پیدا کر دیا تھا اس کے متعلق اُس نے لاپروائی یا بے اعتنائی برتی۔ یہ معیار ایسا ہے کہ قتل انسان کی جملہ صورتوں پر جو ترک فعل کی بنا پر واقع ہوں و غالباً نیز اُن صورتوں پر بھی جو کسی ناجائز فعل کے کرنے کی وجہ سے واقع ہوں حاوی ہے۔ (صفحہ ۱۳۶ کتاب ہذا)۔

[3] (Reg. V. Dalloway (1847), 2 Cox 273 (K. S. C. 134)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے برخلاف فوجداری مقدمات میں "امدادی غفلت" کی صفائی قابل قبول نہیں ہوتی۔ حالاں کہ دیوانی مقدمات میں یہ عذر قبول کیا جاتا ہے جیسے مثلاً کوئی پیدل چلنے والا شخص گھبراہٹ میں کرایے کی موٹروں کے اڈے کے بالکل سامنے آ کھڑا ہو۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ملزم کی غفلت اس موت کا سبب تھی[1] اور جیسا کہ قتل عمد میں ہوتا ہے وہ موت بھی ایک سال اور ایک دن کے درمیان واقع ہو جانا چاہیے[2]

(۳) یہ ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہا ہو جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل جایز ہو، لیکن اس کو ایسی لاپروائی[3] کے ساتھ

---

[1] ملاحظہ ہوں صفحات ۴۹-۵۰ کتاب ہذا۔

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶۲ کتاب ہذا۔

[3] یعنی خباثت آمیز غفلت کے ساتھ۔ ضروری شہادت کے متعلق آیرلینڈ میں یہ قرار دیا گیا ہے (Reg. V. Carvendish (1873) 8 Ir. C. L. 178)

اور آسٹریلیا کے ہائی کورٹ نے اس کی توثیق کی ہے (27. C. L. R. 160)

کہ غفلت کے ساتھ گاڑی چلانے کا الزام قایم ہونے پر اگر محض اس امر کا ثبوت بہم پہنچ جائے کہ ملزم کے فعل سے ہلاکت واقع ہوئی ہے تو اس سے یہ قیاس قایم ہوتا ہے کہ وہ ہلاکت خلاف قانون طریقے پر ہوئی ہے اور اس طرح غفلت کی تردید کا بار ثبوت ملزم کے دوش پر آ جاتا ہے (مقابلہ کیجیے صفحہ ۱۶۰ کتاب ہذا قتل عمد کا کلیہ)۔ لیکن آئرلینڈ کی اس نظیر پر اعتراضات ہوئے ہیں اور درامد چیز کا ارتکاب ہونے کی صورتوں میں اس کا اطلاق ہو سکتا ہے

(Reg. V. Elliott (1889), 16 Cox 710) علاوہ ازیں (صفحہ ۱۶۰ کتاب ہذا)

اثبات جرم کا بار ہمیشہ مدعی پر ہوتا ہے اور اگر اس شہادت سے جو مدعی یا ملزم کسی کی طرف سے پیش کی جائے کوئی معقول شبہہ پیدا ہو جائے تو ملزم کو بری ہونا چاہیے۔ یہ واقعہ کہ موٹر کار رفٹ پاتھ پر تھی مجرمانہ غفلت کی شہادت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انجام دے رہا ہو کہ اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ اُس کو ناجائز طور پر[1] انجام دے رہا تھا۔ مثلاً کوئی شخص گھوڑوں کے بالکل قریب رائفل کی چاندماری کرے، اسکول کی لڑکی اپنے مرغوب شاعر کی نظمیں سیکل پر بیٹھ کر پڑھتی جائے، یا کوئی شخص کرسی کو بلا وجہ بطور مشغلہ ادھر سے اُدھر جھلانے لگے۔ اگر کسی ایسے بچے کو جو تمھاری نگرانی اور تربیت میں ہو تم سزا دو اور وہ ہلاک ہو جائے تو (الف) اگر سزا کی مقدار معقول حد سے متجاوز ہو اور آلۂ تنبیہ نامناسب نہ ہو تو قتل انسان کا جرم عاید ہوگا۔ لیکن (ب) اگر آلۂ تنبیہ اور مقدار سزا
141 دونوں مناسب ہوں تو اتفاقی حادثہ شمار کیا جائے گا۔ اور اگر (ج) آلۂ سزا بالکل نامناسب ہو تو قتل عمد کا جرم عاید ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی مزدور مکان کی چھت پر سے کوڑا پھینک رہا ہو اور کوئی شخص اس سے ہلاک ہو جائے حالاں کہ مزدور کا قصد کسی کو گزند پہنچانے کا نہ ہو، تب بھی مدعی تین صورتیں ہوں گی۔ (الف) اگر یہ واقعہ کسی گاؤں میں پیش آئے اور مزدور نے وہ سامان پھینکتے وقت آواز بھی لگا دی ہو کہ وہ سامان پھینک رہا ہے تو یہ اتفاقی حادثہ شمار کیا جائے گا۔ لیکن (ب) اگر یہ گاؤں کا واقعہ ہو لیکن مزدور نے آواز نہ لگائی ہو تو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ سمجھا جائے گا۔ لیکن اس کی تردید اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ مشین کے خراب ہو جانے کی وجہ سے موٹر وہاں پہنچ گئی۔ یا یہ کہ سڑک پر تصادم کا فوری خطرہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا، یا محض یہ کہ تصادم کا پورا خطرہ پیدا ہو جانے کی وجہ سے موٹر چلانے والے کے حواس باختہ ہو گئے اس لیے موٹر بے قابو ہو کر فٹ پاتھ پر چڑھ گئی۔

[1] اس سے قبل جو معیار پیش کیا گیا ہے اگر وہ اختیار کیا جاتا تو اس کے تحت یہ صورتیں بھی آجاتیں اور ان کو قتل انسان بربنائے غفلت نہ تصور کیا جاتا بلکہ ان کو ایسے افعال کے ذریعے سے قتل انسان واقع ہونے کی صورتیں سمجھا جاتا جن کے متعلق ملزم لازماً یہ سمجھتا تھا کہ ان سے ضرر جسمانی پہنچنے کا احتمال ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ قتل انسان قرار دیا جائے گا، یا یہ کہ کسی شہر میں یہ صورت پیش آئے اور مزدور محض آواز دے دینے پر اکتفا کرے مزید احتیاط یہ نہ برتے کہ خود دیکھ بھی لے تب بھی قتل انسان سمجھا جائے گا۔ اور (ج) اگر یہ واقعہ شہر میں پیش آئے اور مزدور اتنی بے احتیاطی برتے کہ آواز لگانے کی زحمت بھی نہ اٹھائے تو یہ قتل عمد شمار ہوگا۔[۱] اسی طرح اگر کسی شخص کے ہم مشرب دوست اُس کو بہ اصرار زیادہ شراب پلا دیں اور اس کی وجہ سے یہ شخص ہلاک ہو جائے تو اُن کی ذمہ داری اس وجہ تحریک کے اعتبار سے معین ہوگی جس کے تحت انھوں نے اُس کو شراب پلائی تھی۔ اگر محض بے خیالی میں آپس کی مدارات کے طور پر اصرار کیا گیا ہو تو موت اتفاقی حادثے کے تحت محسوب ہوگی۔ اگر سمجھ بوجھ کر دل لگی سے یہ عمل کیا گیا ہو تو وہ ہلاکت کم از کم قتل انسان شمار کی جائے گی۔[۲] اور اگر شراب کی بہت ہی زیادہ مقدار پلا دی گئی ہو یا یہ کہ اُس کو ہلاک کرنے کی خواہش ہو[۳] تو یہ قتل عمد قرار دیا جائے گا۔[۴] ایک شخص پر باوجود پوری پوری احتیاط برتنے کے بھی مجرمانہ غفلت کا الزام عاید ہو سکتا ہے، چنانچہ اگر وہ کسی ماہر فن کے کرنے کا کام خود انجام دینے لگے مثلاً یہ کہ کوئی کاشتکار شخص ملاح یا جراح کا کام کرنے لگے تو اُس پر لازم ہوگا کہ وہ ایسی مہارت کے ساتھ کام انجام دے جو ایک ماہر فن میں ہوتی ہے۔

قتل انسان کے متعلق اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ اس میں تمام جرایم سے زیادہ لچک ہے۔

---

۱ (Archbold, 28th ed. P. 909)

۲ (Rex v. Martin (1827), 3 C and P. 211 (K. S. C. 137)

۳ (Reg. V. Paine. C. C. C. Sess. Pap. XCI, 537-592; The Times Feb. 25, 1880.

۴ (Reg v. Packard (1842), C. and M. 236 (K. S. C. 137)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وجہ یہ ہے کہ زبوں عملی کی وہ مقدار جس پر یہ حاوی سمجھا جاتا ہے قتل عمد کی سرحد سے شروع ہو کر قابل معافی قتل کی سرحد سے جا ملتی ہے۔ اس کی سزا[1] تاحیات یا کم از کم تین سال تک عوارض تعزیری کا عاید ہونا یا زیادہ سے زیادہ دو سال کی قید یا جرمانہ ہے[2] مفتشین اموات کا 142
بیان ہے کہ انگلستان میں قتل انسان کے واقعات سالانہ کچھ کم سو تر ہوتے ہیں اور قتل عمد ڈیڑھ سو سے کچھ زاید، لیکن قابل معافی قتل (بہ استثنیٰ سزائے موت) صرف پانچ ہوتے ہیں اور تقریباً چار ہزار خودکشی کے واقعات ہوتے ہیں (ان میں مجنونانہ اور غیر مجنونانہ دونوں شامل ہیں)۔

III طفل کشی۔ یہ جدید جرم کبیر قانون طفل کشی سنہ ۱۹۲۲ء (Infanticide Act. 1922) کے ذریعے سے معرض وجود میں آیا ہے۔

سنہ ۱۹۰۵ء سے سنہ ۱۹۲۱ء تک سترہ سال کے زمانے میں طفل کشی کے جرم میں ساٹھ عورتوں کو سزائے موت کا حکم دیا گیا لیکن ان میں سے انسٹھ ۵۹ کے لیے یہ سزا دوسری سزا میں تبدیل کر دی گئی۔ اصول اور عمل کے اس اختلاف کو رفع کرنے کے لیے سنہ ۱۹۲۲ء کے قانون کے ذریعے سے یہ منظور کیا گیا ہے کہ جب کوئی عورت اپنے بالارادہ فعل یا ترک فعل کے ذریعے سے اپنے نومولود بچے کو ہلاک کر دے لیکن ایسے وقت کہ وہ اس بچے کی زچگی کے اثرات سے پورے طور پر شفایاب نہ ہوئی ہو اور اس وجہ سے اس کے دماغ کا توازن قایم نہ ہو تو وہ

---

[1] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۵۔ غیر ارادی قتل انسان کی اوسط سزا عام طور پر چھ ماہ کی قید مشہور ہے۔

[2] جسٹس پیٹرسن نے ایک ایسے قتل انسان کے واقعے کی بنا پر جو عجاریہ کی وجہ سے معرض وجود میں آیا تھا ایک مرتبہ محض ایک شلنگ کی سزا تجویز کی تھی۔ (اخبار ٹائمس مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۸۴۵ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طفل کشی کی مجرم قرار دی جائے گی، اور اُس کو اس طرح سزا دی جائے گی گویا کہ وہ قتل انسان کی مجرم ہے حالاں کہ اگر یہ قانون وضع نہ کیا جاتا تو وہ قتل عمد کی مجرم قرار دی جاتی۔ اگر اس پر بچے کے قتل عمد کا مقدمہ قایم کیا جائے تو جوری کو اختیار حاصل ہے کہ قتل عمد کے بجائے وہ اُس کو طفل کشی کا مجرم قرار دے۔ اور اگر طفل کشی کا مقدمہ قایم ہو تو وہ اُس کو اخفائے ولادت یا (بشرطیکہ اُس کی عمر ۱۶ سال سے زاید ہو) قانون اطفال اور اشخاص کم سن ۱۹۳۳ء کی دفعہ ۱ کے تحت بے رحمی کا مجرم قرار دے۔

لہذا جس وقت اُس نے یہ فعل کیا وہ اس وقت کسی حد تک ضرور ذمہ دار تصور کی گئی حالاں کہ اُس کے دماغ کا توازن اس حد تک خراب تھا کہ ایسے شخص کی طرح جو شدید اشتعال طبع کی حالت میں کسی کو ہلاک کر دے اُس کو بھی اپنے حواس پر پورا پورا قابو حاصل نہ تھا۔ ایک ایسے مقدمے میں جس کی روداد ملزمہ کے بہت خلاف تھی اور اُس نے حقیقۃً بچے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا جسٹس ایوری نے نو ماہ کی قید کا حکم صادر کیا تھا۔

اس قانون میں بدقسمتی سے، نوزائیدہ، کی کوئی تعریف موجود نہیں ہے۔ زچگی کرانے والے سولہ دن سے کم کے بچوں کو نوزائیدہ، کہتے ہیں، (لیگل میڈیسن صفحہ ۱۳۳ مصنفہ گلیسٹر) اور سرکار بنام اوڈانا گھیو (۱۹۲۷ء)[1] میں کورٹ آف کرمنل اپیل نے یہ قرار دیا ہے کہ اگر یہ طے کیا جائے کہ ایسی کوئی شہادت موجود نہیں ہے جس کی بنا پر جوری یہ قرار دے سکے کہ ایک ماہ کے سن کا بچہ نوزائیدہ بچہ ہے، تو اس میں کوئی قانونی فروگزاشت نہیں ہے۔

143

IV بچے کا ضایع کر دینا۔ جنین کا ہلاک کر دینا یعنی ایک

---

[1] (44. T. L. R. 51)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر زائیدہ بچے کو ضایع کر دینے کا عمل اگر ماں کی طرف سے ہوتا تھا تو ۱۹۲۹ء تک نہ قتل عمد کی حیثیت سے قابل سزا تھا نہ طفل کشی کی حیثیت سے۔ جو بچہ پیدا ہونے سے پہلے، یا دوران ولادت میں مرجائے تو اس کا قتل عمد نہیں ہو سکتا[1]۔ قتل عمد صرف اُس بچے کا ہو سکتا ہے جو پیدا ہو چکا ہو و نیز یہ کہ زندہ پیدا ہو۔ قانون فوجداری و نیز قانون متعلقۂ جائداد کی اغراض کے لیے مثلاً جایداد کا مالک بننے کے واسطے اور اس طرح جدید ورثا کی طرف منتقل کرنے کے لیے یا باپ کو اس قابل بنانے کے لیے کہ وہ ماں کی جایداد غیر منقولہ میں حق حین حیاتی پیدا کر سکے۔ محض پیدائش کے یہ معنی ہیں کہ بچہ ماں کے جسم سے باہر آجائے، یعنی اس دُنیا میں آجائے۔ اگر اس کا ایک پیر بھی باہر نہ آیا ہو تو قتل عمد کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ تولید مکمل ہونا چاہیے اور بچے کا پورا جسم اس دُنیا میں آجانا چاہیے[2]۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ آنول بھی جدا کی جا چکی ہو[3]۔ اور زندہ پیدا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بچہ ماں کے جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد بھی زندہ ہو لہذا اسی بات کا واقعی طور پر ثبوت بہم پہنچنا چاہیے کہ جان اس وقت بھی موجود تھی۔ یہ شہادت

---

[1] قانون موضوعہ (۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۵۸) کی رو سے ایسے ذرایع کا استعمال کرنا جس سے حمل ساقط ہو جائے جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر تاحیات عوارض تعزیری عاید کیے جا سکتے ہیں۔

[2] (Rex. V. Poulton, (1832), 5c. and P. 330)

[3] (Reg. V. Reeves (1839), 9c and P. 25.) "جداگانہ وجود"

اور بے تعلقی کے ساتھ اپنا مستقل دوران خون، ایسے مبہم الفاظ ہیں کہ مختلف ڈاکٹر ان کے مختلف معنی لیتے ہیں لہذا اُن سے گریز کرنا چاہیے۔ ان الفاظ کا استعمال کرنا آسان ہے لیکن ان کی تشریح کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے

(20 L. Q. R. 142-5)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس امر سے مل سکتی ہے کہ ماں کے جسم سے باہر آنے کے بعد بچہ رویا، یا اُس نے سانس لیا، یا اُس کی نبض چلی، یا اُس نے حرکت کی۔ لیکن
144 یہ لازم نہیں ہے کہ بچہ جب تک ماں کے جسم سے علیحدہ نہ ہو جائے یا جب تک کہ وہ سانس نہ لے سکے[1]، زندہ ہی رہے۔ چوں کہ یہ ممکن ہے کہ بچہ پورے طور پر باہر آنے کے کچھ دیر بعد تک سانس نہ لے (حالاں کہ اس کے خلاف بچے پورے طور سے باہر آنے سے قبل بعض اوقات سانس لینے لگتے ہیں بلکہ رونے بھی لگتے ہیں)۔ ۱۸۹۳ء میں مجلس وضع قوانین کی مقرر کردہ ایک کمیٹی نے مفتش اموات کی جوری کی ایک نہایت "دانشمندانہ" رائے قلمبند کی تھی یہ رائے ایک ایسے سہ ماہہ بچے کی موت کے متعلق ظاہر کی گئی تھی جو مردہ پایا گیا تھا۔ جوری نے رائے یہ دی کہ "تین ماہ کی عمر کا ایک بچہ مردہ پایا گیا، لیکن اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ وہ زندہ پیدا ہوا تھا"۔ قتل عمد کا اُس وقت اطلاق ہوگا جب ولادت موت سے پہلے ہو چکی ہو، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ولادت مضرت سے بھی پہلے ہو جائے۔ چنانچہ کوئی ایسا عمل جو ایک بچے کی بہت قبل از وقت ولادت کا موجب ہوا اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے کے بعد بچے میں زندہ رہنے کی بہت کم صلاحیت باقی ہو اور اس بنا پر جلد مر جائے تو وہ عمل بجائے خود قتل عمد کی حد تک

[1] یہ ضروری نہیں ہے کہ بچہ زیادہ جی بھی سکے۔ ۱۸۱۲ء میں یارک کے گرما کے سشن میں ایک قابلہ کو اس بنا پر قتل عمد کا مجرم قرار دیا گیا تھا کہ اس نے ایک ایسے نوزائیدہ بچے کو جس کی کھوپری کا ایک حصہ موجود نہ تھا اور جو چند گھنٹے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تھا غرق کر دیا تھا۔ جسٹس بیلی نے بہرحال اُس کی سزا کو اس لیے تبدیل کر دینے کی سفارش کی تھی کہ وہ اپنے اس فعل کو سچائی کے ساتھ جایز سمجھتی تھی۔ (سالانہ رجسٹر بابت ۱۸۱۲ء صفحہ ۹۶)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہنچ سکتا ہے۔

اس سکیلے کی وجہ سے کہ طفل کشی کے جرم کا اطلاق ہونے کے لیے بچے کا نامکمل طور پر باہر آنا کافی نہیں ہے، اس جرم کے ارتکاب میں بڑی ہمت افزائی ہوتی تھی۔ لہذا ۱۹۲۹ء میں قانون تحفظ حیات الطفال (Infant Life Preservation Act.) منظور کیا گیا۔ اس قانون کے تحت اگر کوئی شخص کسی ایسے بچے کی جان کے ضایع کرنے کی نیت سے جس میں زندہ پیدا ہونے کی صلاحیت موجود ہو اور جس کا ماں کے وجود سے علیحدہ مستقلاً کوئی وجود نہ ہو، بالارادہ کوئی عمل کرے تو وہ بچے کی جان کے ضایع کرنے کے جرم کبیر کا مرتکب سمجھا جائے گا، اور اس کی بنا پر تاحیات عوارض تعزیری عاید رہنے کا حکم دیا جا سکے گا۔ اس بات کی شہادت کا بہم پہنچنا کہ کوئی عورت اٹھائیس ہفتے یا اس سے زاید زمانے سے حاملہ ہے، اس امر کا بادی النظری ثبوت ہے کہ اس کے بطن میں ایک ایسا بچہ ہے جس میں زندہ پیدا ہونے کی صلاحیت موجود ہے۔ قبل اس کے کہ کسی شخص کو اس جرم کبیر کا مجرم قرار دیا جائے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ وہ فعل جس کی وجہ سے بچے کی موت واقع ہوئی، نیک نیتی کے ساتھ محض ماں کی جان بچانے کی غرض سے نہیں کیا گیا تھا۔ بچے کے قتل عمد یا قتل انسان، طفل کشی یا اسقاط کے ذرایع اختیار کرنے کے متعلق اگر مقدمہ رجوع کیا گیا ہو تو جوری یہ کر سکتی ہے کہ جس جرم کا الزام لگایا گیا ہو اس سے بری کر دے اور اگر یہ دیکھے کہ مقدمے کے واقعات سے 145
ملزم پر بچے کے ضایع کرنے کا جرم عاید ہوتا ہے تو وہ بغیر کسی جدید مقدمے یا جدید فرد جرم کے ملزم کو اس جرم کا مجرم قرار دے سکتی ہے۔

اسی طرح ایسے مقدمے میں جس میں ملزم پر بچے کے ضایع کرنے کا الزام ہو، جوری یہ کر سکتی ہے کہ اس کو دوسرے جرم مثلاً ذرایع اسقاط حمل استعمال کرنے کی بنا پر سزایاب کر دے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس موقع پر اخفائے ولادت کے جرم کو بیان کر دینا بھی موجب سہولت ہوگا۔ اگر کسی شخص پر کسی نوزائیدہ بچے کے قتل عمد، یا طفل کشی یا بچے کے ضایع کرنے کا الزام ہو اور جوری کے نزدیک اس جرم کے ارتکاب کا کافی ثبوت موجود نہ ہو تب بھی وہ قانون موضوعہ کے منظور کردہ جرم صغیر یعنی بچے کی میت[1] کو خفیہ طور پر ٹھکانے لگا کر[2] اس کی ولادت کو چھپانے کی کوشش کرنے کے جرم کی بنا پر (۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۶۰) بغیر کسی جدید مقدمے یا کارروائی کے سزا کی رائے دے سکتی ہے۔ اس جرم کی بنا پر[3] (جس کے متعلق ظاہر ہے کہ بجائے خود ایک صریحی فرد جرم لگ سکتی ہے) دو سال کی قید بامشقت مقرر ہے۔ اخفا عام طور پر تمام دُنیا کے مقابل میں ہونا چاہیے، صرف کسی خاص شخص سے ولادت کا مخفی رکھنا کوئی جرم نہیں ہے۔ کوئی لڑکی اگر اپنے آقا سے ولادت کو مخفی رکھے اور اپنی ماں سے اُس نے مخفی نہ رکھا ہو تو ایسی حالت میں اُس کو سزا دینا زیادتی ہوگا[4]۔ لیکن اگر بعض لوگوں سے رازداری کا عہد لے کر ولادت کی اطلاع دے دی گئی ہو تب بھی کافی اخفا تصور کیا جائے گا۔ جن صورتوں میں واقعۂ ولادت کو مخفی رکھنے کی بابت

---

[1] لہٰذا اس قانون کے تحت کسی ایسے بچے کی ولادت کا اخفا جو ہنوز زندہ ہو جرم نہیں ہے۔

[2] جیسے مثلاً تالاب میں پھینک دینا یا جلا دینا۔ محض انکار ولادت کو اخفائے ولادت نہیں تصور کیا جا سکتا۔

[3] "ایک فرضی جرم جس میں (اخلاقاً) کسی قسم کی خرابی نہیں ہے" (سوانح عمری لارڈ بریمول صفحہ ۳۷) "میرا ہمیشہ یہ خیال رہا کہ اخلاقی اعتبار سے یہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کی بنا پر قطعاً کوئی سزا نہ دینا چاہیے" لارڈ بریمپٹن (Reminiscences ch XXXII)

[4] مسٹر جسٹس رائٹ (مسودۂ مجموعۂ تعزیرات برائے جیمیکا صفحہ ۱۰۸)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کافی شہادت موجود نہیں ہوتی تو بعض اوقات کامن لا کے جرم صغیرہ یعنی مفتشین اموات کی ایسی تحقیقات میں مانع ہونے کی بنا پر مقدمہ
146 چلایا جاتا ہے جس کا عمل میں لانا ضروری ہو۔[1] لیکن ایسی حالت میں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ تحقیقات کرنا داخل فرض تھا اور یہ کہ ملزم کی نیت اس تحقیقات میں مانع ہونے کی تھی۔[2]

V قتل عمد۔ قتل عمد انگریزی لفظ (Murder) کا ہم معنی ہے۔ (Murder) جرمنی زبان کے لفظ (Morth) سے اخذ کیا گیا ہے جس کے معنی اصل میں (۱) خفیہ طور پر ہلاک کرنے کے تھے چنانچہ کسی نارمن کے خفیہ طور پر مارے جانے پر ولیم فاتح نے جو جرمانے غیر مشخص طور پر سو اشخاص پر عاید کیے تھے وہ اسی نام سے موسوم کیے گئے تھے۔ مردہ شخص میں جب تک کوئی واضح علامت انگریز ہونے کی موجود نہ ہوتی تھی اس کے متعلق یہی قیاس کیا جاتا تھا کہ وہ نارمن ہے۔ جب ۱۳۴۳ء میں ایڈورڈ سوم نے ان جرمانوں کو (جو تقریباً مفقود ہو چکے تھے) بند کر دیا تو لفظ (Murder) کے وہ ابتدائی معنی لازمی طور پر باقی نہ رہے بلکہ رفتہ رفتہ (۲) بدترین قسم کے قتل کا نام (Murder) ہو گیا۔ (قتل کی ان قسموں کا کوئی مخصوص جداگانہ نام نہ رہا جو نہ تو جائز تھیں اور نہ سوء اتفاق یا حفاظت خود اختیاری کے تحت آتی تھیں۔ گو وہ ایسے جرایم میں داخل تھیں جن کی سزا موت تھی لیکن پھر بھی اتنی بری قسم کے جرایم میں نہ تھیں کہ (Murder) کہلا سکتیں)۔ بالآخر جب قانون ۲۳ ہنری ہشتم کے ذریعے سے ایسے قتل عمد سے جو کینۂ مقدم کی بنا پر واقع ہو، اشخاص خواندہ کی مراعات بہت زیادہ حد تک

---

[1] (Reg. V. Price (1884), 12 Q.B. D. 247; Reg. V. Stephenson (1884) 13 Q. B.D.331

[2] (Rex V. Purcy (1938), 24 Cr. App. R. 70; 149 L. T. 432)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلب کر لی گئیں تو (Murder) کا لفظ بہت جلد (۳) اس قسم کے قتل کی حد تک محدود ہو گیا جس کا اس قانون موضوعہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ کینہ مقدم (Malice Aforethought) کے الفاظ جدید نہ تھے بلکہ تیرھویں صدی سے (علامت انگریزیت والے قانون پیدا ہونے سے بھی پہلے سے) ان کا استعمال ہو رہا تھا۔ کیوں کہ ہنری سوم کے زمانے میں "(Malitia Praecogitata)" کے الفاظ کا استعمال موجود تھا، اور یہ ناقابل معافی (یعنی جس کی سزا موت تھی) قتل کے لیے جو معیار مقرر تھے ان میں سے ایک معیار تھا۔ لیکن جس زمانے میں یہ جملہ استعمال ہونا شروع ہوا ہے لفظ "Malitia" کے معنی اس ناجایز فعل کے تھے جس کا ارادہ کیا گیا ہو، نہ کہ خود ارادے کے۔ اور برے ارادے کی وہ وہ خاص نوعیت یعنی عداوت جو "(Malice)" (کینے) سے اب عام طور پر مراد لی جاتی ہے اس سے تو اس لفظ سے اور بھی کم ربط تھا۔[1]

قتل عمد (Murder) کی اس تیسرے اور آخری مفہوم کے اعتبار سے ان قدیم الفاظ میں جو لارڈ کوک کے وقت سے بہت مستند سمجھے جاتے ہیں یوں تعریف کی جا سکتی ہے کہ قتل عمد (الف) ناجایز طور پر (ب) مار ڈالنا ہے (ج) کسی ذی فہم مخلوق کو جو (د) وجود رکھتا ہو اور (ھ) بادشاہ کی امان میں ہو (و) کسی صریحی یا معنوی کینۂ مقدم کی بنا پر (ز) اور اس کے اطلاق کے لیے یہ ضروری ہے کہ موت ایک سال اور ایک دن کے اندر واقع ہو جائے۔[2] ان سات اجزا میں سے پہلا جزو یعنی 'عدم جواز'

۱۴۷

[1] (Pollock and Maitland, II 467; Maitland's and Collected Papers, 1,304)

[2] (3 Coke, Inst. 47.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قتل عمد کو ان تمام صورتوں سے ممتاز کر دیتا ہے جو جرم کبیر نہیں سمجھی جاتیں ان کا شمار خواہ قتل جایز میں ہو یا قابل معافی میں۔ چھٹا جزو یعنی کینۂ مقدم اس کو قتل کی ان تمام ناجایز صورتوں سے ممتاز کر دیتا ہے جو صرف قتل انسان کی حد میں ہیں۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور ساتویں اجزا قتل انسان میں بھی اتنے ہی ضروری ہیں جتنے قتل عمد میں۔ لیکن عدالتوں نے چوں کہ قتل عمد کے معاملات میں ان اجزا پر مکمل طور پر غور و خوض کیا ہے اس لیے اُن کی بحث کو اس وقت تک کے لیے ملتوی کرنا مناسب معلوم ہوا۔ آخری چھ امور پر ہم اب یکے بعد دیگرے غور کریں گے۔

(۱) مار ڈالنا۔ قتل عمد اور قتل انسان دونوں میں جو شخص جس نوعیت کے قتل کا باعث ہوگا وہ اس کا ذمہ دار قرار دیا جائے گا۔ قتل کا باعث ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اُس نے براہ راست جبر کا استعمال کر کے قتل کا ارتکاب کیا ہو بلکہ طولانی سلسلۂ نتایج کے توسط سے بھی اگر ہلاکت واقع ہو اور خود اُس کے آخری فعل کو وقت اور سبب و مسبب کی ترتیب دونوں کے اعتبار سے اس موت سے (جس کا یہ باعث ہوا ہے) بُعد ہو گیا ہو تب بھی صورت حال میں فرق نہ آئے گا۔ بلیکسٹن نے دو قدیم مقدمات کا ذکر کیا ہے، ان سے یہ مطلب پورے طور پر واضح ہو جائے گا۔ پہلے مقدمے میں ایک رنڈی اپنے نوزائیدہ بچے کو ایک باغ میں ڈال آئی اور اُس پر صرف پتیاں ڈھک دیں۔ اُس زمانے میں انگلستان میں شکاری پرندوں کی کثرت تھی۔ ایک چیل نے پنجہ مار کر اُس بچے کو زخمی کر دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ وہ عورت قتل عمد کے جرم میں ماخوذ ہوئی اور اُس کو پھانسی دی گئی۔[1]

[1] (Crompton's justice' 24 (K. S. C. 92) اسی طرح ایک عورت کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے مقدمے میں ایک لڑکا سردی کے زمانے میں اپنے
باپ کو اُس کی مرضی کے خلاف ایک ضلع سے دوسرے ضلع کو
لے گیا تھا اور اس طرح اُس کی موت میں تعجیل کا باعث ہوا تھا۔[1]
بایں ہمہ جیسا کہ ہم اقدامات[2] کے معاملے میں دیکھ چکے ہیں قتل عمد
میں بھی ایک موقع ایسا آتا ہے جہاں پہنچ کر قانون سلسلۂ سبب و مسبب کو
قایم و برقرار نہیں رکھتا، اور جس سے آگے بڑھ کر ہر عمل اس جرم کو 148
روبکار لانے کے لیے بہت بعید شمار کیا جاتا ہے[3]۔ لیکن اقدامات
کی طرح قتل عمد میں بھی اس خاص حد کے معین کرنے کے لیے
ایک عام قاعدہ بنا دینا ناممکن ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ
مثالوں کے ذریعے سے اُس کا ایک اندازہ قایم کرا دیا جائے۔
اس سلسلے میں یہ کلیہ سب سے زیادہ قابل غور ہے کہ اگر کوئی شخص

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ معقول وجوہ کی بنا پر یہ خوف پیدا ہوا کہ زید اُس پر خطرناک طور پر
حملہ کرے گا لہذا وہ کھڑکی کے باہر پھاند پڑی اور اُس کو ضرر پہنچا۔ قرار دیا گیا کہ
زید اس ضرر کا باعث ہوا ہے، حالاں کہ زید نے اُس کو ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔

(Rex V. Colaman (1920 84 J. P. 113)

[1] (Y. B. 2 Ed. 3, f. 34. Hil pl 1.(K. S. C. 92)

[2] صفحہ ۹۲ کتاب ہذا۔ ہنری سوم کے زمانے میں جن ججوں نے ناجایز حکم صادر
کر کے ایک شخص کو پھانسی دے دی تھی اُن پر محض جرمانہ کیا گیا تھا

(Bracton's N. B. Case 67)

[3] (L. and C 161) ۔ ۱۶۶۷ء میں کیمبرج کی عدالت سشن میں رابرٹ ڈکمین
بی۔اے متوطن سڈنی پرسنٹ جانس کے ایک طالب علم نکولاس کرسمس کے
قتل انسان کی بابت فرد قرارداد جرم مرتب کی گئی تھی۔ رابرٹ ڈکمین نے
نکولاس کرسمس کو ایک زردآلو کے درخت پر پتھر پھینکنے کی وجہ سے پیٹا۔ نکولاس
وہاں سے بھاگا اور بھاگنے میں گر پڑا اور اسی سے ہلاک ہو گیا لیکن سرٹی اسکلیٹر نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت میں جھوٹی شہادت دے کر کسی کی موت کا باعث ہو تو وہ قتل عمد کا مجرم نہ سمجھا جائے گا۔[۱] اس کلیے کی صحت کے متعلق اگرچہ بعض مقننین نے شبہہ ظاہر کیا ہے لیکن فوجداری کے عالی مرتبت جج سر ٹنکل فوسٹر[۲] اس کے حامی ہیں اور اس واقعے سے بھی اس کی مزید توثیق ہوتی ہے کہ جس زمانے میں قتل عمد کی تعبیر اتنی تنگ اور محدود نہ ہوئی تھی جیسی کہ آجکل ہوگئی ہے اور جس زمانے میں ججوں بادشاہ کے مقابل میں زیادہ لچکتے تھے جیمس ثانی کے عہد میں ججوں میں یہ ہمت نہ ہوئی کہ ٹائیٹس اوٹس جو پوپ والی سازش، جیسی فرضی چیز کا موجد تھا اس پر ان لوگوں کے قتل عمد کا جرم قایم کرتے جن کے خلاف شہادتیں دے کر اس نے ان کی جان لی تھی۔ حالاں کہ دروغ حلفی کی بنا پر جو فیصلہ انھوں نے اس کے خلاف صادر کیا (اور جس کا نفاذ بھی ہوا) یعنی یہ کہ وہ مرتبہ اس کے تازیانے لگائے جائیں اور ہر مرتبہ میں دو ہزار تازیانے مارے جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہ خواہش تھی کہ اگر قانوناً ممکن ہو تو ملزم اپنے گناہ کی پاداش میں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ علاوہ ازیں پہلے یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو یک لخت کوئی دماغی صدمہ پہنچا کر ہلاک کر دے تو وہ قتل عمد کا مجرم نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جنھوں نے اپنی دستی نوٹ بک میں اس واقعے کو لکھا ہے یہ نہ لکھا کہ مارنے کے فعل کے بعد کے متعلق ججوں کا حکم کیا ہوا۔

[۱] (Rex. V. Macdaniel (1754), 1 Leach 44 (K. S. C. 97)

لیکن مقننین روما ایسی دروغ حلفی کا مرتکب ہونے والے کو قتل عمد کا مجرم تصور کرتے تھے۔ (Dig. 48. 8. 1.) انگلستان میں جادو کے ذریعے سے ہلاک کرنا قتل عمد نہ تھا اگرچہ ۱۵۶۲ء میں اس کو مستلزم سزائے موت قرار دے دیا گیا تھا۔

[۲] (Crown Law) مرتبہ فوسٹر صفحہ ۱۳۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن جدید طبی علوم کی روشنی میں اب یہ امر ایسا نہیں رہا ہے کہ قانون اُس کو اس ہلاکت کا بہت زیادہ بعید سبب قرار دے سکے[۱]

149 ایک عمل، خواہ سلسلۂ اسباب میں اتنا بعید ہی کیوں نہ ہو اگر کسی شخص ثالث کے فعل یا ترک فعل کا اس میں دخل نہ ہوتا تو وہ موت کا باعث نہ ہو سکتا، ایسی حالت میں بھی قتل عمد یا قتل انسان کسی ایک حیثیت سے ناجایز ہلاکت کی حد میں شمار ہو سکتا ہے۔ البتہ اگر شخص ثالث کا وہ عمل بدنیتی یا کم از کم نامعقول غفلت پر مبنی ہو[۲] تو یہ صورت نہ ہوگی۔ اگر خود شخص متوفی کا طرز عمل اس نتیجے کا موجب ہو مثلاً وہ کسی عمل جراحی پر رضامند نہ ہو تب بھی صورت حال بدستور رہے گی۔ یعنی یہ کہ ابتداءً جس شخص نے ضرر پہنچایا تھا وہی اُس کے جملہ عواقب کا ذمہ دار رہے گا۔ وجہ اس قاعدے کی یہ ہے کہ جو شخص متوفی کے لیے موت کے ایک جدید خطرے کا موجب ہوا اور بعض خارجی حالات (جو حقیقۃً بعید از قیاس نہ تھے) اس خطرے کو حقیقت میں مبدل کر دیں، مثلاً زہر باد ہو جاتا، تو وہ شخص بجا طور پر ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال وال گورنر کے مقدمے سے[۳]

---

[۱] (Rex V. Hayward (1908), 21 Cox 692; Reg. V. (Towers (1874) 12 Cox 530, Wilkinson V. Downton (1897) 2 Q. B. 57

[۲] Reg. V. Hilton (1838), 2 Lew 214 (K. S. C. 133)

کا (Reg. V. Lowe (1850), 3C. and K. 123 (K. S. C. 132) سے مقابلہ کیجیے۔

[۳] کا (Reg. V. Holland (1841), 2 M. and R. 351 (K. S. C. /93)

(Reg. V. Sawyet(1887), C. . C. Sessions, Papers, CVI, 301 (K.S. C. 94)

سے مقابلہ کیجیے۔ اسکاٹ لینڈ کے قانون میں اس طرح کے کیلے کے اندر متوفی کا طرز عمل یا شخص ثالث کا ترک فعل شامل نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مل سکتی ہے[1]۔ یہ مثال مجرم کے مرتبے کی جہت سے و نیز اس جہت سے کہ جرم کے ارتکاب سے تقریباً بیس سال بعد اس کا مقدمہ عدالت میں آیا تھا، بہت زیادہ قابل توجہ ہے۔ اس نے سارجنٹ آرم اسٹرانگ کو جزیرۂ گوری میں ناجایز طور پر تازیانے لگانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۰۲ء میں اس کا مقدمہ پیش ہوا اور اس کو قتل عمد کی بنا پر پھانسی دی گئی، حالاں کہ تازیانے لگنے کی وجہ سے جو علالت پیدا ہو گئی تھی اگر اس کے دوران میں آرم اسٹرانگ بے احتیاطی نہ کرتا اور شراب نہ پیتا رہتا تو ممکن تھا کہ موت واقع نہ ہوتی[2]۔

بیرن مارٹن[3] نے قرار دیا کہ اگر کسی انجن ڈرائیور کی غفلت کی وجہ سے تصادم واقع ہو اور کوئی مسافر یہ دیکھ کر کہ تصادم ہونے والا ہے فوراً گاڑی سے کود جائے اور اس کود نے کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو ڈرائیور پر اس مسافر کے قتل انسان کی ذمہ داری عاید کرنے کے لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا اوسط ضبط و تحمل والا شخص ایسے حالات میں اس طرح کود پڑتا یا یہ کہ یہ عمل بلا وجہ کی بزدلی پر مبنی تھا۔ اس طرح جسٹس کوین نے قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص
150 شراب کے نشے میں سڑک کے درمیان میں پڑا ہو اور راستے سے نہ ہٹے اور ایک گاڑی اس پر سے گزر جائے اور یہ ہلاک ہو جائے تو گاڑی چلانے والا ماخوذ ہوگا کیوں کہ قانون فوجداری میں

---

[1] (28 State Trials, 51) ونیز دیکھیے (All the year round) جلد ۹

[2] (Reg. V. Holland (1841), 2 M. and R. 351 (K. S. C. 93) سے اور اسی طرح کے ایک اور مقدمے سے جو (C. C. C. Sess. Pap. LXXVI, 259) میں مندرج ہے مقابلہ کیجیے۔

[3] (Reg. V. Monks (1870). C. C. C. Sessions Papers, (1870) LXXII, 424

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امدادی غفلت' کی صفائی قابل قبول نہیں ہے[1]۔

(۲) ذی فہم مخلوق (A Reasonable Creature)

اس موقع پر 'ذی فہم' کے معنی 'انسان' کے ہیں صحیح العقل کے نہیں۔ قانون فوجداری میں گو ذمہ داری کے لحاظ سے نہیں لیکن تحفظ کے نقطۂ نظر سے ایک فاتر العقل شخص بھی شخص قانونی ہے۔

(۳) وجود رکھتا ہو۔ جس مقام پر ہم نے بچے کے ضایع کرنے پر بحث کی ہے وہاں تعریف کے اس جزو پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۴)۔

(۴) بادشاہ کی امان میں ہو۔ اپنے شاہی منصب اور مرتبے کے لحاظ سے ملک معظم اپنی تمام مملکت میں امن کے اصل قایم رکھنے والے ہیں[2]، لیکن اینگلو سیکسن عہد میں شاہی امان صرف جزوی طور پر برسر عمل تھی اور محض قومی امان کے تتمے کے طور پر (جس کی بالآخر اس نے جگہ لے لی) نافذ تھی۔ قومی امان کا (جو بظاہر احترام خانہ سے ماخوذ کی گئی تھی) صرف مقامی عدالتوں میں تحفظ ہوتا تھا اور وہ عدالتیں کمزور تھیں۔ اس کے برخلاف شاہی امان کا شاہی حکام عدالت کے ہاتھوں پوری قوت کے ساتھ نفاذ ہوتا تھا۔ ابتداءً چند مقدس اوقات میں یا ان لوگوں کے لیے جن کے واسطے خصوصیت سے بادشاہ نے منظوری دی ہو یا ان مقامات کے لیے جو خصوصیت سے بادشاہ کی پناہ میں ہوں

---

[1] (C. C. C. Sess Pap. LXXVII. 354) دیکھیے جسٹس بلیک برن کا فیصلہ۔ (Reg. V. Dant (1865) L. and C. 567 (K. S. C. 126) اور جسٹس بائلس کا فیصلہ (Reg. V. Kew and Jackson. (1872), 12 Cox 455 (K. S. C. 135) اور پولک کا فیصلہ (Reg. V. Swindall (1846), 2 C. and K. 230 (K. S. C. 74)

(Rex. V. Stubbs (1913) 8 Cr. App. R. 238) لیکن اس کی وجہ سے سزا میں کمی ہو سکتی ہے

[2] شرح بلیکسٹن ۳۵۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(مثلاً شاہی مکان کے احاطے اور چار بڑی سڑکیں[1])۔ اس پر عملدرآمد ہوتا تھا۔ ان حدود کو بہرحال بہت جلد غیر معین وسعت دی گئی۔ بادشاہ اور رعایا دونوں کا اس میں فایدہ تھا[2]۔ بادشاہ کو عدالتی اجرتیں (Fees) ملتی تھیں اور رعایا ایک ایسی قوت سے دادخواہی کی فکر میں تھی جس کے حکم سے کسی مقام پر بھی آسانی کے ساتھ انحراف نہ ہو سکے۔ چنانچہ فتح کے بعد (۱۰۶۶ء) بادشاہ جن مختلف
151 صورتوں سے پناہ دیتا تھا وہ سب ختم ہو گئیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ سب عمومی پناہ اور اقتدار میں ضم ہو گئیں[3]۔ لیکن اس صورت میں بھی جب تک بادشاہ اس کا اعلان نہ کرتا تھا اس وقت تک پورے ملک میں عام طور پر شاہی امان نافذ نہ ہوتی تھی اور بادشاہ کی جانب سے اعلان ہونے کی صورت میں بھی بادشاہ کی حیات تک نافذ رہتی تھی۔ چنانچہ ہنری اول کے عہد کے واقعہ نگار کا بیان ہے کہ ہنری اول کی وفات پر بدامنی پائی جاتی تھی چوں کہ جس شخص کا قابو پڑتا تھا فوراً دوسرے کو لوٹ لیتا تھا۔ آخرکار چوں کہ جس وقت ایڈورڈ اول کا باپ مرا ہے ایڈورڈ اول بیت المقدس میں تھا اس لیے امرائے سلطنت نے باوجود اس کی عدم موجودگی کے ملک کو بدامنی اور انتشار سے بچانے کے لیے خود ہی شاہی امان کا اعلان کر دیا۔ اس وقت سے بادشاہ کی موت پر بھی شاہی امان کبھی معطل نہیں سمجھی گئی۔

جس شخص پر یہ الزام ہوتا تھا کہ اس نے سلطنت کو منقلب کرنے کی غرض سے کسی بیرونی قوت یا پوپ سے سازش کی ہے

---

[1] مقابلہ کیجیے Maitland's Collected Papers, II, 290-7.

[2] (Pollock, Oxford Esseys (The King Peace), p. 83.

[3] صفحہ ۸۷ کتاب ہذا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ شاہی امان میں نہ ہوتا تھا اور اسی بنا پر قانون ۵ الزبیتھ منظور ہونے سے پہلے ایسے شخص کا قتل، قتل عمد شمار نہ کیا جاتا تھا۔[۱] اس کے برخلاف ایک طرید القانون (جس پر سے قانون کی پناہ اُٹھالی گئی ہو) کا قتل، قتل عمد شمار کیا جاتا تھا۔[۲] اور ایک وحشی[۳] یا ایک سزایاب مجرم[۴] یا ایک غیر ملکی دشمن[۵] تک شاہی امان میں داخل تھا۔ لہذا ایک غیر ملکی دشمن کو قتل کرنا جایز نہیں ہے۔ باقاعدہ جنگ کے دوران میں اور جنگ کی حالت میں البتہ اُس کو قتل کیا جاسکتا ہے۔[۶] چنانچہ اگر جنگ میں دشمن کا کوئی جہاز مع اُن لوگوں کے جو اُس پر سوار ہوں، گرفتار کرلیا جائے اور انگریزی سمندر میں لے آیا جائے اور وہاں پہنچ کر وہ لوگ اپنی رہائی کی کوشش میں لڑیں اور اس

۱؎ (Brooke's Abridgement Corona .196)

۲؎ (I Hale P. C. 438)

۳؎ صفحہ ۵۵ کتاب ہذا۔

۴؎ (1 Hale P.C. 433. Commonwealth v. Bowen (1816), 13 Mass. 356

K. S .C.91

۵؎ مثلاً دوران جنگ میں دشمن کی فوج کے کسی سپاہی کو گرفتار کرلیا جائے تو وہ سپاہی بھی شاہی امان میں ہوگا۔ (1 Taunt 32, 36)

۶؎ چنانچہ پریٹوریا کی عدالت فوجداری نے ۱۹۰۲ء میں چار زیرسٹ اشخاص کو اس بنا پر سزائے موت کا حکم دیا کہ اُنھوں نے ۱۹۰۰ء کی جنگ میں اپنی سرحد کے باہر ایک بور (Boer) کو مار ڈالا تھا۔ دراں حالے کہ برطانوی عہدہ داروں نے اُن کے سردار کو صرف اتنی بات کے لیے مامور کیا تھا کہ وہ محض اپنی سرحد کی حفاظت کرتے رہیں۔ اسی طرح سے ٹرانسوال میں ایک شخص وان ایوان کو اس وجہ سے سزائے موت دی گئی تھی کہ اُس نے ایک انگریز عہدہ دار کے جو صلح کے جھنڈے کی طرف جارہا تھا گولی مار کر ہلاک کردیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کشمکش میں کوئی قیدی گرفتار کرنے والوں میں سے کسی ایک کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے تو یہ قتل[1] جرم کبیر تصور نہ کیا جائے گا۔

152 قانون (جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے) اشخاص کا احترام نہیں کرتا۔ گو کہ یہ اُصول کلیتہً صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی قتل کے قانون میں اس پر ہمیشہ خاص اہتمام کے ساتھ عمل رہا ہے۔ چنانچہ ایک ادنیٰ کاشتکار کو اس کا آقا قتل نہیں کر سکتا تھا اور نہ ایک غلام کو اینگلو سیکسن عہد تک میں اس کا آقا قتل کر سکتا تھا۔ چوں کہ الفرڈ کے زمانے کے قانون کی رو سے اگر مالک اپنے غلام کو مار ڈالتا تھا تو اُس کو جرمانہ ادا کرنا ہوتا تھا، اور یہ وہ زمانہ تھا جس میں قتل کی اکثر صورتوں میں محض جرمانہ کافی سزا تصور کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کی امان میں اتنی قوت تھی کہ وہ ایک ادنیٰ کاشتکار اور ایک غلام کو انتہائی ظلم سے محفوظ رکھ سکے۔ اس امر کی طرف توجہ کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں ہے کہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جزائر غرب الہند میں سے ایک مقام کی مجلس وضع قوانین نے غلاموں کے مقابل میں مالکوں پر اس سے زیادہ ذمہ داری نہیں عاید کی جتنی کہ اینگلو سیکسن عہد کی مجلس وضع قوانین نے کی تھی۔ چنانچہ باربیڈوس (Barbados) کے ایک ایکٹ کے الفاظ یہ تھے: "اگر کسی غلام کو فراری یا مالک کے مقابل میں کسی اور خطا کے سرزد ہونے کی وجہ سے مالک سزا دے اور بدقسمتی سے اس کی جان جاتی رہے یا کوئی عضو خراب ہو جائے تو کسی شخص پر بھی کوئی جرمانہ عاید نہ ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص خواہ مخواہ یا بیدردی کے طور پر اپنے غلام کو مار ڈالے تو اس کو خزانۂ عامرہ میں پندرہ پونڈ داخل کرنا ہوں گے۔

(۵) کینۂ مقدم۔ قتل عمد کی تعریف میں جن اجزا کا اب تک ذکر ہوا

[1] (Dyke. V. Elliott(1872), L. R. 4 P. C. 184)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ مجرمانہ قتل کی تمام اشکال میں مشترک ہیں، لیکن یہ پانچواں جزو قتل کی صرف انھیں صورتوں کے لیے مخصوص ہے جو قتل عمد میں داخل ہیں۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں[1] جب مجلس وضع قوانین نے یہ مصمم قصد کر لیا کہ بدترین نوعیت کے قتل سے دانستہ اشخاص کی مراعات، اسلب کر لے تو کینۂ مقدم کو (Malitia Praecogitata) جس کے تصور سے وہ پہلے ہی سے آشنا تھی[2] اُس نے ایک ایسا معیار قرار دیا جس کے موجود ہونے کی صورت میں ایک قاتل کلیسائی کو اس کے قدیم حق یعنی 'سزائے موت' کے تحفظ سے محروم کر دے۔ قتل عمد کے جدید قانون میں یہ جملہ اب بھی موجود ہے لیکن اس کے دونوں الفاظ اب اپنے اصلی مفاہیم میں استعمال نہیں کیے جاتے کیوں کہ عرصۂ دراز کے عدالتی تجربے نے یہ بتایا کہ قتل کی بہت سی صورتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں قاتل کو شخص متوفی کی موت کی پہلے سے کوئی خواہش یا خیال نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ قتل اتنا سنگین اور اتنا مکروہ نوعیت کا ہوتا ہے کہ قاتل قتل عمد کی پوری سزا کا مستحق معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا تعریف کے الفاظ کی وسیع عدالتی تعبیرات کر کے ان صورتوں کو یکے بعد دیگرے اس کے تحت لے لیا گیا۔ بنا بریں اس زمانے کے طالب علم کو کینۂ مقدم (Malice aforethought) کے الفاظ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ قتل عمد کی ایک من مانی علامت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور مجرمانہ نیت کی ان تمام مختلف نوعیتوں کو جو اس قدر سنگین اور قبیح ہوں کہ اُن میں سے کسی کے ساتھ قتل کا ارتکاب کرنا اس قتل کو قتل عمد بنا دیتا ہو، جامعیت کے ساتھ یکجا بیان کر دینے کے لیے یہ ایک آسان اور وسیع اصطلاح ہے۔ لیکن 153

[1] صفحہ ۱۴۶ کتاب ہذا۔

[2] دیکھیے (Maitland's Collected Papers. 1,305)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بایں ہمہ اس کی حیثیت من مانی علامت سے زیادہ نہیں ہے، کیوں کہ 'کینہ' (Malice) میں ممکن ہے کہ کوئی بھی واقعی کینہ وری موجود نہ ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ واقعاً 'مقدم' (aforethought) ہو (بجز اس کے کہ مقدم اُس کو اس معنی سے کہا جائے کہ جو فعل کیا جاتا ہے اس کے انجام دینے کی خواہش اس فعل کے ظہور میں آنے سے پہلے پیدا ہوتی ہے، خواہ وہ مدت ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو)۔ لہذا نتیجہ یہ ہے کہ لفظ مقدم غیر صحیح ہے یا غیر ضروری۔ لفظ 'کینہ' میں یہ باتیں نہیں ہیں لیکن چوں کہ وہ اپنے اصلی اور معروف مفہوم میں استعمال نہیں ہوا ہے اس لیے اس سے اشتباہ پیدا ہونا ضروری ہے۔ قتل عمد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص مارا گیا ہو اُس کی موت کی لازمی طور پر خواہش ہو (رفع اشتباہ کے واسطے اس کو خصوصی 'کینہ' کہا جا سکتا ہے)۔ اس میں شک نہیں کہ بلیکسٹن نے اس جرم کی بحث میں لفظ (Malice) (کینہ) کا بعض مقامات پر اس مخصوص اور تنگ معنی میں استعمال کیا ہے اور بعض دوسرے مواقع پر اصل میں دوسری کیفیات دماغی کو بھی داخل کر لیا ہے جو پہلی مخصوص کیفیت کے مقابل میں بہت کم مجرمانہ ہوتی ہیں۔ اس لفظ کا دوسرے معنی میں استعمال ظاہر ہے کہ زیادہ صحیح ہے چوں کہ مجرمانہ نیت کی متعدد شکلیں ایسی ہیں جو اس قدر مکروہ قرار دی گئی ہیں کہ ان کو اس نوعیت کے کینے میں داخل سمجھ لیا گیا ہے جو قتل عمد کے لیے مخصوص ہے وہ شکلیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) خاص اُسی شخص کو مار ڈالنے کا ارادہ جو واقعاً ہلاک کیا گیا ہو۔ ان چھ اشکال میں ظاہر ہے کہ یہ سب سے زیادہ عام ہے۔

(۲) ایک خاص شخص کو ہلاک کرنے کا ارادہ ہو، لیکن یہ خاص شخص وہ نہ ہو جو واقعاً ہلاک کر دیا گیا ہو۔ اگر کوئی شخص الف کے

لہ (Reg. V. Salisbury (1553), Plowden 100 (K. S. C. 102)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس نیّت اور خواہش کے ساتھ (یا بالفاظ بنتھم) 'بالراست نیت' کے ساتھ) گولی مارے کہ الف ہلاک ہو جائے لیکن اتفاق سے گولی ب کے لگ جائے اور ب ہلاک ہو جائے تو ب کی یہ ہلاکت سوئے اتفاق نہ شمار کی جائے گی بلکہ اس کو قتل عمد قرار دیا جائے گا[1]۔ نیت مجرمانہ کا رخ متصورہ ضرر سے واقعی طور پر مرتکبہ ضرر کی طرف ہو جاتا ہے۔ آسٹن کہتے ہیں کہ دوسرے ضرر کے متعلق ایسے قاتل کے دماغ میں ان تین کیفیات میں سے کوئی ایک کیفیت ہو سکتی ہے:-

(الف) اس نے یہ بات قرین قیاس سمجھی ہو کہ گولی بجائے الف کے ب کو لگ جائے گی اور اس کے باوجود بندوق چلا بیٹھا ہو، گو کہ اُس کے دل میں قطعاً یہ خواہش نہ ہو کہ ب کے گولی لگ جائے۔ آسٹن اس کو 'نیت' میں شمار کرتے ہیں اور بنتھم نے اس کے لیے ایک مخصوص نام 'نیت بالواسطہ' تجویز کیا ہے لیکن عام محاورے میں اُس کو 'نیت' قطعاً نہیں کہا جاتا[2] چوں کہ اس میں ب کو ہلاک کرنے کی خواہش نہیں پائی جاتی۔

(ب) اس نے اس امر کا احتمال نہ سمجھا ہو کہ گولی ب کے لگ جائے گی اُس کو آسٹن 'بے احتیاطی' کہتے ہیں۔

(ج) اس امر کا اس کو کوئی تصور ہی نہ ہوا ہو۔ آسٹن اس کو 'بے اعتنائی' سے تعبیر کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ دیکھیے آرسینی کا اقدام صفحہ ۴۹۰ کتاب ہذا۔ اور کامن ویلتھ بنام مسک (۱۸۷۷ء) صفحہ ۱۲۹ کتاب ہذا۔

[1] یا قتل انسان۔ بشرطیکہ الف نے اس شخص کو ایسا اشتعال دلایا ہو کہ اس کی بنا پر اس کا قتل، قتل انسان تصور ہوتا۔ (Rex. V. Gross (1913), 28 Cox 455.)

[2] صفحہ ۱۷۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(iii) قتل کرنے کی نیت ہو، لیکن کوئی خاص شخص اس غرض کے لیے پیش نظر نہ ہو۔ اس کو بڑی سہولت کے ساتھ 'عمومی کینہ' سے موسوم کر دیا گیا ہے۔ بلیکسٹن نے اس کی یہ مثال دی ہے کہ کوئی شخص یہ تہیہ کر لے کہ اب آیندہ جو پہلا شخص اس کو ملے گا وہ اس کو قتل کر دے گا اور اس طرح وہ اس کو ہلاک کر بھی دے[۱]۔ ملایا کے بعض باشندوں میں یہ صورت اکثر پیش آتی ہے اور آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ لوگ گانجا پی کر اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیتے ہیں، اور قتل کا بھوت اُن کے سر پر سوار ہو جاتا ہے اور وہ بے تحاشا دیوانہ وار قتل کرتے پھرتے ہیں۔

۱۸۹۰ء میں ایک شخص نے ایک جہاز پر جو بریمر ہیون سے روانہ ہونے والا تھا ایک پھٹ پڑنے والی مشین رکھ دی تاکہ جس سامان کا اُس نے بیمہ کرایا تھا اُس کا روپیہ اُس کو مل جائے۔ اس کی
155 مثال میں وہ مظالم بھی پیش کیے جا سکتے ہیں جو کوئنس لینڈ کے ابتدائی آباد ہونے والوں سے منسوب کیے جاتے ہیں ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ مردہ بھیڑوں یا آٹے کے ڈھیروں میں زہر شامل کر دیتے تھے اور اس کے بعد اُس کو جھاڑی میں رکھ دیتے تھے تاکہ نیم وحشی اُس کو کھا لیں[۲]۔

---

[۱] شرح بلیکسٹن جلد ۴ صفحہ ۲۰۰۔

[۲] (Trooper-Police of Australia) مصنفہ ہیڈن صفحہ ۳۰۴۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۳۹ء کو نیو ساؤتھ ویلس میں سات جدید آباد ہونے والے اشخاص کو اس بنا پر پھانسی دی گئی کہ اُنھوں نے تیس قدیم باشندوں کو بلا وجہ ہلاک کر دیا تھا۔ ان لوگوں کی جانب سے یہ حجت پیش کی گئی تھی کہ یہ فعل اتنا عام ہے کہ ہم کو یہ تصور بھی نہ تھا کہ یہ خلاف قانون ہوگا۔ اس سے (Christiana Edmunds) کے مقدمے کا مقابلہ کیجیے جو ۱۸۷۲ء میں ایک شیرینی فروش کی دکان کے لیے چاکلیٹ کریم مہیا کیا کرتا تھا اور اس میں سنکھیا (اسٹرکنن) ملا دیتا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱۷) محض ضرر پہنچانے کی نیت ہو۔ ہلاک کرنے کی نہ ہو، لیکن ایسے فعل کے ذریعے سے ضرر پہنچایا جائے جس میں ذاتی طور پر ہلاکت کا احتمال ہو۔ ایک قدیم مقدمے کے واقعات یہ تھے کہ ایک باغ کے نگران نے یہ دیکھ کر کہ ایک شریر لڑکا باغ کے درخت کی کچھ شاخیں کاٹ رہا ہے اُس کو اپنے گھوڑے کی دُم سے باندھ دیا اور اُس کی پشت پر مارنا شروع کیا گھوڑا بھڑک گیا اور بھاگ پڑا، لڑکا اس کے ساتھ گھسٹتا جاتا تھا، بالآخر لڑکے کے اتنی ضربات آئیں کہ وہ ہلاک ہو گیا[1]۔ باغ کا نگران قتل عمد کا مجرم قرار دیا گیا۔ ۱۸۸۵ء میں ایک اور مقدمہ عدالت سشن میں فیصل کیا گیا جس کے حالات اس مقدمے سے بہت زیادہ مماثل تھے، یعنی یہ کہ ایک گولی لڑکا گائے کا دودھ دوہ رہا تھا، اس موقع پر ایک کمسن لڑکے نے اُس کو ستانا شروع کیا، گولی لڑکے نے فارغ ہو کر اس لڑکے کو گائے کے ایک پچھلے پیر میں باندھ دیا۔ گائے بھڑکی اور بھاگی اور بھاگتے میں اُس لڑکے کا سر ایک ستون سے ٹکرا گیا اس مقدمے میں جوری نے ملزم کو صرف قتل انسان مستلزم سزا کا مجرم قرار دیا اور جج نے اُس کو منظور کیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مقدمہ پہلے مقدمے سے اس حد تک ضرور مختلف ہے کہ گائے چوں کہ گھوڑے کے مقابل میں کم ذکی الحس اور کم پھرتیلا جانور ہے، اس لیے اس موقع پر اتنے شدید ضرر کے پہنچنے کا اتنا زیادہ احتمال نہ تھا۔ اس بنا پر سابقہ مقدمے کی نسبت اس مقدمے میں نرم فیصلہ دیا گیا لیکن اس نرم فیصلے کا حقیقی سبب یہ ہے کہ عدالتوں کا عام رجحان یہ ہے کہ قتل عمد کے قدیم قانون کی سختی کو کم کر دیں۔

ہم بیان کر چکے ہیں[2] کہ والدین اور اُستاد جو قانوناً بچے کو

---

[1] (Rex. V. Halloway (1628), Cro. Car. 181 (K. S. S. 108)

[2] صفحہ ۱۴۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسمانی سزا دینے کے مجاز ہیں اگر کسی ایسے طریقے سے اُسے سزا دیں جس کے متعلق بادی النظری طور پر یہ احتمال ہو کہ اس سے بچہ ہلاک ہو جائے گا اور اس طرح اُس کو ہلاک کر دیں تو اُن کا یہ فعل خواہ کتنا ہی نادانستہ اور بلا ارادہ ہو، وہ لوگ قتل عمد کے مجرم ہوں گے چنانچہ سرکار بنام گرے (سنہ ۱۶۶۶ء) میں ایک لوہار نے اپنے ایک کار آموز کے سر پر ایک لوہے کی سلاخ مار دی تھی جس سے وہ ہلاک ہو گیا تھا۔ قرار دیا گیا کہ ایسے خطرناک آلے کا استعمال ایسا ہی ہے جیسے کہ وہ اُس کے جسم میں تلوار بھونک دیتا۔ اسی طرح ایک ماں جس نے سزا کے طور پر اپنے بچے کے جسم کو جوتوں سے کچلا تھا اور بچہ اُس کے صدمے سے ہلاک ہو گیا تھا، قتل عمد کی مجرم قرار دی گئی تھی۔[۲]

(۷) کسی ایسے فعل کے کرنے کی نیت کرنا جس میں فی نفسہ احتمال ہلاکت ہو گو اس سے کسی قسم کا ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ کسی شہر کے اندر کوئی مزدور مکان کی چھت پر سے کچھ سامان لاپروائی کے ساتھ بغیر دیکھے بھالے اور بغیر اطلاع دیے پھینکے تو اُس کی نیت اس فعل میں اسی نوعیت کی ہو گی۔[۳] اس پانچویں قسم کی نیت مجرمانہ میں بلیکسٹن کی بیان کردہ وہ مثال بھی شامل کی جا سکتی ہے جس میں ایک نااہل لڑکا اپنے بیمار باپ کو سردی کے موسم میں باہر لے گیا تھا اور اس طرح اس بوڑھے کی موت میں تعجیل کا باعث ہوا تھا۔[۴] (اسٹیفن کی شرح کی مسلسل تیرہ اشاعتوں میں نادانستہ طور پر لفظ 'بیمار' کے بجائے 'دولتمند' طبع ہوتا رہا، جس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ لڑکے نے

---

۱ Kelyng 64 (K. S. C. 105)

۲ (K. S. C. 105)

۳ صفحہ ۱۴۱ کتاب ہذا (Rex. V. Hull (1664), Kelyng 40 (K. S. C. 125)

۴ صفحہ ۱۴۷ کتاب ہذا (Y. B. 2. Ed .3.f. 18 Hil. pl. I (K. S. C. 92)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جان بوجھ کر باپ کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا تھا)۔

اس قسم کی نیتوں کو قتل عمد والے کینے کا مماثل قرار دینا غالباً بیجا ہوگا کیوں کہ موجودہ رائے عامہ خوشی کے ساتھ اس کو قبول نہیں کرتی اور وہ اس تعبیر کو زیادہ سخت تصور کرتی ہے۔ جوریاں یقینی طور پر اس تعبیر کو زیادہ سخت تصور کرتی ہیں۔ چنانچہ سنٹرل کریمنل کورٹ میں لیون سرنی کے مقدمے میں (۱۸۸۷ء) اس کا زیادہ شدت کے ساتھ اظہار ہوا[1]۔ اُس شخص نے اپنے مکان کو جسے وہ اصلی قیمت سے بہت زیادہ رقم پر بیمہ کرا چکا تھا آگ لگا دی۔ اس آگ میں اُس کے دو لڑکے ہلاک ہو گئے۔ اس کو اپنے بچوں سے محبت تھی اور اُس کی ہرگز یہ نیت نہ تھی کہ لڑکے ہلاک ہو جائیں۔ اس پر قتل عمد کا الزام قایم کیا گیا۔ لیکن وہ بری کر دیا گیا۔ اس برأت کی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ جوری کو 'معنوی کینہ' کا اُصول پسند نہیں آیا، چوں کہ دوسرے مہینے جب اس پر آتش زنی کا جرم قایم کیا گیا تو وہ مجرم قرار دے دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ آتش زنی کا مجرم تھا تو قانوناً اُس کے قتل عمد کا مجرم ہونے میں پھر کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ 157

(۱۷) کسی ایسے فعل کے ارتکاب کی نیت جو جرایم کبیرہ میں داخل ہو خواہ اُس کے ذریعے سے ہلاکت کا احتمال نہ ہو۔

قدیم ترین کتب میں اس اصول کو ہر فعل ناجایز کی حد تک وسعت دے دی گئی تھی۔ لیکن سر مائیکل فوسٹر نے ان کو جرایم کبیرہ تک محدود کیا ہے۔ ان کے وقت سے گو کہ اُس کو جرایم کبیرہ کی حد تک محدود رکھا گیا ہے لیکن اس کا اثر بہر طور وسیع ہو گیا ہے کیوں کہ بہت سے حملے اور دوسرے افعال قانون موضوعہ کے ذریعے سے جرایم کبیرہ میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ فوسٹر نے اس چھوٹے قاعدے کی یہ مثال

[1] (Reg. V. Serne and Goldfinch (1887), 16 Cox 311 (K. S. C. 106)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرغ پر بندوق چلائے اور اس سے اُس کی غرض یہ ہو کہ اُس کو چرا لے جائے، لیکن اتفاقاً کوئی انسان اس بندوق کا نشانہ بن جائے اور ہلاک ہو جائے تو فوسٹر کے خیال کے بموجب یہ ہلاکت قتل عمد قرار دی جائے گی۔ لیکن اگر اس شخص کی نیت محض مرغ کے مارنے کی ہوتی چرانے کی نہ ہوتی یا وہ مرغ نہ ہوتا بلکہ گوریا (خان چڑھی) ہوتی تو وہ قتل، قتل انسان مستلزم سزا قرار پاتا۔ کیوں کہ یہ فعل جرایم کبیرہ میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چور کسی شخص کی گھڑی چرانے کی نیت سے اس کو دھکا دے اور وہ شخص زمین پر گرے اور گرنے کی وجہ سے مر جائے۔ یا کوئی مرد کسی عورت سے زنا بالجبر کرنے کی غرض سے اُس پر حملہ کرے اور وہ عورت ضعیف القلب ہونے کی وجہ سے اسی کشمکش میں مر جائے تو فوسٹر کے کلیے کے بموجب اس قسم کے قتل، قتل عمد شمار کیے جائیں گے۔

اس کلیے کی سختی کی وجہ سے اس کی صحت میں شبہہ کیا جانے لگا۔ ۱۷۷۳ء ہی میں سرکار بنام لیڈ کے مقدمے میں ججوں کو اس امر کا تصفیہ کرنے میں تامل ہوا تھا کہ آیا زنا بالجبر کی وجہ سے، اگر جنین ہلاک ہو جائے تو اس کو قتل عمد قرار دیا جائے گا[1]۔ جسٹس اسٹیفن[2] اور ہڈلسٹن دونوں نے جوریوں کو ہدایت کی تھی کہ عدالت کراؤن کیسز رزرو ڈ، فوسٹر کے کلیے کو غالباً تسلیم نہ کرے گی۔ مجموعۂ تعزیرات کے ۱۸۸۰ء کے مسودے میں اس کو ترک کر دیا گیا تھا۔

---

[1] ظاہر ہے کہ ملزم قتل عمد کا مجرم ہوگا۔ دیکھیے مقدمۂ بیرڈ صفحہ ۵۸ اکتاب ہذا۔

[2] دیکھیے (Reg. V. Serne and goldfinch) اور (Reg. V. Horsey (1862) (8 F. and F. 287 (K.S. C. 109) اور کیمبرج لا جرنل نمبر ۱ صفحہ ۵۶ پر۔ اس مقدمے کی بابت جے۔ ڈبلو۔ سی ٹرنر کا تبصرہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اس ترک کے باوجود ایسے جرایم کبیرہ کی بابت جن میں فی نفسہ ہلاکت کا احتمال ہو، ہمارے بیان کردہ قاعدہ نمبر ۵ کے تحت کارروائی کی جا سکتی ہے لیکن ایسا جرم کبیر جس میں ہلاکت کا احتمال نہ ہو اور اس کے باوجود ہلاکت واقع ہو جائے تو اس ہلاکت کو، غیر ارادی قتل انسان، تصور کیا جائے گا۔[۱] اس کے برخلاف لارڈ الورسٹن چیف جسٹس[۲] نے کہا کہ ججوں کا تجربہ یہ بتلاتا ہے کہ جرایم کبیرہ کے ارتکاب کی کوشش میں اتنی ہلاکتیں واقع ہو جاتی ہیں کہ انسانی زندگی کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے اس کلیے میں (جو ایسے جرایم کو قتل عمد قرار دیتا ہے) نرمی پیدا کرنا مناسب نہیں ہے۔

چنانچہ بہت سے مقدمات میں جن میں مجرمانہ اسقاط حمل (جرم کبیر) کی وجہ سے موت واقع ہوئی، گو کہ یہ عمل عورت کی رضامندی سے، بغیر اس کے خلاف کسی قسم کا جبر استعمال کیے ہوئے و نیز ایسے طریقے سے کیا گیا کہ بظاہر اس کی جان کے لیے کوئی قابل لحاظ خطرہ بھی پیدا نہ ہوتا تھا، پھر بھی گزشتہ زمانے میں ججوں نے ان کو صاف قتل عمد کا واقعہ قرار دیا اور سزائے موت کا حکم دیا۔ لیکن اس کے کچھ زمانے بعد اس طرح کے احکام میں بادشاہ کی طرف سے عموماً تبدیلی کر دی جاتی تھی۔ علاوہ ازیں جوریاں صحنوی قتل عمد کی ان صورتوں میں سزا کا فیصلہ دینے میں پس و پیش کرتی تھیں۔ لہذا ججوں نے رفتہ رفتہ یہ کلیہ[۳] بنا لیا کہ ایسی صورتوں میں جوری محض

---

[۱] صفحہ ۱۳۵ کتاب ہذا۔

[۲] ۹ مارچ ۱۹۰۹ء کو لیورپول میں جوری بزرگ ہے۔

[۳] (Rex. V. Lumley (1912), 22 Cox 685; Reg. V. Whitmarsh (1898) (62 J. P. 711; cf 12 Cr. App. R. 15 and 16 Cr. App. R. 24)

بدقسمتی سے اس جدید کلیے کی بنا پر ماہر اسقاط حمل کرنے والا ایسے شخص کے مقابل میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قتل انسان کی رائے دے سکتی ہے۔ البتہ اگر اس کے نزدیک ایسے حالات ہوں جن میں ملزم ایک اوسط سمجھ بوجھ کے آدمی کی حیثیت سے یہ ضرور سوچ سکتا تھا (یا اس نے واقعاً ایسا سوچا ہو) کہ اُس کے عمل سے موت یا ضرر شدید پہنچنے کا احتمال ہے تو صرف اُس وقت وہ قتل عمد کی رائے دے سکتی ہے[1]

ڈائرکٹر آف پبلک پراسیکیوشنس بنام ہیرڈ (۱۹۲۰ء) میں شہادت سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ ملزم نے جرم زنا بالجبر کے ارتکاب یا اُس کے روبعمل لانے کے دوران میں اپنے کسی تشدد آمیز فعل کے ذریعے سے کسی بچے کو ہلاک کر دیا ہے۔ دار الامرا نے یہ نقطۂ نظر اختیار کیا کہ چوں کہ اس جرم کبیر کے ارتکاب
159 سے ہلاکت کا احتمال تھا اس لیے نہیں بلکہ (ایک سخت ترکلیہ) چوں کہ اس جرم کبیر میں جبر کا بھی دخل تھا اس لیے ملزم قتل عمد کا مرتکب قرار دیا گیا ہے[2]۔ لارڈ برکنہڈ نے کہا کہ "دار الامرا میں قانون کے اس نظریے میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور اس کی صحت میں کوئی شبہہ نہیں کیا جا سکتا۔ سرکار

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ جس نے پہلی مرتبہ اس ناجایز فعل کا ارتکاب کیا ہو بہتر حالت میں رہے گا۔ اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ دونوں میں ہنوز قدیم تر اور سخت تر اصول پر عمل کیا جاتا ہے۔

[1] لہٰذا یہ بہتر ہے کہ فرد جرم میں صراحت کے ساتھ قتل انسان کا الزام بھی شامل رکھا جائے تاکہ اگر قتل عمد کے الزام پر زور نہ دیا جائے تو اس سے بالکل قطع نظر کی جا سکے۔

[2] اس فیصلے کے تبصرے کے لیے ملاحظہ ہو جے۔ ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر کا مقالہ کیمبرج لا جرنل نمبر ۱ صفحہ ۵۳۔ وہ کہتے ہیں کہ "بجز نمبرات VI و VIII کے قتل عمد والے کینے کی جملہ دیگر اشکال اس سادہ سے کلیے کے تحت آتی ہیں کہ "ملزم پہلے سے جانتا تھا کہ اس کے طرز عمل سے کسی شخص کی جان جانے کا احتمال ہے"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بنام بٹس اور رڈلے (۱۹۳۰ء)[۵۱] میں سرقۂ بالجبر اور تشدد کی وجہ سے موت واقع ہوئی تھی۔ شہادتوں کا خلاصہ بیان کرتے وقت جوری سے کہا گیا کہ ان کو اولاً اس امر کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ آیا جو فعل کیا گیا ہے وہ ایسا تھا کہ ایک اوسط سمجھ بوجھ کا آدمی یہ سمجھ سکتا تھا کہ اس سے موت واقع ہو جائے گی۔ کورٹ آف کریمنل اپیل نے اس کے متعلق یہ تبصرہ کیا کہ یہ "قانون کی بہت زیادہ نرم تعریف و توضیح ہے"۔

(vii) بعض افعال میں ہلاکت کا احتمال نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود اگر ان کی وجہ سے کوئی ہلاکت واقع ہو جاتی ہے تو اس ہلاکت کو ایسے کیے کا نتیجہ قرار دے لیا جاتا ہے جس سے وہ قتل، قتل عمد میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض ایسے افعال ہیں جو اگرچہ جرایم کبیرہ میں بھی داخل نہیں ہیں لیکن ان کو اسی نوعیت کی نیت میں شامل کر لیا گیا ہے — یعنی یہ کہ اگر کوئی عہدہ دار عدالتی کسی ملزم کو گرفتار یا قید کر رہا ہو اور کوئی شخص جان بوجھ کر جبر کے ساتھ اس عہدہ دار کے کار منصبی میں مانع ہو اور اس شخص کے اس عمل کی وجہ سے ہلاکت واقع ہو جائے تو اس ہلاکت کو بھی قتل عمد سے تعبیر کیا جائے گا۔[۵۲] سر جیمس اسٹیفن کا مثلاً یہ خیال ہے کہ اگر مخالفت اور مقابلے میں اس سے زیادہ تشدد کا استعمال نہ بھی ہو کہ کوئی شخص اس عہدہ دار کو محض اڑنگا مار کر گرا دے اور وہ عہدہ دار گرنے کی وجہ سے اتفاقی طور پر مر جائے تو اس کا شمار قتل عمد میں کیا جائے گا۔[۵۳] لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے محض پرانے مصنفین کے غیر معین اور مبہم الفاظ سے اتنے سخت اصول کا استخراج کیا ہے۔ وہ تمام مقدمات جن میں

---

۵۱ (144L.T. 526; 22 Cr. App. R. 148, 153 (K. S. C. 554)

۵۲ دیکھیے صفحہ ۲۷۵ کتاب ہذا۔

۵۳ Digest of Criminal Law, 7th ed Art 315.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عہدہ دار مارے گئے ہیں ان میں وہ امور جو واقعی طور پر موجب ہلاکت ہوئے ہیں فی نفسہٖ خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب کہ موجودہ رجحان طبع یہ ہو کہ قتل عمد کے معاملے میں معنوی کینے کے جو مسلمہ قواعد ہیں اُن کو بھی تنگ اور محدود کر دیا جائے تو یہ امر بہت مشتبہ معلوم ہوتا ہے کہ کورٹ آف کریمنل اپیل ایسے اُصول کی جو پورے طور پر معینہ اور طے شدہ نہیں ہے تائید کرے گا۔ لیکن آئرلینڈ کی اسی حیثیت اور درجے کی عدالت نے اس اصول کی تائید میں فیصلہ صادر کیا ہے
160 (اسٹیٹ بنام ایم مولن ۱۹۲۵ء) اور لکھا ہے کہ اگر کسی فراری مجرم نے تعاقب کرنے والے عہدہ دار پر گولی چلائی ہو اور اس کا یہ منشا بھی نہ ہو کہ گولی اُس کے لگ جائے تب بھی وہ قتل عمد کا مجرم قرار دیا جائے گا۔[1]

قتل عمد والے کینے، کی ان مختلف نوعیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ 'کینہ' اُس 'کینے' سے بہت زیادہ وسیع ہے جو عام طور پر 'عداوت' کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، لیکن اس 'کینے' سے جو قانونی اصطلاحی مفہوم میں یہ معنی 'نیت مجرمانہ' استعمال ہوتا ہے بہت محدود اور تنگ ہے ۱۹۳۵ء تک قتل عمد والے کینے کے بار ثبوت کے متعلق بڑی دشواری تھی۔ سر مائکل فوسٹر[2] نے لکھا ہے کہ 'قتل عمد کے مقدمے میں اگر واقعۂ قتل اولاً ثابت ہو جائے تو بجز اس کے کہ جو شہادت اس کے خلاف پیش کی گئی ہو اس سے یہ امور ظاہر ہوتے ہوں، سوئے اتفاق، ضروریات یا فتور عقل کے جملہ واقعات پورے طور پر ملزم کو ثابت کرنا چاہئیں تاوقتیکہ اس کے خلاف ظاہر نہ ہوتا ہو قانون یہ قیاس کرے گا کہ وہ عمل

---

[1] اس مقدمے کے فیصلے پر ٹرنر کی تنقید کیمبرج لاجرنل نمبر ا صفحہ ۵۴ پر دیکھیے۔

[2] (Crown Law) ایڈیشن ۱۷۶۲ء صفحہ ۲۵۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کینے کی بنا پر کیا گیا۔ ۱۹۳۵ء میں ایک شخص ول سگٹن اپنی بیوی کو گولی مار کر ہلاک کرنے کے الزام میں ماخوذ ہوا اور قتل عمد کا مجرم قرار دیا گیا۔ ملزم کے حق میں سزائے موت کا حکم صادر ہوا اس کی صفائی یہ تھی کہ بندوق اتفاق سے چل گئی۔ اور جج نے جوری کو یہ ہدایت کی تھی کہ اگر شہادت اثبات جرم سے ایک مرتبہ یہ ثابت ہو جائے کہ ملزم کے عمل سے ہلاکت واقع ہوئی ہے تو تاوقتیکہ وہ اس کے خلاف ثابت نہ کرے قیاس یہی ہوگا کہ وہ قتل عمد کا مرتکب ہوا ہے۔ کورٹ آف کریمنل اپیل نے سزا بحال رکھی[۱] لیکن جب دارالامرا میں مرافعہ کیا گیا تو حکم سزا منسوخ کر دیا گیا[۲]۔ لارڈ چانسلر نے اس امر پر زور دیا کہ دوسرے جرائم کی طرح قتل عمد میں بھی انگلستان کے کامن لا کا یہ اصول ہے کہ یہ فرض مستغیث کا ہے کہ وہ ملزم کے جرم کو ثابت کرے۔ اس اصول کے نظرانداز کرنے کی کوشش کرنا صحیح نہیں ہے۔ بجز اُن صورتوں کے جب کہ فتور عقل کی صفائی پیش کی گئی ہو یا کسی قانونی استثنیٰ کا ادعا کیا گیا ہو[۳] اور کسی صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قتل عمد کے مقدمے کی کسی نوبت پر اپنی بے گناہی ثابت کرنے کا بار ملزم پر عاید ہو جاتا ہے۔ بپابندی اُن چیزوں کے جو فتور عقل کی صفائی کے متعلق کہی گئی ہیں اور بپابندی استثنائے قانونی
161 "انگریزی قانون فوجداری کے پورے جال میں ایک سنہری تاگا ہمیشہ دکھائی دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ فرض مستغیث کا ہے کہ وہ ملزم کے جرم کو ثابت کرے[۴]۔" اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ملزم کے کسی ارادتہ عمل سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا ہے اور اس کے سوا مقدمے میں کسی بات کا

---

۱ (Woolmington V.D.p.p.(1935),25 Cr. App. R. 72, 75 (K.S.C. 559).

۲ وہی مقدمہ (83 (1935) A.C. 462).

۳ دیکھیے صفحات ۴۷۰ و ۶۰ کتاب ہذا۔

۴ (25 Cr. App. R. 95.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پتا نہ چلتا ہو تو یہ ایسی شہادت ہو گی کہ جس کی بنا پر جوری اس کو قتل عمد کا مجرم قرار دے سکے گی لیکن مجرم قرار دینا لازمی نہیں۔ ملزم کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے ارتکاب جرم کے متعلق ایک شبہہ پیدا کر دے، اس پر یہ لازم نہیں ہے کہ جوری کو اپنی بے گناہی کے متعلق اطمینان دلائے[1]۔ سرکار پر یہ لازم ہے (الف) کہ وہ یہ ثابت کرے کہ ملزم کے کسی دانستہ عمل سے موت واقع ہوئی ہے اور (ب) ملزم نے وہ عمل کینے سے کیا ہے۔ کینے کا وجود صریحی یا معنوی حیثیت سے ثابت کیا جا سکتا ہے، چوں کہ جب ملزم کے کسی ایسے دانستہ عمل سے موت واقع ہو جو (۱) ارادی (۲) غیر اشتعالی ہو تو معنوی کینے کا وجود تسلیم کیا جائے گا۔ جب موت اور کینے کی شہادت پیش کی جا چکے (یہ چیز جوری کے طے کرنے کی ہے) تو ملزم کو یہ حق ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اس کا وہ فعل جو موجب ہلاکت ہوا تھا وہ یا تو غیر ارادی تھا یا بحالت اشتعال طبع اس سے سرزد ہوا تھا۔ اگر جوری کو اس بات پر اطمینان ہو جائے کہ اس کی یہ توجیہ صحیح ہے یا یہ کہ پوری شہادت پر غور کرنے کے بعد اس کو معقول طور پر یہ شبہہ باقی رہے کہ (اگر اس کی توجیہ قبول نہ بھی کی جائے تو) آیا حقیقۃً اس کا وہ عمل غیر ارادی تھا یا بحالت اشتعال طبع اس سے سرزد ہوا تھا تو ملزم مستحق برأت ہے[2]۔

اس کینے کے متعلق جو مجرمین کے ایک گروہ کے متعدد ارکین سے منسوب کیا جاتا ہے حالاں کہ ان میں سے ایک شخص قتل کا ارتکاب کرتا ہے، قاعدہ یہ ہے کہ اگر چند اشخاص ایک مشترکہ نیت کی پیش رفت میں کوئی عمل کریں تو ہر اس عمل کے متعلق جو ان میں سے کوئی شخص اس نیت کو بروئے کار لانے کے لیے کرے گا، قانون یہ تصور کرے گا کہ ان میں سے

---

[1] دیکھیے صفحہ ۴۰۲ کتاب ہذا۔

[2] (25 Cr. App. R. 95—96)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہر شخص نے اس کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ اگر کچھ اشخاص کسی آدمی پر گھات لگانے اور اُس کو لوٹ لینے کے لیے آپس میں سازش کریں اور سب مہلک اسلحہ سے مسلح ہو کر اس غرض کے لیے جمع ہوں، اور ان میں سے کوئی ایک شخص اُس کو مار ڈالے تو اُس گروہ کا ہر شخص قتل عمد کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ لیکن اگر ان لوگوں نے آپس میں محض یہ طے کیا ہو اُس کو صرف دھمکایا جائے اور اس کے باوجود ان میں سے ایک شخص خلاف امید اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کے گولی مار دے تو اس طرح کے قتل عمد کا اثر صرف واقعی قاتل کی ذات تک ہی محدود رہے گا، جو فعل کیا گیا ہو اُس کو مشترکہ منصوبے سے مربوط ہونا چاہیے، اگر کلیۃً یا اپنی نوعیت کے اعتبار سے اُس سے مختلف ہو تو کافی نہیں ہے[1]

162

(۶) ایک سال اور ایک دن "دن" کا اضافہ اس میں محض یہ ظاہر کرنے کی غرض سے کیا گیا تھا کہ ضرر کے پہنچنے کے بعد کا تین سو پینسٹھواں ۳۶۵ دن شمار کیا جائے۔ اس کی وضاحت کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ پرانے زمانے میں ایک کلیہ یہ تھا (جو اب متروک ہو گیا ہے) کہ قانون فوجداری میں مدت (ملزم کے فایدے کے لیے) اسی دن سے شمار ہونے لگتی ہے جس دن فعل کا ارتکاب ہوا ہو[2]

---

[1] (Reg. V. Macklin (1838), 2 Lew. 225 (K.S.C. 100)

اس مقدمے میں نیت مشترکہ ڈرانے کی تھی حملہ کرنے کی نہ تھی۔ اس سے

(Rex. V. Betts and Ridley (1930), 22 Cr. App. R. 148)

اور (144. L. T. 526 (K.S.C. 554) کا مقابلہ کیجیے۔ ان مقدمات میں ملزمین نے مشترکہ طور پر سرقہ بالجبر کی نیت کی تھی اور کسی حد تک جبر کے استعمال کا ارادہ کیا تھا۔ دیگر (Rex. V. Short (1932), 23 Cr. App. R. 170.) سے بھی مقابلہ کیجیے اور صفحہ ۹۹ کتاب ہذا بھی ملاحظہ کیجیے۔

[2] (Hob. 139) لیکن اب (Radcliffe. V. Bartholomew) (1892) 1 Q. B. 161) دیکھیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قرون وسطیٰ میں علم طب کے ناقص ہونے کی وجہ سے یہ عاقلانہ اصول قرار دے لیا گیا تھا کہ جب تک اس ضرر کے پہنچنے کے بعد جو ہلاکت کا سبب ہو ایک محدود مدت کے اندر موت واقع نہ ہو جائے، قتل کا الزام باقی نہیں رہ سکتا۔ ہالینڈ میں نہایت قلیل زمانہ یعنی چھ ہفتے کی مدت قرار دی گئی تھی لیکن جنوبی افریقہ کے موجودہ رومن ڈچ قانون میں عدالتی طب کی جدید ترقی یافتہ حالت پر نظر کرتے ہوئے کوئی میعاد مقرر نہیں کی گئی۔ قانون اسکاٹ لینڈ اور تعزیرات ہند میں بھی کوئی میعاد نہیں لیکن انگلستان میں کامن لا کے کلیے پر اب تک عمل جاری ہے اور اس کا قتل انسان کی صورت میں بھی اطلاق ہوتا ہے (سرکار بنام ڈائسن ۱۹۰۸ء، ۲ کنگس بنچ ۴۵۴)۔

قتل عمد کی سزا موت ہے[1]۔ لیکن ۱۸۲۸ء تک قتل عمد کی جن صورتوں پر بغاوت خفی ('Petty treason') کا اطلاق ہوتا تھا (مثلاً یہ کہ کوئی شخص اپنی بیوی یا ملازم کے ہاتھوں
163 مارا جاتا۔ کوئی بشپ اپنے پادریوں کے ہاتھ سے قتل ہوتا) تو اس کی سزا میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ قاتل اگر مرد ہوتا تو بجائے اس کے کہ گاڑی پر پھانسی گھر پہنچایا جائے اس کو ٹٹی پر رکھ کر گھسیٹا جاتا تھا اور عورت ہونے کی صورت میں اس کو پھانسی نہ دی جاتی تھی بلکہ جلا دیا جاتا تھا جیسا کہ ۱۷۲۶ء میں کیتھرائن ہیز کے مقدمے میں ہوا اس مقدمے سے تھیکرے کی تصنیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب واقف ہیں۔ قانون ۳۱ اور ۳۲ وکٹوریہ دفعہ ۲ کے ذریعے سے یہ منظور کیا گیا کہ قتل عمد کی بابت جو پھانسی دی جائے، وہ محبس کی چہار دیواری کے اندر ہونی چاہیے اور اس موقع پر صرف وہ لوگ جن کو شیرف (مجسٹریٹ ضلع) اجازت دے موجود رہ سکتے ہیں۔

[1] بجز ایسے قاتلوں کے جن کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہو۔ ایسے اشخاص کو بجائے سزائے موت دینے کے تاحکم ثانی روک رکھا جاتا ہے۔ دیکھیے صفحات ۵۷۰ و ۵۷۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ملحوظ رہے کہ قتل عمد کے علاوہ تین جرایم جو اب بھی سزائے موت کے مستوجب ہیں اس حکم کے تحت نہیں آتے (یعنی بغاوت[1]، قزاقی جس کے ساتھ کوئی ایسا فعل شامل ہو جس میں جان کا خطرہ ہو[2] اور بحری سامان کے شاہی گودام یا جنگی جہاز میں آتش زنی[3]) لیکن اس کے باوجود بغاوت کے الزام میں راجر کیسمنٹ کو ۳ اگست ۱۸۱۷ء مجلس کی چہار دیواری کے اندر پھانسی دی گئی۔

قتل عمد چوں کہ نہایت سنگین جرم ہے اس لیے مجلس وضع قوانین نے اس کی محض ابتدائی تقریبات پر بھی سخت سزائیں عاید کر دی ہیں۔ چنانچہ قتل کی سازش میں، گو کہ اس کا شمار ہنوز جرایم صغیرہ میں ہے، قانون موضوعہ کے ذریعے سے دس سال کے لیے عوارض تعزیری عاید کرنے کی سزا مقرر ہے۔ حالاں کہ بہت سے جرایم کبیرہ ایسے ہیں جن کی انتہائی سزا اتنی نہیں ہے اور ارتکاب قتل عمد کے تمام اقدامات کو قانون موضوعہ[4] کے ذریعے سے جرم کبیر قرار دے دیا گیا ہے اور ان کی پاداش میں تاحیات عوارض تعزیری عاید کیے جاتے ہیں۔ خط کے ذریعے سے قتل[5] یا جایداد کے تلف کرنے کی دھمکی دینا بھی جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر دس سال کے لیے عوارض تعزیری عاید رہنے کی سزا دی جا سکتی ہے[6]۔

---

[1] بغاوت خفی منسوخ کر دی گئی ہے۔

[2] (7 Will. 4 and 1 Vict. C. 88.)۔

[3] (12 Geo 3, C. 24, S.1; 7 and 8 Geo. 4, C. 28, ss. 6, 7.)۔

[4] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۴۔

[5] قانون بالا دفعات ۱۱-۱۵۔

[6] قانون بالا دفعہ ۶

[7] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۹۴ دفعہ ۵۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس موضوع کے ختم کرنے سے پہلے یہ اور ملحوظ رہے کہ قتل عمد کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اس عام قانونی کلیے سے مستثنیٰ ہے کہ فوجداری مقدمات میں اختیار سماعت اپنے حدود ارضی تک محدود ہوتا ہے[1]۔ ہر مملکت ان تمام جرایم کے متعلق مواخذہ کرتی اور سزا دیتی ہے جن کا ارتکاب اُس کے حدود ارضی میں (یا اُس کے جہاز پر) ہوا ہو، مرتکب خواہ اس سلطنت کا باشندہ ہو یا غیر ملکی ہو۔ کوئی ملک عموماً ایسے جرایم سے تعرض نہیں کرتا 164
جن کا کہیں اور ارتکاب کیا گیا ہو، خواہ مرتکب خود اسی مملکت کا باشندہ ہو۔ لیکن انگریزی قانون میں ہنری ہشتم کے وقت سے قتل کے جرم کا قانون موضوعہ کے ذریعے سے اس کلیے سے استثنیٰ کیا گیا۔ اس وقت قانون جرایم خلاف ذات (Offences against the Person Act, 1861.) نافذ ہے اس کی رو سے مملکت متحدہ کے ہر حصے کی عدالتیں برطانوی رعایا پر ایسے قتل عمد یا قتل انسان کی بابت مقدمہ چلا سکتی ہیں، جس کا اُس نے مملکت متحدہ سے باہر مقبوضات برطانیہ کے اندر یا باہر کہیں بھی خشکی میں ارتکاب کیا ہو۔ یہ اختیار بہرحال ایسے قتل کے متعلق جو کسی غیر ملک کے جہاز پر ہوا ہو حاصل نہ ہوگا۔ اس معاملے میں مقتول کے برطانوی رعایا ہونے یا نہ ہونے کو کوئی دخل نہ ہوگا (اس موقع پر یہ کہہ دینا بھی موجب سہولت ہوگا کہ برطانوی رعایا اگر کسی ملک غیر میں بھی ازدواج مکرر کے جرم کا ارتکاب کرے تو اسی قانون کی دفعہ ۵۷ کے تحت مملکت متحدہ میں اس کی بابت مواخذہ کیا جا سکے گا)۔

حقوق جایداد پر مجرمانہ قتل کی جہت سے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں ان کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قتل عمد اور قتل انسان دونوں صورتوں میں

[1] صفحہ ۴۸۷ کتاب ہذا (Macleod V. Att. Gen. of N.S. W.,(1891) A.C. 455)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قاتل، مقتول کی وصیت کے جملہ فوایدسے محروم ہو جاتا ہے[1] بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مقتول کے وصیت نہ کرنے کی حالت میں قاتل محروم نہ ہوگا، کیوں کہ تقسیم ورثہ کے قانون کی نوعیت حکم کی ہے[2] لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے[3]۔ ایک قاتل کی طرف سے مقتول کی جان کا بیمہ، جب کہ اُس کے یہ مدنظر ہو کہ وہ اُس کو ہلاک کر دے گا، بر بنائے فریب باطل ہے[4]۔

---

[1] (Re Crippen, (1911) P. 108; Re Hall, (1914) P.1.) لیکن اُس وقت نہیں جبکہ قاتل مجنون ہو (In re Pitts (1931) 1Ch.546)

[2] (In re Honghton, (1915) 2 Ch. 178)

[3] (In re Pitts (1931) 1 Ch. 546; Re Sigsworth (1934), 152 L.T. 328.)

[4] (25 Beav 605.) خودکشی کرنے کی صورت میں بیمے کی پالیسی پر کیا اثر پڑے گا، اس کے لیے دیکھیے (Bresford V. Royal Insurance Co. Ltd; (1936) 2 All E.R. 1052.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

165

باب ۱۰

جسم انسان کے خلاف جرایم جو موجب ہلاکت نہ ہوں

اس قسم کے جرایم دو مختلف نوعیتوں کے ہوتے ہیں صنفی اور غیر صنفی۔ صنفی جرایم نفسانی شہوت، اور غیر صنفی غصے کی وجہ سے معرض ظہور میں آتے ہیں۔

پہلی قسم کے جرایم کے متعلق اس کتاب کی اغراض کے لحاظ سے نہایت مختصر سا تذکرہ کافی ہوگا۔ قرون وسطیٰ میں انگریزی قانون نے دونوں صنفوں کے آپس کے تعلقات کے متعلق عیسائیت کی بلند اخلاقی تعلیمات کو از سر تا پا اختیار کر لیا تھا۔ کامن لا کے مسلّمہ اُصول معاہدہ میں بھی جہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون کون سے معاملات اس حد تک خلاف اخلاق ہیں کہ عدالتوں کو ان کا نفاذ نہ کرانا چاہیے، ان تعلیمات پر پورا پورا عمل کیا گیا ہے[1]

[1] قانون معاہدہ ایڈیشن ۱۰ باب مرتبۂ این سن۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہی تعلیمات سزاؤں کے تدارکات کے ذریعے سے مذہبی عدالتوں میں نافذ کی جاتی تھیں۔ مذہبی عدالتوں کا اختیار سماعت گو کہ عملاً عرصے سے متروک ہو چکا ہے لیکن باضابطہ طریقے پر کبھی موقوف نہیں کیا گیا[1]۔ کامن لا میں ویسے جامع امتناعات موجود نہ تھے اس کے فوجداری کلیوں کے ذریعے سے صرف اُن کھلی بدچلنیوں کے خلاف چارۂ کار اختیار کیا جا سکتا تھا جو یا تو اپنی مخصوص غیر معمولی نوعیت[2] کی بنا پر یا اس جبر و تشدد کی وجہ سے جس کے ساتھ ان کا ارتکاب عمل میں آتا تھا بدنما ہو جاتے تھے۔ مذکورہ بدنما صورتوں میں مجلس وضع قوانین نے بعد میں یہ اضافہ کر دیا کہ عورت کم سن[3] اور اس مرد کا قریبی خونی رشتہ[4] دار نہ ہونا چاہیے، چنانچہ اگر جانبین کی رضامندی سے مرد و زن کے درمیان ناجایز تعلقات قایم ہوں (خواہ تعلقات کسبیوں کے ساتھ ہوں یا زنائے محصنہ کی شکل میں ہوں) تو اس کی بنا پر کوئی فوجداری ذمہ داری عاید نہیں ہوتی۔ فوجداری قانون کا دایرۂ اثر اس زمانے میں بہت محدود کر دیا گیا چنانچہ اس زمانے میں مذہبی عدالتوں کی سزائیں ترک کر دی گئی ہیں۔ ان کے دائرۂ اثر کو محدود رکھنے کے وجوہ قبل ازیں بیان کیے جا چکے ہیں[5]۔

166

---

[1] (Digest of Criminal Law) ساتواں ایڈیشن فصل ۲۴۵ مرتبۂ اسٹیفن (History of Criminal Law) صفحات ۳۹۶-۴۲۹۔ اس کے علاوہ (Phillimore V. Machon (1876), 1 P.D. 481.) میں جو اسناد پیش کی گئی ہیں وہ بھی ملاحظہ کیجیے۔

[2] (Digest of Criminal Law) ساتواں ایڈیشن باب ۱۸۔

[3] Digest of Criminal Law.) باب ۲۹۔

[4] (قانون بابت سزائے مباشرت با محرمات (Punishment of Incest Act, 1908, 8 Edw. 7, C. 45)

[5] صفحہ ۳۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس سے اس امر کی معقولیت پر پوری طرح روشنی پڑ چکی ہے۔ اور اس سلسلے میں وہ مضرت رساں افعال جن کا فوجداری تدارکات کے ذریعے سے انسداد زیادہ قرین عقل ہے ان افعال سے علیحدہ کر لیے گئے ہیں جن کو رائے عامہ اور مذہب کے ذریعے سے روکنا زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔

اس نوعیت کے جرایم کے تذکرے کے بعد اب ہم ان جرایم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا تعلق صنفی تعلقات سے نہیں ہے اور جن پر زیادہ تفصیلی بحث کی ضرورت ہے۔ اُن کی بہت آسانی کے ساتھ دو قسمیں کی جا سکتی ہیں: یعنی اولاً وہ جرایم جو بعد ارتکاب ضرر رسیدہ کے جسم پر اپنے آثار یعنی واقعی زخم یا چوٹ چھوڑتے ہیں؛ ثانیاً وہ جرایم جن کے آثار جسم پر پیدا نہیں ہوتے۔

(الف)۔ وہ جرایم جن سے واقعی جسمانی ضرر پہنچتا ہے۔[1]

جرایم کی اس شدید قسم کے متعلق موجودہ قانون کلیتہً موضوعہ ہے۔ زخمی کرنے اور کسی عضو کے بیکار کرنے پر ابتدائی زمانے میں ضرر رسیدہ "جرم کبیر کا چارۂ کار" اختیار کرنے کا مستحق ہوتا تھا[2] اور اگر وہ اس میں کامیاب ہو جاتا تھا تو مجرم کا کوئی عضو قطع کیا جاتا تھا یا سزائے موت دی جاتی تھی۔ لیکن ان کارروائیوں میں بہت شاذ ہی کامیابی ہوتی تھی کیوں کہ عام طور پر کسی اصطلاحی بے ضابطگی کی بنا پر ان کو خارج کر دیا جاتا تھا۔ اور اگر فریق ثانی کسی دوسری عدالت کے روبرو پیش کیا جاتا تھا تو اس کو جرم صغیر کی سزا یعنی قید یا جرمانے سے زیادہ

---

[1] (History of Criminal Law) باب سوم صفحات ۱۰۸ - ۱۲۰ مرتبہ اسٹیفن اور (Digest of Criminal Law) ساتواں ایڈیشن فصول ۳۳۰ - ۳۴۶۔

[2] صفحہ ۲۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سزا نہ دی جاتی تھی۔ اس بنا پر زخم رسانی کی کارروائیاں تو متروک ہو گئیں لیکن اگر فریق متضرر مجرم کو خالی حملے کے جرم میں ماخوذ نہ کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لیے ایک اور صورت موجود تھی یعنی یہ کہ وہ "مداخلت بیجا کے دعوے" کی شکل میں دیوانی چارۂ کار اختیار کر کے رقمی ہرجہ وصول کر لیں۔ لیکن بعد میں متعدد قوانین وضع ہوئے اور اس قسم کے جرایم کی نسبۃً زیادہ معقول سزا مقرر ہو گئی۔ بہرحال اس ضمن میں موجودہ قانون، جیسا کہ مسٹر جسٹس رائٹ نے کہا ہے، خصوصیت کے ساتھ بے ربط اور غیر مرتب ہے[۱]۔ اس قانون کا زیادہ حصہ ۱۸۶۱ء کے ایکٹ میں موجود ہے۔ اس ایکٹ میں اُن جرایم کے متعلق جو جسم انسان پر موثر ہیں جتنے قوانین قبل میں وضع ہو چکے تھے اُن سب کو یک جا کیا گیا اور سنگین جرایم کو جرایم کبیرہ اور دوسروں کو جرایم صغیرہ قرار دیا گیا۔ ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک کے ہم بعض نمونے پیش کرتے ہیں۔ 167

۱۔ جرایم کبیرہ۔

(الف) کسی شخص کو ناجایز طور پر کینے سے زخمی کرنا یا کوئی شدید جسمانی ضرر پہنچانا یا اس کے کسی عضو کو معدوم کرنے، چہرے کو بدشکل بنانے یا اس کو معطل کرنے یا کوئی اور شدید جسمانی ضرر پہنچانے یا گرفتاری میں مانع ہونے کی نیت سے گولی مارنا (یا گولی مارنے کا اقدام بھی کرنا) جرم کبیر ہے اور اس کے لیے تاحیات عوارض تعزیری عاید رہنے کی سزا دی جا سکتی ہے[۲]۔

---

[۱] پولک اور میٹ لینڈ (Pollock and Maitland) باب ۲ صفحہ ۴۸۷۔

[۲] مسودۂ قانون مجموعۂ تعزیرات برائے جمیکا صفحہ ۱۰۶۔

[۳] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۱۸۔ ملزم یا کسی اور شخص کی جایز گرفتاری میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو جملے اس موقع پر استعمال ہوئے ہیں اُن میں سے بعض اتنے اصطلاحی ہیں کہ اُن کی توضیح کی ضرورت ہے۔ چنانچہ زخم کا اطلاق ہونے کے لیے جلد کے سلسلے کا منقطع ہونا ضروری ہے یعنی یہ کہ دونوں[1] جلدیں، پوست (Cutis Vera) و نیز کھال (epidermis) قطع ہونا چاہییں چنانچہ موخر الذکر جلد میں اگر محض کھرونچہ پیدا ہو جائے تو وہ زخم نہ سمجھا جائے گا۔ اور اگر ہڈیاں ٹوٹ جائیں اور جلد منقطع نہ ہو
168 تب بھی 'زخم' کا اطلاق نہ ہو سکے گا۔ جسمانی اتصال کے بغیر بھی ضرر پہنچایا جا سکتا ہے چنانچہ اگر ب، الف کو حملہ کرنے کی دھمکی دے اور الف، ب کے حملے سے بچنے کے لیے ایک کھڑکی سے کود پڑے اور اس میں اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو ب اس ضرر رسانی کی بابت ماخوذ ہو گا[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ خارج یا مانع ہونے کی نیت سے گولی بارود والے ہتھیار یا اُس کی نقل کا استعمال کرنا یا استعمال کرنے کا اقدام کرنا جرم کبیر ہے اور اُس کی پاداش میں چودہ سال کی سزا دی جا سکتی ہے اور اسی کے ساتھ جس جرم کی بابت گرفتاری کو روکا گیا ہو اُس کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ چند معینہ جرایم کے ارتکاب کے وقت ممنوعہ آلات کا قبضے میں رکھنا اُن کے قابض کو سات سال کی سزا کا مستوجب بنا دیتا ہے اور مزید براں اس جرم کی سزا بھی دی جا سکتی ہے بجز اس کے کہ ملزم یہ ثابت کرے کہ وہ آلات کسی جایز غرض کے لیے اُس کے قبضے میں تھے۔ (Firearms and Imitation Firearms (Criminal use) Act 1933, 23 and 24 Geo 5 C. 50.)

[1] سابق کے جراح تین جلدیں تصور کرتے تھے۔ اندرونی جلد جیسی منہ کے اندر ہوتی ہے کافی ہے۔

[2] لہٰذا کوئی ضرر اس وقت تک زخم نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ اُس میں سے خون نہ نکلے۔ چنانچہ اگر جسم کا کوئی حصہ جل جائے تو اُس کو زخم نہ تصور کیا جائے گا اور نہ ایسی حالت میں زخم خیال کیا جائے گا جب ٹھوکر مارنے کی وجہ سے اندرونی طور پر خون نکل کر رہ جائے، جلد منقطع نہ ہو۔ (C.C.C. Sess. Pap. L IX, 393.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسمانی ضرر جب تندرستی یا راحت میں شدت کے ساتھ خلل انداز ہو تو وہ 'شدید' کہلاتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے اثرات خطرناک یا مستقل ہوں[1]۔ اس مبہم سوال کو طے کرنا جوری کے ذمے ہے کہ آیا کسی خاص مقدمے میں جو ضرر پہنچا تھا وہ اتنا زیادہ تھا کہ اُس کو ضرر شدید تصور کیا جائے۔

'عضو کا بیکار کرنا' اُس وقت کہا جائے گا جب کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے جسم کے کسی حصے کو اتنا ضرر پہنچائے کہ اس کے اندر لڑائی میں اپنے بچاؤ کی یا اپنے مقابل کو زچ کرنے کی قابلیت کم ہو جائے۔

قانون موضوعہ نے کسی شخص پر گولی چلانے کے جس 'اقدام' کے لیے سزا مقرر کی ہے اُس کا اس وقت تک اطلاق نہیں ہوتا جب تک کہ واقعی طور پر کوئی بالکل ہی قریبی عمل اس سے ظہور میں نہ آئے جیسے مثلاً بندوق کا گھوڑا گرانا۔ چنانچہ کسی شخص پر بھرا ہوا پستول چھتیانا (گو کہ حملے کی حد تک ضرور پہنچتا ہے) اقدام نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن گھوڑا گرا دینا، اس وقت بھی جب کہ بندوق کارتوس کی خرابی کی وجہ سے نہ چل سکے (یا محض بندوق کے گھوڑے پر اس کو گرانے کی نیت سے انگلی رکھنا ایسی صورت میں بھی کہ واقعی طور پر گھوڑا گرانے سے پہلے خارج سے کوئی مانع پیدا ہو جائے) از روئے قانون 'اقدام' کے اطلاق کے لیے کافی ہے[2]۔

اس جرم کے ثابت کرنے کے لیے منجانب سرکار

---

[1] صرف اس قدر کہ "شانہ بہت زیادہ کچل گیا تھا" ناکافی قرار دیا گیا۔ (C.C.C Sess. Pap. LXXXI, 440.)

"جسم کے کسی حصے پر گولی کا کوئی نشان" ہونا، خواہ انگلی پر ہی کیوں نہ ہو کافی ہے (جسٹس ایوری)۔ Reg. V. Duckworth, (1892) 2 Q.B. 83;

[2]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نیت کا ثابت کرنا لازمی ہے، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ خود فعل سے نیت کا کافی ثبوت بہم پہنچ جائے۔ چنانچہ ایک بھرے ہوئے پستول کا تھوڑے فاصلے پر سے کینے کے ساتھ سر کرنا ایک ایسا فعل ہے جس سے شدید ضرر جسمانی پہنچانے کی نیت ضرور ظاہر ہو جاتی ہے (اور اس سے قتل عمد کی نیت کا بھی پتا چل سکتا ہے)۔

169 قانون کے الفاظ ایسے ہیں کہ اُن کی بنا پر یہ لازم نہیں ہے کہ جس شخص کو واقعاً مضرت پہنچے وہ وہی شخص ہو جس کو مضرت پہنچانا مقصود تھا۔

کسی شخص کو کلوروفارم، ست افیون یا کوئی دوسری بیہوش یا بیخود کرنے والی شے اس نیت سے دینا (کھلانا، پلانا یا سونگھانا جیسی کہ صورت ہو) یا دینے کا اقدام کرنا کہ کسی جرم قابل ترتیب فرد کا ارتکاب کیا جا سکے جرایم کبیرہ میں داخل ہے اور اس کی پاداش میں اس کے مرتکب پر تاحیات عوارض تعزیری عاید رکھے جا سکیں گے۔[1]

(ب) کسی شخص کو کینے کے ساتھ ناجایز طور پر اس کی جان کو خطرے میں ڈالنے کی غرض سے یا اُس کو شدید ضرر جسمانی پہنچانے کی غرض سے زہر یا کوئی اور مضر شے دینا جرم کبیر میں داخل ہے اور اس کا مرتکب دس سال تک عوارض تعزیری کا پابند رکھا جا سکے گا۔[2]

۲۔ جرایم صغیرہ۔

قانون موضوعہ کے قرار دادہ ذیل کے تینوں جرایم صغیرہ کی بابت پانچ پانچ سال تک عوارض تعزیری عاید رہنے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

---

[1] ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریا کلاز ۱۰۰ دفعہ ۲۲۔

[2] ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریا کلاز ۱۰۰ دفعہ ۲۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(الف) ناجایز طور پر اور کینے کے ساتھ[1] کسی شخص کو زخمی کرنا یا کوئی شدید جسمانی ضرر پہنچانا۔[2]

یہ جرم اس جرم کبیر سے کسی قدر مماثلت رکھتا ہے جس کا اوپر ۱۔ (الف) میں ذکر ہو چکا ہے لیکن اس میں اور اس جرم کبیر میں فرق یہ ہے کہ جرم کبیر کا اطلاق ہونے کے لیے خاص قسم کا جسمانی ضرر پہنچانے کی نیت موجود ہونے کی ضرورت ہے اور جرم صغیر میں اتنا کافی ہے کہ اس طرح کا ضرر جسمانی کینے کے ساتھ پہنچایا جائے گو کہ جس حد تک واقعی طور پر ضرر پہنچایا گیا ہو اس کے پہنچانے کا ارادہ نہ ہو۔ اس موقع پر پھر ہمیں اسی انتہائی غیر اطمینان بخش اصطلاح 'کینے' سے سابقہ ہوتا ہے لیکن یہاں پر جن معنی میں 'کینے' کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ اس مجرمانہ دماغی کیفیت کے ایک مبہم اور وسیع مفہوم سے کسی قدر تنگ ہے جو کامن لا میں اس لفظ سے عموماً مراد لیا جاتا ہے[3] جیسا کہ قتل انسان کے معاملے میں یا انگریزی جملے (Mute of Malice) میں اس کا وسیع مفہوم ہے چوں کہ قیاس یہ ہوتا ہے کہ قانون موضوعہ کے قرار دادہ جرایم میں لفظ 'کینہ' کو مجلس وضع قوانین نے معین معنی میں استعمال کیا ہے یعنی یہ کہ اس کے ارتکاب میں ایسی بدنیتی اور بدبینی ہونا چاہیے جس کے اندر ضرر جسمانی کا واقعی ارادہ داخل ہو و نیز یہ کہ اسی طرح کے ضرر کا ارادہ داخل ہو 170

[1] لہٰذا اگر یہ صورت بطور حادثہ پیش آئے تو کافی نہیں ہے۔

[2] ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۲۰۔

[3] پروفیسر ای۔ سی۔ کلارک (Analysis of Criminal Liablity) کے صفحہ ۲۸۲ پر لکھتے ہیں "قانونی اصطلاحات میں سب سے زیادہ پریشان کن اصطلاحات میں سے..... متضاد فیصلوں میں برابر استعمال ہوتی ہے۔" (Bigelow on Torts Para 85.)۔

[2] (Cf 2 L.d. Raymond 1485)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسا کہ واقعی طور پر پہنچایا گیا ہو۔ چنانچہ ضرر جسمانی پہنچانے کا ارادہ ہو تو اس میں اس نوعیت کا کینہ نہیں ہوتا ہے کہ "کینے سے جایداد کو مضرت پہنچانے" کے دعوے کی تائید میں پیش کیا جا سکے اور اسی طرح اس کا عکس۔ لہذا اگر کسی شخص پر تاک کر ایک پتھر پھینکا جائے اور نشانہ خطا کرے اور وہ پتھر کسی کھڑکی کو توڑ کر نکل جائے تو پتھر پھینکنے والا لازمی طور پر اس کھڑکی کو کینے سے توڑنے کا مجرم نہ ہوگا[1]۔ اسی طرح اگر پتھر کھڑکی پر پھینکا گیا ہو تا اور اس پتھر کے نشانے پر پہنچنے سے پہلے خلاف امید کوئی شخص کھڑکی کے باہر سر نکال دیتا اور پتھر اس کے سر پر پڑتا تو پتھر پھینکنے والے پر لازمی طور سے یہ فوجداری ذمہ داری عاید نہ ہوتی کہ اس نے اس شخص کو "کینے" سے ضرر پہنچایا۔ ان دونوں صورتوں میں بہر حال اگر اس شخص کو جس نے ایک خاص نوعیت کی مضرت پہنچانے کی خواہش سے پتھر پھینکا تھا یہ علم ہو کہ دوسری نوعیت کی مضرت کے پہنچ جانے کا احتمال ہے، اور گو کہ اس کی یہ خواہش نہ ہو کہ اس نوعیت کی مضرت پہنچے لیکن وہ اس کے پہنچنے یا نہ پہنچنے کی طرف سے بے اعتنائی برتے تو لازماً یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے یہ عمل "کینے" سے کیا ہے[2]۔

لیکن جس نوعیت کی مضرت پہنچانے کا ارادہ کیا گیا تھا اگر اسی نوعیت کی مضرت پہنچی ہو تو کافی ہے، اگرچہ جس حد تک یا جس طریقے سے یا جس چیز کو مضرت پہنچانا مقصود ہو اس میں کچھ فرق بھی پیدا ہو جائے تب بھی صورت حال بدستور رہے گی۔ چنانچہ ایک فوجی شخص نے اپنی پیٹی ایک دوسرے آدمی کے مارنے کے لیے تانی

---

[1] (Reg v. Pembliton (1874). 1 C.C.R. 119 (K.S.C. 157)

[2] (Re Borrowes, (1900) 2 I.R. 593.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیٹی ہاتھ سے نکل گئی اور ایک عورت کے جو قریب کھڑی تھی لگ گئی۔ عورت کے چہرے پر زخم آیا مارنے والا شخص عورت کو کینے سے زخمی کرنے کا مجرم قرار دیا گیا۔[1]

ان تین قریب المعنی الفاظ۔ کینہ، نیت، غرض[2] میں بہت خلط ملط اور اشتباہ ہوتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ 'غرض' میں ہمیشہ خواہش اور تمنا کا مفہوم داخل ہوتا ہے اور اسی طرح عام طور پر 'نیت' میں بھی خواہش کا 171
پہلو ہوتا ہے۔ کیوں کہ عام طور پر کسی شخص کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ اپنے کسی فعل سے ایسے نتائج پیدا کرنے کی نیت رکھتا ہے جس کی اس کو خواہش نہیں ہے لیکن اس فعل سے جو نتائج غیر متوقع طور پر رونما ہو جاتے ہیں[3] ان کا اسے افسوس ہوتا ہے۔ (مثلاً جب وہ کسی دشمن کے گولی مارتا ہو درصورتے کہ وہ یہ دیکھ رہا ہو کہ ایک دوست گولی کی زد کے قریب موجود ہے)۔ لیکن قانون میں ظاہر ہے کہ 'کینے' کے لفظ کی طرح 'نیت' کا لفظ بھی ان تمام نتائج پر حاوی ہوتا ہے جن کے متعلق ایک کام کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس فعل سے ان نتائج کے رونما ہونے کا احتمال ہے۔ خواہ یہ شخص اس فعل کا ارتکاب واقعتاً اس نیت سے کرے کہ وہ نتائج پیدا ہوں یا ان کے پیدا ہونے اور نہ ہونے کی طرف سے بے اعتنائی برتے[4] اس واقعے سے کہ

---

[1] (Reg v. Latimer (1886), 17 Q.B.D. 359 (K.S.C. 144)

[2] سرجے۔ سامنڈ کی توضیح ملاحظہ کیجیے (اصول قانون آٹھواں ایڈیشن ابواب ۱۷-۱۸-۱۹)۔

[3] (Analysis of Criminal Liablity) صفحات ۳۷-۸۰ مصنفہ پروفیسر ای۔ سی۔ کلارک۔ (Elements of Law) دفعہ ۲۲۲ مرتبہ ایڈکیی۔ اور دیکھیے صفحہ ۵۳ کتاب ہذا۔

[4] (Reg. v. Welch (1875), 1 Q.B.D. 23.) اور دیکھیے مسٹر جسٹس رائٹ کا مسودہ مجموعہ تقریرات برائے جمیکا صفحات ۳ و ۹۸۔ اور آسٹن لکچر ۲۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے پاس اس امر کے معلوم کر لینے[1] کے ذرایع موجود تھے کہ ان نتایج کے پیدا ہونے کا احتمال ہے، ایک بادی النظری قیاس پیدا ہوتا ہے کہ ان نتایج کا پیدا ہونا واقعی طور پر اُس کے پیش نظر تھا۔ اس قیاس کے خلاف شہادت کا حاصل کرنا بہت دشوار ہوتا ہے اور اسی طرح اس قیاس کو عملاً قیاس قطعی کی حیثیت دینا بھی کم دشوار نہیں ہوتا[2]۔

اسی بنا پر کینے کا قانونی ثبوت پیش کر دینا اتنا دشوار نہیں ہے جتنا کہ اصولی حیثیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی خلاف قانون فعل کا ارتکاب کیا جائے اور اس ارتکاب کا مقصد برا ہو، اور جس قسم کا ضرر اس فعل سے واقعی طور پر پیدا ہو، اُس کے پیدا ہونے کا کسی طور پر احتمال ہو تو ان امور سے 'کینے' کے وجود کا کافی بادی النظری ثبوت ہو جاتا ہے اور ملزم سزایاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب الف جنگلی چڑیوں کے شکار میں مشغول تھا ب نے الف کی کشتی کی طرف بندوق چلائی، غرض صرف یہ تھی کہ الف ڈر جائے اور شکار ترک کر دے۔ کشتی کے یک لخت گھوم جانے کی وجہ سے گولی واقعاً الف کے لگ گئی، قرار دیا گیا کہ ب کے خلاف کینے کے وجود کی کافی شہادت موجود ہے[3]۔ ایک مقدمے میں الف نے ب پر اُس کو ڈرانے کی غرض سے بندوق چھینائی۔ الف کو معلوم تھا کہ بندوق بھری ہوئی ہے۔ ب نے بندوق کی نال کو پکڑ لیا اور اُس کے اس عمل کی وجہ سے بندوق اتفاقاً چل گئی جسٹس ولس[4] نے

---

[1] 'علم' کے متعلق دیکھیے صفحہ ۲۹۲ کتاب ہذا۔

[2] لیکن یہ قطعی نہیں ہے۔ دیکھیے صفحہ ۲۹۱ کتاب ہذا۔

[3] (Reg. v. Ward (1872), 1 C.C.R. 856.)

[4] سشن اکتوبر ۱۸۹۹ء کیمبرج۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قرار دیا کہ کینے سے زخمی کرنے کے جرم کا کافی طور پر اطلاق ہوتا ہے۔
172 ناجایز طور پر بغیر (قانون موضوعہ والے[1]) 'کینے' کے شدید
جسمانی ضرر پہنچانا قانون میں کوئی جداگانہ جرم شمار نہیں کیا جاتا۔ اس کو
زیادہ سے زیادہ حملے کی ایک قسم میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگر
محض غفلت کی بنا پر اس طرح کا ضرر پہنچ جائے، خواہ وہ غفلت
کتنی ہی صریح ہو، قانون فوجداری کی حد تک غالباً اس کو حملہ بھی
تصور نہ کیا جائے گا[2]۔ لہذا اتنا وقت کہ اس کی بنا پر موت واقع
نہ ہو، یہ قطعاً کوئی فوجداری جرم نہ ہوگا[3]۔ کوئی نیم حکیم اگر اپنے کسی مریض کا
کوئی عضو یا آنکھ ضایع کر دے تو اس پر دیوانی ذمہ داری ہوگی فوجداری
ذمہ داری نہ ہوگی۔

اس سوال پر آیندہ غور کیا جائے گا[4] کہ کس قسم کے عمل پر ضرر جسمانی
'پہنچانے کا' اطلاق ہو سکتا ہے۔

(ب) حملے کے ذریعے سے واقعی ضرر جسمانی کا باعث ہونا[5]۔

۱۸۶۱ء کے قانون کے بنانے والوں نے جس بنا پر اس
جرم کو آخر الذکر جرم ("۲ (الف)") سے علیحدہ کیا ہے وہ پورے
طور پر ظاہر نہیں ہے، بالخصوص اس وجہ سے کہ دونوں جرایم کی
پاداش میں ایک ہی سزا مقرر ہے۔ حقیقۃً "حملے کے ذریعے سے
واقعی ضرر جسمانی کا باعث ہونے" کے اندر وہ تمام افعال جن کا

---

[1] صفحہ ۷۰ اکتاب ہذا۔

[2] صفحہ ۸۳ اکتاب ہذا۔ (Reg. v. Latimer (1886), 17 Q.B.D. 359 K.S.C. 144)

[3] یا بجز اس کے کہ گاڑی چلانے میں غفلت برتنے کی وجہ سے ہو۔ دیکھیے صفحہ ۳۷ اکتاب ہذا۔

[4] صفحہ ۳۷ اکتاب ہذا۔

[5] ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۴۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۲ (الف) میں ذکر کیا گیا ہے، داخل معلوم ہوتے ہیں بجز اس کے کہ یہ سمجھا جائے کہ الفاظ "ضرر جسمانی کا باعث ہونا" کو مجلس وضع قوانین نے "حملے" کے لفظ سے زیادہ وسیع معنیٰ میں استعمال کیا ہے اور بالواسطہ طور پر یا اسباب کے طولانی سلسلے کے ذریعے سے اگر ضرر رسانی کی جائے تو اس پر بھی یہ لفظ حاوی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مثلاً زہر خورانی (دیکھیے صفحہ ۱۷۳) یا کسی متعدی بیماری کا لگا دینا۔ اس وسیع تعبیر کی حمایت میں بڑے زور کے دلایل استعمال کیے گئے ہیں[1]۔ اور ہم اس میں یہ اضافہ کرتے ہیں کہ سرکار بنام ہیلی ڈے (۱۸۸۹ء[2]) میں عدالت کراؤن کیسز ریزرو ڈ نے یہ قرار دیا کہ گو ملزم نے ایک عورت کو محض ڈرایا تھا جس کی وجہ سے وہ کھڑکی سے باہر کود گئی اور چوٹ کھا گئی لیکن ایسی صورت میں بھی یہی سمجھا جائے گا کہ ضرر شدید پہنچایا گیا۔ اور یہ ڈرانا گو کہ قدیم اصطلاحی معنیٰ میں "حملہ" ہے لیکن جدید معنیٰ میں جس میں زد و کوب کا مفہوم داخل ہو گیا ہے "حملہ" نہیں ہے۔ سرکار بنام کول مین (۱۹۳۰ء[3]) اسی طرح کے حالات میں ایک شوہر اس بنا پر سزایاب ہوا کہ وہ حملے کے ذریعے سے اپنی زوجہ کے واقعی ضرر جسمانی کا باعث ہوا تھا لیکن سرکار بنام کلیرنس (۱۸۸۹ء[4]) میں عدالت نے بغلبۂ آرا یہ قرار دیا کہ شوہر کی طرف سے امراض خبیثہ میں سے کسی مرض کا (درصورتے کہ شوہر کو اس کا علم بھی ہو) زوجہ کو (خواہ زوجہ کو اس کا علم نہ بھی ہو) لگا دینا حملہ نہیں ہے۔ وجہ یہ ظاہر کی گئی کہ چوں کہ مقاربت میں رضامندی تھی اس لیے

173

[1] (Reg. v. Clarence (1889), 22 Q.B.D. 49.) جسٹس ہاکنس کا فیصلہ دیکھیے۔

[2] ۶۱ لا ٹائمس ۷۰۱۔ (7 Cr. App. R. 197 اور SQ.B.D. 54)

[3] (84 J.P. 112)

[4] (22 Q.B.D. 23 Hegarty v. Shine (1878), 14 Cox 145)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رشدید جسمانی ضرر پہنچانا' نہیں کہا جا سکتا۔ ججوں کے اس خیال کی اصل وجہ یہ تھی کہ اُن کے نزدیک "ضرر پہنچانا" حملے اور زدوکوب[۱] کے ذریعے سے ہونا چاہیے۔ اور اس کے اطلاق کے لیے راست اور فوری ضرر رسانی ضروری ہے۔

(ج) ناجایز طور پر اور کینے کے ساتھ کسی شخص کو کوئی زہر یا کوئی دوسری مضر چیز مضرت پہنچانے، رنج دینے یا دق کرنے کی نیت سے دینا[۲]

جو چیز دی گئی ہو وہ اگر معروف اور جانا بوجھا 'زہر' ہو تو ایسی مقدار میں دینا بھی غالباً جرم شمار کیا جائے گا جس سے ضرر پہنچ سکتا ہو لیکن اگر وہ زہر نہ ہو بلکہ ایسی چیز ہو جو صرف زیادہ مقدار میں دینے کی صورت میں مضر ہوتی ہو (جیسے مثلاً روغن بید انجیر یا تیز و تند شرابیں) تو کسی کو اس کی صرف تھوڑی سی مقدار دینا جرم نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص جس کے قبضے میں کوئی گاڑی یا سواری (مثلاً بائیسکل) ہو کسی شخص کو چنچل پن کے ساتھ یا بے تحاشا طور پر ہانکنے سے یا دوڑ کرنے سے یا کسی اور دانستہ بدعنوانی یا کہ دانستہ غفلت[۴]

---

[۱] جسٹس ولس صفحہ ۳۷۔ جسٹس اسٹیفن صفحہ ۱۴۱۔ پولک صفحہ ۶۲۔

[۲] ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۲۴۔

[۳] (Reg. v. Cramp (1880 5 Q.B.D. 370) میں جسٹس فیلڈ اور جسٹس اسٹیفن کی آرا ملاحظہ کیجیے۔ اس مقدمے میں ایک دوسرے قانون کے اسی طرح کے الفاظ کے متعلق بحث تھی۔

[۴] ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریہ کلاز ۱۰۰ دفعہ ۳۵۔ جسٹس ایکٹن نے یہ قرار دیا ہے (C.C.C. April 19,1928) کہ ڈرائیور کی غفلت مجرمانہ یعنی خباثت آمیز حد کی ہونا چاہیے۔ (صفحہ ۱۳۸ کتاب ہذا)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی وجہ سے بھی کوئی جسمانی ضرر پہنچائے تو وہ ایک جرم صغیر کا مرتکب ہوگا جس کے لیے زیادہ سخت سزا مقرر نہیں ہے۔ (یعنی محض دو سال کی قید بامشقت ہے)۔

بے احتیاطی کے ساتھ یا اتنی رفتار سے یا ایسے طریقے سے گاڑی چلانا جو عامۃ الناس کے لیے خطرناک ہو ایسا جرم ہے کہ اگر
174 فرد جرم لگانے کے بعد مرتکب فعل اس کا مجرم قرار دیا جائے تو اُس کو دو سال کی قید یا اور جرمانے کی سزا دی جا سکے گی اور سرسری تحقیقات[1] ہونے کی صورت میں جرمانہ کیا جا سکے گا جس کی مقدار پچاس پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی یا قید کا حکم دیا جا سکے گا جس کی میعاد چار ماہ سے زیادہ نہ ہو سکے گی، اور اگر وہ شخص بار دیگر سزایاب ہو تو بجز اس کے کہ کوئی خاص وجوہ ہوں عدالت اتنی مدت کے لیے جسے وہ مناسب تصور کرے مجرم کو لائسنس رکھنے کے ناقابل قرار دے سکے گی اور اُس کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ ملزم کے پہلی مرتبہ سزایاب ہونے پر ہی وہ ایسا حکم دے دے[2]۔

بغیر کافی احتیاط یا معقول حد تک دوسروں کا لحاظ کیے اگر موٹر کار چلائی جائے تو سرسری تحقیقات کی صورت میں ملزم پر جرمانہ ہو سکے گا جس کی مقدار بیس پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی اور بار دیگر مجرم قرار پانے کی صورت میں پچاس پونڈ تک جرمانہ کیا جا سکے گا یا قید کی سزا دی جا سکے گی جس کی میعاد تین ماہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ دفعۂ ہذا کے تحت اگر کوئی شخص سزایاب ہو تو پہلی یا دوسری مرتبہ سزایاب ہونے کی صورت میں

---

[1] دیکھیے صفحات ۵۰۸ اور مابعد، کتاب ہذا۔

[2] روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۰ء (۲۰ اور ۲۱ جارج پنجم کلاز ۴۳) دفعات ۶ اور ۱۱ صفحہ ۲۷ کتاب ہذا۔ روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۴ء (۲۴، اور ۲۵ جارج پنجم کلاز ۵۰) دفعہ ۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجرم کو ایک ماہ سے زیادہ مدت کے لیے اور دوسری مرتبہ سزایاب ہونے کی صورت میں (یا درصورتے کہ پہلی سزایابی سے گزشتہ تین سال کی مدت کے اندر خطرناک طور پر گاڑی چلانے کے جرم میں سزا ہو چکی ہو) تین ماہ سے زیادہ مدت کے لیے لائسنس رکھنے کے ناقابل نہ قرار دیا جا سکے گا۔[1]

سرکار بنام اسٹرنجر (۱۹۳۳ء) اکنگس بنچ ۷۰۴ میں عدالت کریمنل اپیل نے ملزم کو خطرناک طور پر گاڑی چلانے کا مجرم قرار دیا حالانکہ انہی واقعات کی بنا پر اسی جوری نے اس ملزم کو قتل انسان کے الزام سے بری قرار دیا تھا۔ عدالت نے اس غیر اطمینان بخش فیصلے میں اس امر پر روشنی نہیں ڈالی کہ خطرناک طور پر گاڑی چلانے کے جرم کا مجرم قرار دینے کے لیے جس قسم کی نیت مجرمانہ کی ضرورت ہے اس میں اور قتل انسان کے لیے جس نیت مجرمانہ کی ضرورت ہے اس میں کیا فرق ہے۔[2]

---

[1] روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۰ء دفعات ۱۲ اور ۱۱۳۔ روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۴ء دفعہ ۵۔

[2] اس فیصلے پر بحث و تبصرہ کیمبرج لا جرنل حصہ پنجم صفحہ ۶۱ پر ہے۔ ڈبلو۔ سی۔ ٹرنر نے اپنے مقالہ زیر عنوان "(Mens rea and Motorists)" میں کیا ہے۔ اگر کسی ملزم کے خلاف قتل انسان اور خطرناک طریقے سے موٹر چلانا، دونوں الزامات کی بابت کارروائی کرنا ہو تو ہر جرم کی بابت علٰحدہ فرد قرارداد جرم مرتب ہونا چاہیے (سرکار بنام اسٹرنجر) لیکن اس فیصلے کے بعد سے یہ قانون منظور ہو گیا کہ قتل انسان کی بابت فرد جرم مرتب ہونے پر جوری ملزم کو خطرناک طریقے سے موٹر چلانے کا مجرم بھی قرار دے سکتی ہے۔ (Road Traffice Act 1934 S. 84.) اس قانون کے تبصرے کے لیے ملاحظہ ہو جے۔ ڈبلو۔ سی ٹرنر کا مقالہ کیمبرج لا جرنل حصہ ششم ع ۱۰ صفحہ ۵۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

175

ب۔ جرایم جن میں واقعی طور پر ضرر جسمانی کا پہنچنا ضروری نہیں ہے۔

کسی شخص کو ناجایز طور پر بعنوان تشدد جسمانی ضرر پہنچانے کا اقدام یا اظہار آمادگی، حملہ کہلاتا ہے[1]۔ اور اگر غصے انتقام یا ناشایستگی اور گستاخی کے طور پر اس جرم کا واقعاً ارتکاب ہو جائے تو اس وقت اُس کو 'زدوکوب' کہا جائے گا۔ بالفاظ دیگر حملے سے ایسی حرکت مراد ہے جس کے ذریعے سے کسی شخص پر ناجایز جبر[2] کے استعمال کا اقدام کیا جائے یا ایسے جبر کے استعمال کی تہدید کی جائے۔ اور جب اس طرح کا استعمال جبر فی نفسہ واقعی طور پر انجام پا جائے تو اُس کو 'زدوکوب' کہا جائے گا۔ چنانچہ کسی شخص کی طرف گھوڑا بڑھانا حملہ ہے اور اُس کو گھوڑے سے ٹکر دے دینا 'زدوکوب' میں داخل ہے بغیر زدوکوب کے خالی حملہ کرنا بھی صرف دیوانی خلاف ورزی (ٹارٹ) ہی نہیں ہے یا کہ جرم صغیر بھی ہے۔ اگر زدوکوب ہو جائے تو گو کہ اس کی یہ اہمیت ضرور ہے کہ جن حرکات کے ذریعے سے حملہ کیا گیا تھا اُن کی معاندانہ نیت پر مبنی ہونے کا واضح ثبوت مل جاتا ہے پھر بھی اس سے جرم کی حیثیت میں اضافہ نہیں ہو جاتا۔ ظاہر ہے کہ عموماً دونوں جرایم کا ایک ساتھ ارتکاب ہوتا ہے اور پورا معاملہ قانوناً "حملے اور زدوکوب" کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ عام محاورے میں

---

[1] اگر کسی مقام عام میں حملے کا ارتکاب کیا جائے تو وہ ہنگامہ ہو جاتا ہے حملہ جس میں زدوکوب نہو اُس کے لیے ملاحظہ ہو (Smith V. Newsvam (1673) 3 Keble 283)

[2] رسل کی تصنیف 'جرایم' کے آٹھویں ایڈیشن (Russell on Crimes) کے فاضل ترتیب دہندگان کا خیال ہے (صفحہ ۸۳۹) کہ اس موقع پر جبر کے اندر روشنی، گرمی۔ گیاس۔ قوت برقی یا بو بھی داخل ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مختصر طور پر اُس کو محض "حملہ" کہا جاتا ہے اور اب عادۃً وکلا بھی اس لفظ کا اسی طرح استعمال کرتے ہیں کہ گویا اس لفظ کے اندر "زدوکوب" کا مفہوم بھی داخل ہے۔

زدوکوب میں بھی کسی واقعی ضرر کے پہنچنے کی یا اس کی تہدید کی ضرورت نہیں ہے۔ خفیف ترین جبر کا اگر معاندانہ حیثیت سے استعمال ہو تو کافی ہے۔ چنانچہ کسی شخص پر محض تھوک دینا قابل تعزیب فرد جرم زدوکوب کی حد تک پہنچ سکتا ہے[۱]۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو جبر یا قوت استعمال کی جائے (یا جس کا اندیشہ دلایا جائے) اس میں ایک شخص کا دوسرے سے جسمانی اتصال ہو۔ اگر کسی شخص کے کپڑوں کو ضرر پہنچایا جائے (یا ضرر پہنچانے کی دھمکی دی جائے) اور اُس کی جلد کو نہ چھوا جائے تو کافی ہے۔ اور اسی طرح معاندانہ جبر کو براہ راست یا بالواسطہ دونوں طریقوں سے بروئے کار 176
لایا جا سکتا ہے، جیسے مثلاً کسی گھوڑے کو اس طرح مارا جائے کہ وہ اپنے سوار کو گرا دے[۲] یا برف پر اسکیٹنگ کرنے والے کے بالکل سامنے ہی برف توڑ دیا جائے[۳]۔

---

[۱] برطانوی عجائب خانے میں ایک قلمی تحریر ہے جس میں ۱۶۹۳ء کے ایک حملے کے دعوے کا حال لکھا ہے۔ یہ دعویٰ ایک ایسے شراب خانے کے مالک کے خلاف رجوع کیا گیا تھا جس کے ملازمین نے مدعی کو بغیر اپنا بل ادا کیے جانے دینے سے انکار کیا تھا۔ چیف جسٹس ہولٹ نے ملازمین کے اس روکنے کے عمل کو ناجایز قرار دیا، لیکن ہرجہ قلیل مقدار میں دلوایا۔

[۲] (Dodwell v. Burford (1680) 1 Nod. 24)

[۳] ڈائجسٹ آف کریمنل لا ساتواں ایڈیشن فصل ۳۴۰ نمبر ۳ مرتبہ اسٹیفن اسی طرح (Rex, v. Jolly (S.A. Law Reports 1928, 176) میں جنوبی افریقہ کے سپریم کورٹ نے یہ قرار دیا کہ جج کا یہ عمل کہ اُس نے ریل کی پٹڑی میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی دوسرے شخص کی آزادی سلب کرنے کے لیے اُس کو چھونا یا چھونے کی دھمکی دینا عموماً ضروری ہوتا ہے اسی لیے حبس بیجا کی دیوانی خلاف ورزی[1] (ٹارٹ) میں عموماً صریحی حملہ شامل رہتا ہے اور گو کہ اس ٹارٹ کے ارتکاب میں جبر کا استعمال کیا جائے اس میں اتصال جسمانی کی دھمکی کا کوئی دخل نہ ہو جب بھی دیوانی قانون کے نقطۂ نظر سے یہ قرار دیا جاتا ہے کہ وہ حملے کی حد تک پہنچتا ہے اور اگر حملہ آور یہ جانتا ہو کہ وہ ناجائز عمل کر رہا ہے تو یہ فعل مجرمانہ حملے کی حد میں داخل ہو جاتا ہے[2]۔ حملہ آور زدوکوب دونوں میں کچھ نہ کچھ جسمانی حرکت کا ہونا ضروری ہے، چوں کہ فرض کیجیے کہ آپ محض بے حس و حرکت ہو کر کسی کی راہ میں حایل ہو جائیں اور آپ کا عمل ایسا ہو گویا کہ آپ دیوار یا دروازہ ہیں[3]۔ جیسے کوئی شخص کسی سائیکل والے کے سامنے خاموش کھڑا ہو جائے، اور اس سے متصادم ہو کر سائیکل سوار گر پڑے تو خواہ اُس نے یہ عمل کتنے ہی دانستہ طور پر کیا ہو۔ لیکن اس کے خلاف حملے کی بنا پر کوئی کارروائی نہیں کی جا سکتی۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اس عنوان سے خرابی پیدا کی کہ بعد کی آنے والی گاڑی جو چند گھنٹے کے بعد آنے والی تھی پٹری سے اُتر جائے اور اس کی وجہ سے انجن ڈرائیور کو ضربات پہنچیں زدوکوب میں داخل ہے۔

[1] اس ٹارٹ کے لیے ملاحظہ ہو قانون ٹارٹ، تیرھواں ایڈیشن باب ششم مصنفہ پولک۔

[2] جیسے مثلاً ایک زچگی کرانے والے کو زچہ کے کمرے میں بند کر کے قفل لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ قبل اس کے کہ اُس عورت کی زچگی ہو، وہاں سے چلا نہ جائے۔ لیکن اس مقدمے میں (Rex. v. Linsbery (1905), 69 J. P. 107)

ایسے حبس کے مجرمانہ ہونے کے متعلق جو واقعی گو غیر صحیح، یقین یا حق کے تحت عمل میں لایا گیا ہو شبہہ کا اظہار کیا گیا تھا جیسے مثلاً گرفتاری ناجایز۔

[3] (Innes v. Wglie (1844), (I.C. and K. Page 268)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(اگرچہ اس طرح دیکھنے کے ساتھ شدید جسمانی ضرر پہنچانے کے جرم کا اطلاق ہو سکتا ہے)۔ اسی طرح محض الفاظ پر، خواہ وہ کتنے ہی تہدید آمیز ہوں، حملے کا اطلاق نہیں ہو سکتا[1]۔ لیکن ان کے ذریعے سے حملہ نہ ہونے کا اظہار ضرور ہو سکتا ہے جیسے کہ ایک مقدمے میں ایک شخص نے برے تیور کے ساتھ اپنی تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ ادا کیے کہ "اگر یہ اسائز کا زمانہ نہ ہوتا تو میں تمہارے تلوار بھونک دیتا"[2]۔

حملے کے اطلاق کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں خطرے کا وجود ہو[3]، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر وار کرے لیکن وہ دوسرا شخص اتنی دور ہو کہ یہ اس کو کسی ممکنہ طریقے سے نہ چھو سکتا ہو تو یہ یقیناً حملہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ حملے کے اطلاق کے لیے ہر حالت میں یہ ضروری ہے کہ اس تہدید کو جامۂ عمل پہنانے کے ذرائع موجود ہوں[4]۔ اسی بنا پر گو کہ کسی شخص پر بھرا ہوا پستول چھتیانا یقینی طور پر حملہ ہے لیکن سرکار بنام جیمس (۱۸۳۸ء) میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ خالی پستول بڑھانا حملہ نہیں ہے[5]۔ لیکن اس سے قبل کے ایک مقدمے سرکار بنام سنٹ جارج (۱۸۳۵ء) میں اس کے برخلاف یہ قرار دیا گیا تھا کہ اگر کوئی شخص ایسا آتشیں ہتھیار جس کو یہ خود جانتا ہے کہ خالی ہے کسی ایسے شخص پر چھتیائے جس کو اس کے خالی ہونے کا علم نہ ہو، 177

---

[1] چنانچہ وہ وحشت انگیز الفاظ جو ولکنسن بنام ڈاؤن ٹن (۱۸۹۷) ۲ کوئنس بنچ ۵۷ میں ہفتوں کی جسمانی تکلیف کا موجب ہوئے تھے، حملے میں داخل نہ تھے۔

(Tuberville v. Savage (1669), 1 Mod. 8.)

[2] درصورتے کہ اتصال جسمانی عمل میں نہ آئے۔

[3] چیف جسٹس ٹنڈال مقدمہ Stephens v. Myers (1830), 4c. and P. 349)

(1 C. and K. 530) [4]

(9 C. and P. 488.) [5] (صفحہ ۶۲۶ سے مقابلہ کیجیے)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور وہ شخص اتنے قریب بھی ہو کہ (اگر یہ بھرا ہوتا تو) اُس کے چلنے سے اُس کو ضرر پہنچ سکتا تھا، تو اُس کا یہ عمل حملے میں شمار کیا جائے گا۔ یہ موخر الذکر رائے جس کی رو سے جرم اس خطرے پر مبنی قرار دیا گیا ہے جو قدرتی طور پر (گو غلطی سے) شخص متضرر کے دل میں پیدا ہوتا ہے قانون اسکاٹ لینڈ کے مطابق ہے۔ اور امریکہ میں بھی جہاں کی عدالتوں کے سامنے یہ مسئلہ ہمارے ملک کی بہ نسبت زیادہ آیا ہے اکثر و بیشتر نظائر سے یہی رائے ظاہر ہوتی ہے۔

زہر خورانی ایسی حالت میں حملے میں شمار نہیں کی جا سکتی جب کہ ضرر رسیدہ خود (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) اپنے ہاتھوں سے زہر کھائے۔ کسی زمانے میں انگلستان میں اُس کی مخالف رائے پر عمل تھا اور امریکہ میں اب تک اسی رائے کو پسند کیا جاتا ہے۔ لیکن حملہ صادق آنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ حملہ کرنے والے کی طرف سے جسمانی قوت کا استعمال ہو۔ لہٰذا اگر گلاس کے واقعی طور پر اُٹھانے کا کام اُسی شخص نے کیا ہو تو ایسی صورت میں بھی اس کا شمار

۱؎ براؤن ۳۹۴۔ اور کوئنس لینڈ کے قانون سے ((Q.L.R. 1911 P. 206))

۲؎ ((Common Weath v. White (1878) 110 Mess. 40.))

۱۸۹۱ء میں نیو ساؤتھ ویلز کے سپریم کورٹ نے ذمہ دار قرار دیا ہے (13 N.S.W. 118) اگرچہ ۱۸۷۰ء میں اس عدالت نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی تھی (9. S.C.R. 75). جان کو خطرے میں ڈالنے یا جایداد کو شدید مضرت پہنچانے کی نیت سے آتشیں اسلحہ یا گولی بارود کا سامان قبضے میں رکھنا جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر بیس سال تک عوارض تعزیری عاید رہنے کی سزا دی جا سکتی ہے۔ (۱۰ و ۱۱ جارج پنجم کلاز ۴۳ دفعہ ۷)۔

۳؎ (Reg v. Clarence (1889), 22 Q.B.P. 42)

۴؎ (Common weath v. Stratton (1878), 114 Mass. 303)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

178 عملے میں نہ ہوگا[1] جب کہ زہر دینے والے نے اس کو غلط طور پر یہ باور بھی کرایا ہو کہ وہ ایک بے ضرر چیز ہے اور اُس نے اسی بنا پر اس کو پیا ہو۔ دوسری دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ زہر کا عمل بخلاف معمولی زدوکوب کے داخلی طور پر ہوتا ہے نہ کہ خارجی حیثیت سے۔ نیز یہ کہ یہ عمل بعنوان تاثیر کیمیائی ہوتا ہے نہ بعنوان حرکت جسمانی۔

دوسرے شخص کے جسم کے خلاف جبر کا استعمال ہمیشہ ناجایز نہیں ہوتا[2]۔ وہ خاص مواقع جن میں یہ قانوناً جایز ہوتا ہے (بشرطے کہ فوری ضرورت کے تناسب سے زاید جبر کا استعمال نہ کیا جائے) حسب ذیل ہیں:-

(۱) سرکاری اختیارات کی پیش رفت میں۔ مثلاً یہ کہ نقض امن کو روکنے کی غرض سے یا کسی جرم کبیر کے مرتکب کو گرفتار[3] کرنے کے لیے یا عدالت نے جس کارروائی کا حکم دیا ہو اُس کے نفاذ کے لیے یا بھوک ہڑتال کرنے والے کسی قیدی[4] کو بجبر کھانا کھلانے کے لیے۔ قتل کے بیان میں اس پر کافی طور پر غور کیا جا چکا ہے[5]۔

(۲) جو بچے، شاگرد، یا کارآموز تمھاری نگرانی میں دیے گئے ہوں اُن کی اصلاح و تادیب کے لیے۔ اس حق پر بھی کافی غور ہو چکا ہے[6]۔

---

[1] لیکن قانون موضوعہ کے قرار دادہ جرم 'زہر دینا' کا ارتکاب ہوگا (صفحہ ۲۳۷ کتاب ہذا)۔

[2] صفحات ۱۱۶-۱۲۶ کتاب ہذا

[3] لیکن غیر ضروری طور پر ہتھکڑی پہنانا حملہ شمار کیا جائے گا۔ (3 D. and R. 300)

[4] (26 T.L.R. 139)

[5] صفحہ ۱۱۷ کتاب ہذا۔

[6] صفحہ ۱۲۳ کتاب ہذا۔ ۱۹۱۰ء میں ایک کارآموز کے بارے میں جس کا سن سترہ سال کا تھا یہ حق تسلیم کیا گیا تھا۔ میک گی بنام رالفاس (اخبار ٹائمز ۳۰ نومبر ۱۹۱۰ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) اپنی ذات کے یا کسی جایداد پر اپنے قبضہ حایز کے تحفظ میں (وہ جایداد خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ)۔

جس شخص کو مارا جاتا ہے وہ فطرۃً مدافعت کرنے پر مایل ہوتا ہے اور اتنے جبر کے استعمال میں حق بجانب ہوتا ہے کہ دوبارہ اس عمل کو نہ ہونے دے۔[۱] (Parke, B.) حفاظت خود اختیاری کے تحت کسی شخص کو مارنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اولاً خود مار کھا لینے کا انتظار کیا جائے۔ اگر ایک فریق ضرر رسانی کی نیت سے ہاتھ اٹھائے تو دوسرا مارنے کا مجاز ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ حق حفاظت صرف اسی شخص کی ذات تک محدود نہیں ہے جس پر واقعتاً حملہ کیا گیا ہو بلکہ یہ حق ان تمام لوگوں کو حاصل ہو جاتا ہے جن پر اس کی حفاظت کی نہ محض قانونی ذمہ داری ہو بلکہ آپس کے تعلقات اور میل جول کی بنا پر بھی اس کی حفاظت کا فرض عاید ہوتا ہے۔ قدیم مصنفین اس حق کی مثال میں شوہر کی جانب سے زوجہ کی حفاظت کے، اولاد کی جانب
179 سے اپنے والدین کی حفاظت کے اور ایک ملازم کی جانب سے اپنے آقا اور آقا کی جانب سے اپنے ملازم کی حفاظت کے حقوق کا ذکر کرتے ہیں (اور عدالتیں شاید اب اور زیادہ وسعت نظر سے کام لیں گی اور ایک زبردست پر ایک کمزور کی حفاظت کی ذمہ داری کو تسلیم کریں گی[۲])۔ ایک جدید اور روزمرہ کی مثال یہ پیش کی جا سکتی ہے کہ جلسہ ہائے عام کے منتظمین ان لوگوں کو جو یہ کوشش جلسے کی برہمی کا باعث ہوتے ہیں وہاں سے علیحدہ کرنے میں جبر کا استعمال کرتے ہیں۔

---

[۱] مقابلہ کیجیے صفحہ ۱۱۷ کتاب ہذا (Reg. v. Rose (1884), 15 Cox 54. (K.S.C. 140)

[۲] (cf 2. C.C.C.R. 178, 11 Mod. 242; 1 East P.C. 292. (1 Hawkins)

ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۷ کتاب ہذا XXXI, SS. 56 and 57).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن صرف وہی ضربات حق بجانب قرار دی جا سکتی ہیں جو حفاظت خود اختیاری کی غرض سے لگائی جائیں نہ کہ وہ جن کا منشا انتقام ہو[۱] لہذا خطرے کے کلیتہً ختم ہو جانے کے بعد یعنی جب حفاظت کے لیے کسی ضرب کی ضرورت باقی نہ رہی ہو تحفظ کرنے والا اگر ایک ضرب بھی لگا دے تو وہ حملے اور زد و کوب کا مجرم ہوگا[۲]۔ ان اسلحہ کی اقسام کے متعلق جن کے ذریعے سے کسی حملہ آور شخص کے حملے کو دفع کرنا درست ہو سکتا ہے متعدد فیصلے موجود ہیں اور وہ سب اسی ایک اصول کے تحت صادر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں[۳]۔ جب کسی شخص پر اتنی انتہائی شدت کے ساتھ حملہ کیا جائے کہ اس کی جان بھی خطرے میں آ جائے تو وہ حملہ کرنے والے شخص کو قتل تک کر دینے میں حق بجانب ہے۔ لیکن معمولی سے حملے کی صورت میں آتشیں یا دیگر خطرناک اسلحہ کا استعمال کسی طرح جایز نہیں ہو سکتا[۴]۔ اور اسی طرح حفاظت خود اختیاری میں چاقو کا استعمال بھی مناسب نہیں ہے[۵]۔ اس کا استعمال صرف اس وقت ہونا چاہیے جب کہ شدید جسمانی ضرر کے پہنچنے کا اندیشہ ہو یا یا سرقہ بالجبر کو روکنا ہو[۶]۔ اگر کوئی شخص کوڑے سے حملہ کرے تو اپنی حفاظت کے لیے چاقو استعمال کرنا جایز نہ ہوگا[۷]۔ لیکن یہ امر بہر حال ملحوظ رہنا چاہیے کہ

۱؎ (Studyon "Self-Defece," Dicay Law of Constitution) (8 th. App. note.)

۲؎ (Reg. v. Driscoll (1841), C. and M. 214 (K.S.C.150)

۳؎ دیکھیے صفحہ ۷ اکتاب ہذا۔

۴؎ (Dsborn v. Veitch (1858), 1 F. and F. 317 (K.S.C. 150)

۵؎ (Reg v. Hewlett (1853), 1 T. 91 (K.S.C. 150)

۶؎ یا جب کہ محض گھونسے سے حملہ کیا گیا ہو تو اس کو استرے سے دفع کرنا درست نہ ہوگا (4 Cr. App. R. 51)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب حفاظت خود اختیاری میں ضرورت سے زیادہ جبر کا استعمال کیا جائے تو اس معاملے پر اس طرح نظر نہ کرنا چاہیئے کہ جتنا جبر بھی استعمال ہوا وہ سب ناجائز تھا۔ یہ واقعہ کہ اس جبر کا ایک جزو جائز طور پر استعمال ہوا تھا مثلاً اس حد تک اثر انداز ہو سکتا ہے کہ 'ضرر شدید پہنچانے کی نیت سے زخمی کرنے کے' جرم کے بجائے وہ محض ناجائز زخم رسانی کی حد میں محسوب ہو۔

180 ہم بیان کر چکے ہیں کہ حفاظت خود اختیاری صرف ذات ہی کے تحفظ کے لیے نہیں ہے بلکہ اپنی جایداد کے تحفظ کے واسطے بھی ہے، لہذا اگر کوئی شخص تمہارے گھر میں یا تمہاری زمین میں (یا ریل کے اس ڈبے میں جو تمہارے لیے مخصوص کیا جا چکا ہو[1]) گھس آئے اور کسی اور طریقے سے وہ وہاں سے نہ جائے تو اس کو نکالنے کے لیے جبر کا استعمال جائز ہو سکتا ہے، چنانچہ اگر اس کا داخلہ ہی جبر کے ساتھ ہوا ہو جیسے نقب کے ذریعے سے یا پھاٹک توڑ کر تو اس کو نکالنے کے لیے فوری جبر کا استعمال جائز ہے[2]۔ لیکن ایک معمولی پر امن مداخلت کنندہ کو، جب تک کہ اس سے واپس جانے کی درخواست نہ کی جائے اور وہ اپنے ٹھیرنے پر اصرار نہ کرے، سختی کے ساتھ باہر ڈھکیل دینا جائز نہ ہوگا۔ حق آسایش میں مداخلت بھی مداخلت بے جا کی نوعیت رکھتی ہے لہذا اس کی حفاظت کے لیے بھی اسی طرح جبر استعمال کیا جا سکتا ہے[3]۔

جایداد منقولہ کی حفاظت کے متعلق بھی قابض کو اسی طرح کا حق حاصل ہے لہذا اگر کوئی شخص تمہارا سامان تمہارے پاس سے لے جانے کی کوشش

---

[1] (Cf. (1915) 1 K.B.I.)

[2] (Green v. Goddard (1704), 2 Salk. 641 (K.S.C. 147)

[3] کسی جلوس کے موقع پر اگر کوئی شخص آگے چل رہا ہو تو اپنے اس تقدم کی حفاظت میں اس کا مار پیٹ کرنا جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔ (Ashton v. (Jennings (1675), 2 Levinz 138.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرے تو تم اس عمل کو روکنے کے لیے جبر کا استعمال کر سکتے ہو[1] اور ایک جدید سند[2] کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر سامان تمھارے قبضے سے نکل جائے تو اس کے بعد بھی تم اپنے سامان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لیے جبر کا استعمال کر سکتے ہو۔ لیکن جایداد غیر منقولہ کو بجبر واپس لینے کا حق کسی طرح نہیں ہے۔ رچرڈ ثانی کے زمانے کے ایک قانون کی بموجب مالک مکان اگر کسی ایسے مکان میں جس کا قابض کامل (گو کہ وہ قبضۂ ناجائز ہی ہو) اس کو اس سے خارج کرتا ہو۔ بجبر داخل ہو جائے تو (باوجود اس کے کہ وہ مکان خود اسی کی ملک ہے) وہ جرم قابل ترتیب فرد کامرتکب سمجھا جائے گا[3]۔ کیونکہ بخلاف جایداد منقولہ جایداد غیر منقولہ کے متعلق یہ خطرہ نہیں ہوتا کہ اگر مالک عدالتی چارہ جوئی تک توقف کرے گا تو اس دوران میں جایداد تلف کر دی جائے گی یا ضایع ہو جائے گی۔ 181

(۴) قانونی جواز کا ایک اور موقع روزمرہ کی زندگی کے معمولی میل جول کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اتصال جسمانی کی عام صورتوں میں جبر کی ایک خفیف سی مقدار ناگزیر طور پر شامل رہتی ہے مثلاً کسی دوست کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کی غرض سے اس کا شانہ تھپکنا یا کسی ہجوم میں کسی شخص کو کہنی سے ہٹا کر آگے بڑھ جانا۔ لیکن اس طرح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ عمل نیک نیتی کے ساتھ ہو[4]۔ اور اس میں غیر معمولی شدت

---

[1] (Bird v. Jones (1845), L.R. 7Q.B. 742.)

[2] (Blades v, Higgs (1865),11 H.L.C. 621) میں معلوم ہوتا ہے کہ دارالامرا نے ضمنی طور پر اس اصول کو قبول کیا ہے۔ تاہم قانون ٹارٹ مصنفہ پولاک ساتویں ایڈیشن صفحات ۳۹۰ اور ۴۰۴ ملاحظہ کیجیے

[3] New ton v. Harland (1840), 1 Scott, N.R. 474; cf 17 Ch. D. at P. 188

[4] سنٹرل کریمنل کورٹ میں ۱۹۲۵ء (۱۰ جون) کو ایک شخص پر اپنی سابقہ منسوبہ پر حملہ کرنے کے الزام میں فرد قرارداد جرم مرتب ہوئی تھی حالانکہ اس عورت نے زیادہ سے زیادہ الزام یہ لگایا تھا کہ "اس نے میرا کوٹ پکڑ لیا اور کہا کہ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے"۔ جسٹس سین کی نے اس معاملے کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور جوش نہ برتا گیا ہو۔

(۵) علاوہ ازیں ایسے افعال جو شخص متضرر کی رضامندی سے کئے جائیں جائز ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جبر نقض امن کا باعث نہ ہو یا بلاوجہ خطرناک نہ ہو وہ امر جس کی نسبت کوئی شخص رضامندی ظاہر کرے، ضرر نہیں خیال کیا جا سکتا (Volentinon fit injuria) چنانچہ کسی عورت کو پھسلا کر اس کی عفت میں خلل ڈالنا نہ قانون فوجداری میں حملہ متصور ہوتا ہے نہ ٹارٹ میں۔

لیکن رضامندی آزادی کے ساتھ دی جانا چاہئے (یعنی بغیر جبر، خوف یا فریب کے) اور رضامندی دینے والا شخص بافہم اور صحیح الحواس ہو اور ایسے حالات میں ہو کہ جس معاملے کے متعلق رضامندی ظاہر کر رہا ہو اس کے بارے میں ایک معقول رائے قایم کر سکتا ہو[1]۔ اگر معاملے کے اہم اور بنیادی امور کے متعلق فریب دیا گیا ہو[2]۔ مثلاً دھوکا دینے والے کی شخصیت یا حملے کی نوعیت[3] کے متعلق فریب دیا گیا ہو تو، فریب سے رضامندی باطل ہو جاتی ہے۔ لہذا اگر کوئی دغاباز اپنے آپ کو ماہر جرّاح ظاہر کر کے کسی مریض کو آمادہ کر لے کہ وہ اس کے ہاتھ سے عمل جراحی کرانے کی بابت رضامندی دیدے تو وہ اس برائے نام رضامندی کے باوجود حملے کا مجرم ہوگا۔ رضامندی دینے والے کی دماغی صلاحیت کے متعلق یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ عفت پر حملے کی صورتوں کے لیے مجلس وضع قوانین نے یہ قانون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جوری پر چھوڑ دیا اور جوری نے اس کو بہت ہی خفیف امر قرار دیکر ملزم کو بری کر دیا۔

[1] چونکہ از راہ مجبوری کسی امر کی بابت راضی ہو جانے کے (Submission) معنی ہمیشہ اجازت کے نہیں ہوتے۔

[2] لیکن اگر امر قانونی کی بابتہ غلطی ہو تو اس کی بنا پر رضامندی باطل نہیں ہوتی۔

[3] فیصلہ جسٹس اسٹیفن و نیز (Reg. v. Clarence (1889), 22 Q.B.D. 23.

(Rex. v. Williams (1923) 1 K.B. 340.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منظور کیا ہے کہ دونوں صنفوں کے سولہ سال سے کم عمر کے بچوں کی رضامندی کو صفائی میں نہیں پیش کیا جا سکتا[1]۔ اور اس طرح عمر کے متعلق ایک معین 182
کلیہ بنا دیا ہے، لیکن قانون متعلق بہ عمر ازدواج ۱۹۲۹ء میں جس کے تحت وہ شادیاں جن میں جانبین میں سے ایک کی بھی عمر سولہ سال سے کم ہو باطل قرار دی گئی ہیں، یہ منظور کیا گیا ہے کہ اگر ملزم کے ذمے عفت پر حملہ کرنے کا یا ناجائز مباشرت کا الزام ہو اور وہ یہ ثابت کر دے کہ معقول اسباب کی بنا پر اس کو یہ یقین تھا کہ وہ لڑکی (جس کے متعلق جرم کا ارتکاب بیان کیا جا رہا ہے) اس کی زوجہ ہے، تو یہ صفائی قابل قبول ہوگی۔ اگر ملزم سولہ سال سے کم عمر کی لڑکی کی عفت پر حملہ کرے تو اس کی جانب سے اس امر کے ثابت کرنے سے کہ لڑکی نے رضامندی ظاہر کی تھی اور یہ کہ ملزم کے لیے یہ سمجھنے کے معقول وجوہ تھے کہ لڑکی کی عمر سولہ سال سے زاید ہے ملزم کو کوئی فایدہ نہیں پہنچ سکتا، البتہ یہ صفائی اس وقت مفید ہو سکتی ہے جب کہ ملزم پر سنگین تر جرم یعنی ناجائز مباشرت کا الزام ہو اور لڑکی کی عمر تیرہ اور سولہ سال کے درمیان ہو اور ملزم کی عمر تیئیس سال یا اس سے کم ہو اور پہلی مرتبہ اس جرم میں ماخوذ ہوا ہو (سرکار بنام فورڈ ۱۹۲۳ء ۲ کنگس بنچ ۴۰۰)[2] یہ صفائی ملزم کی چوبیسویں سالگرہ تک قابل قبول ہو سکتی ہے (سرکار بنام چیپ مین ۱۹۳۱ء ۲ کنگس بنچ ۶۰۶)

[1] قانون ترمیم قانون فوجداری ۱۹۲۲ء دفعہ ۱۔

[2] (Rex. v. Laws (1929). 21 Cr. App. R. 45) میں لارڈ ہیوارٹ چیف جسٹس نے کہا ہے کہ "حقیقتاً یہ ایک بے ڈھنگی بات ہے کہ بڑے الزام میں تو قانون ایک صفائی پیش کرنے کا موقع دیتا ہے، لیکن چھوٹے الزام میں اگر وہی صفائی پیش کی جاتی ہے تو اس کو قبول نہیں کرتا"، لیکن دیکھئے (Rex. v. Keech) (Rex. v. Maughan (1934), 24 Cr. App. R. 130 (K.S.C. 547) اور صفحہ ۲۵ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر اس لڑکی کی عمر تیرہ سال سے کم ہو تو یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ بہترین اہلیت رکھنے والے شخص کی طرف سے مکمل ترین رضامندی بھی ایسے حملے کو جائز بنانے کے لیے کافی نہیں ہے جس کی مفاد عامہ کے مدنظر ممانعت کی گئی ہو۔ چنانچہ ایسے حملے کے متعلق رضامندی کے حاصل ہونے سے، جس کی وجہ سے جان، عضو یا تندرستی کو انتہائی اور بلا سبب مضرت پہنچے یا جو محض نقض امن کا ہی موجب ہو قانون فوجداری کی حد تک[1] ملزم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی یہ صفائی قابل قبول نہیں تصور کی جاتی۔ ایسے حملے کی بابت بھی جس سے کسی جسمانی ضرر کے پہنچنے کا احتمال ہو (خواہ وہ ضرر انتہائی ہو یا نہ ہو) اور جو کسی اچھے مقصد کی بنا پر حق بجانب نہ ہو مثلاً ورزش، جائز تادیب وغیرہ تو رضامندی کی صفائی قبول نہیں کی جاسکتی[2] لہذا اگر محاربین میں سے ایک فریق کو ضرر پہنچے تو اس سلسلے میں یہ صفائی نہیں پیش کی جاسکتی کہ فریق متضرر نے رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن یہ امر ہنوز طے نہیں ہو سکا ہے کہ خطرے کے کس حد پر پہنچنے کے بعد کسی شخص کو قانوناً یہ حق نہیں رہتا کہ خود کو اس کے لیے پیش کرے (جیسے مثلاً تنی ہوئی رسی پر سے گاڑی کے گزارنے کی اجازت دینا[3]) لیکن درصورتیکہ کوئی ماہر جراح عمل جراحی کرنے والا ہو اور کوئی شخص اغراض صحت کی خاطر اپنے کو خطرے میں ڈالے (خواہ خطرہ کتنا ہی زیادہ ہو) تو عموماً نامناسب نہ ہوگا۔ اور اس طرح مریض کی رضامندی کی وجہ سے ایک ایسا حملہ جائز ہو جائیگا جو رضامندی نہ ہونے کی صورت میں شدید میں شمار ہوتا اور وہ مضرتیں

183

[1] سرکار بنام کونی (۱۰۸۲ء) ۸ کوینس بنچ ڈویژن ۵۳۴۔ صفحہ ۱۲۵ کتاب ہذا۔ دیوانی ذمہ داری کے لیے ایسی رضامندی کے اثر کے متعلق دیکھئے قانون ٹارٹ مصنفہ پولک تیرھواں ایڈیشن صفحات ۱۶۳ و مابعد۔ اور منتخبہ نظائر بابت ٹارٹ مرتبہ کیتی صفحہ ۱۵۷۔ غفلت مصنفہ بیون ۱، III

[2] ۱۲۵ کتاب ہذا۔

[3] لیکن نوعمر نٹوں کے متعلق دیکھئے قانون بابت اطفال و اشخاص نوعمر ۱۹۳۳ء حصہ دوم۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو خالی کھیل کے دوران میں پہنچ جائیں کھیل کے جائز ہونے اور پوری احتیاط کے ساتھ کھیلے جانے کی صورت میں بلا سبب، نہیں تصور کی جائیں۔[1]

تشدد کی اس مقدار کے متعلق جس کی بنا پر حملہ صادق آجاتا ہے، اور ان حالات کی بابت جن کی بنا پر تشدد جائز ہو جاتا ہے جو قاعدے رائج ہیں وہ قانون ٹارٹ اور قانون فوجداری دونوں سے یکساں طور پر متعلق ہیں۔ لیکن قانون کے ان دونوں شعبوں میں ان قواعد کی حد تک اختلاف ہے جن کا تعلق اس دماغی کیفیت سے ہے جو کسی شخص کو ممنوعہ تشدد کے استعمال کا مجاز بنا دیتی ہے۔ ٹارٹ کے مقدمات میں نیت یا محض غفلت[2] (اگر غفلت کی مقدار کافی ہو) خلاف ورزی کرنے والے کو ہرجے کی ادائی کا مستوجب قرار دے سکتی ہے (جیسے دکان کا کوئی ملازم کسی خریدار پر پھوہڑپن کے ساتھ کھولتا ہوا چاء دان انڈیل دے) لیکن کوئی شخص اس وقت تک حملے کی بنا پر فوجداری سزا کا مستوجب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس جرم کا ارتکاب بالارادہ نہ کیا گیا ہو۔[3]

184 ہم بہرحال یہ دیکھ چکے ہیں (صفحہ ۱۷۳) کہ کسی گاڑی کو بیجا طریقے پر ہانکنے سے اگر کسی شخص کو جسمانی ضرر پہنچ جائے تو خواہ یہ ضرر دانستہ غفلت کی ہی بنا پر پہنچا ہو، اس کا شمار جرم میں ہو سکتا ہے۔

مندرجۂ ذیل حملوں کو قانون موضوعہ نے جرم صغیر قرار دیا ہے اور

---

[1] صفحہ ۱۲۵ کتاب ہذا۔ مقابلہ کیجئے (Deiser's yearbook of 12 Ric. 2, P. 125)

[2] (Bigelow on Torts, 7 th Ed. نیز (Weaver v. Ward (1627), Para 374.

[3] اور مقابلہ کیجئے (Ack royd v. Barett (1895), 11 T.L.R. 115) Commonwealth v. Adams (1878), 114 Mass. 323) ہندوستان، ریاست ہائے متحدہ (قانون فوجداری کتاب چہارم باب ہشتم مصنفہ وھارٹن) اور اسکاٹ لینڈ (قانون فوجداری مصنفہ میکڈانلڈ صفحہ ۱۵۴) میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر بربنائے غفلت حملہ واقع ہو تو وہ داخل جرم نہ ہوگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کے لیے دو سال کی قید سخت یا جرمانے کی سزا مقرر کی ہے :-

(۱) کسی جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے حملہ۔

(۲) وہ حملہ جو یا تو خود حملہ آور کی یا کسی دوسرے شخص کی جائز گرفتاری کو روکنے کی نیت سے کیا جائے۔[۲]

(۳)۔ وہ حملہ جو پولیس کے کسی جوان پر ایسی حالت میں کیا جائے جب کہ وہ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص پر جو ایسے جوان کی مدد کر رہا ہو۔[۳]

(۴) کسی عورت کی عفت پر حملہ۔[۴]

---

[۱] ۲۴ و ۲۵ سنہ ملوس وکٹوریا کلاز ۱۰۰ دفعہ ۳۸۔

[۲] ایکٹ مندرجۂ بالا۔

[۳] ایکٹ مندرجۂ بالا۔

[۴] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۵۲۔ لیکن کسی مرد پر خلاف وضع فطری فعل کے ارتکاب کے ارادے سے حملہ کرنا گو کہ محض جرم صغیر ہے لیکن اس کی بنا پر دس سال کی سزا دی جا سکتی ہے (دفعہ ۶۲)۔

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کے متعلق آرا میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ کیا اس جرم کے اطلاق کے لیے اس فعل کا ناشایستہ ہونا ضروری ہے یا یہ کافی ہے کہ وہ فعل گو بجائے خود شایستہ ہو لیکن ناشایستہ مقصد کے لیے کیا گیا ہو۔ نیو ساؤتھ ویلز کے سپریم کورٹ نے اول الذکر رائے اختیار کی ہے۔ (Reg. v. Culgan (1898) اور اس کے نزدیک ملزم کا یہ فعل کہ اس نے بازاری عورت کو ایسے مقام تک کھینچ کر لیجانے کی کوشش کی، جہاں وہ اس کے ساتھ مباشرت کر سکے، اطلاق جرم کے لیے کافی نہ تھا۔ اور یہی رائے جنوبی افریقہ کے سپریم کورٹ کی ہے۔

(Rex. v. Abrahams, C. G. H. (1918) 590. لیکن انیٹریو کے سپریم کورٹ کی رائے اس کے خلاف ہے (Rex v. Chong (1915), 32 Ontario 66.) انیٹریو کی عدالت نے قرار دیا ہے کہ ناشایستہ حملہ وہ حملہ ہے جس میں ناشایستگی کا عنصر موجود ہو، خواہ وہ عنصر محض دماغی ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معمولی حملہ بھی قابل ترتیب فرد جرم، جرم صغیر ہے اور بعد ترتیب فرد جرم، اس کی بنا پر ایک سال کی قید سخت یا جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے[1]۔

جس شخص پر حملہ کیا جائے اس کو عموماً یہ اختیار حاصل ہے کہ ملزم کو عدالت پٹی سشن کے روبرو پیش کر کے سرسری داد خواہی کرے۔ چونکہ اگر حملے میں 185
(۱) کسی اراضی کی حقیت[2] کی نزاع شامل ہو یا (۲) اس کے ساتھ کسی جرم کبیر کے ارتکاب کا اقدام بھی کیا گیا ہو تو بہ ترتیب فرد جرم جوری کی مدد سے اس کی سماعت ہونا ضروری ہے، تاہم حملے کی معمولی صورتوں میں دو جسٹس آف دی پیس کے روبرو بغیر جوری کی مدد کے سرسری سماعت ہو سکتی ہے[3]۔ لیکن اس حیثیت کی عدالت زیادہ سے زیادہ مندرجۂ ذیل سزا دے سکتی ہے:-

(الف) پولیس کے ایسے جوان پر حملہ کرنے کی سزا جو اپنے فرض کی انجام دہی میں مصروف ہو تو ماہ قید سخت ہے۔ یہ سزا ایسے لوگوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مصنف کتاب ہذا کو بجز لارڈ ایشر کی نظیر (جو اس وقت جسٹس برٹ تھے) بمقدمہ کرنل ویلن ٹائن بیکر کے (اخبار ٹائمس ۳۰ جولائی اور ۳ اگست ۱۸۷۵ء) اس مسئلے کے متعلق اور کوئی انگریزی نظیر نہیں ملی۔ جسٹس موصوف نے کناڈا کی عدالت کا تتبع کیا اور گرینڈ جوری کو یہ ہدایت کی کہ دو اگر کوئی شخص کسی نوجوان عورت کا اس کی مرضی کے خلاف بوسہ لے اور اس عمل میں شہوانی جذبات کا دخل ہو، اور اس سے اس کی غرض اپنے جذبات شہوانی کی تسکین یا اس کے جذبات شہوانی کا ابھارنا ہو تو یہ (ناشائستہ حملہ عفت میں خلل ڈالنے کی خاطر حملہ سمجھا جائیگا عموی حسن اور مسرت کے زمانے میں جوان لوگوں کی بوسہ بازی ناشائستہ نہیں سمجھی جا سکتی لیکن کسی مرد کا جذبۂ شہوانی کے تحت بوسہ لینا ناشائستہ (عفت میں خلل ڈالنے والا) حملہ تصور کیا جائے گا۔" اس زمانے میں بوسہ لینے کا عمل رومائی عہد کی طرح مذموم اور قابل نفرت جرم نہیں تصور کیا جاتا۔

[1] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریا کلاز ۱۰۰ دفعہ ۴۷۔

[2] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۴۶۔

[3] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریا ۱۰۰ دفعہ ۴۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دی جا سکے گی جو قریبی زمانے میں اسی طرح کے حملے کی بدولت سزایاب ہو چکے ہوں[1]۔

(ب) چھ ماہ کی قید سخت یا جرمانہ بقدر۔

(i) بیس پونڈ، کسی ایسے پولیس کے جوان پر حملہ کرنے کی صورت میں جو اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہو[2]۔

(ii) پچاس پونڈ[3]، کسی چودہ سال سے کم عمر کے لڑکے یا عورت پر حملہ کرنے کی حالت میں، بشرطیکہ حملے کی نوعیت زیادہ سخت ہو[4]۔

(ج) معمولی حملے کی بابت دو ماہ کی قید سخت یا پانچ پونڈ جرمانہ۔

اس صورت میں جسٹس (مجسٹریٹ) صرف اس وقت سرسری سماعت کر سکتے ہیں جبکہ استغاثہ فریق ضرر رسیدہ نے (یا ضرر رسیدہ کے کمسن ہونے کی صورت میں اس کی جانب سے) کیا ہو، محض پولیس نے نہ کیا ہو[5]۔

---

[1] ۳۴ و ۳۵ سنہ جلوس وکٹوریا کلاز ۱۱۲ دفعہ ۱۲۔

[2] ایکٹ مندرجہ بالا۔ خواہ ملازم کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ شخص پولیس کا جوان ہے (73 J, P. 176.)

[3] تحت کریمنل جسٹس ایکٹ ۱۹۲۵ء دفعہ ۳۹۔ اس ایکٹ کے ذریعے سے ملزم صورت (ب) ii اور (ج) میں بذریعہ مچلکہ بھی پابند کیا جا سکتا ہے۔

[4] اس کے ناشائستہ ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے جبر کی بنا پر۔

[5] لیکن ۲۴ اور ۲۵ وکٹوریا کلاز ۱۰۰ دفعہ ۴۳ کے تحت عورتوں اور بچوں پر سخت حملہ کرنے کی جو کارروائیاں کی جاتی ہیں ان میں اس طرح مقدمہ چلانے کا حق محدود نہیں کیا گیا ہے۔ واضعان قانون کے پیش نظر بیویوں کو مارنے والے لوگ تھے اور وہ یہ جانتے تھے کہ ضرر رسیدہ بیویاں بہت ہی جلدی معاف کرنے کے لیے راضی ہو جاتی ہیں۔

اس کے برخلاف کیمبرج میں پراکٹر اور انکے تحت کے لوگ ان حملوں کی حد تک جن کا وہ اپنے پراکٹر ہونے کی حیثیت سے ارتکاب کریں جھگڑوں کے سرسری اختیار سماعت سے مستثنیٰ ہیں۔ البتہ شخص متضرر نمبری استغاثہ یا دیوانی نالش کر سکتا ہے (Cambridge Award Act 1856, 19 Vict. C. xxvi.) اس ایکٹ کے منظور ہونے کی وجہ وہ جرمانہ تھا جو پراکٹر اور اس کے دو آدمیوں پر ۳ دسمبر ۱۸۵۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیونکہ اس سرسری ضابطے کو اختیار کر لینے سے متضرر رسیدہ کا دیوانی چارہ جوئی کا حق باقی نہیں رہتا[1]

قوانین ۵۸ اور ۵۹ سنہ جلوس وکٹوریا کی رو سے ہر عدالت جو کسی شوہر کو اپنی زوجہ پر شدید حملہ کرنے کے جرم کا (سرسری طور پر یا اس کے خلاف) مجرم قرار دے اور اس کو اس امر کے باور کرنے کے وجوہ ہوں کہ عورت کی حفاظت خطرے میں ہے تو وہ یہ حکم دے سکے گی کہ زوجہ آیندہ سے اس کے ساتھ ہم بستری پر مجبور نہ ہوگی اور اس کے نفقے کی ادائی کے لیے بھی حکم دے سکے گی۔ اول الذکر حکم کا اثر عدالتی افتراق کا ہوگا۔[2] اس قانون میں جو لفظ "شدید" استعمال ہوا ہے وہ محض اسی مفہوم میں استعمال نہیں کیا گیا ہے جس میں اس کو قانون موضوعہ نے دیگر مقامات پر استعمال کیا ہے۔ 186

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- کو قصبے کے جسٹسوں نے کیا تھا۔

[1] ۱۹۳۲ء میں ریلوے کمپنیاں اس امر پر راضی ہوگئیں کہ ان کے ملازمین پر جو حملے کیے جائیں گے ان کی بابت وہ کمپنیاں، درصورتیکہ ضرر رسیدہ ملازم کو ہرجے کا دعویٰ کرنے کا موقع ہو، فوجداری دعویٰ نہ کریں گی۔

[2] طلاق کا نہیں۔ چنانچہ فریقین میں سے کوئی ایک بھی کسی دوسرے سے شادی نہ کر سکے گا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۱

آتش زنی اور جائداد کی دوسری قسم کی بالارادہ نقصان رسانی

187 جرایم متعلق بہ ذات پر بحث کرنے کے بعد جب ہم جرایم متعلق بہ جائداد پر آئیں تو ان متعدد جرائم میں سے جو حق ملکیت میں خلل انداز ہوتے ہیں ہمیں اولاً دو قدیم جرائم۔ آتش زنی اور نقب زنی ــــ اور ان کی مختلف نوعیتوں سے بحث کرنا چاہیے۔ ان دو جرائم کو قدیم الایام سے مخصوص طور پر سنگین تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی تاریخی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ قدیم انگریزی قانون لوگوں کے مقامات سکونت کو خاص احترام کی نظر سے دیکھتا تھا۔ ایک مکان سکونہ کو یہ سمجھا جاتا تھا کہ اس کے ساکن کی ایک گڑھی اور قلعہ ہے جو اس کو مضرت اور تشدد سے محفوظ رکھنے کا ذمہ ہے اس کی راحت و عافیت کا ضامن ہے؛ ہر شخص کے لیے اس کا گھر بہترین جائے پناہ ہے[1] چنانچہ کسی ادنیٰ جھونپڑے کو بالارادہ آگ لگا دینا اب تک سنگین جرم کبیر تصور کیا جاتا ہے حالانکہ اتنے ہی ارادے کے ساتھ

[1] (Semayne's Case (1604), 5 Co Rep. 91) ــــ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی نادر تصویر یا کسی بے بہا مشجر پردے کو آگ لگا دینا زیادہ سے زیادہ جرم صغیر شمار کیا جائے گا، اور کامن لا میں تو اس کا جرم میں شمار ہی نہ تھا۔

آتش زنی[1] کے جرم کبیر کی کسی زمانے میں نہایت ہولناک سزا مقرر تھی یعنی یہ کہ مجرم کو اس جرم کی پاداش میں زندہ جلا دیا جاتا تھا[2]۔ لیکن کسی مکان کو آتش زنی کے علاوہ کسی اور طریقے سے تباہ کر ڈالنا کامن لا میں قطعاً کوئی فوجداری جرم تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ مجلس وضع قوانین نے بہرحال اب اس کمی کو پورا کیا ہے اور کسی مکان[3] کو بلوہ کر کے منہدم کر دینا جرم کبیر اور بلوہ کر کے اس کو نقصان پہنچانا[4] جرم صغیر قرار دیا ہے۔ دنگا بلوے سے قطع نظر ہر جائداد کی نقصان رسانی کو، خواہ وہ مکان ہو کہ نہ ہو، جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس جرم کی بابت بعض اوقات فرد جرم لگا کر اور بعض اوقات سرسری طور پر سماعت کرنے کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ طریقۂ سماعت میں یہ فرق نقصان کی مقدار کے لحاظ سے ہوتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۸۹)۔

کامن لا میں آتش زنی کی ان الفاظ میں تعریف کی گئی تھی کہ کینے سے اور عمداً دوسرے شخص کے مکان یا ہیوتات کو جلا دینا، آتش زنی ہے۔ کینے کے وجود کو ضروری قرار دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آتش زنی ان قدیم ترین جرائم میں سے ہے جن میں دماغی عنصر کو اہمیت حاصل تھی۔ بہت قدیم زمانے میں لوگوں کو اس آگ میں جو بالقصد لگائی گئی ہو اور اس آگ میں جو بالقصد نہ لگائی گئی ہو امتیاز کرنا پڑتا تھا[5]۔ 138

---

[1] آتش زنی کو انگریزی میں (Arson) کہتے ہیں جو لاطینی لفظ (ardes) (میں جلاتا ہوں) سے مشتق ہے۔

[2] (Britton, 1, 41)

[3] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۷ دفعہ ۱۱۔

[4] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۱۲۔

[5] پولک و میٹ لینڈ II صفحہ ۴۹۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرم کو دوسرے شخص کے مکان کو جلا دینے کی حد تک محدود کر دینے میں اصل منشاء مالک کے حقوق کی حفاظت نہ تھا بلکہ اصل منشا یہ تھا کہ جو شخص واقعی طور پر اس میں سکونت رکھتا ہو اس کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ چنانچہ اگر کوئی کرایہ دار کسی مکان پر واقعاً قابض ہوتا اور اس کی مدت کرایہ داری ایک دن سے زاید قایم رہنے والی نہ ہوتی تو اس مکان کو جلا ڈالنے کی صورت میں وہ آتش زنی کا مجرم نہ ہوتا تھا لیکن بخلاف اس کے مکان کرایہ دار کے قبضے میں ہونے کی حالت میں اگر خود مالک مکان اس مکان میں آگ لگا دیتا تو وہ آتش زنی کا مجرم قرار دیا جاتا تھا۔

لیکن کامن لا والی تعریف اب قائم نہیں رہی۔ آتش زنی کے متعلق جو متعدد قوانین وضع کیے گئے ہیں ان میں کسی قدر مختلف نوعیت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور اس وجہ سے وہ سابقہ تعریف اب صادق نہیں آتی وہ جملہ قوانین اب اس قانون میں یک جا کر دیے گئے ہیں جو کینے سے نقصان پہنچانے کی بابتہ ۱۸۶۱ء میں منظور ہوا ہے۔ (Malicious damage Act 1861)

اب اس قانون کی رو سے عمارتوں یا کسی اور جائداد کو جو خاص طور پر آتش گیر نوعیت کی ہو آگ لگا دینے کے جرم کبیر کو آتش زنی کہتے ہیں۔ اس جرم کی بنا پر مختلف سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ آتش زنی کی ایک انتہائی شاذ صورت یعنی شاہی جہاز اور گودام کو آگ لگا دینے کی پاداش میں قانون موضوعہ کی رو سے اب تک (برائے نام) سزائے موت مقرر ہے۔[1]

189 دوسری سنگین ترین قسم وہ ہے جس میں حبس دوام کی سزا دی جا سکتی ہے، اور وہ (۱) کسی گرجا[2]، ریلوے اسٹیشن[3]، عامۃ الناس کے استعمال کی

---

[1] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۷۔ دیکھیے ڈائجسٹ آف کریمنل لا ساتواں ایڈیشن فصول ۳۲۵ - ۳۳۸ -

[2] ۲ سنہ جلوس جارج سوم کلاز ۲۴ دفعہ ۱ (قانون تحفظ گودام جہاز)، ۷ و ۸ سنہ جلوس جارج چہارم کلاز ۲۸ دفعات ۲، ۷۔

[3] ۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریا کلاز ۹۷ دفعہ ۱۔

[4] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمارت[1]، گودام[2]، کوئلے کی کان[3]، یا جہاز[4] کو (۲) مکان مسکونہ کو جب کوئی شخص اس کے اندر موجود ہو[5] اور (۳) تقریباً ہر قسم کی عمارت کو جب کہ یہ عمل کسی شخص کو مضرت پہنچانے یا فریب دینے کی نیت سے کیا جائے[6]، آگ لگانا ہے۔ لیکن عمارت کو مذکورۂ بالا حالات کے بجائے کسی دوسرے حالات میں[7] یا فصل یا باغ[8] وغیرہ کو آگ لگانے کی انتہائی سزا صرف چودہ سال تک عوارض تعزیری کا عاید رہنا ہے۔

یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ آتش زنی کی بابت جو موضوعہ قانون ہے وہ کامن لا کے اصول کی بہ نسبت بہت زیادہ وسیع ہے۔ یہ جرم اب مکانات اور ان کے متعلقہ ہیوتات تک محدود نہیں رہا اور علاوہ بریں جو چیز جلائی گئی ہو اس کا قابض بھی اب اس جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

قانون موضوعہ کے دو جملے 'کینے سے' اور 'آگ لگانا' توضیح طلب ہیں۔

(الف) 'کینے سے'۔ ہم دیکھ چکے ہیں[9] کہ محض غفلت کی بناء پر کوئی مکان جلا دینا، خواہ وہ غفلت کتنی ہی فاش ہو، جرم نہیں ہے (انگریزی قانون

---

[1] دفعہ ۵۔
[2] دفعہ ۱۷۔
[3] دفعہ ۲۶۔
[4] دفعہ ۴۲۔
[5] دفعہ ۲۔
[6] دفعہ ۳۔
[7] دفعہ ۷۔
[8] دفعہ ۱۶۔
[9] صفحہ ۱۸۸ کتاب ہذا۔ جیسے مثلاً کوئی سگریٹ پینے والا سگریٹ سلگا کر بے خیالی میں دیا سلائی کسی ذخیرے پر پھینک دے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں یہ ایک ایسی فروگذاشت ہے کہ اس کی طرف مجلس وضع قوانین کو توجہ کرنا چاہیئے) تا اینکہ اگر یہ خاص غفلت کا واقعہ کسی جرم کبیر کے ارتکاب کے دوران میں واقع ہوا ہو تب بھی یہ عمل مجرمانہ آتش زنی میں شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ قانون موضوعہ میں جب کسی جرم کی تعریف کی گئی ہے تو لفظ 'کینے' کو، جیسا کہ ہم اس سے پہلے دیکھ چکے ہیں[1]، کامن لا کی طرح اس کے مبہم معنی میں یعنی عمومی بدنیتی کے مفہوم میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس سے اس کی مراد خاص اس قسم کا ضرر پہنچانے کی نیت سے ہوتی ہے جو فی الواقع پہنچایا جائے (یا یہ کہ اس عمل کے کرنے میں خطرہ موجود ہونے کے باوجود بے اعتنائی برتی جائے[2]) لہذا اگر کوئی مجرم نقب زنی یا کسی دوسرے جرم کبیر کے ارتکاب 190
میں مشغول ہو اور غفلت سے کسی مکان میں آگ لگا دے تو عام حالات میں وہ آتش زنی کا مجرم نہ ہوگا[3]۔ ایسی شاذ صورتوں میں جن میں اصل جرم جس کا وہ مرتکب ہو رہا ہو ایسا ہو کہ اس کے ارتکاب سے خود ہی آگ لگانا لازم آتا ہو تو وہ اس جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ کیونکہ ہر شخص اپنے افعال کے ایسے جملہ نتائج کا ذمہ دار ہے جن کے رونما ہونے کا اس کو احتمال ہو۔ چنانچہ قدیم کامن لا کی رو سے اگر کوئی شخص بالارادہ اپنا مکان جلا دیتا (جو اس زمانے میں آتش زنی کے جرم میں داخل نہ تھا) اور اس وجہ سے اتفاقی طور پر اس کے ہمسایے کا ملحقہ مکان جل جاتا تو وہ آتش زنی کا مجرم ہو سکتا تھا، کیونکہ ایسی صورت میں خطرے کے واضح طور پر ظاہر ہونے کی وجہ سے کینے کا بادی النظری قیاس قایم کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہر وہ شخص جس نے کینے کی بنا پر کسی ایسی شے کو آگ لگا دی ہو جس کو جلا دینا

---

[1] صفحہ ۷۰ کتاب ہذا۔ (Reg. v. Pembliton (1874 , 2 C.C.R. 119 (K.S.C. 157)

[2] اس کے برخلاف یہ ضروری نہیں ہے کہ شخص متضرر کی بدخواہی مقصود ہو۔ ملاحظہ ہو صفحات ۱۵۳ و ۱۹۴ کتاب ہذا۔

[3] (Reg. v. Faulkner (1876), 11 Ir.C.L. 8.(K.S.C. 152)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرم آتش زنی نہیں ہے اور آگ پھیل کر اتفاق سے ایسی عمارت تک پہنچ جائے جس کو آگ لگانا آتش زنی کے جرم میں داخل ہے تو لازمی طور پر وہ شخص آتش زنی کا مجرم قرار پا جائے گا۔ چونکہ اگر کوئی شخص گھر کے اندر کسی چیز بست کو شرارت سے جلانا چاہے اور اس سلسلے میں بالکل سوء اتفاق سے مکان کو آگ لگ جائے تو اس کو مکان کی آتش زنی نہ کہا جائے گا[1] اور اگر مکان کے اندر اس چیز بست کو آگ لگانے سے خود مکان کے جل جانے کا حقیقتہً احتمال ہو تو ایسی صورت میں بھی وہ اس کی آتش زنی کا لازمی طور پر مجرم نہ قرار پائے گا۔ چونکہ آتش زنی کے لیے یہ ضروری ہے کہ آگ لگانے والے نے یا تو یہ نیت کی ہو کہ اس عمارت کو آگ لگ جائے یا کم از کم اس کے نزدیک اس امر کا قوی احتمال ہو کہ اس میں آگ لگ جائے گی اور اس نے آگ کے لگنے نہ لگنے کے متعلق لاپروائی برتی ہو[2]۔

(ب) قانون موضوعہ میں کسی مکان کو "آگ لگا دینا" کے الفاظ 191

[1] مکان کی اور نہ ان اشیا کی جو نذر آتش ہو گئیں، چونکہ دفعہ ۷ کے تحت اگرچہ کسی عمارت کے اندر (یا مقابل میں) کسی مادے یا شے، کو آگ لگانا جرم کبیر ہے، لیکن دفعہ ہذا صرف ایسی حالت میں متعلق ہوتی ہے جب کہ آگ لگانے والا جانتا ہو اور جان بوجھ کر اس خطرے کی طرف سے لاپروائی برتے جو اس عمل سے عمارت کو پہنچتا ہو۔ (Reg. v. Child (1871) (I.C.C. R. 307; Reg. v. Nattrass (1882), 15 Cox 78) (K.S.C. 156)

[2] اسی طرح ایک ملزم (Reg. v. Harris 1887), 15 Cox 75 (K.S.C. 154) کے مقابل میں کینے سے ایک ریلوے لائن میں ان مسافروں کی جان کو خطرے میں ڈالنے کی نیت سے جو اس پر سفر کر رہے تھے رکاوٹ پیدا کرنے کی بابت فرد قرارداد جرم مرتب ہوئی۔ جوری کی رائے میں وہ "اس فعل کا مجرم تھا لیکن اس کی نیت ضرر پہنچانے کی نہ تھی بلکہ اس عمل سے اس کی غرض یہ تھی کہ وہ اپنے آجروں کو یہ ظاہر کر کے کہ اس نے اس رکاوٹ کا پتا لگا لیا ہے خوش کرے" قرار دیا گیا کہ جوری کی اس رائے کا منشا یہ ہے کہ وہ مجرم نہیں ہے (اخبار ٹائمس ۲۹ جولائی (۱۹۰۰ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

استعمال ہوئے ہیں اور کامن لا 'جلانے' پر مواخذہ کرتا تھا۔ لیکن یہ محض لفظی فرق معلوم ہوتا ہے چونکہ 'آگ لگا دینا' کے محض یہ معنی نہیں ہوتے کہ کسی چیز کے مقابل میں آگ رکھ دی جائے بلکہ اس کے معنی واقعی طور پر 'نذر آتش کر دینا' ہوتے ہیں۔ اگر کسی عمارت کے چوبینے کے کسی حصے کو تیز حرارت یا آنچ پہنچا کر سوختہ کر دیا جائے تو خواہ شعلہ نہ اٹھے[1] تب بھی کافی ہے کیونکہ بعض اقسام کی لکڑی کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ بالکل جل جاتی ہے لیکن اس سے قطعاً شعلہ نہیں بلند ہوتا۔ البتہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر آگ سے لکڑی کا کچھ حصہ جھلس کر سیاہ ہو گیا ہو اور کوئی جزو واقعی طور پر تلف نہ ہوا ہو تو جرم کے اطلاق کے لیے یہ کافی نہیں ہے[2]۔ گو لکڑی کے محض سیاہ ہو جانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مسامات کی ترکیب کیمیاوی میں (لکڑی کے کوئلے کی طرح) فرق پیدا ہو گیا ہے لہذا اس کے اجزائے ترکیبی میں اختلال کا پیدا ہو جانا اور (جیسا کہ سر جیمس اسٹیفن نے پہچان بتلائی ہے[3]) نتیجتاً اس کے وزن میں واقعی طور پر کمی آ جانا ضروری ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقتاً لکڑی کا کچھ جزو تلف ہو جاتا ہے لیکن سرکار بنام رسل (۱۸۴۲ء) میں غالباً اس امر کو تسلیم نہیں کیا گیا۔

جائدادی مضرتوں میں صرف آتش زنی ہی وہ مضرت تھی جس کو کامن لا نے جرم میں شمار کیا تھا۔ جائداد کی شرارت آمیز مضرت رسانی کی دوسری تمام صورتیں محض مداخلت بیجا شمار کی جاتی تھیں، اور اس کے متعلق محض دیوانی چارۂ کار حاصل تھا۔ لیکن قانون موضوعہ کے ذریعے سے جائداد کو بدنیتی کے ساتھ مضرت پہنچانے کی مختلف نوعیتوں کے واسطے فوجداری سزاؤں کی متعدد صورتیں پیدا کی گئیں۔

کینے سے نقصان پہنچانے کی بابت ۱۸۶۱ء کے قانون (Malicious Damage Act 1861.)

---

[1] (Reg. v. Parker (1839); 9 C. and P. 45.

[2] C. and M. 451.

[3] ڈائجسٹ آف کریمنل لا ساتواں ایڈیشن فصل ۵۳۲ نمبر ۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے تحت مختلف جائدادوں کی خاص اقسام کو نقصان پہنچانا مختلف حیثیتوں کا جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ جرائم ان جرائم کبیرہ سے شروع ہو کر جن کی پاداش میں تاحیات عوارض تعزیری عائد رہتے ہیں (مثلاً کپڑا بننے کے کارو بار میں جو مشینیں کام میں آتی ہیں یا بافتنی سامان جو تیار کیا جا رہا ہو، ان کا تباہ کرنا[1]) ان افعال تک پہنچتے ہیں جن کی بابت محض سرسری سماعت کے بعد سزا تجویز کر دی جاتی ہے۔ 192

دوسری تمام منقولہ یا غیر منقولہ جائدادوں کو نقصان پہنچانے کی بابت جو ان اقسام میں شامل نہیں کی گئی ہیں حسب ذیل عمل ہوتا ہے:-

(۱) کینے سے نقصان پہنچانا قابل تریب فرد جرم، جرم صغیر ہے اور (الف) جب اس کا بوقت شب (یعنی نو بجے شب اور چھ بجے صبح کے درمیان) ارتکاب ہو تو اس کی بنا پر پانچ سال تک ملزم پر عوارض تعزیری عائد رہیں گے یا دو سال کی قید با مشقت یا بلا مشقت[2] یا جرمانہ[3] سے کیا جائے گا اور اگر (ب) دن میں ارتکاب ہو تو اس کی سزا مذکورہ قید یا جرمانہ ہو گی۔ لیکن جب تک سپرد کنندہ جسٹس (مجسٹریٹ) کے نزدیک پانچ پونڈ سے زائد نقصان نہ پہنچا ہو کسی شخص کے مقدمے کی سماعت جوری کی مدد سے اور فرد جرم لگا کر نہ کی جائے گی[4]۔

(۲) کینے سے یا محض بالارادہ[5] بیس پونڈ مالیت تک کی جائداد کو

---

[1] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۷ دفعہ ۱۴۔

[2] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۵۱۔

[3] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۷۳۔

[4] ۴ و ۵ جارج پنجم کلاز ۵۸ دفعہ ۱۴ (۲)۔

[5] ۴ و ۵ جارج پنجم کلاز ۵۸ دفعہ ۱۴۔ بالارادہ (یعنی ارادے کے ساتھ) عمل کے معنی یہ ہیں کہ وہ فعل دانستہ طور پر عمداً یہ سمجھ کر کیا گیا ہے کہ اس شئے کو نقصان پہنچے گا خواہ اس کے مالک کے خلاف اس شخص کے دل میں کوئی کینہ، نہ ہو جیسے مثلاً ڈیری فارم کا ملازم اپنے آجر (آقا) کے دودھ میں پانی ملا دے لیکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقصان پہنچانا خفیف جرم تصور کیا جائے گا اور اس کی سرسری طور پر سماعت کی جائے گی، (الف) اگر نقصان پانچ پونڈ سے زائد ہو تو تین ماہ کی قید یا بیس پونڈ تک جرمانے کی سزا دی جا سکے گی (ب) اگر یہ نقصان پانچ پونڈ یا اس سے کم ہو تو دو ماہ کی قید اور پانچ پونڈ تک جرمانے کی سزا دی جائیگی۔ (۱) اور (۲) دونوں میں فریق متضرر کو اس کے ساتھ ساتھ معاوضہ بھی دیا جا سکے گا۔[1]

مذکورہ صورتوں کا ایسی نقصان رسانی پر اطلاق نہ ہوگا جو (الف) ایسی حالت میں واقع ہوئی ہو کہ مرتکب فعل کو معقول وجوہ کی بنا پر یہ خیال ہو کہ اس کو اس عمل کے کرنے کا حق حاصل ہے[2] یا جس میں (ب) کوئی 193
واقعی نقصان نہ پہنچا ہو۔ برائے نام مضرت (جیسے کسی پختہ راستے پر چلنا) جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ اس سے اس کا منشا محض یہ ہوتا ہے کہ فروخت کرنے کے لیے اس کے پاس زیادہ مقدار ہو جائے۔ (Roper v. Knott, (1898 ; 1 Q.B. 868.)

[1] ۴ و ۵ جارج پنجم کلازہ ۵ دفعہ ۱۴ (۱) ان دونوں صورتوں میں قید با مشقت یا بلا مشقت ہو سکتی ہے۔ دفعہ ۱۶ (۱)۔

[2] ایکٹ مندرجہ بالا دفعہ ۱۴ (۱) ملاحظہ ہو۔ (Miles v. Hutchings, (1903), 2 K.B. 714.) جس میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ محافظ شکار کا اس یقین کے تحت (گو کہ وہ صحیح نہ ہو) کہ وہ اسی طرح سے اپنے آقا کی جائداد کو محفوظ رکھ سکتا ہے کسی کتے کے گولی مار دینا کینے سے کیا ہوا عمل نہ سمجھا جائے گا۔ اس مقدمے سے (Bernard v. Evans, (1925), 2 K.B. 794.) کا مقابلہ کیجئے۔ ثانی الذکر مقدمے میں قانون تحفظ جانوران ۱۹۱۱ء کے تحت کتے کے ساتھ "ظالمانہ طور پر برا برتاؤ کرنے کا" الزام تھا۔ کینیڈا میں نیوزی لینڈ کے ایک فیصلے کے اتباع میں یہ قرار دیا گیا ہے (7 Ontario L.R. 530) اس تصور کی بنا پر ملزم صرف اسی وقت بری ہو سکتا ہے جبکہ وہ واقعات کی غلطی میں مبتلا ہوا ہو، قانون کی نہیں۔ یعنی یہ کہ اس کو سچائی کے ساتھ گو غلط طور پر ایسے حالات کے وجود کا یقین ہو کہ جن کی بنا پر قانوناً اس کو اس عمل کے کرنے کا حق ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹارٹ کے دعوے کے لیے کافی ہے۔ فوجداری دعوے کے لیے کافی نہ سمجھی جائے گی۔ لیکن اگر نقصان خفیف ہو، مگر قابل لحاظ ہو، تو اس قانون کا اطلاق ہو سکے گا۔ ہیملٹن بنام بون (۱۸۸۸ء)[1] میں ملزم نے شاہ بلوط کا پھول کاٹ لیا تھا۔ پھول کی قیمت اگرچہ گیارہ پنس تھی لیکن مقدمہ چلایا گیا اور ملزم کو سزا دی گئی۔ لیکن ایک دوسرے موقع پر ملزمین کو سزا دینے سے انکار کیا گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ کچھ لوگ فٹبال کھیل رہے تھے، قریب میں ایک چراگاہ تھی۔ گیند اس میں جا پڑتا تھا، یہ لوگ بار بار اس کے اٹھانے کے لیے چراگاہ میں مداخلت بیجا کرتے تھے۔ تاہم ایام سرما ہونے کی وجہ سے گھاس کو اس عمل سے کوئی قابل لحاظ نقصان نہیں پہنچا[2]۔ اسی بنا پر وہ اعلان جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ "مداخلت بیجا کرنے والوں پر مقدمہ چلایا جائے گا"، اکثر اوقات اس کی حیثیت ایک ایسی پیشین گوئی کی ہوتی ہے جس میں پورے ہونے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ لیکن جس اراضی کے متعلق یہ اعلان ہو، اگر اس میں کوئی ایسی چیز کاشت کی گئی ہو جس کو مداخلت بیجا سے مضرت پہنچ سکتی ہو تو ایسی حالت میں اس اقتناعی اطلاع کی یہ اہمیت ہو سکتی ہے کہ چونکہ ملزم نے اس پر مطلع ہونے کے باوجود مداخلت بیجا کی لہذا یہ پتا چلتا ہے کہ اس کا یہ فعل بالارادہ اور نتیجۃً مجرمانہ تھا[3]۔

علاوہ ازیں یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ جائداد کو نقصان پہنچانا اور بات ہے اور اس کو لے کے چل دینا اور بات ہے۔ اسی بنا پر گارڈنر بنام بلنس برج (۱۸۸۷ء)[4] میں ۱۸۶۱ء کے ایکٹ کے تحت جنگلی گلرمتے توڑنے کا استغاثہ

---

[1] (16 Cox. 437.)

[2] (Eley v. Lytle (1885). 50 J. P. 308.)

[3] قانون ٹارٹ مصنفہ پولک تیرھواں ایڈیشن باب نہم اور (Justice & Police) (عدالت اور پولیس) مصنفہ سیٹ لینڈ صفحہ ۱۳۔

[4] (Gayford v. Chouler (1898) 1 Q.B. 816.)

[5] (19 Q.B.D. 217.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خارج کر دیا گیا (اگرچہ ان کی قیمت دو شلنگ کے قریب تھی) اس استثنا کے خارج ہونے کے دو سبب تھے: ایک تو یہی وجہ تھی کہ یہ قانون مالک کے نقصان کی حفاظت کے لیے نہیں ہے بلکہ جائداد غیر منقولہ کے نقصان کے متعلق ہے، اور اس موقع پر جائداد غیر منقولہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ دفعات ۱۶ تا ۲۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون جائداد غیر منقولہ کے اثمار کو جزو جائداد غیر منقولہ تصور نہیں کرتا بلکہ یہ اس سے علیحدہ ایک چیز ہے۔ (درخت سے پھول توڑنے کے مقدمے میں جائداد کا جزء، اور وہ جزء جس کی پرداخت بھی کی گئی تھی، صاف طور پر قطع کیا ہوا معلوم ہوتا تھا)۔ دوسری 194
وجہ یہ تھی کہ چونکہ دفعہ ۲۴ کے تحت ان پودوں کو ضائع کرنے کی سزا جن کی کاشت اور پرداخت کی گئی ہو صرف ایک ماہ ہے لہذا دفعہ ۲۱ کے عام الفاظ کا جن کی رو سے دو ماہ کی سزا مقرر کی گئی ہے یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے اندر خود رو پودے بھی داخل ہیں۔ لہذا ایسی چیزیں جب خود رو طور پر اگ رہی ہوں مثلاً بلیک بیری، ککرمتے، خود رو گڈے اور پودے وغیرہ اور کوئی شخص ان کو لے لے، خواہ اس کا یہ عمل کتنا ہی بالارادہ اور کینے کیساتھ ہو، عام حالات میں اس قانون کے تحت کوئی جرم نہیں ہے۔ تاہم اخروٹوں اور جنگلی بیروں کی صورت میں جن میں جھاڑیوں اور زیر درختی چھوٹے پودوں سے واسطہ ہوتا ہے، ان پھلوں پر چھاپہ مارنے والا اگر خود اس جھاڑی کو نقصان پہنچائے گا تو وہ قابل تعزیر جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ دوسری تمام صورتوں میں اس کا یہ عمل دیوانی خلاف ورزی شمار کیا جائے گا چونکہ اگر اس کو سرقہ خیال کیا جائے تو نہ تو کامن لا کی رو سے اس کو سرقہ سمجھا جا سکتا ہے[1] (چونکہ کامن لا میں جائداد غیر منقولہ کے سرقے کی سزا نہیں ہے) اور نہ ۱۸۶۱ء کے قانون سرقہ کے تحت اس کو سرقہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جس کی دفعات

---

[1] اب یہ کریمنل جسٹس ایکٹ ۱۹۱۴ء کی دفعہ ۴ ہے۔

[2] صفحہ ۲۲۵ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳۶ اور ۳۷ تک میں خود رو درختوں کا تحفظ نہیں کیا گیا۔ اسی بنا پر کاشتکار یہ ہوشیاری کرتے ہیں کہ جس کھیت میں گکر متے زیادہ تعداد میں اُگتے ہیں اس کی جڑیلی زمین کے اندر ادھر اُدھر کچھ بستانی پودے بھی شامل کر دیتے ہیں اور یہ اعلان لگا دیتے ہیں کہ 'اس کھیت میں ککرمتوں کی کاشت ہوتی ہے'[1]

ہم چند مرتبہ کہہ چکے ہیں[2] کہ قانون موضوعہ کی رو سے جو جرائم کینے کے وجود پر مبنی قرار دئے گئے ہیں ان کے ارتکاب میں خاص اسی قسم کی ضرر رسانی کی نیت ہونا چاہئے جو واقعاً پہنچائی گئی ہو۔ اس موقع پر یہ بیان کرنے کی غالباً ضرورت نہیں ہے کہ چونکہ زیر بحث جرائم قانون موضوعہ کے منظور کردہ ہیں اس لیے ان میں بھی اس اصول کا پورے طور پر اطلاق ہوتا ہے۔

نیز اس قانون کی دفعہ ۵۸ کی رو سے مالک جائداد کے خلاف کینہ موجود ہونے کی ضرورت نہیں، اور حقیقتہً کسی انسان کے خلاف بھی کینے کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ایک ایسے ہی قانون کی تعبیر میں جس کی رو سے 'مویشیوں کا کینے سے زخمی کرنا یا ہلاک کرنا' ابتداءً جرم قرار دیا گیا تھا اٹھارھویں صدی میں ججوں نے بارہا یہی قرار دیا کہ اس معاملے میں زخم رسانی 195
کے اطلاق کے لیے مویشی کے مالک کے خلاف کینے کا ثابت ہونا ضروری ہے۔ لہذا اگر ملزم کو محض اس جانور کے خلاف نفرت ہو اور اس جانور کو ضرر پہنچنے سے لازمی طور پر اس کے مالک کے حقوق میں خلل واقع ہوتا ہو تب بھی یہ کافی نہیں ہے[3]۔ لیکن ایک جدید مقدمے میں ایک ایسے شخص کے خلاف جس نے نشے کی جھک میں نہایت بے رحمی کے ساتھ اپنے ذاتی گھوڑے کے ٹھوکریں ماری تھیں اور چاقو بھونکا تھا، جانور کو کینے کے ساتھ زخمی

---

[1] لیکن یہ کاشت کی حد تک پہنچتا ہے یا نہیں اس کے لیے دیکھئے
(99 J.P. (Jo) 124.)

[2] صفحہ ۱۷۱ کتاب ہذا۔

[3] (2 East's Pleas of the Crown, 1072-74.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے کے جرم کبیر، کی بابت فرد جرم مرتب کی گئی تھی۔[1] ملزم کی جانب سے یہ حجت پیش کی گئی تھی کہ وہ قانون تحفظ بے رحمی بہ جانوران کے تحت صرف جرم خفیف کے ارتکاب کی بنا پر سزا کا مستحق ہے،[2] لیکن لارڈ رسل چیف جسٹس نے (جسٹس گرینتھم کے مشورے کے بعد) یہ قرار دیا کہ وہ اس جرم کبیر کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں کینے کے تصور کو ان صورتوں تک وسعت دیدی گئی ہے جن میں محض بے رحمی کی بنا پر ایک صاحب حس مخلوق کو ضرر پہنچے، گو کہ اس سے کسی انسان کے حقوق میں خلل واقع نہ ہو اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کے مقابل میں انسانی فرائض کا تصور جو گزشتہ صدی میں تھا اس کی بہ نسبت مروجہ اخلاقی تصور کتنا ترقی یافتہ ہے۔[3]

---

[1] (Reg. v. Parry (Chester Assizes) اخبار ٹائمس، ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء۔

(Reg. v. Welch (1875) 1 Q.B.D. 23.

[2] ۱۲ و ۱۳ وکٹوریا کلاز ۹۲ دفعہ ۲۔

[3] دفعہ ۱۰ کے حالات کے تحت 'مویشیوں' کو زخمی کرنے کے جرم کبیر کی بابت اس فیصلے میں جو اصول قائم کیا گیا ہے اس کا دفعہ ۱۴ کے تحت کسی اور ایسے جانور کو زخمی کرنے کے جرم خفیف پر اکثر و بیشتر اطلاق ہوگا جو یا تو کامن لا کے تحت قابل سرقہ ہو یا جو عموماً بند کرکے یا کسی خانگی غرض سے رکھا جاتا ہو، اس آخر الذکر جملے میں جو شرط مندرج ہے اس کا اطلاق اس وقت ہونا سمجھا جائے گا جب کہ وہ جانور اس قسم سے تعلق رکھتا ہو جو عموماً بند کرکے رکھی جاتی ہے (جیسے مثلاً بلیاں) خواہ اس کا ثبوت نہ ہو کہ وہ خاص جانور بند کرکے رکھا جاتا ہے یا نہیں۔ و نیز اس وقت جبکہ یہ ثبوت موجود ہو کہ وہ خاص جانور بند کرکے رکھا جاتا ہے خواہ اس کی قسم کے دوسرے جانور (جیسے مثلاً تیتر، کبوتر، چیتے) عموماً اس طرح نہ رکھے جاتے ہوں۔ (Nye v. Niblett. (1918) 1 K.B. 23.)

نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۲۵۴ کتاب ہذا۔

جانوروں کے متعلق بودھ مذہب کی نزاکت احساس کی بنا پر سلطنت کمبوڈیہ کے پینل کوڈ کے ۱۹۲۴ء کے مجموعے میں ایسے شخص کے لیے جو بے فائدہ کسی ہاتھی یا گھوڑے یا بیل کو ہلاک کرے قید کی سزا مقرر کی گئی ہے، خواہ یہ جانور خود اسی شخص کی ملک ہوں (دفعہ ۴۷۵)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۲

نقب زنی اور نقب زنی بوقت شب

196

ہم بیان کر چکے ہیں[1] کہ کامن لا نے ادنی حیثیت کے مکان مسکونہ کا بھی ایک مخصوص احترام ملحوظ رکھا تھا اور اسی وجہ سے جو شخص کسی مسکونہ مکان کی حفاظت و عافیت میں بوقت شب خلل انداز ہوتا تھا تو خواہ عمارت کو اس عمل سے کوئی مضرت نہ پہنچی ہو تب بھی اس کو سزائے موت دی جاتی تھی جرم نقب زنی بوقت شب[2] کا اس وقت ارتکاب ہوتا ہے جب کوئی شخص بوقت شب یا تو (۱) کسی دوسرے شخص کے مکان مسکونہ کو اس کے اندر جرم کبیر کا ارتکاب کرنے کی نیت سے "توڑے" یا اس میں داخل ہو یا (۲) دوسرے شخص کے مکان مسکونہ کو توڑ کر باہر نکلنے اور اس میں یا تو (الف) اس نیت سے داخل ہوا ہو کہ وہاں جرم کبیر کا ارتکاب کرے یا (ب) واقعی طور پر وہاں کسی جرم کبیر کا ارتکاب کرے۔ اب ہم اس تعریف کے پانچ اہم نکات، مقام، توڑنا، داخلہ، وقت اور نیت پر

---

[1] دیکھئے صفحہ ۱۰۸ کتاب ہذا۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء (۶ و ۷ جارج پنجم کلاز ۵۰) دفعہ ۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یکے بعد دیگرے غور کرتے ہیں۔

(۱) مقام۔ اس کو مکان مسکونہ ہونا چاہیئے۔ کامن لا کی رو سے شہر پناہ کی دیوار کا بھی انھی سزاؤں کے ذریعے سے تحفظ کیا جاتا تھا جن کے ذریعے سے اہل شہر کے گھروں کا تحفظ ہوتا تھا۔ وہ لوگ جو اس امر سے واقف ہیں کہ اہل روما شہر پناہ کو مقدس اشیا (Res Sanctae) میں شمار کرتے تھے یا جو بروک یا یارک یا چسٹر گئے ہیں ان کو یہ اندازہ ہوگا کہ عہد وسطیٰ میں افراد کے یا عامۃ الناس کے تشدد سے محفوظ رہنے کے لیے شہر پناہ کی دیوار کو کیا اہمیت حاصل تھی، ان کو اس قانون پر کوئی تعجب نہ ہوگا۔ عہد وسطیٰ کے فوجداری مقننین نے ان سزاؤں کو جو مسکونہ مکانات کی حفاظت کے لیے مقرر کی گئی تھیں مذہبی عمارتوں کی تعظیم کی بنا پر گرجاؤں تک وسعت دیدی اور جس کے لیے سر ایڈورڈ کوک نے یہ لفظی توجیہ پیش کی تھی کہ گرجا خدا کا مکان مسکونہ ہے[۲]۔

197 اس امر کا تعین کرنے میں بہت زیادہ اصطلاحی پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں کہ کونسی عمارتوں پر 'مکانات' کا اطلاق ہوگا اور کن صورتوں میں ان کو مسکونہ کہا جا سکے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ مکان کسی کارواں سرائے یا خیمے یا عارضی ڈھانچے سے بالاتر چیز ہے، اس کی ساخت پائدار وضع کی ہونا چاہیئے گو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا ہر ہر جزء اسی نوعیت کا ہو۔ اسی طرح یہ ممکن ہے کہ ایک عمارت میں متعدد مسکونہ مکانات ہوں اور اس کے چند کمرے مل کر یا ہر کمرہ علیحدہ علیحدہ مستقل مکان مسکونہ شمار کیا جائے[۳]۔ کسی حصۂ عمارت کے مستقل طور پر علیحدہ ہونے کی صرف اتنی پہچان ہے کہ آیا اس حصے کے اور بقیہ عمارت کے درمیان میں اندرونی ذرائع آمد و رفت ہیں یا نہیں[۴]۔ اگر ایک شخص کے سکونتی حصے اور

* ابتدائً اس کو جو اہمیت حاصل تھی اس کا اندازہ اس واقعے سے ہوگا کہ اس جرم کا قدیم ترین انگریزی نام burgh-brech یا فصیل شکنی تھا۔ ۱۲۰۰ء میں اسی کو لاطینی میں burgaria کہتے تھے دیکھئے ڈاکٹر مرے کی لغت

۱؎ (3 Coke inst. 64)

۲؎ جس طرح کالجوں میں ہوتا ہے (3 Coke inst. 65.)

۳؎ (Rex. v. Egginton (1801), 2. B. and P. 508.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے حصوں کے درمیان میں کوئی اندرونی ذریعہ آمد و رفت نہیں ہے تو اس کو مستقل اور جداگانہ حصہ سمجھا جائے گا۔ اس کے برخلاف جو متعلقہ عمارتیں کسی مکان سے علیحدہ ہوں وہ اسی کا جزء متصور ہوں گی بشرطیکہ وہ (الف) اسی احاطے میں واقع ہوں جس میں مکان ہے[1]۔ اور (ب) اس مکان کیساتھ ساتھ زیر تصرف ہوں اور (ج) اصل مکان کے اور اس کے درمیان یا تو براہ راست کوئی اندرونی آمد و رفت کا ذریعہ ہو یا کم از کم کوئی گھرا ہوا مسقف راستہ موجود ہو[2]۔ لہذا کسی احاطے کے دروازے کو اس غرض سے 'توڑنا' کہ مکان کے اس دروازے سے جو احاطے میں واقع ہے مکان میں داخل ہوں خود مکان کا توڑنا نہ کہا جائے گا[3]۔

لیکن ایک عمارت کو خواہ وہ مکان ہی ہو اس وقت تک مسکونہ نہ کہا جائے گا جب تک کوئی شخص اس میں عادۃً اور اپنا گھر سمجھ کر نہ سوتا ہو[4] اس طرح اس کو ان گھر والوں میں سے ہونا چاہئے جن کے تصرف میں وہ مکان ہو[5]۔ وہ خواہ خود قابض کی حیثیت سے ہو[6] یا قابض کے خاندان یا ملازمین میں سے ہو۔ ایسا شخص نہ ہو جس کو عارضی طور پر وہاں ٹھیرنے کی اجازت دیدی گئی ہو خود اس کا گھر نہ ہو۔ لیکن گو یہ ضروری ہے کہ وہ عادۃً وہاں سوتا ہو لیکن 198
ہمیشہ سونے کی ضرورت نہیں ہے یعنی یہ کہ کبھی کبھی اس کو سکونت میں عارضی طور پر خلل بھی واقع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی صاحب خانہ واپسی کی نیت سے

---

[1] احاطہ وہ ملحقہ زمین ہے جو مکان کے چاروں طرف ہو اور جو مکان کے ساتھ بغیر اس کے کہ مراحمت کے ساتھ لکھا جائے منتقل ہو جاتی ہے۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۶ (۲)۔ آیا زیر زمین راستہ کافی سمجھا جائے گا؟

[3] (Rex. v. Davis (1817), R. and R. 322 (K.S.C. 160.)

[4] (Rex. v. Martin (1806) R. and R. 108. (K.S.C. 161)

[5] (Rex. v. Harris (1795), 2 Leach 701 (K.S.C. 168)

[6] اگر کرایہ داری تا مرتبی مالک' کی صورت بھی ہو تو کافی ہے۔ (1. Cox 261)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے گھر سے چلا جائے اور ایک شخص بھی اس مکان میں نہ رہے تو اس کے باوجود اس کا مکان، مکان مسکونہ ہی سمجھا جائے گا۔[1]

(۲) توڑنا۔ توڑنا واقعی ہوگا یا تعبیری۔ 'واقعی' اس وقت سمجھا جائے گا جب ناجائز طور پر داخل ہونے والا عمارت کے کسی حصے کو یا اس کی بندشوں کو ان کی جگہ سے ہٹائے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی چیز واقعی طور پر توڑی جائے۔ چٹخنی کا کھینچ لینا یا کنجی کا گھما دینا یا نیز دروازے کی بلائی کا اٹھا دینا کافی ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی نقب زن کسی پرنالے کے ذریعے سے اوپر چڑھ جائے اور خواب گاہ کی بند کھڑکی کو کھول لے، خواہ کھڑکی کا چوکھٹا خود اپنے ہی وزن سے اس مقام پر قائم ہو، اس کا صرف اس چوکھٹے کو اٹھانے کا عمل 'توڑنے' میں شمار کیا جائے گا۔[2] اسی طرح تہ خانے کے ڈھکن کا اٹھانا، خواہ وہ خود اپنے ہی وزن کے ذریعے سے اس مقام پر جما ہوا ہو، یا کسی گھومنے والی کھڑکی کو گھما دینا، ان سب افعال کو توڑنے سے تعبیر کیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی کھڑکی یا روشندان یا دروازہ پہلے ہی سے کسی قدر کھلا ہوا ہو تو اس کو اور زیادہ کھولنا[3] اور اندر داخل ہو جانا 'توڑنے' میں شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی صاحب خانہ کسی دروازے یا کھڑکی کو کھلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ گویا داخلے کی واضح طور پر دعوت دیتا ہے۔ لیکن دروازے کو اگر بغیر چٹخنی لگائے چھوڑ دیا جائے تو قریب سے گزرنے والوں کے لیے کوئی ایسی نمایاں علامت موجود نہیں ہوتی۔

لیکن واقعی طور پر توڑنے کی ان نام نہاد صورتوں کے علاوہ جن میں ناجائز طور پر داخل ہونے والا عمارت کی بندشوں کو خود ان کی جگہ سے ہٹاتا ہے ان صورتوں کو بھی نقب زنی کی تعریف میں داخل کر لیا گیا ہے جن پر

---

[1] (Rex. v. Nutbrown (1750). Foster 76 (K.S.C. 164).

[2] (Rex. v. Haines (1821) R. and R. 451 (K.S C. 167).

[3] (Rex. v. Smith (1827), 1 Moody 178 (K.S.C. 168).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حقیقتہً محض تعبیری حیثیت سے توڑنے کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ ایسی صورتیں اس وقت پیدا ہوسکتی ہیں جب (الف) بندشوں کو ہٹانے کا عمل کسی باختیار شخص کے ہاتھوں انجام پایا ہو (یعنی مثلاً گھر کے لوگوں میں سے کوئی بے گناہ شخص ہو) یا نیز (ب) جب کوئی چیز اپنی جگہ سے قطعاً ہٹائی ہی نہ گئی ہو۔

صورت متذکرۂ (الف) میں نقب زن جبر یا فریب کے
ذریعے سے گھر والوں میں سے کسی سے گھر کو کھلوا لیتا ہے۔ اس طرح گو کہ 199
برضامندی اس کے لیے مکان کو کھولا جاتا ہے لیکن وہ رضامندی اپنی نوعیت حصول کی بنا پر تمام قانونی اثرات سے معرا رہتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی شخص جس کی نقب کی نیت ہو تشدد کی دھمکی دے کر گھر والوں کو ایسا مرعوب کرلے کہ وہ دروازہ کھول دیں تو اس کے اس عمل کو بھی تعبیری طور پر توڑنا کہا جائے گا۔ یا یہ کہ وہ عام آنے والوں کی طرح گھنٹی بجائے اور جب گھنٹی کی وجہ سے دروازہ کھول دیا جائے تو وہ اس انداز سے گھر میں داخل ہوجائے کہ جیسے وہ گھر والوں میں سے کسی سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت کے متعلق قرار دیا گیا ہے کہ اس پر "توڑنے" کا اسی طرح اطلاق ہوگا جیسا کہ اس کے خود اپنے ہاتھوں سے دروازہ کھولنے کی حالت میں ہوتا۔ چونکہ ظاہر ہے کہ فریب کی بنا پر رضامندی باطل ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر گھر والے اس کی اس تدبیر سے دھوکا نہ کھائیں (اور دروازہ کھول دیں لیکن غرض یہ ہو کہ اس طرح اس کو گرفتار کرلیا جائے) تو دروازے کے اس طرح کھولے جانے کو قانوناً اس کا عمل نہ سمجھا جائے گا اور اس وجہ سے اس کو تعبیری حیثیت سے بھی "توڑنا" تصور نہ کیا جائے گا۔

اس مقدمے سے (Reg. v. Johnson (1841) C. and. M. 218 (K.S.C. 171) [1]

کا مقابلہ کیجئے (Rex. v. Chandler (1913) K.B. 125.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ (ب) تعبیری حیثیت سے اس وقت بھی توڑنا، تصور کیا جائے گا جب کہ قطعاً کوئی چیز اپنی جگہ سے نہ ہٹائی گئی ہو۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی نقب زن کسی ایسی راہ سے دکان میں داخل ہو جائے جو کسی واقعی ضرورت سے مستقل طور پر کھلی چھوڑ دی گئی ہو۔ لہذا اگر کوئی چور کسی چمنی کے ذریعے سے مکان میں اتر آئے[1] تو اس کو توڑنے میں شمار کیا جائے گا، لیکن اگر وہ ایسی کھڑکی سے داخل ہو جس میں مکان کے بنانے والوں نے اس وقت تک شیشہ نہ لگایا ہو تو اس کے اس فعل پر توڑنا، صادق نہ آئے گا۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ توڑنا، خواہ واقعی ہو یا تعبیری، یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا ارتکاب مکان کے بیرونی حصے میں ہی کیا گیا ہو، مکان کا مثلاً اندرونی دروازہ توڑا گیا ہو، تو کافی ہے۔ لہذا اگر کوئی ڈاکو کسی کھلے 200
دروازے یا کھڑکی کے ذریعے سے مکان میں داخل ہو اور اندر پہنچنے کے بعد نشست گاہ کا قفل کھولے اور اس کے اندر داخل ہو جائے تو اسی وقت سے وہ نقب زنی کا مجرم ہو جائے گا[2]۔ ظاہر ہے کہ اسی اصول کا ایسے ملازم یا

---

[1] (Rex. v Brice (1821) R. and R. 450) اور دیکھئے وہ مقدمہ جس کی سر میتھو ہیل نے کیمبرج میں سماعت کی تھی۔ (1 Hale P.C. 552) اور امریکا کا ایک مقدمہ (The State v. Donohoe (1860) 36 Alabama. 271.) آخر الذکر مقدمے میں چمنی (دود کش) کا عرض و طول اتنا نا کافی تھا کہ نقب زن اس میں پھنس کر رہ گیا اور اس کو نکالنے کے لیے چمنی کو گرانا پڑا۔

[2] جسٹس کرسول نے قرار دیا کہ اگر ملزم کھلے دروازے سے داخل ہو اور اندر کے اس کمرے میں، جس کو وہ توڑے، داخل نہ ہو تو وہ نقب زنی بوقت شب کا مجرم نہ ہوگا۔ (C.C.C. Sess, Pap.X L, 706.) لیکن اس کو مکان میں بوقت شب داخل ہونے کا (قابل ترتیب فرد جرم) جرم قرار دیا جائے گا۔ دیکھئے صفحہ ۲۰۴ کتاب ہذا

[3] اسی طرح کسی مہمان کے کمرے کو توڑ کر سرائے کے مالک کا آجانا (Bradford) کی طرح صفحہ ۲۹۵ کتاب ہذا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مہمان پر بھی اطلاق ہوگا جو مکان کے اندر مقیم ہو اور کسی جرم کبیر کے ارتکاب کی غرض سے کوئی کمرہ کھول کر اس میں داخل ہو جائے، لیکن یہ امر بہت مشتبہ ہے کہ آیا ایسی الماری کا دروازہ کھولنے پر بھی جو دیوار میں نصب ہو نقب زنی صادق آئے گی۔ کسی قابل نقل و حرکت چیز (سامان) مثلاً نعمت خانہ یا قلمدان کا کھولنا تو یقیناً نقب زنی کی نوعیت کا 'توڑنا' نہیں سمجھا جا سکتا۔

کامن لا میں مکان 'توڑ کر' باہر نکلنے کو نقب زنی نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن قانون موضوعہ[1] میں اب یہ منظور کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مکان مسکونہ میں جرم کبیر کا ارتکاب کرے یا کسی مسکونہ مکان میں جرم کبیر کا ارتکاب کرنے کی نیت سے داخل ہو اور بوقت شب باہر نکلنے کے لیے اس کو 'توڑے'، تو وہ نقب زنی بوقت شب کا مجرم قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا چونکہ توڑنے اور داخل ہونے کے دونوں افعال اب بھی ضروری سمجھے جاتے ہیں اس لیے ان میں سے کوئی عمل بھی پہلے اور دوسرا بعد میں ہو سکتا ہے

(۳) داخلہ۔ داخلے کے اطلاق کے لیے خود ناجائز طور پر داخل ہونے والے کے جسم کے کسی حصے کا داخل ہو جانا کافی ہے، خواہ وہ حصۂ جسم کتنا ہی مختصر ہو۔ چنانچہ ایک انگلی یا اس کے کسی جزو کا داخل ہو جانا کافی ہے[2]، بلکہ اگر خود اس شخص کے جسم کا کوئی حصہ بھی مکان میں داخل نہ ہو بلکہ وہ کوئی ایسا اوزار جسے وہ پکڑے ہوئے ہو، داخل کر دے تو اس کو بھی داخلے میں شمار کیا جائے گا۔ لیکن ایسی صورت میں ایک نازک فرق کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ برخلاف عضو کے کسی اوزار کا اندر داخل کرنا قانون کی نظر میں اس وقت تک داخلہ نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ اوزار (محض داخلے یا محض توڑنے کے مقصد سے نہیں بلکہ) خاص اس جرم کبیر کی تکمیل کی غرض سے 201

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۲ء دفعہ ۲۵۔ دیکھئے صفحہ ۱۹۶ کتاب ہذا۔

[2] (Rex. v. Davis (1823), R. and R. 409. (K.S.C. 172), cf.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ڈالا گیا ہو جس کے لیے مکان کو توڑا جا رہا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جھلبلی میں صرف سوراخ کر دینے کی غرض سے کسی کھڑکی میں سلاخ گھسیڑ دے تو اس فعل کو صرف 'توڑنے' سے تعبیر کیا جائے گا' داخلہ نہ سمجھا جائے گا۔[1] لیکن اگر وہ اس کھڑکی میں اس غرض سے سلاخ ڈالتا کہ ایک چمچہ جسے وہ چرانا چاہتا تھا اپنی طرف کھینچ لے تو اس وقت 'توڑنا' اور 'داخلہ' دونوں عمل اس فعل پر صادق آجائے گے۔[2] اسی طرح اپنے داخلے کے لیے نواستہ پیدا کرنے کی غرض سے کھڑکی میں پستول ڈال کر چلا دینا بھی 'داخلے' میں شمار نہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر کھڑکی توڑنے کے بعد اس سوراخ میں وہ اس نیت سے پستول ڈالے کہ کمرے میں جو لوگ موجود ہیں ان میں سے کسی کو گولی کا نشانہ بنائے تو اس کو یقیناً 'داخلہ' تصور کیا جائے گا۔[3] اس اصطلاحی امتیاز کی بہترین توجیہ شاید یہ پیش کی جا سکتی ہے کہ اگر ہر صورت میں کسی اوزار کا داخل کر دینا 'داخلے' کے اطلاق کے لیے کافی سمجھ لیا جاتا تو 'توڑنے' کے اکثر معمولی افعال میں خود بخود داخلہ شامل ہو جاتا' حالانکہ نقب زنی بوقت شب کی تعریف میں صاف طور پر یہ دو جداگانہ افعال تصور کیے گئے ہیں۔

(۴) وقت۔ قدیم ترین انگریزی قانون میں جرم ('Burglary') (نقب زنی بوقت شب) کا دن اور رات دونوں میں ارتکاب ہو سکتا تھا۔[4] لیکن بعد میں یہ ضروری قرار دیا گیا کہ اس جرم کے اطلاق کے لیے شب کا وقت ہونا چاہیے۔ 'شب' سے اس وقت غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک کا درمیانی وقفہ مراد لیا جاتا تھا لیکن بعد میں بہرحال یہ قرار دیا گیا کہ ایسا وقت جس میں اتنی روشنی بھی ہو کہ انسان کے چہرے کی شناخت ہو سکے۔

---

[1] (Rex. v. Rust and Ford (1828), 1. Moody 183 (K.S.C. 174).

[2] (Rex. v. Hughes (1785) 1 Leach 406 (K.S.C. 173)

[3] (1 Anderson 114 (K,S C. 173)

[4] بولک اور ہیٹ لینڈ باب دوم صفحہ ۴۹۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شب نہ سمجھا جائے گا۔ بالآخر یہ معیار بھی اٹھا دیا گیا اور نو بجے شام سے چھ بجے صبح تک کے وقفے کو شب قرار دیدیا گیا[1]۔ اس امر کے پورے پورے تعین کے لیے کہ کس ساعت میں یہ وقفہ شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے یہ ملحوظ رہے کہ اس امر میں (جیسا کہ ہمیشہ جب بھی مجلس وضع قوانین کے کسی منظورہ قانون یا کسی دوسری قانونی دستاویز میں وقت کا حوالہ ہوتا ہے اور اسکے خلاف حساب کرنے کا کوئی اور طریقہ ظاہر نہیں کیا جاتا تھا تو) گرین وچ 202
کے اوسط وقت سے حساب کیا جاتا ہے[2]۔

لہذا نقب زنی بوقت شب کے صادق آنے کے لیے 'توڑنے' کا عمل ہمیشہ منظورہ قانون وقت کے دوران میں ہونا چاہیئے۔ اور اگر (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) 'توڑنے' کا عمل 'داخلے' سے پہلے ہوجائے تو دونوں افعال کا ارتکاب شب میں ہونا چاہیئے، گو کہ یہ لازم نہیں ہے کہ یہ دونوں کام اسی ایک شب میں انجام پا جائیں[3]۔ لیکن اگر 'توڑنے' سے پہلے 'داخلہ' ہوجائے یعنی یہ کہ توڑنے کا عمل اندر آنے کے لیے نہ ہوا ہو بلکہ باہر جانے کے لیے ہوا ہو تو داخلے کا شب میں انجام پانا ضروری نہیں[4] ہے۔

(۵) نیت۔ نقب زنی کے اطلاق کے لیے جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت کا ہونا ضروری ہے (جیسے مثلاً قتل یا زنا بالجبر یا سرقہ)۔ لیکن یہ لازم نہیں ہے کہ وہ جرم کبیر واقعی طور پہ انجام بھی پا جائے۔ علاوہ ازیں یہ بھی

---

[1] اب دیکھئے قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۶۔

[2] یا استثنا ان مہینوں کے جن میں سمر ٹائم ایکٹ (Summer Time Act) کی رو سے ساٹھ منٹ پہلے ہوتا ہے۔ آئرلینڈ میں ڈبلن کا اوسط وقت شمار ہوتا ہے لیکن گاڑیوں میں روشنی کرنے کی غرض سے طلوع وغروب کا حساب مقامی وقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

[3] (1 Hale P.C. 551. Rex. v.Smith (1820) R. and R., 417

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضروری ہے کہ 'توڑنے' کے اور 'داخلے' کے وقت یہ نیت موجود ہو، مکان میں داخل ہو جانے کے بعد نہ پیدا ہو گئی ہو[1]۔ چنانچہ اگر کچھ لوگ نیک نیتی کے ساتھ لیکن خلاف قانون طریقے سے کسی مکان کا صدر دروازہ کھول لیں (جیسے پولیس کے کچھ جوان کسی بے ضابطہ حکم نامۂ تلاشی کی تعمیل میں) اور اس کے بعد مکان کے اندر کسی چیز کو دیکھ کر ان کی نیت میں فتور آئے اور وہ اسے چرا لیں، تو ایسی صورت میں وہ لوگ نقب زنی بوقت شب کے مجرم نہ ہوں گے[2]۔

بنا بریں اگر محض ٹارٹ یا جرم صغیر کے ارتکاب کی بھی نیت ہو مثلاً شب میں استراحت کر لینا[3] یا زنا کا ارتکاب کرنا یا حملہ کرنا تو ایسے مقصد کے لیے 'توڑنا' اور 'داخل ہونا' نقب زنی بوقت شب میں شمار نہ کیا جائے گا بلکہ یہ یا تو محض دیوانی نوعیت کی مداخلت بے جا ہو گی اور قطعاً کوئی جرم نہ ہو گا یا اگر جرم ہو گا تو صرف ایک جرم صغیر کے ارتکاب کا اقدام 203
چنانچہ ۱۷۷۰ء میں ایک شخص اصطبل 'توڑ کر' گھس گیا اور ایک گھوڑے کے اگلے پیر کا پٹھا اس طرح سے کاٹا کہ وہ ہلاک ہو گیا، یہ ثابت ہو گیا کہ اس کی نیت گھوڑے کو ہلاک کرنے کی نہ تھی (جو کہ اس وقت بھی جرائم کبیرہ میں شمار ہوتا تھا) بلکہ اس کا ارادہ یہ صرف تھا کہ اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالے

---

[1] لیکن اگر وہ کسی جرم کبیر کا واقعی طور پر ارتکاب کر کے عمارت کو 'توڑ کر' باہر آئے تو ایسی صورت میں داخلے کے وقت جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

[2] (Rex v. Gardiner (1665), Kelyng 46 (K.S.C. 178)

[3] چنانچہ ایک عجیب مقدمہ (4 Cr. App, R. 41.) رجوع کیا گیا تھا جس میں ملزم نے جو مکان کے اندر زبردستی گھس آیا تھا مکان کی اس خوش گوار راحت کو چھوڑنے سے قطعاً انکار کر دیا تھا۔ ۱۹۲۲ء میں ایک فوجداری دعویٰ خارج کیا گیا تھا چونکہ ان مفروضہ نقب زنوں کا مقصد محض یہ تھا کہ اس مکان میں جس بھوت پریت کے ہونے کی عام طور پر شہرت تھی اس کو دیکھیں نیک نیتی کے ساتھ ادعائے حقیت ہونے کے متعلق دیکھئے (18 Cr. App. R. 174)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تاکہ وہ گھوڑا دوڑ میں دوڑنے کے قابل نہ رہے۔ قرار دیا گیا کہ وہ نقب زنی بوقت شب کا مجرم نہیں ہوا[1]۔ کیونکہ گو ۱۷۷۰ء میں گھوڑے کو ہلاک کرڈالنا قانون موضوعہ کے ذریعے سے جرم کبیر قرار دیا جاچکا تھا لیکن جانور کو اس حد سے کم ضرر پہنچانا صرف ٹارٹ شمار ہوتا تھا۔ اب نہ صرف گھوڑے کو ہلاک کرنا بلکہ اس کا کوئی عضو کاٹنا بھی جرائم کبیرہ میں داخل ہے[2]۔

یہ واقعہ کہ نقب زن نے واقعی طور پر مکان کے اندر کسی جرم کبیر کا ارتکاب کیا ہے اس کے اس جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے مکان کو 'توڑنے' اور 'داخل ہونے' کی نہایت اچھی شہادت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کچھ شراب کھانے کے کمرے میں رکھی ہو اور وہ اسے پی لے تو اس کا یہ عمل سرقے کی نیت سے مکان میں داخل ہونے کی شہادت ہوگا، گو یہ ضرور ہے کہ اس کو کمزور حیثیت کی شہادت تصور کیا جائے گا۔ اس امر کا تعین کرنے میں کہ آیا مرتکب فعل کی نیت حقیقۃً مجرمانہ تھی، اکثر و بیشتر حالات میں مسئلے کی صورت یہ ہوجائے گی (جیسا کہ لارڈ بیکنس فیلڈ نے بہت زمانہ قبل استفسار کیا تھا) کہ آیا وہ فعل چوری کی نیت سے کیا گیا تھا یا غلطی سے سرزد ہوگیا؟ (Plunder or Blunder) نشے کے وجود سے اس امر کے ثابت کرنے میں مدد ملتی ہے کہ وہ فعل غلطی کی بنا پر سرزد ہوا ہے۔ لیکن بہرصورت اس سوال کا تصفیہ آسان نہیں ہوتا اور اکثر اوقات کسی قدر کمزور سلسلۂ شواہد سے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں ایک لڑکا ایک مکان کو توڑ کر اس میں داخل ہوگیا، گھر کے لوگ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لڑکے نے صرف اتنا کیا کہ دیوار کی تمام کھڑکیوں میں چابی بھر دی اور ان کو چلا دیا۔ اگر وہ لڑکا اس نسبتاً معصومانہ عمل کے شروع کرنے سے قبل پکڑ لیا جاتا تو اس کو اس الزام کی تردید میں غالباً دشواری محسوس ہوتی کہ وہ

---

[1] (Rex v. Dobbs (1770), 2 East P.C. 513 (K.S.C. 176) اصطبل مکان مکونہ کا جزو تھا۔

[2] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۷ دفعہ ۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرقے کے ارتکاب کی نیت سے مکان کو توڑ کر، داخل ہوا تھا۔

قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۵ میں نقب زنی بوقت شب کی انتہائی سزا
204 ملزم پر تاحیات عوارض تعزیری کا عائد رہنا ہے[1]۔ اس قانون میں بعض اور جرائم کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن کا شب میں ارتکاب ہوتا ہے اور جو نقب زنی بوقت شب کے قریب قریب ہیں لیکن اس سے بہت کم سنگین ہیں۔ ان میں سے چند جرائم کا ہم ذکر کرتے ہیں:-

(۱) کسی مسکونہ مکان میں بوقت شب (بغیر اس کو توڑے ہوئے) جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے داخل ہونا جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر سات سال تک ملزم پر عوارض تعزیری عائد رہنے کی سزا دی جاسکتی ہے[2]۔

(۲) کسی مکان میں جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے شب کے وقت پایا جانا (گو کہ اس میں داخلہ دن میں عمل میں آیا ہو) جرم صغیر ہے اور اس کے لیے پانچ سال تک عوارض تعزیری عائد رہنے کی انتہائی سزا مقرر ہے[3]۔

(۳) شب کے وقت بلا کسی جائز سبب کے آلاتِ نقب کا قبضے[4] میں پایا جانا جرم صغیر ہے اور اس کی بنا پر پانچ سال تک ملزم پر عوارض

---

[1] دو سال یا اس سے کم مدت کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ دفعہ ۳۷ (۴) (۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۷۔

[2] دفعہ ۲۷ (۱) لیکن دن کے وقت ایسا داخلہ کسی طرح ایسا جرم نہیں ہے جو قابل ترتیب فرد جرم ہو۔ گو قانون اف اوآوارہ گردی (Vagrancy Act) کے تحت ایسا خفیف جرم ہوسکتا ہے جس کا آیندہ نوٹ میں ذکر کیا گیا ہے۔

[3] دفعہ ۲۸ (۴) دن کے وقت بھی کسی مجرمانہ غرض سے کسی مکان یا ایسے باغ کے اندر جس کے چاروں طرف احاطہ ہو، پایا جانا قانون انسداد آوارہ گردی کے تحت خفیف جرم ہے جس کی بابت تین ماہ کی قید کی سزا دی جاسکتی ہے (۵ جارج چہارم کلاز ۸۳ دفعہ ۴)۔ نیز دیکھئے صفحہ ۳۸۲ کتابہذا۔

[4] قبضے میں ہونا اور پایا جانا دونوں بوقت شب ہونا چاہئے اور قبضے میں ہونا گرفتاری سے پہلے ہونا چاہئے۔ (Rex v. Harris (1924), 18 Cr. App. R. 157; 41. T.L.R. 205)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعزیری عائد رہنے کی سزا دی جا سکتی ہے[1]۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۱۴ (مطابق اصل کتاب)
اسی طرح یہ جرائم صغیرہ بھی مستوجب سزا ہیں: (الف) کسی عمارت کو 'توڑنے' یا اس میں داخل ہونے اور وہاں کسی جرم کبیر کا ارتکاب کرنے کی نیت سے یوقت شب کسی خطرناک یا ضرر رساں حربے یا اوزار سے مسلح ہونا اور (ب) شب کے وقت کسی جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے چہرہ سیاہ کرنا یا بھیس بدلنا[2]۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ (Burglary) (نقب زنی بوقت شب) کا جرم ایسا ہے کہ اس کا لازمی طور پر شب ہی میں ارتکاب ہو سکتا ہے۔ جس عمل کو اس کا شب میں ارتکاب ہونے کی وجہ سے نقب زنی بوقت شب کہا جاتا ہے، اگر اس کا دن میں ارتکاب ہوتا تھا تو کامن لا میں وہ محض جرم صغیر سمجھا جاتا تھا اور اس کو (Housebreaking) (نقب زنی) کہا جاتا تھا لیکن قانون موضوعہ نے اب اس کو جرم کبیر قرار دیدیا ہے۔ 'توڑنے'، 'داخلہ' اور نیت کی حد تک یہ نقب زنی بوقت شب کے بالکل مماثل ہے، لیکن دیگر چند امور میں اس سے مختلف ہے۔ چنانچہ (۱) یہ کسی خاص وقت سے مخصوص نہیں ہے۔ نقب زنی بوقت شب' کی فرد جرم میں یہ بات لازمی طور پر ظاہر کی جانا چاہئے کہ اس کا شب میں ارتکاب کیا گیا ہے لیکن خالی نقب زنی کی فرد جرم میں وقت کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں (۲) اس کا اطلاق کچھ اور نوعیت کی عمارتوں کے 'توڑنے' پر بھی ہو سکتا ہے اور اس میں مکانات مسکونہ کے علاوہ دکانیں اور گودام وغیرہ بھی داخل ہیں۔ اور (۳) اس جرم کی انتہائی سزاؤں کے تعین میں اس لحاظ سے فرق بھی کیا گیا ہے کہ آیا 205

[1] دفعہ ۲۸ (۲)۔ دیکھئے صفحہ ۵ کتاب ہذا۔ اگر ایسی اشیاء نقب زنی کی نیت سے دن کے وقت بھی قبضے میں پائی جائیں تو قانون آوارہ گردی کے تحت جرم خفیف شمار کیا جائیگا۔ اور اسی طرح قابل سزا ہوگا

[2] قانون سرقہ ۱۹۶۸ء (دفعہ ۲۸ (۱) اور (۳))۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس جرم کبیر کا ارتکاب مقصود بالذات تھا اس کا واقعی طور پر ارتکاب عمل میں آیا یا نہیں، کیونکہ قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی بموجب (۱) اگر مقصود بالذات جرم کبیر کا واقعاً ارتکاب ہو گیا ہو تو ایسی صورت میں ملزم پر چودہ سال تک عوارض تعزیری عائد رہنے کی سزا دی جا سکے گی، لیکن (۲) اگر کسی جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے 'توڑنے' اور 'داخلہ' کا عمل انجام پانے کے علاوہ اور کچھ نہ ثابت ہو تو ایسی صورت کے لیے صرف سات سال تک عوارض تعزیری عائد رہنے کی انتہائی سزا مقرر ہے[1]۔ ان دونوں شکلوں میں سے پہلی شکل میں عمارت کو 'توڑ کر' باہر نکلنا بھی اطلاق جرم کے لیے کافی ہے لیکن دوسری میں نہیں۔

اس سے قبل یہ ذکر ہو چکا ہے کہ نقب زنی بوقت شب کے قدیم تصور کے اندر ایک مذہبی بے ادبی کی شکل بھی داخل تھی یعنی یہ کہ کوئی شخص شب کے وقت گرجا کو 'توڑ کر' داخل ہو جائے۔ اب اس کے بجائے ایک جدید جرم 'مذہبی بے ادبی' وضع کیا گیا ہے اور اس میں اور قدیم جرم میں یہ فرق ہے کہ (۱) اس میں شب کے وقت کی قید نہیں ہے بلکہ اس کا دن میں بھی ارتکاب ہو سکتا ہے۔ اور (۲) معروف اور مسلمہ مذاہب کی عبادت گاہوں کے علاوہ دوسری عبادت گاہیں بھی اس میں داخل ہیں۔ قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی اب جس عنوان سے تدوین عمل میں آئی ہے اس کی رو سے کسی عبادت گاہ کو 'توڑ کر' 'داخل ہونا' اور وہاں کسی جرم کبیر کا ارتکاب کرنا، یا داخل ہونا اور کسی جرم کبیر کا ارتکاب کرنا اور اس کے بعد اس کو 'توڑ کر' نکلنا جرم کبیر قرار دیا گیا ہے اور اس کی بنا پر تاحیات عوارض تعزیری عائد رہنے کی سزا دی جا سکتی ہے[2]۔ ایسے مقام کو جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت سے 'توڑنا' اور اس میں داخل ہونا، گو کہ اس نیت کی

---

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعات ۲۶ و ۲۷۔

[2] دفعہ ۲۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تکمیل نہ بھی ہو، تب بھی یہ جرم کبیر ہے لیکن اس کے لیے صرف سات سال تک عوارض تعزیری عائد رہنے کی سزا مقرر ہے[1]۔ ان دونوں صورتوں میں عوارض تعزیری کے عائد کرنے کے بجائے دو سال کی قید با مشقت یا بلا مشقت کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔

206 اس امر کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے کہ نقب زنی بوقت شب اور 'نقب زنی' دونوں کی تعریفات اتنی وسیع ہیں کہ نہایت سنگین اور قبیح افعال کے ساتھ ساتھ نہایت خفیف نوعیت کے افعال بھی اس کے تحت آجاتے ہیں۔ ۱۸۰۱ء میں اینڈریو پرینگ، ایک سیز دہ سالہ لڑکے کو (جس کے متعلق تین گواہوں نے نیک چلنی کی شہادت دی تھی) 'نقب زنی بوقت شب' کے جرم میں سزائے موت کا حکم دیا گیا[2]۔ اس لڑکے نے غروب آفتاب کے بعد لیکن خاتمے کے مقررہ وقت سے پہلے کسی دکان کی کھڑکی کا شیشہ توڑا تھا اور سوراخ میں سے اپنا ہاتھ داخل کیا تھا اور ایک چمچہ جو اندر رکھا ہوا تھا چرا لیا تھا۔

---

[1] دفعہ ۲۷ (۲)

[2] (Sess. Pap. LXXVIII, 104.) غالباً اس کو پھانسی نہیں دی گئی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب (۱۳)

207

چوری

تاریخی حیثیت سے۔

ان جرائم کی بحث کے بعد جو کسی شخص کی جائداد کے اتلاف یا نقصان رسانی پر مشتمل ہوتے ہیں اب ہم ان جرائم پر آتے ہیں جو کسی شخص کو اس کی جائداد کے تمتع اور استفادے سے محروم کر دیتے ہیں، گو یہ ممکن ہے کہ خود وہ جائداد صحیح و سالم حالت میں رہے۔ ان جرائم میں سب سے زیادہ قدیم قانون انگلستان میں سرقہ ہے[1]۔ اس کے متعلق جو قانونی کلیے اس وقت موجود ہیں وہ کئی صدیوں کے تاریخی اثرات کا نتیجہ ہیں اور اب اس قدر پیچیدہ ہو گئے ہیں کہ بغیر اس کے کہ ان کے تاریخی حالات کا علم ہو ان کا سمجھنا دشوار ہے۔

کم و بیش سترہ سو سال کا زمانہ گزرا کہ پالس مقنن نے قانون روما کے لیے نہایت غور و خوض کے بعد سرقے (Furtum) کی تعریف پیش کی تھی جس کو بعد میں جسٹینین نے منظورۂ قانون تعریف قرار دیدیا تھا۔ ایک ہزار سال

---

[1] ہسٹری آف کریمنل لا مصنفۂ اسٹیفن باب سوم صفحات ۱۲۱ تا ۱۷۶۔ ڈائجسٹ آف کریمنل لا ساتواں ایڈیشن فصول ۴۰۵ تا ۴۱۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد بریکٹن نے اپنے زمانے کے قانون انگلستان کے تذکرے میں (دور سلطنت ہنری سوم) اس تعریف کو تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ درج کیا ہے۔ بریکٹن کی پیش کردہ تعریف یہ ہے: 'کسی شخص کی مرضی کے خلاف اس کی جائداد کے ساتھ اس کو چرا لینے کی نیت سے فریبانہ عمل کرنا' سرقہ ہے[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بریکٹن نے سرقے کے اس وسیع روحی تصور کو برقرار رکھا ہے جس میں ہر قسم کا وہ عمل داخل ہے جس کے ذریعے سے دوسرے شخص کی جائداد کو بددیانتی کے ساتھ اپنایا جا سکے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس طور پر اس سرقے کے انگریزی تصور کی وسعت کے متعلق بہت زیادہ مبالغے سے کام لیا ہے۔ انگلستان اور تمام جرمن اقوام میں یہ تصور بہت ابتدائی حیثیت میں تھا۔ اور بجز ایسی خلاف دیانت کارروائیوں پر سزا دینے کے جن میں تشدد آمیز طریقے سے اور غیر مشتبہ طور پر تبدیلی قبضہ عمل میں لائی جاتی تھی' اس کے آگے ایک قدم بھی نہ رکھا گیا تھا[2]۔ 208

اس پر مستزاد یہ کہ عدالتی فیصلوں نے اس میں مختلف قسم کی نزاکتیں پیدا کر دیں اور یہ محدود تصور بعد میں اور زیادہ محدود ہو گیا۔ اگر ہم کو یہ علم نہ ہو کہ ان میں سے بعض قیود محض انسانی ہمدردی کی بنا پر عائد کئے گئے ہیں تو وہ بالکل بے سبب سے معلوم ہوں گے۔ اولاً یہ کہ اس جرم کی بنا پر جج سزائے موت کا حکم دینے سے گریز کرتے تھے اور ثانیاً یہ کہ قدیم ضابطے کی بنا پر جرائم کبیرہ میں چونکہ ملزم کو مشیر قانونی اور گواہوں سے مدد لینے کی اجازت نہ دی جاتی تھی اس لیے بعد کے دور میں ججوں کی یہ خواہش رہتی تھی کہ ایسے جرائم کی تعداد کو محدود کیا جائے لہٰذا ہمارے قرون وسطیٰ کے ججوں کو

---

[1] بریکٹن ورق (۱۵۰/ب) پالس کملا طینی الفاظ یہ تھے "فریبانہ طور سے چیزوں کو مفت استفادہ کے لئے استعمال کرنا یا خود چیزوں یا ان کے حق استعمال پر قبضہ کرنا"

[2] پولک اور میٹ لینڈ باب دوم صفحہ ۴۹۷: "اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لینے اور لے جانے کا فعل (جس پر ہمارا جدید قانون زور دیتا ہے) ابتدا ہی سے سرقے کے انگریزی تصور کی بنیاد تھا"

[3] صفحہ ۷۰ اکتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلیقے کے ساتھ ایسے وجوہ اختراع کرنا پڑے جن کے تحت وہ افعال جو بظاہر سرقے کی تعریف کے اندر آتے تھے، اس زمرے سے خارج ہو گئے۔ قانون سرقہ کی سخت گیری اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ بجز اس صورت کے کہ مال مسروقہ کی قیمت بارہ پنس سے زائد نہ ہوتی، چوری کی سزا موت تھی۔ آخر کار اس سختی کو معتدل کرنے کے دو عملی ذرائع اختیار کئے گئے۔ ان میں سے ایک وہ تھا جس کو بلیکسٹن نے جوری کی 'مقدس دروغ حلفی' سے تعبیر کیا ہے۔ جوری مال مسروقہ کی قیمت کے تعین میں رعایت مدنظر رکھتی تھی اور کم قیمت لگاتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۰۸ء میں ایک عورت پر یہ الزام تھا کہ اس نے مکان مسکونہ میں سے چالیس شلنگ کی قیمت کا مال چرایا ہے۔ جرم قابل سزائے موت تھا۔ لہذا اس عورت کو اس جرم کی سزا سے بچانے کے لیے جوری اس حد پر پہنچ گئی کہ اس نے یہ حلف کر لیا کہ بنک آف انگلینڈ کے دس پونڈ کے نوٹ کی قیمت صرف انتالیس شلنگ ہوتی ہے[1]۔ چوری کی سزا میں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے خلاف ایک قوت اور کام کر رہی تھی اور وہ جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں پر مصلحت عدالتی قانون 209
سازی تھی۔ اس کے ذریعے سے ایک مدت دراز پہلے یعنی ایڈورڈ سوم کے عہد سلطنت میں بہت سی اشیاء کو قانون سرقے کی زد سے اس بنا پر خارج کر دیا تھا کہ ان کو جائداد غیر منقولہ سے ایک اصطلاحی تعلق ہے۔

---

[1] شرح بلیکسٹن حصۂ چہارم صفحہ ۲۳۹۔

[2] سر ایس رامیلی نے (Rex v. Macallister (C.C.C. Sess.Pap LXXXV I.18) ۱۷۷۲ء کے ایک دوسرے مقدمے کا ذکر کیا ہے جس میں ایک عورت نے دو اشرفیاں اور دو نصف اشرفیاں چرائی تھیں لیکن جوری نے چاروں سکوں کی مجموعی قیمت '۴۰ شلنگ' سے کم قرار دی۔ ۱۸۲۳ء میں ایک اشرفی اور ایک ساورن چرانے کی بابت فرد قرار داد جرم مرتب ہوتے وقت ان کی قیمت اس مصلحت سے دس پنس قرار دی گئی کہ حکم سزا صادر ہونے کا امکان زیادہ پیدا ہو جائے۔ (اخبار ٹائمس ۲۱ اکتوبر ۱۸۲۳ء)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسے اراضی کی حقیت کے متعلق دستاویزات یا وہ صندوق جن میں یہ دستاویزات رکھی ہوئی ہوں۔ علاوہ ازیں ایڈورڈ چہارم کے دور میں تصرف بیجا کے افعال کے متعلق ججوں نے یہ قرار دیا کہ وہ سرقے میں داخل نہیں رہیں چونکہ ان افعال کے ذریعے سے کافی طور پر تبدیلیٔ قبضہ عمل میں نہیں آتی۔

یہ اور ان کے علاوہ دوسری تبدیلیاں عمل میں آئیں جن کے ذریعے سے آخر کار سرقے کا قانونی تصور ایک ایسے جرم کا ہو گیا جس کا اس وقت اطلاق ہوتا ہے جب کوئی شخص (۱) دوسرے شخص کے (۲) منقولہ سامان کو (۳) جس کی کوئی قیمت ہو (۴) بغیر کسی استحقاق کے اور (۵) اس نیت سے کہ اس شخص کو اس کی حقیت کے پورے تمتع سے محروم کردے (۶) لے لے اور (۷) لے کر چلا دے —— یا جب اس مال منقولہ پر (۸) کوئی تحویلدارانہ تصرف کرلے۔

لیکن ۱۹۱۶ء میں ایسے سرقے کے متعلق جس کی سماعت فرد جرم لگا کر ہو سکتی ہے اور اس قبیل کے (دوسرے جرائم کے متعلقہ قانون کو یکجا کرنے اور مختصر صورت میں لانے کے لیے ایک نہایت قابل قدر ایکٹ منظور کیا گیا اور اس میں اس جرم کی تعریف کر دی گئی (Larceny Act 1916) لہ یہ قانون ابتداءً 'چرانے' کی تعریف کرتا ہے: دفعہ ۱ اس طرح ہے کہ 'ایک شخص کی نسبت 'چرانا' اس وقت صادق آئے گا جب وہ بغیر مالک کی رضامندی کے بددیانتی کے ساتھ اور بغیر اس کے کہ اس کو نیک نیتی کے ساتھ اپنے کسی حق کا دعویٰ ہو، کسی قابل سرقہ چیز کو لے لے اور لے کر چلا جائے اور اس طرح سے لینے کے وقت اس کی یہ نیت ہو کہ مالکوں کو مستقل طور پر اس چیز سے محروم کر دے۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا بحیثیت شریک یا تحویلدار کے

لہ محض سرسری سماعت کے بعد جن چوریوں کی بنا پر سزا دی جا سکتی ہے ان کو کسی آئندہ قانون کے لیے اٹھا رکھا گیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی چیز پر جائز قبضہ ہو اور وہ اس چیز کو بد دیانتی سے اپنے یا مالک کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے تصرف میں لے آئے تب بھی وہ اس چیز کو چرانے کا مجرم تصور کیا جائے گا۔

اس بنیاد پر ایک نسبتاً محدود تر جرم یعنی 'سرقۂ سادہ' کی تعریف[1] مرتب کی گئی ہے (دفعہ ۲) اس تعریف کی رو سے وہ 'ایسی چوری ہے جس کے لیے فی الحال اس ایکٹ یا کسی دوسرے نافذ الوقت ایکٹ کے تحت کوئی خاص[2] سزا مقرر نہیں کی گئی ہے'۔ اس 'سرقۂ سادہ' کی انتہائی سزا پانچ سال ہے۔ اور مزید براں اگر ملزم سولہ سال سے کم عمر کا لڑکا ہو تو اس کو کسی تخلیے کے مقام پر تازیانے کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ اس جرم کا جرائم کبیرہ میں شمار ہے۔ اس ایکٹ میں مختلف اور متعدد قسم کی ایسی چوریوں کا ذکر کیا گیا ہے جو جرائم کبیرہ میں داخل ہیں اور جن کے لئے طولانی سزائیں تک کی مقرر ہیں۔ اس ایکٹ کے منظور ہونے سے پہلے ان میں سے بعض زیادہ سنگین اقسام کو 'سرقۂ مرکب' یا 'سرقۂ شدید' یا 'سرقۂ کبیر' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا' لیکن 'سرقۂ سادہ' کی یہ مدمقابل قسم ایکٹ میں کہیں موجود نہیں ہے۔ مجرد سرقے کی کوئی تعریف ایکٹ میں نہیں پیش کی گئی، غالباً یہ اب جرم کبیر کی نوعیت کی چوری کے ہم معنی ہے۔ یہ بات علی الظاہر درست معلوم ہوتی ہے کہ ایکٹ میں جو تعریف سرقۂ سادہ کی کی گئی ہے وہ اس پر منطبق سمجھ لی جائے، لیکن ایسا کرنے میں دشواری[3] یہ ہے کہ دفعات ۵، ۱۱ اور ۱۶

210

---

[1] عجب تنگ تعریف ہے جس میں محض خود ساختہ اصطلاحی پہلو ہی کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

[2] ان الفاظ سے کہ "سرقۂ سادہ کے مثل سزا دی جائے گی" یہ معلوم ہوتا ہے کہ 'خاص سزا' مقرر کی گئی ہے۔ دیکھئے دفعہ ۳۷ (۲) و نیز (7 C. 8 P. 665; 8 C. and P. 298).

[3] یہ مسئلہ کہ قانون کی تعبیر میں آیا ان حواشی کا بھی دخل ہو سکتا ہے یا نہیں ہنوز طے نہیں ہوا ہے۔ دیکھئے (Laws of England (Halsbury), XXVII. 121.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ب کے حواشی میں 'سرقے' کے لفظ کا اطلاق چوری کی محض ان قسموں پر کیا گیا ہے جن کے لیے مخصوص سزائیں، مقرر ہیں اور مزید براں یہ کہ ان کے مرتکب کو 'سرقۂ سادہ' کے مرتکب کی بہ نسبت کم سزا دی جاتی ہے۔
اب ہم چوری کی تعریف کے مختلف نکات پر غور کرتے ہیں:۔

لے لینا

۱۹۱۶ء کے ایکٹ میں چوری کی دو قسموں میں سے ایک میں 'لینے' کے فعل کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور اس طرح کامن لا کے اس کلیے کو برقرار رکھا گیا ہے جس کی رو سے سرقے کے اطلاق کے لیے قبضے کی منتقلی ضروری تھی جب تک قبضے میں خلل واقع نہ ہوتا تھا یعنی کوئی مداخلت بیجا نہ ہوتی تھی اس وقت تک سرقہ صادق نہ آسکتا تھا۔ اس مبہم ترین مسئلے کی وجہ سے۔ یعنی یہ کہ لفظ 'قبضہ'[1] کے حقیقۃً کیا معنی ہیں — اس جرم کبیر کی تعریف مختل ہو کر رہ گئی ہے۔ قبضے کا مسئلہ قطعی طور پر اصطلاحی ہے چنانچہ ازدواجی زندگی کا جو قانونی نظریہ ہے اس سے اس پر روشنی پڑے گی۔ زوجہ کو شوہر کی ذات کا ایک جزء تصور کیا گیا ہے لہٰذا زوجہ کا قبضہ شوہر کا قبضہ ہے۔ بنا بریں اگر شوہر کے سامان پر زوجہ تصرف کرلے تو اس سے قبضے کی منتقلی عمل میں نہیں آتی اور اسی لئے کامن لا میں اس کو سرقہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور زوجہ کی بدچلنی 211

[1] (Reg v. Smith (1853), 6 Cox 554) چیف جسٹس ارل (Erle, C.J.) کا فیصلہ دیکھئے۔ ۱۹۱۵ء میں (Rex v. Rasmem) چاہنس برگ میں ایک الساتیدی گرفتار کنندگان کے قبضے سے نکل بھاگا جس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جب وہ دوبارہ گرفتار ہو کر آیا تو ہتھکڑیوں کی چوری کے الزام میں اس پر مقدمہ چلایا گیا عدالت نے قرار دیا کہ اس کی جانب سے ان کے بالارادہ 'بھاگنے' کا عمل سرزد نہیں ہوا۔ دیکھئے صفحہ ۴۰۴ کتاب ہذا۔
(Rex v. Harrison (1756) 1 Leach 47 (K.S.C. 274), Statham Corone 39.) ۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بھی یہ صورت منقطع نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر زوجہ اپنے شوہر کی کچھ رقم لیکر چل دیتی اور اس کے بعد اپنے آشنا سے ملتی اور وہ رقم اسے دیدیتی تو اس کے آشنا پر مال مسروقہ لینے کا جرم عائد نہ ہوسکتا تھا کیونکہ اس مال کا سرقہ ہوا ہی نہ تھا۔[1] لیکن اگر اس کے بجائے وہ آشنا سامان کو ابتداءً لینے ہی میں اس عورت کو مدد دیتا تو وہ سامان کے سرقے کا مجرم قرار دیا جاسکتا تھا۔[2] کیونکہ اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوتے کہ اس نے وہ سامان خود شوہر کے واقعی قبضے سے لیا۔ لیکن قانون بابت جائداد زنان شادی شدہ ۱۸۸۲ء[3] کے بعد سے شوہر اور زوجہ پر ایک دوسرے کے مال کو چرانے کی بابت فوجداری ذمہ داری عائد ہوگئی ہے۔ بشرطیکہ (الف) وہ ارتکاب جرم کی تاریخ پر ایک ساتھ[4] نہ رہتے ہوں یا (ب) اس سامان پر اس غرض سے تصرف کیا گیا ہو کہ ساتھ رہنا ترک کریں۔ لیکن اگر وہ پھر ساتھ رہنے لگیں تو مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا چنانچہ زوجہ کی جب تک یہ نیت نہ ہو کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہم بستری نہ کرے گی اس کے لیے ۱۹۱۶ء کے قانون کے تحت بھی اپنے شوہر کی جائداد کو چرانے کی صورت میں براءت برقرار رہے گی۔[5] تا ایں کہ اگر وہ اپنے شوہر
212 کے پاس سے عارضی طور پر فرار ہوجائے اور اپنے ساتھ اس کا کچھ مال واسباب لے جائے لیکن یہ امید ہو کہ بالآخر وہ اس کے پاس واپس آجائے گی اور وہ سامان اس کے پاس واپس لے آئے گی تو ایسی حالت میں بھی وہ مرتکب سرقہ

---

[1] (Reg. v. Steeter (1900) 2 Q.B. 601 (K.S.C. 367)

[2] (Reg v. Featherstone (1854) Dearsly 369 (K.S C. 274)

[3] اب اس کی جگہ پر قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۳۶ ہے۔

[4] گو کہ باعتبار مقام وہ علٰحدہ ہوں لیکن اس کے باوجود ان کی بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ "وہ ساتھ رہتے ہیں" دیکھئے (14 Cr. App. R. 19)

[5] (Rex v. Creamer (1919)(1. KB.564) لہذا اس کا آشنا جو ایسی حالت میں اس سے کوئی سامان وصول کرے مال "مسروقہ" کا وصول کرنے والا نہیں سمجھا جاسکتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ سمجھی جائے گی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ لفظ 'چرانا' کی تعریف کا آخری حصہ اس پر صادق نہیں آتا، چونکہ اس کی نیت یہ نہیں تھی کہ شوہر کو 'مستقل طور پر' اس جائداد سے محروم کر دے۔

لیکن ملازمین کی بددیانتی سے مالکوں کی حفاظت ضروری تھی لہٰذا جلدی ہی ججوں نے قبضے کی تبدیلی کے قانونی تصور کو وسعت دیدی اور یہ قرار پا گیا[1] کہ کسی مال کے واقعی قبضے میں اگر تبدیلی نہ بھی ہو اور صرف اس چیز میں تبدیلی ہو جو محض ایک حیلۂ قانونی کے ذریعے سے قبضے کے مماثل سمجھ لی گئی تھی یعنی محض قبضہ 'تعبیری' میں تبدیلی عمل میں آئے تو کافی ہے۔ چنانچہ اگر خانساماں کی حوالگی میں مالک کی رکابی ہو یا گڈریے کی نگرانی میں مالک کی بھیڑیں ہوں تو مالک کا قانونی قبضہ بدستور قائم رہتا ہے، اور اسی طرح ایک سرائے کے مالک کا ان چاندی کے کانٹوں پر قبضہ باقی رہتا ہے جو شب کے کھانے پر اس کے خریداروں کے ہاتھوں میں ہوں۔ ان تمام صورتوں میں جن میں ایک شخص کو جسمانی قبضہ حاصل ہو لیکن قانونی قبضہ 'تعبیری طور پر' کسی دوسرے شخص کا ہو تو قانوناً اول الذکر شخص کا قبضہ نہیں کہا جاتا بلکہ اس کی محض 'سپردگی' یا 'نگرانی' سمجھی جاتی ہے۔ اگر بہرکیف وہ اس چیز کو اپنے تصرف میں لے آئے (اپنا لے) مثلاً اگر گڈریا اس گلے میں سے ایک بھیڑ کا بچہ فروخت کر دے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اس نے اپنی 'نگرانی' کو 'قبضے' کی شکل میں مبدل کر دیا[2]۔ (یعنی گو جائز قبضہ نہ ہو لیکن 'قانونی' قبضہ شروع ہو گیا)۔ لہٰذا جو چیز اس کی سپردگی اور امانت میں دی گئی ہو اس کو

---

[1] (Y.B. 21. Hen. 7, Hil. Pl. 21 (K.S.C. 216)

[2] (Rex v. Harding (1929), 21 Cr App R. 166; 46 T.L.R. 105)

میں ایک ملازم کے اس کے آقا کی مملوکہ برساتی کا سرقہ بالجبر کرنے کے الزام میں ایک شخص سزایاب ہوا اور مرافعہ میں حکم سزا بحال رہا۔ عدالت کریمنل اپیل نے قرار دیا کہ ملازم کو اس برساتی پر ایک خاص حقیت حاصل تھی لہٰذا اس کے مقابل میں سرقۂ بالجبر کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ دیکھئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر وہ اپنے تصرف میں لے آئے اور اس طور پر جو قبضہ اس کو بر بناء امانت حاصل تھا اس کو ترک کر دے تو قانون میں ملازم کے متعلق یہ تصور ہوتا ہے کہ اس نے جدید قبضہ پیدا کیا اور اس طرح اس نے گویا تعبیری طور پر اس چیز کو 'لیا' اور اسی طرح سرقے کا مجرم ہوا جیسا کہ اس حالت میں ہوتا جب کہ وہ چیز قطعاً اس کی نگرانی میں نہ ہوتی۔ 218

ملازم اور آقا کے معاملے کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی صورتیں مل سکتی ہیں جن میں قانونی قبضے کے ساتھ جسمانی قبضے کا وجود نہیں ہوتا اور اس لیے تحویلدار یا امانت دار کا اس چیز کو اپنے تصرف میں لے آنا 'لینے' سے تعبیر کر لیا جاتا ہے اور اس طرح اس کا سرقے میں شمار ہوتا ہے حالانکہ وہ چیز واقعی طور پر اسی کے قبضے اور اختیار میں ہوتی ہے۔ ایسی صورت کے پیدا ہونے کی ایک یہ مثال ہو سکتی ہے کہ ایک بقچے کا مالک وہ بقچہ کسی چھوکرے کو ہوٹل تک پہنچانے کے لئے حوالے کرے لیکن خود بھی اس چھوکرے کے ساتھ جائے اور اس کی یہ نیت نہ ہو کہ قطعی طور پر اس بقچے کی نگرانی سے دست بردار ہو جائے۔ اسی طرح ایک ریل کے ٹکٹ گھر پر ایک خاتون نے کسی شخص کو اس غرض سے ایک اشرفی حوالے کی کہ وہ اس کا ٹکٹ خرید دے (چونکہ وہ شخص بہ نسبت اس خاتون کے ٹکٹ گھر کی کھڑکی سے زیادہ قریب تھا)۔ وہ شخص اشرفی لے کر چلتا ہو گیا' قرار دیا گیا کہ قانون کے نقطۂ نظر سے اس وقت بھی اس خاتون کا قبضہ اشرفی پر باقی تھا اس لیے وہ سرقے کا مجرم ہوا[1]۔ اسی اصول پر کرائے کی بگھی والا جب اپنے مسافروں کا سامان بگھی کی چھت پر لاد دیتا ہے تو اس سامان پر اس کو قانونی قبضہ نہیں حاصل ہو جاتا لہذا اگر کوئی مسافر بگھی سے اترنے کے بعد کوئی بقچہ چھوڑ جائے اور بگھی والا اس کو اپنے تصرف میں لے آئے تو کامن لا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ صفحہ ۲۲۴ کتاب ہذا۔ مقدمۂ بالا کی تنقید کے لیے دیکھئے۔ (46 L.Q.R. 135)

[1] (Reg. v. Thompson (1862), L. and C. 225)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی رو سے وہ سرقے کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔[1]

خاص طور پر ملازمین کے معاملے کے متعلق اس موقعے پر یہ بیان کر دینا موجب سہولت ہوگا کہ جب آقا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص کسی ملازم کو کوئی سامان سپرد کرے تو اس کو ملازم کی محض سپردگی میں نہیں سمجھا جاتا بلکہ وہ سامان پورے طور پر اس کے قانونی قبضے میں تصور کیا جاتا ہے۔ یہ سامان، برخلاف ایسی رقم کے جو مالک کے صندوقچے میں رکھ دی گئی ہو جب تک کہ واقعی طور پر آقا کے حوالے نہ کر دیا جائے اس وقت تک قانون فوجداری کے نقطۂ نظر سے اس (مالک) کے قبضے میں نہیں آتا۔ اسی بنا پر اگر ملازم اس کو آقا تک پہنچنے سے پہلے اپنے تصرف میں لے آئے تو وہ سرقے کا مجرم نہ ہوگا۔ حقیقۃً ۱۷۹۹ء سے قبل اس نوعیت کے تصرف کا جرم میں شمار ہی نہ تھا۔ لیکن اس سال ایک قانون منظور کیا گیا جس کے ذریعے سے اس عمل کو جرم کبیر قرار دیا گیا[2]۔ یہ جرم ملازم کا خیانت مجرمانہ (تغلب) کہلاتا ہے اور اس پر ہم آیندہ تفصیل سے تبصرہ کریں گے[3]۔ ایک بددیانت ملازم اگر ایسی چیزوں پر تصرف کرے جو اس کو اس کے آقا کو دینے کے واسطے سپرد کی گئی ہوں تو وہ تغلب کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور جو اشیا اس کو اپنے آقا سے ملی ہوں ان پر تصرف کرنے سے وہ سرقے کا مرتکب ہوتا ہے[4]۔ 214

لے جانا

کسی چیز پر قبضے کے صادق آنے یعنی اس چیز کے 'لینے' کا اطلاق ہونے کیلئے

---

[1] (Reg. v, Thurborn (1849), 1 Den. 387 (K.S.C. 276) اور دیکھئے صفحہ ۲۴۴ کتاب ہذا۔

[2] ۳۹ جارج سوم کا زدہ۔

[3] صفحہ ۲۶۴ کتاب ہذا

[4] لیکن ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۷ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کو گرفت میں لینا کافی ہے، لیکن یہ عمل 'لے جانے' کی حد کو نہیں پہنچتا چنانچہ ایک موقع پر ب سامان لے جا رہا تھا۔ الف نے اس کو روکا اور سامان رکھ دینے کا حکم دیا، ب نے سامان رکھ دیا لیکن قبل اس کے کہ الف سامان کو ہاتھ لگائے گرفتار کر لیا گیا۔ قرار دیا گیا کہ الف نے سرقے کا ارتکاب نہیں کیا، چونکہ اس سے لے جانے کا فعل سرزد نہیں ہوا۔ لیکن جہاں جو چیز ہو وہاں سے اس کا خفیف ترین تبدیل مقام 'لے جانے' کے اطلاق کے لیے کافی ہے، خواہ چور فوراً اس چیز کو چھوڑ دے[1]۔ چنانچہ صندوق میں سے رکابی نکال کر فرش پر رکھنا یا کوئی گٹھری گاڑی کے پچھلے حصے سے ہٹا کر سامنے رکھ دینا یا کسی خاتون کا گوشوارہ اس کے کان سے کھینچنا باوجود اس کے کہ وہ گوشوارہ اس کے بالوں میں ہی الجھ کر رہ جائے[2]۔ ان سب افعال پر لے جانا پورے طور پر صادق آتا ہے۔ لیکن جیسا کہ ایکٹ سرقہ ۱۹۱۶ء میں محکوم[3] ہے کہ جو چیز منسلک ہو وہ جب تک بالکل علیحدہ نہ کر لی جائے اس وقت تک قانون کے نقطۂ نظر سے اس کا تبدیل مقام نہیں ہو سکتا مثلاً یہ کہ اگر قینچی دوکان کی میز سے بندھی ہو تو جب تک وہ ڈوری جس کے ذریعے سے وہ قینچی بندھی ہو نہ کاٹ ڈالی جائے 'قینچی' کا تبدیل مقام نہیں ہو سکتا۔ معیار یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیا ہر ذرہ یا جزء اپنے سابقہ مقام سے ہٹ گیا ہے؟ لہٰذا اگر کسی چیز کا ایک جزء اس مقام پر موجود ہو جس مقام پر سابق میں اس کا کوئی دوسرا جزء تھا تو ایسی صورت میں بھی 'لے جانا' صادق آئے گا مثلاً نیام میں سے تلوار کا 215
کسی قدر گھسیٹنا، یا گاڑی پر سے تھیلا تھوڑا سا باہر کھینچ لینا[4]، یا جیبی کتاب کسی شخص

---

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱ (۲) فقرہ ۲۔

[2] Rex v. Simson (1664), Kelyng 31 (K.S.C. 219)

[3] Rex v. Lapier (1784), I Leach 320 (K.S.C. 222)

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱ (۲) فقرہ ۲۔

[5] Rex v. Walsh (1824). I Moody 14 (K.S.C. 220)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جیب سے کسی قدر باہر کھینچنا۔[1]

تحویلدار کی جانب سے تصرف

جب کسی سامان کا مالک عارضی طور پر نہ صرف جسمانی بلکہ قانونی قبضہ بھی کسی دوسرے شخص کو تفویض کردے، مثلاً برندۂ مال کو، تو تحویلداری کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ کامن لا کے تحت عارضی قابض یا تحویلدار پر سرقے کا جرم عائد نہ ہوتا تھا، وجہ یہ تھی کہ (برخلاف نگران کے) اس کو چونکہ سامان پر واقعی اور قانونی دونوں قسم کا قبضہ حاصل ہوتا تھا اس لیے اس کے لیے یہ ناممکن ہوتا تھا کہ سامان کو لے لے۔[2] اس موقع پر بھی ابتداءً خانگی زندگی ہی کی ضرورتوں نے اس امر پر مجبور کیا کہ اس قانون کو وسعت دی جائے۔ بہت زمانہ قبل یعنی ہنری ہشتم کے عہد سلطنت میں ایک قانون منظور کیا گیا تھا۔[3] جس میں یہ محکوم تھا کہ اگر سامان کا مالک اپنے ملازمین میں سے کسی کو سامان کا قانونی قبضہ تفویض کرے اور وہ اس کو اپنے تصرف میں لے آئے تو ملازم کا یہ فعل جرم میں داخل ہوگا۔ لیکن دوسرے تحویلداروں کے متعلق تین سو سال بعد تک کامن لا کا کلیہ نافذ رہا۔ ججوں نے بہرحال ایڈورڈ چہارم کے زمانے ہی میں اس قانون کے اندر ایک نازک امتیاز کی شکل پیدا کرلی تھی

---

[1] Rex v. Taylor (1911) 1 K.B. 674.)

[2] پولک اور رائٹ میں دیکھئے تحت عنوان 'کامن لا میں قبضہ' صفحات ۱۶۰-۱۷۱۔

[3] قانون روما کے (Furtum) کی وسعت سے مقابلہ کیجئے۔ کتاب ڈائجسٹ XLVII, 2. 52. 7

[4] (21 Hen. 8, C. 7.)

[5] (The Carrier's Case (1478), Y.B. 18 Ed. 4, f. 9, Pasch, pl. 5 (K.S.C. 228)

اسٹیفن اس مقدمے کے فیصلے کو ایک غیر معمولی فیصلہ تصور کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ یہ ایک واضح امر ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ چانسلر کو اور غالباً بادشاہ کو راضی کیا جائے (تاریخ قانون فوجداری باب سوم صفحہ ۱۳۹)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یعنی یہ کہ اگر کوئی تحویلدار اس سامان کے اجزا کو متفرق کر دے جو اس کے سپرد کیا گیا ہو جیسے مثلاً بیر شراب کا ایک ادھا تحویل کردہ پیپے میں سے نکال لے تو وہ اپنے اس عمل سے اس چیز کے یکجائی قبضے کو ختم کر دیتا ہے جو اسے تحویلداری کے تحت حاصل ہوا تھا۔ لہٰذا ان متفرق اجزا میں سے اس کا کسی چیز پر تصرف کرنا مثلاً شراب کے ادھے کا پی جانا اس جزو کا 'لے لینا' تصور کیا جائے گا اور اس بنا پر اس کا سرقے میں شمار ہوگا۔ اجزا کو متفرق کرنے کے اس کلیے کی وجہ سے بہت سے بد دیانتی کے تصرفات تعزیری حدود میں آ گئے۔ اور ۱۸۶۹ء میں مجلس وضع قوانین نے ان کرایہ داروں کو بھی قانون سرقے کی زد میں لے لیا جو کرایے کے کمروں کا ساز و سامان چرا لیں[1]۔ لیکن ۱۸۵۷ء سے قبل تک کوئی ایسا عام قانون نہیں وضع ہوا جس کے ذریعے سے تحویلداروں کے جملہ تصرف بیجا کے متعلق کارروائی ہو سکتی۔ اس سال یعنی ۱۸۵۷ء کے منظورہ قانون[2] کے بجائے اب ۱۹۱۶ء کے قانون سرقے[3] میں ایک دفعہ قائم کی گئی ہے جس میں یہ محکوم ہے کہ کسی تحویلدار یا شریک کا کسی ایسے سامان کو جو 'چرایا' جا سکتا ہو، بد دیانتی کے ساتھ اپنے یا مالک کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے تصرف میں لانا' (باوجود اس کے کہ اس سامان پر اس کا جائز قبضہ ہوتا ہے) سرقے میں شمار کیا جائے گا۔ چونکہ یہ الفاظ وسیع معلوم ہوتے ہیں اس لیے عدالتی فیصلوں میں یہ قرار دیا گیا ہے[4] کہ ان کا اطلاق صرف ان تحویل داریوں پر ہوگا جن میں تحویلدار کا یہ فرض ہوتا ہے کہ

216

---

[1] اب ملاحظہ کیجیے قانون سرقہ ۱۹۱۶ء (3 Will. and M.C. 9, S. 5;) دفعہ ۱۶۔

[2] ۲۰ و ۲۱ وکٹوریا کلاز ۹۶ دفعہ ۱۷۔

[3] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۱ (۱)۔

[4] (Reg V. Richmond (1873), 12 Cox 497 اور دیکھیے L.and C. 58 (K.S.C. 227) جس میں تحویلدار مجرم قرار دیا گیا تھا حالانکہ اس کو یہ اختیار حاصل تھا کہ تحویل کنندہ کی ملکیت کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو سامان اس کی تحویل میں دیا گیا تھا (اصل مالک کو یا کسی دوسرے شخص کو) بجنسہٖ وہی حوالے کرے۔ نہ کہ اس کے بجائے اس کا مماثل سامان۔ سرکار بنام ہتمال (۱۸۶۱ء) کے مقدمے میں (جس میں یہ اصول طے کیا گیا تھا) ملزم ایک مالی انجمن کا خزانچی تھا اور انجمن کی اس رقم میں سے جو اس کے قبضے میں رہتی تھی اسے اراکین انجمن کو قرض دینے کا اختیار حاصل تھا۔ اس سرمائے کے ایک حصے پر اس نے تصرف بے جا کیا۔ قرار دیا گیا کہ اس ایکٹ کی رو سے وہ تحویلدار کے مفہوم میں داخل نہیں ہے، چونکہ اس کا یہ فرض نہیں ہے کہ جو سکے اس کو دیے گئے تھے بجنسہٖ وہی سکے کسی شخص کو ادا کرے۔ لہٰذا کسی اراضی کے کارندے پر وصول کردہ کرایے کی بابت عموماً اس دفعہ کے تحت جرم نہیں قائم ہو سکتا۔ اسی طرح اگر کوئی نیلام کرنے والا کوئی شے آپ کی جانب سے نیلام کرے اور قیمت لے کر چلتا ہو جائے تو اس پر بھی اس دفعہ کے تحت مقدمہ قائم نہ ہو سکے گا۔ نیلام یا بیع کے اختتام 217
سے قبل وہ اس شے کا تحویلدار تھا اور آپ کی ہدایت کے بموجب اس چیز کو منتقل کرنے پر مجبور تھا لیکن اختتام بیع کے بعد اس رقم کی حد تک جو اس شے کے معاوضے میں حاصل ہوئی ہے وہ اسی نوعیت کا تحویلدار نہیں تصور کیا جا سکتا، اور وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ آپ کو بجنسہٖ وہی سکے حوالے کرنے پر مجبور نہیں ہے۔

لیکن عام رجحان یہ ہے کہ برأت کے اس اصول کو محدود کیا جائے وسعت نہ دی جائے چنانچہ بعض مقدمات میں یہ قرار دیا گیا کہ جو سکے وصول ہوئے تھے بعینہٖ وہی سکے حوالے کرنا لازم ہیں حالانکہ ان حالات میں بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ فریقین کے معاہدے سے اس قسم کی ذمہ داری

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- بذریعہ بیع دوسرے شخص کے حق میں منتقل کر دے۔

[1] ایضاً حوالۂ بالا

[2] لیکن دوسرا کلاز دیکھئے ——— دفعہ ۴۰ (۱) فقرہ ۴ ——— صفحہ ۲۶ کتاب ہذا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں پیدا ہوتی۔ سرکار بنام ایڈن (۱۸۷۳ء)[1] میں ایک کشتی والے کو ایک کشتی بھر کوئلے خریدنے کے لئے چونتیس پونڈ سپرد کئے گئے۔ کشتی والا اس رقم کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ اس کو قانون سرقہ کے تحت سرقے کا مجرم قرار دیا گیا۔ ایسا فیصلہ صادر ہونے کی بظاہر وجہ یہ تھی کہ عدالت کی نظر میں کشتی والے کا یہ فرض تھا کہ وہ کوئلے کی قیمت میں وہی سکے دیتا جو مستغیث نے اس کو دئے تھے اور اسی طرح سرکار بنام ڈی بینکس (۱۸۸۴ء)[2] میں بھی یہی صورت پیش آئی کہ ملزم نے مستغیث کی جانب سے ایک گھوڑا فروخت کیا اور جو قیمت ملی اس کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ قرار دیا گیا کہ اس امر کی شہادت موجود ہے کہ ملزم کو یہ رقم ایسی تحویلداری کے تحت حاصل ہوئی تھی کہ اس کا یہ عمل قانون سرقے کی زد میں آتا ہے، (رقم جیسی دیگر) چیز کی بابت جس کا مقصد محض کاربرآری ہے تحویلداری قائم کرنے میں کوئی نامعقولیت نہیں معلوم ہوتی لارڈ ولسلی ڈیل اور مسٹر جسٹس ولس جیسے قابل ججوں تک کا یہ قول ہے کہ جب کبھی کسی ملازم کو آقا کے دینے کے لیے کسی شخص سے کوئی رقم ملے تو ملازم کا یہ فرض ہے کہ جو سکے اسے ملے ہوں بجنسہ وہی سکے آقا کے حوالے کردے[3]۔ چونکہ ایڈن یا ڈی بینکس ایک معینہ رقم کے تحویلدار تھے[4] اور ان کا محض اتنا کام تھا کہ وہ اس رقم کو حوالے کردیں، لیکن ہسپتال والی انجمن کی رقم ایک سرمائے کے طور پر ہسپتال کے ہاتھ میں دی گئی تھی اور اس کو اس رقم سے لین دین کرنا ہوتا تھا لہذا اس رقم کے متعلق گوناگوں فرائض انجام دینے کے لیے ہسپتال کی حیثیت اس رقم کے امین کی تھی نہ کہ تحویلدار کی۔

218 یہ ملحوظ رہے کہ تحویلداری کا تصور صرف ان صورتوں تک محدود نہیں ہے

---

[1] (12 Cox 512)

[2] (13 Q.B.D. 29)

[3] (K.S.C. 127.) ونیز L. and C. 62.)

[4] Rex v. Governor of Holloway Prison 1897) (18 Cox 631 (K.S.C. 223)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن میں سامان تحویلدار کو حوالے کرنے سے پہلے تحویل کنندہ کے قبضے میں ہوتا ہے[1] بلکہ اگر سامان کا فروخت کرنے والا وہ سامان مشتری کے پاس پہنچانے کے لیے کسی برندۂ مال کے حوالے کردے تو قانون کی نظر میں مشتری تحویل کنندہ متصور ہوگا، وجہ یہ ہے کہ بایع جس نے سامان حقیقۃً تحویلدار کے حوالے کیا ہے اس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نے محض مشتری کے کارندے کی حیثیت سے اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ تحویلداری میں صرف اتنا کافی ہے کہ بطور امانت حوالگی عمل میں آئی ہو لہذا گو اس سلسلے میں تکمیل امانت کا ایک صریحی یا معنوی معاہدہ بھی موجود ہے، لیکن اگر اس معاہدے کا انعقاد نہ بھی ہو سکے مثلاً سامان کسی ایسے شخص کے حوالے کیا جائے جس میں معاہدہ منعقد کرنے کی قابلیت موجود نہ ہو تب بھی تحویلداری قائم ہو جائے گی۔ بنا بریں اگر کوئی نابالغ کچھ سازو سامان کرایہ پر لے تو اگرچہ کرایہ کا یہ معاہدہ قابل نفاذ نہ ہوگا[2] پھر بھی نابالغ کی حیثیت ایک تحویلدار کی تصور کی جائے گی اور اسی بنا پر اگر وہ اس سازو سامان کو فروخت کردے گا تو سرقے کا مجرم قرار دیا جائے گا[3]۔

قبل اس کے کہ کسی تحویلدار کو سرقے کا مجرم قرار دیا جائے اس امر کا واضح ثبوت بہم پہنچنا چاہیئے کہ جو سامان اس کی تحویل میں دیا گیا تھا اس کو وہ حقیقۃً اپنے تصرف میں لے آیا ہے۔ تصرف بیجا کا کوئی ایسا عمل جو تحویلداری کی نوعیت کے منافی ہو تصرف کے اطلاق کے لیے کافی ہے۔ اگر چاندی کے کانٹے استعمال کے لیے تحویلداری کے عنوان سے حاصل کیے گئے ہوں ان کو گلا ڈالنا یا فروخت کر دینا یا عند الطلب برنبائے بد دیانتی ان کی واپسی سے انکار کر دینا، ظاہر ہے کہ تصرف بیجا کی

---

[1] Reg. v. Bunkall (1864) L. and C, 371 (K.S.C. 231)

[2] قانون معاہدہ مصنفہ این سن ایڈیشن سترہ حصہ دوم باب پنجم۔

[3] Reg. v. Macdonald (1885), 15 Q.B.D. 323)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کافی شہادت تصور کیا جائے گا[1]۔ لیکن اگر تحویلدار اس سامان کو گرو کردے تو صورت حال مختلف ہو جائے گی یعنی اگر تحویلدار یہ ثابت کرے کہ جس وقت اس نے وہ سامان گرو رکھا تھا ایمانداری کے ساتھ اس کی یہ نیت تھی کہ وہ اس کو چھڑا لے گا (اس کے اسی طرح کے سابقہ طرز عمل سے اس کی نیت بہت اچھی طرح مستنبط ہو سکتی ہے) اور اس امر کا ثبوت بھی پیش کر سکے کہ اس کو اپنے اس ارادے کی تکمیل کے قابل رقم ملنے کی پوری امید تھی تو اس کا سامان کو گرو کرنے کا یہ عمل تصرف بیجا کی حد تک نہ پہنچے گا[2]۔ لیکن اگر اس کا مبہم سا قصد ہو کہ آیندہ کسی وقت 219
یہ صورت گنجائش دہ اس سامان کو چھڑا لے گا تو ظاہر ہے کہ اس نے اپنے فرائض تحویلداری کے بالکل خلاف عمل کیا ہے اور اس لیے سرقے کا مجرم ہو گیا[3]۔ لیکن جب تحویلداری ختم ہو جائے اور تحویل شدہ سامان مالک کے قبضے میں پہنچ جائے تو اس کے بعد جو معاہدے سابق تحویلدار سے کئے جائیں گے (مثلاً اس چیز کے بیع کرنے کے متعلق کوئی معاملت کی جائے) تو یہ تصرف بیجا کی حد کو نہ پہنچے گا[4]۔ یہ ایک واضح بات معلوم ہوتی ہے لیکن قانونی قبضے میں جو تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں طالب علم بعض اوقات ان کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس وجہ سے اس معاملے میں ان کو اشتباہ

---

[1] Rex. v. Wakeman (1912), 8 Cr. App. R. 18)

[2] جیسے کہ ایک سالیسٹر نے ایک قیمتی گھڑی کو جو اس کو بطور امانت دی گئی تھی محض اس غرض سے گرو کر دیا تھا کہ وہ محفوظ رہ سکے۔ (C.C.C. Sess. Pap. CXLV, 420.) لیکن یہ ایک قابل سزا جرمانہ و ناجائز طور پر گرو کرنے کا جرم ہو سکتا ہے۔ ۳۵ و ۳۶ وکٹوریا کلاز ۹۳ دفعہ ۴۳ اور اس شے پر اپنا قابو قائم نہ رکھنے کی بنا پر نقض معاہدہ کی نالش کی جا سکتی ہے۔

[3] Reg. v. Medland (1851); 5 Cox, 292 (K.S.C. 286) اور دیکھئے صفحہ ۲۴۱ کتاب ہذا۔

[4] Reg. v. Jones (1842), C. and M. 611 (K.S.C. 287)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا ہوجاتا ہے۔

یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیئے (جیسا بعض اوقات سمجھ لیا جاتا ہے) قانون میں کوئی مخصوص جرم 'سرقۂ تحویلدار' کے نام سے نہیں ہے۔ قانون سرقہ[1] میں تحویلدار کے تصرف بے جا کو بھی وہی حیثیت دی گئی ہے جو چرا لینے کی ہے۔ لہذا اس فرد جرم میں لفظ 'تحویلدار' کے شامل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

ملکیت

جن چیزوں کا کوئی معین قابض نہ ہو[2]۔ ان کو اگر کوئی شخص چرالے تو اس پر سرقے کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ایسی چیزوں کی ایک نمایاں مثال انسانی میت سے مل سکتی ہے اور اسی وجہ سے وہ میتیں چرانے والے جو قانون تشریح البدن[3] (Anatomy Act) کے منظور ہونے سے پہلے موضوعات جراحی کے فراہم کرنے کے لیے قبرستانوں پر چھاپہ مارا کرتے تھے کسی جرم کے مرتکب نہ سمجھے جاتے تھے (اگر وہ صندوق یا کفن لیجاتے تھے تو صورت مختلف ہوجاتی تھی، کیونکہ یہ چیزیں بدستور انھیں لوگوں کی ملک رہتی تھیں جنھوں نے اس کو خرید کیا تھا) لیکن ایسی صورت میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جو اب تک طے نہیں ہوا ہے[4]۔ حالانکہ اس کی عملی اہمیت بہت زیادہ ہے: آیا اس قانونی کلیے کا یہی منشا سمجھنا چاہیئے 220

---

[1] صفحہ ۲۰۹ کتاب ہذا۔

[2] اس کا ایسا قبضہ نہ ہو کہ اس کی بنا پر وہ داخلت بیجا کی نالش کرسکے (2 Den. 451.)

[3] ۲ و ۳ ولیم چہارم کلاز ۷۵۔

[4] (Doodward v. Spence (1908), 9 New South Wales Rep 107.) میں متضاد فیصلے قابل ملاحظہ ہیں۔ جس فیصلے میں ملکیت کو قبول کیا گیا تھا۔ اس کی نارائمی سے مرافعہ کرنے کی جوڈیشل کمیٹی نے اجازت نہیں دی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ جو چیز ایک مرتبہ میت ہو گئی وہ ہمیشہ میت ہی متصور ہو گی: مگر ایسا ہے تو وہ ڈھانچے اور علم تشریح البدن سے متعلق دوسرے مرتبات جن کی تیاری میں بہت زیادہ عرق ریزی کی گئی ہے[1]۔ یا نسل ہائے انسانی کی تحقیقات کے متعلق کھوپریوں اور مسالہ لگی ہوئی لاشوں (ممیوں) کے ذخائر جو انگلستان میں کثیر صرفے سے لائے گئے ہیں — یہ سب چیزیں بھی قانون فوجداری کی حفاظت سے باہر ہو جائیں گی۔

ایسی چیزیں جن کا کوئی مالک ہو اور وہ ان کو بالقصد چھوڑ دے[2] موضوع سرقہ نہ بن سکیں گی[3]۔ لہذا تباہ شدہ جہاز[4] اور دفینوں کی جن کا کوئی مالک نہ ہو اس وقت تک چوری نہیں ہو سکتی[5] جب تک سلطنت ان پر قبضہ نہ کر لے یا کوئی ایسا شخص قابض نہ ہو جائے جس کو سلطنت نے یہ حق عطا کیا ہو[6]۔

---

[1] ڈائجسٹ آف کریمنل لا مرتبہ اسٹیفن ساتواں ایڈیشن فصل ۷، ۴۔ لیکن اگر کوئی دھات شامل کی گئی ہو جیسے مثلاً تار لگا یا گیا ہو تو البتہ وہ قابل سرقہ ہو گا۔ دیکھئے کتے کا پٹہ صفحہ ۲۳۰ کتاب ہذا۔

[2] جیسے کوئلے سے گاڑیاں لدی ہوئی جاتی ہوں اور اس میں سے کچھ کوئلہ گرتا جائے۔ دیکھئے

(1894) A.C. at P. 532)

[3] Reg. v. Peters (1843), 1 C. and K. 245.) شرح بلیکسٹن حصۂ دوم صفحہ ۹۔

Reg. v. Reed (1842), C. and M. 307; Justinian's Digest, XLVII, 2. 43.9.

[4] وہیل مچھلیاں جب کنارے پر آ پڑیں تو وہ بھی تباہ شدہ متروک شے تصور کی جائیں گی۔

(22 Lib. Ass 95, 99) [5]

[6] ایک خوراکی کے متعلق جو ایک ملاح کو دی گئی ہو اور وہ واقعاً اس کے استعمال میں نہ آئی ہو ایک دلچسپ سوال پیدا ہوتا ہے۔ جسٹس رڈلے نے قرار دیا ہے کہ ان اشیا کے ملاح کو مہیا کئے جانے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اس کی ہو گئیں، لہذا اگر وہ ان کو فروخت کرنے یا کسی کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن چیزوں کا کوئی مالک نہیں ہوتا ان میں سب سے زیادہ اہم وہ
جانور ہیں جو آزادی کے ساتھ کھلے پھرتے ہیں۔ تا اینکہ وہ (نام نہاد) حقیقت 221
خصوصی بھی جس کے متعلق قانون یہ تصور کرتا ہے کہ ایک جاگیردار کو جس کے
پاس کوئی باغ یا جنگل بطور عطیۂ شاہی ہو اس باغ یا جنگل کے بعض جنگلی
جانوروں پر حاصل ہے) اس قسم کی ملکیت نہیں سمجھی جاتی جو سرقے کے
اطلاق کے لیے کافی ہو[1] کیونکہ یہ حق مکمل حق ملکیت نہیں ہے بلکہ ایک حد تک
اس کو ملکیت پیدا کرنے کا حق کہا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قانون
کا یہ ایک عام اصول ہے کہ جائداد چیزوں پر صحیح معنی میں حق ملکیت قائم
ہونے کے لیے اس امر کی ضرورت ہے کہ ان پر واقعی طور سے قابو حاصل
ہو۔ پالتو جانور (مثلاً گھوڑے، بیل، بھیڑیں) یا پالتو پرند (مثلاً مرغیاں
بطخیں، ہنس) ایسی چیزیں ہیں کہ ان کا عموماً ایک معین گھر ہوتا ہے اور اس طرح
وہ اپنے مالک کے قابو میں آجاتے ہیں لہٰذا وہ قابل سرقہ ہیں۔ اور جب
وہ قابل سرقہ ہیں تو ان کے انڈے اور اس کے علاوہ جو کچھ ان سے حاصل
ہوتا ہے وہ سب اسی طرح قابل سرقہ ہے، خواہ ان سے حاصل ہونے والی
شے، قبل اس کے کہ واقعی مالک کا اس شے پر بطور ایک جداگانہ مستقل شے
کے قبضہ ہو، راست خود اس زندہ جانور کے پاس سے چرا لیا جائے (مثلاً
یہ کہ گائے کا دودھ دوہ لیا جائے یا بھیڑوں کی پشت پر سے اون نوچ لی جائے)
لیکن جنگلی جانوروں پر عموماً کوئی قابو حاصل نہیں ہوتا لہٰذا ان کے متعلق کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ دے ڈالنے کے لئے بچا رکھے گا تو وہ سرقے کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاز کے تحفظ کے مدنظر
کسی شخص کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ بھوکا رہے اور کچھ خوردنی اشیا بچا رکھے۔" (C.C.C. Sess. Pap
(CLIII, 561) دیکھئے نمبرہ ۱۹۱۰ء کا آرمی آرڈر جس کے ذریعے سے خوراکی، بجز اس کے کہ وہ استعمال میں جائے
سلطنت کی ملک رہے گی؛ و نیز دیکھئے (15 Cr App R. 22)

[1] (Ferae naturae) (یعنی آزادی کے ساتھ) بطور صفت استعمال ہوا ہے لیکن بعض لوگ
"(Ferae naturae) کا شکار کرنا" کہتے ہیں سر والٹر اسکاٹ نے (کتاب (Antiquary) باب ۲۲ میں)
اور سر ہیٹیگن نے (کتاب (Jurisprudence) صفحہ ۱۳۸ میں) تک اسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

[2] 7coKe Rep 17B

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حق مالکانہ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہ قابو میں نہیں ہوتے ان پر حق ملکیت، اگر کسی شخص کو ہو سکتا ہے تو اس زمین کے مالک کو حاصل ہوگا جس پر ایک خاص وقت میں وہ جانور موجود ہو۔ لہذا تبدل پذیر ملکیت کو تسلیم کرنا یعنی یہ کہ جس میں خود جانور وقتاً فوقتاً تبدیلی پیدا کرتا رہے لایعنی سی بات ہوگی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان پر قابو پیدا کیا جا سکتا ہے، خواہ یہ قابو اپنی کوشش کے ذریعے سے پیدا کیا جائے مثلاً یہ کہ ان کو ہلاک کرکے یا پکڑ کے یا پالتو بنا کے[1]، خواہ ان کی ناقابلیت کی بنا پر حاصل کیا جائے یعنی یہ کہ وہ اتنے کم عمر ہوں کہ ان کے لیے یہ ممکن ہی نہ ہو کہ وہاں سے بھاگ جائیں۔ بنا بریں پرند جو بندوق کا نشانہ بن چکے ہوں یا ہرن جو کسی باغ میں اس طرح گھیر دیے گئے ہوں کہ جب چاہیں ان کو پکڑ سکیں[2] یا مچھلیاں جو حوض میں یا
222 نیز کسی تالاب میں ہوں، (بہتے چشمے میں نہیں[3]) ان سب جانوروں کا سرقہ ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں تیتر کے بچے جو کسی پالتو پرند کے نیچے لگا دیے گئے ہوں

---

[1] غالباً ان کے قابل سرقہ نہ ہونے کا سبب یہی ہے نہ کہ (جیسا کہ پروفیسر کرسپین کا خیال ہے) ان کے جائداد منقولہ کا جزو ہونے کی وجہ سے (دیکھئے صفحہ ۲۲۵ کتاب ہذا)۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی زمین پر سے کچھ چن لے تو یہ سرقے میں شمار نہ کیا جائے گا۔ البتہ اگر وہ ان کو جمع کرکے فروخت کرنے کے لیے ایک برتن میں رکھ لے اور اس کے بعد کوئی شخص ان کو لے لے تو اس وقت اس کا سرقے میں شمار ہوگا۔ دیکھئے (Game Law) مصنفہ پروفیسر کرسپین صفحہ ۹۷۔ سیپ کے کیڑوں کی ایسی کیاری میں سے جو واقعاً کسی دوسرے شخص کی ملک ہو سیپ کے کیڑے لے لینا سرقہ ہے چونکہ سیپ کے کیڑوں میں اس سے باہر نکلنے کی نہ قوت ہوتی ہے نہ خواہش۔ دیکھئے Sea Fisheries Act 1868, S. 51

[2] Rex v. Rough (1779), 2 East. P.C. 607 (K.S.C. 250)

[3] Hale P. C. 511.

[4] ۱۷۲۷ء میں کیمبرج میں جسٹس ہارڈے نے دو شخصوں کو اس بنا پر سرقے کا ملزم قرار دیا کہ انھوں نے اس جال میں سے جو دریا میں پڑا ہوا تھا مچھلی لی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ہنوز اتنے بڑے نہ ہوئے ہوں کہ اس کا ساتھ چھوڑ سکیں[1] واقعاً موضوع ملکیت بن سکتے ہیں اور اس وجہ سے ان کا سرقہ بھی ہو سکتا ہے[2]۔

ملکیت کے صادق آنے کے لیے جس حد اور نوعیت کے جسمانی قابو کی ضرورت ہے وہ ہر قسم کے جانور کے عادات و خصائل کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ جانور چاہے بند کر کے نہ رکھے جائیں بلکہ ان کو گھر سے باہر گھومنے پھرنے دیا جائے تب بھی وہ موضوع ملکیت بن سکتے ہیں بشرطیکہ ان کو گھر واپس آجانے کی پورے طور پر عادت ہو۔ اگر وہ شب میں بھی بند نہ کئے جاتے ہوں تب بھی صورت حال میں کوئی فرق نہ آئے گا[3] مور، بطخیں ہنس اور کبوتر ایسے پرند ہیں جن کو برخلاف تیتر اور بٹیر کے گھر واپس آجانے کی عادت آسانی سے پڑ جاتی ہے۔ اس کلیے پر کہ جس چیز کا کوئی مالک نہ ہو[4] اس کا لے لینا سرقہ نہیں ہے اب بھی عملدرآمد ہے، لیکن جدید قانون موضوعہ نے سرقے کے ماسوا بہت سے بددیانتی کے افعال کو جداگانہ جرم قرار دیدیا ہے۔ چنانچہ ہرنوں کی چوری[5]، خرگوشوں یا گلہریوں کا ان کے مقام پرورش سے

---

[1] Reg v. Shickle (1868), 1. C.C.R. 159 (K.S.C. 251) لیکن جنگلی چڑیا کے بچے یا انڈے جو گھونسلے میں ہوں۔ مالک اراضی کے قبضے میں نہیں سمجھے جاتے اور گو کہ وہ اسی کے ہوتے ہیں لیکن قابل سرقہ نہیں ہیں Rex v. Stride (1908) I.K.B. 617) ونیز سمندر کی اس نباتات کے متعلق جو کنارے پر بہہ کر آجائے ملاحظہ ہو۔

Reg. v. Clinton (1869), 4 Ir. C.L. 6.)

[2] (Y.B. 18 Edw. 4, fo 8, Pl. 7 (K.S.C. 239)

ونیز دیکھئے (Coke 17)

[3] Reg. v. Cheafor (1851), 2 Den 361)

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۳۱) ونیز دیکھئے:

The Case of Peacocks. (1526), Y.B. 18 Hen. VIII, fol. 11 (K.S.C. 250)

[5] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۶ دفعات ۱۲-۱۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شب کے وقت لے لینا[1] اور کسی کے تالاب وغیرہ میں سے مچھلی لے لینا[2]۔
یہ سب افعال جرم قرار دیدیے گئے ہیں لیکن اپنی سنگینی اور مقدار سزا کے
اعتبار سے یہ جرائم ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں[3]۔

یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ سرقے میں صرف یہی ضروری نہیں ہے کہ اس چیز
کا کوئی مالک ہو بلکہ ایسی ملکیت کی ضرورت ہوتی ہے جو 'لینے' کے فعل
سے قبل سے ہی موجود ہو۔ ایسی ملکیت جو خود 'لینے' کے اس عمل سے
223 پیدا ہو جائے سرقے کے اطلاق کے لیے کافی نہیں چنانچہ اگر کوئی مداخلت
بیجا کرنے والا خرگوش یا جنگلی کبوتر مارلے، تو مارے جانے کے بعد جس زمین
پر وہ مارے گئے ہوں[4]۔ اس کے مالک کی ملک ہو جاتے ہیں، لیکن
اس کے باوجود اگر مداخلت کنندہ ان کو لے کر چلتا ہو جائے تو اس کا یہ
فعل سرقے میں شمار نہ کیا جائے گا[5]۔ کیونکہ جس ملکیت میں یہ خلل انداز ہوا
ہے وہ ان جانوروں کو مارنے سے پہلے معرض وجود میں نہ تھی (قانون سرقہ
۱۹۱۶ء دفعہ ۱ (۳) ب) میں کامن لا کا یہ اصول برقرار رکھا گیا ہے کہ 'جو
جانور فطرتاً وحشی ہو اور جس پر زندہ ہونے کی حالت میں قبضہ نہ کیا گیا
ہو، اگر مارنے والا اس کو لے لے تو اس کا یہ فعل سرقے میں شمار نہ کیا جائیگا
بجز اس کے کہ مارنے کے بعد اس شخص نے اس پر سے قبضہ اٹھا لیا ہو')۔
لیکن اگر اس کو مار ڈالنے کے بعد وہ چلا جائے اور اپنا قبضہ قطعاً ترک کر دینے
کی نیت سے ان کو اسی زمین پر چھوڑ جائے تو اپنے اس عمل کی بنا پر وہ اس کا

---

[1] ایکٹ مندرجۂ بالا دفعہ ۱۷۔

[2] دفعہ ۲۴۔

[3] صفحہ ۲۵۳ کتاب ہذا۔

[4] Blades v. Higgs (1865), 11. H. L.C. 621

[5] Reg v. Townley (1871) 1 C C.R. 315 (K.S.C. 255) و نیز صفحہ ۲۲۶ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قابض باقی نہ رہے گا اور وہ مالک اراضی کے قانونی قبضے میں آجائیں گے[1]۔ لہذا اگر مداخلت کنندہ بعد میں اپنا خیال بدل دے اور واپس آجائے اور پھر ان پر قبضہ کرے تو یہ 'لینا' قطعی طور پر ایک جدید فعل ہوگا، اور چونکہ اس وقت ان چیزوں کا ایک مالک موجود ہوگا اس لیے ان کا لینا سرقے میں محسوب ہوگا۔ چنانچہ ایک شخص نے جو بہ اُجرت خرگوش پکڑنے کے لیے بلایا گیا تھا کچھ خرگوش (ان پر خود متصرف ہو جانے کی نیت سے) اپنے تھیلے میں رکھ لیے۔ محافظ کو اس پر شبہہ ہوا اور اس نے اس شخص کی عدم موجودگی میں ان کی شناخت کی غرض سے ان پر نشان بنا دیا۔ قرار دیا گیا کہ محض نشان بنا دینا ان کو محافظ یا اس کے آقا کے قبضے میں منتقل کر دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ لہذا نشان لگا دیے جانے کے باوجود ان کو لے جانے سے وہ شخص سرقے کا مجرم نہیں ہوا[2]۔

گو کہ ان اشیا کا جن کا قطعاً کوئی مالک نہ ہو سرقہ نہیں ہو سکتا، لیکن ان اشیا کا ضرور سرقہ ہو سکتا ہے جن کا مالک نامعلوم یا ناقابل دریافت ہو۔ مثلاً کسی مقبرے کے بہت پرانے تابوت میں سے کوئی شخص پیتل کے پترچرا لے۔ لیکن بقول سر میتھیو ہیل ایسا کبھی نہ ہونا چاہیے کہ کسی شخص کو کسی مفروضہ لیکن کسی نامعلوم مالک کے پاس سے کوئی چیز چرانے کا الزام محض اس بنا پر عائد کر دیا جائے کہ اس کے قبضے میں مشتبہ حالات میں کچھ مال پایا گیا اور وہ اس مال کے اپنے قبضے میں آنے کی کوئی توجیہ پیش نہ کر سکا یہاں تک کہ اگر آوارہ گرد شخص کی جیب میں چھ سونے کی گھڑیاں پائی جائیں تو جب تک کوئی معین ثبوت موجود نہ ہو کہ اس نے یہ گھڑیاں واقعی طور پر کہیں سے چرائی ہیں، اس کو چور نہ سمجھنا چاہیے۔ اس کا قبضہ اس کی ملکیت کی بادی النظری 294

[1] Reg v. Foley (1899), 26 Ir. C.L. 299 (K.S.C. 241)

[2] Reg v. Petch (1873), 14 Cox 116.

[3] Hale 2 P.C. 290 (K.S.C. 467)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شہادت ہے اور اس کی خاموشی - نیز اس کی غیر اطمینان بخش توجیہ سے اس شہادت کی اتنی پرزور تردید نہیں ہوتی کہ اس کو سرقے کا مجرم قرار دینا درست ہو جائے۔

اگرچہ سرقے کا اطلاق صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ چیز (چرائے جانے کے وقت) کسی دوسرے شخص کی ملک ہو لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص اس چیز کا تنہا مالک ہو یا یہ کہ اس کو اس شے پر کامل حق ملکیت حاصل ہو۔ (الف) مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اور خود چور دونوں مشترک طور پر اس شے کے مالک ہوں - کامن لا میں چونکہ ہر شریک کو یہ حق حاصل تھا کہ پوری چیز کو اپنے قبضے میں رکھے لہذا اس کے لینے سے وہ سرقے کا مرتکب نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ لیکن اب ۱۹۱۶ء کے قانون سرقہ دفعہ ۱ (۱) کے تحت ایک شریک مالک "باوجود اس کے کہ اس چیز پر اس کا جائز قبضہ ہوتا ہے" وہ اس کے چرانے کا مجرم ہو سکتا ہے۔ دفعہ ۴۰ (۳) (ب) اور حسب دفعہ ۱ (۲) فقرہ ۳ یہ ممکن ہے کہ وہ شخص جس کے پاس ہے کوئی شے چرائی گئی ہو شریک سے بھی کمتر حیثیت رکھتا ہو مثلاً وہ ایسا شخص ہو جو اس شئے کا جو چرائی گئی ہو محض قابض، نگران یا تحویلدار ہو یا اس میں ایک مخصوص حقیت[1] رکھتا ہو (یا چور ہو جس نے خود ہی اس شے کو چرایا ہو۔ ملاحظہ ہو اکشنگ ۳۹۷)۔

لہذا (گو یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوگی) ایک شخص خود اپنی چیز کے چرانے سے سرقے کا مجرم قرار پا سکتا ہے۔ چونکہ اگر کسی سامان کا مالک اس سامان کو (گرد یا کرایے کی) تحویلداری کے سلسلے میں کسی شخص کے حوالے کر دے تو تحویلدار کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ مالک کو اس کے قبضے سے بے دخل کر دے، لہذا اگر مالک اس سامان کو تحویلدار کے قبضے سے اس کو فریب دینے کی نیت سے لے کر چل دے تو وہ کامن لا کے تحت بھی سرقے کا

[1] صفحہ ۲۱۲ کتاب ہذا کا حاشیہ تحت سرکار بنام ہارڈنگ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

225 مجرم قرار پا سکتا ہے۔ اس فریب سے اس کا یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ تحویلدار کو
جرمانہ کی ادائگی کا مستوجب بنا دے یا اس کو اس فائدے سے محروم کر دے جو
ان چیزوں پر قبضہ رکھنے کی حالت میں وہ حاصل کر سکتا تھا جیسے مثلاً کسی موچی
کا یہ حق کہ اجرت کے عوض ان جوتوں کو روک رکھے جن کی اس نے مرمت
کی ہو۔ اگر (تحویلدار کے علاوہ) کسی دوسرے شخص کو فریب دینے کی نیت
سے یہ عمل کیا جائے تب بھی ممکن ہے کہ جرم کے اطلاق کے لیے کافی ہو مثلاً
ایسے اسباب کا مالک جو کسی کرایے کے گودام میں ہو آنکھ بچا کر گودام سے
اس غرض سے اسباب نکال لے کہ سلطنت کو مقررہ کروڑ گیری کے متعلق دھوکا
دے[1]۔ ایک قدیم مثال اس شخص کی پیش کی جاتی تھی جس[2] نے اپنے ملازم کو
کچھ بیش قیمت چیزیں دے کر سفر پر روانہ کیا اور اس کے بعد ڈاکو کا بھیس بدل کر
ملازم سے وہ چیزیں اس غرض سے چھین لایا کہ اس پرگنے کے لوگوں سے (جن پر
قدیم زمانے سے یہ ذمہ داری تھی کہ اگر ان کے حدود میں تشدد آمیز جرم کا
ارتکاب ہونے کی وجہ سے کوئی نقصان واقع ہو تو وہ اس کی تلافی کریں)
ان اشیا کی قیمت کا مطالبہ کر سکے۔ لیکن مسٹر جسٹس رائٹ[3] نے اس امر کے
متعلق شبہہ ظاہر کیا ہے کہ کسی چیز کا مالک کسی من مانے تحویلدار مثلاً اپنے ذاتی
فرستادہ سے کوئی 'سامان' لے کر، سرقے کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

موضوع

بعض قدیم مقننین روما کا یہ خیال تھا کہ قانوناً زمین کا سرقہ ہو سکتا ہے۔

---

[1] Rex v. Wilkinson & Marsden (1821), R. and R. 470 (K.S.C, 253)

[2] 2 East P.C. 654 (K.S.C. 260)

[3] پولک اور رائٹ تحت موضوع 'کامن لا میں قبضہ' صفحات ۱۶۵-۲۲۸ اور ملاحظہ ہو قانون
فوجداری ریاستہائے متحدہ امریکا مصنفہ بشپ آٹھواں ایڈیشن باب دوم پیراگراف ۷۹۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن گائیس کے زمانے سے پہلے ہی تمام مصنفین نے اس نظریے کو ترک کر دیا تھا انگلستان میں کبھی کوئی اس نظریے کا حامل نہیں رہا۔ وجہ یہ ہے کہ سرقے کا ارتکاب صرف کسی شے کو 'لے جا کر' ہو سکتا ہے لہذا یہ ضروری ہے کہ وہ شے قابل نقل و حرکت ہو۔ علاوہ ازیں، جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ چوری کے فعل سے قبل وہ چیز کسی دوسرے شخص کی ملکیت میں ہونا چاہیے بالکل اسی طرح چوری کے فعل سے قبل سے بھی اس چیز کا قابل نقل و حرکت ہونا بھی ضروری ہے لہذا اگر کوئی چیز چوری کے اس فعل (لینے) کے
226 ذریعے سے ہی پہلی مرتبہ قابل نقل و حرکت حالت میں لائی گئی ہو تو وہ قابل سرقہ نہ ہوگی۔ چنانچہ کسی باغ سے مٹی یا کسی گڑھے سے یا لوے لینا یا کوئی دیوار گرا کر اینٹیں لیجانا قطعاً چوری میں شمار نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر چوبینہ یا دوسری ملصقہ چیزیں مکان سے نکال لینا یا درخت کاٹ لینا[1] سرقہ نہ سمجھا جاتا، لیکن اب قانون موضوعہ کے ذریعے سے یہ افعال مخصوص جرم قرار دے دیے گئے ہیں[2]۔ لہذا اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا مکان منہدم کر کے اس کا سامان (ملبہ) فروخت کر دے تو اس پر ان ملصقہ اشیا کی بابت دعوے کیا جا سکے گا۔ قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱ (۳) الف میں اس کلیے کو برقرار رکھا گیا ہے کہ (ملصقہ اشیا، پودے جو حالت نمو میں ہوں اور کچھ دھاتوں کو مستثنیٰ کرتے ہوئے) جو شے کسی غیر منقولہ جائداد سے ملحق ہو یا اس کے جزء کی حیثیت رکھتی ہو اس کو اگر کوئی شخص اس غیر منقولہ جائداد سے علیحدہ کر لے تو یہ عمل سرقہ نہ سمجھا جا سکے گا بجز اس کے کہ علیحدہ کرنے کے بعد

---

[1] لیکن یہ کہنے سے نقصان پہنچانے کا جرم ہوگا۔ دیکھیے صفحہ ۱۹۱ کتاب ہذا۔

[2] (The-Forester's Case (1338). B. (Rolls Ser) II & I2 Edw III 641 (K.S.C. 238), Cf. Reg. v. Pinchbeck (1896), C.C.C. Sess Pap. CXXIII, 205 (K.S.C. 355).

[3] قانون سرقہ ۱۹۱۹ء دفعہ ۸۔ اکثر جرائم کبیرہ ہوتے ہیں۔ دیکھیے صفحہ ۲۵۳ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس شخص نے ان چیزوں پر سے اپنا قبضہ اٹھا لیا ہو، کیونکہ اگر ایسی چیز کی پورے طور سے علیحدگی عمل میں آجانے کے بعد وہ (علیحدہ کرنے والا) شخص ان چیزوں کو چھوڑ دیتا لیکن بعد میں اس کا خیال بدل جاتا اور وہ واپس آتا اور ان چیزوں کو لے جاتا تو کامن لا کے تحت بھی اس کا سرقے میں شمار کیا جاتا۔ اس امر کے متعلق ٹاون لی کے مقدمے (۱۸۷۱ء)[1] پر مکرر نظر کرنا چاہیئے۔ اس مقدمے کے واقعات یہ تھے کہ ایک شکاری جانور چرانے والے نے کچھ خرگوش مارے اور ان کو ایک گھڑے میں پوشیدہ کر کے وہاں سے چل دیا۔ قرار دیا گیا کہ اس کی عدم موجودگی کے دوران میں محض استمرار نیت کی وجہ سے اس کا 'قبضہ' برقرار رہا۔ اس مقدمے کے فیصلے کا سرکار بنام فالی (۱۸۹۹ء)[2] کے فیصلے سے تقابل طالب علم کے لیے مفید ہوگا۔ موخر الذکر مقدمے میں ایک مداخلت کنندہ نے کچھ گھاس کاٹی لیکن جہاں جہاں سے کاٹا اس کو وہیں رہنے دیا، دو روز کے بعد وہ واپس آیا اور اسے لے کر چل دیا۔ آئرلینڈ کی عدالت کراؤن کیسز (Irish Court for Crown Cases reserved) نے قرار دیا کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اس کی مسلسل نیت تھی تب بھی اس کا مسلسل قبضہ نہ تھا لہٰذا آخر میں اس کا وہاں سے گھاس کو لے جانا سرقے میں شمار کیا جائے گا۔ اگر یہ فیصلہ ٹاون لی کے فیصلے کے خلاف تصور کیا جائے تو ظاہر ہے کہ انگلستان کی عدالتیں ٹاون لی کے فیصلے کا ہی تتبع کریں گی۔ لیکن اگر اس امتیازی فرق کو اہمیت دینا درست خیال کیا جائے تو ان دونوں فیصلوں میں جو اختلاف معلوم ہوتا ہے وہ رفع ہو جاتا ہے یعنی یہ کہ فالی نے گھاس کو وہاں چھوڑنے سے پہلے کوئی ایسا صریح عمل نہ کیا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ اس نے اس کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے اور ٹاون لی نے خرگوش کو گڑھے میں پوشیدہ کر کے ان پر گویا کہ اپنا قبضہ قائم کر لیا تھا۔ 227

[1] (1, C.C. R. 315 (K.S.C. 255) — نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۳ کتاب ہذا۔

[2] (26 Ir C.L. 299. (K.S.C. 241)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ زمین، جو وسطی دور میں دولت کی اہم ترین قسم تھی، اس کو قدیم قانون فوجداری کے تحفظ سے بھی محروم رکھا گیا[1]۔ اس فروگذاشت کی وجہ بقول سر جیمس اسٹیفن[2] اس امر سے بہتر طریقے پر سمجھ میں آجاتی ہے کہ معمولی حالات میں یہ تقریباً ناممکن ہے کہ بغیر کوئی اور ایسا عمل کیے ہوئے جو بجائے خود مجرمانہ ہو زمین کا تصرف بے جا کیا جا سکے مثلاً تلبیس شخصی یا جعلسازی[3]۔ لیکن اصل سبب غالباً یہ ہے کہ جج سزائے موت کو ناپسند کرتے تھے اور اسی بنا پر وہ اس معاملے میں کچھ اور آگے بڑھ گئے اور جو چیزیں حقیقۃً جائداد منقولہ تھیں اور جن کو زمین سے محض اصطلاحی علاقہ تھا ان کو بھی انھوں نے سرقے کے حدود سے خارج قرار دے دیا چنانچہ ایک مقدمے میں یہ صورت پیش آئی کہ کچھ گوبر کھیت میں پھیلایا گیا تھا، ایک شخص وہ گوبر سمیٹ کر لے گیا۔ ججوں نے قرار دیا کہ یہ جرم نہیں ہے[4]۔ علاوہ ازیں فصل استادہ اور اسی طرح فصل روئیدہ کو قانون جائداد کی رو سے متوفی مالک کے وصی کو جائداد منقولہ کی حیثیت سے ملتی ہیں لیکن قانون فوجداری میں اس حد تک جائداد غیر منقولہ کے مماثل قرار دی گئی تھیں کہ ان کو قابل سرقہ نہ سمجھا جاتا تھا[5]۔ تاہم

[1] چنانچہ تالاب میں جو پانی ہو (جس کو سڑک کے بنانے والے سڑک کوٹنے والے بھاپ کے انجن کے لیے کثیر مقداریں لے جاتے ہیں) قابل سرقہ نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ پانی تالاب سے علٰحدہ کر لیا جائے یعنی مثلاً پمپ کر کے کسی گاڑی میں بھر لیا جائے تو وہ قابل سرقہ ہو جائے گا۔ ۱۸۷۰ء ایسٹ لندن واٹر ورکس نے ایک شخص کے خلاف ان کا نو لاکھ گیلن پانی چرانے کی بابت فوجداری مقدمہ چلایا تھا۔

[2] ہسٹری آف کریمنل لا باب سوم صفحہ ۱۲۶۔

[3] لیکن ایسی صورت میں نہیں کہ کوئی شخص ٹارٹ مور کی سیر کو جائے اور کسی جھونپڑی کے احاطے میں سے کچھ پتھر اپنے باغیچے کی زینت کے لیے لیکر چلا جائے۔

[4] (Carver v. Pierce (1648) Style 66 (K.S.C. 233)

[5] (3 Coke Inst 109.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے برخلاف بعض چیزیں جو وصی کو نہیں پہنچتیں بلکہ وارث کو پہنچتی ہیں قابل سرقہ قرار دی گئی ہیں — جیسے ذاتی مال منقولہ کی بعض اقسام۔ اسی طرح امریکا کے ایک مقدمے میں[1] یہ قرار دیا گیا کہ گو ایک نہایت معقول قانونی کلیے کی رو سے مکان کی کنجیاں مکان کے ہر نوعیت کے انتقال پر (خواہ موت کی وجہ سے ہو یا بصورت دیگر) اس کے ساتھ منتقل ہوتی ہیں لیکن جائداد غیر منقولہ سے ان کی اس قانونی وابستگی اور تطابق کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان کی چوری سرقے میں نہ شمار کی جائے۔ 228

عام طور پر غیر منقولہ والے کلیے کے اندر بہرحال وہ تمام چیزیں داخل ہو جاتی ہیں جو کسی حیلۂ قانونی کے ذریعے سے زمین سے وابستہ قرار دے دی گئی ہوں[2]۔ خواہ فی الحقیقت جسمانی حیثیت سے وہ منقولہ ہی ہوں۔ مثلاً دستاویزات حقیت[3] کی یہی صورت تھی چونکہ اگر کسی عطیے میں "میرا تمام سامان اور چیز بست" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں تو دستاویزات حقیت معطی لہٗ کے حق میں منتقل نہ ہوں گی لہٰذا وہ قابل سرقہ تصور نہ کی گئیں۔ اور ایک مرتبہ ایک مہر شدہ صندوق کے متعلق جس میں اس طرح کی دستاویزات مقفل تھیں یہ قرار دیا گیا کہ اس میں اور دستاویزات ہیں کچھ ایسا تلازم و تطابق پیدا ہو گیا ہے کہ خود صندوق بھی قابل سرقہ نہیں رہا[4]۔ (دستاویزات حقیت کے ناقابل سرقہ ہونے کے متعلق ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کی قیمت اس قدر غیر معین ہوتی ہے کہ یہ کہنا ناممکن ہوتا ہے کہ آیا وہ بارہ پنس سے زائد قیمت کی ہیں یا نہیں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴۹ (اصل کتاب)

---

[1] (Hoskins v. Tarrance (1840), 5 Black fort 417 (K.S.C. 289)

[2] عہد وسطیٰ کا کاشتکار (غلام) بھی زمین سے وابستہ سمجھا جاتا تھا اور اسی بنا پر گروہ قابل فروختگی تھا لیکن قابل سرقہ نہ تھا۔ (3 Coke Inst 109)

[3] (1. Hale P.C. 510.) ہسٹری آف کریمنل لا باب سوم صفحہ ۱۳۸۔

[4] (Y.B. 10 Ed. 4, fo. 14, pl, 9, 10; Dalton, C. 156 S. 8.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس سے بہتر توجیہ کے متعلق یعنی یہ کہ وہ جس حق کی شہادت ہوتے ہیں اسی میں مستہلک ہوجاتے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ مابعد)۔ لیکن اب قانون سرقہ دفعہ ۷ (۱) کے تحت دستاویزات حقیقت اراضی کی چوری جرم کبیر قرار دے دی گئی ہے[1]۔ اور اسی طرح وہ حیلۂ قانونی ختم کر دیا گیا ہے۔

یہ بیان کر دینا بے موقع نہ ہوگا کہ کامن لا میں بھی گیس قابل سرقہ ہے[2] اور کسی برقی قوت کو کینے یا فریب کی بنا پر جذب کرنا، ضائع ہونے یا رخ بدلنے کا موجب ہونا، خرچ کرنا یا استعمال کرنا قانون موضوعہ[3] کے ذریعے سے جرم کبیر قرار دے دیا گیا ہے[4]۔

(۷) قیمت

229

کسی چیز کے لے لینے پر اسی وقت چوری کا اطلاق ہو سکتا ہے جب کہ اس کی کوئی قیمت ہو[5]۔ (De minimis non curat lex)
(یعنی قانون خفیف امور کا لحاظ نہیں کرتا)۔ ورنہ بقول لارڈ میکالے کسی شخص کی دوات میں قلم ڈبو لینا یا کسی چڑیا کو اڑانے کے لیے کسی شخص کے باغ میں

---

[1] چونکہ یہ بھی ان کے تلف ہونے کا ذریعہ ہے۔ ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۶ دفعہ ۲۰۔

[2] (Reg. v. firth (1869), 1. C.C.R. 172.)

[3] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱۰۔

[4] چنانچہ ایک شخص جس نے اپنی زمین پر تار لگا کر اس زائد از ضرورت قوت برقی کو (اپنے گھر میں روشنی کرنے کے لیے) منتقل کر لیا تھا جو قریب کے ایک کارخانے میں زمین کے اندر جذب کر دی جاتی تھی اپنے اس عمل کی بنا پر مجرم قرار دیا گیا لیکن کیا ایسے حالات میں وہ یہ حجت پیش نہیں کر سکتا تھا کہ وہ قوت برقی مالکوں کی ترک کردہ تھی (دیکھئے صفحہ ۲۱۹ کتاب ہذا)؟

[5] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱ (۳)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ایک بیر اٹھا کر پھینک دینا جرم شمار کیا جاتا[1] لیکن اس قیمت کی صحیح مقدار کبھی معین نہیں ہوئی اور اس کے غیر معین ہونے کی وجہ سے ججوں کو اپنی ترجمانہ فراست کے استعمال کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ بہت سی چیزوں کے متعلق جن میں قانونی مالیت موجود تھی اور جن کے اندر اس حد تک قابل لحاظ اہمیت تھی کہ ان کے لیجانے کی بنا پر اگر دیوانی نالش رجوع کی جاتی تو ہرجہ دلایا جاتا، یہ قرار دیا گیا کہ سرقے کے جرم کبیر کا مجرم قرار دینے کے لیے جس کم از کم مقدار مالیت کی ضرورت ہے اس سے یہ چیزیں کم قیمت ہیں۔ اس امر کی ایک واضح مثال اس واقعے سے ملتی ہے کہ ایک مرتبہ اس میں شبہہ کیا گیا تھا کہ آیا ہیرے اور دوسرے قیمتی پتھر، اگر جڑے ہوئے نہ ہوں، تو ان کے اندر کوئی ایسی ذاتی قدر و قیمت موجود ہے کہ وہ قابل سرقہ قرار دئے جائیں، چونکہ سب لوگوں کے نزدیک ان کی قیمت نہیں ہوتی خواہ بعض لوگ ان کو کتنا ہی عزیز اور بیش قیمت تصور کریں[2]۔ علاوہ ازیں یہ امر بھی صاف طور پر طے ہو گیا تھا کہ قانون سرقہ ایسے جانوروں کا تحفظ نہیں کرتا جو نہ بار برداری کے کام میں آتے ہوں نہ غذا کے، چنانچہ ظاہر ہے کہ بلیاں، نیولے، بندر، بلبلیں، طوطے وغیرہ چرا لینا جرم نہ سمجھا جاتا تھا۔ کتے تک اس اصول کی زد میں آ گئے تھے۔ "آدمی کے دو بہترین رفیق یعنی بیوی اور کتے کی طرف سے قدیم کامن لا میں خاص طور

---

[1] ان کے مرتبہ مجموعۂ تعزیرات ہند کا نوٹ۔ نمبر N.

[2] جسٹس ہیلس ۱۵۵۳ء - لیمبارڈ نے اس کو (Erenoraha) کے صفحہ ۲۷۵ پر نقل کیا ہے۔ خود لیمبارڈ نے گھوڑوں، گھوڑیوں، بچھیروں، بیلوں، گایوں، بھیڑوں، بھیڑ کے بچوں، سوروں، سور کے بچوں، مرغیوں، ہنسوں وغیرہ کو قابل سرقہ جانوروں کی فہرست میں شمار کیا تھا (صفحہ ۲۷۲ کتاب ہذا)۔ اس نے بکروں کو اس فہرست میں درج نہیں کیا۔

[3] (1. Hale P.C. 512.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر بے اعتنائی برتی گئی تھی[1]۔ (تاہم کتے کے لے لینے پر قدیم زمانے میں بھی[2] دیوانی نالش کرکے ہرجہ وصول کیا جاسکتا تھا، اور کتے کے پٹے یا اس کی دباغت شدہ کھال کے لے لینے کو سرقے میں شمار کرنے سے کبھی انکار نہیں کیا گیا[3])
230 شہد کی مکھیاں گو خود غذا نہیں ہیں لیکن ذریعۂ غذا ضرور ہیں لہذا وہ قابل سرقہ قرار دی گئی تھیں[4]۔ اسی طرح باز کے سدھائے جانے کے بعد، اس کے شریف الفطرت ہونے اور شہزادوں اور بڑے آدمیوں کے کام کی چیز ہونے کی وجہ سے، قانون اس کی حفاظت کرتا تھا[5]۔ موجودہ زمانے میں قانون موضوعہ کے ذریعے سے بہرحال ہر ایسے جانور یا پرند کا تحفظ کیا گیا ہے جو عموماً خانگی ضرورتوں سے پالے جاتے ہیں یا کم از کم محصور کرکے رکھے جاتے ہیں[6]۔

وہ کلیہ جس کی رو سے کسی چیز کے قابل سرقہ ہونے کے لیے قیمت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے اس کو ایک حیلۂ قانونی کے ذریعے سے زبردستی وسعت دے دی گئی ہے اور اس کے تحت کسی حق کی دستاویزی شہادت کو حق سے مدغم کر دیا ہے بایں معنی کہ اگر موضوع حق نہ چرایا جاسکتا تھا تو

---

[1] انگھم کی کتاب (Laws of Animals) صفحہ ۷۵۔

[2] (Y.B. 12 Hen 8. Pl. 8. Manwood (Forest Laws P. 99 A.D. 15 98)
میں کتوں کے رہن اور گرو تک کا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورتیں اکثر پیش آتی رہتی تھیں۔ تاہم امریکا میں سرقے کے قدیم کلیے کے لحاظ سے دیوانی نالش کے حق سے انکار کیا گیا۔ دیکھئے جارجیا ۴۴۴۔

[3] دیکھئے صفحہ ۲۵۴ کتاب ہذا۔

[4] Hannam v. Mockett (1824) 2. B & C.P, 944)
میرے چھتے کی شہد کی مکھیاں میری ہیں تاوقتیکہ میں ان کے تعاقب کرنے کا قصد ترک نہ کردوں۔

[5] (1. Hale P.C. 512.)

[6] صفحہ ۲۵۴ کتاب ہذا۔ اس ایک جانور کا حراست میں رہنا ضروری ہے خواہ وہ قسم حراست میں نہ رہتی ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دستاویز بھی نہیں چرائی جا سکتی تھی"۔ وہ شے جو ضمنی ہو اس کو اپنے اصل کا تابع ہونا چاہیئے۔ اس قاعدے کے اطلاق کا ایک موقع، یعنی جائداد غیر منقولہ کی دستاویزات کے متعلق، تو اس سے قبل ہم دیکھ چکے ہیں، اسی کلیے کا ان دستاویزات پر بھی اطلاق ہوتا تھا جو صرف حق ارجاع نالش (Chose in action)[1] کے وجود کی شہادت کا کام دیتی تھیں جیسے مثلاً پرامیسری نوٹ یا نیز کسی غیر معین مقدار کے سامان کی بیع کا معاہدہ۔ ان دستاویزات کی یہ حیثیت کہ وہ ایک قطعۂ کاغذ بھی تھے جذب ہو کر رہ جاتی تھی۔ لیکن ایسا معین سامان جو خود بھی قابل سرقہ ہوتا تھا اس کی حقیت کی بابت جو دستاویز ہوتی تھی وہ قابل سرقہ ہوتی تھی جیسے مثلاً کسی گروہ گیرندہ کا تحریر کردہ مثنیٰ[2]۔

اب بہرحال قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۶ (۱) کے تحت تمام دستاویزات نوشتہ جات جو کسی جائداد (منقولہ یا غیر منقولہ) کے متعلق ہوں یا اس کی حقیت یا استحقاق کی شہادت میں ہوں یا ان کے ذریعے سے کسی زر نقد یا سامان کے وصول کرنے کا حق دیا گیا ہو، چرائی جا سکتی ہیں اور اس چوری کا سرقے میں شمار ہوتا ہے۔ یہ سرقہ کبھی سرقۂ معمولی ہوتا ہے کبھی سرقۂ سنگین۔ اس امر کا سبب کہ دستاویزات حقیت کے چور پر صرف اتنے کاغذ کے چرانے کی بنا پر کیوں جرم قائم نہیں کیا جاتا، یہ ہرگز نہیں ہے کہ کاغذ کی حقیقی قیمت بہت کم ہوتی ہے کیونکہ محض ایک 'قطعۂ کاغذ' کے چرانے پر سرقے کی فرد جرم کا مرتکب کرنا بالکل قاعدے کے اندر ہے اور فرد ہائے جرم میں نہایت صراحت کے ساتھ ڈاک کا خط چرانے کے الزامات کو عموماً شامل کیا جاتا ہے اسی بنا پر مسودات[3] بنک کے 231

---

[1] ڈالٹن ۵۰۱۔ لیکن صفحہ ۲۵۳ کتاب ہذا بھی ملاحظہ کیجئے۔

[2] (Beg. v. Morrison (1859) Bell 158.)

[3] طباعت کے مسودے (پروف) میں ایسی رائے کی معلومات ہو سکتی ہیں (جیسے تار میں جو الفاظ بطور اشارہ استعمال کئے گئے ہیں ان کی وضاحت یا کسی کمپنی کے ڈائرکٹروں کی آئندہ شایع

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منسوخ شدہ نوٹ[1] بیکار ہنڈی[2] اور کاغذ کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی چوری جس پر پنسل سے یادداشت لکھی ہوئی تھی[3]، سرقہ قرار دی گئی ہیں۔ حقیقتہً اب یہ اصول زیادہ صراحت کے ساتھ طے کر دیا گیا ہے کہ اگرچہ چوری کا موضوع بننے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ اگر وہ چیز کسی دوسرے کے واسطے نہ بھی ہو تو مالک کے لیے ضرور قدر و قیمت رکھتی ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کی قیمت کسی چھوٹے سے چھوٹے (مسلۂ قانون) سکے کی حد تک پہنچتی ہو یا ایک فارتھنگ کا $\frac{1}{100}$ واں حصۂ بھی ہو[4]۔ سرکار بنام کلیرنس (۱۸۸۹ء)[5] میں جسٹس ہاکنس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ہونے والی سالانہ روداد) کہ وہ کچھ اشخاص کے لیے بہت بڑی رقمی قیمت رکھتی ہوں میں ملاحظہ کیجئے کہ نوآبادیاتی دفتر سے (C.C.C. Sess. Pap. XLIX, 179.)

ایک مراسلہ چرا لیا گیا جس کی چور کی جانب سے قبل از وقت اشاعت ہو جانے کی وجہ سے (گلیڈسٹن مصنفۂ لارڈ مارلے حصۂ چہارم باب دہم) ای او نین جزائر میں مسٹر گلیڈسٹن کا بحیثیت لارڈ ہائی کمشنر بھیجا جانا بے سود ہو گیا۔ اس سے بھی زیادہ سیاسی دشواری ۱۸۷۸ء میں دفتر خارجہ کے نقل نویس کے اس عمل سے واقع ہوئی تھی کہ اس نے اس خفیہ برطانوی روسی معاہدے کا جس پر لارڈ سیلس بری نے دستخط کر دیے تھے اخبار گلوب پر انکشاف کر دیا۔ لیکن اس نقل نویس نے دستاویزات کو 'لیا' نہ تھا بلکہ ایک دستاویز کی نقل کر لی تھی اور دوسری کو حفظ کر لیا تھا۔ اور یہ عمل (Official Secrets Acts) ایکٹ بابت رازہائے سرکاری (صفحہ ۳۲۵ کتاب ہذا۔ کے اس وقت منظور نہ ہونے کی وجہ سے داخل جرم نہ تھا (رجسٹر سالانہ ۱۸۷۸ء صفحہ ۶۷)۔

[1] تلغراف (Rex. v. Clark (1810), R. and R. 181.)

(C.C.C. Sess. Pap. CLIII. 451.)

[2] (Reg. v. Perry, 1845), 1 C. and K. 725 (K.S.C. 245)

[3] (Rex. v, Bingley (1838), 5 C. and P. 602.)

اس کا مالک کی جیب میں ہونا اس امر کی شہادت ہے کہ وہ اس کے کسی کام میں آنیوالی چیز تھی۔

[4] (Reg. v. Morris (1840), 9 C. and P. 349.)

[5] (22 Q.3.D. 23, 52.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(گو محض سلسلۂ بیان میں) اس حد تک لکھ گئے ہیں کہ ایک پن کا چرا لینا بھی سرقے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

چوری کی تعریف میں سے قیمت کے ضروری ہونے کا جزو اگر حذف کر دیا جاتا تو ۱۹۱۶ء کے قانون کے ذریعے سے جو بعض مسائل قانونی طے ہو چکے ہیں ان میں تبدیلی پیدا ہو جاتی۔ لیکن اس میں شبہہ نہیں ہے کہ یہ لفظ (جو تعریف میں برقرار رکھا گیا ہے) نہ اپنے فطری اور واقعی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ اس کا کوئی معین مفہوم ہے۔[1] 232

(۸) ادعائے حقیت

اگر کوئی جائداد قانونی حق کی بنا پر لیجائے تو ظاہر ہے کہ اس کے لینے سے کوئی دیوانی یا فوجداری خلاف ورزی عمل میں نہیں آتی۔ لیکن قانون فوجداری میں یہ برائت اور بھی زیادہ وسیع ہے۔ لے لینے کا کوئی عمل اس وقت تک چوری میں داخل نہ سمجھا جائے گا جب تک کہ نہ صرف یہ کہ بغیر کسی قانونی حق کے اس کا ارتکاب ہوا ہو بلکہ علی الظاہر کسی قانونی حق کا وجود نہ معلوم ہوتا ہو (یا قدیم الفاظ میں قانونی حق کا اس میں کوئی شائبہ[2] نہ معلوم ہوتا ہو)۔ چنانچہ معمولی نیت مجرمانہ جو واقعی ناواقفیت قانونی کے باوجود بھی موجود رہ سکتی ہے[3]، چوری کا مجرم قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ چونکہ "نیک نیتی کے ساتھ کسی حق کا ادعا"[4] اگر کسی حد تک معقول بھی ہو تو لینے والے کے فعل کو سرقے کی نوعیت سے خارج کر دینے کے لیے کافی ہوتا ہے جیسے اس امر کے متعلق کوئی شخص قانون کی غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ کوئی چیز پڑی پانے والے

---

[1] بشپ کا خیال ہے (11 Para 57, 9.) کہ امریکا میں یہ کلیہ متروک ہو چکا ہے۔

[2] (Colour) (شائبہ) "دکھاوے" کے معنوں میں اس بیت میں استعمال ہوا ہے "اس کی سفارش کرنے کا دکھاوا کر کے مجھے اپنی محبت کو ترجیح دینے کا موقع ہو دیکھئے نظم (Two Gentlmen of Verona IV, 2)

[3] ملاحظہ ہو صفحہ ۸۰ کتاب ہذا۔

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ (۱) نقصان رسانی برنیت کینہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹۲ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا شکار کا جانور چرانے والے شخص کے ان اشیا میں کیا حقوق ہوتے ہیں[1]۔ چوری کے لیے یہ ایک واقعاتی سوال ہوتا ہے کہ آیا سامان اس طرح کے عقیدے کے تحت لیا گیا تھا۔ لیکن ایک وقیع رائے کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ملزم کو معقول طور پر کسی جائداد یا حقیت کی بابت اشتباہ پیدا ہوا ہو یا اس امر کو مشکوک بھی تصور کیا جا سکتا ہو تو عدالت رہائی کی رائے دینے کی ہدایت کرے گی[2]۔ اس امر کی بہترین شہادت، کہ واقعاً صاف دلی کے ساتھ کسی حق کا دعویٰ تھا، یہ ہوتی ہے کہ سامان کھلے طور سے لیا گیا[3]۔ نظر بچا کر لینا یا
233 بعد میں اس کے لینے سے انکار کر دینا یا سامان کو مخفی کر دینا یہ بتلاتا ہے کہ ملزم کی نیت مجرمانہ تھی۔

ذیل میں چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں جن میں کسی دوسرے شخص کا سامان لے جانا اس وجہ سے قابل سزا نہیں ہوتا کہ سامان کا لیجانے والا واقعی ادعائے حقیت کی بنا پر اس پر تصرف کرتا ہے۔

(۱) جب کوئی زمیندار کرایہ یا لگان کی عدم ادائی کی صورت میں

---

[1] نیو ساؤتھ ویلز میں یہ قرار دیا گیا تھا (C. and P. 409-C. and M. 306) کہ اگر ادعا نیک نیتی کے ساتھ کیا گیا ہو (Rex. v. Nundah (1915), 16 N.S.W.) تو کافی ہے، اس کا معقول ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ لیکن ریاستہائے متحدہ امریکا میں خانہ جنگی کے زمانے کے اس تصور اور ایقان کو کہ اگر کوئی باغی کسی شخص کی جائداد لے لے تو اس شخص کو قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ کسی دوسرے باغی کی جائداد لے کر اپنے نقصان کی تلافی کر لے، قانون کی ایسی نامعقول غلطی قرار دیا گیا جو ملزم کی صفائی کے لیے کافی نہیں ہے۔

(Lancaster. v. The State (1868), 3 Coldwell 339.)

[2] (East Pleas of the Crown. 659)

[3] (Rex. v. Curtiss (1925), 18 Cr. App. R. 174. Causey v. The State (1887), 79 Georgia 564 (K.S.C. 281).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی چیز قرق کرلے، خواہ اس کو غلط طور پر ہی یہ خیال ہو کہ لگان یا کرایہ واجب الادا ہے یا یہ کہ شے مقروقہ ان اشیا میں سے ہو جو قانوناً قرقی کی زد سے خارج قرار دی گئی ہیں۔

(۲) جب کسی سلا چننے والے نے اس مقام پر جہاں سلا چننے کا دستور ہے نیک نیتی کے ساتھ علی الاعلان غلہ لیا ہو۔[1]

(۳) جب کسی لینے والے کو یہ یقین ہو کہ مالک نے اس چیز کو چھوڑ دیا ہے اور اس سے قطع نظر کرلی ہے۔[2] یا جو چیز وہ لے رہا ہے وہ خود اسی کی ملک ہے[3] یا وہ ایسی چیز ہے جسے اپنی جائداد کے عوض میں[4] یا (بطور کفالت) محض عارضی طور پر روک رکھنے کی غرض سے اس کو لینے کا حق حاصل ہے۔

(۹) بغیر مالک کی رضامندی کے

۱۹۱۶ء کے ایکٹ دفعہ ۱۱ (۱) میں اس کلیے[5] کو برقرار رکھا گیا ہے کہ اس وقت تک کسی چیز کا لے لینا سرقہ نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ بغیر مالک کی رضامندی کے، یا مالک کے کارندۂ مجاز کی رضامندی کے نہ لی گئی ہو۔ پولیس کی تدابیر سراغ رسانی کے سلسلے میں اس امر کے متعلق اکثر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کو عملی حیثیت سے بہت اہمیت حاصل ہے وہ یہ کہ

---

[1] (Russellon Crimes, 8 th ed. P. 1174.)

[2] (Rex. v. Hall (1828), 3 C. and P. 409 (K.S.C. 280); cf. Ser. App. R. 22.)

[3] اگر کسی ایسے قابل اعتراض عملدرآمد کی بنا پر ادا ہو جو عام طور پر رائج ہو تب بھی کافی ہے جیسے مثلاً رجمنٹ کے لیے جمعدار جب گوشت وزن کرکے روانہ کرتے تھے تو اس مقدار کا ایک جزو اپنے لیے لے لیتے تھے۔ (Rex. v. Daniels (1915), 11 Cr. App. R. 101.)

[4] (Reg. v. Boden (1844), 1 C. and K. 395 (K.S.C. 262)

[5] (Rex. v. Macdaniel (1755), Foster 121 (K.S.C. 259).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر سامان کا مالک محض سراغ رسانی کی غرض سے چور کے سامان لے جانے کے وقت تسامح سے کام لے، تو کیا اس طرح کی رضامندی کی وجہ سے چور کے اس فعل پر سرقے کا اطلاق نہ ہوگا؟ ہم یہ بیان کر چکے ہیں (صفحہ ۱۹۹ اصل کتاب) کہ اگر نقب زن دھوکا دے کر مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرے لیکن مکان کے رہنے والے دھوکا نہ کھائیں اور اس کے باوجود وہ اس کو مکان میں داخل ہونے دیں تو ایسی حالت میں داخل ہونے والے کا فعل، تعبیری طور پر توڑنا تصور نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح اگر مالک کی یہ خواہش ہو کہ چور اس کا سامان اٹھالے جائے بلکہ اگر اس نے کسی شخص کے ذریعے سے چور کو ملتفت کرایا ہو کہ وہ چوری کا ارتکاب کرے تو گو کہ اس کا مقصد محض یہ تھا کہ وہ چور کو گرفتار کرلے لیکن اس کے باوجود اس کا یہ عمل ایسی رضامندی پر مشتمل سمجھا جائے گا کہ 'لینے' کا وہ فعل سرقے میں شمار نہ ہوگا لیکن اگر اس نے چوری کے ارتکاب میں صرف سہولت بہم پہنچا دی ہو، (جیسے اپنے ملازمین میں سے کسی ایک کو چور کو مدد دینے کی اجازت دے دی ہو) تو مالک کا یہ عمل رضامندی سے تعبیر نہ کیا جائے گا، اس کی حیثیت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص نقب زنوں کے ارادۂ نقب پر مطلع ہو جائے اور سامنے کے دروازے کا کوئی کھٹکا کھلا چھوڑ دے۔

لیکن ظاہر ہے کہ مالک کی طرف سے حقیقی رضامندی ہونا چاہئے یعنی یہ کہ رضامندی آزادی کے ساتھ اور کامل طور پر دی گئی ہو[1]۔ لہٰذا اگر خوف دلا کر رضامندی حاصل کی گئی ہو تو اس کو صفائی میں نہیں پیش کیا جا سکتا ایسی صورت میں اس کا ارادہ جبر سے مغلوب ہو جاتا ہے، جس طرح کسی ہراج خانے کے مہتمین نے ایک عورت کو مجبور کیا کہ وہ ایک شے کی قیمت ادا کرے اور یہ دھمکی دی کہ بغیر قیمت ادا کئے وہ کمرے کے باہر نہ جا سکے گی[2]۔ حالانکہ

---

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱۱ (۱) فقرہ (۱) (الف) اور (ب)۔

[2] (Reg. v. Mc Grath (1869), 1. C.C.R. 205. (K.S.C. 282).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حقیقتہً اس عورت نے اس سامان کے لیے بولی نہ بولی تھی۔ بہرحال تخویف سے کہیں زیادہ فریب کی صورتیں پیش آتی ہیں اور ظاہری اجازت کی بنا پر جو بعض خاص استثنائی حیثیتیں حاصل ہوجاتی ہیں وہ فریب کی وجہ سے بھی اسی طرح باطل ہوجاتی ہیں۔ جو رضامندی فریب کے ذریعے سے حاصل کی گئی ہو وہ کالعدم ہے لہذا جب فریب کے ذریعے سے کسی مالک سے اس کا سامان لینے کی رضامندی حاصل کی جائے اور فریب کی بنا پر رضامندی باطل ہوجائے تو سامان کا لینے والا سرقہ بذریعہ فریب (Larceny by a trick) کا مجرم قرار پائے گا[1] یہ ملحوظ رہے کہ ایسے موقع پر جب وہ شخص مالک سے سامان حاصل کرتا ہے تو حاصل کرنے کے وقت اس کی نیت میں بدی ہوتی ہے، اگر وہ قطعی طور پر نیک نیتی کے ساتھ سامان لیتا اور بعد میں اس کو اس سامان پر تصرف کرلینے کا خیال پیدا ہوتا تو اس کا یہ عمل (بجز اس کے کہ وہ تحویلدار ہوتا) سرقے میں شمار نہ کیا جاتا۔ 235

بعض صورتوں میں تو عملی طور پر دغابازی کی جاتی ہے اور کچھ اس قسم کے دھوکے یا غلط بیانیاں کی جاتی ہیں[2] جیسے جھوٹے اوزان کا استعمال کرنا یا تولنے میں ڈنڈی مارنا[3] یا خوردہ لینے میں دوکاندار کو دھوکا دینا[4]۔ لیکن یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مقابلہ کیجئے (4 F. & F. 50.) اور متصرف پر دھوکا استعمال کرکے چوری کے ارتکاب کرنے کے سلسلے میں ملاحظہ کیجئے (Rex. v. Hilliard (1914) 9 Cr. App. R. 171.)

[1] یہ ایک عام جرم ہے لیکن اکثر اوقات ماہرین قانون کو بھی اس میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔

[2] جیسے مثلاً تاش کھیلتے میں دھوکا دینا۔ چونکہ اس کھیل میں شخص متصرف کا منشا یہ تھا کہ اس کی رقم دوسرے شخص کی طرف صرف ایسی حالت میں منتقل ہو جبکہ راست بازی کے ساتھ کھیل کر جیتی جائے۔

[3] (Rex. v. Patch (1782) 1. Leach 238.)

[4] جیسے مثلاً فلورن کو خوردہ کرا کے چھ چھ پنس کے سکے لینا اور اس کے بعد چھ پنس کے سکوں کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضروری نہیں ہے کہ دغا میں اتنا واضح اور عملی عنوان اختیار کیا جائے، اتنا کافی ہے کہ ایک شخص پورے طور پر یہ نیت کرکے کہ اس پر تصرف کرلے گا مالک سے کوئی شے لے اور اسی کے ساتھ اس کو یہ معلوم ہو کہ مالک کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ (لینے والا) اس پر تصرف کرے۔ لہٰذا یہ بات پورے طور پر واضح ہوگئی کہ اگر مالک کسی شے پر محض قبضے کی رضامندی دے (مثلاً یہ کہ وہ سواری کے لیے گھوڑا عاریت دے) تو اس امر کی وجہ سے کہ رضامندی فریب سے حاصل کی گئی تھی سرقے کے الزام کے مقابل میں یہ صفائی پیش کرنا کہ اس شے پر بعد میں تصرف کیا گیا تھا بیکار ثابت ہوگا۔[1]

لیکن اگر مالک نے صرف قبضہ ہی ترک کرنے کی رضامندی نہ ظاہر کی ہو بلکہ اپنی ملکیت کو بھی ترک کرنے کے لیے رضامند ہو (خواہ اس میں اس قسم کا فریب بھی کیوں نہ شامل ہو جس سے وہ معاملت باطل ہو جاتی ہو بلکہ یہ کہ اس میں غلطی بھی صرف مالک ہی کی ہو) تو کیا باوجود اس غلطی کے قبضہ صحیح طور پر منتقل نہ ہو جائے گا اور اس بنا پر اس کو سرقے میں داخل کرنا ناممکن نہ ہوگا؟ یہ صورت کئی طریقوں سے پیدا ہو سکتی ہے جن پر اب ہم علیحدہ علیحدہ غور کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ پنس لینا اور فلورن اور پنس دونوں لیکر چل دینا۔

(Reg. v. Mckale (1868), 1 C.C.R. 125.)

[1] یہ بہرحال بیان کیا جا چکا ہے کہ قانون فوجداری اس کلیے کے ذریعے سے معاہدۂ تحویلداری اور دوسرے معاہدات کے درمیان میں ایک مصنوعی امتیاز قائم کرتا ہے۔ اگر واقعی قبضہ حاصل ہو گیا تھا تو تصرف مابعد کے ذریعے سے جس جرم کا ارتکاب عمل میں آئے گا وہ سرقۂ تحویلدار ہوگا۔ اگر (جیسا کہ قانون فوجداری قرار دیتا ہے) چوری کی مخفی نیت کی وجہ سے قبضے کی منتقلی کا معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے تو لازماً جائداد کی منتقلی کا معاہدہ بھی اس کی وجہ سے کالعدم ہونا چاہئے لیکن قانون ایسا نہیں ہے (دیکھئے صفحہ ۳۶۲ کتاب ہذا) میں چیف جسٹس ہیمسن کے تحریر کردۂ مخفی فریبانہ نیت کے اثرات، ملاحظہ کیجئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(الف) مالک اپنی ملکیت کے انتقال کی ناقص رضامندی عموماً
چور کے عملی فریب کی بنا پر دیتا ہے نہ کہ خود اپنی بھول چوک کی وجہ سے لیکن 236
اس طرح کے فریب کی دو نوعیتیں ہو سکتی ہیں، اگر یہ فریب اس طرح کا
ہو کہ اس کی بنا پر قانون جائداد کے تحت منتقل کنندہ کو محض یہ حق رہتا
ہو کہ اس انتقال کو منسوخ کر دے لیکن اس دوران میں قانونی ملکیت کی
منتقلی کا (گو وہ ملکیت ممکن الانفساخ ہی ہو) مانع نہ ہو[1] تو منتقل الیہ سرقے کا
مجرم نہ ہوگا بلکہ "استحصال بذریعۂ دغا" کے جرم صغیر کا مرتکب سمجھا جائے گا[2]۔
لیکن اگر فریب بعض ایسے بنیادی امور کے متعلق[3] ہو کہ مالک کے انتقال کی
نیت کے باوجود حق ملکیت قطعی طور پر فریب دہندہ کو (ممکن الانفساخ
حد تک بھی) حاصل نہ ہوتا ہو تو فریب دہندہ سرقے کا مجرم قرار پائے گا۔
اسی طرح اگر مالک کی نیت فوری اور قطعی انتقال کی نہ ہو بلکہ کسی آیندہ
وقت کے متعلق یا مشروط انتقال کی نیت ہو تو سرقے کا اطلاق ہوگا: مثلاً
یہ کہ ایک اجنبی شخص کسی میلے میں ایک گھوڑے کے نقد خرید لینے کا سودا کرے
اور بغیر قیمت ادا کئے گھوڑے پر سوار ہو کر چلدے[4]۔ پہلی نظر میں ممکن ہے کہ

---

[1] یا محض ملکیت منتقل کرنے کا اختیار ہی ہو (۱۹۱۱ء) اکنگس بنچ صفحہ ۴۷۹۔

[2] دیکھئے صفحہ ۲۷۷ کتاب ہذا۔ اور مقابلہ کیجئے Rex. v. Fisher (1910) 103. I. T. 320 5 ch App. R.102.)

[3] قانون معاہدہ مصنفہ این سن ایڈیشن سترہ باب چہارم۔ مقابلہ کیجئے (Rex. v. Tideswell, (1905): 2. K.B. 273) ایسی غلطیاں فریق کی شخصیت سے متعلق ہو سکتی ہیں (Cundy v. Lindsay (1878) 3 App. Ca. 453) یا موضوع معاہدہ کے متعلق ہو سکتی ہیں (Conturier. v. Hasstie (1852) 5. H.L.C. 6) نوعیت معاملت کے متعلق ہو سکتی ہیں (جیسے مثلاً گھوڑ دوڑ سے بغیر اپنی شرط کی ادائی یا تصفیہ کئے چلدینا (Rex. v. Buckmaster (1888), 20 Q.B.D. 182) (K.S.C. 561).

[4] (Reg. v. Ressett, (1892) 2. Q.B. 313 (K.S.C. 349).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا معاملہ سرقے کے ذریعے سے مالک سے قبضہ حاصل کرنے کے جرم کے بجائے "استحصال ملکیت بذریعۂ دغا" کے جرم صغیر کے زیادہ مماثل معلوم ہوتا ہو[1] لیکن اس کو اول الذکر جرم میں شامل کیا گیا ہے، کیونکہ کہا یہ جاتا ہے کہ مالک نے لازماً مشروط انتقال کی نیت جس کی بنا پر سامان کے لینے والے کو سامان کے متعلق اس وقت تک قطعی طور پر حق مالکانہ حاصل نہ ہوگا 237
جب تک کہ وہ قیمت ادا نہ کر دے۔ اس دلیل میں بہرحال ایک قیاس سے کام لیا گیا ہے اور یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ایک شرط مالک کے پیش نظر تھی، حالانکہ یہ ممکن ہے کہ یہ بات قطعاً اس کے ذہن میں آئی ہی نہ ہو۔ ایک دوسری دلیل جو غالباً زیادہ قوی ہے یہ پیش کی گئی ہے کہ چونکہ ایک نقطۂ نظر اور ایک ارادے پر دونوں دماغ متحد نہ ہوئے تھے[2]، بایں معنی کہ ملزم کی حقیقۃً صحیح معنی میں معاہدہ کرنے کی نیت ہی نہ تھی لہذا وہ گفتگو اور تصفیہ (مشروط ہو یا غیر مشروط) قانوناً کالعدم تھا لہذا اس کی بنا پر ملزم کو کوئی حق ہی حاصل نہ ہوتا تھا گو کہ وہ خود اس کے کالعدم ہونے کو امر مانع تقریر مخالف عارض ہونے کی وجہ سے ثابت نہ کر سکتا ہو۔ بعض اوقات اس امر کا تعین بے انتہا دشوار ہو جاتا ہے کہ جس جرم کا ارتکاب ہوا ہے وہ 'سرقہ بذریعۂ فریب' ہے یا استحصال بذریعۂ دغا[3]۔ اس دشواری میں اس وجہ سے اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے کہ بہت سی وہ صورتیں جن کو فوجداری عدالتوں نے 'سرقہ بذریعۂ فریب' قرار دیا ہے ایسی ہیں کہ زیادہ معقول طور پر ان کو 'استحصال بذریعۂ دغا' کی صورتیں قرار دیا جا سکتا تھا۔ فوجداری مقدمات کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ اور مقابلہ کیجئے (Rex, v. Jones (1910), 4 Cr. App. R. 17.)
(Rex. v. Stephens, (1910), 4 Cr. App. R, 53.) اور

[1] دیکھئے باب ۱۵ کتاب ہذا۔
[2] سرالیف۔ پولاک۔
[3] دیکھئے باب ۱۵ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہت سے فیصلے کسی طرح رضامندی کے صحیح قاعدوں سے اور دیوانی مقدمات کے فیصلوں سے جن میں یہ طے کیا گیا ہے کہ آیا وہ جائداد منتقل ہوئی یا نہیں کوئی جوڑ نہیں کھاتے[1]۔ اس دشواری کا صحیح اندازہ ان دو دیوانی مقدمات سے ہو سکے گا۔ کنڈی بنام لنڈسے (۱۸۷۸ء)[2] میں ایک شخص نے ایک معروف فرم کے دستخط بنا کر سامان قرضے پر حاصل کر لیا۔ قرار دیا گیا کہ کسی معاہدے کا انعقاد عمل میں نہیں آیا اور یہ کہ سامان کی ملکیت منتقل نہیں ہوئی۔ بیمان کے فروخت کرنے والے کا یقین محض خط کی مطابقت پر مبنی تھا[3]۔ جس شخص سے اس کو معاملت کرنے کا یقین تھا اس کی شخصیت ہونے والے معاہدے کا ایک جزو تھی۔ فلپس بنام بروکس (۱۹۱۹ء) ۲ کنگس بنچ ۲۴۳ میں ایک شخص نے خود اپنی موجودگی میں ایک ایسے چک کے معاوضے میں سامان حاصل کیا جس پر ایک معروف شخص کے دستخط تھے۔ قرار دیا گیا کہ معاہدہ منعقد ہو گیا اور سامان کی ملکیت منتقل ہو گئی، چونکہ فروخت کرنے والے کو اگرچہ یہ یقین تھا کہ خریدنے والا وہ شخص جو اس میں ظاہر کیا تھا تاہم وہ اس شخص کے ہاتھ سامان بیچنے کی نیت رکھتا تھا جو دوکان میں آیا اور جس نے قیمت ادا کی خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔ غلط بیانی جو کچھ بھی ہوئی وہ ادائی کے متعلق ہوئی۔ وہ شخص جو وہاں نظر آ رہا تھا اور جس کی آواز کان میں پڑ رہی تھی اس کے ساتھ معاہدہ کرنے کے متعلق دونوں دماغ متحد[4] تھے۔ اگر سرقے کی بابت فرد قرارداد جرم مرتب ہو تو ملزم کو استحصال بذریعہ دغا

238

---

[1] (51 L.Q.R. 653.) میں چیف جسٹس ہیم سن کا فیصلہ۔

[2] ۳ اپیل کیسز ۴۵۹۔

[3] (Lake v. Simmons (1927) A.C. 487) صفحات ۱۔ ۵، ۲۔ ۵ پر لارڈ ہیل ڈین کا فیصلہ دیکھئے۔

[4] ایضاً حوالۂ بالا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی بنا پر سزا دی جا سکتی ہے اور جس ملزم کے خلاف 'استحصال بذریعۂ دغا' کی بابت فرد قرارداد جرم مرتب ہو تو وہ اس وجہ سے بری نہ کر دیا جائے گا کہ واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس نے سرقے کا ارتکاب کیا ہے۔ ان دونوں جرائم کا فرق بہرحال اہمیت رکھتا ہے چونکہ واقعات پر نظر کرتے ہوئے اگر اس کی ضرورت معلوم ہو تو جج کو چاہئے کہ جوری کو ان دونوں جرائم کا فرق سمجھا دے (سرکار بنام فشر (۱۹۲۶ء) اور سرکار بنام کالنس (۱۹۲۲ء)[۲] علاوہ ازیں اگر ملزم چوری کے جرم میں سزایاب ہو تو جو مال چرایا گیا تھا وہ اس سزایابی کی وجہ سے اصل مالک کو واپس ملتا ہے لیکن استحصال بذریعۂ دغا کے جرم میں سزایاب ہونے سے قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کے تحت وہ سامان مالک کو واپس نہیں ملتا۔ ان دونوں جرائم کے درمیان جو فرق ہے وہ ایسا نہیں ہے کہ اس کو محض قانون فوجداری کا اصطلاحی نوعیت کا فرق تصور کیا جائے۔ بلکہ دیوانی قانون میں بھی یہ فرق برقرار رہتا ہے[۳]۔ چنانچہ لارڈ سمنر نے لیک بنام سیمنس (۱۹۲۷ء) اپیل کیسز ۴۸۷ صفحہ ۵۰۹ میں بیان کیا ہے کہ 'ایک واقعی رضامندی جو دھوکے سے حاصل کی گئی ہو اور ایک غیر واقعی رضامندی جو فریب کے ذریعے سے لے لی گئی ہو' ان دونوں صورتوں کے درمیان میں فرق ہے اور یہ فرق دیوانی مقدمات میں بھی اسی طرح موثر ہوتا ہے۔ لارڈ سمنر نے اسی تقریر میں (صفحہ ۵۰۳ اصل کتاب ؛) بیان کیا ہے کہ 'سرقہ بذریعۂ فریب' کے حقیقتاً یہ معنی ہیں کہ واقعی طور پر جو دست بدست حوالگی عمل میں آئی اس میں اگرچہ ظاہری حیثیت سے رضامندی معلوم ہوتی تھی لیکن حقیقتاً وہ صحیح رضامندی نہ تھی چونکہ دھوکے کی وجہ سے فریب خوردہ شخص کے

---

۱ (19 Cr. App. R. 166.)

۲ (17 Cr. App. R. 42; 128 L.T 31)

۳ دیکھئے آئندہ اصل کتاب صفحہ ۲۶۲ کا حاشیہ ۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دماغ اور اس کے جسمانی فعل میں ہم آہنگی نہ پائی جاتی تھی۔

(ب) بعض اوقات اپنی ہی بھول چوک کی بنا پر سامان کا مالک اپنے تمام حقوق دیدینا چاہتا ہے۔ اگر اس کی یہ غلطی ایسی ہو کہ اس کا تعلق بنیادی اور اہم امور سے ہو اور وصول کنندہ جان بوجھ کر اور بد دیانتی کے ساتھ اس غلطی سے فائدہ اٹھائے اور اس سامان کو اپنے تصرف میں لے آئے تو کیا ایسی حالت میں وہ سرقے کا مرتکب سمجھا جائے گا؟ سرکار بنام مڈلٹن (۱۸۷۳ء)[1] میں اس مسئلے پر بہت تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ایک شخص کا کچھ روپیہ سیونگ بنک میں جمع تھا، ڈاک خانہ کا ایک کلرک جب اس کو رقم ادا کرنے لگا تو غلطی سے ایک دوسرے حکمنامۂ ادائی رقم پر اس کی نظر پڑی اور اس حکمنامۂ ادائی رقم کی بموجب اس شخص کی جمع شدہ رقم سے کہیں زیادہ رقم اس کے حوالے کردی اس شخص نے یہ رقم لے لی حالانکہ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ رقم اس کو غلطی سے دی جارہی ہے۔ اس پر سرقے کا الزام قائم کیا گیا اور گیارہ ججوں نے اس کو مجرم قرار دیا، چار ججوں نے مخالفت کی۔ ان گیارہ ججوں میں سے آٹھ ججوں[2] نے یہ قرار دیا کہ اس موقع پر بھی کلرک کی غلطی اس نوعیت کی تھی کہ اس کی بنا پر نہ ملکیت منتقل ہوسکتی تھی نہ قبضہ[3] اور اس لیے ملزم کا ان سکوں کو لے لینا جرم کبیر تھا۔ انھوں نے اس بات پر زور دیا کہ جائداد کو منتقل کرنے کے لیے مالک کی محض بے اثر نیت یعنی ایسی نیت جو بجائے خود 239

---

[1] (2 C.C.R. 38 (K.S.C. 266)

[2] معلوم ہوتا ہے کہ جسٹس پگٹ سات ججوں کے قانونی اصول سے کلیتہً متفق تھے لیکن ان خاص واقعات کے متعلق انھوں نے اپنا ایک اور نظریہ پیش کیا تھا۔

[3] سر فریڈرک پولک کا خیال ہے کہ یہ اصول ایک سابقہ مقدمہ (Hardman v. Booth (1863), 1 H. and C. 803) میں قطعی طور پر طے ہوچکا تھا لیکن بہرکیف سرکار بنام مڈلٹن میں اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ دیکھئے پولک اور رائٹ (کامن لا میں قبضہ) صفحہ ۱۱۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بے اثر ہو اور چور بھی جس کو بے اثر جانتا ہو کسی تصرف کو سرقے کے اطلاق سے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اس کے برخلاف سات ججوں کا یہ خیال تھا کہ جب مالک کی جانب سے نہ صرف قبضہ بلکہ ملکیت بھی منتقل کرنے کی رضامندی دے دی گئی ہو خواہ وہ رضامندی اتنی ناقص ہو کہ اس کی بنا پر کامل حقیت منتقل نہ ہو سکتی ہو تب بھی ملزم کی جانب سے اس شے پر قبضہ کرنے کے عمل کو سرقے کے اطلاق سے محفوظ کرنے کے لیے کافی ہے باوجود اس کے کہ وہ رضامندی غلطی یا فریب کی وجہ سے بے اثر ہی ہو۔ (لیکن سات میں سے تین ججوں نے بھی مڈلٹن کو اس بنا پر مجرم قرار دیا تھا کہ ڈاک خانے کے کلرک کو کامل مالکانہ حقوق حاصل نہ تھے۔[1]

لیکن اب قانون سرقہ (۱۹۱۶ء) دفعہ ۱ (۲) کے تحت عام طور پر یہ محکوم ہے کہ مالک کی غلطی سے اور لینے والے کے علم و اطلاع کے ساتھ کہ قبضہ اس طرح حاصل کیا گیا ہے اگر کوئی چیز لی جائے گی تو یہ عمل چوری میں 240
شامل سمجھا جائے گا اور اس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قانون کے ذریعے سے آٹھ ججوں والا اصول قائم ہو گیا۔

اس بحث کے علاوہ کہ مالک کی رضامندی کی بنا پر رنگ حقیت پیدا ہو جاتا ہے اور کسی چیز کو لینے کا عمل سرقے کے اطلاق سے محفوظ ہو جاتا ہے یہ بھی ملحوظ رہے کہ جب رضامندی مالک کے کارندے یا ظاہری کارندے کی جانب سے دی گئی ہو جیسے مثلاً کوئی باورچی روٹی کے ٹکڑے کسی فقیر کو دیدے تب بھی اسی اصول پر عمل درآمد ہوگا۔ اور اس غرض کے لیے عام حالات میں زوجہ اپنے شوہر کی جانب سے کافی حد تک ظاہری کارندہ تصور کی جائے گی[2] لیکن اگر زوجہ کا آشنا اس شوہر کا سامان لے لے تو ایسی حالت میں زوجہ کی رضامندی کافی نہ

---

[1] دیکھئے صفحہ ۲۰۹ کتاب ہذا۔

[2] (Rex v. Harrison (1756) 1 Leach 47) (K.S.C. 274)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ سمجھی جائے گی۔ اور یہ قیاس قائم کرنا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ جب (قانون بابت جائداد زنان شادی شدہ ۱۸۷۴ء کی بموجب) جائداد زوجہ کی ہو تو اسی طرح اس کے شوہر کی رضامندی کی وجہ سے اتنا رنگ حقیت، پیدا ہو سکے گا کہ جو شخص شوہر کی رضامندی کی بنا پر کوئی شے لے وہ کسی جرم کا مرتکب نہ تصور کیا جائے۔

(۱۰) نیت

۱۹۱۶ء کے قانون کے تحت یہ ضروری ہے کہ جب ملزم کسی چیز کو لے تو اس کی نیت یہ ہو کہ مستقل طور پر مالک کو اس شے سے محروم کردے کسی شخص کے سامان پر خفیہ طور پر قبضہ کرنے سے اس مجرمانہ نیت کا قیاس ضرور قائم ہوتا ہے۔ لیکن جب کوئی چیز بالکل نادانستہ طور پر لی گئی ہو تو اس کا سرقے میں شمار نہیں ہے جیسے کوئی مہمان بلیرڈ کھیل رہا ہو اور اس دوران میں ایک گیند اپنی جیب میں رکھ لے اور بھول کر چلا جائے۔ بلکہ اگر واقعی طور پر یہ نیت ہو کہ کسی مالک کو عارضی طور پر قبضے سے بیدخل کر دیا جائے تب بھی کافی نہیں ہے۔ جیسے مثلاً کوئی مدرسے کا طالب علم اپنے استاد کے ڈکس میں سے ایک کاغذ جس پر سبق کا لفظی ترجمہ لکھا ہوا ہو سبق تیار کرنے کے لیے لے جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شوہر اپنی زوجہ کا روزنامچہ 241

(Reg. v. Featherstone (1854), Dearsly 369 (K.S.C. 274) ۱؎

۲؎ روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۰ء کے ذریعے سے بغیر مالک یا کسی دوسرے شخص مجاز کی رضامندی کے موٹر (گاڑی) لینا اور لے کر چلا جانا جرم قرار دیا گیا ہے لیکن اگر یہ ثابت کیا جائے کہ ملزم کو اختیار جائز کا معقول طور پر یقین تھا یا یہ کہ اس کو اس امر کا یقین تھا کہ اگر مالک سے اجازت طلب کی جاتی تو وہ اجازت دیدیتا تو ملزم مستوجب برأت ہوگا ۱۲۰ اور ۲۱ جارج پنجم کلاز ۴۳ دفعہ ۲۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محض اس غرض سے لے لے کہ طلاق کی درخواست کے سلسلے میں اسے زوجہ کے خلاف پیش کر سکے تو یہ سرقہ نہیں ہے۔ ناجائز طور پر اپنے قرضدار کا سامان اس لیے روک رکھنا کہ جب تک وہ آپ کا قرضہ نہ ادا کرے اس کو زحمت اٹھانا پڑے سرقہ نہیں ہے بلکہ محض ٹارٹ ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو پڑی پانے والا شخص اگر ابتداءً اس چیز کو واپس دینے سے انکار کردے بشرطیکہ محض حصول انعام کی اُمید میں اس شئے کی واپسی میں تاخیر کی گئی ہو تو یہ سرقے میں داخل نہیں ہے۔ کسی تجوری کے کھولنے کے لیے کنجی لینا خواہ تجوری کا سامان چرانے کی ہی غرض سے ہو، سرقہ نہیں ہے[1]۔ چنانچہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک لڑکا گدھے کے سرقے کا مرتکب نہ ہو لیکن مالک کی اطلاع و مرضی کے بغیر اس پر سواری کرے[2]۔ ظاہر ہے کہ اس طرح وہ مداخلت بیجا کا ضرور مرتکب ہوتا ہے لیکن کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جو قانون ٹارٹ کی رو سے تصرف بیجا کی حد تک پہنچتا ہو۔ سواری کرنے کے بعد اگر وہ اس جانور کو کھلا چھوڑ دے تب بھی یہ لازم نہیں ہے کہ اس کا یہ فعل تصرف بیجا کی حد میں داخل ہو۔ لیکن اگر وہ اس کو کسی ایسے بعید مقام پر چھوڑ دے جہاں سے یہ قرینہ نہ ہو کہ وہ اپنے مالک کے پاس واپس پہنچ سکے گا تو وہ عموماً تصرف بیجا اور سرقے کا مجرم قرار دیا جائے گا کیونکہ اس کو بلا اس لحاظ کے بے اعتنائی کے ساتھ چھوڑ دینا کہ وہ مالک کو ملے یا نہ ملے اس امر کی شہادت ہوتا ہے کہ ملزم کی نیت یہ تھی کہ وہ مالک کو اس گدھے سے قطعی طور پر محروم کر دے[3]۔

---

[1] (C.C.C. Sess Pap. LXVII, 66) چنانچہ مئی ۱۹۱۴ء میں سنٹرل کریمنل کورٹ کی دہلیز پر ایک گواہ سے دھوکا دیکر مہاجن کا بہی کھاتہ لے لیا گیا۔ لیکن غرض محض اس قدر تھی کہ اس بہی کھاتے کو عارضی طور پر روک رکھا جائے تاکہ مقدمہ زیر سماعت میں بطور شہادت نہ پیش کیا جا سکے۔

[2] (Rex. v. Crump (1825), 1 C. and P. 658 (K.S.C. 284.)

[3] مقابلہ کیجئے (Rex. v. Oliver. Transvaal (1921), 120.) اور موٹر کاروں کے متعلق دیکھئے (Rex. v. Laforte Cape (1922) 487.) اگر قیمت ادا کر دینے کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ بیان کیا جا چکا ہے (صفحہ ۲۱۸) کہ جب سامان تحویل میں دیا جائے تو صرف ایسا تصرف بجا سرقے میں داخل سمجھا جا سکتا ہے جو تحویلداری کے قطعاً منافی ہو۔ اسی طرح سرقے کی دوسری صورتوں میں بھی اس شے پر اس طور سے تصرف کرنے کی نیت ہونا چاہیئے کہ قابض جائز کو جو مفاد اس شے میں حاصل ہو، وہ تصرف اس مفاد کے قطعاً منافی ہو۔ (لیکن ان دوسری صورتوں میں بہت سے ایسے افعال سے کافی طور پر سرقے کی نیت میسر ہو گی جن کا اگر تحویلدار ارتکاب کرتا تو وہ قطعاً مجاز سمجھا جاتا اور کوئی ایسا شخص جس کو اس شے پر قبضے کا کوئی حق حاصل نہ ہوتا وہ فعل کرتا تو شدید بددیانتی پر محمول کیا جاتا)۔ اگر کوئی ملازم اپنے آقا کا سامان اس نیت سے لے جائے کہ وہ اسے پھر واپس لے آئے گا اور آقا کو غلط طور پر یہ باور کرائے کہ وہ اس دوران میں اس سامان سے کام کرتا رہا اور مزدوری کماتا رہا تو اس کا یہ عمل تصرف ناجائز کی حد تک نہ پہنچے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کچھ عرصے کے لیے روپے کی ضرورت ہو اور وہ کسی دوسرے شخص کا لبادہ لے جائے اور اس کو اس نیت سے گرو کر دے کہ وہ اس کو چھڑا کر واپس کر دے گا اور اس کے لئے اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کا کافی قرینہ موجود ہو تو ایسی حالت میں اس کا سرقے میں شمار نہ ہوگا۔[1] لیکن یہ ضرور ہے کہ ہر شخص کے متعلق یہ تصور ہونا چاہیئے کہ اس نے اپنے فعل کے فطری نتائج پیدا کرنے کی نیت کی تھی لہٰذا جب اس نے لبادہ گرو کیا تھا اگر اس کو فوری طور پر اس امر کی قوی امید نہ تھی تو وہ اس کو چھڑا سکے گا تو محض معمولی طور پر اس امید اور خواہش کا ہونا کہ جب کبھی وہ اس قابل ہو جائے گا لبادہ واپس کر دیگا[2]

242

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نیت بھی ہو تب بھی مستقل طور پر کسی شے سے مالک کو محروم کر دینا سرقہ ہے۔

[1] (Reg.v. Holloway (1848) 1 Den 370 (K.S.C. 285)

[2] لیکن یہ ناجائز طور پر گرو کر دینے کا جرم ہوگا۔ مقابلہ کیجیے صفحہ ۲۱۹ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرقے کی نیت کی تردید کے لیے کافی نہیں[1]۔ تصرف بیجا کی نیت اس بنا پر غیر مجرمانہ نہیں ہو جاتی کہ مالک نامعلوم یا ناقابل دریافت ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۲۳ اصل کتاب)۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اگر چور کی نیت اس چوری سے خود فائدہ اٹھانے کی نہ ہو بلکہ محض مالک کو نقصان پہنچانا مقصود ہو تو کافی ہے۔ چنانچہ برخلاف قانون روما[2] کے قانون انگلستان میں یہ لازم نہیں ہے کہ چوری کا ارتکاب جلب منفعت کے لیے کیا جائے۔ ایک خادمہ نے اپنے چال چلن کی تحقیقات کو روکنے کے لیے ایک خط لے لیا اور اسے تلف کر دیا۔ خادمہ اس خط کے سرقے کی مجرم قرار دی گئی[3]۔ اسی طرح اگر دو مخمور شخص آپس میں لڑیں اور لڑائی کے ختم پر ان میں سے ایک شخص
243 اپنے مقابل کی ٹوپی زمین پر سے اٹھا کر دریا میں پھینک دے تو وہ سرقے کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ اگر وہ اس ٹوپی کو دریا کے بجائے کسی کمیت میں پھینک دیتا تو ٹوپی کے مالک کو ٹوپی سے مستقل طور پر محروم کر دینے کی نیت کی شہادت نہ ملتی۔

---

۱ (Reg. v. Trebilcock (1858), D. and B. 453.)

۲ (Digest, XVII, 2. 1. 3.) ۱۹۰۴ء میں رہائن اسٹیمر کی ایک باد رچین نے غصے میں آکر کچھ ظروف دریا میں پھینک دیے۔ کولون کی عدالت نے (۱) ان ظروف کے نقصان اور (۲) ان کی چوری دونوں سے اس کو بری کر دیا۔ ظروف کے نقصان کو عدالت نے اس لیے تسلیم نہیں کیا کہ وہ دریا کی تہ میں صحیح و سالم موجود تھے اور چوری کا الزام اس لیے درست تصور نہ کیا کہ ملزم نے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا تھا۔ لیکن قانون اسکاٹ لینڈ و فرانس اور رومن ڈچ قانون نے جہت استفادہ کو قطعاً ترک کر دیا ہے۔

۳ (Reg. v. Johnes (1847), 1 Den. 188.) قانون سرقہ ۱۹۱۶ء میں کامن لا کے اصول کا تتبع کیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس سلسلے میں بہرحال ایک استثنائی شکل بھی ہے جس میں خود کو فائدہ پہنچائے بغیر محض مالک کو ملکیت سے محروم کر دینے کی نیت سرقے کے اطلاق کے لیے کافی نہیں سمجھی جاتی۔ قانون ۲۶ و ۲۷ وکٹوریا ۱۰۳ کے تحت (جو ایک ایسے مقدمے کے نتیجے کے طور پر منظور کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وقتی بے چینی پیدا ہو گئی تھی) ملازمین اگر آقا کے حکم کے خلاف آقا کے جانوروں کو اس کا مملوکہ کھانا دیدیں تو یہ سرقے میں شمار نہ کیا جائے گا بلکہ ایک خفیف جرم متصور ہوگا اور اس کی سرسری طور پر سماعت کی جائے گی۔

سرقے کی نیت کے سلسلے میں دشوار ترین سوال وقت کا ہوتا ہے یعنی یہ کہ ایک تصرف کے فعل کو سرقے میں داخل کرنے کے لیے مجرمانہ نیت کس وقت موجود ہونا چاہیئے؟۔ اس سوال کا جواب اس امر پر مبنی ہوگا کہ آیا ملزم کا ابتدائی قبضہ جائز تھا یا ناجائز اور اس لیے جواب کا مختلف ہونا لازمی ہے۔

اگر ابتدائی قبضہ قانوناً جائز ہو اور بعد میں اس شے پر تصرف کرنے کا تہیہ کیا جائے تو ایسی حالت میں کامن لا کی رو سے اس کو سرقے کے اطلاق کے لیے کافی نہ سمجھا جائے گا (لیکن جیسا کہ ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں ۱۹۱۶ء کے قانون سرقے میں یہ محکوم ہے کہ تحویلدار، باوجود اس کے کہ اس کا ابتدائی قبضہ قانوناً جائز ہوتا ہے، قبضہ حاصل کرنے کے کتنے ہی عرصے بعد وہ سامان تحویل شدہ کو اپنے تصرف میں لے آئے تب بھی وہ سرقے کا مجرم قرار دیا جا سکے گا)

اگر بہرحال ابتدائی قبضہ کسی طرح قانوناً جائز نہ ہو تو اس شے پر تصرف کرنے کا ارادہ 'مابعد' ماقبل پر اثر انداز ہوگا اور 'لے لینے' کے سابقہ فعل کو سرقے میں مبدل کر دے گا۔ اگر ابتدائی قبضہ محض مداخلت بیجا کی حد میں بھی ہو (جیسے مثلاً غلطی سے کسی دوسرے شخص کی چھتری لے لینا یا بغیر اپنے

لہ (Rex. v. Holloway (1833), 5 C and P. 525 (K.S.C. 288).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

244 ہمسائے کی اجازت کے کچھ دیر کے لیے اس کا ہل لے لینا) اور اس طرح سے حاصل کی ہوئی چیز پر تصرف بیجا کرنے کی بعد میں نیت ہو جائے تو وہ نیت سابق سے متعلق ہو جائے گی اور اس فعل کو سرقہ قرار دے دیگی۔ چنانچہ ملزم نادانستہ طور پر مستغیث کی ایک بھیڑ اپنی بھیڑوں کے ساتھ ہانک کر لے گیا۔ لیکن بعد میں اپنی اس غلطی کا علم ہونے کے باوجود اس نے وہ بھیڑ فروخت کر ڈالی بنا بریں وہ سرقے کا مجرم قرار دیا گیا۔[1]

اب ہم ان دونوں اصولوں کو گم شدہ اشیا کے پانے کی نہایت عام صورتوں پر منطبق کرتے ہیں۔[2] اگر مالک ان کے حقوق مالکانہ سے بالقصد دست بردار ہو گیا ہو تو ظاہر ہے کہ ان کا پانے والا ان اشیا کو اپنے تصرف میں لا سکتا ہے اور اس طرح وہ ان کا حقیقی مالک ہو سکتا ہے۔[3] لیکن اگر دست برداری عمل میں نہ آئی ہو اور اس بنا پر ان اشیا کا پانے والا ان کا مالک نہ ہوا ہو اور ان پر متصرف ہو جائے تب بھی وہ کسی جرم کا مرتکب نہ ہوگا بجز اس کے کہ اس شے کے پانے کے وقت ہی اس کو

(۱) یقین ہو کہ

(الف) اگر معقول تدابیر عمل میں لائی جائیں تو مالک کا پتا چل سکتا ہے (قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱ (۲) اور

---

[1] (Reg. v. Riley (1853), Dearsly 149 (K.S.C. 289)

[2] دیکھئے پولک اور رائٹ (کامن لا میں قبضہ) صفحات ۱۷۱-۱۸۷۔ اگر پڑی ہوئی شے کا پانے والا اس شئے پر قبضہ کرے درآنحالیکہ اس کی نیت مالک کو وہ شے واپس کرنے کی نہ ہو تو وہ مداخلت بے جا (Trespass) کا مرتکب ہوگا اور اگر وہ اس کو اپنے استعمال میں لائے تو وہ تصرف بیجا کا مرتکب ہوگا اور اگر وہ ان اشیا کو اپنا لینے کی نیت سے لے تو وہ سرقے کا مرتکب سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] صفحہ ۲۲۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) مالک نے اس شے کو بالقصد نہیں چھوڑا تھا[1] ——
اور اس کے باوجود وہ
(۲) اس شے پر اسی وقت متصرف ہو جانے کا قطعی ارادہ کرلے۔
اس امر کے معلوم کرنے کے لیے کہ اس شے کے پانے والے کے نزدیک اس امر کے یقین کرنے کے معقول وجوہ تھے یا نہیں کہ مالک کا پتا لگ سکتا ہے، ان امور کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ شے کس مقام پر پائی گئی اور خود وہ شے کس نوعیت کی تھی و نیز یہ کہ جو نشانات یا علامات اس کی پہچان کے لیے اس پر مرتسم تھے وہ کس حد تک مالک کا پتا لگانے میں مدد دے سکتے تھے، چنانچہ ہنڈیوں، بلس آف ایکسچینج، پرامیسری نوٹ اور دوسری دستاویزاتِ کفالت المال کے پڑے پانے کی صورت میں
245 جن پر مالک کا نام درج ہوتا ہے، پانے والا ان کاغذات کو شاہراہ عام پر پانے کی حالت میں بھی یہ خیال نہیں کرسکتا کہ مالک کا پتا نہیں چل سکتا اسی طرح اگر کوئی چیز کرائے کی گاڑی میں چھوٹ جائے تو گاڑی والے کو عموماً اس انداز سے مالک کا سراغ مل سکتا ہے کہ اس نے سواریاں کہاں سے بٹھائی تھیں اور کہاں اتاری تھیں[2]۔ اگر ریل گاڑی میں کوئی مسافر اتفاق[3] سے کوئی چیز چھوڑ جائے اور ریلوے کمپنی کا کوئی ملازم اس شے کو بجائے سامان گم شدہ کے دفتر میں پہنچانے کے خود متصرف ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ ہمیشہ سرقے کا مجرم قرار دیا جاتا ہے[4]۔

---

[1] (Reg. v. Thurborn (1849), 1 Den.387 (K.S.C. 267)

[2] اگر کوئی اندازہ قائم نہ کیا جا سکے تو اس کو چاہئے کہ وہ اشیا گاڑی کے مالک کے حوالے کردے چونکہ گاڑی اور اس کے مشتملات کا 'قابض' وہ ہے مقابلہ کیجئے صفحہ ۲۱۳ کتاب ہذا۔ ایسے کتوں کے پانے والوں کے مخصوص فرائض کے متعلق جو کھلے پھر رہے ہوں دیکھئے ۶ ایڈورڈ ہفتم کلاز ۳۲ دفعہ ۴۔

[3] ایسی صورت سے فرق کیجئے جبکہ مالک نے بالارادہ اخبارات وہاں چھوڑ دیے ہوں۔

[4] دیکھئے (Reg. v. Pierce (1852), 6 Cox 117.) اس صورت سے مقابلہ کیجئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ امر ہمیشہ وضاحت کے ساتھ تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر اس شخص کو جس نے کوئی شے پڑی پائی ہو اس شے پر ایک 'خصوصی حق' یعنی حق قبضہ حاصل ہوتا ہے چنانچہ ہر غیر شخص کے مقابل میں اس کو بازیافت، ناجائز قبضہ یا مداخلت بیجا کی نالشیں کرنے کا حق حاصل تھا[1] لیکن یہ ملحوظ رہے کہ اس کو بعض تحویلداروں کی طرح خود مالک کے مقابل میں حق قبضہ حاصل نہیں ہوتا۔ مالک کا اس دوران میں بھی تعبیری حیثیت سے اس شے پر قبضہ قائم رہتا ہے۔ بہرحال اگر کوئی غیر شخص اس پانے والے سے وہ شے بددیانتی کے ساتھ لے لے تو چونکہ پانے والے کو اس شے پر حقیت حاصل ہوتی ہے لہذا وہ غیر شخص سرقے کا مجرم قرار پا سکتا ہے[2]۔

کسی چیز کے پڑی پانے کے معاملات سے بہرحال کہیں زیادہ دشواری ان صورتوں میں پیش آتی ہے جن میں جانبین سے غلطی واقع ہوتی ہے یعنی جب کوئی شے کسی دوسری شے کے دھوکے میں غلطی سے دیدی جائے اور غلطی سے لے بھی لی جائے۔ نیت سرقے کے وقت کے متعلق جو ہمارا دورخی کلیہ ہے (صفحہ ۲۴۳ اصل کتاب :) وہ اگرچہ نہایت سادہ ہے لیکن یہاں پر اس کا منطبق کرنا آسان نہیں، چونکہ ان صورتوں میں دشواری یہ ہوتی ہے کہ یہ طے نہیں کیا جا سکتا کہ قانون کے نقطۂ نظر سے اصطلاحی قبضہ کب منتقل ہوا اور اس طرح وہ چیز کب "لی گئی"۔ مثلاً الف اور ب شام کے وقت ساتھ ساتھ ٹہلتے جا رہے ہوں اور الف، ب سے ایک شلنگ قرض مانگے، ب ایک سکہ اس کو دیدے اور تاریکی کی وجہ سے دونوں اس سکے کو شلنگ تصور کریں[3]۔ لیکن ب سے علیحدہ ہونے کے بعد الف کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- جبکہ ایک کھلے مقام میں کیچڑ میں محض ایک سکہ پڑا پایا گیا ہو ۱۸ بمبئی ۲۱۲۔

[1] پولک اور رائٹ (کامن لا میں قبضہ) صفحہ ۱۸۷۔

[2] (Reg. v. Swinson (1900) 64 J.P. 73.)

[3] یا اوزار (چاقو استرا وغیرہ) تیز کرنے والے کی ٹوپی میں ایک پیسے کے دھوکے میں ایک اشرفی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پتا چلے کہ وہ سکہ حقیقتہً اشرفی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس کو صرف کرڈالنے کا تہیہ کرلے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ قانون کے نقطۂ نظر سے الف نے وہ اشرفی اپنے قبضے میں کب "لی"؟ اگر اشرفی کا لینا اس وقت سمجھا جائے جب وہ سکہ واقعی طور پر اس کے حوالے کیا گیا تھا تو اس وقت (چونکہ اس کی نیت میں کوئی فتور نہ تھا) اس نے اس کو نیک نیتی کے ساتھ "لیا" تھا لہذا بعد میں اس کو اپنے تصرف میں لے آنے سے وہ سرقے کا مرتکب نہ سمجھا جائے گا۔ لیکن اس کے برخلاف اگر قانون اس کا قبضہ اس وقت سے تصرف کرے جب اس کو حقیقتہً یہ معلوم ہوجائے کہ وہ سکہ کیا ہے تو (چونکہ وہ اس علم کے ساتھ ہی اس پر تصرف کرنے کی نیت بھی قائم کرلیتا ہے) وہ سرقے کا مجرم ہوجائے گا۔ لہذا پورے مسئلے کا تصفیہ اس سوال کے حل پر مبنی ہوجاتا ہے کہ قانونی قبضے کے لیے کون سے دماغی عنصر کے موجود ہونے کی ضرورت ہے؟ لارڈ کولرج چیف جسٹس کہتے ہیں کہ "حوالگی اور وصولی ایسے افعال ہیں جن میں دماغی نیت روبکار ہوتی ہے۔ معمولی سمجھ بوجھ کے معاملات کی طرح قانون میں بھی اس وقت تک کسی فعل پر حوالگی اور وصولی صادق نہ آئے گی جب تک دینے اور لینے والے دونوں اپنے اپنے مقام پر اس چیز کے دینے اور لینے کی نیت نہ کریں جو واقعتاً دی اور لی گئی ہو۔" تاہم اس امر کے معین کرنے میں پھر بھی دشواری باقی رہ جاتی ہے کہ ان کی نیت اور واقعات میں کس حد تک تطابق ضروری ہے۔ ایشول کے مقدمے (۱۸۸۵ء)[1] میں (جس میں مذکورۂ بالا حالات پیش آئے تھے) گو چودہ کے چودہ جج اس کلیے پر عمل کرنے میں متفق الرائے تھے[2] کہ "اگر کوئی چیز

246

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: رکھدی جائے۔ ڈبلن میں صرف ایک سال کے اندر (۱۹۰۲-۱۹۰۳) سولہ سونے کے سکے گاڑی بانوں نے پولیس کے حوالے کئے جو چاندی کے سکے کے دھوکے میں ان کو دے دیے گئے تھے۔

[1] (16 Q.B.D. 190 (K.S.C. 292)

[2] جیسا کہ (Reg. v. Flowers (1885), 16 Q.B.D. 643.) میں بیان کیا گیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ابتدا میں نیک نیتی کے ساتھ لی گئی ہو تو اس کا تصرف مابعد جرم نہیں ہو سکتا'
پھر بھی ان میں سے سات ججوں[1] نے اس کو سرقے کا مجرم قرار دیا اور بقیہ
سات کی رائے تھی کہ وہ بری کیا جائے۔ عدالت کا قاعدہ چونکہ یہ تھا کہ
247 ملزم کے خلاف جو صورت ہو اس پر عمل کیا جائے لہذا وہ سزایاب قرار دیا گیا
اور اس مسئلے کے متعلق یہ سمجھنا چاہئے کہ قانون اسی طرح طے پایا۔ اسی نوعیت
کے اور اس کے بعد کے ایک مقدمہ سرکار بنام ہی ہر[2] (۱۸۹۵ء) میں آئرلینڈ
میں عدالت کراؤن کیسز ریزرو ڈ میں بھی تقریباً ایسا ہی نصفا نصف کا
اختلاف واقع ہو گیا تھا۔ چار ججوں کی یہ رائے تھی کہ ملزم کو سزا دی جائے اور
بقیہ پانچ کی رائے اس کو بری کرنے کی تھی۔ یہ ملحوظ رہے کہ ان دونوں مشکل
مقدمات میں جانبین کو اس شے کی جنسیت ہی کے متعلق غلط فہمی تھی محض
بازاری قیمت کے متعلق غلط فہمی نہ تھی۔ اگر غلطی صرف قیمت کے متعلق ہوتی تو
اس کی بنا پر واقعی حوالگی کے وقت قانونی قبضہ منتقل ہونے میں کوئی رکاوٹ
نہ پیدا ہوتی۔ چنانچہ بقول جسٹس میڈن[3]: 'یہ ممکن ہے کہ الف' ب کو کسی
معمولی خدمت کے معاوضے میں شکسپیر کا ایک پھٹا پرانا ۱۶۲۳ء کا چاپ شدہ
نسخہ حوالے کر دے اور اس وقت ان دونوں کو یہ یقین ہو کہ چونکہ وہ نسخہ فرسودہ
ہے اور اغلاط طباعت و املا سے پر ہے اس لیے کسی نیلام میں اس کی صرف
دو شلنگ قیمت اٹھ آئے گی۔ فرض کیجئے کہ ب وہ نسخہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ
جو قدیم مطبوعات جمع کرتا ہو کئی سو[4] پونڈ کو فروخت کر دے اور قیمت اپنے
تصرف میں لے آئے تو وہ سرقے کا مرتکب نہ ہوگا کیونکہ گو اس کی قیمت کے

---

[1] جن کے نظریے کی لارڈ لوربرن نے قانون سرقے کے مسودہ (صفحہ ۲۱) میں تائید کی ہے۔

[2] (K.S.C. 300)

[3] (K.S.C. 301)

[4] کیمبرج شائر کی قدیم اشیائے ذخیرے کے ایک معروف دوکان نے ۱۹۰۶ء میں ایک کتاب جو انھوں نے دو شلنگ چھ پنس کو خریدی تھی دو ہزار پانچ سو پونڈ کو فروخت کی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعلق غلط فہمی پیدا ہوئی لیکن وہ شئے جہاں تک اس شے کا تعلق ہے، جان بوجھ کر دی گئی تھی۔ لیکن الیشول اور رہی ہر، کے مقدمات میں جن ججوں نے ان لوگوں کو مجرم قرار دینے کی رائے دی تھی ان کے نزدیک سکے کی جنسیت کی غلط فہمی میں محض قیمت کی غلط فہمی کا سوال نہیں ہوتا بلکہ خود اس شے کی تشخیص ہی میں غلطی واقع ہوتی ہے۔ کسی سامان کی بیع کے معاہدات میں تشخیص کی غلطی کی بنا پر معاہدہ باطل ہو جاتا ہے چونکہ نیتوں میں ہم آہنگی نہیں ہوتی اس لیے[1] وہ سامان منتقل نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود بھی یہ لازم نہیں آتا کہ قانونی قبضہ بھی منتقل نہ ہو۔ یہ سچ ہے کہ دو دیوانی مقدمات[2] ایسے ہیں جن میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ کسی نیز یا الماری کی حوالگی سے (خواہ برنائے بیع ہو یا تحویلداری) اس کے نامعلوم مشتملات کی حوالگی نہیں ہو جاتی (جیسے مثلاً کسی مخفی دراز میں کچھ رقم رکھی ہوئی ہو) لہٰذا جب تک اس شخص کو جسے وہ نیز یا الماری حوالے کی گئی ہو ان اشیا کے موجود ہونے کا علم نہ ہو وہ انھیں وصول نہیں کرتا۔ ان نظائر سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی چیز کے محض جسمانی قبضے میں آنے کی وجہ سے ہر حالت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ، وصول کر لی گئی، لیکن چونکہ ان الماریوں کا معاملہ کرنے والے فریقین رقم کے وجود ہی پر مطلع نہ تھے لہٰذا یہ مقدمات الیشول کے مقدمے سے پوری طرح مماثلت نہیں رکھتے۔ الیشول کے مقدمے میں دونوں فریق اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ سکے کے متعلق معاملت کر رہے ہیں[3]۔ 248

---

[1] Raffles v. Wichelbaus) (1864), 2. H. and C. 906.)

[2] (Cartwright v. Green (1802), 8 Vesey 405.)

Merry v. Green (1841), 7. M. and W. 623)

[3] سرکار بنام الیشول میں وہ لوگ جن کا یہ خیال تھا کہ اس شے کی اصل حقیقت پر مطلع ہونا ضروری تھا انھوں نے یہ بھی قرار دیا کہ اس شے کے لینے والے کا قبضہ ابتداءً عارضی اور قابل معافی قبضے کی حیثیت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لہذا ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی سامان 'جان بوجھ کر' لیا اور دیا گیا ہو تو قبضہ یقیناً مستقل ہو جائے گا۔ اس کے آگے ہمیں کچھ نہ کہنا چاہئے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہم ابھی تک کسی سند کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ فریقین کی 'ضروری سمجھ بوجھ' کا معین طور پر ہمیں کیا منشا سمجھنا چاہئے۔

جب مکتوب الیہ کی تشخیص کے متعلق جانبین کو غلط فہمی پیدا ہوئی یہ امر متعدد مرتبہ قرار دیا جا چکا ہے[1] کہ اگر چٹھی رساں غلطی سے کوئی خط کسی کے حوالے کر دے اور اس کے بعد وصول کنندہ اس کو کھولے اور یہ معلوم کرنے کے باوجود کہ وہ خط اس کا نہیں ہے پھر بھی کوئی شے جو اس کے اندر ملفوف ہو اپنے تصرف میں لے آئے تو وہ سرقے کا مرتکب نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ جس وقت وہ خط اس کے ہاتھ میں آیا تھا اس کی نیت سرقے کی نہ تھی اور یہ ظاہر ہے کہ برخلاف میز یا الماری کے خط کی حوالگی سے اس کے
249 تمام مشتملات کی حوالگی مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص مسمی مسٹر فشر جو ایک مکان میں رہتا تھا اس کے نام کا ایک خط مسٹر فش کو جو دوسرے مکان میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- رکھتا تھا اور اسی بنا پر اگر اس کی حقیقت کو معلوم کرنے سے پہلے وہ اس سکے کو واپس کر دیتا تو مالک کی جانب سے اس سکے کی اصل قیمت کا اس سے مطالبہ نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن مسٹر جسٹس رائٹ نے ایک درمیانی نظریہ پیش کیا ہے (کامن لا میں قبضہ صفحہ ۲۱۰) اور وہ یہ ہے کہ اس غلطی کی وجہ سے قبولیت باطل نہیں ہوئی بلکہ حقیقتاً حوالگی بے اثر ہوئی' چنانچہ گو کہ ایک جدید (اور قابل معافی) قبضہ معرض وجود میں آیا لیکن وہ مداخلت بے جا کی نوعیت کا تھا اور اس وجہ سے سرقے کی نیت جو بعد میں ہوئی اس کا تعلق ماقبل سے ہو گیا اور اس کی وجہ سے سکے کا لینے والا سرقے کا مجرم ہو گیا۔

(Reg. v Davies (1856). Dearsly 640-Rex v. Mucklow (1827) 1 Moody 160.

دیکھئے پولک اور رائٹ (کامن لا میں قبضہ) صفحہ ۱۱۳۔ سرکار بنام ایشول میں جو اختلاف آرا بعد میں ہوا ہے ان میں سے جو نظریہ بھی اختیار کیا جائے نظائر بالا قابل اتباع ہوں گے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہتا تھا دیدیا گیا۔ مسٹر فش نے جب خط کھولا تو اس میں ایک چیک نکلا۔ اس نے اس پر (مسٹر فشر کے نام سے) تحریر ظہری لکھی اور اس کی رقم وصول کرنے کی کوشش کی۔ فش پر چیک کے سرقے کا الزام قائم کیا گیا لیکن وہ بری کر دیا گیا، عدالت نے یہ قرار دیا کہ قانوناً خط اور چیک دونوں کی وصولی، عین اسی وقت عمل میں آئی تھی جب وہ لفافہ فش کو ملا تھا گو اس وقت غلطی سے اس نے یہ تصور کیا تھا کہ وہ خط خود اسی کے نام کا ہے[1]۔

(۱۱) سزا

سزا کے لحاظ سے کامن لا میں یہ جرم اصول سے ہٹا ہوا ہے چونکہ باوجود جرم کبیر ہونے کے ہر حالت میں اس کی سزا موت نہیں[2] تھی بلکہ مال مسروقہ کی قیمت کے اعتبار سے ایک امتیاز پیدا کر دیا گیا تھا۔ اگر اس مال کی قیمت صرف بارہ پنس[3] یا اس سے کم ہوتی تھی تو یہ جرم سرقۂ خفیف (Petty Larceng) کہلاتا تھا اور گو اس کا شمار بھی جرائم کبیرہ میں تھا لیکن اس کی سزا موت نہ تھی۔ اگر اس شے کی قیمت بارہ پنس سے زائد ہوتی تھی تو یہ جرم سرقۂ کبیر

---

[1] فش پر بہر حال، ولیم چہارم (C.C.C. Sess. Pap. C.XXXI, 212. اور وکٹوریا 'کلاز' ۳۷ دفعہ ۳۱ (جو' اب ۱۸ ایڈورڈ ہفتم کلاز ۴۸ دفعہ ۵۳ ہے) کے تحت ایسا ڈاک کا خط جو کسی دوسرے شخص کے حوالے ہونا چاہئے تھا فریبانہ طریقے سے روک رکھنے کے جرم صغیر کی بابت قرار جرم مرتب کی جا سکتی تھی۔

[2] صفحہ ۲۰۸ کتاب ہذا۔

[3] دیکھئے (Laws of Athelstane (v. I) ایڈورڈ اول کے عہد میں ۱۲ پنس ایک شخص کی آٹھ روز کی مزدوری خیال کئے گئے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(Grand Larceny) سمجھا جاتا تھا اور کم از کم ایڈورڈ اول[1] کے زمانے سے ہی (غالباً ہنری اول، 'شیر عدالت' کی سخت قانون سازی کی بنا پر) اس کی سزا موت قرار پا گئی تھی۔ ۱۸۲۷ء میں جب مذکورہ امتیاز ختم کر دیا گیا تو اس وقت سے 'خفیف' (Petty) اور 'کبیر' (Grand) کی اصطلاحات متروک ہو گئیں[2]۔ لیکن پھر سرقہ سادہ اور سنگین دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا رہا۔

سرقۂ سادہ جس کی اب قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کے ذریعے سے (جیسا کہ اس سے قبل صفحہ ۲۱۰ [اصل کتاب] پر بیان کیا جا چکا ہے) تعریف کی گئی ہے، اس کی سزا اس قانون میں زیادہ سے زیادہ پانچ سال یا
250 کم از کم تین سال یا زیادہ سے زیادہ دو سال کی قید با مشقت یا بلا مشقت مقرر کی گئی ہے[3]۔ اگر فرد جرم لگنے کے بعد کوئی شخص مجرم قرار پایا ہے تو اس کو جرمانے کی سزا نہیں دی جا سکتی لیکن جسٹسز آف دی پیس اگر سرسری طور پر سماعت کریں تو جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے[4]۔ اگر کوئی شخص سرقۂ سادہ کا مجرم قرار پایا ہو اور اس جرم کے ارتکاب سے قبل وہ کسی جرم کبیر کا مجرم قرار پا چکا ہو تو اس کو دس سال کی سزا دی جا سکتی ہے[5]۔

سرقۂ سنگین کی کئی قسمیں ہیں اور ان کی سزا حبس دوام سے لیکر

---

[1] (Bolland 's General Eyre, P. 66.)

[2] (Eyre of Kent 1313. P 90.) اگر دو یا تین شخص بارہ پنس اور نصف پنی کی قیمت کا سامان چرائیں تو ان کو علیحدہ علیحدہ جان اور عضو پر اثر انداز ہونے والی سزا دی جائے گی، پولک اور میٹ لینڈ باب دوم صفحہ ۴۹۶۔

[3] ۷ و ۸ جارج چہارم کلاز ۲۸ دفعہ ۲۔

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعات ۲ و ۳ (۴)۔ اور سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے کو تازیانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

[5] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۳۷ (۱)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سات سال تک مقرر ہے جن حالات کی بنا پر ایک سرقہ سرقہ سنگین ہو جاتا ہے ان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) اس مقام کے لحاظ سے جہاں اس کا ارتکاب ہوا ہو مثلاً جہاز[1]، بندرگاہ[1]، گھاٹ[1]۔ یا کوئی تباہ شدہ جہاز[1] یا (اگر مال مسروقہ پانچ پونڈ سے کم نہ ہو تو) مکان مسکونہ[2]۔ ان پانچ صورتوں میں سے ہر صورت میں انتہائی سزا چودہ سال کی مقرر ہے۔

(۲) وہ طریقہ جس پر اس کا ارتکاب ہوا ہو جیسے کسی شخص کے جسم پر سے چوری کی جائے[3]۔ اگر کوئی شے کسی شخص کے صرف جسم سے ہی نہیں بلکہ اس سے بجبر بھی لی جائے (گھڑی کی زنجیر کا اچک لینا کافی ہے) یا جبر کے استعمال کا خوف دلا کر اس سے وہ شے رکھوالی جائے تو اس جرم کو سرقہ بالجبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے[4]۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ زیادہ جبر کا استعمال کیا گیا ہو[5]۔ کسی تنہا عورت سے کسی تنہا مقام پر جبر کے استعمال کی نہیں بلکہ اس امر کی دھمکی دے کر روپیہ وصول کرنا کہ اس کی اس مقام کی موجودگی سے اس پر

---

[1] ایکٹ بالا دفعہ ۱۵۔

[2] ایکٹ بالا دفعہ ۱۳۔

[3] دفعہ ۱۴ مثلاً جیب کاٹنا۔

[4] دفعہ ۲۳ (۲)۔ پچاس سال قبل کے زمانے سے اب یہ جرم چھٹا حصہ رہ گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ حقیقۃً کمی ہے۔؟ چونکہ فورٹسکو (لارڈ چیف جسٹس ۱۴۴۲-۱۴۶۰) کا خیال تھا کہ بہت سے انگریز ڈاکو بہت سے فرانسیسی چوروں سے بہتر ہیں چونکہ، ڈاکو میں چور کی بہ نسبت زیادہ ہمت اور زیادہ صفائی قلب ہوتی ہے؛ (Monarchy, C. 12.)

[5] بازو کا پکڑ لینا کافی ہے۔ آہستہ سے کلوروفارم کا چیتھڑا لگانے کو کورٹ آف کریمنل اپیل نے کافی قرار دیا تھا، چونکہ، اس غرض کے لیے جتنے جبر کے استعمال کی ضرورت تھی وہ سب عمل میں لے آیا گیا تھا، سرکار بنام کارنی ۱۸ دسمبر ۱۹۲۲ء (اس مقدمے کی اشاعت نہیں ہوئی) حقیقۃً ہر مقدار جبر کافی ہے (Rex. v. Harrison (1930), 22 Cr. App. R. 82.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

251 بداطواری کا الزام قائم کیا جائے گا۔ سرقہ بالجبر نہیں ہے، گو کہ یہ عمل، جیسا کہ ہم عنقریب دیکھیں گے، قانون موضوعہ کے قرار دادہ جرائم میں داخل ہے۔ اگر جبر کا استعمال واقعی طور پر اس شے کے لینے کے بعد شروع ہو تو ایسی حالت میں بھی اس کو سرقہ بالجبر نہ سمجھا جائے گا[1] بلکہ اس کا سرقے ہی میں شمار ہوگا۔

ان جرائم کی انتہائی سزا بھی چودہ سال کی مقرر ہے۔ لیکن وہ سرقہ ہائے بالجبر جن میں بعض مخصوص طریقوں سے مزید شدت اور سنگینی پیدا ہو جاتی ہے (جیسے مرتکب سرقہ بالجبر کے مسلح ہونے کی وجہ سے یا اس کا کوئی اور ساتھی موجود ہونے کی وجہ سے یا ضرر رسیدہ کی ذات پر تشدد کا استعمال کرنے کی وجہ سے) ان میں انتہائی سزا حبس دوام مقرر ہے[2] اور اس سزا میں بجز اس کے کہ مجرم عورت ہو سزائے تازیانہ کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اگر واقعی طور پر کوئی شے نہ لی جائے اور اس طرح سرقہ بالجبر کا اطلاق نہ ہو تب بھی سرقہ بالجبر کی نیت سے محض حملہ کرنا جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر پانچ سال کی سزا دی جا سکتی ہے[3]

(۳) اس شخص کے لحاظ سے جو اس کا مرتکب ہوا ہو۔ کیونکہ اگر محرر یا ملازم یا ایسا شخص جو ملک معظم کی سرکاری ملازمت میں ہو یا جو شخص کسی مقام کی پولیس کی ملازمت میں ہو، سرقے کا مرتکب ہو تو اس کے لیے اس جرم کی انتہائی سزا چودہ سال کی مقرر کی گئی

---

[1] لیکن قانون سرقہ ۱۹۱۶ء (Rex v. Gnosil (1824), 1 C. and P. 804,) (دفعہ ۲۳) کے تحت سرقہ بالجبر کے ارتکاب کے فوراً بعد جسمانی جبر کے استعمال کی وہی سزا ہے جو سرقہ بالجبر کے ارتکاب کے بالکل قبل یا بوقت ارتکاب جسمانی جبر کے استعمال کرنے کی سزا ہے۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۳۔

[3] دفعہ ۲۳۔ (۳)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے[1]۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو ناگزیر طور پر ایسے مواقع بہم پہنچتے ہیں کہ وہ بد دیانتی کر سکیں اور ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان پر جو اعتماد کیا گیا تھا اس کی خلاف ورزی کی گئی۔ اس مشکل مسئلے پر کہ محرر یا ملازم کا اطلاق کس شخص پر ہوگا آیندہ باب میں بحث کی جائے گی[2]۔

(۴) اس شے کے لحاظ سے جو چرائی گئی ہو۔ چنانچہ مویشی یا دس شلنگ کی قیمت کے ایسے بافتنی سامان کا سرقہ کرنے پر جو ہنوز زیر تیاری ہو[3] چودہ سال کی سزا دی جا سکتی ہے (لیکن اس قسم کا بافتنی سامان اگر کینے سے تلف کر دیا جائے تو اس کی سزا دوامی ہے[4]) لاش یا کھال چرانے کی نیت سے کسی جانور کو ہلاک کر دینا بھی جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر بھی اسی طرح سزا دی جا سکتی ہے جیسے کہ اس جانور کا سرقہ عمل میں آنے کی حالت میں دی جاتی مگر شرط یہ ہے کہ اس جانور کی چوری جرائم کبیرہ میں داخل ہو[5]۔ علاوہ ازیں ڈاک خانے سے یا چٹھی رساں کے پاس سے خطوط چرانے کی یا کوئی وصیت نامہ[6] چرانے کی انتہائی سزا دوامی ہے[7] لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ خود ڈاک خانے کا ملازم اگر کوئی ڈاک کا خط چرا لے جو زیادہ پیچیدہ اور بظاہر زیادہ سنگین جرم معلوم ہوتا ہے تو اس کی بنا پر صرف سات سال کی سزا دی جا سکتی ہے[8]

252

[1] دفعہ ۱۷ (۱)۔

[2] صفحہ ۲۶۴ کتاب ہذا۔

[3] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعات ۳ و ۹۔

[4] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۷ دفعہ ۱۴ (صفحہ ۱۹۱ کتاب ہذا)۔

[5] صفحہ ۲۲۹ کتاب ہذا۔

[6] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۶۔

[7] دفعہ ۱۲۔

[8] دفعہ ۱۸۔ یہ کمی سزا غالباً اس قدیم کلیے کے اثر کے تحت ہو کہ محض 'ملازم کی خیانت مجرمانہ' جرم نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(بجز اس کے کہ اس خط کے اندر کوئی سامان یا رقم یا کفالت المال ہو ایسی حالت میں اس کی انتہائی سزا دوامی ہوگی)۔

(۱۲) جرائم مماثل سرقہ

سرقے کے سابقہ بیان میں چند مواقع پر ہم نے ان چیزوں کا ذکر کیا ہے جو اگرچہ منقولہ ہیں لیکن باوجود اس کے وہ سرقے کے قدیم قانون کی زد سے باہر رہی ہیں۔ یہ یاد رہے کہ جدید قانون موضوعہ نے ان میں سے قریب قریب ہر ایک کی چوری کو جرم قرار دیدیا ہے۔ لیکن ہر صورت میں ان چوریوں کو 'سرقے' میں داخل نہیں کیا گیا اور بعض تو ان میں سے جرائم کبیرہ میں بھی داخل نہیں ہیں بلکہ محض قابل ترتیب فرد جرم جرائم صغیرہ ہیں یا ایسے جرائم ہیں جن میں سرسری سماعت کے بعد سزا تجویز کردی جاتی ہے۔ قانون سرقہ ۱۹۱۶ء میں ایسی چوریوں کی بہت سی مثالیں ملیں گی جن کو قانون موضوعہ کے ذریعے سے ہی چوری میں داخل کیا گیا ہے۔ لیکن اس قانون میں چونکہ سرقے کی کوئی تعریف پیش نہیں کی گئی ہے اس لیے ہم وثوق کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں سے کون کونسی سرقے میں داخل ہیں[1]۔ لیکن سرقے سے متعلق کامن لا میں جتنے اور کلیات ہیں وہ سب ان چوریوں سے بھی متعلق ہیں مثلاً کن صورتوں پر لینے، یا لے جانے کا اطلاق ہوگا اور کس کیفیت پر چوری کی نیت ہونا صادق آئے گا۔ لہذا کسی مقررہ نام کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے ہم فی الحال ان کو مماثل سرقہ یا لارڈ لورین

---

[1] دیکھیے (8 C. and P. 294. اور تقابل کیجیے 7 C. and P. 667. n) قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۵ کے حاشیے کی وجہ سے اس لفظ کے متعلق مزید دشواری پیدا ہوگئی ہے۔

[2] لیکن دیکھیے (Farey v. Welch, (1929) I.K.B. 338,) صفحہ ۲۵۴ کتاب ہذا حاشیہ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے الفاظ میں 'مشابہ سرقہ' (Auxiliary Larcenies) کہیں تو بہتر ہے۔

253 خرگوشوں اور مچھلیوں کے متعلق اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے۔

اب ہم چند زیادہ عام مثالیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) ہر کفالت المال کی چوری[1] سرقے میں داخل ہے اور اسی طرح قابل سزا ہے گویا کہ چور نے اتنی قیمت کا کوئی سامان چرایا ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص کسی کفالت المال کو فریب کی بنا پر تلف کرے یا مٹائے تو وہ بھی اسی طرح قابل سزا ہے[2]۔

(۲) ایک پونڈ[3] یا اس سے زائد قیمت کے درخت بشرطیکہ وہ کسی چمن یا باغ میں لگے ہوں یا زائد از پانچ پونڈ کی قیمت کے درخت خواہ وہ کسی مقام پر لگے ہوں اور اس جرم میں دو مرتبہ کی سابقہ سزایابی کے مابعد ایک شلنگ کی قیمت کے درخت کا یا ملصقہ سامان[4] کا یا دستاویزات حقیت اراضی[5] کا یا بعض عدالتی دستاویزات کا چرانا جرم کبیر ہے۔ اور اس کی بابت (سرقۂ سادہ کی طرح) پانچ سال کی سزا دی جا سکتی ہے۔

(۳) محصورہ اراضی میں سے جنگلی ہرن (۲۴ و ۲۵ سنہ جلوس وکٹوریا دفعہ ۱۳) اور معدن میں سے کچی دھات کا چرانا[6]

---

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۶ (۱)۔

[2] قانون سرقہ ۱۸۶۱ء دفعہ ۲۷۔

[3] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۸ (۲)۔

[4] قانون بالا دفعہ ۸ (۱)۔ اگر کرایہ دار یا مقیمین کچھ اشیاء یا سامان ملصقہ چرالیں تو درصورتیکہ مال مسروقہ کی قیمت پانچ پونڈ سے زائد ہو تو ان کو سات سال کی سزا دی جا سکے گی اور مال مسروقہ کی قیمت پانچ پونڈ سے کم ہو تو دو سال کی سزا دی جا سکے گی (قانون مذکور دفعہ ۱۶)۔

[5] قانون بالا دفعہ ۷۔

[6] قانون بالا دفعہ ۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرائم کبیرہ ہیں لیکن ان کی سزا دو سال قید با مشقت یا بلا مشقت سے زائد نہیں ہے۔

(۴) کسی پودے، پھل یا کسی دوسری نباتات کا چرانا[1] جو کسی باغ یا باغیچے میں اگ رہی ہو[2] یا کسی ایسے پودے یا جڑ (مثل شکر قند وغیرہ) کا چرانا (پھل اس میں شامل نہیں ہیں) جس کی کاشت کی گئی ہو اور جو کسی دوسرے 254
مقام پر اگ رہا ہو[3] یا کسی کتے[4] یا کسی ایسے پرند (مثلاً کینری) درندے یا کسی اور جانور کا چرانا جو عموماً بند کر کے رکھے جاتے ہوں یا کسی خانگی غرض سے پالے جاتے ہوں (مثلاً بلی) جرم خفیف ہے اور سرسری سماعت کے بعد (پہلی مرتبہ ارتکاب کرنے کی صورت میں) ملزم کو چھ ماہ کی قید با مشقت یا بلا مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ کامن لا میں ان افعال کو سرقے میں شمار نہ کیا جاتا تھا[5]۔

[1] یہ جرائم سرقۂ خفیف سے علیحدہ ہیں۔ جب واقعات سے کامن لا کا سرقہ ثابت ہوتا ہو تو قانون سرقہ ۱۸۶۱ء کی دفعہ ۳۶ کے تحت مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا Rex v. Friend (1630) 22 Cr. App. R. 130. بمقدمۂ ہذا میں جوری کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ یہ امر کہ آیا پھل حالت نمو میں تھا یا صحیح وقت پر توڑا گیا تھا غیر متعلق ہے اور حکم سزا منسوخ کر دیا گیا تھا۔

[2] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۶ دفعہ ۳۶۔

[3] ایکٹ بالا دفعہ ۳۷۔

[4] ایکٹ بالا دفعہ ۱۸۔

[5] اتنا کافی ہے کہ وہ جانور بند کر کے رکھا گیا ہو گو اس کی جنس کے دوسرے جانور عموماً بند کر کے نہ رکھے جاتے ہوں۔

[6] ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۶ دفعہ ۲۱۔ مقابلہ کیجئے صفحہ ۲۳۰ کتاب ہذا۔ دفعہ ۲۳ میں کسی خانگی فاختہ یا کبوتر کو ایسے حالات میں ناجائز طور پر یا ارادہ ہلاک کرنے، زخمی کرنے یا لینے کی سزا مقرر کی گئی ہے جن میں وہ عمل کامن لا کی رو سے سرقے کی حد تک نہ پہنچتا ہو۔ اگر ملزم کو یہ یقین ہو کہ وہ جنگلی پرند ہے تو کبوتر کو مارنے کے الزام میں یہ صفائی قابل قبول نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتا چرانے کے جرم میں ایک مرتبہ سرسری طور پر سزایاب ہونے کے بعد اگر کوئی شخص کتا چرائے یا کسی مسروقہ کتے کے واپس حاصل کرنے میں مدد کرنے کی بابت بطور رشوت کوئی رقم یا انعام حاصل کرے یا ایک مرتبہ سابق میں اس جرم میں سزایاب ہونے کے بعد دانستہ طور پر کوئی مسروقہ کتا یا اس کی کھال اپنے پاس رکھے تو اس کا یہ عمل جرم صغیر ہوگا اور اس کی بابت اٹھارہ ماہ کی قید کی سزا دی جا سکے گی۔

(۱۳) استحصال بذریعۂ تخویف

استحصال بذریعۂ تخویف جبر کے متعلق ہم اس سے قبل (صفحہ ۲۵۰ اصل کتاب) بیان کر چکے ہیں۔ اس موقع پر ہم کو ان چند جرائم سے بحث کرنا ہے جن کی قانونِ سرقہ ۱۹۱۶ء کی تین دفعات میں (دفعات ۲۹-۳۱) تعریف پیش کی گئی ہے اور جن میں کسی قدر مختلف نوعیتوں کی تخویف کے ذریعے سے استحصال عمل میں آتا ہے۔ ان جرائم کو عام طور پر انگریزی زبان میں 'بلیک میل' (Blackmail)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: (Horton v. Gwynne (1921), 2. K.B. 661.

(Cotterill v. Penn. (1935), 51. T.L.R. 459.

اگر ملزم کو فصل کی خرابی کا واقعی طور پر خطرہ ہو، محض تصوری خطرہ نہ ہو، تو وہ اس جرم کا مجرم نہ تصور کیا جائے گا (Taylor v. Newman (1863), 4 B. & S. 89) اور Horton v. Gwynne مذکورہ بالا۔ لفظ 'لینا' کے معنی کے متعلق دیکھئے (Farey v. Welch (1929), I.K.B. 388)

ان مقدمات کے تبصرے کے لیے جن میں بمشکل ایک سے مطابقت پائی جاتی ہے ملاحظہ ہو (The Eclipse of Mens Rea) مرتبہ W.T.S. Stallybrass, 52 L.Q.R. 60.

لہ ایسے مقدمات میں کچھ عرصے سے عام طور پر یہ اجازت دیدی گئی ہے کہ سماعت مقدمہ کی اغراض کی حد تک مستغیث کی شخصیت پردۂ خفا میں رہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہا جاتا ہے حالانکہ یہ لفظ قطعاً غیر اصطلاحی اور حد سے زیادہ مبہم ہے۔ بہرحال یہ جرائم ذیل کے افعال پر مشتمل ہیں: (الف) کسی خط یا تحریر کے مضمون سے واقف ہونے کی صورت میں اس کے اظہار یا تشہیر کا خوف دلا کر بلا کسی معقول یا قرین قیاس وجہ کے کسی جائداد یا کسی ایسی شے کا طلب کرنا جو 255
قیمت رکھتی ہو جرم کبیر ہے اور اس کی سزا دوامی ہے[1]۔ یہ کام جوری کا ہے کہ وہ یہ طے کرے کہ آیا اس مطالبے کی کوئی معقول وجہ تھی یا کوئی ایسی وجہ تھی جس کے ہونے کا گمان غالب ہو۔ ملزم کو اس امر کی بابت یقین ہونا اس کے لیے موجب براءت نہیں ہو سکتا[2]۔ قانون سرقہ کی اس دفعہ کے متعلق عدالتی آرا میں غیر معمولی اختلاف ہے۔ سرکار بنام دینر (۱۹۲۶ء) ۲ کنگس بنچ ۲۵۸[3] میں تحفظ تجارت کی ایک انجمن کا ناظر اس جرم کبیر کا مجرم قرار دیا گیا تھا۔ اس نے ایک تاجر سے، جس نے مقررہ قیمتوں سے کم قیمت پر کچھ سامان فروخت کیا تھا، یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ انجمن کے تاوانی سرمایے میں اس قدر رقم ادا کرے اور بصورت دیگر یہ دھمکی دی تھی کہ وہ اس کے ایک خط کی تشہیر کرے گا اور اس کا نام انجمن کی ترک تعاون والی فہرست میں داخل کر دے گا۔ عدالت مرافعہ نے ویر اینڈ ڈی فریولی لیمیٹیڈ بنام موٹر ٹریڈ ایسوسی ایشن (۱۹۲۱ء) ۳ کنگس بنچ ۴۰ دیوانی مقدمے میں یہ قرار دیا تھا کہ قیمتوں کے تحفظ کے لیے ایک تاجر کا نام ترک تعاون کی فہرست میں داخل کر دینا کسی طرح خلاف قانون نہیں ہے لیکن عدالت کریمنل اپیل نے عدالت تحت کے فیصلے کو بحال رکھا اور ڈینر کو مجرم قرار دیا۔ لارڈ چیف جسٹس نے کہا کہ ترک تعاون کی فہرست میں نام داخل کرنے کے حق میں اور اس طرز عمل سے

---

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۹ (۱)۔

[2] (Rex. v. Dymond (1920) 2.K.B. 260.

[3] (K.S C. 562.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

محترز رہنے کے معاوضے کے طور پر ایک رقم کا مطالبہ کرنے کے حق میں ذرہ برابر ربط یا تعلق نہیں ہے۔ اسی فیصلے کی بنا پر بعد کے ایک دیوانی مقدمہ ہارڈی اینڈ لین لیمیٹیڈ بنام چلٹن وغیرہ (۱۹۲۸ء) ۲ کنگس بنچ ۳۰۶[1] میں یہ کوشش کی گئی تھی کہ ترک تعاون کی فہرست میں نام آنے سے بچنے کے لیے جو رقم اسی انجمن کو دی گئی تھی اس کو واپس حاصل کیا جائے۔ جسٹس ایوری نے جو خود بھی اس عدالت کے رکن تھے جس نے سرکار بنام ڈینز میں ملزم کی سزا کو بحال رکھا تھا، یہ دعویٰ ڈگری کر دیا لیکن کورٹ آف اپیل نے ان کے فیصلے کو منسوخ کیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ سرکار بنام ڈینز کا غلط فیصلہ کیا گیا ہے۔ لارڈ جسٹس اسکرٹن نے کہا کہ "یہ فرض کرتے ہوئے کہ فوجداری مقدمہ چلانے سے محترز رہنے یا کسی جرم کبیر کے ارتکاب کی بابت حکام متعلقہ کو اطلاع نہ دینے کے معاوضے میں کوئی قیمت رکھنے والی شے حاصل کرنا کوئی مجرمانہ فعل نہیں ہے، سب سے زیادہ ظاہر، معقول اور قرین قیاس
وجہ اس وقت خیال کی جائے گی جب کہ آپ کو اس عمل کے کرنے کا 256
قانونی حق حاصل ہو جس کے کرنے کی آپ دھمکی دیں"[2] عدالت کرمنل اپیل نے بہرحال یہ قرار دیا کہ تاوقتیکہ سرکار بنام ڈینز کے فیصلے کی دارالامرا سے تردید نہ ہو جائے یہ ناطق رہے گا اور فوجداری قانون کے نفاذ میں اس پر عملدرآمد ہوتا رہے گا۔[3] سر ہیوبرٹ اسٹیفن نے ایک خط میں جو اخبار ٹائمس مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۲۸ء میں شایع ہوا ہے یہ لکھا ہے کہ لارڈ جسٹس اسکرٹن کے الفاظ کو اگر سیاق سلسلۂ کلام سے قطع نظر کرتے ہوئے دیکھا جائے تو استحصال بذریعۂ تخویف، کی بہت سی یقینی صورتیں جرم کی حد سے خارج

---

[1] (K.S.C. 565)

[2] (۱۹۲۸ء) ۲ کنگس بنچ صفحہ ۳۱۹۔

[3] (44 T.L.R. 479, Thorne v. Motor Trade Association.)

اس مسئلے کے متعلق دارالامرا میں زیر مراجعہ ہے: ویکلی نوٹس ۲۳ مئی ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۶۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو جائیں گی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو قانوناً یہ حق حاصل ہو کہ وہ ایک خط کسی شخص غیر کو دکھلا دے لیکن اس کے باوجود اس کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ اس عمل سے محترز رہنے کے معاوضے میں کسی رقم کا مطالبہ کرے۔ اس سے زیادہ کہنا ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ شہادت سے کسی معقول اور قرین قیاس وجہ کا ظاہر ہونے کی حالت میں ہر مقدمے کے جملہ حالات پر نظر کرتے ہوئے جوری کو اس مسئلے کا تصفیہ کرنا چاہیئے۔ گو کہ اصلاً مطالبۂ رقم کا معقول ہونا ضروری ہے لیکن جس عمل کی تخویف کی گئی ہو اس کے کرنے کا حق ہونے سے عموماً اس مطالبے کی معقولیت پر کسی قدر ضرور روشنی پڑتی ہے گو اس بنا پر اس سوال کا قطعی تصفیہ نہیں ہو جاتا[1]۔

(ب) (۱) کسی شخص سے کسی جائداد یا قیمت رکھنے والی شے کا استحصال[2] کرنے یا اس کے ذریعے سے پانے کی نیت سے کسی ایسے خط یا تحریر کے مضمون پر مطلع ہونے کی صورت میں جس کے ذریعے سے کسی دوسرے شخص (زندہ ہو یا متوفی) پر کسی جرم[3] کا الزام لگایا گیا ہو یا ایسا الزام لگانے کی دھمکی دی گئی ہو، اس کے مضمون کی تشہیر کرنا۔ اور (۲) کسی شخص سے کسی جائداد یا قیمت رکھنے والی شے کے استحصال[4] کی نیت سے اس شخص پر یا کسی اور شخص (زندہ یا مردہ) پر کسی جرم[5] کا الزام لگانا یا الزام لگانے کی دھمکی دینا جرائم کبیرہ ہیں اور ان کی بنا پر حبس دوام کی سزا دی جا سکتی ہے[6]۔

---

[1] اس اختلاف کے متعلق پروفیسر اے۔ ال۔ گڈہارٹ کی کتاب (Essays in Jurisprudence and the Common Law) باب نہم میں موضوع 'بلیک میل اور معاہدات کا بدل' ملاحظہ کیجیے۔

[2] معلوم یہ ہوتا ہے کہ اگر دھمکی دی گئی ہو تو استحصال کی نیت ہو سکتی ہے خواہ نیک نیتی کے ساتھ یہ یقین ہو کہ تقاضہ واجب الادا ہے۔ اخبار ٹائمس ۲۰ دسمبر ۱۹۳۲ء۔

[3] جیسا کہ قانون سرقہ ۱۹۱۲ء کی دفعہ ۲۹ میں تعریف کی گئی ہے۔

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۲ء دفعہ ۲۹ (۱)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

257

(ج) جو شخص کسی دوسرے شخص کو فریب دینے یا نقصان پہنچانے کی نیت سے — (۱) کسی شخص کی ذات پر کسی ناجائز جبر یا حبس بے جا کا استعمال کرے یا (۲) کسی شخص (مردہ یا زندہ) پر کسی جرم[1] یا جرم کبیر کا الزام لگا کر یا الزام لگانے کی دھمکی دے کر کسی شخص کو مجبور کرے یا ترغیب دے کہ وہ کسی کفالت المال کی تکمیل کرے یا بنائے یا قبول کرے یا اس پر تحریر ظہری لکھے یا ترمیم کرے یا اس کے کسی جزء یا کل کو تلف کرے یا کسی شخص یا کمپنی یا کوٹھی یا کاروبار مشترکہ کا نام یا کسی جماعت سند یافتہ کمپنی یا شراکت کی مہر کسی کاغذ یا چمڑے جھلی وغیرہ پر لکھے یا ثبت کرے تاکہ وہ بعد میں دستاویز کفالت المال میں مبدل کر لی جائے یا اس طور پر استعمال کی جائے یا سمجھی جائے تو وہ جرم کبیر کا مرتکب تصور کیا جائے گا اور اس کی سزا حبس دوام ہو سکے گی۔[2]

(د) بذریعۂ تخویف یا جبر کسی ایسی شے کا اس کو چرا لینے کی نیت سے مطالبہ کرنا جو چرائی جا سکتی ہو جرم کبیر ہے اور اس کی بنا پر پانچ سال کی سزا دی جا سکتی ہے[3] اگر مطالبے میں کامیابی ہو جائے تو یہ عمل لازمی طور پر چوری کی حد میں داخل ہو جائے گا۔

(ھ) جو شخص اس نیت سے کہ (الف) کسی شخص سے کسی قیمت رکھنے والی شے کا استحصال کرے یا (ب) کسی شخص کو ترغیب دے کہ وہ کسی شخص کو کوئی فائدہ یا اعتبار کی خدمت یا عہدہ دے یا دلائے (۱) کوئی ایسا امر شایع کرے یا شایع کرنے کی دھمکی دے یا (۲) راست یا بالواسطہ اس امر کی آمادگی ظاہر کرے کہ کوئی امر یا شے جو کسی دوسرے شخص (مردہ یا زندہ) پر موثر ہو اس کی طباعت یا اشاعت کو روک دے یا رکوا دے تو وہ جرم صغیر

---

[1] جیسا کہ قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۲۹ میں تعریف کی گئی ہے۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۹ (۱)۔

[3] قانون بالا دفعہ ۳۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا مجرم متصور ہوگا جس کی سزا دو سال کی قید سے زائد نہ ہوگی۔[1]

ان تمام جرائم کے اغراض کی حد تک اس امر سے کوئی فرق پیدا نہ ہوگا کہ وہ تخویفات و تہدیدات خواہ جبر کے استعمال کی اور مضرت پہنچانے کی ہوں یا کسی جرم کا الزام قائم کرنے کی ہوں، خود ملزم نے کیں یا وہ ان کا موجب ہوا یا کوئی دوسرا شخص۔[2]

تخویف کے صادق آنے کے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ذات یا جائداد ہی کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دی جائے بلکہ اتنا کافی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک اوسط درجے کے آدمی کو اس درجہ خوف یا
258 اندیشہ پیدا ہو کہ اس سے اس کے دماغ میں انتشار پیدا ہو جائے اور اس تعریف کی تعبیر کافی آزادی کے ساتھ ہونا چاہیے۔[3]

(۱۴) قبضے کی بازدہی

سرقے کے سلسلے میں صرف مال مسروقہ کی بازدہی کا موضوع باقی رہ گیا ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ چور کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصل مالک کو اس کی ملکیت کے جملہ فوائد سے محروم کر دے، البتہ جہاں تک نفس ملکیت کا تعلق ہے اس سے وہ مالک کو محروم نہیں کر سکتا۔ لفظ 'جائداد' کے ابہام کی وجہ سے ممکن ہے کہ طالب علم کو غلط فہمی پیدا ہو جائے لہذا اس کو رفع کر لینا چاہیئے۔ جائداد کے لفظ سے یا تو وہ شے مراد ہوگی جو موضوع ملکیت ہوتی ہے (جیسے 'یہ چھتری میری جائداد کا ایک جزو ہے')

---

[1] قانون بالا دفعہ ۳۱۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۹ (۴)۔

[3] (Rex v. Boyle and Merchant (1914) 3 K.B. 339.)

[4] اصول قانون مصنفہ آسٹن لکچر ۴۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا اس سے وہ قانونی حق مراد ہوگا جو مالک کو اس شے پر حاصل ہے (جیسے کھوئی ہوئی چھتری کے پانے والے کو اس چھتری میں ایک مخصوص حقیت (حق ملکیت) حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب 'مال یا جائداد مسروقہ' یا 'مال یا جائداد گم شدہ' کے الفاظ کا ہم استعمال کرتے ہیں تو اس وقت ہماری مراد اس لفظ کے اول الذکر مفہوم ہی سے ہو سکتی ہے۔ چونکہ جب جائداد کو ہم دوسرے (یعنی غیر مادی حق ملکیت کے) مفہوم میں استعمال کرتے ہیں تو وہ ایسی چیز ہوتی ہے کہ اس کا سرقہ یا اس پر کوئی اور جسمانی دست درازی ممکن نہیں ہوتی۔ لہذا مال مسروقہ کی ملکیت چوری کے باوجود بحال رہتی ہے[1]۔ چنانچہ مالک کو یہ حق رہتا ہے کہ چور سے اس چیز کو چھین لے یا اس کی بازیافت کے لیے دیوانی نالش رجوع کرے۔ اس کلیے کا ایک ظاہری استثنا بھی ہے یعنی یہ کہ جب چور نے اس چیز کو ضائع کر دیا ہو یا جب اس شے میں ایسی تبدیلی کر دی ہو کہ وہ پھر اپنی اصلی حالت پر نہ لائی جا سکے مثلاً اس سے کوئی بالکل نئی قسم کی چیز بنائی ہو۔ آخر الذکر صورت کی مثالیں یہ ہو سکتی ہیں کہ الف، ب کے جَو لے لے اور اس کی شراب بنا لے، یا ب کے تختے لے لے اور ان سے اپنے باغ میں بنگلہ بنا لے تو اس قلب ماہیت اور تبدیل حیثیت (Specificatio)[2] کی وجہ سے الف کا اس نئی شے پر جو اس طرح معرض وجود میں آئے حق قائم ہو جاتا ہے چونکہ بالکل جس طرح الف اگر تختوں کو جلا دیتا یا جَو سوروں کو کھلا دیتا تو ب کی ملکیت قطعاً ختم ہو جاتی[3]۔

---

[1] عام طور پر کہا جاتا ہے کہ تعبیری طور پر مالک کا قبضہ باقی رہتا ہے (1Hale P.C. 507) لیکن جو چیز باقی رہتی ہے آیا وہ حق مقابضت تو نہیں ہے، اس کے لیے ملاحظہ کیجئے پولک اور رائٹ صفحہ ۱۵۷۔

[2] (Justinian. Inst. II, 125-29.)

[3] (Y.B. 5. Hen. 7, fo. 15, Pl. 6.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

259 لہذا ان صورتوں میں ب کے لیے صرف یہی چارۂ کار رہ جاتا ہے کہ وہ ہرجے کے لیے دیوانی دعویٰ رجوع کرے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان صورتوں میں بھی ہمارے بیان کردہ اصول کا کوئی واقعی استثنا نہیں ہوتا چونکہ ب کی ملکیت کا خاتمہ چوری کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ حقیقۃً ایک ایسے عمل کی بنا پر ہوا جو چوری کے بعد انجام پایا۔

۱؎ اگر الف اس سامان کو نسبتۃً کم جارحانہ طور پر استعمال کرتا اور وہ نوعیت استعمال ایسی ہوتی کہ قانون یہ تصور کرتا کہ اس سامان کا وجود ہنوز باقی ہے اور ابھی اس کا پتا لگ سکتا ہے۔ جیسے مثلاً چمڑے کا جوتا بنا لیا جائے، کپڑے کا لباس بنا لیا جائے یا لکڑی کے لٹھے کے تختے بنا لئے جائیں (Betts v. Lee (1810), 5 Johnson New york. 348) تو ملکیت میں تبدیلی نہ پیدا ہوگی اور ب کو قانوناً یہ حق حاصل رہے گا کہ ان جملہ تیار شدہ اشیا کو الف سے چھین لے۔

اس میں شک نہیں الف کا طرز عمل بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ ب کو اس سے واضح طور پر فائدہ پہنچ جائے۔ چنانچہ اگر اختلاط (Confusio) کا عنوان واقع ہو یعنی الف، ب کے سامان کو اپنے سامان میں ملا دے اور اس طریقے سے یکجا جمع نہ کر دیا جائے (جیسے کرسیوں کا ڈھیر) کہ پھر علیحدہ کیا جا سکے بلکہ اس طرح ایک سامان دوسرے میں شامل کر دیا جائے کہ ان میں امتیاز نہ کیا جا سکے (جیسے اناج کا ڈھیر) تو قانوناً وہ پورا ڈھیر ب کو مل جائے گا۔ لہذا ب وہ حصہ بھی لیجانے کا حقدار ہوگا جو چوری سے قبل قطعاً اس کی ملک نہ تھا (Popham 38, Mixing hay) اسی طرح بعنوان اشتمال (Accessio) اگر الف، ب کا جبہ لیجائے اور اپنے ذاتی دھاگے سے اس پر کشیدہ بنائے تو ب، اصل شے، کا مالک ہونے کی حیثیت سے وہ جبہ واپس لے سکتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کو وہ مشمولہ کشیدہ بھی لے لینے کا حق ہوگا (1 Hale P.C. 513) انگریزی قانون کے تحت مذکورۂ بالا کسی صورت میں بھی اس سے اس فائدے کا معاوضہ دینے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا جو اس کو اس طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ رومن لا کے تحت اس فائدے کا معاوضہ دینے کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ دیکھئے پروفیسر بک لینڈ کی (Textbook)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چونکہ چور مالک نہیں ہو جاتا اس لئے وہ کسی دوسرے شخص کو حق ملکیت عطا نہیں کر سکتا۔ لاطینی مقولہ ہے کہ "جس شخص کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو (وہ چیز) وہ کسی کو نہیں دے سکتا"۔ بنا بریں اصل مالک چور کے خلاف یا ہر اس شخص کے خلاف جس کو چور نے وہ شے دی ہو یا جس کے ہاتھ اس نے وہ شے فروخت کر دی ہو اس شے کی یا اس کی قیمت کی بازیافت کے لیے دیوانی نالش رجوع کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں مالکوں کو جدید دعوے کے مصارف اور زحمت سے بچانے کے لیے یہ قانون منظور ہوا ہے کہ وہ فوجداری عدالت (خواہ وہ سر سری اختیار سماعت ہی کیوں نہ رکھتی ہو[1]) جس نے قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کے تحت کسی شخص کو سرقہ، خیانت مجرمانہ، تصرف بیجا یا کسی اور شکل کی چوری یا نیز دغا[2] کا مجرم قرار دیا ہو، مال مسروقہ کی واپسی[3] کا حکم صادر کر سکتی ہے۔ لیکن اس حکم کے ذریعے سے صرف وہ اشیا واپس دلانا چاہئیں جو فرد قرارداد جرم میں 260

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ صفحات ۲۱۰-۲۱۱۔

یہ بیان کر دینا بہرحال ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اختلاط (Confusio) کی ان صورتوں میں جن میں مخلوط شدہ سامان نہ صرف قسم میں بلکہ حیثیت اور قیمت میں بھی ب کے سامان کے مماثل ہو تو اس امر میں شبہہ ہے کہ آیا اس عام کلیے میں ترمیم نہ ہو جائے گی اور الف اور ب اس مجموعے کے مشترک مالک نہ قرار دیے جائیں گے (15 Vesey 442)

[1] ۴۲۲ و ۴۳ وکٹوریا کلاز ۴۹ دفعہ ۲۷۔

[2] لیکن دیکھئے صفحہ ۲۹۰ کتاب ہذا۔

[3] لیکن مجرم قرار دینے سے قبل ایسا کوئی حکم نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا اس سے قبل پولیس کو اس بارے میں اپنا اختیار تمیزی استعمال کرنا چاہئے کہ وہ مالک کو وہ سامان جو اس نے چور سے حاصل کیا ہے دے یا نہ دے۔ مثلاً جو خطوط چور نے مخلوط کے ڈبے میں سے چرائے ہوں مکتوب الیہ کے نام روانہ کر دے یا نہ کرے۔

[4] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۵ (۱)، (۲)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مندرج ہوں اور جن کو بوقت سماعت مقدمہ پیش کر کے شناخت کرا لیا گیا ہو[1]۔
لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ضروریات تجارت کی بنا پر خریداروں کی
حفاظت ناگزیر معلوم ہوئی اور کامن لا نے اوائل ہی میں اس عام اصول
کے کہ "جس شخص کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو وہ (وہ چیز) کسی کو نہیں دے سکتا"
دو استثنا قائم کیے۔ ایک استثنا خود مال مسروقہ کی نوعیت پر اور دوسرا
مقام خریداری کی نوعیت پر مبنی ہے۔ ایک شخص چوری کے واقعے سے
قطعاً لاعلم ہونے کی حالت میں اگر مال مسروقہ کے عوض میں چور کو کوئی
قیمتی بدل ادا کرے تو اس کے مسروقہ ہونے کے باوجود وہ اس کا مالک
ہو جائے گا بشرطیکہ یا تو (۱) یہ مال مسروقہ زر نقد یا دستاویز قابل بیع دہری
ہو یا (۲) وہ مال مسروقہ کھلے بازار میں، اس کی طرف منتقل کیا گیا ہو۔
(۱) مروجہ سکے کو بے روک ٹوک چلانے کے لیے[2] قانون نے اس امر
کو ناگزیر سمجھا کہ اس زر نقد پر قابض کی حقیت کو تسلیم کرے جو (الف)
بطور قیمت ادا کر دیا گیا ہو اور (ب) گو کہ وہ خاص سکے اتفاقاً ہنوز
قابل شناخت ہوں لیکن کسی نیک نیت یا بندہ نے ان کو وصول کر لیا
ہو۔ لیکن کسی فقیر سے جس کو چور نے نہایت فیاضی کے ساتھ وہ رقم دے ڈالی
ہو یا چور کے کسی ساتھی سے جس کو کسی شرط میں ہارنے کی وجہ سے چور نے
وہ رقم حوالے کی ہو یا ان دکانداروں سے جنھوں نے اس کے ہاتھ
کچھ سامان فروخت کیا ہو اور وہ اس امر پر پوری طرح مطلع ہوں کہ وہ
رقم جو وہ بطور قیمت ادا کر رہا ہے اس پر اس کو جائز حقیت حاصل نہیں
ہے۔ اصل مالک اس رقم کا بھی مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور حال میں یہ بھی

[1] لیکن بہت واضح صورتوں میں وہ اشیا واپس کر دینا چاہییں چونکہ شخص ثالث جو ان کے قبضے سے محروم ہو گیا ہو اس کو حق مرافعہ حاصل نہیں ہوتا (بجز اس صورت کے کہ خود مقدمہ سزا کی نمائندگی سے مرافعہ کیا گیا ہو)۔
[2] لاطینی میں حکم ہے کہ "بے شک طریقہ یہ نہیں ہے ... کہ دیناروں (سکوں) کو قبول کیا جائے کیونکہ وہ باہم مشابہ ہوتے ہیں اور تمام ملک کے لیے ایک ہی سانچے میں ڈھلے ہوتے ہیں" (Eyre of Kent, 1 78).
[3] ۱۳۱۳ء اسی لیے تجربہ کار چور سامان کی جگہ رقم یا ہنڈیوں کی چوری کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ (اپنے مملوکہ و مسروقہ) سکے کی پہچان مشکل ہے اور سامان کے مقابلے میں ہنڈیوں کی قیمت اچھی آتی ہے کیونکہ اس کے منتقل الیہ کی حقیت میں کوئی کھٹکا نہیں رہتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طے ہوا ہے کہ اگر وہ سکّے سکہ ہائے رائج الوقت نہ تصور کئے جائیں بلکہ ان کو اشیا یا سامان کی حیثیت دی جائے تو اس خصوصی حق سے بھی فائدہ نہ اٹھایا جاسکے گا۔ چنانچہ جوبلی کی یادگار کا پانچ پونڈ کا سکّہ کسی نیک نیت خریدار بالمعاوضہ، نے اس کے ایک انوکھی چیز ہونے کی حیثیت سے حاصل کیا تھا اس لیے اصل مالک اس کی یا اس کی قیمت کی واپسی کا حقدار قرار دیا گیا تھا[1]۔ یہ امتیاز غالباً مناسب نہیں ہے چونکہ اس کا 261
نتیجہ یہ ہوا کہ اس سکے کو بجا طور پر حاصل کرنے والے کا حق ایک ایسے مشتبہ سوال پر مبنی کر دیا گیا جو غالباً خود اس شخص کے نزدیک بھی یقینی نہ ہو یعنی یہ کہ وہ آیندہ اس سکے کا کیا مصرف کرے گا۔

اسی طرح جو شخص بجا طور پر اور بادائی بدل کوئی دستاویز قابل بیع وشری (مثلاً بل آف ایکسچینج یا پرامیسری نوٹ[2]) وصول کرے اس کو ان دستاویزات پر حقیت حاصل ہوجاتی ہے۔ لہذا اگر کوئی نیک نیت شخص کوئی گم شدہ بل پڑا پائے تو اگرچہ اس بل پر خود اس کا کوئی حق نہیں پیدا ہوتا لیکن وہ حق عطا کرسکتا ہے۔

(۲) میلوں اور بازاروں میں اتنی دور دور کے لوگ جمع ہوجاتے تھے کہ قرون وسطیٰ میں خریدار کو اس بائع کے متعلق جس سے وہ وہاں معاملت

---

[1] (Moss v. Hancock, (1899) 2 Q.B. 110

[2] دستاویز قابل بیع وشری کے قابض کے متعلق عام حالات میں یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس نے بادائے بدل جائز طور پر اس کو حاصل کیا ہے، لیکن اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ جائز قابض کے ہاتھوں تک پہنچنے سے قبل وہ دستاویز چوری یا فریب کے ذریعے سے حاصل کرلی گئی ہے تو یہ قیاس قائم نہ رہے گا (قانون معاہدہ مصنفۂ این سن ایڈیشن ۷، باب ۹) آسٹریلیا میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ چور نے جس شخص کو رقم دی ہو اس سے واپس حاصل کرنے کے لیے اصل مالک کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ اس شخص ثالث کو صحیح حیثیت حاصل نہیں ہے۔

(Freedman v. Black (1911), 12 Commonwealth 105)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا تھا قطعاً کوئی ذرائع معلومات حاصل نہ ہوتے تھے لہذا ضرورت تھی کہ اس (خریدار) کے تحفظ کا کوئی خاص قانونی ذریعہ پیدا کیا جائے[1]۔ چنانچہ یہ بات قرار پاگئی کہ ایک چور بھی نہایت معمولی اشیا تک کی ملکیت منتقل کرسکتا ہے بشرطیکہ اس نے بازار کے دن ایسے مقام پر جس کو قانوناً ایک خاص قسم کے سامان کا بازار قرار دیا گیا ہو (مثلاً مویشی یا غلہ یا کپڑا) کسی نیک نیت خریدار کے ہاتھ وہ شے بقیمت فروخت کی ہو۔ کوئی تاجر جو شہر لندن کی کسی ایسی دوکان میں جس میں عامۃ الناس کے دکھانے کے لیے سامان رکھا جاتا ہو کوئی شے بجز اتوار اور تعطیل کے ایام کے کسی دن فروخت کرے تو اس کو کھلے بازار کی بیع کہا جائے گا، لیکن اگر کسی دوسرے تاجر کے ہاتھ سامان فروخت کیا جائے تو اس پر کھلے بازار کی بیع کا اطلاق نہ ہوگا[2] ان خصوصی مواقع کی بابت عام شہرت ہونے اور تعداد میں ان کے بہت
262 کم ہونے کی وجہ سے اس استثنائی کلیے کی بنا پر اس کا بہت کم امکان باقی رہ گیا تھا کہ اس سے چوروں کی ہمت افزائی ہوسکتی۔ لیکن موجودہ زمانے میں رسل و رسائل اور حمل و نقل کے ذرائع کی سہولتوں کی وجہ سے اس تحفظ کی کم ضرورت باقی رہ گئی ہے اور اسی بنا پر جدید قوانین کے ذریعے سے اس پر قیود و شرائط عائد کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ اب کھلے بازار میں فروخت ہونے کی وجہ سے اگر سامان کی ملکیت منتقل بھی ہوگئی ہو تب بھی درصورتیکہ چور یا ناجائز وصول کنندۂ سامان چوری یا مال مسروقہ کے وصول کرنے کے جرم میں سزایاب ہوجائے[3] تب بھی اس سامان کی ملکیت بار دیگر اصل مالک کی طرف منتقل ہوجائے گی۔ منشا اس قاعدے کا

---

[1] پولک اور میٹ لینڈ باب دوم صفحات ۱۵۴ تا ۱۶۴۔

[2] (Ardath Tobacco Co. Ltd. V. Ocker (1930), 47 T.L.R. 177.)

[3] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۵ (۱)۔ سرقے کی صورتوں کا یہ قاعدہ دغا یا فریبانہ تصرف کے جرائم صغیرہ کی صورتوں پر حاوی نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ہے کہ مالکوں کو مقدمہ چلانے کی ترغیب ہو (وہ عدالت جس نے حکم سزا صادر کیا ہو خود اس سامان کی واپسی کا حکم دے کر دیوانی دعوے کی زحمت سے بچا سکتی ہے[1]۔ اس حکم سے کوئی جدید حق پیدا نہیں ہوتا بلکہ محض اثبات جرم کی وجہ سے کھلے بازار کی بیع کا اثر باطل ہو جاتا ہے[2] لیکن اس اثبات جرم کا یہ اثر نہ ہوگا کہ اس کے ذریعے سے اس سامان کی سابقہ ملکیت کی بابت جو نزاع ہو اس کا بھی تصفیہ کیا جائے اسی بنا پر اگرچہ موجودہ قابض پر یہ لازم ہوگا کہ وہ سامان مالک سابق کو دیدے لیکن اگر موجودہ قابض نے ابتداءً کھلے بازار میں وہ سامان خریدا ہو تو مالک ابتدائی خریدکنندہ یا دوسرے درمیانی خریدکنندگان پر سامان کی واپسی کا دعویٰ نہ کر سکے گا[3] لہٰذا زر نقد یا دستاویز قابل بیع و شری کی صورت کے علاوہ جب

[1] لیکن اگر اس حکم سزا کی ناراضی سے مرافعہ کرنے کا نوٹس دیا جائے تو احکام بحالی اور بازدہی قبضہ دونوں معطل رکھے جائیں گے اور خواہ مرافعے کی بابت نوٹس دیا جائے یا نہ دیا جائے بحالی و بازدہی قبضے کا مسئلہ دس روز تک معطل رکھا جاتا ہے بجز اس کے کہ عدالت صادر کنندۂ حکم سزا اس کے خلاف حکم دے، ۱ ایڈورڈ ہفتم کلاز ۲۳ دفعہ ۶۔

[2] (Scattergood v. Sylvester (1850), 15 Q.B. 506.)

[3] قانون آڑھتیہ (Factors Act) ۱۸۸۹ء کے تحت، بہرحال (۵۲ و ۵۳ وکٹوریا کلاز ۴۵) ایک تجارتی کارندہ جس کے قبضے میں باجازت مالک وہ سامان ہو اگر کسی خریدار نیک نیت کے ہاتھ وہ سامان فروخت کر دے تو اس خریدار کو اس سامان پر ایسی ہی حقیت حاصل ہو جائے گی جیسی کہ اصل مالک کے اس سامان کو منتقل کرنے کی حالت میں ہوتی۔ خواہ اس تجارتی کارندے نے وہ سامان سرقہ فریب کے ذریعے سے ہی حاصل کیا ہو وہ غالباً اس ایکٹ کی اغراض کی حد تک قابض باجازت مالک قرار دیا جائے گا (Folkes v. King (1923) 1 K.B. 282.)

فیصلہ لارڈ جسٹس بکس دا سکروٹن

(London Jewellers Ltd. v. Attenborough (1934) 2 K.B. 206.)

نیز دیکھیے (Lake v. Simmons (1926) 2 K.B. 51, 72.) فیصلہ لارڈ جسٹس اٹکن۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملزم سرقے کا مجرم قرار پائے (لیکن عام طور پر دغا کی سزایابی پر نہیں[1]) مالک سامان کی واپسی کا دعویٰ کرنے کا مجاز ہو جاتا ہے۔ اور اس مستثنیٰ صورت میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر چور نے مسروقہ رقم سے کچھ اشیا خرید کر لی ہیں تو رقم کا مالک وہ اشیا چھین سکتا ہے اور چور ان اشیا کو اس سے واپس
263 نہیں پا سکتا[2]۔ چونکہ مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی رقم کا تعاقب کرے[3] اور جو اشیا بعد میں اس رقم کے ذریعے سے خریدی جائیں اور اس رقم کی قائم مقام ہوں اُن پر قبضہ کرے[4]۔ قانون سرقہ[5] ۱۹۱۶ء میں لفظ جائداد کے اندر صرف وہی جائداد داخل نہیں ہے جو ابتدا میں لی گئی ہو بلکہ ہر وہ جائداد داخل ہے جس میں وہ تبدیل کر دی گئی ہو یا جس سے اس کا مبادلہ کر لیا گیا ہو۔ وہ نیک نیت خریدار[6] جس کے مقابل میں واپسی سامان کا حکم صادر کیا گیا ہو عدالت سے یہ درخواست کر سکتا ہے کہ ملزم کی گرفتاری کے وقت اگر اس کے پاس سے کوئی رقم برآمد ہوئی ہو تو اس میں سے (اس سامان کی قیمت کے طور پر) جو رقم خود اس نے ادا کی تھی وہ واپس دیدی جائے[7]۔

---

[1] دیکھئے صفحہ ۲۹۰ کتاب ہذا۔

[2] (Cattley v. Lowndes (1885) 2. T.L.R. 136.) نیز مقابل کیجئے (17 Q.B.D. P. 601)

[3] لیکن نیک نیت خریدار جس نے بدل ادا کیا ہو اس کی حد تک نہیں، دیکھئے صفحہ ۲۹۰ کتاب ہذا۔

[4] لیکن اگر ایک سادہ چیک کے فارم کی چوری کی بابت کسی شخص کو مجرم قرار دیا گیا ہو تو اس رقم کی بازدہی کی بابت حکم نہیں دیا جا سکتا جو چور نے اس فارم پر جعلی چیک بنا کر اور اس کو تحویل دہ کر کے حاصل کی ہو، چونکہ ایسی صورت میں راست قائم مقامی نہیں ہوتی۔

[5] دفعہ ۴۶ (۱)۔

[6] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۵ (۳)۔

[7] اگر کسی گرودار کے پاس مسروقہ سامان کسی ایسی رقم پر جو دس پونڈ سے زائد نہ ہو گرو کر دیا گیا ہو تو اس بارے میں حکم سزا صادر کرنے والی عدالت کو معاوضہ دلانے کا اور بھی زیادہ اختیار حاصل ہے۔ عدالت مذکور مشروط حکم بازدہی دے سکتی ہے یعنی یہ کہ مالک گرودار کو وہ قرضہ یا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ملاحظہ کیا جائے گا کہ ہم نے جن قواعد اور کلیات کی توضیح بیان کی ہے ان میں سے کسی کلیے میں ذیل کی صورتوں کے متعلق احکام موجود نہیں ہیں: (۱) جب چور واقعاً مجرم ہونے کے باوجود بری کر دیا جائے۔ یا (۲) جب مزید سامان کے چوری جانے کا ادعا کیا جائے اور فرد جرم میں وہ درج نہ ہو یا (۳) جب پولیس مال مسروقہ گرفتار کرلے لیکن چور گرفتار نہ ہوا ہو۔ اسی بنا پر پولیس پراپرٹی ایکٹ ۱۸۹۷ء (Police Property Act 1897) کے تحت ان عدالتوں کو جنھیں سرسری سماعت کے اختیارات حاصل ہیں زیادہ وسیع اختیارات عطا ہو گئے ہیں یعنی یہ کہ وہ عدالتیں اس سامان کو جو کسی فوجداری مواخذے کی بنا پر پولیس کے قبضے میں آئے کسی ایسے شخص کے حوالے کر سکتی ہیں جو بظاہر اس کا مالک معلوم ہو۔ اس حکم کے صادر ہونے کے چھ ماہ بعد وہ شخص اس سامان کا قطعی اور ناقابل انکار مالک ہو جاتا ہے[1]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- اس کا کوئی جزو ادا کرے۔ (اگر مالک اس گرو دار پر عدالت دیوانی میں نالش کرے تو وہاں اس طرح کی کوئی شرط نہیں لگائی جا سکتی) عدالت اس امر کا لحاظ کرے گی کہ آیا اس معاملے میں گرو دار کی غفلت تھی یا مالک کی۔ لیکن اگر ایک گرو کے سلسلے میں دس پونڈ سے زائد قرضہ ہو تو ایسی صورت میں ایسا کوئی عام اختیار عدالت کو حاصل نہیں ہے۔

[1] جب متعدد اشخاص کو اس مال کی ملکیت کا ادعا ہو تو پولیس کو چاہئے کہ ہمیشہ عدالت سے درخواست کرے

(Betts v. The Receiver for the Metropolitan Police District, (1932) 2 K.B. 595.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب (۱۴)

264

ملازم کا خیانت مجرمانہ (تغلب)

بہت زمانے قبل یعنی (۱۵۲۹ء) میں (۲۱ ہنری ہشتم باب ۷) ملازمین کی فوجداری ذمہ داری[1] کو وسیع تر کر دیا گیا تھا اور وہ نہ صرف ان صورتوں ہی میں ذمہ دار ہوتے تھے جب ان کے آقا کوئی قیمت رکھنے والا سامان ان کی نگرانی میں دے دیتے تھے بلکہ اس وقت بھی ذمہ دار ہوتے تھے جب ان کے آقاؤں کی جانب سے کوئی ایسا سامان کامل طور پر ان کے قانونی قبضے اور تحویل میں دے دیا جاتا تھا۔ ملازمین کی جانب سے ایسے سامان کا تغلب جرم کبیر قرار دیدیا گیا تھا۔ لیکن جب آقا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص کوئی سامان آقا کے حساب میں ملازم کے قانونی قبضے میں دیتا اور اس کا یہ منشا ہوتا کہ اس طرح سامان کا قبضہ (خواہ مع حق ملکیت یا بلا حق ملکیت) آقا کے حق میں منتقل کرے تو ایسی صورت میں مذکورہ ایکٹ کا اطلاق نہ ہوتا تھا صورت حال یہ پیدا ہو جاتی تھی کہ سامان حوالے کرنے والے کا اس سامان پر قبضہ باقی نہیں رہتا تھا اور ایک خاص وقت تک وہ آقا کے قبضے میں بھی نہ پہنچتا تھا لہذا اس دوران میں وہ خود ملازم ہی کے قبضے میں رہتا تھا جب تک ملازم اس سامان کو واقعی طور پر آقا کے حوالے نہ کر دیتا یا یہ اقرار کر کے

---

[1] دیکھئے صفحہ ۲۱۵ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ اس سامان پر اس کا قبضہ محض نگران کی حیثیت سے ہے، تعبیری طور پر اس کی حوالگی عمل میں نہ آجاتی، اس وقت تک یہی تصور کیا جاتا تھا کہ سامان ملازم ہی کے قبضے میں ہے، بنا بریں اگر وہ اس سامان کو اپنے تصرف میں لے آتا تو اس کے اس تصرف پر سرقے کا اطلاق نہ ہو سکتا تھا۔ (لیکن کسی قدر بے اصول طور پر ہماری دیوانی عدالتوں نے یہ قرار دیدیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ملازم کو اس طرح سامان حوالے کردے تو اس سامان پر اس حد تک آقا کا قبضہ عمل میں آجاتا ہے کہ اس کے ملازم کے قبضے میں[1] ہونے کی حالت میں بھی اگر ملازم کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس پر مداخلت بیجا کرے تو آقا کو اس شخص کے خلاف ہرجے کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہو جائے گا)۔ لہٰذا اگر بنک کا خزانچی اپنی میز پر رقم وصول کرے اور اس کو بنک کی بجوری میں رکھنے کے بجائے اپنی جیب میں رکھ لے اور اپنے تصرف میں لے آئے تو وہ سرقے کا مجرم نہ ہوگا۔ وہ رقم چونکہ بنک کے مالکوں کے قبضے میں نہیں پہنچی تھی لہٰذا قانوناً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خزانچی نے وہ رقم ان سے 'لی'۔ اس اصول کی وجہ سے مالکوں کے لیے[2] اتنے زبردست خطرات پیدا ہو گئے کہ ۱۷۹۹ء میں سرکار بنام بیزلی کے مقدمے کے ذریعے سے جب یہ اصول معین طور پر طے ہو گیا تو مجلس وضع قوانین نے فوراً ہی ایک قانون[3] منظور کیا جس کے ذریعے سے کسی ملازم یا محرر کی جانب سے کسی ایسے سامان یا رقم کا تغلب[4] جو آقا کے لیے وصول کی گئی ہو، گو وہ اشیا واقعی طور پر خود آقا کے قبضے میں نہ بھی پہنچی ہوں، جرم کبیر قرار دیا گیا۔[5] اس جرم کے متعلق نافذ الوقت قانون اس طرح ہے: 265

---

[1] پولک اور رایٹ (کامن لا میں تبضہ) صفحہ ۱۳۰ (1 Hale P. C. 668.)

[2] (2 Leach 835 (K.S.C. 305)

[3] ۳۹ جارج سوم کلاز ۸۵۔ تاریخ قانون فوجداری از سر جیمز اسٹیفن باب سوم صفحہ ۱۵۲۔

[4] یہاں مولف نے اصطلاح تغلب کے انگریزی مترادف (embezzle) کی لسانیاتی تحقیق و تاریخ بیان کی ہے اور اسی پر ایک حاشیہ بھی ہے یہ دونوں یہاں غیر ضروری ہونے کے باعث حذف کر دیے گئے۔ (مترجم)

[5] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"ہر شخص جو محرر یا ملازم ہو، یا بحیثیت محرر یا ملازم اس سے کام لیا گیا ہو، اگر کسی ایسے سامان، زر نقد یا کفالت المال کا از روئے فریب تغلب کرے جو اس کے آقا کی یا ایسے شخص کی طرف سے جس نے اس سے وہ کام لیا ہو یا ان کے نام سے یا ان کے حساب میں حوالے کی گئی ہو یا وصول کی گئی ہو یا قبضے میں لی گئی ہو۔ جرم کبیر کا مجرم متصور ہوگا۔[1]

چونکہ اس کی حیثیت ایک معتمد علیہ کی ہوتی ہے اس لئے وہ سرقہ سادہ کی سزا سے زائد سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ اس کو سزا دی جا سکتی ہے جس کی میعاد چودہ سال سے زائد اور تین سال سے کم نہ ہو گی یا قید با مشقت یا بلا مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے جس کی میعاد دو سال سے زائد نہ ہو اور (اگر مجرم مرد ہو اور اس کی عمر سولہ سال
266 سے کم ہو تو) تازیانے کی سزا بھی دی جا سکتی ہے (قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعات ۱۷، ۳۷)۔

تغلب کے جرم میں تین امور قابل غور ہوتے ہیں: (۱) وہ شخص جو اس جرم کا ارتکاب کر سکتا ہے (۲) وہ مال یا جائداد جس کے متعلق اس جرم کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے (۳) طریقۂ ارتکاب۔

(۱) پہلے امر کے سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محرر یا ملازم کس شخص کو کہا جا سکتا ہے (اس مقام پر دوسرے لفظ کے اندر پہلے لفظ کا مفہوم بھی داخل ہے)۔ اس سوال کی بنا پر اکثر اوقات بڑی عملی دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر الف کو ب نے بالمعاوضہ اپنا کام لینے کے لیے

---

[1] اسی دفعہ کے ذریعے سے کسی شخص کا جو سرکاری ملازمت یا پولیس میں ہو کسی سامان، رقم یا کفالۃ المال کا جو اس کے سپرد کی گئی ہو یا اس نے وصول کی ہو یا بحیثیت اپنی ملازمت کے اپنے قبضے میں لی ہو تغلب کرنا یا فریبانہ طریقے سے استعمال کرنا اسی طرح جرم کبیر قرار دیا گیا ہے۔ بنک آف انگلینڈ کے عہدہ داران یا ملازمین اگر بنک نوٹس یا (وارنٹ) اجازت ناموں کا تغلب کریں تو یہ ایسا جرم کبیر ہوگا جس کی بنا پر حبس دوام کی سزا دی جا سکے گی (قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۱۹)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقرر کیا ہو تو یہ لازم نہیں ہے کہ الف ب کا ملازم ہو بلکہ ممکن ہے کہ اس کی حیثیت محض ایک کارندے اور ایک 'آزاد متاجر' کی ہو[1]۔ جب تک کہ اس معاملے کی رو سے جو اس کے اور ب کے درمیان ہوا ہے وہ خود کو اتنے مکمل طریقے سے ب کے قابو میں نہ دیدے کہ کار منصبی کے متعلق ب جتنے جائز احکام دے اس کو ان کی تعمیل کرنا لازم ہو، وہ 'ملازم' نہ سمجھا جائیگا[2] ملازم ہونے کی حالت میں ب اس کو صرف یہی حکم نہ دے سکے گا کہ وہ فلاں کام کرے بلکہ یہ بھی حکم دے سکے گا کہ اس کام کو اس کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دے[3]۔ اس امر کے معلوم کرنے کے لیے آیا فریقین میں جو معاہدہ ہوا ہے اس کی رو سے ب کو اتنے مکمل اختیارات حاصل ہیں یا نہیں، ہمیں اولاً یہ معلوم کرنا چاہئے کہ آیا شرائط معاہدہ ضبط تحریر میں لائے گئے تھے۔ اگر لائے گئے تھے تو یہ کام عدالت کا ہوگا کہ وہ اس امر کی تعیین کرے کہ ان شرائط کی رو سے اتنے مکمل قابو کا حق پیدا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر معاہدہ زبانی ہو تو اس سوال کا تصفیہ جوری سے متعلق ہوگا۔ جوری کو اس عمل کی تشخیص کے سلسلے میں چند باتوں پر غور کرنا چاہئے گو کہ ان میں سے کوئی بات بجائے خود اس مسئلے کے تصفیے کے لیے کافی نہیں ہے تاہم کسی حد تک اس امر کا اندازہ (الف) کام کی نوعیت سے ہو سکتا ہے، چنانچہ جس شخص کو تجارتی ضرورتوں سے سفر پر روانہ کیا جاتا ہے وہ عموماً ملازم نہیں ہوتا[4]۔ علاوہ اس کے یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ 267

---

[1] (Laws of Torts.) مرتبۂ پولک تیرھواں ایڈیشن باب سوم۔

[2] (Reg v. Negus (1873), 2 C.C.R. 34 (K.S.C. 306)

[3] آپ اپنے باورچی کو حکم دے سکتے ہیں کہ آلوؤں کو تلے نہیں بلکہ ان کا بھرتہ بنائے۔ لیکن اپنے دندان ساز کو بہت سے ایسے کام کرنے سے آپ نہیں روک سکتے جو آپ کو پسند نہیں ہیں اور جن کو وہ لازمی طریقے سے انجام دے گا" (سرجان سائمن)۔

[4] کرایے کی گاڑیاں ہانکنے والوں کے متعلق دیکھیے (Smith v. G. M. C.C. Ltd. 1911 A.C. 188)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) کار منصبی کی انجام دہی میں کس قدر وقت صرف کرنے کا معاہدہ ہوا ہے۔ اگر یہ طے ہوا ہے کہ الف اپنا پورا وقت ب کو دے گا تو اس سے اس کے ملازم ہونے کی قوی شہادت ملتی ہے، گو یہ بھی قطعی ثبوت نہیں ہے اس کے برخلاف پورا وقت دینا ملازمت کے لیے لازم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ملازم ہو اور وہ اپنا یا دوسرے مالکوں کا کام بھی انجام دیتا ہو۔ یہ ممکن ہے کہ اس کو مستغیث نے صرف ایک ہی کام کی حد تک ملازم رکھا ہو، اور واقعہ یہ ہے کہ آقا اور ملازم کا تعلق محض واقعی صورت حال کا ہوتا ہے اور یہ تعلق اس وقت بھی ہوسکتا ہے جب کہ کوئی ایسا معاہدہ موجود نہ ہو جس کی بنا پر ملازم جتنی مدت تک کام کرنا چاہے اس سے زیادہ مدت تک کام کرنے پر مجبور کیا جاسکے[1]۔

تیسرا قابل غور امر (ج) معاوضۂ خدمت کی ادائی کا طریقہ ہے۔ ایک معینہ معیار کے گزرنے پر (جیسے ماہ بماہ) تنخواہ یا اجرت کے ملتے رہنے سے اس امر کی ایک گونہ شہادت ملتی ہے کہ تنخواہ یا اجرت کا وصول کنندہ ملازم ہے[2]، چنانچہ انجمیں عموماً اپنے خازنوں کو برائے نام ایک سالانہ رقم مثلاً ایک شلنگ ادا کیا کرتی ہیں تاکہ ان کو قانون تغلب کا تحفظ حاصل رہے اس کے خلاف کمیشن یا منافعے کے کسی حصے کے ادا کرنے سے ایک حد تک یہ پتا چلتا ہے کہ ان کے درمیان میں آقا اور ملازم کا تعلق نہیں ہے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک امر کی بنا پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کونسی جائداد کا تغلب ہوسکتا ہے۔ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ لندن میں یہ لوگ عموماً ملازم نہیں ہوتے بلکہ گاڑی کے مالک کو آمدنی کا ایک جزو ادا کرتے ہیں اگر بددیانتی سے کم ادا کریں تو وہ فریبانہ تصرف بیجا کے مرتکب ہونگے دیکھئے صفحہ ۲۷۲ کتاب ہذا۔

[1] (Reg. v. Foulkes (1875), 2 C.C.R. 150 (K.S.C. 309)

[2] (Reg v. Negus note 2, P. 266 ante.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلسلے میں ہمیں یہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ قانون سرقہ کے تحت تغلب سے مراد صرف ایسی چیزوں کا تصرف ہے جو ملزم نے اپنے آقا یا ایسے شخص کے لیے یا اس کے نام سے یا اس کے حساب میں وصول کی ہوں جس نے اس سے وہ خدمت متعلق کی ہو۔ لہذا ملازم صرف ان چیزوں کا تغلب کر سکتا ہے جو اس نے ملازم ہونے کی حیثیت سے وصول کی ہوں۔ دکان کا نوکر اگر ایسا سامان فروخت کرے جس کے فروخت کرنے کا وہ مجاز ہو (یا کوئی کاریگر اپنے آقا کے گاہک کا اور اپنے آقا کے اوزاروں سے کوئی ایسا کام کرے جس کے کرنے کا اور اس کی بابت اجرت وصول کرنے کا وہ مجاز ہو) اور گاہک کی دی ہوئی رقم پر وہ خود متصرف ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ تغلب کا مرتکب سمجھا جائے گا[1]۔ لیکن ملازم اگر اپنے کسی ایسے فعل کے ذریعے سے کوئی چیز وصول کرے جو اس کے بیرون اختیار ہو اور اس چیز کو اپنے تصرف میں لے آئے تو اس کا یہ تصرف تغلب میں داخل نہ ہوگا چنانچہ اگر کسی شخص کا کوچمین اس امر کو اپنے ذمے لے لے کہ وہ اپنے آقا کی گاڑی کرایے پر بھی چلا دیا کرے گا، لیکن جو کرایہ آئے اسے شراب پی کر اڑا دے تو وہ کوچمین اس رقم کے تغلب کا مجرم نہ سمجھا جائے گا[2]۔ یا اگر کوئی عورت جو کسی دکان میں صرف خزانچی کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے ملازم ہو اور وہ اپنے ذمے یہ کام لے لے کہ اپنے ڈسک کے قریب بیٹھی فیتے بھی بیچا کرے گی اور فیتوں کی جو قیمت ملے اس کو اپنے تصرف میں لے آئے تو وہ اس رقم کے تغلب کی مجرم نہ ہوگی (گو کہ خود فیتوں کے سرقے کی مجرم سمجھی جائے گی[3])۔ اسی طرح اگر کوئی ملازم اپنے آقا کے نام کا جعلی چک بنا لے اور اس کی رقم 263

---

[1] (Rex. v. Hoggins (1809), R. and R. 145 (K.S.C. 314)

[2] (Reg. v. Cullum (1873), 2 C.C.R. 28 (K.S.C. 311) فیصلۂ جسٹس بلیک برن۔

[3] Reg. v. Wilson (1839), 9 C. and P. 27 (K.S.C. 313)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وصول کرلے تو چونکہ ملازم ہونے کی حیثیت سے وہ اس رقم کو وصول نہیں کرتا لہٰذا اس کو لے کر چل دینے سے وہ تغلب کا مرتکب نہ ہوگا[1]۔ لیکن اگر وہ ایسے چک کی رقم پر تصرف کرلے[2] یہ ضروری نہیں ہے کہ جو شخص ملازم کو رقم ادا کر رہا ہو وہ اس رقم کو آقا کے حساب میں ادا کرے یا اس کو آقا کے وجود کا علم بھی ہو بلکہ اگر ملازم اس رقم کو ملازم ہونے کی حیثیت سے اپنے آقا کے حساب میں وصول کرے تو جرم کے اطلاق کے لیے کافی ہے[3]۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ملازم صرف اس چیز کا "تغلب" کر سکتا ہے جو اس نے اپنے آقا کے لیے وصول کی ہو لیکن اگر کوئی رقم اس کو آقا سے ملی ہو تو اس پر تصرف کر لینے سے وہ تغلب کا مجرم نہ ہوگا بلکہ سرقے کا مجرم ہوگا۔ سرقے کے اطلاق کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ رقم اس کو براہ راست آقا نے ہی دی ہو بلکہ اگر اس کے کسی ملازم کے توسط سے بھی اس حد تک پہنچی ہو تو کافی ہے[4]۔ لیکن اگر اسی ملازم کے توسط سے اسے کوئی ایسی رقم وصول ہو جو اس کو کسی شخص غیر نے ان کے آقا کے لیے دی ہو اور یہ اس رقم کو اپنے تصرف میں لے آئے تو ایسی حالت میں اس رقم کے تغلب کا مرتکب سمجھا جائے گا کیونکہ وہ رقم آقا تک نہیں پہنچی بلکہ اس نے اس کو راستے ہی میں روک لیا[5]۔ اگر یہ ملازم اس رقم کو آقا کی تجوری میں رکھ دیتا[6] اور اس کے بعد اس کو نکالتا اور اپنے تصرف میں لے آتا تو اس صورت میں اس کا جرم تغلب نہ ہوتا بلکہ سرقہ ہوتا۔ اسی طرح وہ شخص جس نے 269

---

[1] (Reg. v. Aitken (1883), C.C.C. Sess Pap. X CVII 336 (K.S.C. 315)

[2] (Rex. v. Grubb, (1915), 2 K.B. 683.)

[3] (Rex. v. Murray (1820), 1 Moody 276 (K.S.C. 318)

[4] (Reg. v. Masters (1848), 1 Den. 332 (K.S.C. 319)

[5] مقابلہ کیجئے (Rex. v. Sullens (1826), 1 Moody 129 (K.S.C. 320)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اولاً گھاس کا گٹھا آقا کے احاطے میں[1] یا اس گاڑی یا ڈھیر میں رکھدیا ہو جو اس کے آقا کی ملک (یا قبضے میں) میں تھی اور اس کے بعد اس گٹھے کو وہاں سے اٹھا کر لے گیا، سرقے کا مرتکب سمجھا جائے گا نہ کہ تغلب کا۔

ان مثالوں سے بخوبی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس امر کا تعین کرنے میں کہ ملازم سرقے کا مجرم ہے یا تغلب کا اکثر اوقات کتنا نازک امتیاز قائم کرنا پڑتا ہے۔ قبضے کا اصول اس قدر نازک اور اصطلاحی ہے کہ بعض اوقات یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوجاتا ہے کہ ایک شخص کے مقابلے میں ان دو جرائم میں سے کس جرم کی فرد قرارداد جرم مرتب کی جائے، نتیجہ یہ تھا کہ اکثر اوقات انصاف رسانی ناممکن ہوجاتی تھی۔ لیکن اب یہ صورت بہت شاذ ہوتی ہے کیونکہ فرد جرم کی حد تک اس امر کا پورا پورا تعین ضروری نہیں رہا۔ قانونِ سرقہ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۴۴ (۲) میں محکوم ہے کہ اگر ملزم پر چوری کا الزام قائم کیا گیا ہو اور شہادت سے یہ ثابت ہو کہ اس سے حقیقۃً تغلب کا ارتکاب عمل میں آیا ہے (یا اس کا عکس) تو جوری ثابت شدہ جرم کا مجرم قرار دے سکتی ہے۔ لیکن پھر بھی اس دشوار امر کی تشخیص باقی رہ جاتی ہے کہ شہادت سے کونسا جرم ثابت ہوتا ہے۔

(۳) اس جرم کے طریقۂ ارتکاب کے متعلق یہ امر قابل غور ہے کہ چونکہ تغلب کے ارتکاب میں قبضے کی حد تک کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوتی لہذا 'فریبانہ' تصرف کا ثابت کرنا اکثر دشوار ہوجاتا ہے رقم لیکر فرار ہوجانے سے[2] یا اس کی وصولی سے انکار کرنے سے یا اس کی ادائی سے بالارادہ گریز کرنے سے اس کا ثبوت ہوسکتا ہے۔ لیکن صرف ترک ادائی چونکہ محض لاپروائی کی بنا پر بھی ہوسکتی ہے اس لیے تصرف کے ثبوت

---

[1] (Reg. v. Hayward (1844), 1 C. and K. 518 (K.S.C. 821)

[2] (Rex. v. Williams (1836), 7 C. and P. 338 (K.S.C. 822)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لیے کافی نہیں ہے[1]؛ اور اس سے زیادہ ناکافی ملازم کے حسابات میں محض کمی کا ہونا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی کتابوں میں اپنے نام پر ان رقوم کا اندراج نہیں کیا جس سے اس کی جملہ وصول شدہ رقم کی میزان مطابق ہو جاتی۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس کی غفلت کی بنا پر وہ رقم کھو گئی ہو اور غفلت خواہ کتنی ہی شدید کیوں نہ ہو اس کو مجرمانہ بددیانتی نہیں سمجھا جا سکتا[2]۔ اور اگر اس نے وہ رقم خرچ کر ڈالی ہو تو اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا کہ اس نے اس کو اپنے آقا کے لیے صرف نہیں کیا۔ علاوہ ازیں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ واقعاً بددیانتی سے رقم پر تصرف کیا گیا ہے اور محض اس قدر ثابت کیا گیا ہو کہ چوری کی وجہ سے حسابات میں 'عام کمی' واقع ہو گئی ہے تو یہ کافی نہ سمجھا جائے گا[3]۔ اس کی بھی شہادت ہونا چاہئے کہ جو خاص رقم فرد جرم میں درج کی گئی ہے اس کا تصرف ہوا ہے اور اسی تاریخ و مقام پر ہوا ہے جو اس میں درج ہے، چونکہ اگر ایسا نہ ہوا اور ملزم کو بار دیگر اسی جرم میں ماخوذ کیا گیا تو اس کو 'برأت ماقبل' یا 'سزایابی ماقبل'[4] کا عذر پیش کرنے کا موقع حاصل نہ رہے گا۔

بددیانت محرر تغلب کے الزام سے اکثر صاف چھوٹ جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ امر بالکل ظاہر ہو کہ رقم انھوں نے وصول کی اور اس کا اندراج کئے بغیر یا وصول یابی کی رسید دیے بغیر داب رکھی تو

270

---

[1] (Rex v, Jones (1837) 7 C. and P. 833 (K.S.C. 322) لہذا عدم ادائی کے علاوہ اس کے حسابات میں عدم اندراج بھی ثابت کیا جانا چاہئے۔

[2] (Lanier v. Rex (1914) 24, Cox 53.)

[3] (Rex v. Lloyd Jones (1838), 8 C. & P. 288.) اور دیکھیے صفحہ ۲۷۱ حاشیہ کتاب ہذا۔

[4] صفحہ ۵۶۱ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس وقت بھی واقعی تصرف کا ثابت کرنا دشوار ہوتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۷۵ء میں سر جان لیوبک کی تجویز پر ایک قانون منظور کیا گیا جو عام طور پر پولس ایکٹ[1] کے نام سے موسوم ہے، اس کی رو سے اگر کوئی محرر یا ملازم بالارادہ فریب دینے کی نیت سے اپنے آقا کے حسابات میں کوئی غلط اندراج[2] کرے یا کسی اندراج میں ترمیم کرے یا کسی ضروری اندراج کو خارج کرے تو یہ جرم صغیر شمار کیا جائے گا اور اس کی بنا پر سات سال کی سزا دی جا سکے گی۔ جھوٹا حساب رکھنے کے جرم کا عام طور پر اس وقت الزام قائم کیا جاتا ہے جب کسی محرر کے متعلق جس کو گاہک نے کوئی رقم دی ہو یہ شبہہ پیدا ہو کہ اس نے وہ رقم چرا لی ہے، لیکن واقعی طور پر اس سے زائد کچھ ثابت نہ ہو سکتا ہو کہ اس نے وہ رقم خریدار کے کھاتے میں باقی نہیں رکھی۔ اگر وہ رقم جو اس کے پاس ہونا چاہئے صحیح طور پر اس کی کتابوں میں درج ہو تو واقعی طور پر وہ رقم محرر کے پاس موجود نہ ہونے کی وجہ سے وہ اندراج قانون مذکور کے اعتبار سے 'غلط' اندراج نہ تصور کیا جائے گا۔ 271

یہ ظاہر ہے کہ صرف ملازمین اور محررین ہی ان لوگوں میں نہیں ہیں جن کو اعتماد کی حیثیت حاصل ہونے کی وجہ سے ایسی بد دیانتی کے افعال کے ارتکاب کا موقع حاصل ہو جاتا ہے اور جن کے خلاف انھیں وجوہ اعتبار کی بنا پر جو اس فعل کو اخلاقاً اور بدتر بنا دیتے ہیں کامن لا کے تحت کوئی فوجداری ذمہ داری عائد نہ ہوتی تھی۔ ہم ایسی صورت کی طرف اشارہ کر چکے ہیں[3] جس میں کسی شخص کا کارندہ اس کے مقابل میں فریب کا مرتکب ہو

---

[1] ۳۸ و ۳۹ وکٹوریا کلاز ۲۴۔

[2] ۔ مثلاً موٹر ٹیکسی کے میٹر ہی کو بگاڑ دیا جائے تاکہ میٹر کے ذریعے سے نشاندہی و اندراج نہ ہو سکے۔

(Rex v. Solomons (1909) 2. K.B. 980)

[3] صفحہ ۲۶۶ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کارندگی کے معاہدے سے اصل کو ایسا اختیار اور قابو نہیں پیدا ہوتا جس سے کارندے کو "ملازم" سمجھا جائے اور اس طرح اس کو قانون تغلب کے تحت لایا جا سکے۔ اسی طرح ایک امین کو ان اشیا پر جو مؤتمن لہٗ کے لیے اس کے پاس ہوتی ہیں قبضہ نیز قانونی ملکیت حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے اشیائے امانتی پر تصرف کر لینے سے کامن لا کے تحت وہ کسی جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا۔ کامن لا نے امانتوں کے وجود کو دیوانی اغراض کی حد تک بھی نظر انداز کر دیا تھا اور خیانت کی بنا پر کسی جرم کا عائد ہونا تو کجا اس کے ذمے کوئی قرضہ بھی واجب الادا نہ ہوتا تھا۔

خوش قسمتی سے اس زمانے میں قانون فوجداری کو اس امر کی حد تک وسعت دی گئی جس کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ چنانچہ بہت زمانے قبل یعنی ۱۸۱۱ء میں کارندوں کے تصرفات کے متعلق چند قیود عائد کئے گئے تھے ان کو ۱۹۱۶ء کے قانون سرقہ[1] میں پوری وسعت دیدی گئی۔ اس قانون کے تحت وہ شخص جرم صغیر کا مرتکب سمجھا جائے گا جو کسی ایسی جائداد کو یا کسی ایسی جائداد کے محاصل کو فریبانہ طور سے[2] اپنے یا کسی دوسرے شخص کے تصرف[3] میں لے آئے (جو اس کو منفرداً یا کسی دوسرے شخص کے ساتھ مشترکاً):—

(۱) اس غرض سے امانت میں دی گئی[4] ہو کہ وہ جائداد یا اس کا

---

[1] دفعہ ۲۰ (۱) فقرہ ۴۔ یہ جائداد غیر منقولہ اور منقولہ دونوں پر حاوی ہے۔

[2] یعنی بالارادہ اور دانستہ طور پر۔ مقابلہ کیجیے صفحہ ۲۷۵ حاشیہ ۶۔

[3] محض عدم ادائی کافی نہیں ہے۔

[4] اس کی سپردگی (امانت) میں آگئی ہو خواہ اس جائداد کا مالک اس کے وجود پر مطلع نہ ہو اور اس جائداد کو اس کی سپردگی میں دینے کی اس کی کوئی نیت نہ ہو۔ اتنا کافی ہے کہ وہ اس جائداد کا امین (سپردوار) ہو جائے (Rex. v. Morter (1927), 20 Cr. App. R. 53.)

فرد قرارداد جرم میں ایسی عام کمی کا اندراج نہ ہونا چاہیئے جو کچھ عرصے اور مدت پر مشتمل ہو بجز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

272 کوئی جزو یا اس کے کسی قدر محاصل محفوظ رکھے جائیں[1] یا کسی غرض یا کسی شخص کے لیے صرف کر دیے جائیں یا ان کے لیے یا ان کو حوالے یا ادا کر دیے جائیں[2]، یا

(۲) کسی دوسرے شخص کے لیے یا اس کے حساب میں وصول ہوئی ہو[3]

فریب کا وجود ضروری ہے۔ محض لاپروائی کی وجہ سے، خواہ وہ لاپروائی کتنی ہی زیادہ ہو، کسی کارندے پر فوجداری الزام قائم نہیں ہوتا مثلاً ریل گاڑی میں کوئی شے چھوڑ دی جائے یا کاروبار کے لیے سفر کرنے والا اس رقم کے متعلق غلطی کرے جو اس کو بطور سفر خرچ وضع کرنا چاہیے اس جرم صغیر کی انتہائی سزا سات سال کی ہے اور اس طرح سرقۂ سادہ کی سزا سے زائد ہے، لیکن اس جرم کی بابت جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے[4]۔ یہ دفعہ جائداد غیر منقولہ کے رہن کے معاملات سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- اس کے کہ کسی معینہ تاریخ پر ایک مجموعی مقدار حوالے کرنا فرض ہو

(Rex v. Sheaf (1925) 89 J.P. 207.)

[1] جیسے ٹرسٹیپر جو معاہدۂ خریداری بعوض اقساط کرایہ، کے تحت کسی شخص کے قبضے میں ہو۔

[2] جیسے مالک مکان کسی مقیم کو ایک پونڈ دے کر اپنا ٹیکس ادا کرنے کے لیے بھیجے، یا کسی جائداد کا کارندہ کسی کرایہ دار کا کرایہ وصول کرے، یا حصص کمپنی وغیرہ کی خرید و فروخت کرنے والا دلال سرکاری کفالت المال کے خریدنے کے لیے کسی شخص سے سو پونڈ وصول کرے، یا کسی خیرات خانے کے مہتمم کو محتاجوں کے لیے ہفتے کے خرچ کی رقم دی جائے، یا کوئی کمیشن ایجنٹ کوئی شے فروخت کرنے کی غرض سے وصول کرے۔

[3] دیکھیے صفحہ ۲۶۷ کتاب ہذا۔ اور مقابلہ کیجیے ۲۷۱ حاشیہ نمبر ۵ کتاب ہذا۔

[4] اس قانون کی دفعہ ۲۰ (۱) فقرہ ۲ کے تحت کسی جماعت سندیافتہ کے ایسے ڈائرکٹر یا رکن یا عہدہ دار کو جو اس جماعت سندیافتہ کی کسی جائداد کو قریبانہ طور پر اپنے تصرف میں لے آئے (جرم صغیر) سزا مقرر کی گئی ہے۔ اس دفعہ کا اطلاق ایسے ڈائرکٹر پر بھی ہوگا جو کمپنی کے جملہ حصص کا خودری مالک ہو۔ کمپنی کے ڈائرکٹروں اور عہدہ داروں کا جھوٹے حسابات بنانا اور غلط بیانات دینا قانون سرقہ ۱۸۶۱ء (۲۴ و ۲۵ وکٹوریا کلاز ۹۶) دفعات ۸۲-۸۴ کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعلق نہیں ہے اور نہ کسی ایسی امانت کے امناء سے متعلق ہے جو کسی دستاویز یا وصیت کے ذریعے سے بالصراحت قائم کی گئی ہو۔ لہذا اکثر صورتوں میں نصفتی ملکیت رکھنے والے اشخاص کو دوسری دفعات سے مدد لینا پڑتی ہے[1] جن کی رو سے، درصورتیکہ جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کی بذریعۂ تحریر صریح امانت قائم کی گئی ہو، امین بہ نیت فریب اغراض و امانت کے علاوہ کسی دوسری غرض کے لیے اس جائداد کو صرف کرے یا داب رکھے تو
273 سات سال کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ نصفتی مالکوں کی حفاظت کے لیے قانون فوجداری کا یہ تو بعد ابتداءً ایسے جدید تجربے کی حیثیت رکھتا تھا کہ اس پر بالآخر نہایت احتیاط کے ساتھ قیود عاید کرنے کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ اٹارنی جنرل کی اجازت کے بغیر کسی امین[2] پر فوجداری مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا اور اگر امین کی خیانت کی بنا پر کسی دیوانی عدالت میں کارروائی شروع کی ہو اس پر لازم ہے کہ فوجداری دعویٰ رجوع کرنے سے پہلے اس عدالت کی اجازت حاصل کرے۔ علاوہ ازیں اگر امین نے اس نقصان کی تلافی کی بابت جو اس کی بددیانتی سے پہنچا ہو کوئی معاہدہ کیا ہو تو اس پر فوجداری ذمہ داری کی وجہ سے اس معاہدے میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا[3]۔ لہذا اگر اس نے اس مفاہمت کے تحت اس پر فوجداری دعویٰ نہ کیا جائے یہ معاہدہ کیا ہو کہ وہ تلافی مافات کردے گا تو باوجود ان قواعد کے جو خلاف مصلحت عامہ معاہدات کے متعلق ہیں اور باوجود اس کے قاعدے کے کہ جرم صغیر کی بابت راضی نامہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- تحت قابل سزا ہے دیکھئے (Rex v. Kylsant (Lord)[1] K.B. 442
اور (Rex v. Bishigian (1936). 52. T.L.R. 361 1932 I.K.B. 442.)

[1] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعات ۲۱، ۴۶ (۱)۔ باتباع قانون سرقہ ۱۸۶۱ء۔

[2] دفعہ ۲۱ (الف) اور (ب)۔

[3] قانون سرقہ ۱۸۶۱ء دفعہ ۸۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہوسکتا وہ معاہدہ بھی قابل نفاذ سمجھا جائے گا اور اس معاہدے کی بنا پر اس امین کے خلاف کوئی فوجداری کارروائی نہ کی جاسکے گی۔[1] قانون سرقہ ۱۸۶۱ء کی ایک دفعہ (دفعہ ۸۵) کے تحت نہ صرف امنا بلکہ کارندے اور اسی طرح کے دوسرے اشخاص جن کو اعتماد کی حیثیت حاصل ہو اور ان سے جرم صغیر کا ارتکاب ہوا ہو اگر اس دیوانی مقدمے کے دوران میں جو ان کے خلاف فریب خوردہ شخص نے رجوع کیا ہو اولاً اس جرم صغیر کا انکشاف کردیں تو وہ فوجداری کارروائی سے مستثنیٰ ہوجائیں گے، لیکن دیوانی کارروائی کے دوران میں اپنے بیان کے موقع پر اگر وہ اس کا اقرار نہ کریں تو یہ رعایت باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح سے اس خاص قسم کے جرائم صغیرہ (قانون دیوالیہ ۱۹۱۴ء) کی کارروائی میں ملزمین کے وہ بیانات جو انھوں نے دیوالیے کی کارروائی کے موقع پر کئے ہوں ناقابل ادخال شہادت تصور ہوں گے (قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۳ (۳))۔

اگر کوئی گماشتہ یا کارندہ کسی ایسے سامان پر یا ایسے سامان کی دستاویزات حقیت پر بہ نیت فریب کوئی رقم حاصل کرلے جو اس کو فروخت کے لیے یا کسی دوسری غرض سے دیا گیا ہو تو یہ جرم صغیر تصور کیا جائے گا اور اس کی بنا پر سات سال کی سزا دی جاسکے گی۔[2]

چور کے اقسام

274

بہتر ہوگا کہ انگریزی قانون سرقہ کے تاریخی ارتقا کے تبصرے کے دوران میں ہم رفتہ رفتہ جن خاص نتائج پر پہنچے ہیں ان کا اس منزل پر پہنچکر خلاصہ پیش کردیں ذیل کی چار صورتیں بہت اہم ہیں اور ان کے

---

[1] دیکھئے صفحہ ۳۲۱ کتاب ہذا۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۲۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درمیان میں جو فرق ہے اس کو پوری توجہ کے ساتھ سمجھ لینا چاہئے:۔

۱ - مالک قطعاً کسی حق سے دست بردار نہ ہو، اور وہ شے قطعاً اس کی رضامندی کے بغیر لی جائے، ظاہر ہے کہ یہ سرقہ ہے۔

۲ - مالک راست قبضے (یعنی نگرانی) سے دست بردار ہو جائے گو اس کا قانونی قبضہ بدستور برقرار رہے اور ایسی صورت میں اس شے کا نگران اس کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ اس کو کامن لانے بھی سرقے میں شمار کیا ہے۔

۳ - مالک واقعی اور قانونی دونوں قبضوں سے نہ دست بردار ہو جائے اور اس کے بعد اس شے کا قابض اس کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ اس موقع پر:

(۱) اگر قبضہ بہ نیت سرقہ حاصل کیا گیا ہو تو یہ عمل، سرقہ بذریعۂ فریب تصور کیا جائے گا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۳۵ اصل کتاب)۔

(۲) اگر قبضہ نیک نیتی سے حاصل کیا گیا ہو تو تصرف مابعد کامن لانے میں جرم نہیں ہے۔

لیکن قانون موضوعہ کی رو سے، اگر قبضہ نیک نیتی سے بھی حاصل کیا گیا ہو، لیکن اس کا حاصل کرنے والا۔

(الف) محرر یا ملازم ہو، اور اس نے شخص غیر سے اپنے آقا کے لیے حاصل کیا ہو، تو اس کا تصرف تغلب شمار کیا جائے گا۔

(ب) تحویلدار ہو، جسے وہ شے بجنسہ حوالے کر دینا ہو تو قانون موضوعہ کی رو سے اس کا تصرف سرقہ سمجھا جائے گا۔

(ج) اگر ایسا کارندہ ہو جو قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی تعریف میں داخل ہو تو اس کا تصرف، فریبانہ تصرف بے جا (جرم صغیر) ہوگا۔

۴ - مالک نہ صرف واقعی اور قانونی قبضے ہی سے دست بردار ہوتا ہے بلکہ ملکیت سے بھی دست بردار ہو جاتا ہے۔ اس کا شمار (قانون موضوعہ یا کامن لا میں) نہ سرقے میں ہوگا نہ تغلب میں لیکن یہ 275

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

'استعمال بذریعۂ دغا'[1] یا فریبانہ تصرف بیجا[2] (جرائم صغیرہ) ہو سکتا ہے۔
ان ملتے جلتے جرائم یعنی کا من لا کے سرقے، قانون موضوعہ کے سرقے، 'مماثل سرقے' اور تغلب پر ہم نے جو تبصرہ کیا ہے اس کے مطالعے کے بعد طالب علم نے مسٹر جسٹس رائٹ کی تنقید سے اتفاق کیا ہوگا کہ 'تصرف بے جا مجرمانہ' کے انگریزی قانون میں قانونی مفروضوں اور مخصوص قانون سازیوں کے ذریعے سے رفتہ رفتہ اضافہ عمل میں آیا ہے اور اس طرح جو مجموعہ تیار ہوا ہے وہ قطعاً بے ربط اور نامکمل[3] ہے۔ امید ہے کہ ۱۹۱۶ء کا قابل قدر اور پراگندہ اجزا کو مرتب کرنے والا قانون[4] اس باقاعدہ اصلاح کی بنیاد کا کام دے گا جسے سرانجام دینے کا بہت زمانے قبل مجلس وضع قوانین نے قصد کیا تھا اور ۱۸۷۸ء سے ۱۸۸۰ء تک ایک مجموعۂ تعزیرات کے منظور کرنے کی کوشش جاری رکھی تھی اس مجموعے میں لفظ 'Larceny' (سرقے) کو ترک کرنے کی تجویز تھی اور اس کے بجائے 'Theft' (چوری) کا لفظ اختیار کیا جانے والا تھا۔
چوری کی تعریف[5] اس مجموعے میں یہ تھی: 'کوئی ایسی چیز جو چرائی جا سکتی ہو

[1] دیکھئے صفحہ ۲۷۷ کتاب ہذا۔
[2] دیکھئے صفحہ ۲۷۱ کتاب ہذا۔
[3] مسودہ مجموعۂ قانون فوجداری برائے جمیکا صفحہ ۱۱۰۔
[4] جس میں ان خفیف قسم کی چوریوں کے قانون کو اس طرح مرتب کرکے جن کی محض بطور سرسری سماعت عمل میں آتی ہے شامل کرنے کی تجویز تھی۔
[5] دیکھئے تاریخ قانون فوجداری مرتبہ اسٹیفن باب سوم صفحات ۱۶۲ - ۱۶۸۔ بہتر ہوگا کہ اس سے یورپ کے دوسرے ممالک کے مجموعوں کی تعریفات سے تقابل کیا جائے۔ اٹلی کا مجموعۂ تعزیرات بابت سنہ ۱۸۹۰ء دفعہ ۴۰۲: 'کسی ایسی منقولہ شے پر جو کسی دوسرے شخص کی ملک ہو اس سے استفادہ کرنے کی غرض سے خود کو قابض بنانا اور مالک کی رضامندی کے بغیر اس مقام سے جہاں کہ وہ ہو، لیجانا'۔ مجموعۂ تعزیرات جرمنی بابت سنہ ۱۸۷۱ء دفعہ ۲۴۲: کسی ایسی منقولہ شے کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بطور فریب اور بغیر کسی قسم کی حقیت کے شائبے کے، اس کے مالک کو یا کسی ایسے شخص کو جسے اس چیز میں کوئی مخصوص حقیت یا مفاد حاصل ہو مستقل طور پر محروم کر دینے کی نیت سے، لینا یا کسی اور شخص کے استعمال میں لانا؛ اور
276 جن چیزوں کی چوری ممکن ہے ان میں 'تمام پالتو جانور' تمام ایسے جنگلی جانور جن کو بند کر کے رکھا گیا ہو اور وہ تمام بے جان چیزیں جو منقولہ ہوں یا منقولہ بنائی جا سکیں (بجز ان چیزوں کے جو زمین سے اگ رہی ہوں اور جن کی قیمت ایک شلنگ سے زائد نہ ہو) داخل قرار دی گئی تھیں۔ نہ لے جانا ضروری تھا اور نہ تبدیلی قبضہ اور نہ یہ کہ کس چیز کو منقولہ بنانے کا فعل بجائے خود سرقے کے اطلاق کے لیے کافی تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جو لینے والے کی نہ ہو کسی دوسرے شخص کے قبضے سے ناجائز طور پر تصرف کرنے کی نیت سے لے جانا"۔ اس سے بھی مختصر گو قدیم تر فرانسیسی تعریف ہے (Code Penal S. 379) جو شخص کسی ایسی چیز کو جو اس کی ملک نہ ہو فریبانہ طور پر لے جائے وہ چوری کا مجرم ہوگا۔

[1] جسٹس اسٹیفن نے فریبانہ تصرف کی اس طرح تعریف کی ہے: "بغیر کسی ادعائے حقیت کے اور مالک کو اس کی جائداد سے مستقلاً محروم کر دینے کی نیت سے جو تصرف کیا جائے" وہ فریبانہ تصرف ہے۔ (16 Cox 234.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

277

باب ۱۵

دغا

جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کامن لا میں صرف ایسی بد دیانتی کو جرائم کبیرہ میں شمار کیا گیا تھا جس سے مالک کے قبضے کو واقعی طور پر ضرر پہنچے[1]۔ لیکن جب کسی ایسی مستقل چیز کے استعمال کے ذریعے سے کسی مالک کو اپنا سامان یا رقم منتقل کر دینے کی ترغیب دی جائے جو نہ صرف اس کو بلکہ عام طور پر لوگوں کو دھوکے میں مبتلا کرے تو اس کو بھی قانون مذکور نے، اس کے عامۃ الناس پر کافی طور سے اثر انداز ہونے کی بنا پر، جرم قرار دیا تھا گو اس جرم کو جرائم صغیرہ کی حد میں ہی شمار کیا گیا تھا۔ چنانچہ تجارت کے تحفظ کے لیے جھوٹے اوزان، پیمانوں اور چاندی، سونے کے خالص اور مستند ہونے کی مہروں نیز سانچوں پر اس پابندی کے عائد ہونے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ لیکن اگر کوئی ایسا بھولا آدمی ہاتھ لگ جائے جو مغالطے میں آکر رقم یا جائداد دے بیٹھے، مثلاً ٹاس کے ایسے پتوں کو جو قاعدے سے لگے ہوئے ہوں ان کو خلاف قاعدہ ملا دینا، یا اس سے کوئی جھوٹ بول دینا تو مغالطہ دینے والا مجرم نہ ہوگا۔ چنانچہ ایک مقدمے میں الف نے ب سے یہ بیان کر کے کہ اسے ج نے بھیجا ہے کچھ رقم حاصل کر لی، دوران مقدمہ میں

[1] صفحہ ۲۱۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چیف جسٹس ہولٹ نے بگڑ کر کہا کہ "اگر ایک شخص دوسرے کو بیوقوف بنائے تو کیا ہم اس کو جرم میں ماخوذ کریں گے؟" اور مستغیث کو ہدایت کی کہ دیوانی نالش کے ذریعے سے چارہ جوئی کرے[1]۔ لیکن قانون موضوعہ کے ذریعے سے اولاً ۱۷۵۷ء میں اور اس کے بعد ۱۹۱۶ء کے قانون سرقہ میں افراد کو دھوکا دینا بھی جرم قرار دیا گیا اور اس کی بابت سزا کے احکام دیے گئے۔ اس قانون کے تحت کسی شخص کے کسی سامان، رقم یا کفالت المال کا بذریعۂ دغا بہ نیت فریب، حاصل کرنا (قابل ترتیب فرد جرم) جرم صغیر ہے[2]۔

اس قانون میں پانچ چیزیں قابل غور ہیں: (۱) حق جو حاصل کیا جائے۔ (۲) وہ چیز جو موضوع حق ہو۔ (۳) دھوکا۔ (۴) اس کا اثر اور (۵) نیت۔

278 (۱) حق ——— زیر نظر جرم کا اس وقت ارتکاب ہوتا ہے جب کوئی شخص مالک کو بددیانتی اور فریب کے ساتھ اس امر کی ترغیب دیکر سامان لے لے کہ مالک اس سامان کی ملکیت اس کے حق میں فی الفور، منتقل کردے۔ اب یہ بات طے ہوگئی ہے[3] کہ سامان حوالے

---

[1] نیز مقابلہ کیجئے: (Reg v. Jones (1703) 2 Ld Raym. 1013.)
(Cf Rex v. Wheatley (1760) 1 W. Bl. 273 (K.S.C. 2)

[2] دفعہ ۳۲ (۱)۔

[3] (Folkes v. King (1923) 1.K.B. 282. Whitehorn Brothers v. Davison (1911) 1 K.B. 463. Lowther v. Harris, (1927) 1.K.B. 393. London Jewellers Ltd.v.Altenborough (1934) 2. K.B. 206. اور مقابلہ کیجئے Heap v. Motorists A.A. (1923) 1 K.B. 577.)

ایسے معینہ شخص کے نام منتقل کرنے کا اختیار جو دجود نہ رکھتا ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے والا شخص اگر حق مالکانہ دیے بغیر کسی کو ملکیت منتقل کر دینے کا اختیار دیدے تو اطلاق جرم کے لیے کافی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص اس اختیار کے تحت وہ سامان خرید کرے گا اس کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ اس نے مالک کی اجازت سے وہ سامان خریدا ہے۔

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ قانون سرقہ میں ایسے لوگوں کے لیے سزا مقرر نہیں کی گئی ہے لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب اس طرح کے فریب دینے کا اقدام کیا جاتا ہے تو انتقال ملکیت میں کسی قانونی دشواری کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے خلاف امید طور پر وہ سرقے میں داخل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ایسا ہو سکتا ہے کہ حقوق کی منتقلی کے سلسلے میں جو دھوکا دیا جائے وہ اس معاملے کے ایسے بنیادی امور سے متعلق ہو کہ ان کی بابت غلطی ہونے کی وجہ سے وہ معاملہ کلیتہً کالعدم ہو جاتا ہو اور اس طرح اس مفروضہ بیع کی بنا پر ملکیت قطعاً منتقل نہ ہو۔ ایسی صورتوں کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں[1] کہ اس سامان کا لیجانا 'سرقہ بذریعۂ فریب' کی حد میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن جب بیع ابتدا سے کلیتہً باطل نہ ہو تو ایسی حالت میں اس کا سرقے میں شمار نہ ہوگا بجز اس کے کہ ایسی صورت پیش آئے کہ مالک کی نیت محض قبضہ دینے کی ہو اور لینے والے کی نیت چرانے کی ہو[2]۔ دھوکا دے کر سامان وصول کرنے کی جتنی صورتیں پیش آتی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر صورتوں میں فریب کسی بنیادی امر کے متعلق نہیں ہوتا بلکہ محض کسی غیر بنیادی امر سے یعنی ایسے امر سے متعلق ہوتا ہے جس کی غلطی کی بنا پر وہ معاملہ صرف ممکن الانفساخ ہوتا ہے باطل نہیں ہوتا[3]۔ لہذا ایسی صورتوں میں باوجود فریب کے ملکیت منتقل 279
ہو جاتی ہے، گو فریب خوردہ مالک کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اس معاملۂ بیع کو

[1] صفحہ ۲۳۶ کتاب ہذا۔
[2] صفحہ ۲۳۵ کتاب ہذا۔
[3] قانون معاہدہ مصنفہ اینسن ایڈیشن سترہ باب ششم اور پولک اور رائٹ (کامن لا میں قبضہ) صفحہ ۱۰۰

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فسخ کردے۔ اور اس جائداد کو واپس لے لے۔ لیکن مالک اگر جائداد کو واپس حاصل کرلے تو فریق ثانی کی سابقہ فوجداری ذمہ داری پر کوئی اثر نہ ہوگا اور اس طرح اس کا وہ عمل سرقے میں مبدل نہ ہوجائے گا[1]۔ مزید براں فسخ بیع اور بازیافت سامان کے اس حق کے استعمال سے پہلے اگر فریب دہندہ اس سامان کو کسی ایسے نیک نیت[2] خریدار کے حق میں منتقل کردے جس نے قیمتی بدل ادا کیا ہو تو مالک کا یہ حق بھی ساقط ہوجائے گا۔ اور اگر مجرم بالآخر سزایاب بھی ہوجائے تب بھی نیک نیت خریدار کے مقابل میں اصل مالک کے حقوق عود نہ کریں[3] گے۔

ایک دوسرا سبب جس کی بنا پر اس طرح بیع صحیح نہیں ہوتی اور ملکیت منتقل نہیں ہونے پاتی یہ ہوتا ہے کہ جس شخص نے بیع کا اقدام کیا ہو اس کو قانوناً بیع کا حق ہی حاصل نہ ہو۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کچھ سامان فریب کے ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور بجائے مالک کے اس کے کسی ملازم کو فریب کا شکار کرے تو درصورتیکہ ملازم کو سامان کے فروخت کرنے کا محدود حق حاصل ہو، اور وہ محدود حق، ایسی نوعیت کا ہو کہ یہ معاملت اس کے تحت نہ آتی ہو تو اس شخص کا سامان کو لے جانا سرقے میں شمار کیا جائے گا[4]۔ جس طرح ایک پوسٹ ماسٹر کو (ڈاک خانے کے عام احکام کے ماسوا) ان تمام منی آڈروں کے بارے میں جن کی بابت اس کو رقم ادا کرنا چاہیے صراحت کے ساتھ لندن سے کچھ خاص ہدایات موصول ہوئیں لہذا

---

[1] فیصلہ جسٹس ولس (Reg v. Clarence (1889), 22 Q.B.D. P. 27)

[2] اور خریدار کو اپنی نیک نیتی کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی، مالک کو اس کی عدم نیک نیتی کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

[3] قانون بابت فروخت سامان ۱۸۹۳ء (Sales of Goods Act) دفعہ (۲۴) ۲ (۵۶ و ۵۷ وکٹوریا کلاز ۷۱)۔

[4] (Reg v. Stewart (1845), 1 Cox 174.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی حالت میں جو رقم ایک جعلی منی آرڈر کے ذریعے سے اس سے وصول کی جائے گی اس کے متعلق یہ تصور ہوگا کہ وہ اس سے سرقے کے ذریعے سے لی گئی ہے لیکن اس کے برخلاف جو رقم اس نے ایسے جعلی منی آرڈر کی بابت ادا کی ہو جس کے بارے میں اس کو کوئی خاص ہدایت نہ کی گئی ہو وہ وصول کنندہ کی ملک ہو جائے گی اور اس کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ اس سے دغا کے ذریعے سے حاصل کی گئی ہے، سرقے کے ذریعے سے نہیں۔ (یہ امر ابھی پورے طور پر طے نہیں ہوا ہے کہ ڈاک خانے کے ملازمین کو پوسٹ ماسٹر جنرل کی رقم کے دینے کا کس حد تک اختیار حاصل ہے، مثلاً یہ امر ابھی مشتبہ ہے کہ جو رقم وہ سہواً کسی کو دیدیں وہ بھی اس اختیار کے تحت آتی ہے یا نہیں[1]) اور چونکہ ہر بنک کے خزانچی کو جو رقم کاروباری اغراض کے لیے اس آقا کی جانب سے سپرد کی جاتی ہے اس کی بابت اس کو پورا پورا اور وسیع حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو دیدے، لہذا کسی جعلی چک کی بابت اگر وہ کوئی رقم دے تو جتنے سکے بھی وہ دے گا وہ وصول کنندہ کی ملک متصور ہوں گے اور اس بنا پر وصول کنندہ اس رقم کو دغا کے ذریعے سے وصول کرنے کا مجرم ہوگا نہ کہ سرقے کے ذریعے سے۔ 280

یہ لازم نہیں ہے کہ جو حق حاصل کیا جائے وہ کاملیت کا حق ہو۔ لہذا اس جرم کے لیے یہ کافی معلوم ہوتا ہے کہ ضرر رسیدہ شخص کو اس شے میں جو ناقابل انکار مفاد حاصل ہو اس سے وہ کلیتہً محروم کر دیا جائے خواہ وہ شخص تحویلدار ہی کیوں نہ ہو[2]۔ چنانچہ خود اس چیز کا مالک اگر اپنے تحویلدار سے دھوکا دیکر

---

[1] (Reg v. Middleton (1873), 2 C.C.R. 38 (K.S.C. 266)

اور دیکھئے صفحہ ۲۳۹ کتاب ہذا۔

[2] اس کے ساتھ ایک تقسیم شدہ حصہ حاصل کر لینا کافی نہیں ہے (D & B. 348.)

[3] صفحہ ۲۲۲ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس چیز کو حاصل کرے تو وہ دغا کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے[1]۔ لیکن اگر خالی حق حاصل کیا جائے، اور (واقعی یا تعبیری) حوالگی عمل میں نہ آئی ہو تو بظاہر اس جرم کا ارتکاب نہ ہوگا۔ لیکن اس کے لیے واقعی قبضہ ضروری نہیں ہے بلکہ اس چیز کا قابو اور اختیار کے تحت آجانا کافی ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۱) تاہم کوئی نظیر یا عدالتی رائے ایسی نہیں ملتی کہ حوالگی عمل میں نہ آئی ہو اور اس کے باوجود دغا کا الزام ثابت قرار دیا گیا ہو۔ لیکن اگر حوالگی عمل میں آئی ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص نے دغا کا ارتکاب کیا ہو خود اسی کو مال حوالے کیا جائے۔ قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۳۲ میں اس امر کو کافی سمجھا گیا ہے کہ ملزم کی جانب سے دغا کا عمل ہونے کی وجہ سے خود اسے سامان حوالے کیا جائے، یا کسی اور شخص کو، اور اس حوالگی کی غرض یہ ہو کہ خود ملزم اس سامان کو استعمال کرے یا اور کوئی شخص۔

لیکن سرقے کی طرح دغا میں بھی یہ ضروری ہے کہ مالک کو اس کے پورے مفاد سے (یا پورے مفاد کو منتقل کرنے کے حق سے) محروم کر دینے کی نیت ہو، عارضی طور پر اس کے استفادے سے محروم کرنے کی نیت نہ ہو۔ چنانچہ دھوکا دے کر ایک دن کے لیے گھوڑا عاریۃً لے لینا اس قانون کے
281 تحت جرم نہیں ہے[2]۔ بنا بریں سرکار بنام بولٹن ۱۸۴۹ء[3] (جس میں دغا دیکر ریل کا ٹکٹ لینے کی بنا پر ملزم کی سزا بحال رکھی گئی تھی) کے فیصلے پر اس وجہ سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ریل کا سفر جب ختم ہو جاتا ہے تو

---

[1] (Reg v. Martin (1838), 8 A. and E. at. PP. 485, 488)

[2] (Reg v. Kilham (1870), 1 C.C.R. 261 (K.S.C. 347) نیز مقابلہ کیجیے صفحہ ۴۱۲ کتاب ہذا۔ رقم کا قرضہ عاریۃً نہیں ہے بلکہ قرضہ ہے اور اس وجہ سے پوری ملکیت منتقل ہو جاتی ہے۔

[3] (Rex v. Chapman (1910), 4 Cr. App.R. 276-1 Den 508.) میں اس کی توثیق ہوئی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹکٹ کمپنی کو واپس دیدیا جاتا ہے اور اس وجہ سے اس شے کی پوری مجرمانہ وصولی کبھی عمل میں نہیں آتی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سفر کا ارادہ ترک کرکے اپنا ٹکٹ ضائع کردے تو اس سے ریلوے کمپنی کے کسی حق کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہے تو لازمی طور پر کمپنی کا حق محض بعنوان معاہدہ ہے اور اسی شخص کے مقابل میں ہے (یعنی وہ حق اس طرح کا ہے کہ اگر وہ شخص واقعاً سفر کرے تو ان کو ٹکٹ دے دے) نہ کہ خود ٹکٹ کی ملکیت کا حق۔

(۲) وہ چیز جو موضوع حق ہو۔ اب تک جو کچھ ہم نے بیان کیا اس سے یہ ظاہر ہوگیا ہوگا کہ سرقہ اور استحصال بذریعۂ دغا کے درمیان جو فرق ہے اس کا معین کرنا اکثر اوقات بہت دشوار ہوتا ہے۔ یہ دونوں جرائم ایک دوسرے کے اتنے مماثل اور مشابہ ہیں کہ اگر قدیم تر جرم کی اصطلاحی خصوصیات مثلاً ان اشیا کے متعلق جو قابل سرقہ ہوں) جدید جرم پر اثر انداز ہوجائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ استحصال بذریعۂ دغا کا الزام صرف اس وقت قائم ہوسکے گا جب کہ وہ شئے جو اس طرح کی گئی ہو۔ (۱) زر نقد ہو یا (۲) کفالت المال ہو یا (۳) ایسی شے ہو جو، کامن لا کی رو سے سرقے کا موضوع بن سکتی ہو[1] چنانچہ جائداد غیر منقولہ کا یا اس شے کا فریبانہ استحصال، جو جائداد غیر منقولہ سے مماثلت یا مناسبت رکھتی ہو یا نیز وہ اشیا جو اتنی کم قیمت تصور کی جاتی ہوں کہ وہ

[1] صفحات ۲۲۷-۲۲۹ کتاب ہذا۔

(Reg.v. Pinchbeck (1896), C.C.C. Sess. Pap CXXIII, 205 (K.S.C. 855).

(Reg.v. Robinson (1859) Bell.35 (K.S. C. 857)

قانون جائداد ایکٹ ۱۹۲۵ء دفعہ ۱۸۳ کے تحت بائع کا بنیت فریب خریدار سے دستاویزات حقیت کا چھپانا یا شجرۂ نسب میں جعل بنانا جرم صغیر ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

282 قابل سرقہ نہ ہوں، (مثلاً کتے) اس جرم میں داخل نہیں ہے۔ البتہ ریل کا ٹکٹ اگر دغا کے ذریعے سے حاصل کیا جائے تو اس جرم کا الزام قائم ہو سکتا ہے، حالانکہ ٹکٹ محض ایک حق نالش کی شہادت کے طور پر ہوتا ہے (صفحہ ۲۳۰[1]) اسی طرح دغا کے ذریعے سے جو کچھ حاصل کیا گیا ہو اگر وہ مطلقاً کوئی شے نہ ہو، بلکہ صرف استفادۂ استراحت[2] یا خدمت ہو تب بھی اس جرم کا اطلاق نہ ہوگا، جیسے مثلاً کوئی شخص یہ کہہ کر کہ "میں نے سیزن ٹکٹ حاصل کر لیا ہے" ریل کی سواری سے راحت اٹھائے۔ بہرحال یہ ملحوظ رہے کہ لندن کیب ایکٹ ۱۸۹۶ء کے تحت اگر کوئی شخص شہر لندن میں اس نیت سے کوئی سواری کرایہ کرے کہ واجب الادا کرایہ ادا نہ کروں گا تو وہ ایک مخصوص خفیف جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا اور سرسری سماعت کے بعد اس کو سزا دیجائے گی۔ اور قانون سرقہ ۱۹۱۶ء کی دفعہ ۳۲ کے تحت کسی دستاویز کفالت المال کا بذریعۂ فریب تکمیل کرا لینا، (قابل ترتیب فرد جرم) جرم صغیر ہے۔

(۳) دھوکا۔ غلط بیانی خواہ نقصان کے خوف سے کی جائے یا منفعت کی امید میں اور صراحت کے ساتھ (زبانی یا تحریری[3]) الفاظ کے ذریعے سے ہو یا ان سے ایسا نتیجہ نکلتا ہو جس کا اگر محض سکوت سے مستنبط ہو تب بھی بالکل کافی ہے[4] لیکن وہ الفاظ یا وہ طرز عمل اس قابل ضرور ہونا چاہیے کہ

---

[1] (Reg. v. Boulton) صفحہ ۲۸۱ کتاب ہذا۔

[2] (Rex v. Bagley (1923) 17 Cr. App. R. 162.)

[3] ۵۹ و ۶۰ دکٹوریا کلاز ۲۔

[4] تحریری الفاظ کی تعبیر بھی جوری کو کرنا چاہیے نہ کہ جج کو۔

[5] ترک فعل کے ذریعے سے کسی امر کے باور کرانے کے متعلق دیکھئے (Rex. v. Kylsant (Lord) (1932), I.K.R. 442. (Rex. v. Bishirgian (1936), 52, T'L.R. 361.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس سے اس جھوٹے مفہوم کا بجا طور پر استخراج کیا جا سکتا ہو اور اس کے علاوہ ان الفاظ کا یا اس طرز عمل کا منشا بھی یہی ہو[1] کہ اس سے یہ مفہوم پیدا ہو (لیکن کسی "تجارتی عدالت" میں یہ صفائی پیش کرنا بے سود ہوگا کہ "میرا یہ ہرگز منشا نہ تھا کہ میرے الفاظ کی یہ تعبیر کی جائے") چنانچہ کسی ادنیٰ بساطی کا اتنی کثیر مقدار میں سامان کی فرمائش کرنا جس کی کسی بڑے کاروباری کو ضرورت ہو سکتی ہے دغا کی حد میں داخل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اپنے تیار کردہ سامان کو کسی مشہور و معروف[2] فرم کے لفافوں سے بہت زیادہ مشابہ لفافوں میں ملفوف کرنا بھی اس حد میں آسکتا ہے۔ علاوہ ازیں بغیر کسی قسم کے فریبانہ الفاظ کا استعمال کئے یونیورسٹی کے حدود کے اندر محض ایک ٹوپی اور جبہ پہن کر نکلنے کے یہ معنی ہیں کہ یہ شخص خود کو یونیورسٹی کا رکن باور کرانا چاہتا ہے[3]۔ اسی طرح کسی شے کے اصلی ہونے کے متعلق الفاظ کا استعمال کرنا تو ایک طرف کسی ایسے بنک کا نوٹ کسی شخص کو دینا جو ٹوٹ چکا ہو یا کسی معمولی چڑیا کو رنگنا اور کنیری کے مشابہ بنا کر فروخت کرنے کی کوشش کرنا بھی

283

---

[1] جیسے ایک انگشتریوں والا، انگشتریوں کے متعلق "(All Marked)" (سب منتخب ہیں) کی صدا لگائے اور اس کی اس سے غرض یہ ہو کہ لوگ اس کو (Hall-Marked) (مستند دھات کی) سمجھیں یا مثلاً ٹاٹن ہم کا ایک شخص جو غین مرتبہ کی سزا بھگت چکا تھا اس نے تعمیر کا کام شروع کیا اور (لفظی حد تک صحیح طور پر کہیں دھوکا دینے کے ارادے سے) اپنے خطوط کے سرورق پر الفاظ طبع کرائے کہ "چودہ سال سرکاری کاموں کو انجام دے چکا ہے"۔

[2] اس غرض سے غلط نام اختیار کرنا کہ اپنے وجود سے انکار کیا جائے جرم ہے۔ لیکن اگر اپنے وجود کو پردۂ خفا میں رکھنے کے لیے ایسا کیا جائے مثلاً تجارت کی اغراض کے لیے یا تھیٹر کے اسٹیج کی حد تک تو یہ جرم نہیں ہے۔

[3] (Rex. v, Barnard (1837), 7 C.and P. 784 (K,S,C. 383),

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غلط بیانی شمار کیا جائے گا۔ (اسے سابق لارڈ جسٹس ماتھیو نے "پرندہ محبس" کا نام دیا تھا)[1]
دھوکا کسی گزشتہ یا موجودہ امر کے متعلق ہونا چاہئے۔ جس بیان کا قطعی
طور پر مستقبل سے تعلق ہو وہ کافی نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آیندہ
پیش آنے والے امور کا تعلق محض قیاس سے ہوتا ہے اور ان کے متعلق
ہر شخص اپنی ذاتی سوجھ بوجھ اور اندازے کو کام میں لاتا ہے۔ اگر خریدار کہے
کہ "مجھے گوشت بھیجدو، کل قیمت ادا کردوں گا" تو یہ قصاب کا کام ہے
کہ وہ اپنے مقام پر یہ طے کرے کہ اسے اس وعدے پر اعتبار کرکے گوشت
بھیجدینا چاہئے یا نہیں۔ لہذا اگر حسب وعدہ خریدار قیمت ادا نہ کرے
تو قصاب خریدار کے خلاف عدالت فوجداری میں یہ استغاثہ نہ کرسکے گا
کہ اس نے دغا دیکر گوشت حاصل کیا ہے، بلکہ اس کے لیے صرف یہی
چارۂ کار باقی رہتا ہے کہ وہ اس کے خلاف دیوانی نالش کرکے قیمت
وصول کرلے اسی طرح اس بیان سے روپیہ قرض لینا کہ آپ اس سے
اپنا کرایہ ادا کریں گے ایسا مغالطہ اور دھوکا نہیں ہے کہ آپ کے اس
عمل کو قانون دغا کی زد میں لے آئے۔ موجودہ اور آیندہ کے اس امتیاز کی
اہمیت اب بہرکیف کم ہو رہی ہے۔ اصول یہ قائم ہو رہا ہے کہ ان
بیانات میں بھی جن میں سوائے آیندہ امور کے کوئی بات صراحت
کے ساتھ نہیں کہی جاتی، موجودہ کے متعلق ضرور کسی قدر بیان شامل ہوتا
ہے اور وہ یہ کہ موجودہ صورت حال ایسی ہے کہ معمولی حالات میں
بیان کردہ واقعہ پیش آجائے گا۔ چنانچہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ سامان کی فرمائش
کے ساتھ بنک کا نصف نوٹ بھیجنے کے صرف یہی معنی نہیں کہ آیندہ
ایسے موقع پر بقیہ نصف حصہ بھیجدیا جائے گا بلکہ اس کے اندر معنوی طور
سے یہ بیان بھی شامل ہے کہ نصف نوٹ بھیجنے والے کے پاس اس وقت
بقیہ نصف حصہ موجودہ ہے[2]۔ اسی طرح کسی کے نام چک لکھنے کے فعل کے

284

[1] ہامال مسروقہ کو فروخت کے لئے پیش کرنا Re Pinter (1891 17 Cox 497 cf 17 C. B N.S. 723) لیکن محض قیمت زیادہ بتانا جب کہ قیمت مقرر نہ ہو تو پھر وہ غلط بیانی نہیں۔

[2] (Reg, v. Murphy (1876), 10 Ir, C.L, 508 (K,S,C, 338).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعلق (جو بظاہر آیندہ امر کے متعلق ایک حکم ہے) یہ قرار دیا گیا[1] ہے کہ اس فعل کے ذریعے سے معنوی طور پر کم از کم تین امور موجودہ زمانے کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں:-

(۱) چیک لکھنے والے کا اس بنک میں کھاتہ ہے۔

(۲) اس کو اس کھاتے پر اس رقم کا چیک دینے کا حق حاصل ہے۔

(۳) چیک جس طرح پر دیا گیا ہے وہ اسی طرح اس رقم کی ادائی کا صحیح اور باقاعدہ حکم ہے۔ (یعنی یہ کہ موجودہ صورت حال ایسی ہے کہ اس چیک کے پروقت پیش ہونے پر عام حالات میں اس چیک کی رقم ادا کی جائے گی۔)

یہ یاد رہے کہ چیک دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ چیک دینے والے کی چیک کی رقم کی حد تک فی الحال اس بنک میں رقم موجود ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کو اپنی جمع کردہ رقم سے زائد رقم کا چیک دینے کا حق ہو یا اس کا ارادہ ہو کہ وہ (قبل اس کے کہ چیک پیش ہو سکے) چیک بھر کی رقم بنک میں جمع کر دے۔

بعض اوقات یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ جب کسی رسٹوراں پر آکر کوئی شخص کھانا طلب کرتا ہے تو وہ معنوی طور پر اپنی موجودہ قابلیت اور موجودہ ارادۂ ادائی کا بھی اظہار کرتا ہے لیکن سامان کی ہر فرمایش کی بابت اگر یہ تصور کیا گیا کہ اس کے ساتھ معنوی طور پر ہمیشہ یہ الفاظ شامل ہوتے ہیں کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- چنانچہ ان الفاظ کے کہنے کے کہ "میں یہ شے حوالے کر دوں گا" یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ کہنے والا یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ "اس وقت میں ایسے حالات میں ہوں کہ اس وقت اس شے کے حوالے کرنے کے قابل ہوں گا" اور یہ کہ "اس وقت میرا قصد یہ ہے کہ اس کو حوالے کر دوں گا"

(1896) A,C. at P, 284,)

[1] (Reg. v. Hazelton (1874), 2, C.C.R. 134 (K'S,C, 336), یہ اصول غالباً ایسے چیکوں پر بھی حاوی ہے جن پر کوئی آیندہ تاریخ ڈالی گئی ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"میں ادا کر سکتا ہوں" تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اگر قرضہ وعدے پر
285 ادا نہ کیا جائے تو دائین نہایت آسانی کے ساتھ قانون قرضہ کی مدد کے لیے
قانون دغا کا بھی استعمال کیا کریں گے۔ لہذا اب یہ امر طے ہو گیا ہے[1] کہ اگر
کسی شخص کے پاس ایک پیسہ بھی نہ ہو اور وہ رسٹوراں پر کھانا طلب کرے
اور کھالے تو اپنے اس عمل سے موجودہ وقت کے متعلق معنوی طور پر وہ کوئی غلط بیانی
نہیں کرتا۔ لیکن اس کی جانب سے جو دھوکا دیا گیا ہے اس کا تعلق جو کہ
محض آیندہ زمانے سے ہے پھر بھی عدم ادائی کی صورت میں اس پر دھوکے
سے قرض لینے کے جرم کا اطلاق ہو سکے گا (جو بجائے خود قانون قرضداران
سنہ ۱۸۶۹ء کے تحت ایک خاص جرم صغیر قرار دیا گیا ہے) حالانکہ سرائے والے
کی جانب سے جو قرضہ دیا جاتا تھا اس کی میعادِ ادائی کھانا کھانے کے
ختم تک تھی۔

اگر متعدد غلط بیانیوں کے ذریعے سے مالک کو اپنی جائداد کے
حوالے کرنے کی ترغیب دی گئی ہو اور ان میں سے چند غلط بیانیاں آیندہ
کے وعدوں کی شکل میں ہوں اور ایک غلط بیانی کسی موجودہ امر کے متعلق
ہو تو جرم کا ارتکاب ہو سکے گا۔ بالفاظ دیگر موجودہ امر کے متعلق جو غلط بیانی
ہو اگر اس معاملے کو روبراہ لانے میں اس کی بنیادی اہمیت ہو تو کافی ہے
خواہ تنہا اس غلط بیانی کی بنا پر مالک اپنی جائداد دیدینے کے لیے آمادہ
نہ بھی ہوتا۔ چنانچہ اگر کوئی شادی شدہ آدمی خود کو غیر شادی شدہ ظاہر کرے
اور کسی عورت کے روبرو شادی کی تجویز پیش کر کے گھر کی آراستگی کے بہانے سے

---

[1] (Reg. v, Jones (1898) 1 Q.B. 119.)

[2] ۳۲ و ۳۳ وکٹوریا کلاز ۶۲ دفعہ ۱۳۔ اس کی انتہائی سزا ایک سال کی قید سخت ہے۔ یہ ایکٹ
ایسے حالات میں مفید ہوتا ہے جب کہ یا تو (۱) ایسا 'فریب' دیا گیا ہو جو 'دغا' کی حد تک
نہ پہنچتا ہو، جیسے مثلاً سرکار بنام جونس کی طرح محض سکوت کے ذریعے سے فریب میں مبتلا کیا گیا ہو
یا (۲) معاملت حوالگی، کسی انتقال حقیت کے ساتھ نہیں بلکہ بعنوان تحویلداری یا خدمات انجام دینے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کچھ رقم وصول کرنے تو اس کو دغا کے ذریعے سے رقم وصول کرنے کا مجرم قرار دیا جا سکے گا۔[1]

علاوہ ازیں جو بیانات ظاہر بظاہر صرف موجودہ زمانے سے تعلق رکھتے ہیں ان میں بھی یہ اعتبار کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ ان سے کسی امر واقعہ کا اظہار ہوتا ہے یا رائے کیا، جیسے سودے والے اپنے سامان کے متعلق نہایت مبالغے کے ساتھ تعریفیں کیا کرتے ہیں۔ قانون رُوما کی طرح قانون انگلستان میں بھی تجارتی استثنیٰ کے تحت 'سودے والوں کی گفتگو' کے متعلق ایک بیقاعدہ سا کلیہ قائم ہو گیا ہے کہ محض تعریف سے ذمہ داری نہیں پیدا ہوتی (Simplex Commendatio non obligat) - خرید و فروخت کے ہر موقع پر عموماً دو فریقوں کی کاروباری مہارت اور عام تجربے کا مقابلہ ہوا کرتا ہے، اس مقابلے میں اگر قانون فوجداری دخیل ہو گا تو اس سے نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص جو قطعاً کوئی کاروبار نہ کرتا ہو یہ ظاہر کرے کہ اس کا 'اچھا کاروبار' ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک معین امر کی غلط بیانی ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص جس کا کوئی کاروبار ہو، خواہ وہ کاروبار کتنا ہی ادنیٰ درجے کا ہو، مذکورۂ بالا امر کا اظہار کرے تو ایسی حالت میں عام طور پر اُس کے اس بیان کو اس کی رائے تصور کیا جائے گا۔[2] اگر کوئی بائع اناج کے تھیلے کے وزن کے متعلق غلط بیانی کرے تو درصورتیکہ بیع بالمقطع ہو رہی ہو اس غلط بیانی کو رائے کی غلطی پر محمول کیا جائے گا لیکن اگر اناج وزن کے 286

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- یا قیام کرنے کے لیے ہو۔

[1] (Reg, v· Jennison (1862) L.& C' 157 (K'S.C, 324)

[2] (Justinian's Digest, IV.3.37; Benjamin, On Sale,7th Ed. P, 464.

[3] لیکن مقابلہ کیجئے (Reg. v. Williamson(1869), 11 Cox 328.

(Reg. v. Cooper (1877) 3 Q.B.D. 510 (X.S.C. 333),

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لحاظ سے فروخت کیا جا رہا ہو تو اس کو ایسے اہم واقعے کی غلط بیانی تصور کیا جائیگا کہ اس کی بنا پر فوجداری الزام قائم ہو سکے گا۔ اسی طرح کسی چیز کو غلط طور پر چاندی کا ظاہر کرنا (یا کسی زنجیر کے متعلق جس میں چھ حصے سونا ہو یہ ظاہر کرنا کہ اس میں پندرہ حصے سونا شامل ہے) امر واقعہ کی بابت دھوکا دینا سمجھا جائے گا چونکہ جو چیز پیش کی جا رہی ہے وہ بعینہٖ چیز سے اپنی اصلیت ہی میں مختلف ہے۔ قلعی شدہ چمچوں کے متعلق یہ ظاہر کیا گیا کہ وہ "الکنگٹن اے کی مثل" ہیں۔ قرار دیا گیا کہ یہ مبالغہ آمیز تعریف اور خالی دم دلاسا ہے چونکہ خریدکنندہ کو قلعی شدہ چمچے ملے تو ضرور البتہ جس حیثیت کے چمچوں کی اس کو امید دلائی گئی تھی اس سے مختلف حیثیت کے چمچے ملے۔

اس جرم کی تعریف کے لحاظ سے خالی کیفیات دماغی بھی بظاہر واقعات کی حد میں شمار ہونا چاہئیں چنانچہ اگر کوئی شخص کسی آئندہ معینہ عمل کے کرنے کے متعلق جو اس کا موجودہ ارادہ ہے اس کی بابت غلط بیانی کرکے کوئی سامان حاصل کرلے تو اس پر اس جرم کا الزام قائم ہو سکیگا۔ سرکار بنام گارڈن ۱۸۸۹ء 287

(Reg. v. Ridgway (1862), 3 F. and F. 838.) ۱

(Reg. v. Ardley (1871), 1 C.C.R. 301 (K.S.C. 331). ۲

(Reg. v. Bryan (1857) D. & B. 265 (K.S.C. 328) ۳

۴ مقابلہ کیجئے (Rex. v. Bancroft (1909) 3 Cr. App. R. 16). ہنٹ بنام جیفرس بی (اخبار ٹائمس ۱۶ اپریل ۱۹۲۰ء) میں ایک ریلوے کے ملازم نے اس غلط بیان سے کہ اس کی زوجہ کے لیے ریلوے ٹکٹ مطلوب ہے ایک رعایتی ٹکٹ حاصل کرلیا اپنی زوجہ کے لیے اس کو رعایتی ٹکٹ لینے کا حق حاصل تھا اور کسی کے لیے نہیں۔ عدالت تحت نے اس کو دغا کا مجرم قرار دیا۔ لارڈ ریڈنگ چیف جسٹس نے کہا کہ اس شخص کے دل میں اس وقت یہ ارادہ تھا کہ وہ اس ٹکٹ کو اپنی زوجہ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے لیے استعمال کرے گا۔ اس کا یہ کہنا کہ اس کی زوجہ کے لیے ٹکٹ مطلوب ہے اس کی غلط بیانی تھی۔ ایوری جسٹس نے کہا: نیت کے سوال کو چھوڑ بھی دیا جائے تب بھی اس شخص کا یہ دھوکا دینا کہ حقیقۃً اس کو اپنی زوجہ کے لیے ٹکٹ کی ضرورت ہے دغا تھا۔

(23 Q.B.D. 354 (K.S.C. 326). ۵

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں مسٹر جسٹس ولس کا رجحان بھی یہی تھا، کہ محض دماغی کیفیت کا ہونا کافی ہے اور لارڈ باون کے اس مشہور قول سے بھی اس کی مطابقت ہوتی ہے کہ "انسان کی کیفیت دماغی بھی ایک ایسا ہی امر واقعہ ہے جیسا کہ اس کی کیفیت ہاضمہ"[1]۔ لیکن اگر اس طرح کا اظہار ارادۂ فریب تصور کر لیا جائیگا تو اکثر اوقات اس میں اور خالی وعدے میں (جس کی بابت ہم بیان کر چکے ہیں[2] کہ کافی نہیں ہے) فرق کرنا دشوار ہو جائے گا۔

(۴) اثر۔ محض اتنا کافی نہیں ہے کہ ملزم کے دھوکا دینے کے عمل کے بعد ملکیت منتقل کی جائے بلکہ انتقال ملکیت کلیۃً یا کم از کم اہم[3] حد تک واقعی طور پر اس دھوکے کے سبب سے عمل میں آنا چاہیے[4]۔ وکیل سرکار کو چاہئے کہ صراحت کے ساتھ اس امر کے متعلق ضرور سوال کرلے[5] جب کوئی دوکاندار الف کو کچھ سامان بطور قرض حوالے کر رہا ہو اس وقت الف کا خلاف واقعہ طور پر یہ کہنا کہ "میں فلاں مقام کا نواب ہوں" کوئی جرم نہیں ہے[6]۔ علیٰ ہذا القیاس اگر خریدار بایع کی غلط بیانی کی بنا پر نہیں بلکہ کسی اور جوہری کے غلط مشورے پر اعتبار کر کے کوئی جھوٹا نگینہ خرید لے تو ایسی حالت میں بایع مجرم نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ملزم مستغیث کے کارندوں سے غلط بیانی کرے اور وہ لوگ ملزم کا وہ پیغام اس وقت تک اصل مالک کو نہ پہنچائیں جب تک کہ اصل مالک ملزم کو سامان حوالے نہ کر دے (اور اس طرح اس نے وہ سامان ملزم کے اس غلط بیان کی بنا پر نہ دیا ہو)۔

---

[1] (Angus v. Clifford (1891) 2 Ch. P. 470) مقابلہ کیجئے:- (29 Ch. D. 488).

[2] صفحہ ۲۸۳ کتاب ہذا۔

[3] (Reg. v. West (1858) D. and B. 575).

[4] چونکہ راست شہادت کے ذریعے سے ترغیب ثابت کرنا چاہئے نہ کہ طریقۂ معاملہ سے استنباط کر کے (Re . v. Dargue (1911), 6 Cr. App. R. 261.)

[5] مقابلہ کیجئے (Reg. v. Martin (1859) 1 F.& F.501. (K.S.C. 339)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو ایسی حالت میں ملزم مستوجب برات ہوگا۔ اسی اصول کا ان مواقع پر اطلاق ہوتا ہے جب کہ وہ شخص جس کو دھوکا دینا مقصود ہو دھوکے میں مبتلا نہ ہو۔ چنانچہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے پاس کوئی استعانتی خط آیا اور پولیس نویسندہ کے خلاف شہادت فراہم کرنے کی غرض سے مکتوب الیہ کو یہ مشورہ دیتی ہے کہ رقم بھیجدی جائے۔ (ایسی صورتوں میں بہرحال ملزم اس کے باوجود بھی اقدام استحصال بذریعۂ دغا کا، جو صفحہ (۹۵) کا من لا میں ایک جرم صغیر ہے[1]۔ مجرم ہوسکتا ہے)

288 اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کے فریب کی بنا پر اپنا سامان حوالے کردیا ہو تو ایسی حالت میں اس امر کا لحاظ نہ کیا جائے گا کہ اس نے اس کی بات کے قبول کرنے میں اور فریب کا شکار بننے میں کتنے بھولے پن اور لاپروائی سے کام لیا ہے، مثلاً ایک دھوکے باز نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایک گم شدہ شخص کو جادو کے زور سے دور دراز مقامات سے کھینچ بلائے گا[2]۔

جب غلط بیانی اور وصولی کے درمیان میں سببی تعلق موجود ہو لیکن یہ تعلق حد سے زیادہ بعید ہو تو ایسی حالت میں قانون اس کا کوئی لحاظ نہ کریگا لیکن صرف مدت کے گزر جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس تعلق میں بُعد پیدا ہوجائے۔ اگر غلط بیانی کی غرض یہ ہو کہ ایک خاص شے وصول کی جائے[3] تو باوجود اس کے کہ غلط بیانی کے ذریعے سے جو چیز فوری طور پر حاصل ہو وہ اس شے کی حوالگی نہ ہو بلکہ ایسا معاہدہ ہو جس کی تعمیل کے ذریعے سے بالآخر حوالگی ہوگئی ہو تو ایسی حالت میں بھی غلط بیانی اور

---

[1] (Rex. v. Light (1915) 11 Cr. App. R. III.)

[2] (Reg. v. Giles (1865). L. and C. 502.)

[3] مقابلہ کیجئے صفحہ ۹۲۔

[4] اگر صراحت کے ساتھ وہ شے طلب نہ بھی کی گئی ہو تو جوری شہادت سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتی ہے کہ معنوی طور پر مطالبہ کیا گیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وصولی میں راست تعلق سمجھا جائے گا[1]۔ اور اگر اس غلط بیانی اور فریب دہی کے وقت وہ شے وجود میں بھی نہ ہو تب بھی صورت حال میں کوئی فرق پیدا نہ ہوگا[2]۔ دوڑ کے موقع پر اس میں شرکت کرنے والا کوئی شخص اگر اپنی گزشتہ کارگزاریوں کے متعلق غلط بیانی کرکے ایسی رعایت حاصل کرے جس کا حقیقتہً وہ مستحق نہ ہو، اور اس ذریعے سے انعام پا جائے تو اس طرح کی غلط بیانی اور حصول انعام میں اتنا بُعد نہ سمجھا جائے گا کہ اس شخص پر فوجداری الزام عائد نہ ہو سکے[3]۔ اگر اس نے وہ انعام نہ جیتا ہوتا تب بھی دوڑ کے مقابلے میں حصہ لینے کی بنا پر وہ حصول انعام بذریعۂ دغا کے اقدام میں ماخوذ کیا جا سکتا تھا البتہ اگر یہ شخص دوڑ کے مقابلے میں حصہ لینے کے لیے جاتا لیکن دوڑتا نہیں تو غالباً یہ امر اتنا بعید ہوتا کہ اس کا اقدام میں بھی شمار نہ ہو سکتا۔

(۵) نیت۔ فریب کی وجہ سے اگر کوئی شے حاصل ہو جائے تو جرم دغا کے اطلاق کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ فریب اس شے کے حاصل کرنے کی غرض سے ہی کیا گیا ہو اور وہ حصول فریبانہ ہو[4] (مثلاً یہ کہ کسی شخص کے ناجائز قبضے سے اپنی شے نکالنے کے لیے یا دل لگی کے طور پر کسی شے کے لینے اور فوراً واپس کر دینے کے لیے یا اپنے کسی واقعی قرضے کی ضمانت کے طور پر روک رکھنے کے لیے نہ ہو) علاوہ ازیں وہ فریب کسی ایسی غلطی کی بنا پر نہ ہو جو نیک نیتی پر محمول ہو سکے بلکہ اس کے غلط ہونے کا علم[5] (یا شاید[6] اس کے متعلق بے اعتنائی) ہونا ضروری ہے۔ 289

---

[1] (Rex. v. Moreton (1914)8 Cr.App. R. 214.)

[2] (Reg. v. Martin (1867), 1. C.C.R. 56 (K.S.C. 344).

[3] (Reg. v. Button (1900) 2 Q.B. 597. (K.S.C 342)

[4] (Rex. v. Weeks (1928), 20 Cr. App. R. 188). لیکن جوری کی ہدایت کے متعلق دیکھئے ——— (Rex. v. Moss (1931) 28 Cr. App. R. 132).

[5] ایسا علم ہونا اس امر کی بادی النظری شہادت ہوتا ہے کہ فریب دینے کی نیت تھی۔

[6] کسی فوجداری عدالت نے ہنوز اس امر کو طے نہیں کیا ہے۔ لیکن دیکھئے (9 A.C at.P. 203.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جیسے مثلاً یہ صورت نہ ہو کہ کسی کاغذ پر بغیر پڑھے دستخط کر دیے جائیں۔ ملحوظ رہے کہ اگر مجرم کی محض یہ نیت ہو کہ بصورت امکان وہ آیندہ اس نقصان کی تلافی کر دے گا تب بھی فریب اپنے مقام پر بدستور قائم رہتا ہے۔[1]

گو کہ قانون موضوعہ کی رُو سے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، استحصال بذریعۂ دغا جرم صغیر ہے لیکن اس کے لیے اتنی ہی سخت سزا دی جا سکتی ہے جتنی کہ سرقۂ خفیف کے لیے مقرر ہے لیکن یہ کہ زیادہ سے زیادہ پانچ اور کم از کم تین سال کی ــــ یا زیادہ سے زیادہ دو سال کی قید با مشقت یا (برخلاف سرقہ) جرمانہ۔[2] بُچ بوران کے مشہور مقدمے کے بعد ایک قانون منظور کیا گیا تھا (۴۷ و ۴۸ سنہ جلوس وکٹوریا باب ۳۶) جس کے ذریعے سے منقولہ یا غیر منقولہ جائداد کے حاصل کرنے کی غرض سے تلبیس شخصی کرنا (خواہ جائداد واقعاً حاصل ہو یا نہ ہو) جرم کبیر قرار دیا گیا تھا اور اس کی سزا ــــ دوامی مقرر کی گئی تھی۔ ایک شخص کے متعلق بیان کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ اور (14 A.C.at P. 274) دھوکا دہی کی دیوانی ناشش میں بے اعتنائی کافی وجہ ہے۔ (L.R, 4. H.L. at P. 79, and 14 A.C. at P. 368)

مقابلہ کیجیے: (Rex. v. Bishirgian (1936), 52, T.L,R. 361.)

[1] خواہ اس امر کا احتمال ہو کہ آخر کار اس کے لیے اس کا امکان پیدا ہو جائے گا۔

(Rex v. Carpenter (1911) 76 J.P. 158, 22. Cox 618.)

دیکھیے: Reg v. Naylor (1865) 1 C.C.R, 4, اور مقابل کیجیے (Rex v. Parker (1916), 25 Cox 145.)

لارڈ ڈارلنگ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ کسی ایسے شخص کو فریب دینا بھی جرم ہے جو جرم کا ارتکاب کرنے کی نیت رکھتا ہو، مثلاً اس کے ہاتھ زہر کے بجائے کوئی بے ضرر دوا فروخت کر دینا

(Reg. v. Brown (1890), 68, J. P. 790)

[2] قانون سزا ۱۹۱۴ء دفعات ۳۲، ۳۴ (۴)، ۳۶ (۵) الضمنی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ اس نے زندگی کا بیمہ کرانے کی درخواست کی اور ایک دوسرے شخص کو جو اس سے زیادہ توانا اور تندرست تھا اپنے طبی معاینے کے لیے بھیجدیا تھا۔

اگر دغا کی بابت فرد قرارداد جرم مرتب کی گئی ہو تو ملزم کو باوجود اس کے کہ اس کا جرم حقیقتہً سرقہ ثابت ہو، سزا دی جاسکتی ہے لیکن سزا دغا (جرم صغیر) کی بابت ہی دی جائے گی۔ اور اگر اس کے خلاف سرقے کی فرد قرارداد مرتب ہو تو اس کو دغا کی بنا پر بھی سزا دی جاسکتی ہے۔[1] 290

اس طرح ان دو جرائم میں جو نازک فرق ہیں ان کی عملی اہمیت بہت کم ہو گئی ہے۔

واقعی مجرم یا اس کے بدنیت خریدار کے مقابل میں ہر مستغیث، جو واقعی طور پر پھر مالک ہو گیا ہو یعنی جس نے قانوناً منتقلی کو منسوخ کر دیا ہو، واپسی مال کا حکم[2] حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن قانون بیع اشیا ۱۸۹۳ء (۵۶ و ۵۷ سنہ جلوس وکٹوریا باب ۷۱ دفعہ ۲۴) کے تحت فریب کی ان صورتوں کی بنا پر حکم سزا صادر ہونے کی وجہ سے جو سرقے کی حد تک نہ پہنچتی ہوں بجائے خود اس طرح کی واپسی مال نہیں ہو سکتی[3] کہ نیک نیتی کے ساتھ جو بیع واقع ہوئی ہو وہ بھی باطل قرار پا جائے لہذا عدالتیں دغا کی صورت میں اس خوف سے کہ اس طرح کا کوئی معاملۂ بیع نہ ہو گیا ہو، واپسی مال کا حکم دینے

---

[1] صفحہ ۵۵۴ کتاب ہذا۔ لیکن ایسی صورت میں نہیں جب فرد جرم اقدام سرقہ کی بابت مرتب ہوئی ہو (21 Cr, App, R, 172,) نیز دیکھیے: (16 Cr, App, R, 58,)

[2] صفحہ ۲۵۹ کتاب ہذا۔

[3] مقابلہ کیجئے قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۵ (۲)۔ لیکن گو کہ سزا دغا کی بنا پر صادر کی گئی ہو۔ لیکن شہادت سے سرقے کا ثبوت ملتا ہو تو ایسی صورت میں ملکیت عود کر جائے گی:

(Rex, v, George (1901), 65, J, P, 729),

لہذا حکم بازدہی دیا جاسکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں تامل کرتی ہیں۔ اور درصورتیکہ سابق مالک قانوناً اس معاملت کو باطل قرار دے سکے تو بہرحال واپسی مال کا حکم دیا جا سکتا ہے[1]۔

مال مسروقہ کا لینا

ان متعدد جرائم پر تبصرہ کرنے کے بعد جن کی وجہ سے مالک اپنے سامان کی ملکیت سے بد دیانتی کے ساتھ محروم کر دیا جاتا ہے، اب ہم اس جرم کا ذکر کرتے ہیں جس کا اس سامان کے حصول کے بعد اس کو ٹھکانے لگانے اور علیحدہ کرنے کے سلسلے میں ارتکاب ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

کامن لا میں مال مسروقہ کا اس علم و اطلاع کے ساتھ لینا کہ وہ مال مسروقہ ہے محض جرم صغیر شمار کیا جاتا تھا۔ یہ ضروری تھا کہ اس سامان کے سرقے کا ارتکاب ہوا ہو، لیکن اس کے باوجود سامان کے لینے والے پر اس سرقے کے معین بعد ارتکاب جرم ہونے کا الزام قائم نہ ہو سکتا تھا (بجز اس کے کہ اس شخص کے مال مسروقہ لے لینے کی وجہ سے چور کو انصاف کی زد سے نکل جانے میں مدد ملی ہو) چونکہ سمجھا یہ جاتا تھا کہ اس نے سامان لیا تھا، چور کو پناہ نہ دی تھی۔ لیکن بعد میں متعدد قوانین کے ذریعے سے (جن کے احکام اب قانون سرقہ ۱۹۱۶ء میں یکجا کر دیے گئے ہیں) اس جرم 291
کے حدود کو بہت وسیع کر دیا گیا اور اس میں وہ تمام صورتیں داخل کر دی گئیں جن میں بد دیانتی کا فعل سرقے پر یا ایسے حالات میں سامان کے لینے پر مشتمل ہو جن کی وجہ سے وہ فعل جرائم کبیرہ یا جرائم صغیرہ کی حد میں داخل ہو جائے۔ اس چوری کا سامان لینے کے متعلق جس کی بابت فرد قرار داد جرم

---

[1] (Rex v. George (1901) 65 J.P.728.)

[2] دفعہ ۳۴ (۱)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ لگائی جاسکتی ہو سنہ ۱۸۶۱ء کا ایکٹ صفحہ ۲۹۳ پر ملاحظہ کیجئے۔

لہذا یہ ضروری ہے کہ مجرم نے مسروقہ سامان اس علم کے ساتھ لیا ہو کہ وہ مسروقہ ہے۔ اس جرم میں تین امور غور طلب ہوتے ہیں: (۱) لینا (۲) وہ شے جو لی جائے۔ (۳) مجرمانہ علم و اطلاع۔

(۱) 'وصولی' کے سلسلے میں کوئی ایسا فعل ہونا چاہئے جس سے قبضے کی تبدیلی عمل میں آجاتی ہو۔ لہذا یہ ثابت ہونا چاہئے کہ ملزم نے وہ سامان اپنے واقعی یا تعبیری قبضے میں لیا۔ اور یہ صورت چور کے تنہا قابض ہونے کی حالت میں نہیں پیدا ہوسکتی (گو یہ ہوسکتا ہے کہ وصول کنندہ اور چور مشترکاً اس سامان پر قابض ہوں)۔ لیکن، جس طرح کہ قبضے کی تمام صورتوں میں ہوتا ہے، ایک شخص لینے کے جسمانی فعل میں بذات خود حصہ لیے بغیر کوئی شے وصول کرسکتا ہے، اگر مال مسروقہ ملزم کی عدم موجودگی میں اس کے ملازم یا زوجہ کے حوالے کردیا جائے اور وہ بعد میں کوئی ایسا عمل کرے جس سے ظاہر ہو کہ اس سامان کو قبول کرلیا ہے (مثلاً اس کو اپنے مکان کے کسی دوسرے حصے میں منتقل کرے یا چور سے اس کی بابت معاملت کرلے) تو اس وقت (گو اس سے پہلے نہیں) وہ خود اس سامان کا وصول کنندہ قرار پاجائے گا۔ صرف اتنی بات سے کہ کسی شخص کے مکان میں مسروقہ جواہرات موجود ہیں یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس کی زوجہ تعبیری طور پر ان کی قابض ہے۔ جواہرات کے مکان میں موجود ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ زوجہ ان کو پہنے ہوئے ہے۔ پہنے ہونے کی

لہ خواہ کسی غرض سے حتیٰ کہ بعض عارضی نگرانی یا پرسندگی ہی کے لیے ہو۔ لیکن اگر وہ سامان نیک مقصد سے لیا گیا ہو تو جرم نہ ہوگا جیسے مثلاً مالک کو واپس دینے کے لیے یا چور کو گرفتار کرانے کی غرض سے۔ جو سامان بیرون ملک سے چرایا گیا ہو اس کے متعلق دیکھئے صفحہ ۴۹۰ کتاب ہذا

(Reg, v. Woodward (1862) L.&.C. 122. K,C.C, 364). ۱

(Rex. v Pritchard (1913). 9 Cr.App,R, 210.)

۲ وصول کا معیار یہ ہے کہ وہ سامان C,C,C, Sess Pap, C,L, 295).

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صورت میں البتہ وہ زوجہ کے قبضے میں تصور کئے جا سکتے ہیں۔

292 (۲) یہ بھی ضروری ہے کہ جو سامان لیا جائے وہ وصولی کے فعل سے قبل چرایا جا چکا ہو[1]۔ لہٰذا خود چوری کے فعل کا ارتکاب کرنے کی بنا پر کوئی شخص اس مال مسروقہ کا لینے والا قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں کسی سامان کے 'مال مسروقہ' ہونے کی نوعیت عارضی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ اگر چوری جانے کے بعد وہ سامان مالک کے (واقعی یا تعبیری) قبضے میں پہنچ جائے تو اس واپسی کی جہت سے اس سامان کے مال مسروقہ ہونے کی نوعیت زایل ہو جائے گی اور بعد میں اس کے لینے کی بنا پر کوئی جرم عائد نہ ہوگا[2]۔ چوری کا سراغ مل جانے کے بعد مالکوں کی یہ تدابیر کہ کوئی ایسا شخص ہاتھ لگ جائے جو اس سامان کو لے لے اور اس طرح وہ اس کو اپنے دام میں گرفتار کر کے سزا دلائیں اسی اصول کی بنا پر اکثر بے سود ثابت ہوتی ہیں۔

(۳) آخر الامر یہ کہ ملزم اس سامان کے لینے کے وقت[3] اس کے مسروقہ ہونے کا علم رکھتا ہو (نہ یہ کہ قبضہ ہو جانے کے بعد اس کو اس امر کی اطلاع ملے) لیکن اگر وہ ایسے مشتبہ حالات پر مطلع ہو جن کی موجودگی میں ایک معقول شخص کو یہ یقین ہو جاتا کہ یہ سامان مسروقہ ہے تو بادی النظری طور پر یہ قیاس کیا جا سکے گا کہ اس کو اس سامان کے مسروقہ ہونے کا علم تھا مثلاً یہ کہ کوئی ایسا بایع جس کے متعلق عام حالات میں یہ امید نہ ہو سکتی ہو کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ وصول کنندہ کے قابو میں آجائے۔

Rex. v. Gleed (1918) 12 C, App, R, 32.) (Rex, v. Watson) (1916) 12 Cr, R, 62)

[1] چوری کے ثبوت کے لیے دیکھئے: (Rex. v, Sbarra (1918), 13 Cr, App. R, 118,)

[2] (Reg.v, Villensky (1892) 2 Q,B, 597 (K,S,C, 360)

[3] (Rex, v, Johnson (1911), 6 Cr. App, R, 218) روک لینا وصول کرنا نہیں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ اس شے کا بایع ہو سکتا ہے علاوہ ازیں قیمت پر ناوقت وہ شے فروخت کے لیے پیش کرے۔[1]
اس شخص کا مابعد طرز عمل بھی اس کے اس علم کی شہادت ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ اس سامان کو پوشیدہ کر دے یا اس کو خفیہ طور پر اور بہت زیادہ ارزاں قیمت پر فروخت کرے یا اس کی خرید کا کوئی تحریری اندراج نہ کرے۔ اگر کوئی شخص کسی ایسے سامان کی بازیافت کے سلسلے میں جو مسروقہ ہو یا جو کسی ایسے طریقے سے حاصل یا وصول کیا گیا ہو جو اس فعل کو جرم کبیر یا جرم صغیر کی حد میں داخل کر دے۔ ناجائز طور پر کوئی رقم یا انعام لے تو اس کو جرم کبیر شمار کیا جائے گا بجز اس کے کہ اس شخص نے ملزم کو سپرد عدالت کرانے کی بابت پوری پوری جد و جہد کی ہو۔[2] 295

مال مسروقہ کے لینے والوں کی سزا کے متعلق ۱۸۶۱ء اور ۱۹۱۶ء کے قوانین سرقہ کی خاص دفعات یہ ہیں:-

۱- اگر ابتدائی چوری یا وصولی جرم کبیر ہو تو مال مسروقہ کا وصول کنندہ جرم کبیر کا مجرم ہوگا اور اس کی انتہائی سزا چودہ سال کی ہوگی۔ سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے کو انتہائی میں ایک مرتبہ تازیانے کی سزا بھی دی جا سکے گی۔ (دفعہ ۳۴ (۱) قانون سرقہ ۱۹۱۶ء)۔

۲- اگر ابتدائی چوری یا وصولی جرم صغیر ہو (جیسے دغا کے ذریعے

---

[1] لیکن واقعی طور پر یقین حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ 1 F. & F. 665
(1892) A. C. 267, لیکن ان کے مسروقہ ہونے کے سمجھنے میں غفلت یا (بے اعتنائی بھی) برتی جائے تو جرم کا اطلاق نہ ہوگا۔ جرم کے صادق آنے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ ایسے واقعات کی طرف سے جان بوجھکر اس نے آنکھیں بند کر لی ہوں جن سے ایک اوسط فہم کا آدمی ان اشیا کے مسروقہ ہونے کو سمجھ لیتا۔ مقابلہ کیجیے (C.C.C. Sess. Pap. C.X. LVIII 832-11 Cr. App. R. 2) علم ہونے کی شہادت کے متعلق دیکھیے صفحات ۴۲۵/۳۹۱۔

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۳۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے سامان لیا گیا ہو) تو اس سامان کی وصولی جرم صغیر ہوگی اور اس کی انتہائی سزا سات سال کی ——— ہوگی۔ سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے کو تنہائی میں ایک مرتبہ تازیانے کی سزا بھی دی جا سکے گی۔ (دفعہ ۳۳ (۱) قانون سرقہ ۱۹۱۶ء)۔

۳ - اگر ابتدائی چوری قانون سرقہ ۱۸۶۱ء کے تحت خفیف جرم ہو اور سرسری سماعت کے قابل ہو (مثلاً یہ کہ کتا چرایا گیا ہو) تو اس کی وصولی بھی اسی طرح کا جرم ہوگی اور اس کی سزا بھی اسی طور سے دی جا سکے گی جیسے اصل چوری کی۔ (دفعہ ۹۷ قانون سرقہ ۱۸۶۱ء)۔

رشوت کی داد و ستد

کسی جج کو رشوت دینا یا رشوت پیش کرنا یا جج کا رشوت کا قبول کرنا[1] یا کسی سرکاری ملازم کو اس غرض سے کہ وہ اپنے فرض منصبی کو انجام نہ دے یا اپنے فرائض کے خلاف عمل کرے رشوت دینا یا پیش کرنا ایسا جرم ہے جو کامن لا کی رو سے جرم صغیر شمار ہوتا تھا[2]۔ کسی رکن جوری کو ناروا طریقے سے متاثر کرنے کی کوشش کرنا ایک جرم صغیر ہے جو 'امبرے سری' ——— کے نام سے موسوم ہے[3]۔ کسی سرکاری عہدے کا فروخت کرنا یا خریدنا یا کسی سرکاری عہدے کی فروخت یا خریداری کے سلسلے میں کوئی انعام وصول کرنا یا دینا جرم صغیر ہے اور اس کی پاداش میں جرمانہ، قید، عہدے سے

---

[1] 1 Hawk. P.C. 414, 415.

[2] Rex. v. Vaugham (1769) Burr. 2494. اور مقابلہ کیجئے:

Rex. v. Whitaker (1916), 3 K.B. 1283.

[3] ڈائجسٹ آف کریمنل لا مرتبہ اسٹیفن ساتواں ایڈیشن فصل ۱۷۳۔ تاریخ سازشوں (History of Conspiracy) مرتبہ ڈن فیلڈ، باب ہفتم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برخاستگی اور بار دیگر اس پر مامور ہونے کے قطعی ناقابل قرار دیے جانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔[1]

294 کسی مقامی مجلس یا مجلس عامّہ[2] کے رکن یا عہدہ دار کو اس مجلس کے کسی کام کے سلسلے میں کوئی فعل کرنے یا کسی فعل کے کرنے سے باز رہنے کے لیے کوئی انعام دینا یا اس رکن یا عہدہ دار کا اس انعام کو قبول کرنا جرم صغیر ہے اور اس کی بنا پر دو سال کی قید اور یا پانچ سو پونڈ جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے یا اگر وہ انعام کسی سرکاری محکمے یا مجلس عامّہ کے کسی معاہدے سے تعلق رکھتا ہو تو سات سال کی ——— سزا دی جائے گی۔ اس مجلس کو جس کے رکن یا عہدہ دار کو مجرم رشوت دے یا رشوت دینے کا اقدام کرے اس انعام کی مالیت بھی مجرم سے دلائی جا سکتی ہے مزید برآں سات سال کی مدت تک وہ کسی انتخاب میں حصہ لینے یا کسی سرکاری عہدے پر مامور ہونے کے ناقابل قرار دیا جا سکتا ہے اور اگر وہ کسی مجلس عامّہ کا عہدہ دار یا ملازم ہو تو عدالت اپنے اختیار تمیزی سے اس کا کوئی حق یا استحقاقات معاوضہ یا وظیفہ ساقط کر سکتی ہے۔ بار دیگر اس جرم کے ارتکاب کی بنا پر مجرم ہمیشہ کے لیے سرکاری عہدے پر مامور ہونے کے ناقابل ہو جاتا ہے اور سات سال تک مجلس وضع قوانین یا مقامی حکومت کے انتخاب میں رائے دینے کے ناقابل ہو جاتا ہے۔[3] جب یہ امر ثابت ہو جائے کہ کسی ایسے شخص کو جو سرکاری یا کسی مجلس عامّہ کی ملازمت میں ہے کسی ایسے شخص نے جس نے کوئی ٹھیکہ حاصل کیا ہو یا ٹھیکہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو کوئی رقم یا عطیہ دیا ہے یا اس ملازم نے کوئی رقم یا عطیہ ایسے شخص سے وصول کیا ہے تو بجز اس کے کہ اس کے خلاف ثابت کیا جائے،

---

[1] ۴۹ جارج سوم کلاز ۱۲۶۔

[2] ۶ و ۷ جارج پنجم کلاز ۶۸ دفعہ ۲۔

[3] ۵۲ و ۵۳ وکٹوریا کلاز ۶۹ دفعات ۱۔ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ تصور کیا جائے گا کہ رشوت کا لین دین عمل میں آیا ہے۔[1]

اصل کے معاملات یا کاروبار کے سلسلے میں کوئی کام کرنے یا کسی کام سے باز رہنے کی یا اصل کے معاملات یا کاروبار کے متعلق کسی شخص کے ساتھ رعایت کرنے یا رعایت نہ کرنے کی ترغیب کے لیے کسی کارندے کو یا کارندے کے لیے کوئی عطیہ یا بدل دینا یا کوئی عطیہ یا بدل حاصل کرنے کا اقدام کرنا جرم صغیر ہے اور اس کی پاداش دو سال کی قید اور پانچ سو پونڈ جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔[2] 'کارندے' کے مفہوم میں ہر وہ شخص داخل ہے جس کو کسی دوسرے شخص نے اپنا کام کرنے پر مامور کیا ہو یا جو دوسرے شخص کا کام انجام دیتا ہو۔ دانستہ طور پر کسی کارندے کو یا کارندے کے لیے کوئی ایسی رسید یا حساب یا کوئی دوسری دستاویز استعمال کرنے کے لیے دینا جس میں اصل کا کوئی مفاد ہو اور جس میں کوئی اندراج یا بیان اہم حد تک جھوٹا ہو اور نیز جس کی غرض یہ ہو کہ اصل کو 295
غلط فہمی میں مبتلا کیا جائے حسب طریقۂ صدر قابل سزا ہے۔[3]

انتخابات کے سلسلے میں رشوت دینا یا لینا اور نیز بعض شخصی کرپٹ پریکٹسز پریونشن ایکٹ ۱۸۵۴ء[4] (Corrupt Practices Prevention Act.) کرپٹ اینڈ اِل لیگل پریکٹسز ایکٹ ۱۸۸۳ء[5] (Corrupt and Illegal Practices Act) اور دوسرے قوانین کے تحت مستوجب سزا ہیں۔[6] اعزازات کے سلسلے میں رشوت دینا

---

[1] ۶ و ۷ جارج پنجم کلاز ۶۴ دفعہ ۲۔

[2] ۶ ایڈورڈ ہفتم کلاز ۳۴ دفعہ ۱۔

[3] ۱۷ و ۱۸ وکٹوریا کلاز ۱۰۲۔

[4] ۴۶ و ۴۷ وکٹوریا کلاز ۵۱۔

[5] ڈائجسٹ آف کریمنل لا۔ مرتبۂ اسٹیفن ساتواں ایڈیشن فصل ۱۷۔ جائداد حاصل کرنے کے لیے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا لینا، آنرز پریونشن آف ابیوزز ایکٹ ۱۹۲۵ء کے تحت (Honours Prevention of Abuses Act) قابل سزا[1] ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تبلیس شخصی کرنے کے متعلق دیکھئے باب ۴۴ وصفحہ ۲۸۹ ڈائجسٹ مذکور۔

[1] ۱۵ و ۱۶ جارج پنجم کلاز ۲۷۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

296

باب (۱۶)

جعلسازی

انگریزی زبان میں لفظ Forge (اختراع) کے لغوی معنے اصلاً 'بنانے' کے تھے لیکن اس لفظ نے شکسپیر کے زمانے سے پیشتر ہی ایک خاص مفہوم اختیار کر لیا اور اس کے معنی فریب کے طور پر بنانے کے ہو گئے (لفظ Fabricate نے بھی اسی قسم کے منازل سے گزر کر موجودہ مفہوم تک ترقی کی ہے) چنانچہ جعلسازی کا ارتکاب اس وقت عمل میں آتا ہے جب کوئی شخص اس غرض سے کوئی جھوٹی دستاویز بنائے کہ وہ بطور اصلی دستاویز کے استعمال کی جا سکے[1]، اسی طرح سے کسی مہر یا ڈائی (ٹھپہ) یا ان کے چھاپے کا خلاف قانون ارادے کی تکمیل کے لیے تیار کرنا بھی اسی جرم میں داخل ہے۔

گو بادی النظر میں یہ اس قسم کا جرم معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ایسے زمانے کے جس میں تجارتی انہماک زیادہ ہو اس کا عام طور پر ارتکاب نہ ہوتا ہوگا، لیکن انگلستان میں چودھویں صدی ہی میں یہ جرم بالکل عام ہو چکا تھا اور اس زمانے میں اس کو کوئی سنگین جرم نہ سمجھا جاتا تھا۔

---

[1] ۲ و ۳ جارج پنجم کلاز ۲۷ دفعہ ۱ (۱) تاریخ قانون فوجداری مرتبۂ اسٹیفن باب سوم صفحہ ۱۸۰ - ۱۸۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چنانچہ ایک شخص پر جس نے ایک شخص متوفی کی جانب سے زمین کا ایک جھوٹا انتقال نامہ بنایا تھا صرف ۱۳ شلنگ ۴ پنس جرمانہ کیا گیا تھا۔[1] کامن لا اس کو جرائم صغیرہ میں شمار کرتا تھا اور اس کی رو سے اس کی سزا جرمانہ اور قید تھی۔ لیکن جیسے جیسے تعلیم اور تجارت کو ترقی ہوتی گئی اسی مناسبت سے جعلسازی کے ارتکاب کے مواقع زیادہ پیدا ہوتے گئے اور زیادہ سخت جرائم جعلسازی کے انسداد کے لیے زیادہ سخت سزاؤں کے مقرر کرنے کی ضرورت ہوئی، چنانچہ یکے بعد دیگرے قوانین وضع ہوتے رہے جو سب قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء (۳ و ۴ سنہ جلوس جارج پنجم باب ۲۷) میں یکجا کر دیے گئے ہیں۔ دستاویزات کا جعل بنانا جرم کبیر قرار دیا گیا ہے۔ مزید برآں اس ایکٹ کی دفعہ ۷ کو از سر نو ترتیب دیا گیا ہے اور اس کو بڑی وسعت اور جامعیت دے دی گئی ہے۔ اس کی رو سے 297
'کسی قسم کی جعلی دستاویز' کے ذریعے سے اگر رقم یا جائداد بہ نیت فریب حاصل کی جائے گی (یا حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی) تو اس کا شمار جرائم کبیرہ میں ہوگا اور اس کی بنا پر چودہ[14] سال قید کی سزا دی جا سکے گی۔ لہٰذا ناجائز طور پر رقم حاصل کرنے کی غرض سے کوئی جھوٹا تار دینا یا ڈاک کے کسی نشان یا علامت کا بگاڑنا بھی جرائم کبیرہ میں محسوب ہوگا۔[2]

اب ہم کو (۱) دستاویزات (۲) ان کا جھوٹا ہونا (۳) دستاویزات بنانے کے فعل اور (۴) نیت پر غور کرنا ہے۔

(۱) لفظ 'دستاویز' یا 'نوشتہ' کے اندر ہر ایسی تحریر داخل ہوگی

---

[1] Eyre of Kent, 1313—1314, Vol. I, P. IXXI.
اور مقابلہ کیجیے:- Y. B. 20 Eelid. 3 (Rolls Series), Vol. II, P. I.

[2] Reg. v. Riley (1886), 1 Q.B. 309 (K.S.C. 179).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس کے جھوٹے ثابت ہونے سے کسی شخص کو نقصان پہنچے[1]۔ چنانچہ بہت سی ایسی دستاویزات ہیں جن کی بابت جعلسازی، گو قانون موضوعہ کے قرار دادہ جرائم کبیرہ کی تعریفات میں داخل نہیں ہے، لیکن پھر بھی وہ مستوجب سزا ہے مثلاً ہوائی آرڈر کے صداقت نامے، تھیٹر کے ٹکٹ[2] اور معمولی غیر مہری تحریری معاہدے۔ لہذا قانون جعلسازی کے ذریعے سے وثیقہ جات اور اسی طرح کے دوسرے اہم نوشتہ جات ہی کا تحفظ نہیں کیا گیا ہے بلکہ سفارشی خطوط، جن کے ذریعے سے ملازمت یا کوئی دوسری مالی منفعت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے یا پروانۂ راہداری[3] (پاسپورٹ) کے حصول کے لیے جو صداقت نامۂ شناخت حاصل کیا جائے اس پر بھی یہ قانون حاوی ہے۔ ایک جعلساز نے کسی ایسے شخص کے نام جس پر اس کا روپیہ واقعاً قرض تھا اس شخص کے آقا کی طرف سے ایک جعلی خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ یہ روپیہ فوراً ادا کر دو، یہ خط کافی طور پر دستاویز کے مفہوم میں داخل قرار دیا گیا[4]۔ اسی طرح مہتمم محبس کے نام ایک خط جس میں ایک قیدی سے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی گئی تھی، لیکن غلط طور پر خط کا قیدی کے وکیل کی طرف سے ہونا ظاہر کیا گیا تھا، دستاویز قرار دیا گیا[5]۔ یہ امر کہ دستاویز کس زبان میں تحریر ہوئی ہے یا شاہی مقبوضات کے اندر یا باہر کس مقام پر اس کے مطابق عمل ہونا تحریر ہوا ہے کوئی اہمیت نہیں رکھتا[6]۔

---

[1] یعنی کسی معاملت میں اس کو نقصان پہنچے، خواہ وہ معاملت قانوناً قابل نفاذ نہ بھی ہو مثلاً شرط باندھنا۔

[2] C.C.C. Sess Pap. LxxIII, 94.

[3] C.C.C. Sess Pap. C, 644.

[4] Rex. v. Parker (1910), 74 J.P. 208.

[5] Reg. v. Barrett (1899), C.C.C. Sess. Pap. CXXX, 797.

[6] قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۱ (۳ الف)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

298 لیکن تصویر دستاویز نہیں ہے، لہذا ایک تصویر پر کسی مشہور مصور کے جھوٹے دستخط بنانا جعلسازی میں داخل نہیں ہے، چونکہ مصور کے دستخط سے محض اس کی شناخت ہوجاتی ہے[1]؛ اس کے سوائے ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ چنانچہ نشان تجارت کی نقل اتارنا اس وقت تک جعلسازی نہ سمجھا جاتا تھا جب تک کہ قانون موضوعہ کے ذریعے سے اس کو خصوصیت کے ساتھ جرم صغیر نہ قرار دیا گیا[2]۔

اسی طرح واقعی طور پر استعمال کرنے کے لیے اگر کوئی شخص ڈاک کا ٹکٹ بنائے یا کسی مستعملہ ٹکٹ پر سے ڈاک خانے کی ثبت کردہ وہ علامات جو اس کے مستعملہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں دفع کردے تو یہ جعلسازی ہوگا لیکن کامن لا کے تحت ایک ایسی چیز کا بنانا جس کو مستعملہ ٹکٹ کے طور پر استعمال کرنا مقصود ہو اور جو ایک نادر چیز کے طور پر فروخت کی جائے جعلسازی نہیں ہے اگرچہ اس کو اسٹامپ ایکٹ کی رو سے جعلسازی قرار دیا گیا ہے[3]۔

(۲) دستاویز ایسی حالت میں بھی 'جھوٹی' تصور کی جائے گی

---

[1] Reg. v. Closs (1858), D. and B. 460. (K.S.C. 184).

لیکن بہرحال از روئے کامن لا یہ دغا تصور کیا جائے گا اور بطور جرم صغیر قابل ترتیب فرد جرم ہوگا دیکھئے: Criminal Pleading E.D. Evidence and Practice.

مصنفۂ آرک بولڈ۔ ایک ایسا فریبانہ عمل درآمد جس سے عامۃ الناس براہ راست متاثر ہوسکیں کامن لا کے تحت دغا تصور کیا جاتا ہے۔ خانگی دغا کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ اس فریبانہ عمل سے واقعی طور پر مضرت پہنچے اور وہ فریبانہ عمل پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے:

Reg. v. Vreones, (1891) 1.Q.B. 360.

[2] اب دیکھیے (Merchandise Marks Act, 1887.) . (۵۰ و ۵۱ وکٹوریا کلاز ۲۸)۔

[3] (9 Cr. App. R. 195.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جب کہ کسی ایسے شخص کی جانب سے اس کا بنانا ظاہر کیا گیا ہو جس نے اس کے بنانے کا مجاز نہ کیا ہو، یا جبکہ دستاویز کے بنانے کا وقت اور مقام اہمیت رکھتا ہو، وہ اس میں غلط درج کیا جائے یا دستاویز میں اہم تبدیلیاں کر دی گئی ہوں یا ایسا ہو کہ گو دستاویز کسی ایسے شخص کے نام سے بنائی گئی ہو جو وجود رکھتا ہو لیکن منشا یہ ہو کہ وہ کسی دوسرے شخص کی بنائی ہوئی سمجھی جائے[1]۔ بنا بریں کوئی ایسی دستاویز جعلی نہیں سمجھی جا سکتی جس میں ایسے واقعات درج ہوں جو جھوٹے ہوں بلکہ دستاویز اس وقت جعلی سمجھی جا سکتی ہے جبکہ وہ غلط طور پر خود کو وہ ظاہر کرتی ہو جو وہ حقیقتہً نہ ہو[2]۔ لہذا ایسے انتقال نامہ جات جن میں غلط (جھوٹے) واقعات کا اظہار کیا گیا ہو یا جن میں ادا شدہ قیمت کو مبالغے کے ساتھ زیادہ ظاہر کیا گیا ہو محض انھیں وجوہ کی بنا پر جعلی نہیں قرار پا سکتے۔ ایک تار جو ایک اخبار کو غلط طور پر اس کے نامہ نگار خصوصی کے نام سے روانہ کیا گیا ہو جعلی ہے لیکن وہ تار اس وجہ سے جعلی نہیں سمجھا جا سکتا کہ اس میں جھوٹی خبریں درج ہیں[3]۔ لہذا صرف جھوٹی دستاویز جعلی نہیں سمجھی جا سکتی بلکہ ضرورت یہ ہے کہ وہ جھوٹ خود اس دستاویز ہی کے متعلق ہو۔

299 مزید برآں، کسی دستاویز کے بنانے کا وقت اور مقام درج کرنے سے درصورتیکہ وہ وقت اور مقام اس کے نفاذ میں اہمیت[4] رکھتا ہو، وہ دستاویز جعلی قرار دی جائے گی (اسی طرح اس کے کسی ایسے امتیازی نشان کے غلط اندراج سے ——— مثلاً کسی مال کے خارجہ کی رسید کا نمبر ———

---

[1] جھوٹی دستاویز کی تعریف معلوم کرنے کے لیے قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ (۲) کا مطالعہ کیجیے۔

[2] Reg. v. Ritson (1869), 1 C.C.R. 200 (K.S.C. 188,)

[3] (Rex. v. Horner (1910), 74 J.P. 216)

[4] مثلاً ریل کے ٹکٹ میں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس کے ذریعے سے وہ دستاویز شناخت کی جا سکے)۔

لہذا کسی چیک پر بہ نیت فریب کوئی سابقہ تاریخ لکھنا جعل سمجھا جائیگا۔ اسی طرح اگر کوئی تار بابو کسی گھوڑ دوڑ کے نتیجے پر مطلع ہونے کے ساتھ ہی شرط کا اندراج کرنے والے کو کامیاب گھوڑے پر بازی لگانے کا تار دیدے اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ دوڑ ہونے سے قبل وہ تار ڈاک خانے میں دیدیا گیا تھا (یعنی یہ کہ وہ تار اندرون وقت تھا اور بازی صحیح طور پر لگائی گئی تھی) تو اس عمل سے وہ تار بابو جعلسازی کا مرتکب سمجھا جائے گا۔[1] علاوہ ازیں اگر کسی شخص کو بہ حیثیت کارندہ عمل کرنے کا محدود اختیار دیا گیا ہو تو اس اختیار سے متجاوز ہو کر کوئی کام کرنے سے وہ جعلسازی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی ملازم کو جس کی دو پونڈ تنخواہ واجب الادا ہو اس کا آقا اس کے نام کا ایک چیک باقاعدہ طور پر دستخط کر کے دیدے لیکن رقم کا اندراج نہ کرے بلکہ ملازم ہی کو ہدایت کر دے کہ وہ اس مقام پر دو پونڈ درج کر دے۔ ایسی صورت میں اگر ملازم بجائے دو پونڈ کے تین پونڈ لکھ دے تو وہ جعلسازی کا مرتکب ہوگا۔[2] لیکن اگر کارندے کو عام اختیار حاصل ہو یا محدود اختیار حاصل ہونے کی صورت میں وہ صرف ایسی دستاویز بنائے جو اس کے حدود اختیار کے اندر داخل ہو تو صورت حال مختلف ہو جائے گی۔ بنا بریں اگر دستخط شدہ سادہ چیک کسی شخص کے سپرد کر دیا جائے اور اس کو یہ اختیار دیا جائے کہ وہ حساب کرے اور جو رقم حساب سے برآمد ہو وہ اس چیک پر تحریر کر دے اور وہ شخص صحیح طور پر جو رقم حساب سے برآمد ہو وہی اس پر لکھے لیکن ناجائز طور پر خود اس چیک کی رقم وصول کر لے اور اپنے تصرف میں لے آئے تو اس کا جرم جعلسازی نہ ہوگا۔[3]

---

۱ Reg. v. Rileg (1896) 1 Q.B. 309 (K.S.C. 179)

۲ Reg. v. Bateman (1845), 1 Cox 186 (K.S.C. 191).

۳ Reg. v. Lewis (1764), Foster 116 (K.S.C. (195).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دستاویز کے اندر اپنی ذات کے متعلق ضمنی طور پر بھی کافی غلط بیانی ہو سکتی ہے چنانچہ کسی فرضی یا متوفی شخص کے نام سے کوئی دستاویز تحریر[1] کرنے پر نیز خود اپنے نام سے بایں نیت دستاویز تحریر کرنے پر کہ وہ کسی اور شخص کی تحریر کردہ ظاہر ہو[2] جھوٹی دستاویز ہونے کا اطلاق ہو سکے گا۔ ایک شخص نے ایک ایسے بل پر تحریر ظہری کر دی جو اس کے ایک ہم نام شخص کو روانہ کیا گیا تھا اور غلطی سے اس شخص کے بجائے اس کے پاس آگیا تھا[3]۔ ان تمام صورتوں پر جعلسازی کا اطلاق ہوگا کیونکہ ان میں ایک شخص ایک ایسی تحریر بناتا ہے جس کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی دوسرے (اصلی یا فرضی) شخص کے فعل 300
کا نتیجہ ہے۔ لیکن جب کوئی شخص ایک دستاویز کسی دوسرے شخص کی طرف سے نہیں بلکہ قطعی طور پر اپنی جانب سے لکھے اور دستخط میں ایک فرضی نام اختیار کر لے تو اس کے اس فعل سے وہ دستاویز جعلی نہ قرار دی جائے گی چونکہ اس صورت میں بھی دستاویز کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی، کسی دوسرے پر نہ ہوگی[4]۔

(۳) جھوٹی دستاویز 'بنانے' کا چند صورتوں سے ارتکاب ہو سکتا ہے۔

(ا) اس پر کوئی مہر یا اسٹامپ لگانا' یا جو مہر یا اسٹامپ اس پر پہلے سے موجود ہو اس کو تبدیل کرنا یا (ب) کچھ الفاظ، حروف یا اعداد کا خود اس دستاویز میں لکھنا یا اس میں سے محو کرنا[5]۔ خواہ یہ الفاظ، حروف یا

---

[1] قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۱ (۲ ب)۔

[2] قانون بالا دفعہ ۱ (۲ ج)۔

[3] Mead. v. Young (1790), 4 T.R. 28 (K.S.C. 197),

Rex. v. Parker (1794), 2 Leach 775),

[4] صفحہ ۲۳۷ کتاب ہذا۔

[5] مثلاً کسی چائے خانے میں بل کی ادائی سے قبل اس میں سے بعض مدات کو محو کر دینا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اعداد دستاویز کے ایک جزو کی حیثیت ہی رکھتے ہوں[1]، پوری دستاویز پر مشتمل نہ بھی ہوں (مثلاً دستخط یا کسی چیک کا محض (کراس[2] کرنا) محض ترک تحریر کے ذریعے سے بھی جعلسازی کا ارتکاب ہو سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ متروک الفاظ ایسے ہوں کہ اگر وہ لکھے گئے ہوتے تو ان کی وجہ سے بقیہ الفاظ کے منشا اور نفاذ پر قیود عائد ہو جاتے، جیسے ایک کاتب دستاویز نے جس سے وصیت کنندہ اپنا وصیت نامہ لکھوا رہا تھا بہ نیت فریب ایک شرط جو ان وصایا میں سے ایک وصیت سے متعلق تھی ترک کر دی[3]۔ جعلسازی کے جرم[4] کا ایسی صورت میں بھی اطلاق ہو سکتا ہے جبکہ جعلی دستاویز ناتمام ہو یا جو از روئے قانون ناقابل نفاذ ہو یا جس کے ذریعے سے قانوناً پابند کرنا مقصود بھی نہ ہو، ——— مثلاً غیر اسٹامپ شدہ پرامیسری نوٹ۔

ایک شخص ایسی صورت میں بھی جعلسازی کا مجرم ہو سکتا ہے جبکہ دستاویز کے کسی جزو کو بھی اس نے خود نہ لکھا ہو چنانچہ ڈاک خانے میں جب کوئی تلغرافی پیغام پہنچتا ہے تو وہاں اس کو ایک بالکل نیک نیت کارندہ[5] یعنی ڈاک خانے کا کلرک ضبط تحریر میں لاتا ہے لیکن تار کا بھیجنے والا 301
اس تار کی بابت اتنا ہی ذمہ دار سمجھا جاتا ہے جتنا کہ اس کو وہ اپنے ہاتھ سے لکھنے کی صورت میں ہوتا[6]۔ تاہم کسی دستاویز کی تکمیل کرانے کے لیے محض فریب کا استعمال کرنا (خواہ وہ فریب کتنا ہی شدید ہو) جعلسازی نہیں ہے

---

[1] قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۱ (۲ الف)۔

[2] قانون بالا دفعہ ۱ (۳ ج)۔

[3] Hawkins P.C.P. 265,

[4] قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۱ (۳ ب)۔

[5] مقابلہ کیجئے: صفحہ ۹۷ کتاب ہذا۔

[6] (Reg. v. Riley (1896) 1 Q.B. 309 (K.S.C. 179).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثلاً دستاویز کا مضمون غلط بیان کرکے اس پر دستخط کرالینا[1]۔ یہ عمل بہرحال از روئے قانون موضوعہ جرم صغیر ہے[2] اور اس کی بابت پانچ سال قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ جن صورتوں میں فریب خوردہ شخص (مثلاً نابینا یا ناخواندہ ہونے کی وجہ سے[3]) اس دستاویز کے، صحیح معنی میں اپنے فعل کا نتیجہ نہ ہونے کی بنا پر، انفساخ کا حق رکھتا ہو تو وہ فریب دہندہ شخص، جس نے اس دستاویز کی تکمیل کرائی تھی، ایک نیک نیت کارندے کے توسط سے جعلسازی کے ارتکاب کا مجرم قرار پائے گا۔

اگر دستاویز بجائے خود کسی عنوان سے جھوٹی (جعلی) نہ ہو تو محض اس وجہ سے کہ اس کا فریبانہ استعمال کیا گیا ہے وہ جعلی نہ ہوجائے گی چنانچہ ایک مشہور و معروف فرم کے لفافوں کی نقل اتاری گئی اور ان کے مماثل لفافے چھاپے گئے لیکن ان لفافوں میں ایک ایسی فرم کا مال فروخت کرنے کے لیے ملفوف کردیا گیا جو نسبتہً کم مشہور تھی[4] قرار دیا گیا کہ محض ان لفافوں کے چھاپنے کا فعل جعلسازی شمار نہیں کیا جاسکتا (لیکن تجارت میں ان کا واقعی طور پر استعمال کرنا دغا کے ذریعے سے رقم حاصل کرنے کا اقدام تصور کیا جائے گا)۔

---

[1] Rex. v. Chadwick (1829), 2 M. and R. 545,

[2] قانون سرقہ ۱۹۱۶ء دفعہ ۳۲ (۲): کسی شخص کو غلط بیانی کے ذریعے سے فریبانہ طور پر یہ ترغیب دینا کہ وہ ایک کفالت المال کی تکمیل کردے۔ 'کفالت المال' میں اس موقع پر جملہ دستاویزات حقیت اراضی یا سامان سب داخل ہیں۔ دیکھئے دفعہ ۴۶۔

[3] لیکن اوسط قسم کے لوگوں کے متعلق قانون صاف نہیں ہے۔ دیکھئے:-

(Howatson. v. Webb (1908)1 ch. 1 Charlisle Banking Co. v. Bragg (1911) 1 K.B. 489),

[4] Reg. v. Smith (1858), D. and. B, 566 (K.S.C.186),

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴) اب صرف یہ غور کرنا باقی ہے کہ آیا یہ ضروری ہے کہ دھوکا دیکر جھوٹی دستاویز بنانے والے کی نیت مجرمانہ کسی خاص نوعیت کی ہو۔ کامن لا کے تحت یہ ضروری تھا کہ اس کی نیت محض دھوکا دینے کی نہ ہو (یعنی کسی شخص کو ایک غلط چیز کے صحیح باور کرانے کی نیت ہی نہ ہو) بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو فریب دینے کی نیت بھی ہو[1] ——— یعنی کسی شخص کو اپنے حقوق میں تبدیلی پیدا کرنے کی (یا تبدیلی پیدا نہ کرنے کی) ترغیب دیکر اس کی رائے کو متاثر کرنے کی نیت بھی ہو، گو یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے اس عمل سے فریب خوردہ شخص کو واقعی طور پر کوئی مالی نقصان پہنچ جائے۔ لیکن قانون موضوعہ نے دستاویزات کی ایسی بہت سی اقسام کو مخصوص کر دیا ہے جن میں محض دھوکا دینے کی نیت سے (بلا نیت فریب) جعل بنانا جرم ہے۔ چنانچہ ہر سرکاری دستاویز[2] نیز اسی قسم میں داخل ہے مثلاً مجلس وضع قوانین یا میونسپلٹی کے انتخاب کے متعلق دستاویز نامزدگی یا ٹکٹ رائے دہی) اسی طرح اجازت نامجات ازدواج اور کسی عدالت کی دستاویزات اور رجسٹر[3] نیز ولادت، بپتسمہ، ازدواج، موت، تدفین یا کریا کرم[4] کے رجسٹر (یا صداقت نامے) اور وہ دستاویزات جن پر شاہی مہر یا شاہی دستخط ہوں[5] اسی عنوان کے تحت داخل ہیں۔ تار (تلغراف) میں جعل بنانا بھی جرم قرار دیا گیا ہے[6]۔ مثلاً کوئی تار اس طرح دستخط کر کے

302

---

[1] Reg. v. Hodgson (1856), D. and B. 3 (K.S.C. 202),

[2] قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۴ (۲) انتہائی سزا دو سال کی قید سخت اور جرمانہ ہے۔ لیکن ان دستاویزات میں جعل بنانا جو خاص اہمیت رکھتی ہیں، جرم کبیر قرار دیا گیا ہے۔

[3] قانون جعل سازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۳ (۳)۔ جرم کبیر۔ سات سال۔

[4] دفعہ ۳ (۲) ۔ جرم کبیر۔ چودہ سال۔

[5] دفعہ ۳ (۱)۔ جرم کبیر۔

[6] بارہ ماہ کی قید۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روانہ کیا جائے کہ جس شخص نے واقعاً وہ تار روانہ کیا ہے اس کے بجائے وہ کسی اور ایسے شخص کی طرف سے ظاہر کیا جائے جو وجود رکھتا ہو[1]۔ خواہ اس کے ذریعے سے فریب دینا مقصود نہ ہو بلکہ تار کے وصول کنندہ کے ساتھ محض دلگی کر کے لطف اٹھانا ہو۔

بہرحال جعلسازی کی اکثر و بیشتر صورتوں میں فریب کی نیت کا موجود ہونا ضروری ہے[2]۔ چنانچہ قانون جعلسازی، ۱۹۱۳ء دفعہ ۴ (۱) میں ایک جامع حکم دیا گیا ہے[3]۔ اور وہ یہ کہ کسی دستاویز میں جعل بنانا جو (قانون موضوعہ کے ذریعے سے) جرم کبیر نہ قرار دیا گیا ہو اور اس کا فریب دینے کی نیت سے ارتکاب عمل میں آیا ہو، جرم صغیر شمار کیا جائے گا اور اس کی بنا پر قید با مشقت یا بلا مشقت کی سزا دی جا سکے گی جس کی میعاد دو سال سے زائد نہ ہوگی، اور جرمانہ بھی کیا جا سکے گا۔ اور ان جعل سازیوں میں بھی جو
303 جرم کبیر قرار دی گئی ہیں اور جن کا اکثر ارتکاب ہوتا ہے بہت سی ایسی ہیں، جن میں صرف دھوکا دہی کی نیت کافی نہیں ہے بلکہ فریب کی نیت کا وجود ہونا ضروری ہے جیسے کسی کفالت المال یا کسی دستاویز حقیت اراضی یا سامان کا جعل بنانا یا کسی دستاویز انتقال حقیت، وصیت نامے یا بنک نوٹ کا جعل بنانا[4]

[1] ایک بالکل فرضی نام ہونے کی صورت میں جعلسازی نہ سمجھا جائے گا، اور نہ اس صورت میں اس کو جعلسازی تصور کیا جائے گا جبکہ اس میں غلط خبریں تحریر کی گئی ہوں۔ دیکھیے صفحہ ۲۹۸ کتاب ہذا۔

[2] چنانچہ ایک ملازم نے اپنے مالک کے لیے کچھ سامان خرید کیا۔ خرید کردہ سامان کی اس نے قیمت ادا کی، لیکن اس کی رسید اس کے پاس سے گم ہوگئی لہذا اس نے بالکل اسی رسید کے مطابق ایک جعلی رسید تیار کر لی۔ لارڈ الورسٹون نے قرار دیا کہ بینہ جعل سازی قابل سزا نہیں ہے۔ (جنوری ۱۹۰۸ء ناروچ سشن)۔

[3] اس حکم کے ذریعے سے کامن لا والی جعل سازی عملاً منسوخ ہوگئی۔

[4] قانون جعلسازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۲ (۱) ——— حبس دوام۔ خانگی بلکہ بیرونی بنکوں کے نوٹ بھی اسی حکم کے تحت داخل ہیں۔ دفعہ ۱۸ (۱)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کریمنل جسٹس ایکٹ ۱۹۳۵ء (۵ اور ۶ جلوس جارج پنجم باب ۵) دفعہ ۳۸ کے ذریعے سے کسی دستاویز کا بنانا یا بنوانا جو بنک نوٹ یا کرنسی نوٹ سے اتنی زیادہ مشابہت رکھتی ہو کہ اس کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہو کہ اس سے کسی شخص کو دھوکا ہو سکتا ہے، خواہ اس میں کسی مجرمانہ نیت کا دخل نہ ہو، جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور ایک خاص حکم یہ ہے کہ کسی شخص کے نام کا اس دستاویز پر محض موجود ہونا اس امر کی بادی النظری شہادت تصور کیا جائے گا کہ اس شخص نے اس دستاویز کو بنایا یا بنوایا ہے۔

علاوہ ازیں کامن لا کی رو سے فرد قرارداد جرم میں اس شخص کا تعین کرنا ضروری تھا جس کو فریب دینے کی نیت سے وہ جعل بنایا گیا تھا۔ لیکن اب[1] فریب دینے کی نیت کے خلاف، یا جن صورتوں میں محض دھوکا دہی کی بنا پر جعل سازی جرم میں داخل ہو جاتی ہو، دھوکا دہی کی نیت کے خلاف عام الفاظ میں چارہ جوئی کرنا کافی ہے۔ فرد قرارداد جرم میں اس کو ظاہر کرنا یا شہادت کے ذریعے سے یہ ثابت کرنا کہ اس عمل سے کس خاص شخص کو نقصان پہنچانا مقصود تھا ضروری نہیں ہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ جعل بنانے والے کی یہ نیت ہو کہ جس شخص کو وہ فریب دے رہا ہے اس کو واقعی طور پر مالی نقصان پہنچے، بنا بریں اگر کوئی شخص کسی ہنڈی پر جعلی سکارا بنا دے، تو گو کہ اس کی ابتدا سے حقیقۃً یہی نیت ہو کہ اس ہنڈی کے واجب الادا ہونے سے قبل ہی وہ اس کو اپنے ذمے لے لیگا، یا باوجود اس امر کے جو رقم وہ جعل کے ذریعے سے حاصل کرنا چاہتا تھا وہ قانوناً اس کو واجب الادا ہو[2]، تب بھی وہ جعلی سکارا بنانے کا پورے طور پر مجرم سمجھا جائے گا۔ ملزم کے دماغ میں محض فریب دینے کی نیت کا ہونا کافی ہے گو کہ (الف) واقعی طور پر کوئی شخص فریب کا شکار نہ ہو اور گو کہ (ب)

---

[1] قانون جعل سازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۱۷ (۲)۔

[2] Rex. v. Smith (1919), 14 Cr. App. R. 101,

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

304 جعل سازی کے یہ پیش نظر نہ ہو کہ کسی خاص شخص کو مبتلائے فریب کرے[1] اور نیز گو کہ (ج) حقیقۃً کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو[2] جس کو اس ذریعے سے فریب دیا جا سکتا ہو۔ چنانچہ ہنڈی لکھنے والے کی حیثیت سے جس شخص کے جعلی دستخط بنائے جائیں اگر خاص اس بنک میں اس کی کوئی رقم باقی نہ رہی ہو تو اس وجہ سے اس جعل سازی کی مجرمانہ حیثیت کسی طرح کم نہ ہو جائے گی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جس فریبانہ نیت کی ضرورت ہے اس کا اس وقت تک وجود نہ سمجھا جائے گا جب تک کہ ملزم کے نزدیک اس امر کے سمجھنے کے معقول وجوہ موجود نہ ہوں (خواہ غلط طور پر ہی کیوں نہ ہو) کہ ممکن ہے کہ کوئی نہ کوئی شخص فریب کا شکار ہو جائے۔ لہذا اگر کسی تمسک کی بنا پر، تنہا کسی ایک شخص کو کوئی ایک رقم واجب الادا ہو اور وہ خود اس میں یہ تبدیلی کرے کہ اس رقم کو کم کر دے تو ایسی حالت میں وہ جعل سازی کا مرتکب نہ سمجھا جائے گا[3]۔

جعل سازی کے جرم کا اطلاق، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، دستاویز کے 'بنانے' پر ہوتا ہے لیکن حقیقۃً اس کا استعمال بھی جرم ہے اور اس کے لیے بھی اتنی ہی سزا مقرر ہے

---

[1] قانون جعل سازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۱ (Rex. v. Mazagora (1815) R.and R.291)

[2] فریبانہ نیت کو ثابت کرنے کے لیے یہ بادی النظری شہادت ہو گی کہ ایسا شخص موجود ہے۔ اور اس دستاویز کا استعمال کرنا اس امر کی اور بھی زیادہ قوی شہادت ہے۔

[3] (Blake v. Allen (1600), Moore 619). لیکن حقیقۃً اس نے اپنا جتنا نقصان کرنا چاہا تھا، اس سے اس کا زیادہ نقصان ہو گیا چونکہ اس عمل سے وہ تمسک کلیۃً کالعدم ہو گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جتنی کہ اس خاص دستاویز کا جعل بنانے کے لیے مقرر کی گئی ہے[1] اور اسی کے لحاظ سے اس کا شمار بھی جرائم کبیرہ یا جرائم صغیرہ میں (جیسی کہ صورت ہو) ہوتا ہے۔ جعلی دستاویز کا استعمال کرنا اس وقت صادق آتا ہے جبکہ کوئی شخص، یہ جانتے ہوئے کہ وہ جعلی دستاویز ہے اس کو استعمال کرے، پیش کرے، شائع کرے، حوالے کرے، منتقل کرے، کسی مطالبے کی ادائی میں یا بطور مبادلہ دے یا شہادت میں پیش کرے یا بیچ ڈالے، بشرطیکہ اس خاص چیز کی حد تک اس کی وہی (فریب دہی یا دھوکا دہی کی) نیت ہو جو، از روئے قانون، جعلسازی کے اطلاق کے لیے ضروری ہے[2]۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جعل سازی کی مختلف صورتوں کے لیے بہت مختلف سزائیں مقرر ہیں۔ جعلسازی کی وہ تمام صورتیں جو قانون موضوعہ کے ذریعے سے جرم کبیر قرار دی گئی ہیں ان کی سزا کی انتہائی مدت دوام سے لے کر سات سال تک مقرر ہے اور اس کے بجائے زیادہ سے زیادہ دو سال کی قید بامشقت یا بلا مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے[3]۔ لیکن اس جعل سازی کی سزا جس کو جرائم صغیرہ میں شمار کیا گیا ہے صرف دو سال کی قید بامشقت یا بلا مشقت اور جرمانہ اور مچلکہ ہے یا ان میں سے کوئی ایک سزا دی جا سکتی ہے[4]۔ 305

---

[1] قانون جعل سازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۶ (۱)۔

[2] دفعہ ۶ (۲)۔

[3] دفعہ ۱۲ (۱)۔ اس کے علاوہ وہ ملزم کا مچلکہ نیک چلنی ہو سکتا ہے، دفعہ ۱۲ (۲ ب)

[4] قانون جعل سازی ۱۹۱۳ء دفعہ ۴، دفعہ ۱۲ (۲ الف) (ج)۔ جعل سازی کی چند صورتیں ایسی ہیں جن کو قانون موضوعہ نے جرائم صغیرہ میں شمار کیا ہے اور ان کی سماعت بعد ترتیب فرد جرم یا پیٹی سشن میں بطور سرسری دونوں طرح پر ہو سکتی ہے ثانی الذکر صورت میں ان کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کریمنل جسٹس ایکٹ ۱۹۲۵ء کی دفعہ ۳۶ کے ذریعے سے پروانۂ راہ داری کا جعل بنانا ——— اور اسی طرح پروانۂ راہ داری جھوٹا بیان دے کر (خواہ اپنے یا کسی دوسرے شخص کے لیے) حاصل کرنا ——— جرم صغیر قرار دیا گیا ہے اور اس کی بنا پر دو سال کی قید ——— اور یا ——— سو پونڈ جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

دھوکا دینے کی نیت سے کوئی ایسا اجازت نامہ یا صداقت نامۂ بیمہ کا جعل بنانا یا اس میں تبدیلی کرنا یا اس کا استعمال کرنے دینا جو روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۰ء یا روڈ اور ریل ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۳ء کے تحت جاری کیا گیا ہو جرم صغیر ہے۔ کوئی ایسی دستاویز بنانا یا اپنے قبضے میں رکھنا بھی جرائم صغیرہ میں داخل ہے جو مذکورۂ صدر اجازت نامے یا صداقت نامے سے ایسی قریبی مماثلت رکھتی ہو کہ اس سے کوئی شخص دھوکا کھا سکتا ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ انتہائی سزاؤں میں کمی کر دی گئی ہے جیسے مثلاً ٹریڈ مارک کے جعل بنانے کی سزا چار ماہ کی قید یا بیس پونڈ جرمانہ۔ تلغراف کے جعل بنانے کی سزا دس پونڈ جرمانہ ہے۔ دیکھئے دفعہ ۱۹ (۲) قانون جعل سازی ۱۹۱۳ء۔

۱ بعد ترتیب فرد جرم اس کی انتہائی سزا دو سال سے زائد نہ ہوگی اور بطور سرسری سماعت ہونے کی حالت میں چار ماہ ——— اور یا ——— سو پونڈ جرمانے سے زائد نہ ہوگی۔

۲ روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۰ء دفعہ ۱۱۲۔ روڈ اور ریل ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۳ء دفعہ ۴۳ روڈ ٹریفک ایکٹ ۱۹۳۴ء ضمیمہ نمبر ۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب (۱۷)

306

جرائم خلاف تحفظ سلطنت

جرائم خلاف جائداد کے متعلق بیان کرنے کے بعد جب ہم ان جرائم پر تبصرہ کریں جن کا حقوق عامہ کے مقابلے میں ارتکاب ہوتا ہے تو سب سے پہلے ہم کو بغاوت[1] کا ذکر کرنا چاہیے جو تمام جرائم میں قبیح ترین جرم تصور کیا جاتا ہے۔ "یہ وہ شدید جرم ہے جس کے ذریعے سے ان اداروں کو جبر تہ و بالا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جن کی سماج کے امن و فلاح کے واسطے تشکیل عمل میں آئی ہو" (چیف جسٹس مارشل)۔

انگریزی زبان کا لفظ (Treason) (بغاوت) فرانسیسی لفظ (Trahir) اور لاطینی لفظ (Tradere) سے مشتق ہے اور اس کے معنی 'غداری' کے ہیں۔ کامن لا میں اس جرم کا ارتکاب دو طریقوں سے ہو سکتا ہے: ایک یہ کہ رعایا بادشاہ کی وفاداری کو ترک کرے (بغاوت عظمیٰ) یا یہ کہ خود اس رعایا میں سے کسی شخص کا کوئی ماتحت اس سے سرکشی کرے (بغاوت خفیفہ) لیکن ترک وفاداری کی آخر الذکر قسم کا ارتکاب اسوقت تک کافی طور پر سنگین نہ سمجھا جاتا تھا جب تک کہ ماتحت بالادست کو واقعاً

[1] دیکھئے پولک اور میٹ لینڈ باب اول صفحہ ۴۹۸۔ تاریخ قانون فوجداری مصنفہ اسٹیفن باب دوم صفحہ ۲۴۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہلاک نہ کر دیتا تھا جیسے مثلاً قرون وسطیٰ میں کوئی کسان اپنے آقا کو قتل کر دیتا یا کوئی پریسٹ اپنے بشپ کو یا کوئی زوجہ اپنے شوہر کو قتل کر دیتی۔ ۱۸۲۸ء کے بعد سے (۹ جارج چہارم کا باب ۳۱ دفعہ ۲) یہ تمام صورتیں معمولی قتل عمد ہی میں شمار ہونے لگیں اور بغاوت کی قسموں میں اب صرف بغاوت عظمیٰ کی قسم ہی قانون میں باقی رہ گئی ہے۔

قرون وسطیٰ میں بادشاہ کے پاس اپنے دو حریفوں کلیسا اور امرا پر قابو پانے کے لیے سب سے مضبوط ہتھیار یہی تھا کہ حسب ضرورت بغاوت عظمیٰ کا الزام قایم کر دیا جائے۔ چونکہ اگر کسی کلیسائی پر اس جرم کا الزام قائم ہوتا تھا تو وہ مراعات کلیسائی[1] کا مطالبہ نہ کر سکتا تھا اور اگر کوئی اسامی جاگیر اس جرم کا مجرم قرار دیا جاتا تھا تو اس کی اراضی بجائے اس کے جاگیر دار کے حق میں منتقل ہونے کے شاہی محلوکات میں داخل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کے مقرر کردہ ججوں نے جو اپنے مالک کے مفاد کا لحاظ رکھتے تھے اس جرم کی تعریف کو 307
بہت وسعت دیدی تھی تا ایں کہ اس جرم میں انتہائی جامعیت پیدا ہو گئی تھی اور ہر قسم کی مضرت جو بادشاہ کے حقوق کو پہنچتی وہ اس میں داخل سمجھی جاتی تھی چنانچہ مثلاً اس کے جنگل میں ہرن کا شکار کرنا بھی اسی جرم میں محسوب ہوتا تھا بالآخر ردعمل شروع ہوا۔ ایڈورڈ سوم کے عہد میں ایک شخص مسمی جان گر برج ساکن رااسٹن نے ولیم ساکن باڈسفورڈ کو پکڑ لیا اور بغیر نوے پونڈ وصول کئے اس کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ حبس بیجا کا یہ فعل بغاوت سے تعبیر کیا گیا اور وجہ یہ بیان کی گئی کہ ملزم نے اس عمل کے ذریعے سے شاہی اختیارات میں مداخلت (یا دست درازی) کی اس پر

[1] صفحہ ۵۷۳ کتاب ہذا و نیز پولک اور میٹ لینڈ باب اول صفحہ ۴۲۹ و باب دوم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امرا نے فوراً کارروائی شروع کی۔[1] اور ۱۳۵۱ء میں وہ قانون موضوعہ کے ذریعے سے بغاوت کے قانون کو چند معینہ حدود کے اندر محدود کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ قانون نہایت اہم ہے چونکہ اس کے ذریعے سے براہ راست دستوری (آئینی) تحفظ حاصل ہو گیا[2] نیز اس بنا پر کہ اتنے زمانے پہلے قانون موضوعہ کے ذریعے سے ایک اہم جرم کی ایسی تعریف معین ہو گئی جس نے کامن لا والی تعریف میں یک قلم ترمیم کر دی۔ بغاوت عظمیٰ کو اس نے سات ممکنہ صورتوں میں محدود کر دیا۔ (جن میں سے دو اب جرائم کبیرہ قرار پا گئی ہیں) وہ سات صورتیں حسب ذیل تھیں:-

۱۔ بادشاہ یا اس کی ملکہ یا ان کے فرزند اکبر اور وارث کو ہلاک کرنے کی تدبیر کرنا۔[3]

جہاں تک ان الفاظ کا تعلق ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ جرم محض ایک کیفیت دماغی پر مشتمل ہے لیکن اس قانون کے حصۂ مابعد کے الفاظ کے ذریعے سے مجرمانہ فعل کا ارتکاب ضروری قرار دیا گیا ہے۔ 308
چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اس راہ میں ملزم ــــ ہے بظاہر کسی ایسے فعل کا ارتکاب ہوا ہو جو پایۂ ثبوت کو پہنچ سکے۔ چارلس اول کو ہلاک کرنے والے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- صفحہ ۵۰۰۔

[1] تاریخ قانون فوجداری باب دوم صفحہ ۲۴۲ (1 Hale, Pleas of the Crown, 80).

[2] "کوئی قوم ایک آزاد دستور سلطنت سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ ایسے معاملات میں جن کا حکومت اور رعایا کے تعلقات سے بہت قریبی تعلق ہو (جیسے کہ قانون بغاوت) اس کو ججوں کے اختیار تمیزی کے خلاف بذریعہ قانون کوئی معقول طمانیت حاصل نہ ہو" (Hallam's Constitutional History) باب ۱۵ صفحات ۲۰۳ - ۲۲۶۔

[3] دیکھئے: اصول قانون مصنفہ آسٹن لکچر ۲۱۔

[4] بغاوت کی چوتھی قسم کے معرض وجود میں آنے سے قبل قانون منظورہ میں یہ الفاظ موجود نہ تھے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اشخاص بادشاہ کی ہلاکت کی تدبیر کرنے کے ابتدائی جرم میں ہی ماخوذ کئے گئے تھے، اور بادشاہ مذکور کے سر قلم کرنے کے آخری فعل کو ایسا آشکارا فعل شمار کیا گیا تھا جس سے ان مجرمانہ تدابیر کا محض اظہار ہوتا تھا۔[1]

امریکا کے ایک مقدمے کے فیصلے میں یہ امر نہایت وضاحت کے ساتھ ظاہر کیا جا چکا ہے کہ مثل دوسرے جرایم کے بغاوت میں بھی محض نیت مجرمانہ کے وجود کی بنا پر (بغیر فعل مجرمانہ کے وجود کے) جرم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ امریکا کے ایک باشندے کا منشا یہ تھا کہ وہ اپنے ملک کے خلاف انگریزی فوج میں بھرتی ہو جائے لیکن بعد میں اس کو محسوس ہوا کہ وہ دھوکے سے امریکا کی فوج میں بھرتی ہو گیا۔ ایسا شخص بغاوت کا مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔[2]

آلڈرسن ——— نے آشکارا فعل (Overt Act) کی ان الفاظ میں تعریف کی ہے: "غدارانہ نیت کو بر سر عمل لانے کی غرض سے کسی فعل کی انجام دہی یا تدبیر، راستہ یا ذریعہ اختیار کرنا یا اس پر رضامندی کا اظہار"، اور لارڈ ڈنٹرڈن[3] نے زیادہ مختصر الفاظ میں اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ "کوئی ایسا عمل جس سے مجرمانہ نیت کا اظہار ہوتا ہو اور جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ لیکن جج قانون مذکور کا اطلاق کرتے وقت خود کو اس چوتھی قسم تک ہی محدود نہ رکھتے تھے بلکہ انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کی بغاوت کے الزام میں کسی معینہ آشکارا فعل کا ادعا ہونا ضروری ہے بغاوت کی پہلی قسم میں (جو محض دماغی نوعیت ہی کی ہے) یہ کلیہ خاص اہمیت اختیار کر لیتا ہے۔ دیکھئے (Crown Law) مصنفہ فوسٹر صفحہ ۲۲۰۔ اور

1 Hale P.C. 108

[1] 5. St. Tr. 982

[2] (Commonwealth v. Malin (1790), 1 Dallas 33.

[3] 6 St. Tr. (N.S.) 1138.

[4] (Rex. v. Thistlewood (1820), 33 St. Tr. 681, 684

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجرمانہ مقصد کی تکمیل کی طرف منجر ہو۔" لہذا دریا کے گھاٹ پر کشتی کرایہ کرنے کا ایک معمولی سا واقعہ بھی مذکورۂ بالا نوعیت کے فعل کی حد تک پہنچ سکتا ہے[1] بادشاہ کے دشمنوں کے لیے اطلاعات فراہم کرنا، گو کہ وہ اطلاعات واقعاً ان تک نہ بھی پہنچائی گئی ہوں، ظاہر ہے کہ اس قسم کا فعل تصور کیا جائے گا[2] حتیٰ اینکہ سازش جس میں زبانی گفتگو سے زیادہ کچھ نہ ہوا ہو آشکارا فعل شمار کی جاتی ہے[3]۔ گو محض زبانی الفاظ خواہ وہ کتنے ہی باغیانہ اور تند ہوں ہر حالت میں آشکارا فعل شمار نہیں کیے جاتے[4]۔ چنانچہ اگر وہ محض خالی خولی الفاظ ہوں اور کسی فعل یا منصوبے کے ضمن میں نہ کہے جا رہے ہوں، تب تو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے وہ آشکارا فعل نہ ہوں گے، ورنہ بصورت دیگر یعنی جس نیت کا ان سے اظہار ہو تو وہ اس کے مطابق عمل کرنے میں ممد ہوں یا ایسے عمل سے متعلق ہوں جو اس نیت کو برسرکار لاتا ہو تو وہ آشکارا فعل تصور کیے جائیں گے[5] لہذا ایسے الفاظ جن کے ذریعے سے کسی شخص کو بادشاہ کے ہلاک کرنے کے لیے اُکسایا جائے بغاوت عظمیٰ کا آشکارا فعل ہوں گے۔ ایسے زبانی الفاظ جو اس نیت سے بولے جائیں کہ لوگوں کو ان کے اس ارادے میں مستقل بنایا جائے کہ وہ بادشاہ کو بہ استعمال اسلحہ تخت سے اتارنے کی تدابیر پر عمل پیرا ہوں، اصلاً اور فطرۃً بغاوت عظمیٰ کا مطلق اور واضح ترین آشکارا فعل ہیں[6]۔ 309

---

[1] (Lord Preston's Case (1691), 12 St. Tr. 646 (K.S.C. 377).

[2] (Rex. v. Delamotte (1781), 22 St. Tr. 808)

[3] ملاحظہ ہو (7 St. Tr. (N.S.) P. 460) بادشاہ کو تخت سے اتارنے کی سازش کو اس کی موت کی تدابیر کرنے کا آشکارا فعل قرار دیا گیا ہے۔

[4] (Foster 200; Pyne's Case (1628), Cro. Car 117 (K.S.C. 377)

[5] Rex. v. Charnock (1694), 2 Salk 633 (K.S.C. 379)

[6] Rex. v. Despard (1803) 28 St. Tr. P. 487 فیصلہ لارڈ ایلن بارو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن تحریری الفاظ چونکہ زیادہ مستقل نوعیت کے ہوتے ہیں، اور زبانی الفاظ کی بہ نسبت عموماً زیادہ سوچ سمجھ کر قلمبند کئے جاتے ہیں اس لیے خواہ باغیانہ نوعیت کے عمل کو آگے بڑھانے کی کسی تدبیر سے ان کا تعلق نہ بھی ہو تب بھی ان کی اشاعت بغاوت کا علانیہ فعل تصور کی جائے گی۔ لہذا گو شائع شدہ تحریر ظاہر ہے کہ آشکارا فعل متصور ہوگی لیکن یہ امر بالکل مشتبہ ہے کہ بغیر اس کے کہ اس کی اشاعت کی جائے محض دستاویز کا تحریر کرنا کس حد تک (اگر ہو بھی تو) آشکارا فعل تصور کیا جائے گا۔ ۱۶۱۵ء میں ایڈورڈ بیچم[1] کو چند ایسے فقرات کی بنا پر بغاوت کا مجرم قرار دیا گیا تھا جو اس نے اپنے تحریری وعظ میں تحریر کئے تھے۔ یہ وعظ بیان نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کے مطالعے کے کمرے میں سے دستیاب ہوا تھا۔ لیکن اس شخص کو پھانسی نہیں دی گئی بلکہ قید خانے میں فوت ہوا۔ اس کے علاوہ الجرنان سڈنی کے مکان میں سے اقتدار اعلیٰ کے موضوع پر ایک پرانا غیر شائع شدہ قلمی رسالہ دستیاب ہوا تھا اور اس کو بھی اسی طرح ۱۶۸۳ء میں بغاوت کا مجرم قرار دیا گیا۔ اس کو پھانسی دیدی گئی تھی لیکن بعد میں مجلس وضع قوانین نے اس کی مجرمیت کو مسترد کر دیا تھا لہذا ان دونوں مقدمات میں سے کوئی بھی نظیر کی حیثیت سے اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر اس کے برخلاف سڈنی کے مکتوبات صاف طور پر شورش کے کسی معینہ منصوبے سے مربوط ہو سکتے تو یقیناً وہ آشکارا فعل سمجھے جا سکتے تھے[2]۔

۲۔ بادشاہ کی زوجہ، ان کی ناکتخدا بڑی بیٹی یا ان کے سب سے

---

[1] Hallam's Const. Hist. Ch. VI.-(1615), 2 St. 2 Tr. 869)

[2] نیز ملاحظہ ہو مقدمہ لارڈ پرسٹن Foster 198-9 St. Tr. 818).

12 St

[3] مقابلہ کرو صفحہ ۳۲۵ کتاب ہذا سے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بڑے بیٹے کی زوجہ کی عصمت میں خلل ڈالنا۔
بیٹی کو شامل کرنا معقول نہیں معلوم ہوتا کیونکہ چھوٹے بیٹوں کی
ازواج کو اس میں داخل نہیں کیا گیا چنانچہ لارڈ ہیکن فیلڈ کے 310
زمانے کے مسودہ مجموعۂ قانون فوجداری میں بیٹی کا کوئی ذکر نہیں
کیا گیا۔

رضامندی کے باوجود بھی مخل عصمت ہونے کا اطلاق ہو سکتا
ہے اور ہنری ہشتم کے عہد میں دو ملکاؤں، این بولن اور کیتھرائن ہاورڈ
کو سزائے موت دیے جانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خانوادۂ شاہی کی
دو عورت جو اپنے آشنا کی خواہشات کے متعلق رضامندی دیدے
وہ اس کے پورے جرم بغاوت میں شریک جرم کی حیثیت
رکھتی ہے۔

۳۔ بادشاہ کے خلاف اس کی سلطنت کے اندر جنگ کرنا
اس موقع پر جنگ سے مراد وہ حقیقی جنگ نہیں ہے جو قانون
بین الممالک کی رو سے جنگ تصور کی جائے[1] بلکہ اس میں وہ تمام تشدد آمیز
اختلالات اور بدنظمیاں داخل ہیں جن کو اشخاص کی ایک قابل لحاظ
تعداد ایسے مقصد سے پیدا کرے جس کی نوعیت خانگی نہ ہو بلکہ عمومی ہو
مثلاً تمام مجالس کے قیدیوں کو رہا کر دینا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ
خلاف ورزی قانون کرنے والی جماعت میں فوجی نظم و ترتیب ہو یا
وہ فوجی اسلحہ سے مسلح ہو۔ اتنا کافی ہے کہ ایک کثیر التعداد مجمع جمع ہو اور
وہ سلطنت کی جانب سے اس کے جائز اقتدارات کو کام میں لانے

[1] قانون بین الاقوام مصنفہ اوپن ہیم (Oppenheim) طبع پنجم
حصہ دوم۔

[2] 82 St. Tr. 3. (Reg. v. Dowling (1838), 3 St. Tr. (N.S.) P. 430. مقابلہ کیجئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں مانع ہو اور اس مجمع کے اس مقصد کی اگر مخالفت کی جائے تو وہ قوت اور جبر کے استعمال پر آمادہ ہو۔[1]

لہٰذا بغاوت کی اس قسم میں اور بلوے میں محض شرکا کے مقصد کی 'عمومیت' کی بنا پر فرق کیا جا سکتا ہے چنانچہ ۱۷۳۶ء میں پورٹیس کے مقدمے میں[2] (جس سے اسکاٹ کے ناول ہارٹ آف مڈلوتھین کے ناظرین بخوبی واقف ہوں گے) ایڈنبرا کے بلوائیوں کو کامل غور و فکر کے بعد محض بلوے کے جرم کی بنا پر سزا دی گئی بغاوت کی بنا پر نہیں۔ وجہ یہ تھی کہ گو وہ لوگ ان شاہی اختیارات خصوصی میں مداخلت کر رہے تھے جو ترحم سے متعلق ہیں لیکن ان کی غرض محض یہ تھی کہ وہ اختیارات کیپٹن پورٹیس کے ایسے نفرت زدہ شخص کے معاملے میں استعمال نہ کئے جائیں، ان اختیارات کے عام استعمال سے ان کو مخالفت نہ تھی۔ نوعیت جرم کا تعین نہ تعداد اشخاص سے ہوتا ہے نہ مقدار جبر سے بلکہ اس مقصد سے ہوتا ہے جو لوگوں کے پیش نظر ہو۔ مقصد کے خانگی اور مقامی ہونے یا سماجی اور عمومی نوعیت کے ہونے کے لحاظ سے یہ طے کیا جا سکتا ہے کہ جرم بلوہ ہے یا بغاوت[3]" چنانچہ ملکۂ این کے عہد میں ڈامری کے مقدمے (۱۷۰۹ء) میں[4] نان کنفرمسٹ لوگوں (Nonconformists) کے تمام جلسہ گاہوں کو برباد کر دینے کی ہنگامہ خیز شورش کو اس لحاظ سے داخل بغاوت قرار دیا گیا کہ

311

[1] اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کثیر مجمع ہو۔ تین اشخاص کو جن کے پاس ڈنا مائیٹ تھا کافی قرار دیا گیا ——— C.C.C. Sess. Pap. XCVIII), 280

[2] تاریخ انگلستان مرتبہ لارڈ اسٹین ہوپ باب ۱۷۔ 17 St. Tr. 993

[3] اور مقابلہ کیجئے Rex. v. Hardie (1821), 1 St. Tr. (N.S.) 624

Reg. v. Frost (1839), 4 St. Tr (N.S.) 86 (K.S.C. 374)

[4] (Foster 213, 15 St. Tr 521 (K.S.C. 370)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ عمل قانون رواداری (Toleration Act) کی (جس کے تحت وہ جلسے جائز قرار دیے گئے) عمومی مخالفت تھی اور بلوائیوں نے اپنی تعداد اور قوت کے بل پر اس کو بے اثر بنانے کا اقدام کیا تھا۔ بنابریں گو بلوائی لوگ ملکہ کے پُرزور حمایتی تھے اور وہ یہ تصور کرتے تھے کہ وہ اسی کے مفاد کی تائید کر رہے ہیں اور اسی کی حکمت عملی کو بروئے کار لا رہے ہیں تاہم باعتبار تعبیر قانونی وہ ملکہ کے خلاف بغاوت کرنے کے مجرم متصور ہوئے۔

یہ ملحوظ رہے کہ جنگ، سلطنت کے اندر، ہونا چاہیے چنانچہ بادشاہ کے دشمن کو ان فوجی معرکہ آرائیوں میں مدد دینے کے لیے جو حدود سلطنت کے باہر واقع ہونے والی ہوں حدود سلطنت کے اندر لوگوں کو بھرتی کرنا اس دفعہ کے تحت قابل سزا نہ ہوگا۔[1] لیکن پہلی اور چوتھی دونوں صورتوں کے تحت بہرحال یہ امر قابل سزا قرار دیا جائے گا۔

۴۔ بادشاہ کے دشمنوں سے اس کی سلطنت میں[2] ان کو سلطنت کے اندر یا باہر[3] مدد اور راحت پہنچا کر[4] وابستگی رکھنا۔ "بادشاہ کے دشمنوں کو مدد اور راحت پہنچانا" کے الفاظ کا بعینہ وہی منشا ہے جو "وابستگی رکھنے" کا ہے۔ یہ الفاظ حقیقتاً "وابستگی رکھنا" کے مفہوم کی توضیح کرتے ہیں یعنی یہ کہ ایک شخص بادشاہ کے دشمنوں سے بادشاہ کی

[1] "حکومت کے خلاف اقدامات کرنے کی غرض سے لوگوں کا بھرتی کرنا بھی 'جنگ کرنے' کی حد تک نہ پہنچے گا۔ اس جرم کے اطلاق کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی باغیانہ مقصد سے لوگ واقعی طور پر جمع ہوں۔" 4 Cranch 126.

Rex. v. Lynch (1903) 1 K.B. 444,) (Rex. v. Casement (1917) 1 K.B. 98 at.

[2] جبر کے تحت جو امداد دی جائے جیسے مثلاً کسی ایسے دشمن کی فوج رسد طلب کرے جو ملک پر قبضہ کر رہی ہو ——— اس کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۸۴ کتاب ہذا۔

[3] جیسے مثلاً جنگ کے لیے قرضہ دینا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سلطنت کے اندر ان کو مدد اور راحت پہنچا کر ان سے وابستگی رکھ سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کے دشمنوں کو سلطنت کے باہر کسی مقام پر مدد اور راحت پہنچا کر وہ ان سے وابستگی رکھے۔

312 دشمن کا لفظ اس موقع پر (برخلاف نمبر (۳) کے لفظ 'جنگ' کے) کلیتہً قانون بین الممالک کے اختیار کردہ مفہوم میں استعمال ہوا ہے چنانچہ اس کے اندر بجز صحیح معنی میں سرکاری طور پر اعلان جنگ کرنے والوں کے اور کوئی داخل نہیں ہے[1]۔ لہذا بادشاہ کے خلاف محض باغیوں یا سمندری ڈاکوؤں کو مدد پہنچانا موجودہ صورت کے تحت کوئی جرم نہیں ہے، گو کہ اگر ایسی مدد حدود سلطنت کے اندر پہنچائی جائے تو یہ عمل تیسری قسم کے تحت 'جنگ کرنے' کے معنی میں داخل سمجھا جائے گا[2]۔

۵۔ چانسلر یا ٹریژریا بادشاہ کے جسٹسوں کو ان کی جگہوں پر کار منصبی کی انجام دہی کی حالت میں ہلاک کر دینا۔

۶ و ۷۔ اس قانون میں دو دفعات اور تھیں جن کی رو سے بادشاہ کی گریٹ سیل یا پریوی سیل یا اس کے سکے کا جعل بنانا بغاوت میں داخل تھا لیکن ۱۸۳۲ء کے منظور کردہ قوانین[3] کے تحت یہ افعال جرائم کبیرہ میں داخل کر دیے گئے۔

ملکۂ این کے عہد میں قوانین موضوعہ کے تحت بغاوت کی دو شکلیں اور معرض وجود میں لائی گئی تھیں جو اب تک باقی ہیں:۔

(الف) ایکٹ آف سٹلمنٹ (Act of Settlement)

کی رو سے جو شخص وارث تاج ہو اس کی تخت نشینی میں مخل ہونے کی

---

[1] قانون بین الممالک مصنفہ اوپن ہائم طبع پنجم حصہ دوم۔

[2] نیٹال میں ۱۹۰۱ء میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ بوئر افواج میں باورچی کی خدمت انجام دینا بھی "مدد اور راحت پہنچانا" ہے۔

[3] ۲ و ۳ سنہ جلوس ولیم چہارم کلاز ۱۲۳-۲ سنہ جلوس ولیم چہارم کلاز ۲۴ دفعہ ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوشش کرنا۔[1]

(ب) ایکٹ آف سٹلمنٹ (Act of Settlement) کی رو سے تخت و تاج کے لیے جو سلسلۂ وراثت قائم کیا گیا ہے اس کو بذریعۂ تحریر نادرست قرار دینا۔[2]

بغاوت کے قانون موضوعہ کے اس خلاصے کے ساتھ ساتھ ہمیں ایک اور چیز بھی بیان کرنا ضروری ہے جو تقریباً قانون موضوعہ کے برابر ہی اہمیت رکھتی ہے اور وہ یہ کہ اس قانون کے دائرۂ اثر کو سترھویں اور اٹھارھویں صدی کے ججوں نے (استدلال کی بنا پر نہیں بلکہ سیاسی ضرورت کے تحت) ایڈورڈ سوم کے زمانے کی قدیم مجلس وضع قوانین کے سیدھے سادے الفاظ کی تعبیرات و توجیہات کرکے غیر معمولی طور پر وسیع کر دیا۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بغاوت عظمیٰ کا بنیادی تصور یہ تھا کہ راعی اپنی رعایا کے ہر فرد کی طرف سے جس شخصی وفاداری کا مستحق ہے اس کا نقض عمل میں آئے۔ لہٰذا کسی ملک غیر کا باشندہ جو کبھی ہماری سلطنت کا باشندہ نہ رہا ہو بغاوت کا مرتکب نہ قرار دیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس پر وفادار رہنے کی کوئی ذمہ داری عائد نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ جب جارج چہارم کی ملکہ پر پارلیمنٹ میں زنا کا الزام قائم کیا گیا تو یہ کہا گیا تھا کہ ہنری ہشتم کی ازواج کی طرح یہ معاملہ شرکت بغاوت کے جرم کی حد تک نہیں پہنچتا۔ چونکہ ملکۂ کیرولین سے جو افعال منسوب کیے گئے تھے ان کا ارتکاب ممالک غیر میں ایک غیر ملکی آشنا (سینیر پرگمی) کے ساتھ ہونا فرض کیا گیا تھا جو کبھی برطانوی حدود میں سکونت پذیر نہ رہا تھا۔ 313

---

[1] 1 Anne, St. 2. C. 21, S. 3.

[2] 6 Anne. C. 41, S. 1. زبانی الفاظ کے ذریعے سے سلسلۂ وراثت کو باطل قرار دینا پری میونائر کے جرم میں داخل ہے، دیکھو صفحہ ۴۲۳ کتاب ہذا ۶ سنہ جلوس ملکۂ این کلاز ۱۴ دفعہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مذکور الصدر اصول پر اب بھی عمل ہے۔ کوئی غیر ملکی شخص اسوقت تک قانون بغاوت کی زد میں نہیں آتا جب تک وہ بادشاہ کی (صریحی یا معنوی) اجازت سے اس سلطنت میں نہ آئے اور شاہی پناہ سے مستفیض ہو کر اس نے خود پر وفاداری کی ذمہ داری عائد نہ کی ہو، گو کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ ذمہ داری عارضی حیثیت سے محض دوران قیام میں قائم رہے گی۔ اور اس پر بھی چونکہ برخلاف بادشاہ کی ذاتی رعایا کے اس غیر ملکی شخص کی ذمہ داری محض ایک عارضی اور مقامی حیثیت کی ہوتی ہے[1] لہذا بعض اوقات یہ حجت پیش کی جاتی ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ ذمہ داری یا فرض لازمی طور پر اس کے قیام کی پوری مدت میں اس پر عائد رہے بلکہ یہ کہ اس پر صرف اس زمانے تک ذمہ داری رہے گی جب تک کہ شاہی پناہ کے ذریعے سے واقعی طور پر اس کی حفاظت ہوتی رہے۔ چنانچہ جب برطانوی مقبوضات میں سے ایک مقام جس میں ایک بوئر (افریقی ڈچ) دس سال سے سکونت پذیر تھا خود اسی کی سلطنت کی افواج کے قبضے میں پہنچ گیا اور وہ ان کی ملازمت میں داخل ہو گیا تو یہ

---

[1] شرح بلیکسٹن جلد اول صفحہ ۴۵۷۔ فوسٹر ۱۸۳۔

محض قیام کی بنا پر جنوبی افریقہ (Rex. v. Maclane (1797), 26 St. Tr. 721.) کے بہت سے مقدمات میں جس عارضی وفاداری پر زور دیا گیا ہے وہ ہر دوست مملکت کے ہر ایسے باشندے پر لازم ہوتی ہے جو انگریزی حدود میں داخل ہو، خواہ وہ شخص محض مخالف اغراض کو ہی لے کر آیا ہو (Forsyth's Cases and Openions, P. 200)

ملاحظہ ہو :- Rex v. Lynch (1903) I K.B:444.

یہ مقدمہ صورت مذکور الصدر کا بالکل برعکس ہے۔ اس مقدمے میں ایک انگریز دشمن مملکت میں سکونت پذیر ہو گیا تھا۔ دوران جنگ میں اگر وہ دشمن مملکت میں بود و باش اختیار کرتا تو اس کا یہ عمل بجائے خود "باغیانہ وابستگی" شمار ہوتا مقابلہ کیجئے: (Johnson v. Pedlar (1921) A.C. 262,

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حجت پیش کی گئی تھی کہ برطانوی افواج کے اس مقام کو چھوڑ کر
ہٹ جانے سے برطانیہ کے مقابل میں اس کی ذمہ داری ختم ہو گئی 314
اور اس کا مابعد طرز عمل بادشاہ کے خلاف بغاوت تصور نہیں کیا جا سکتا
لیکن جوڈیشل کمیٹی[1] نے اس حجت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ یہ استدلال کیا کہ
جیسے ہی حملہ آور فوج برطانوی مقبوضے سے خارج کی گئی فوراً شاہی
عدالتوں کی طرف سے ان نقصانات کی تلافی کی گئی جو دشمن کے
قبضے کے دوران میں (رعایا کو) پہنچے تھے لہذا شاہی پناہ مسلسل موجود
تھی۔ یہ امر ہرگز جائز نہیں سمجھا جا سکتا کہ جوں ہی کوئی دشمن کسی
ملک پر قبضہ حاصل کر لے تو وہ غیر ملکی اشخاص جو اس ملک میں
سکونت پذیر ہوں فوراً بے دھڑک اس سے جا ملیں۔ ایک چھوٹی سی
حملہ آور جماعت اس طرح سے ایک فوج بن سکتی ہے۔

ہماری قوم میں تاریخی حیثیت سے صدی بہ صدی ایسا تدریجی ارتقا
رونما ہوا کہ امن عامہ کے قیام و پائداری کی اہمیت کا روز افزوں احساس
پیدا ہوتا گیا اور کسی فرمانروا کی ذات سے فرماں برداری کے جذبے
کے بجائے (جو عہد وسطیٰ کی خصوصیت تھی) امن عامہ کا خیال افراد قوم
میں رابطۂ نظم و اتحاد قائم کرنے کے لیے برسرکار آگیا۔ سماجی فرائض
کے اس جدید تصور کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے ضرورت ہوئی کہ جدید
قوانین کے ذریعے سے اس پر عمل درآمد کرایا جائے۔ قانون فوجداری
کے لیے ان سیاسی کارکنوں کی جانب توجہ کرنا ضروری ہو گیا جو اگرچہ
برسر سلطنت بادشاہوں کے حامی تھے لیکن اس کے باوجود سلطنت
کے نظم کو برہم کر رہے تھے[2] اور دستور سلطنت میں شاہی اختیارات پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: اس مقدمے میں اجنبی اشخاص کے حقوق کی بحث ہے۔

[1] De Jager v. Att. Gen. of Natal (1907), A.C. 326.

[2] "امن کے عظیم الشان ستونوں کو برباد کر دینے والے جرائم سے زیادہ وسیع اور دیرپا آلام
کا موجب ہونے والی جرائم کی کوئی قسم نہیں ہے۔" (W.E.H. Lecky)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن اداروں کے ذریعے سے قیود عائد کئے گئے تھے ان کی تخریب کرتے تھے ججوں کے عمل قانون سازی کی یہ ایک نمایاں مثال ہے کہ قانونی ترقی اور نشو ونما کا کام جو ایسے حالات میں ضروری ہو گیا تھا بجائے مجلس وضع قوانین کے ججوں کے ہاتھوں انجام پایا۔ عہد وسطیٰ کے تصور بغاوت کو جس کی بنا پر اس کے معنی شخصی عقیدت کے نقض کے ہوتے تھے انھوں نے جدید صورت میں مبدّل کر دیا اور اس کی رو سے اس کا منشا "سلطنت کے امن عامہ کے مقابل میں سیاسی اسباب کی بنا پر مسلح محاذ پیش کرنا ہو گیا"[1]۔ یہ جدید خیال انھوں نے ایڈورڈ سوم کے زمانے کے قانون کی دفعہ ۱ و ۳ کی نہایت آزادی کے ساتھ توجیہ و تعبیر کر کے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ بادشاہ کو قید کرنے کا آشکارا فعل اس کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کی کافی شہادت قرار دیا گیا، چونکہ بقول مکیاویلی "شہزادوں کے قید خانوں اور 315
قبروں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہوتا ہے"[2] اور شاہی اقتدار کے خلاف ایک بعید نوآبادی میں بغاوت پیدا کرنے کے اقدام کو بادشاہ کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کا ثبوت قرار دیا گیا تھا، خواہ بادشاہ ان بدامنیوں کے مقام سے ہزاروں میل کے فاصلے پر ہو[3]۔ اسی طرح اجنبیوں کو سلطنت پر حملہ کرنے کے لیے اکسانے کا آشکارا فعل یعنی جنگ کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کو (اس جرم کا ایکٹ میں ذکر نہیں ہے) بادشاہ کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کے آشکارا فعل سے تعبیر کیا گیا[4]۔ اسی طرح جیسا کہ ہم بیان کر چکے

---

[1] مصنفہ اسٹیفن (General view of the Criminal Law)
طبع اول صفحہ ۳۶۔

[2] فوسٹر ۱۹۶۔

[3] (Rex. v. Maclane (1797). 26. St. Fr. 721.)

[4] لیکن اگر ان کی قوم کے اور انگلستان کے درمیان دوستی کے تعلقات ہوں تو بادشاہ کے دشمنوں سے وابستگی رکھنا، نہ کہا جائے گا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں، بادشاہ کی رعایا کے کسی عام طبقے سے جنگ کرنے کی تعبیر یہ کی گئی ہے (اس تعبیر کے متعلق ہالم[1] نے کہا ہے کہ یہ عام طور پر انسانوں کی اور اکثر و بیشتر مقننین کی سمجھ سے باہر ہے) کہ یہ بھی خود بادشاہ ہی سے جنگ کرنا ہے، جیسا کہ جملہ عمارات و مقامات عامہ کو مسمار کر دینے کی غرض سے یا کسی خاص کاروبار کے آجروں کو اجرتوں کی شرح بڑھانے کے لیے مجبور کرنے کی غرض سے، بلوہ[2]۔ حالانکہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ بادشاہ کے امن میں مخل اندازہوں اور اس کے باوجود بادشاہ کی حکومت کے دشمن ہوں۔

یہ توضیحات اکثر شدت کے ساتھ مصنوعی ہوتی تھیں اور انھوں نے اپنی زبردستی کی تعبیرات کے ذریعے ایڈورڈ کے ایکٹ کو تقریباً بالائے طاق رکھدیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ لوگ عام طور پر ان کو بری نظر سے دیکھتے تھے (اور اس جذبے کا جوری کی آرا سے اظہار ہوتا تھا)[3]۔ چنانچہ جب ۱۸۰۰ء کے (No-Popery riots) بلووں کے سلسلے میں لارڈ جارج جارڈن کی کارگزاریوں کی بنا پر ان کو تعبیری طور پر 'جنگ کرنے' کے جرم بغاوت میں ماخوذ کیا گیا[4] تو گو مقدمے کے واقعات کی بنا پر ان کو یقیناً اس الزام سے بری ہونا چاہیے تھا لیکن ان کی برأت میں اسی وجہ سے سہولت ہوئی کہ اس قانون کی من مانی تعبیرات کو عام طور پر لوگ ناپسند کرتے تھے[5]۔ تھوڑے ہی زمانے کے بعد 316

---

[1] تاریخ دستور باب ۱۵۔

[2] فوسٹر ۲۱۱۔

[3] لارڈ کیمپ بل کی مصنفہ کتاب (Lives of the Chancellors). کے ابواب ۱۷۶ و ۱۸۰ میں تعبیری بغاوت پر اچھا تبصرہ کیا گیا ہے۔

[4] (21 St. Fr. 485).

[5] (Lives of the Chief Justices) مصنفہ کیمپ بل باب ۳۸۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہارڈی، ہارن ٹک اور تھلوال ۱۷۹۴ء میں تعبیری طور پر بادشاہ کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنے کے الزام میں ماخوذ ہوئے[1] ان مقدمات میں تعبیری بغاوتوں کے متعلق جو اصول قائم کیا گیا تھا وہ انتہائی توجیہ کا تھا اور اس کے تحت ایڈورڈ سوم کے قانون کی تعبیر (ہالم کی رائے میں) "اس حد پر پہنچ گئی کہ اس میں الفاظ کے سیدھے سادے مفہوم سے بھی قطع نظر کر لی گئی"[2] جوری نے برائٹ کے متعلق جو آرا پیش کیں ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ مقننہ کی اس طرح کی قانون سازی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خود اس کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں راست قانون سازی کی ضرورت واقع ہو گئی تھی۔ لہذا مجلس وضع قوانین نے فوراً ۱۷۹۵ء میں ایک قانون منظور کیا جس کے ذریعے سے اہم ترین تعبیری بغاوتوں کو بالصراحت داخل بغاوت تسلیم کیا گیا[3]۔

۱۸۴۸ء کی آئرستانی شورش کے بعد ایک اور قانون[4] منظور کیا گیا جس کا نفاذ آئرلینڈ میں بھی کیا گیا اور اس کے ذریعے سے ان تعبیری بغاوتوں کو جن کا چارج سوم کے ایکٹ میں ذکر تھا (بجز ان چند کے جو بادشاہ کی ذات پر اثر انداز ہوتی تھیں) محض جرم کبیر قرار دیدیا گیا۔ قانون موضوعہ میں ان کا کوئی نام نہیں ہے لیکن عام طور پر ان کو باغیانہ جرائم کبیرہ (Treasonable Felonies) یا بغاوت آمیز جرائم کبیرہ (Treason-Felonies) کہا جاتا ہے۔ کسی آشکارا فعل کے ذریعے سے بادشاہ کو معزول کرنے یا سلطنت پر حملہ کرنے کی ترغیب یا

---

[1] (24 St. Fr. 199; 25 St. Fr. 1, 748.)

[2] (Constitntional Histor) باب ۱۵ ،،

[3] ۳۶ سنہ جلوس جارج سوم کلاز ۷۔

[4] ۱۱ و ۱۲ سنہ جلوس وکٹوریا کلاز ۱۲ و دفعات ۲ و ۷ اور دیکھئے: ۵۴ و ۵۵ وکٹوریا کلاز ۶۷ جس کے ذریعے سے خالی زبانی باغیانہ جرائم کبیرہ کو منسوخ کر دیا گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجلس وضع قوانین کے دارالعوام یا دارالامرا کسی کو اس امر پر مجبور کرنے کے لیے کہ وہ اپنا مسلک تبدیل کریں جنگ کرنے کی نیت کا سمجھ بوجھ کا اظہار کرنا ——— یہ جملہ امور اس آخر الذکر قسم میں داخل ہوں گے اور ان کی انتہائی سزا ——— دوام ہے۔ سزا کے اس طرح تبدیل ہو جانے کی وجہ سے ان جرائم کے مرتکبین کے خلاف کامیابی کے ساتھ مقدمہ چلانا نسبتہً بہت آسان ہو گیا[1]۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جوریاں خوش اطوار لوگوں کو ایسے جرائم کا مجرم قرار دینے میں طبعاً انتہائی تامل کرتی ہیں جو خواہ سماج کے لیے کتنی ہی مضرت رساں ہوں لیکن ان میں کوئی اخلاقی خرابی موجود نہ ہو اور اس کے باوجود ان کی پاداش میں سزائے موت دی جاتی ہو۔

317 لیکن یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ ۱۷۹۵ء اور ۱۸۴۸ء کے قوانین نے ایڈورڈ سوم کے قانون اور اس کی عدالتی تعبیرات کو ہاتھ نہیں لگایا اور یہ کہ بدیں وجہ ایسی صورتوں میں منجانب تاج یہ اب بھی ممکن ہے کہ ملزم کے خلاف خفیف تر جرم یعنی باغیانہ جرم کبیر کی کارروائی کے بجائے بغاوت کی کارروائی کی جائے۔ بالکل ایک ہی عمل کا حیثیت جرم کے لحاظ سے بیک وقت دو مختلف مدارج میں جگہ پانا، حقیقتہً ایک عجیب قانونی بے قاعدگی ہے۔

چونکہ تمام جرائم میں بغاوت ایسا جرم تھا جس میں بادشاہ کا ملزم کو سزایاب کرانے میں شدید ترین اور راست مفاد ہوتا تھا اس لیے وکیل سرکار یا ایک کمزور طبیعت جج کی یہ انتہائی خواہش ہوتی تھی کہ مقدمے کی کارروائی اس طرح کی جائے کہ ملزم پر شدت ہو اسٹیوارٹ بادشاہوں کے دور حکومت میں اس قسم کے ملزمین پر اتنی زیادہ شدتیں کی گئیں کہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد واضعان قانون نے

[1] شہادت میں جو تبدیلی ہوئی اس سے بھی اس مقصد کو مدد پہنچی۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱۸ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بغاوت کے مقدمات کی حد تک ضابطۂ فوجداری میں بہت اہم تبدیلیاں کردیں اور بقول ارسکن "ملزم کو ہر طرف سے قانون کی زرہ پہنا کر ناراض حکومت کی اندھا دھند شدت کا مقابلہ کیا گیا"۔ دہ دلیم سوم کلاز ۳ کے ذریعے سے یہ حکم دیا گیا کہ جس ملزم پر بغاوت عظمیٰ کا الزام ہو اُس کو یہ حق ہوگا کہ:- (۱) جن ارکان جوری کے تقرر کا ارادہ کیا گیا ہو ان کے ناموں کی ایک فہرست[1] اور (۲) فرد قرارداد جرم کی ایک نقل وہ حاصل کرلے اور (۳) بذریعۂ مشیر قانونی جو قانون میں پوری دست گاہ رکھتا ہو اور (۴) بذریعۂ گواہان اپنی صفائی پیش کرے۔ ایک دوسرے کلاز کے ذریعے سے (جس میں ایڈورڈ ششم کے قانون[2] کو بار دیگر منظور کیا گیا ہے اور اس کو مزید قوت دی گئی ہے) اثبات جرم کی ایک کم از کم
318 اصطلاحی حد ضروری قرار دیدی گئی ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ملزم کو اس وقت تک مجرم نہ قرار دیا جائے، جب تک یا تو وہ کھلے اجلاس میں از خود اپنے جرم کا اقبال نہ کرے یا دو گواہوں کی شہادت سے اس کا جرم ثابت نہ ہو جائے۔ یہ شہادت خواہ اسی آشکارا فعل کی بابت ہو یا کم از کم اسی قسم کی بغاوت کے دو جداگانہ آشکارا افعال اس سے

---

[1] قانون منظورہ، سنہ جلوس این کلاز ۲۱ دفعہ ۱۴ کے ذریعے سے گواہان سرکاری کی فہرست کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

[2] سنہ جلوس ایڈورڈ ششم کلاز ۱۲ دفعہ ۲۲۔ چنانچہ جب کسی بغاوت کا ارتکاب ہوتا اور سرکار کو صرف ایک گواہ دستیاب ہوتا تو مجرم کو سزا دلانے کی صورت یا تو یہ ہوتی تھی کہ اس پر محض بغاوت کے جرم صغیر کی بابت مقدمہ چلایا جاتا تھا (جیسا کہ (Hampden) کے مقدمے میں ہوا (سنہ ۱۶۳۷ء)۔ ملزم اس ہیمپ ڈن کا پوتا تھا جو ناجائز طور پر ٹیکس لگانے کا زبردست مخالف تھا۔ اور اس نے (Reg House Plot) میں حصہ لیا تھا) یا مجلس وضع قوانین کے ایکٹ کے ذریعے سے جس جرم کی بابت سزا دی جاتی تھی، جیسا کہ فن ڈک کے معاملے میں ہوا جس نے ولیم سوم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعلق ہوں۔ اور (۶) یہ کہ تاریخ ارتکاب سے صرف تین سال کے اندر بغاوت کے جرم کی بابت مقدمہ چلایا جا سکتا ہے، بجز اس کے کہ اس جرم کا بیرون ملک ارتکاب عمل میں آیا ہو یا یہ کہ وہ بغاوت واقعی طور پر بادشاہ کو قتل کرنے کی تدبیر پر مشتمل ہو (محض اصطلاحاً بادشاہ کو ہلاک کرنے کی تدبیر، کی نوعیت نہ رکھتی ہو)۔ قواعد نمبر (۳) و (۴) کے سوائے قواعد بالا کا باغیانہ جرم کبیر پر اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی فروگزاشت ہے کہ اس کی وجہ سے بغاوت کی بہ نسبت اس جرم کا مجرم قرار دلانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔

دوسرے تمام جرائم کبیرہ کی طرح بغاوت کی سزا موت تھی۔ لیکن اس جرم کی انتہائی سنگین حیثیت کے اظہار کے لئے باغی کو پھانسی دینے کے علاوہ بعض ہولناک صورتیں اختیار کی جاتی تھیں[1]۔

چنانچہ بجائے اس کے کہ اس کو بنڈی میں پھانسی گھر لیجایا جائے ایک ٹٹی پر بٹھا کر پھانسی گھر کو گھسیٹ لیجایا جاتا تھا[2]۔ پھانسی پر اس کو جزئی طور پر لٹکایا جاتا تھا اور درصورتیکہ وہ ہنوز زندہ ہی ہوتا تھا[3] اس کی انتڑیاں نکال دی جاتی تھیں، سر کاٹ ڈالا جاتا تھا اور جسم کے چار ٹکڑے کر دیے جاتے تھے۔ سر اور وہ چار ٹکڑے کسی نمایاں مقام پر مستقلاً بطور نمایش

---

[1] دیکھیے: تاریخ قانون فوجداری مرتبۂ اسٹیفن صفحات ۴۷۶ - ۴۷۷۔ پولک اور میٹ لینڈ صفحہ ۴۹۹۔

[2] اس کو اس طرح گھسیٹا جاتا تھا اور اس کے بعد پھانسی دیدی جاتی تھی۔ عام طور پر جو ترتیب مشہور ہے کہ "پھانسی دی جاتی تھی، گھسیٹا جاتا تھا اور چار ٹکڑے کر دیے جاتے تھے وہ صحیح نہیں ہے مجرم کو پہلے لٹکایا جاتا تھا اور اسی طرح گھسیٹ کر پھانسی گھر پہنچایا جاتا تھا۔ ابتدا میں اس کے نیچے کچھ نہ ہوتا تھا لیکن کچھ زمانے بعد ایک ٹٹی پر لٹکایا جانے لگا۔

[3] بادشاہ کے قاتل پیرسن کا جب پیٹ چاک کیا گیا تو وہ کھڑا ہو گیا اور اس نے جلاد کے ضرب لگائی تھی (Trials of the Regicides (1660). 5 St. Fr. P. 1237).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکھے جاتے تھے[1] اور اس سے قبل ان کو نمک کے پانی میں جوش دے لیا جاتا تھا تاکہ وہ سڑیں نہیں اور زیرے میں جوش دیا جاتا تھا تاکہ وہ سڑیں نہیں اور زیرہ میں جوش دیا جاتا تھا تاکہ پرندان کو نہ نوچیں۔ لیکن بغاوت کی سزا کی نوعیت ہمیشہ ایک ہی نہیں ہوتی تھی[2] بلکہ بادشاہ بجز سر قلم کرنے کے جزء کے دوسری تمام چیزوں کو اکثر معاف کر دیتا تھا۔ اس کے بعد کے زمانے میں
319 جلاد عموماً یہ کام اپنے ذمے لے لیتا تھا کہ پھانسی کا پھندا ایسا ڈالے کہ اس سے مجرم ہلاک ہی ہو جائے (یہ فعل اصطلاحاً قتل عمد تھا صفحہ ۱۱۷ کتاب ہذا)۔ بالآخر ۱۸۱۴ء میں[3] یہ قانون منظور ہوا کہ تاوقتیکہ مجرم پھانسی کے ذریعے سے ہلاک نہ ہو جائے سر نہ قلم کیا جائے اور اس کے چار ٹکڑے نہ کئے جائیں (عورتوں کا کسی حالت میں نہ سر قلم کیا جاتا تھا نہ چار ٹکڑے کئے جاتے تھے بلکہ ان کو جلا دیا جاتا تھا[4]) آخر الامر ۱۸۷۰ء میں فارفیچر ایکٹ[5] (Forfeiture Act) کے ذریعے سے) وہ جملہ مخصوص صورتیں جو بغاوت والی پھانسی کے ساتھ وابستہ تھیں منسوخ کر دی گئیں بجز اس صورت کے کہ شاہی فرمان کے ذریعے سے سر قلم کرنے اور چار ٹکڑے کرنے کا حکم صادر ہوا ہو، چونکہ ۱۸۱۴ء[6] کے قانون کے تحت

---

[1] (Dr. Pusy) کی ماں جو ۱۸۵۰ء تک بقید حیات رہیں انھوں نے ۱۷۴۵ء کے باغیوں میں سے ایک باغی کا سر، ٹمپل بار فصیل پر دیکھا تھا اور وہ ان کو یاد تھا۔

[2] سخت ترین سزا (3 Hargrave's State Trials) کے صفحہ ۴۰۳، ۴۰۹ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

[3] ۵۴ جارج سوم کلاز ۱۴۶۔

[4] لیکن ۱۷۹۰ء تک یہ عمل رہا۔ ۳۰ جارج سوم کلاز ۴۸۔ اس موقع پر بھی ایک ناجائز ترحم کی بنا پر جلانے سے قبل پھانسی دیکر ہلاک کر دیا جاتا تھا۔

[5] ۳۳ و ۳۴ وکٹوریا کلاز ۲۳۔

[6] ۵۴ جارج سوم کلاز ۱۴۶ دفعہ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بادشاہ کو ہنوز یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنے دستخطی فرمان کے ذریعے سے یہ حکم دے کہ وہ مرد جس کو بغاوت کے جرم میں پھانسی کی سزا دی گئی ہے اس کا سر قلم کیا جائے۔ جج کو بہر حال بجز پھانسی کی سزا مقرر کرنے کے اور کسی طریقے پر سزائے موت کا حکم دینے کا اختیار حاصل نہیں ہے[1]۔ بغاوت میں (بجز قتل عمد کے دیگر سزائے موت والے جرائم کی طرح) کامن لا کے اس کلیے پر جس کے تحت عامۃ الناس کے روبرو پھانسی دی جا سکتی ہے ہنوز عمل ہے۔

کامن لا کے تحت ان جرائم میں جن کے لیے موت کی سزا مقرر تھی ایک دوسری سزا بھی ساتھ ساتھ لگی رہتی تھی جو بعض اوقات سزائے موت سے بھی زیادہ خطرناک سمجھی جاتی تھی۔ یہ سزا مجرم کی جملہ جائداد کی ضبطی اور نتیجۃً تمام خاندان کی تباہی تھی لیکن بغاوت میں جائداد غیر منقولہ کے متعلق وہ عمل نہ کیا جاتا تھا وہ جرائم کبیرہ میں ہوتا تھا۔ چونکہ جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں بغاوت میں نہ صرف جائداد منقولہ بلکہ جائداد غیر منقولہ بھی بحق شاہ کلیتہً ضبط ہو جاتی تھی برخلاف اس کے جرائم کبیرہ میں جائداد غیر منقولہ بدوران حیات مجرم اور اس کے مرنے کے ایک سال بعد تک کی مدت کے لیے بحق شاہ ضبط کی جاتی تھی اور اس کے بعد بجائے ورثا کے جس زمیندار سے وہ حاصل کی گئی ہو کامن لا کے تحت اس پر عود کر جاتی تھی۔

بغاوت کی بابت ۱۸۸۲ء سے (یا باغیانہ جرم کبیرہ کی بنا پر ۱۸۸۵ء سے) انگلستان اور ویلز میں کوئی مقدمہ سوائے قتلوں کے سامنے نہیں آیا تھا تا آنکہ ۲۱ جنوری ۱۹۰۳ء میں لنچ کے مقدمۂ بغاوت

[1] اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچوں کے لیے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۷ کتاب ہذا۔ ۱۸۹۲ء کے بعد سے ۱۹۱۶ء کے کیس منٹ (Casement) کے مقدمے تک جملہ بالغ مجرمین بغاوت کی سزائیں بھی تبدیل کی گئیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی سماعت عمل میں آئی۔[1]

320

اخفائے بغاوت

اصل مرتکب اور معین جرم کے قانون پر جہاں ہم نے تبصرہ کیا ہے[2] وہاں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب بغاوت کا ارتکاب عمل میں آتا ہے اور کوئی شخص دانستہ طور پر باغی کو ایسی صورت سے اپنے پاس آنے دیتا ہے یا اس کو امداد پہنچاتا ہے کہ اس کو انصاف کی زد سے بچنے میں مدد دے تو وہ بحیثیت اصل مرتکب مابعد، خود بغاوت کے سابقہ فعل میں حصہ لینے کا مجرم ہو جاتا ہے۔ اور جرائم کبیرہ کی صورت میں (اسی طرح کے کلیے کے تحت) اس طرح پناہ دینے والا شخص اصل جرم کبیر کا معین بعد ارتکاب، قرار پاتا ہے مزید براں اگر کوئی شخص کسی مرتکب بغاوت یا مرتکب جرم کبیر کو اس طرح کوئی عملی امداد تو نہ پہنچائے لیکن وہ جانتا ہو کہ فلاں شخص نے ان کا ارتکاب کیا ہے اور وہ ایسی اطلاع دے سکتا ہو جس کی بنا پر ملزم کی گرفتاری عمل میں آسکتی ہو لیکن اس کے باوجود وہ ایسی اطلاع کسی جسٹس آف دی پیس کو دینے سے باز رہے تو اس کا یہ عمل جرم میں شمار ہوگا۔ بغاوت یا جرم کبیر کا چھپانا ایک شدید نوعیت کا جرم صغیر ہے اور اس کو اخفائے بغاوت، یا اخفائے جرم کبیر کہا جاتا ہے۔ بعض اسناد[3] کی بنا پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس وقت بغاوت یا جرم کبیر کے انسداد کی ہنوز تدابیر ہی اختیار کی جا رہی ہوں اور کوئی شخص مرتکبین کے اس منصوبے پر مطلع ہو جائے لیکن جسٹس آف دی پیس کو اس کی بابت کوئی اطلاع نہ دے تاکہ اس کے ارتکاب کا انسداد

---

[1] (1903) 1 K.B. 444).

[2] صفحہ ۶۹ کتاب ہذا۔

[3] (2 Hawkins P.C.c. 29, S. 23).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جاسکے[1] (خواہ وہ شخص اس مجرمانہ اسکیم کو کتنا ہی ناپسند کرتا ہو) تب بھی وہ اخفائے بغاوت یا اخفائے جرم کبیر کا مرتکب سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ اس سازش کے متعلق اپنی رضامندی کا اظہار کرے اور واقعی طور پر اس کی ہمت افزائی کرے تو ظاہر ہے کہ وہ محض اس جرم صغیر کا ہی مرتکب نہ ہوگا بلکہ (درصورتیکہ وہ تدبیر جامۂ عمل پہن لے) وہ اس بغاوت اور جرم کے شریک جرم کی حیثیت سے ہی مجرم قرار دیا جائے گا۔ اخفائے جرم کبیر کی سزا قید اور جرمانہ ہے[2] لیکن اخفائے بغاوت کی سزا قید دوام اور تاحیات مجرم اس کے سامان کی قطعی ضبطی ہے۔ جرائم صغیرہ کا اگر کوئی شخص انکشاف نہ کرے تو وہ اس طرح کے کسی جرم کا مرتکب نہیں سمجھا جاتا[3]۔ 321

علاوہ ازیں جرائم کبیرہ اور جرائم صغیرہ کی صورتوں میں بھی[4] ان کی بابت مصالحت کر لینا ایک جرم ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی شخص کسی مرتکب جرم

---

[1] ہندوستان میں وسیع تر فرائض ہیں جن میں پولیس کے سوالات کا جواب دینا بھی شامل ہے ملاحظہ ہو دفعہ ۴۴ مجموعۂ ضابطۂ فوجداری ہند۔

[2] اب اس کی بابت مقدمات کا چلنا ہمارے علم میں نہیں ہے لیکن لارڈ ونسلی ڈیل نے دو مقدمات کی سماعت کی تھی۔ اخبار ٹائمس مورخہ ۱۸ مارچ ۱۸۵۲ء میں کاونٹی کلیر میں اس جرم کے الزام میں مقدمے کی سماعت شروع کی گئی تھی لیکن وہ چھ ملزمین جن کے خلاف یہ مقدمہ چلایا جارہا تھا قاتل کے خلاف شہادت دینے کے لیے راضی ہوگئے۔ اس لیے یہ مقدمہ اٹھا لیا گیا۔

[3] صفحہ ۱۰۲ کتاب ہذا۔

[4] یہ عمل اکثر اوقات عدل گستری میں رکاوٹ ڈالنے کی سازش ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۵۴ کتاب ہذا لیکن ایسے جرائم کے متعلق جن کی حیثیت تقریباً خانگی ہوتی ہے دیکھئے قانون معاہدہ طبع ہفدہم دفعہ ۱ مولفۂ اینس۔ اس پورے مسئلہ کے متعلق متعدد اسناد آرک بولٹ کی بنظیر تصنیف

(Criminal Pleading. Evidence and Practice

(Abuse of Legal Procedure) طبع بست و ہشتم صفحات ۱۲۴۳ و مابعد۔ نیز ملاحظہ ہو:-

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے بہ اخذ معاوضہ یہ معاملت کرے کہ اس مرتکب جرم کے خلاف کوئی فوجداری کارروائی نہ کی جائے گی تو یہ جرم تصور کیا جائے گا۔[1] اگر آپ کسی چور سے یہ وعدہ کریں کہ درصورتیکہ وہ صرف وہ مال جو اس نے آپ کے پاس سے چرایا ہے آپ کو واپس دیدے آپ اس کے خلاف فوجداری مقدمہ نہ چلائیں گے تو آپ اس جرم کے مرتکب ہوں گے۔ لیکن اگر آپ ایسا کوئی وعدہ نہ کریں تو اپنا وہ سامان اس سے واپس لے سکتے ہیں آپ کسی پر رحم کرنے کے مجاز ہیں، لیکن رحم کو فروخت کرنے کے مجاز نہیں 'مصالحتِ جرم' کے اس جرم کا محض معاملت کے عمل میں آنے سے ارتکاب ہوجاتا ہے خواہ مصالحت کنندہ اپنے معاہدے کی خلاف ورزی بھی کرے اور ملزم کے خلاف فوجداری دعویٰ کردے۔ اور درصورتیکہ قانوناً نہ صرف شخص متضرر بلکہ سماج کے دوسرے جملہ اراکین کو بھی فوجداری دعویٰ کرنے کا حق ہو، اگر کوئی ایسا شخص بھی جس کو اس جرم سے کوئی ضرر نہ پہنچا ہو اور جس کا فی الحقیقت اس جرم سے کوئی تعلق بھی نہ ہو ایسی مصالحت کرے تو وہ بھی اس جرم کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

پری میونیر (خارجی قوت کا ملک میں نافذ کرنا)

بغاوت ہی کی نوعیت کے (گو اس سے بھی بہت کم سنگین) چند مختلف جرائم ہیں جو سب کے سب پری میونیر کے نام سے موسوم ہیں 322
عنوان ہذا کے تحت مختلف جرائم یکجا جمع کردیے گئے ہیں جن میں خاص تعلق یہ ہے کہ ان سب کے ارتکاب کی پاداش میں ایک ہی سزا دی جاتی ہے لیکن جملہ قدیم تر جرائم جن کی بنا پر یہ سزا دی جاتی ہے، ایسے افعال پر مشتمل تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ مصنفۂ دائن فیلڈ صفحات ۱۴۶-۱۵۴۔

[1] لیکن طلاق کی کارروائی نہ کرنے کے لیے آپ معاملت کرسکتے ہیں چونکہ طلاق کی کارروائی دیوانی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(جیسے کہ بعد کے چند جرائم ہنوز ہیں) جو سلطنت میں بادشاہ کے اقتدار کو کم کرنے کی غرض سے کسی بیرونی قوت کو (عموماً پوپ کے اقتدار کو) نافذ کرنے کی طرف منجر ہوں۔ لفظ 'پری میونیر' اس حکمنامے کا نام تھا جس کے ذریعے سے ایسے جرم کے مجرم کے خلاف کارروائی شروع کی جاتی تھی، لیکن بعد میں یہ لفظ ہر ایسے ایکٹ کے لیے استعمال کیا جانے لگا جس کے تحت کوئی ایسا جرم جس کے لیے یہ حکمنامہ جاری کیا جاتا، قائم کیا جاتا تھا۔ اور اس کے بعد ایسے جرائم کی سزا کے لیے و نیز ان جرائم کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جانے لگا۔[1]

مقدمات خلاف سلطنت کی ایک کثیر تعداد میں سے صرف ایک انگریزی مقدمے کی مثال ملتی ہے جس میں قانون پری میونیر کے تحت کارروائی کی گئی ہے اور وہ کارروائی بعض کوئکرس (Quakers) کے خلاف تھی جنھوں نے چارلس دوم کی اطاعت کا حلف کرنے سے انکار کیا تھا۔[2] پری میونیر کے خاص جرائم جو اب بھی انگریزی قانون فوجداری کا جزو ہیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) ۲۵ ہنری ہشتم کلاز ۲۰ کے تحت کسی ڈین کا یا پادریوں کی مجلس کا اس پادری کو بشپ کے منصب پر منتخب کرنے سے انکار کرنا جس کو بادشاہ نے نامزد کیا ہو۔

(۲) قانون ہے بی یس کاربس، ۱۶۷۹ء (۳۱ چارلس ۲ کلاز ۲) کی رو سے کسی محبوس شخص کو ناجائز طور پر بیرون سلطنت بھیجنا تاکہ وہ حکمنامہ ہے بی یس کاربس کے تحفظ سے باہر ہو جائے۔

یہ جرم صرف پری میونیر ہی نہیں قرار دیا گیا بلکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بادشاہ کا اختیار معافی بھی اس جرم کی حد تک سلب کر لیا گیا

---

[1] شرح بلیکسٹن جلد چہارم باب ۰۔

[2] (6 St. Fr. 201). ایک آئرلینڈ کا مقدمہ بھی ہے۔ (2 St. Fr. 553).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے۔[1]

323 (۳) ۶ این کلاز ۲۳ دفعہ ۹ کے تحت اسکاٹ لینڈ کے پیر جس وقت کہ وہ دارالامرا کے لیے اپنے نمایندوں کا انتخاب کرنے کے لیے جمع ہوں اگر اس وقت اس جلسے میں اس انتخاب کے علاوہ کوئی اور کارروائی بھی کریں تو وہ پری میونیر کے مرتکب ہوں گے۔

(۴) ۱۲ جارج سوم کلاز ۱۱، رائل میریجز ایکٹ ۱۷۷۲ء۔ (Royal Marriages Act) کے تحت دانستہ طور پر اور بالارادہ کسی ایسی شادی یا معاہدۂ ازدواج میں امداد دینا جو اس ایکٹ کے تحت ممنوع قرار دیا گیا ہو۔[2]

(۵) زبانی الفاظ کے ذریعے سے سلسلۂ وراثت شاہی کو باطل قرار دینا۔[3] پری میونیر محض جرم صغیر ہے لیکن اکثر جرائم کبیرہ سے اس کی سزا زیادہ سخت ہے۔ چونکہ مجرم (الف) حفاظت شاہی سے خارج قرار دیدیا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی شخص کے خلاف دعویٰ نہیں کرسکتا۔ (ب) وہ تاحیات حبس میں رکھا جاتا ہے اور (ج) اس کی جائداد منقولہ وغیر منقولہ سب بحق شاہ ضبط کرلی جاتی ہے۔ ضبطی کا یہ حکم صراحت کے ساتھ جزء سزا کے طور پر صادر کیا جاتا ہے لہذا اس حکم کی وجہ سے وہ جرم جرائم کبیرہ میں داخل نہیں ہوتا۔[4] اور قانون ضبطی ۱۸۷۰ء کے ذریعے سے وہ حکم منسوخ بھی نہیں ہوا۔

---

[1] صفحہ ۶ کتاب ہذا۔

[2] (Constitutional Law) مصنفہ ویڈ وفلپس طبع ثانی صفحہ ۱۶۶۔

[3] صفحہ ۲۱۲ کتاب ہذا۔

[4] صفحہ ۱۰۶ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرکار کے خلاف فتنہ انگیزی (Sedition)
اور دوسرے جرایم خلاف سلطنت

قانون فتنہ انگیزی خلاف سرکار فتنہ انگیز الفاظ کے کہنے، فتنہ انگیز الفاظ کے شائع کرنے اور فتنہ انگیز نیت کو بر سر عمل لانے کے لیے کسی کام کے کرنے کی سازش سے متعلق ہے۔ فتنہ انگیزی خلاف سرکار خواہ تقریراً ہو یا تحریراً یا بذریعۂ عمل، کامن لا کی رو سے جرم صغیر ہے جس کی پاداش میں جرمانہ اور قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔ سر جیمس اسٹیفن[1] نے فتنہ انگیزی کی نیت کی اس طرح تعریف کی ہے: "ملک معظم، ان کے ورثا یا جانشینوں کی ذات کے یا برطانیۂ عظمیٰ کی ایسی حکومت اور دستور حکومت کے خلاف جس کا قانون کے ذریعے سے قیام عمل میں آیا ہو یا مجلس وضع قوانین کے دارالامرا یا دارالعوام کسی ایک کے خلاف یا عدل گستری کے خلاف خیالات نفرت یا حقارت یا بدخواہی پیدا کرنا یا ملک معظم کی رعایا کو جائز ذرائع کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے کلیسا یا حکومت میں جس کا 324
قانون کے تحت قیام عمل میں آیا ہو کسی معاملے میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرنے کے لیے بھڑکانا" ..... یا ملک معظم کی رعایا کے درمیان بے چینی یا بدخواہی پیدا کرنا یا رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان جذبات ناراضگی یا عداوت کو ترقی دینا" فتنہ انگیزی کی نیت پر مشتمل سمجھا جائے گا۔ لیکن "اس امر کے ظاہر کرنے کی نیت[2] کہ ملک معظم کو غلط مشورہ دیا گیا ہے یا یہ کہ ان کی تدابیر درست نہیں ہیں، یا قانون کے ذریعے سے جو حکومت اور دستور حکومت قائم ہے اس کی اصلاح کی غرض سے اس کی غلطیاں یا

---

[1] (Digest of Criminal Law). طبع ہفتم فصول ۱۲۳-۱۲۶۔

[2] (Digest of Criminal Law). طبع ہفتم صفحات ۱۲۳-۱۲۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نقائص بتلانا یا ملک معظم کی رعایا کو (بذریعۂ قانون قائم شدہ) کلیسا یا حکومت کے کسی معاملے میں تبدیلی پیدا کرنے کے واسطے جائز ذرائع سے کوشش کرنے کے لیے آمادہ کرنا یا ایسے امور کا ان کو رفع کرنے کی غرض سے ظاہر کرنا جو ملک معظم کی رعایا کے مختلف طبقات میں جذبات نفرت و ناراضگی پیدا کر رہے ہوں یا پیدا کرنے کی طرف منجر ہوں نیت فتنہ انگیزی نہیں ہے۔" ہر شہری کو یہ حق ہے کہ ایسے امور کی بابت جن کا عوام الناس سے تعلق ہو پورے طور پر اور آزادی کے ساتھ رائے زنی کرے، لیکن اس رائے زنی کا رخ یہ نہ ہونا چاہئے کہ اس سے ناجائز افعال کے ارتکاب کی ترغیب ہو یا جذبات بدخواہی پر انگیختہ ہوں[1]۔ فتنہ انگیزی کی بابت بیسویں صدی کے ایک مقدمے میں جج نے جوری سے کہا کہ وہ اپنی رائے میں عامۃ الناس کے جذبات کی کیفیت کو پیش نظر رکھ سکتے ہیں[2]۔

جرائم خلاف تحفظ سلطنت کے متعلق بہت سے قوانین منظور کیے گئے ہیں لیکن ان سب کے بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے

ان لافل ڈرلنگ ایکٹ سنہ ۱۸۱۹ء[3] (Unlawful Drilling Act)

کے تحت بلا حصول اجازت قواعد کرانے کا امتناع کیا گیا ہے۔ ان لافل اوتھس ایکٹ سنہ ۱۷۹۷ء[4] (Unlawful Oaths Act) کے ذریعے سے

---

[1] بغاوت کی تمثیلات کے لیے ملاحظہ ہو تصنیف آرک بولڈ، طبع بست و ہشتم صفحات ۱۱۳۹ تا ۱۱۴۱۔ اور تصنیف رسل بابت جرائم طبع ہشتم صفحات ۳۰۳ و مابعد۔ و نیز (Reg. v. Burns (1886), 16 Cox. 355). بغاوت کی بابت سزائے قید کے متعلق دیکھئے صفحہ ۵۷۸ کتاب ہذا۔

[2] (Rex. v. Aldred (1909), 22 Cox 1).

[3] ۶۰ جارج سوم و اجارج چہارم کلاز ۱۔

[4] ۳۷ جارج سوم کلاز ۱۲۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خلاف قانون طور پر حلف لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ بادشاہ یا مجلس قوانین سے ہنگامہ آرائی کے ساتھ درخواست کرنا چارلس ثانی کے قانون کے ذریعے سے ممنوع ہے[1]۔ قانون بابت ترغیب غدر ۱۷۹۷ء کے تحت لینے سے اور سمجھ بوجھ کر کسی ایسے شخص یا اشخاص کو جو ملک معظم کی بحری یا بری فوج میں ملازم ہوں اس کے یا ان کے فرائض منصبی اور ملک معظم کی وفاداری سے باز رکھنے کی ترغیب دینے کی کوشش کرنا یا کوئی غدارانہ اجتماع کرنا یا اجتماع کرنے کی کوشش کرنا یا کوئی باغیانہ یا غدارانہ عمل کرنا جرمانہ کبیر قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا دوام ہے۔ قانون بابت ترغیب بدخواہی ۱۹۳۴ء (Incitement to Disaffection Act) کے تحت، جس میں جرائم کے انسداد اور گرفت کی بابت خاص احکام ہیں[2] لینے سے اور سمجھ بوجھ کر ملک معظم کی افواج کے کسی رکن کو اپنے فرائض منصبی یا ملک معظم کی وفاداری ترک کرنے کی ترغیب دینے کی کوشش کرنا جرم ہے، جس کی سماعت فرد جرم لگا کر یا بطور سرسری کی جا سکتی ہے۔ جرم کے ثابت ہونے کی حالت میں، درصورتیکہ مقدمے کی سماعت فرد جرم لگا کر کی گئی ہو مجرم کو ایسی مدت کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد دو سال سے زیادہ نہ ہوگی اور اس پر جرمانہ کیا جا سکے گا جس کی مقدار دو سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی اور بطور سرسری سماعت ہونے کی صورت میں اس کو ایسی مدت کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد چار ماہ سے زائد نہ ہوگی 325

---

[1] ۱۳ چارلس ثانی کلاز ۵۔

[2] ۲۴ جارج سوم کلاز ۷۰، جس کو ۷ و ۸ جارج پنجم کلاز ۵۱ دفعہ ۱۳ کے ذریعے سے ہوائی فوج پر بھی وسعت دیدی گئی۔

[3] ۲۴ و ۲۵ جارج پنجم کلاز ۵۶ دفعات ۱ و ۳۔

[4] دیکھئے صفحہ ۵۲۵ نمبر ۳ کتاب ہذا۔

[5] ۲۴ و ۲۵ جارج پنجم کلاز ۵۶ دفعات ۱ و ۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اس پر جرمانہ کیا جا سکے گا جس کی مقدار بیس پونڈ سے زائد نہ ہوگی۔[1] اگر کوئی شخص فرض منصبی یا وفاداری کے ترک کرنے کی ترغیب دینے کے جرم کا ارتکاب کرنے یا اس میں امداد دینے، اعانت کرنے مشورہ دینے، یا اصرار کرنے کی نیت سے اپنے قبضے میں اس نوعیت کی کوئی دستاویز رکھتا ہو کہ اس کی اشاعت ایسی ترغیب کی کوشش پر مشتمل ہوگی تو وہ اس قانون کے تحت مجرم تصور کیا جائے گا۔[2] پولیس ایکٹ ۱۹۱۹ء کی رو سے کوئی ایسا کام کرنا یا کرنے کا موجب ہونا جس کی بابت یہ سمجھا جا سکے کہ وہ کسی جمعیت پولیس کے ارکان میں بدخواہی پیدا کریگا یا اس جمعیت کے کسی رکن کو خلاف ضبط و نظم عمل کرنے کی ترغیب دیگا جرم صغیر ہے جس کی بنا پر دو سال کی قید کی سزا دی جا سکتی ہے۔[3] قانون بابت رازہائے سرکاری ۱۹۱۱ء و ۱۹۲۰ء (Official Secrets Acts) کا منشا جاسوسوں کو سزا دینا اور سلطنت کے رازوں کا تحفظ ہے۔ قوانین مذکورہ میں متعدد جرائم کا ذکر ہے مثلاً ناجائز طور پر ممنوعہ مقامات کے قریب جانا۔[4] کسی ایسی غرض سے جس سے سلطنت کے تحفظ کو ضرر پہنچے ناجائز طور پر ایسی دستاویزات یا اطلاعات کا روانہ کرنا جو دشمن[5] کے لیے مفید سمجھی جائیں، کسی ایسے شخص سے جو ملک معظم کی ملازمت میں ہو بہ عنوان اعتماد دستاویزات یا اطلاعات حاصل کر کے ناجائز طور پر 326

[1] ۲۴ و ۲۵ جارج پنجم کلاز ۵۶ دفعہ (۲)

[2] ۹ و ۱۰ جارج پنجم کلاز ۴۶ دفعہ (۳)

[3] ۱ و ۲ جارج پنجم کلاز ۲۸ اور ۱۰ و ۱۱ جارج پنجم کلاز ۷۵۔

[4] ان قوانین منظورہ کے مکمل احکام کے لیے دیکھئے تصنیف آرک بولڈ طبع بست و ہشتم صفحات ۱۶۳ تا ۱۷۴۔

[5] دشمن کے اندر امکانی دشمن بھی داخل ہے یعنی وہ جس سے انگلستان کسی روز برسر جنگ ہو جائے۔ (Rex. v. Parrott (1913), 8 Cr. App. R. 186)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روانہ کرنا، ملک معظم کی ملازمت میں ہونے کی وجہ سے جو اطلاعات کسی شخص کو حاصل ہوں اس کا ان کو روانہ کرنا، رازکی سرکاری دستاویزات کی معقول حد تک حفاظت نہ کرنا، جو اطلاعات قوانین مذکورۂ بالا کے احکام کے خلاف حاصل کی گئی ہوں ان کا ناجائز طور پر وصول کرنا، جاسوسوں کو پناہ دینا، سرکاری وردیوں (یونیفارم) کا ناجائز استعمال، ممنوعہ مقامات میں داخل ہونے کی غرض سے تلبیس شخصی کرنا یا غلط بیانی کرنا۔ ایک غیر معمولی حکم کے ذریعے سے ملزم کا چال چلن یا معلومہ اطوار اس امر کے ثبوت کے لیے قابل ادخال شہادت قرار دیے گئے ہیں کہ اس کی غرض خلاف تحفظ سلطنت غرض تصور کی جانا چاہیئے۔ ان قوانین کا اطلاق ہر ایسے فعل پر ہوگا جس کا کسی شخص نے ملک معظم کی قلمرو کے کسی حصے میں اور برطانوی عہدہ داروں یا برطانوی رعایا نے کسی مقام پر ارتکاب کیا ہو۔

جرائم خلاف امن عامہ

قانون بغاوت کی بابت جس مقام پر ہم نے تبصرہ کیا ہے وہاں ہم بیان کر چکے ہیں[1] کہ عدالتی تعبیرات نے اس کے دائرے کو اتنا وسیع کر دیا کہ بہت سے ایسے افعال جو زیادہ قدرتی طور پر نسبتہً بہت کم سنگین جرم یعنی بلوے کے عنوان کے تحت آتے معلوم ہوتے تھے اس میں داخل ہو گئے بلوے کا جرم بھی بجائے خود بہت وسیع اور لچکدار نوعیت کا ہے۔ اس جامعیت کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس جرم کے انسداد کی بابت ہمارے دستور میں کافی زبردست احکام موجود نہ تھے (اور یہی وجہ قانون سازش کی سختی کی بھی تھی

[1] صفحہ ۳۱۵ کتاب ہذا۔
[2] صفحہ ۳۳۹ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کمزوری فرینک پلیج[1] کے مجموعی ذمہ داری والے قدیم طریقے کے مضمحل ہوجانے کے بعد اور سر رابرٹ پیل کے ہاتھوں تعلقہ واری اور ضلع واری پولیس کی جدید جمعیت کے قیام کے درمیان میں جو طوفانی زمانہ گزرا اس میں جاری رہی۔ اس صدہا سال کی درمیانی مدت میں قانون اس پولیس کو جو جداگانہ طور پر ہر ضلع میں پادریوں کے تحت مامور تھی ایسے تمام جرائم کے انسداد میں نسبتہً بے بس تصور کرتا تھا جس کے ارتکاب میں ایک سے زائد مجرمین کی موجودگی ضروری ہوتی تھی۔ لہذا اس کی یہ کوشش ہوی کہ ایسے تمام جرائم کی حد تک اس کمی کو نہایت جامع امتناعات کے
327 ذریعے سے پورا کر دیا جائے۔ سر ولیم ہولڈس ورتھ نے بیان کیا ہے[2] کہ جرائم خلاف امن عامہ خلائق کی سختی حق بجانب اور معقول وجوہ پر مبنی ہے۔ "حد سے زائد نظر انداز کرنے سے ان جملہ بنیادی اصولوں کی بیخ کنی ہوتی ہے، جن پر سلطنت کے استحکام کا اور نتیجتہً خود تمدن کا انحصار ہے۔"

لہذا قانون یہ تھا کہ جب کبھی تین اشخاص ایک دوسرے شخص کی کمک کے واسطے (خواہ مخالفت کو روکنے ہی کے لیے) کسی ایسی غرض کی انجام دہی کے لیے جمع ہوں جس میں جبر کے شامل ہوجانے کا احتمال ہو یا جس سے ان کے ہمسایوں کے دماغ میں معقول طور پر جبر کا اندیشہ پیدا ہو تو ایسی صورت میں خواہ وہ بالآخر اپنے منصوبے کی انجام دہی کے سلسلے میں بغیر کوئی کام کئے متفرق ہوجائیں، محض ان کے اس طرح جمع ہوجانے سے جرم کا اطلاق ہوجائے گا۔ یہ جرم یعنی مجمع خلاف قانون کا رکن ہونا قابل ترتیب فرد قرار دادِ جرم، جرم صغیر ہوگا۔ چنانچہ جو بھی تین مزدور رات کو شکار چرانے کی غرض سے یا کسی دیہاتی گرجا کی نماز میں

---

[1] صفحہ ۳۱ کتاب ہذا۔

[2] تاریخ قانون انگریزی باب ہشتم صفحات ۳۳۱-۳۳۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شرکت کرنے اور اس کے ادا کرنے کے طریقے کے خلاف ہنگامہ آرائی کے ساتھ احتجاج کرنے کے لیے کسی جھونپڑی میں جمع ہو جائیں، خواہ وہ اپنی اس مہم پر روانہ بھی نہ ہوں، تب بھی وہ اس جرم کے مجرم ہو جائیں گے۔ اسی طرح کچھ لوگوں کا مجمع بھی جو کسی اتفاقی محاربے کے دیکھنے کے لیے جمع ہو مجمع خلاف قانون ہے خواہ وہ محاربہ انجام بھی نہ پائے[1]۔ اس جرم کی بعض اوقات اس قدر وسیع تعریف کی جاتی ہے کہ وہ جملہ صورتیں جن میں تین یا زیادہ اشخاص کسی خلاف قانون غرض کے لیے بھی جمع ہو جائیں خواہ وہ جرم ایسا ہو کہ اس سے جبر کا کوئی اندیشہ بھی نہ پیدا ہو سکتا ہو، ان سب پر اس جرم کا اطلاق ہوگا۔ لیکن یہ وسیع تعریف جس کے متعلق ایک عرصہ پہلے اعتراض کیا جا چکا ہے[2] فیلڈ بنام دی ریسیور فار دی میٹراپولیٹن پولیس ڈسٹرکٹ (۱۹۲۱ء) ۲ کنگس بنچ ۳۴۴ (جس میں بلوے کی تعریف بھی کی گئی ہے اور اس کے لیے بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے[3]) کے ذریعے سے باطل قرار پا چکی ہے۔ چنانچہ 328
جب تین لڑکے کسی مقام عام پر بازی لگا کر گولیاں کھیلنے جانے کے لیے جمع ہوں یا جب تین سبزی فروش انواکی صبح کو سنڈے آبزرونس ایکٹ کی خلاف ورزی کر کے اپنی ترکاری فروخت کرنے سڑک پر نکل جائیں تو ان پر مجمع خلاف قانون کا اطلاق نہ ہوگا (گو وہ قابل ترتیب فرد جرم سازش کے مرتکب سمجھے جا سکتے ہیں[4])

---

[1] دیکھئے رکس بنام برڈرب (Rex. v. Brodribb (1816), 6 C. and P. 571).

(Reg. v. Coney (1882), 8. Q B.D. 534).

[2] مرتبہ اسٹیفن طبع اول فصل ۷۵ (Digest of Criminal Law).

دیکھئے: (Beatty v. Gillbanks (1882), 9 Q.B.D.)

[3] تقابل کیجئے: (Ford v. The Receiver for Metropolitan Police District, (1921) 2 K.B. 344)

[4] صفحہ ۳۳ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانون بابت جلسہ ہائے فتنہ انگیز ۱۸۱۷ء (Seditious Meeting Act)[1] کے تحت اگر پچاس اشخاص سے زائد مجلس وضع قوانین کے اجلاس کے دوران میں ویسٹ منسٹر ہال سے ایک میل کے حلقے کے اندر معاملات سلطنت یا کلیسا میں تبدیلی کرنے کے لیے بادشاہ یا دارالامرا یا دارالعوام کسی کے ملاحظے میں کوئی درخواست، شکایت، فہمائش یا سپاس نامہ پیش کرنے پر غور کرنے یا پیش کرنے کی غرض یا حیلے سے جمع ہوں تو ایسا اجتماع مجمع خلاف قانون ہوگا۔ یہ ایکٹ ان پابندیوں کی یادگار ہے جو مقننہ کی جانب سے انقلاب فرانس سے متاثر ہو کر عائد کی گئی تھیں۔ اسی زمانے میں قانون بابت انجمن ہائے خلاف قانون سنہ ۱۷۹۹ء[2] (Unlawful Socities Act) منظور ہوا جس کے ذریعے سے بہ استثنا چند مسلمہ انجمنوں اور ایسی انجمنوں کے جو صرف مذہبی یا خیراتی اغراض کے لیے بنائی گئی ہوں خفیہ انجمنوں اور جملہ ایسی انجمنوں کا قیام ممنوع قرار دیا گیا تھا جو مختلف گروہوں یا شاخوں پر مشتمل ہوں۔[3]

دوسرے جرائم کی طرح مجمع خلاف قانون کے جرم میں بھی اشخاص قانوناً اپنے افعال کے قدرتی نتائج کے ذمہ دار تصور کئے جاتے ہیں۔ لہذا اگر لوگ ایسے حالات میں یکجا جمع ہوئے ہوں کہ ان کی بنا پر اوسط درجے کی ہمت رکھنے والے لوگوں کو جو قریب کھڑے ہوں واقعی طور سے خطرہ پیدا ہونے کا احتمال ہو تو وہ مجمع، مجمع خلاف قانون ہوگا خواہ وہ اصل غرض جس کے لیے وہ جمع ہوئے ہوں اس میں جبر یا کسی دوسری ناجوازی کا دخل نہ ہو۔ "آپ کو محض اس مقصد کی طرف نظر نہ کرنا چاہیئے جس کیلئے

---

[1] ۵۷ جارج سوم کلاز ۱۹ دفعہ ۲۵۔

[2] ۳۹ جارج سوم کلاز ۷۹ جس کی ۵۷ جارج سوم کلاز ۱۹ کے ذریعے سے ترمیم عمل میں آئی۔

[3] ان قوانین کا اطلاق تجارتی انجمنوں پر نہیں ہو سکتا ملاحظہ ہوں:-

(Laws of England.) جلد ۱ فصل ۴۷۳ (Hailsham ed.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ جمع ہوئے ہوں بلکہ جس طریقے سے وہ جمع ہوئے ہوں اور جو ذرائع وہ استعمال کرتے ہوں ان کو بھی دیکھنا چاہئے۔" (جسٹس بیلی)۔

لہٰذا مجمع خلاف قانون کا تصور ان اجتماعات تک محدود نہیں ہے جو کسی جرم کے ارتکاب کے لیے ہوئے ہوں (مثل شکار چرانے والوں اور انتخابی محاربے میں حصہ لینے والوں کے جن کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے) یا جو باغیانہ جذبات کے برانگیختہ کرنے والے ہوں یا کسی قانون شکنی کی ترغیب دینے والے ہوں (جیسے عدم ادائی مالگزاری) بلکہ جس مقصد سے اس جلسے کا انعقاد عمل میں آیا ہو وہ خواہ کتنا ہی معصومانہ ہو — جیسے مجلس وضع قوانین کے کسی اقدام کی انتہائی آئینی ذرائع سے تائید — لیکن جو شخص اس میں حصہ لیں ان کا طرز عمل اگر اس طرح کا ہو کہ مستقل مزاج اور معقول اشخاص کے نزدیک اس امر کا اندیشہ کرنے کے معقول وجوہ پیدا ہو جائیں کہ کسی نقض امن کا ارتکاب عمل میں آجائے گا تو ایسی صورت میں وہ مجمع، مجمع خلاف قانون تصور کیا جائے گا[۲]۔ یہ سچ ہے کہ محض تعداد کی بنا پر کوئی مجمع خلاف قانون نہیں ہو سکتا، لیکن تعداد بھی قابل غور چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ہے اس کے علاوہ کسی مجمع میں عورتوں اور بچوں کی نمایاں طور پر عدم موجودگی، جلسے کا غیر معمولی طور پر خلاف وقت اور

329

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ مصنفہ ہالس بری۔

[۱] اس سے جن سنگین خطرات کا پیدا ہونا ممکن ہے وہ اس مثال سے سمجھ میں آسکتے ہیں کہ ۱۹۰۸ء میں بیٹرسی (Battersea) پر حلقہ وار بلدیہ کو پولیس کمشنر نے واضح کر دیا کہ یا تو وہ اپنا "Battersea Brown Dog" (جس پر جانداروں کی قطع و برید کے خلاف اشتعال انگیز جملہ درج تھا) اس کے مقام سے منتقل کر دیں، یا اس کی حفاظت کے لیے خصوصی کوتوالی کے انتظام کے لیے سالانہ سات سو پونڈ کی رقم ادا کریں۔

[۲] مثلاً ایسی (Reg. v. Vincent (1839), 9 C and P. 91 (K.S.C. 391)) تقریریں کی جائیں جس سے لوگ تشدد پر مائل ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہ تاخیر منعقد ہونا، تقاریر کا مخالف سلطنت لب ولہجہ، تہدید آمیز نعرے یا جھنڈیاں، ہتھیاروں کا ساتھ ہونا ـــــ یہ جملہ حالات ایسے ہیں جن پر اس امر کے طے کرنے میں غور کرنا چاہئیے کہ آیا کسی جلسے کے متعلق معقول طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قرب وجوار میں خوف اور دہشت کا موجب ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ ملحوظ رہنا چاہئیے کہ اگر کسی جائز غرض کے لیے اور بلحاظ اپنے عمل اور نیت کے بالکل پر امن طریقے سے اشخاص جمع ہوں تو یہ واقعہ کہ وہ یہ جانتے تھے کہ دوسرے بے باک لوگوں کے متعلق یہ احتمال ہے کہ وہ ان کے مجمع کو خلاف قانون بنا دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ کسی شخص کو کسی مطابق قانون فعل کے کرنے کی بنا پر محض اس وجہ سے مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اس کے اس فعل کے کرنے کی وجہ سے کوئی دوسرا شخص کسی خلاف قانون فعل کا ارتکاب کرے گا۔[۲] لیکن ایک فی نفسہ جائز فعل

---

[۱] اس شرط کے متعلق ملاحظہ ہو:- (Wise v. Dunning (1902) 1 K.B. 167).

اور قانون دستور مصنفۂ ڈائسی طبع ہشتم ضمیمہ نمبر ۵۔

[۲] اور ملاحظہ ہو (51 L.T. 304. Beatty v. Gillbanks (1882), 9 Q.B.D. 308 (K.S.C. 392)

(Mc Clenagham v. Waters (The Times July 18, 1882)

لیکن اس کے باوجود (کم از کم) آئرلینڈ کے قانون میں یہ امر صاف ہے کہ اگر فوری نقض امن کو روکنے کا محض یہی ذریعہ ہو تو کانسٹیبل اس امر کے مجاز ہیں کہ ایسے بے قصور لوگوں کو اس مقام سے ہٹا کر کسی مقام پر پہنچا دیں: (Coyne v.-Tweedy (1898) 2, I.R. 167)

اسی طرح ایسا جلسہ جو کسی جائز مقصد سے کیا جا رہا ہو اور تحفظ امن کے لیے اس کا منتشر کر دینا ضروری ہو تو اس کو منتشر کیا جا سکتا ہے اگر وہ بے قصور ثابت ہوں، تو تحفظ امن کی ضمانت طلب کی جا سکتی ہے:۔ (Wise v. Dunning O. Kelly v. Harvey (1883), 14 L.R. Ir. 105) (Duncan v. Jones (1935), 52 T.L.R. 26) (اس سے قبل حوالہ دیا جا چکا ہے)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثلاً اپنی جماعت کا نشان امتیازی اس خواہش کے ساتھ پہننا کہ دوسرے
لوگوں کو اس عمل سے ایسا اشتعال طبع پیدا ہو کہ وہ نقض امن کا ارتکاب 330
کریں، اس فعل کو خلاف قانون بنا دے گا۔ بعض اسناد میں اس سے بھی
تجاوز کیا گیا ہے اور یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر بطور معقول اس عمل کے کرنے
کا کوئی محل اور موقع نہ ہو تو محض اس امر کا علم (بغیر خواہش) کے اشتعال
طبع پیدا ہونے کا احتمال ہے اس فعل کو خلاف قانون قرار دینے کے لیے
کافی ہوگا (سرکار بنام کلارک سن ۱۸۹۲ء[1] اور مسودہ مجموعۂ تعزیرات
۱۸۷۲ء)۔

کامن لا، مجمع ہائے خلاف قانون کو جس قدر اندیشہ ناک تصور کرتا
تھا اس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ قانون مذکور میں یہ کلیہ قائم ہو گیا کہ اس کو
بجبر منتشر کیا جا سکتا ہے اور خانگی اشخاص بھی خود اپنے ارادے اور قوت
فیصلہ کے اس کام کو انجام دے سکتے ہیں[2] اس امر کا تصفیہ کہ ایسے لوگ
کس حد تک جبر کا استعمال کرنے میں حق بجانب ہوں گے ہر مقدمے کے
جداگانہ حالات کے لحاظ سے ہوگا۔ لیکن ایک مجمع خلاف قانون باوجود
اس کے کہ اس کے ساتھ بعض مزید حالات ایسے ہوں کہ ان کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔

اور ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸۲ کتاب ہذا۔ اگر جائز طور پر منتشر ہونے کا مطالبہ کیا جائے اور
مجمع منتشر ہونے سے انکار کر دے تو یہ انکار اس مجمع کو مجمع خلاف قانون بنا دے گا

[1] (Humphries v. Connor) (1864), 17 Ir. C.L.I.) (17 Cox, 483

[2] جب ۲ دسمبر ۱۸۳۳ء کو ایک مجمع نے جو سائمن کے خلاف تھا کیمبرج کے مدرسۃ تشریح الابدان
کا حملہ بول دیا تھا تو غیر گریجویٹ طلبا نے اس حملے کو رد کرنے میں مدد کی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ از روئے کامن لا بلوے کی تشکیل اختیار کرلے، تب بھی بعض جرم صغیر ہی کی حد تک پہنچے گا۔ لہذا اگر اس کے فرو کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہو تو گھونسے اور لکڑیاں تو ماری جاسکتی ہیں لیکن بلوائیوں میں سے کسی کو ہلاک کرنا یا ان کے مقابل میں مہلک اسلحہ کا استعمال کرنا خلاف قانون ہوگا۔ اگر بہرحال بلوائی اس جرم صغیر کی حد سے تجاوز کر جائیں اور کسی تشدد آمیز جرم کبیر کا ارتکاب شروع کردیں تو البتہ اس جبر کو روکنے یا بلوائیوں کو منتشر کرنے یا گرفتار کرنے کے لیے ہلاکت کا باعث ہونا بھی جائز ہوگا اور یہ ہلاکت جائز قتل انسان تصور کی جائیگی۔[1]

331 اگر وہ لوگ تشدد آمیز، جرم کبیر کے فرو کرنے میں مصروف ہوں، ضروری احتیاط کو کام میں لائیں تو کسی ایسے ذریعے سے جو جائز طور پر اس بلوے کے فرو کرنے کے لیے کام میں لایا جارہا ہو قریب کے کسی بے گناہ شخص کی ہلاکت اتفاقی ہلاکت تصور کی جائے گی۔

مجمع خلاف قانون کے جرم سے بہت زیادہ مماثل اور بعض دوسرے ہنگامہ خیز بدنظمی کے جرائم ہیں جن کے اور اس کے درمیان اصطلاحی امتیاز قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ جو بھی مجمع خلاف قانون کے افراد اس ناجائز غرض کی انجام دہی کے سلسلے میں کوئی فعل کریں جس نے اس مجمع کو مجمع خلاف قانون بنا دیا ہے مثلاً جو بھی وہ لوگ واقعی طور پر اس کیفیت کی طرف روانہ ہوں جہاں وہ جال لگانے والے ہوں یا اس میدان کی طرف چلنے لگیں جہاں محاربہ ہونے والا ہو تو وہ مجمع ہنگامہ سے مبدل ہوجائیگا۔ اور جیسے ہی وہ لوگ اس مشترکہ نیت کے ساتھ کہ اگر ان کی مخالفت کی جائے تو وہ اس کا مقابلہ کریں گے، اس غرض ناجائز کو بجبر عملی جامہ پہنائیں[2]

---

[1] قانون انگلستان بالکل اشتراکیت پر مبنی ہے۔ بلوہ کنندہ شخص کو لازماً گولی ماردینی چاہئے نہ یہ کہ اس کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ قوم کی بھلائی میں مخل ہو۔" (لارڈ ہلڈین)۔

[2] (Field v. The Receiver for The Metropolitan Police District (1907), 2 K.B. 853)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثلاً خرگوش جال میں پھانسا جائے یا محارب میں کوئی دار لگایا جائے تو وہ ہنگامہ 'بلوہ' ہو جائے گا۔ یہ تینوں جرائم جرائم صغیرہ ہیں اور ان کی پاداش میں کامن لا کی مقررہ تعزیر یعنی جرمانہ اور قید کی سزا دی جا سکتی ہے اور اب بربنائے قانون موضوعہ مشقت کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے[1]

علاوہ ان جرائم صغیرہ کے ایک دوسرے جرم کی بابت بیان کرنا ضروری ہے جو اگرچہ اس نوع سے تعلق رکھتا ہے لیکن امتیاز کرنے کے لیے اس کو آسانی کے ساتھ بلوائی مجمع' کہا جا سکتا ہے۔ یہ قانون بلوہ ۱۷۱۵ء[2] (Riot Act) کے تحت معرض وجود میں آیا ہے۔ ۱۷۱۴ء میں جارج اول کے تخت نشین ہونے کے بعد مختلف شہروں میں جو بلوے ہوئے تھے ان کی وجہ سے یہ قانون منظور کیا گیا تھا۔ اہم فتنوں اور ہنگاموں کو باغیانہ جنگ تصور کرنے کے بجائے اس قانون کے تحت فوجداری کارروائی 332
کرنے کا زیادہ عاقلانہ طریقہ قائم ہو گیا[3]۔ اس قانون میں یہ محکوم ہے کہ جب بارہ یا اس سے زائد اشخاص کا مجمع خلاف قانون جسٹس آف دی پیس کے اعلان (مندرجۂ ایکٹ) کے پڑھ کر سنانے یا پڑھ کر سنانے کی کوشش کرنے کے ایک گھنٹے کے اندر جس میں ان کو منتشر ہونے کا حکم دیا گیا ہو منتشر نہ ہو تو وہ مجمع محض جرم صغیر کا مرتکب نہ رہیگا بلکہ جرم کبیر کا مجرم ہو جائیگا جس کی پاداش میں حبس دوام کی سزا دی جا سکے گی۔ لیکن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) Rex v. Wong Chey (1910) 6 Cr App R. 60 اور دیکھئے 2K.B. 853

[1] ۴ و ۵ جارج پنجم کلاز ۵ دفعہ ۱۶۔

[2] ۱۔ جارج اول کلاز ۵۔ اس قانون میں (دفعہ ۷) ایک خاص حکم یہ ہے کہ اس کے مشتملات کو علی الاعلان ہر عدالت کوارٹر سشنز اور رکارڈ عدالت پر پڑھ کر سنانا چاہئے اس حکم کی بجز ساوتھ وارک کی عدالت رکارڈ کے کہیں بھی تعمیل نہیں ہوئی۔

[3] صفحہ ۳۱۵ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضابطۂ فوجداری کے عام کلیے کے خلاف (دیکھئے صفحہ ۴۸۶ کتاب ہذا) تاریخ ارتکاب سے بارہ ماہ کے بعد اس جرم کبیر کی بنا پر کوئی فوجداری کارروائی نہ کی جاسکے گی۔

قانون بلوہ میں صراحت کے ساتھ ایک دفعہ موجود ہے[1] جس کے تحت ایسے لوگوں کو ذمہ داری سے بری قرار دیا گیا ہے جن کو قانون موضوعہ کے مقررکردہ گھنٹے کے بعد بلوائیوں کو منتشر کرنے یا گرفتار کرنے کے لیے جبر کا استعمال کرنا پڑے۔ اور اس حالت میں وہ کسی کو ضرر پہنچا دیں یا ہلاک کردیں۔ حقیقتہً اس حکم میں جس کی رو سے ایک گھنٹے کے گزر جانے کے بعد بلوائیوں کا جرم بڑھ کر جرم کبیر ہوجاتا ہے، معنوی طور پر یہ برأت موجود تھی[2]، چونکہ اس طرح ہر ایسی مقدار جبر کا استعمال کرنا جو اس ہنگامہ خیز جرم کبیر کے فرد کرنے کے لیے ضروری ہو حق بجانب ہوجاتا ہے۔ مثلاً ہلاکت تک، جیسے فوج کا ہجوم پر گولی چلانا۔ لیکن اس گھنٹے کے گزرنے سے پہلے بھی مجمع کو منتشر کرنے کی بابت کامن لا کا قائم کردہ حق موجود رہتا ہے[3] اور اس پر قانون بلوہ اور جسٹس کے اعلان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لہذا اس وقت بھی ایک معتدل مقدار جبر کا استعمال کرنا جائز ہوتا ہے۔ اور اگر بلوائی کسی تشدد آمیز جرم کبیر کا ارتکاب کرنے لگیں تو ان کو اسی انتہائی جبر کے استعمال کے ذریعے سے روکا جاسکتا ہے جو قانون موضوعہ کے مقررکردہ گھنٹے کے ختم ہونے کے بعد کام میں لایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایک زمانے میں یہ خیال قائم ہوگیا تھا کہ قانون بلوے کے ذریعے سے معنوی طور پر کامن لا والے حق میں ترمیم ہوگئی ہے اور اسی تصور کے تحت بعض اوقات شدید بدامنی کو بلا کسی روک ٹوک کے پھیلنے دیا گیا۔ مثلاً ۱۸۸۰ء میں

---

[1] دفعہ ۳۔

[2] صفحہ ۹۰ کتاب ہذا۔

[3] صفحہ ۳۳۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لارڈ جارج گارڈن کے آغاز کردہ انتشار کے دوران میں اسی خیال کی بنا پر تین دن تک شہر لندن میں لوٹ مار جاری رہنے دی گئی تھی[1]۔ چونکہ "قانون بلوہ کے پڑھنے کے لیے" کوئی مجسٹریٹ موجود نہ تھا اس وجہ سے نہ شہر کے باشندوں کو یہ ہمت ہوئی اور نہ فوج کے سپاہیوں کو کہ ان لوٹ مار کرنے والے فسادیوں پر جو شہر کے مالک بنے ہوئے تھے گولی چلاتے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی اس کم ہمتی میں کیپٹن پورٹیس کے واقعے سے جس کے خلاف ۱۷۳۶ء میں ایڈنبرا میں جوری نے قتل عمد کی رائے دی تھی[2] نیز ۱۷۶۸ء کے ان فرد ہائے جرم کی بنا پر جو ان سپاہیوں کے خلاف قائم ہو کر فیصل ہوئی تھیں جنھوں نے وائلک والے لندن کے بلوائیوں پر گولیاں چلائی تھیں[3]، اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن گارڈن والے بلوے کا یہ اثر ہوا کہ اس امر میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہا کہ ہر باشندۂ شہر کو (اور ظاہر ہے کہ مسلح سپاہی کو بھی) کامن لا کی رو سے یہ حق حاصل ہے اور اس کا یہ فرض ہے کہ جب جرم کبیر کے مرتکب ہونے والے بلوائیوں کے مقابل جان و مال کے تحفظ کی غرض سے ناگزیر ہو جائے تو وہ ہلاکت آفریں تشدد کا استعمال کرے۔ چونکہ بقول لارڈ مینس فیلڈ "باشندۂ شہر کا کوٹ خاکی ہو یا سرخ" ہر صورت میں اس کا یہ فرض ہے کہ

333

---

[1] ملاحظہ ہو ڈکنس کی (Barnaby Rudge) ابواب ۶۳-۶۷ اور دیکھیے: ۱۹۱۳ء کے ڈبلن کے بلوے جن میں پولیس کے ۱۹۶ اشخاص متضرر ہوئے تھے۔

[2] صفحہ ۳۱۰ کتاب ہذا۔

[3] ایک جری شخص سمی مسٹر گرین نے اپنی ایک جری ملازمہ کی مدد سے وائلک کے ہمراہی کم از کم اٹھارا بلوائیوں کو جنھوں نے اس کے شراب خانے پر حملہ کیا تھا موت کے گھاٹ اتارا تھا اس پر قتل عمد کا مقدمہ چلایا گیا تھا لیکن وہ بری کر دیا گیا۔ اس کے محافظین میں سے سات اشخاص کو پھانسی دی گئی! (Knight's Popular History of Eugland), IV, 291

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانون کی مدد کرے[1]۔ موجودہ فوجی دستورالعمل میں اس اصول کو واضح طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے اور ان میں (گو کہ یہ حکم ہے کہ اگر مجسٹریٹ موجود ہو تو فوج کے کمان کنندہ عہدہ دار کو بغیر مجسٹریٹ کے حکم کے گولی نہ چلانا چاہیئے) یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر مجسٹریٹ موجود نہ ہو اور بلوائیوں کی جانب سے جان و مال پر حملہ کیا گیا ہو تو اس کے تحفظ کے لیے اس فوجی عہدہ دار کو عملی اقدام کرنا چاہیئے، مجسٹریٹ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے[2]۔

یہ معاملہ حقیقۃً محض حق کا نہیں ہے بلکہ فرض کا ہے اگر جسٹس آف دی پیس یا کانسٹیبل کسی شخص سے بلوے کے فرو کرنے میں مدد طلب
334 کرے اور وہ ایسی مدد دینے سے انکار کردے تو ایسا شخص قابل ترتیب فرد جرم، جرم صغیر کا مرتکب ہوگا۔ اور خود جسٹس آف دی پیس کے فرائض اس سے بھی زیادہ ہیں۔ اس پر لازم ہے کہ وہ مقام بلوے کو روانہ ہو اور اگر بلوے کی نوعیت کے لحاظ سے اس کی ضرورت ہو تو وہ

---

[1] ۱۸۱۷ء میں ٹسل پورٹ کے بلووں کے زمانے میں کیمبرج کالجوں کے صدروں نے یہ تجویز منظور کی تھی کہ "اگر ضرورت ہو تو غیر گریجویٹ طلبا کو مسلح کردیا جائے"۔

[2] اور ان احکام کے بعد بھی وہ عہدہ دار اپنے اس فرض سے کہ اس کو اپنی صوابدید پر استعمال کرنا چاہیئے سبکدوش نہیں ہوجاتا۔

[3] بلوے کے فرو کرنے کے قانون کی نہایت اچھی تفصیل فیدراسٹون کے ۱۸۹۳ء کے بلووں کی رپورٹ میں درج ہے (یہ رپورٹ لارڈ بوؤن نے تیار کی تھی)۔ اس بلوے میں دو ہزار مزدوروں کا جو ایک کان کو تباہ کرنے والے تھے، اٹھائیس سپاہیوں سے مقابلہ ہوگیا تھا۔ دیکھئے اخبار ٹائمس مورخہ ۸ دسمبر ۱۸۹۳ء اور قانون دستور مرتبہ ڈائسی طبع ہشتم ضمیمہ نمبر ۶ ——— ہاتھ (Howth) میں ہتھیار درآمد کرنے کی بابت رائل کمیشن کی ۱۹۱۴ء کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قانون موضوعہ والا اعلان پڑھ کر سنائے اور اس کے بعد، بلوائیوں کو منتشر کرنے کی جو دیگر تدابیر ضروری ہوں وہ اختیار کرے[1]۔ اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر رہے تو ترک فرض منصبی کے جرم کا مجرم ہوگا۔ بجز اس کے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اس نے وہ جملہ امور انجام دیے جو ایک مضبوط طبیعت اور مستقل مزاج آدمی، ایسے موقع پر انجام دے سکتا تھا۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں محض فوج کی آمد فساد کو فرو کرنے کے لیے کافی ثابت ہوتی ہے[2]۔

---

[1] ملازم سرکاری (Rex. v. Kennett (1781) 5 C. and P. 288 (K.S.C. 396). کی جانب سے ادائی فرض میں کوتاہی یا بددیانتی، کامن لا کی رو سے قابل ترتیب فرد جرم، جرم صغیر ہے ملاحظہ ہو (Criminal Pleading, Evidence and Practice) مصنفہ آرک بولڈ طبع بست و ہشتم صفحہ ۱۱۷۶۔

[2] بلوے کے قانون میں نیابتی ذمہ داری کی مثال ملتی ہے جو خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ جب بلوائی (یا مرتکبین جرائم صغیرہ بھی) کسی مقام کی عمارتوں، کو نقصان پہنچائیں تو اس مقام کے باشندوں پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اس نقصان کی تلافی کریں۔ اس مقصد کے لیے ایک رقبے کو بطور اکائی کے تصور کیا جاتا وہ (Hundred) پرگنہ ہوتا تھا۔ اب یہ اکائی ضلع تصور کیا جاتا ہے جو مقامی پولیس کے مصارف برداشت کرتا ہے اور اس ذمہ داری کو مقامی پولیس کے ٹیکس کے طور پر پورا کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(Riot (Damages) Act 1866.)

(۹ و ۵۰ وکٹوریا کلاز ۳۸) اس کے ذریعے سے نہ صرف عمارتوں بلکہ ان کے متعلقات اور ان کے اندر کے سامان کا بھی تحفظ کیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک جائز جلسۂ عام کے انعقاد کا قانون بابت جلسۂ عام سنہ ۱۹۰۸ء[1]
(Public Meeting Act) کے ذریعے سے تحفظ کیا گیا ہے۔
اس قانون کے تحت کسی جائز جلسۂ عام کی کارروائی میں کسی ایسے طرز عمل
سے، جس میں شور و شر کا دخل ہو، خارج ہونا جرم قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] (۸) ایڈورڈ ہفتم کلاں ۶۶۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۸

335

سازش اور کاروباری نزاعات

کسی خلاف قانون غرض کی تکمیل کے لیے دو یا زیادہ اشخاص کی باہم رضامندی سازش کہلاتی ہے؛ عام اس سے کہ وہ غرض آخری مقصد کی حیثیت رکھتی ہو یا اس آخری مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہو۔ اس تعریف میں تین امور قابل غور ہیں:-

(۱) رضامندی کا فعل (۲) اشخاص جن میں باہم رضامندی ہو (۳) وہ غرض جس کے متعلق رضامندی عمل میں آئے۔

(۱) رضامندی۔ یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ سازش ایک خالص ذہنی جرم ہے اور محض دو شخصوں کی نیتوں کے تطابق سے اس کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ محض ارادے کے وجود سے ہمارے قانون میں جرم کا اطلاق نہیں ہو جاتا۔ بقول لارڈ جیمس فورڈ "باہمی رضامندی ایک ایسا عمل ہے جس سے وہ ارادہ جو متعدد اشخاص نے جداگانہ طور پر اپنے اپنے ذہنوں میں قائم کیا ہے روبہ عمل آتا ہے[1]۔" مجرد ارادہ کوئی چیز نہیں ہے تاوقتیکہ

[1] (Mulcahy v. The Queen (1868), L.R. 3 H.L.P. 328).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کا اظہار نہ ہوا اور اس کو قبول نہ کیا جائے اور اسی بنا پر اس کی تکمیل کے لیے جسمانی حرکت کا ہونا لازمی ہے خواہ وہ حرکت الفاظ کے ادا کرنے سے ہو یا اشارہ کرنے سے پیدا ہو۔ باعتبار زمانہ رضامندی جسمانی حرکت سے پہلے وقوع میں آجائے گی۔ لیکن محض یہ چیز کہ چند اشخاص نے آپس میں ان امور پر اتفاق کر لیا ہے سازش کی تکمیل کے لیے کافی ہے[1]۔ چنانچہ یہ ثابت کرنا ضروری نہیں ہے کہ اس طے شدہ مقصد کی تکمیل کے لیے ان سے کسی آشکارا فعل کا ارتکاب عمل میں آیا ہے حالانکہ سازش کی دیوانی نالش (ٹارٹ) میں اس کا (نیز اس کے نتیجے میں ضرر کا) ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے[2]۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہے کہ جونہی کہ سازش ہو اور قبل اس کے کہ کسی آشکارا فعل کا ارتکاب عمل میں آئے ملزم سازش کا مجرم قرار دیا جا سکتا ہے جونہی کہ شرکا اپنی غرض ناجائز کی حد تک متفق ہو جائیں جرم کا استحقاق ہو جاتا ہے خواہ اس غرض کو روبہ عمل لانے کے لیے جو ذرائع اور تدابیر اختیار کی جانے والی ہوں ان کے متعلق اس وقت تک کچھ طے نہ ہوا ہو، چنانچہ اگر دو عاشق اس امر کے لیے باہم رضامند ہوں کہ وہ دونوں ساتھ مل کر خودکشی کریں لیکن فوراً اپنے اس خیال
336 کو ترک کر دیں تو اس کے باوجود وہ سازش کے مجرم قرار دیے جائیں گے[3]۔

---

[1] Rex v. Gill (1818), 2 B. and Ald. 205 (K.S.C. 393).

(Mogul Steamship Co. V Mc Gregor, Gow & Co (1888) 21 Q.B.D. Per L. Lord Coleridge, C.J.P. at 549 Sorrell v Smith (1925) A.C 700. 725.726)

[2] یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر فریقین میں سے کسی شخص کی نیت سازش پر عمل کرنے کی نہ ہو بلکہ اس کا محض اتنا مقصد ہو کہ اس سازش کی شرکت کے بہانے سے کچھ رقم حاصل کر لے تو کیا وہ سازش کے جرم میں ماخوذ کیا جا سکے گا؟

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے برخلاف جس جرم کے ارتکاب کے متعلق باہم رضامندی عمل میں آئی ہو اس کے واقعی ارتکاب کے یہ معنی ہوں گے کہ سازش کا اصل جرم، جرم مابعد میں ضم ہو جائے[1]۔ چنانچہ اصولاً یہ ممکن ہے کہ کسی سنگین جرم کے ارتکاب کی محض سازش کے الزام میں ملزم کو ماخوذ کیا جائے اور اس کے بعد اس الزام کی تائید میں وہ شہادت پیش کی جائے جس سے واقعی ارتکاب جرم کا پتا چلتا ہو لیکن حکام عدالت اس طریقے کو ملزم کے خلاف ناانصافی پر مبنی سمجھتے ہیں اور اس کو سختی سے روکتے ہیں[2]۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ملزمین جن کے خلاف مقدمہ چلایا جانے والا ہو ان کی پہلے ہی سے تشخیص و تعیین ہو چکی ہو۔ دغا کی سازش کی فرد قرارداد جرم میں ان جملہ اشخاص کے خلاف مواخذہ ہو سکتا ہے جو اس تاریخ کے بعد سازشیوں کی سازش میں شریک ہو جائیں۔

(۲) دو اشخاص۔ جرم کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ جرم اجتماعی نوعیت کا ہے۔ کوئی شخص تنہا اپنی ذات سے سازش نہیں کر سکتا[3]۔ علاوہ ازیں سازش کی حد تک قانون 'ازدواجی وحدت' والے پرانے اصول پر عمل کرتا ہے اور شوہر اور زوجہ کو ایک شخص تصور کرتا ہے چنانچہ محض شوہر و زوجہ کے درمیان میں اگر کسی خلاف قانون امر کی بابت کوئی باہمی قرارداد ہو تو یہ سازش میں داخل نہ ہوگا۔ لیکن گو کہ سازش کنندوں کو ایک سے زائد ہونا چاہیے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ سب کے خلاف ایک ساتھ مقدمہ چلایا جائے۔ ایک شخص اس الزام میں ماخوذ کیا جا سکتا ہے کہ اس نے بعض

---

[1] جس طرح اقدامات ضم ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے صفحہ ۴۹۲ کتاب ہذا (اصل انگریزی کتاب)۔

[2] Rex v. Luberg (1927) 19 C. App. R. at P. 137, 135, L. T. R. 414.

[3] لہذا اگر الف اور ب آپس میں سازش کرنے کے جرم میں ماخوذ کیے جائیں اور الف بری کر دیا جائے تو ب کو بھی مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوسرے لوگوں سے سازش کی جو زیر حراست نہیں ہیں یا مقدمہ چلانے والوں کو جن کے نام بھی معلوم نہیں ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ سازشیوں میں سے بعض کو بعض کا علم نہ ہو لیکن اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سب ایک مشترکہ قائد کی ہدایات کے تحت کام کرتے ہوں۔ اگر وہ سب لوگ ایک مشترکہ منصوبے کو روبہ عمل لانے کے لیے کام کر رہے ہوں تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر سازشی اور دوسرے سازشیوں کے درمیان رسل مراسلت بھی ہوتی ہو[1]۔

337 (۳) خلاف قانون غرض:۔ وہ خلاف قانون کی اصطلاح یہاں خاص[2] معنی میں استعمال ہوئی ہے جس کی صحیح تشریح اب تک نہیں کی گئی۔ لیکن اس سے جو اغراض متعلق ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) کسی واقعی جرم کے ارتکاب کے لیے سمجھوتہ کرنا۔ مثلاً چوری کرنے کی سازش کرنا یا محض کسی دوسرے شخص کو چوری کے ارتکاب کے لیے آمادہ کرنا۔ اس میں ایسی تمام صورتیں شامل ہیں جہاں کسی سازشی کے لیے طے شدہ فعل کا ارتکاب جرم ہو گو اس ٹولی میں بعض ایسے اشخاص بھی ہوں جن کے لیے اس فعل کا ارتکاب جرم نہ ہو۔ حتیٰ کہ اس میں ایسے تمام جرائم بھی شامل ہیں جو قابل تریب فرد جرم نہیں ہیں[3]۔ مثلاً: لنگر خرچ (پوور ریٹس) کی عدم ادائی۔

---

[1] Rex v. Meyrick and Ribuffi (1929), 21 Cr. App. R. 94; 45. T.L.R. 421. (K.S.C. 578)

[2] اس کے مفہوم کا مقابلہ ویگرنسی ایکٹ (vagrancy act) سے کیجیے۔ صفحہ ۳۸۲ نوٹ نمبر (۲) کتاب ہذا۔

[3] صفحہ ۳۸۲ کتاب ہذا (Reg v. Whitchurch (1890) 24.Q.B.D. 420)

اور بقول لارڈ کیمبل (Campbell) وہ اگر دو آدمی نماز کے دوران میں چھینکنے کا سمجھوتہ کریں تاکہ نمازیوں میں بدحواسی پیدا کی جائے تو ان دونوں آدمیوں پر سازش کرنے کا الزام لگایا جا سکتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۲ - ایسے ٹارٹ کا ارتکاب کرنے کے لیے سمجھوتہ کرنا جو کینہ[1] یا فریب پر مبنی ہو۔ بعض مصنفین کی رائے میں ٹارٹ کا ارتکاب کرنے کے لیے سمجھوتہ کرنا (خواہ وہ کسی قسم کے ہوں) اور سازشوں کی طرح قابل ترتیب فرد جرم ہے لیکن[2] اکثر مصنفین کا رجحان یہ ہے کہ صرف ایسا ٹارٹ جس میں دھوکے کا دخل ہو اسی کی بابت سمجھوتہ کرنا سازش ہے۔ چنانچہ ایسے اشخاص کا مداخلت بیجا کا ارتکاب کرنا جو اپنے فرضی حق راہ کے استعمال پر اصرار کرنے کے لیے مداخلت بیجا کے مرتکب ہو رہے ہوں سازش تصور نہیں کیا جائے گا۔

(۳) نقض معاہدہ کرنے کے لیے سمجھوتہ کرنا جو بالخصوص عوام[3] کے لیے خاص طور پر مضرت رساں ہو۔

(۴) بعض ایسے افعال کے لیے سمجھوتہ کرنا جو علاوہ ان تمام صورتوں کے جو اب تک بیان کی جا چکی ہیں قطعاً خلاف قانون نہ ہوں لیکن اس کے باوجود وہ شدید بداخلاقی کی طرف منجر ہوتے ہیں یا وہ کسی طور پر 338
عوام کے لیے بے انتہا مضر ہوں مثلاً وہ اقرار نامے جن کا مقصد یہ ہو کہ کسی عورت کو پھسلا[4] لے جانے میں سہولت بہم پہنچائی جائے یا کسی دوڑ میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- ہے"۔ دیکھئے :- (Hansard March 1, 1859)

[1] دیکھئے (Wright's Conspiracy) صفحہ ۴۰ - کسی ایسی کتاب کو جس کا حق طبع محفوظ کرایا گیا ہو خفیہ طور پر طبع کرانا۔

[2] (Harricane on Conspiracy) صفحہ ۹۱ - ۹۲ میں اختلاف آرا کو اچھی طرح سے پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ (Crimnal Conspiracy) کو (Hervard Law Review XXXV) صفحہ ۳۹۳ میں دیکھئے۔

[3] Vertue v. Lord Clive 1779, 4 Burr 2472 (K.S.C. 401) نیز صفحہ ۳۴۳ کتاب ہذا۔

[4] (Rex v. Howell (1864), 4 F. and F. 160)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آہستہ دوڑا جائے تاکہ اپنا سازشی ساتھی جس نے شرط بدی[1] ہے جیت جائے یا کسی تماشے کو ناجائز طور پر شور و غوغا مچا کر خراب کیا جائے[2]، یا خفیہ طور پر جہاز میں کچھ سامان بغیر ادائی محصول لاد دیا جائے اور اس طرح مالک جہاز کو دھوکا دیا جائے۔ یہی صورت اس وقت بھی ہوگی جب کسی فنڈ[3] یا کسی اور قابل فروخت[4] جنس کے متعلق جھوٹی خبریں پھیلا کر قیمت بڑھانے کے لیے سمجھوتہ کیا جائے یا اس طرح کاروبار چلایا جائے جس سے محاصل میں کمی واقع ہو جائے یا کسی مستغیث کو ترغیب دی جائے کہ وہ سماعت مقدمے کے وقت حاضر عدالت نہ ہو یا پولیس کو جھوٹی اطلاع دی جائے یا کسی مجرم کی ضمانت[5] کی کفالت کر لی جائے وغیرہ۔ برخلاف اس کے یہ امر مشتبہ ہے کہ اگر اپنے معذور ہمسائے کو پریشان کرنے کے لیے خوب شور و غوغا مچانے کا سمجھوتہ کیا جائے تو اس پر سازش[6] کا الزام قائم ہو سکے گا یا نہیں۔ قانون غربا کے عہدیداروں کا اس امر پر سمجھوتہ کرنا کہ کسی غریب عورت کی شادی دوسرے کلیسائی علاقے[7] کے غریب مرد سے کر دی جائے تاکہ عورت والے پیرش پر اس عورت کو امداد دینے کا بار نہ پڑے سازش نہیں[8] ہے۔ لیکن بعض صورتوں میں شادی کرا دینے کے لیے

---

[1] (Rex v. Orbell (1704) 6 Mod. 42

[2] (Gregory v. Duke of Brunswick (1843) 6 Man, and Gr, 205).

[3] Rex v. De Berenger (1814) 3 M. and S. 67

(The trial of Lord Dundonald the naval hero)

[4] (1.Q. B.D. at Page 743, 2 Q.B.D. at P. 59.)

[5] Rex v. Porter (1910) I. K.B. 369. دیکھیے صفحہ ۵۳۵ کتاب ہذا۔

[6] Rex v. Lloyd (1803) 4 Esp. 200. کے مقدمے کا مقابلہ

(Rex v. Levy (1819) 2 Starkie 458). سے کیجیے۔

[7] (Rex v. Seward (1834) 1 A. and E. 706 (K.S.C, 405) ۱۸۳۴ء میں بمقام میلڈرتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک سے زیادہ اشخاص کا اشتراک سازش کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ مثلاً کسی مالدار نوجوان عورت کو اس کے عزیزوں کی نگرانی سے نکالنا کہ اس کی شادی سازش کرنے والوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کردی جائے۔ اور اگرچہ "تجارت کو نقصان پہنچانے کے لیے" اشتراک عمل بعض صورتوں میں اس حد تک ناجائز ہو سکتا ہے کہ وہ قابل نفاذ نہ ہو[1] لیکن اب یہ امر طے شدہ ہے کہ اس سے لازمی طور پر کوئی تعزیری جرم نہیں بنتا۔[2]

قطع نظر ان خفیف ابہامات کے جو دوسری اور تیسری قسم کی تعریفوں میں ہیں، تاریخ کی روشنی میں اس امر کے وجوہ پوری طرح سمجھ میں آجاتے ہیں کہ "خلاف قانون غرض" کی چوتھی قسم کی تعریف کیوں اتنی مبہم ہے۔ 339
اس زمانے میں جب ہماری پولیس کا انتظام اس قدر بہتر نہ تھا تو مجرمین کی سازبازسے قانون کو ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ اسی وجہ سے سترھویں اور اٹھارویں صدی میں سازشیوں کے خلاف جو الزامات قائم کئے جاتے تھے ان کی بنا پر بڑی آسانی سے ان کو مجرم قرار دیدیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ چیف جسٹس ہولٹ جیسے شخص نے کہا کہ "قانون کے نزدیک سازش ایک نہایت نفرت انگیز چیز ہے"[3] لیکن اسی ابہام کی وجہ سے ججوں کے لیے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ایک بیوہ سے جس کو سالانہ ۷۰ شلنگ دیئے جاتے تھے اس پر ۵۰ شلنگ پیش خرچ کرکے پیچھا چھڑایا گیا تھا۔

[1] Rex v. Wakefield (1827), 2 Lew. 1. C. 6

Rex v. Throp (1696), 5 Mod 221 (K.S,C. 407).

[2] Mogal Steamship Co. and McGregor & Co, (1892) A.C. 25 Leake, Contracts (8 th ed 1931) 563-564.

[3] دیکھئے صفحہ ۳۴۲ کتاب ہذا۔

[4] 5 Mod 407.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ممکن ہوگیا کہ وہ ہر ایسے اشتراک کو جو خواہ کسی مقصد کے لیے کیا گیا ہو اور جو ان کی طبیعت کے خلاف ہو اس کو غیر قانونی گردان کر جرم قرار دیدیں۔ جرم کی تعریف میں ایسی لچک کے ہونے اور اس کو قابل مواخذہ قرار دینے کے لیے شہادت کی غیر معمولی بہتات (جیسا کہ ہم آگے دیکھیں گے) کے متعلق جسٹس فٹز جیرالڈ کے الفاظ میں جو انھوں نے آئرستان کے سرکاری مقدمات بابت ۱۸۸۱ء میں استعمال کئے ہیں بہت کچھ درست ہیں کہ:-

"سازش کا قانون ہمارے اصول قانون کی ایک ایسی شاخ ہے جس پر پورے غور کے ساتھ نظر کرنا چاہئے اور اس کے متعلق پوری احتیاط برتنا چاہئے اور اس کے واقعی حدود کے آگے اس کو نہ بڑھنے دینا چاہئے" اور بقول امریکہ کے ایک عظیم ترین جج[1] کے کہ "یہ زیادہ بہتر ہے کہ سزا عام قوانین کو پیش نظر رکھ کر اور خوب غور و خوض کرنے کے بعد صادر کی جائے نا کہ ناگواری کے جذبات کا اس میں کوئی دخل نہ ہو، اور بلا لحاظ اس کے صادر کی گئی ہو کہ وہ کس کو دی جا رہی ہے۔ نہ یہ کہ سزا ایسے جذبات کے تحت صادر کی جائے جو ہر مقدمے کی سماعت کے دوران میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں اور جو جرم کی لچکدار تعریف کی یا اس کے الفاظ کی کسی ایسی تعبیر کی وجہ سے رو بہ عمل آجاتے ہیں جو اس کو لچکدار بنا دیں"

کورٹ آف کرمنل اپیل کے ایک حالیہ فیصلے کی وجہ سے[2] (Rex v. Manley, 1933, I.K.B. 526.) ابہام کا عنصر ان مقدمات میں بھی داخل ہوگیا ہے جن میں کسی اشتراک عمل کا وجود نہ پایا جائے۔ ایک عورت پر یہ الزام تھا کہ اس نے غیر قانونی طور پر جھوٹے بیانات دیکر

---

[1] Per Marshall, C. J. in Ex parte Bollman (1807) 4 Cranch 127.

[2] K.S.C. 575 (Rex v. Bassey (1931) 22 Cr. App. R. 160 (K.S.C. 577)
شرعامہ کے مفہوم کے لیے دیکھیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

340 پولیس کو فرضی ڈاکے کے الزام کا سراغ لگانے پر آمادہ کرکے ان کا قیمتی وقت برباد کیا اور اس طرح اس نے شرعامہ کے جرم کا ارتکاب کیا۔ فیصلے کے سلسلے میں چیف جسٹس لارڈ ہیوارٹ نے قرار دیا کہ "ایسے تمام افعال یا اقدام جو سماج کے مضر ہوں قابل مواخذہ ہیں"۔ ظاہر ہے کہ یہ رائے ایسی ہے جس کی بنا پر عدلیہ کو یہ حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ جرائم میں ایک لامتناہی تعداد کا اضافہ کرتی چلی جائے۔ جیسا کہ سر جیمس اسٹیفن نے لکھا ہے[1]:۔ اگر پارلیمنٹ ایسے افعال کی سزا دینے پر مائل نہ ہو جو کسی لحاظ سے قابل اعتراض یا خطرناک ہوں تو قیاس یہ ہوگا کہ وہ افعال ایسے ہیں جن کے لیے سزا دینا مناسب نہیں۔ علاوہ ازیں یہ ماننا پڑے گا کہ فوجداری قانون نہ صرف امن عامہ اور اشخاص کے جان و مال کی حفاظت (جس کی ان کو ہر حالت میں ضرورت ہے) کرنے کے لیے نشوونما پا چکا ہے بلکہ ایک عرصے سے حفاظت کر رہا ہے لہٰذا یہ بھی ایک مزید وجہ ہے جس کی بنا پر اس کا مزید نشوونما بھی مجلس وضع قوانین کے ہاتھوں میں چھوڑ دیا جانا چاہیئے۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سرکار بنام مانکے میں یہ تائید الزام یہ کمزور استدلال پیش کیا جا سکتا تھا کہ ملزم پر سرکار کے مقابل میں ایسی دغابازی کرنے کا الزام تھا جو فوجداری عدل گستری کے خلاف عمل میں آئی تھی[2]۔

جہاں تک شہادت کے قابل ہا دخال ہونے کا تعلق ہے سازش کے لیے بھی انھی اصولوں پر عمل کیا جاتا ہے جو دوسرے جرائم کے لیے

---

[1] (History of Criminal Laws, III 359-360

[2] W.T.S. Stallybrass کا مضمون "شرعامہ" (L.Q.R. 183, 49)

نیز (C.K. Allen, Legal Duties P 245-246) اور بمقام ڈربی جسٹس ہمفری نے گرانڈ جیوری کو مخاطب کرکے جو تقریر کی تھی اس کے لیے دیکھئے ٹائمس مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۲ء

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقرر ہیں۔ لیکن حالات کی دو خصوصیتیں ایسی ہیں کہ ان اصولوں کو جب
ان پر منطبق کیا جاتا ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ سازش کے متعلق تائیدی
ثبوت دینے کے طریقوں میں ایک غیر معمولی کمزوری ہے۔ کیونکہ (ا) یہ
شاذ ہی ہوتا ہے کہ سازش کے اصلی واقعے کو بلا واسطہ شہادت سے
341 ثابت کیا جا سکے۔ کیونکہ ایسے سمجھوتے عموماً بہ تعجیل اور مخفی طور پر کئے جاتے
ہیں۔ چنانچہ عام طور پر ملزمین کے طرز عمل مابعد سے ان کو ثابت کیا جا سکتا
ہے یعنی یہ کہ ملزمین سے کچھ ایسے آشکارا افعال سرزد ہوتے ہیں جو واضح
طور پر اس خلاف قانون نتیجے کی طرف منجر ہوتے ہیں اور ان سے پتا چلتا
ہے کہ وہ کسی سمجھوتے کا نتیجہ ہیں[۲]۔ ان کے ہر جداگانہ عمل سے ایک خاص
قیاس پیدا ہوتا ہے اور ایسے جملہ قیاسات سے ایک نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے
اس صورت میں جس واقعاتی شہادت کا پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے
اس میں ایسے افعال کا ایک طویل سلسلہ داخل ہوتا ہے جو مختلف مقامات
میں مختلف اوقات پر سرانجام پائے ہوں[۳]۔ قابل ادخال شہادت امور کے
طویل سلسلے میں اس سے اور اضافہ ہو جاتا ہے کہ (ب) ہر ملزم اس
سمجھوتے کی بنا پر اپنی ٹولی کے شرکا سے بطور کارندہ اس فعل
کو انجام دلواتا ہے۔ چنانچہ اصل اور کارندے کے عام اصول کے تحت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: (The Times, Nov 17. 1932). نیز دھوکا دہی کے
متعلق دیکھئے صفحات ۲۹۸، ۳۵۴۔ کتاب ہذا۔

۱؎ (Rex v. Hant (1820), 1 St. Tr (N S.) 437.

نیز 7. St, Tr (N.S.) 472—475.

۲؎ Reg v. Parnell (1881) 14 Cox 505 (K.S.C. 412)

Rex v. Parson (1762),1 W.Bl. 391 (K S.C. 408)

(Rex v. Connally (1909), 3 Cr. App. R. 27 at P. 31, 32

۳؎ (Rex v. Haumond & Webb (799). 2 Esp) 718 (K.S.C. 411)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئی فعل[1] جو خاص اس غرض[2] کی تکمیل کے لیے کسی ایک کارندے نے کیا ہو اصل[3] کے خلاف قابل ادخال شہادت ہے بجز اس کے کہ اصل نے اپنے کارندوں کو اس فعل کے عمل میں آنے سے قبل مطلع کر دیا ہو کہ اس کا سازش سے اب کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ یہ اصول صرف سازش کے مقدمات کی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ ہر اس جرم سے متعلق کیا جاتا ہے جہاں کہ ملزمین متعدد ہوں لیکن سازش کے مقدمات میں یہ اصول زیادہ نمایاں ہو جاتا 342
ہے کیونکہ ان مقدمات میں مشترکہ مجرمانہ مقصد کے قیام اور اس کے تکمیل پانے یا گرفتاری کی وجہ سے اس کے ناکام ہو جانے کے درمیان غیر معمولی طویل وقفے اور اس کے ساتھ ہی افعال کے غیر معمولی طویل سلسلے پیدا ہو جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اکثر ایسے طولانی مقدمات میں جہاں ایک سے زیادہ ملزمین ہوتے ہیں یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ جوری (باوجود عدالتی فہمایش کے) کسی ایک ملزم کے خلاف اسی شہادت سے متاثر ہو جائے گی جو کہ قانوناً ان میں سے صرف کسی دوسرے ہی ملزم کے خلاف قابل ادخال ہے۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں بمقام برمنگھم ایک مقدمے کی سماعت میں تیرہ دن

---

[1] لیکن صرف زبانی اقبال کافی نہیں۔ دیکھئے صفحہ ۴۷۲ کتاب ہذا۔ اگرچہ چور کے لیے بے آواز جوتے بنائے تو وہ چور کا کارندہ ہے لیکن اگر موچی صرف ان جوتوں کے استعمال کے متعلق کوئی اشارہ کرے تو یہ اس کے کارندہ ہونے کی دلیل نہ ہوگی۔ (اگرچہ وہ چور کے کئے ہوئے اسی قسم کے اشارے کے متعلق یقیناً شہادت دے سکتا ہے)۔

[2] لیکن ایسے افعال اس میں شامل نہیں ہیں جو اس غرض کے علاوہ ہوں۔ مثلاً مقصد صرف سرقہ کرنا ہو لیکن قتل کا ارتکاب کیا جائے۔ اسی طرح ایسے افعال بھی شامل نہ ہوں گے جو غرض کی تکمیل پا جانے کے بعد کئے جائیں مثلاً اشیائے مسروقہ میں سے اپنے حصے کا فروخت کرنا۔

[3] سازش کے مقدمات کی سماعت کے سلسلے میں یہ دشواری پیدا ہو سکتی ہے کہ عدالت کس نوبت پر یہ تعین کرے گی کہ شہادت سے بادی النظری طور پر سازش ثابت ہو چکی ہے اور یہ کہ ملزم اس جتھے میں شریک تھا اس لیے اس کے دوسرے ساتھیوں کے ایسے تمام افعال جبکہ وہ غیر حاضر تھا اس کے خلاف شہادت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صرف ہو گئے جس میں (۱۹) آدمیوں پر فریب دہی کی سازش کا الزام تھا۔ جیوری کو شہادت کے مخلوط کر دینے کی غلطی سے بچانے کے لیے جج نے یہ مناسب خیال کیا کہ ایک ملزم کی بابت جو شہادت پیش ہوئی تھی اولاً اس کا خلاصہ بیان کر کے جیوری کی رائے حاصل کرے پھر اس کے بعد فرداً فرداً دوسرے ملزمین کی شہادت کو بیان کرے۔

سازش ایک جرم صغیر ہے جس کی سزا جرمانہ اور قید ہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ کریمنل جسٹس اڈمنسٹریشن ایکٹ: (Criminal Justice Administration Act, 1914). (دیکھئے صفحہ ۵۷۸ کتاب ہذا) کی رو سے تمام مقدمات میں با مشقت سزا ہی دی جا سکتی ہے علاوہ ازیں کسی کو قتل کرنے کے لئے اگر سازش کی جائے تو اس کی سزا دس سال کی قید ہے حالانکہ اس کا شمار جرائم صغیرہ میں ہوتا ہے۔ (24 & 25 Vict C 100. S. 4.)

صنعتی نزاعات

یہ امر محض تاریخی دلچسپی کا موجب ہے کہ اجرت میں اضافہ یا مزدوروں کی بہبودی کے لیے آجروں کا اشتراک کامن لا کے نزدیک اسی طرح سازش مجرمانہ تھا جیسا کہ تجارت کو نقصان پہنچانے یا "دق کرنے، ناواقف رکھنے، یا کسی کو مفلس بنانے یا کسی کو اپنا کاروبار چلانے سے باز رکھنے"[1]

---

[1] (Reg v. Bunn (1872), 12 Cox 316). کے مقدمے کا مقابلہ لاڈر براموبل کی تقریر بمقدمہ (Mogul Steamship Co V. Mc Gregor, Gow & Co, (1892) A.C. 20 at P, 47 سے کیجئے۔ نیز تاریخی معلومات کے لئے مسٹر رائٹ (Wright) کی کتاب (Criminal Conspiracy) دیکھئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لیے کوئی اشتراک کیا گیا ہو۔ ہڑتال کرنے کا حق "قانون سازش و حفاظت جائداد" Conspiracy and Prolection Prosperty Act. 1875 Vict. C. 86 of (38 and 39) کے تحت یقینی طور پر حاصل ہوگیا جس کے یہ الفاظ (دفعہ ۳) کہ "کوئی سمجھوتا یا اشتراک جو دو یا زیادہ اشخاص نے کسی ایسے فعل کے انجام دینے یا دلائے جانے کے لیے کیا ہو کہ آجر اور مزدوروں کے درمیان تجارتی نزاع پیدا کی جائے یا اس کو بڑھایا جائے تو وہ بطور سازش قابل مواخذہ نہ ہوگا بشرطیکہ وہ افعال ایسے ہوں کہ اگر ان کا ارتکاب ایک شخص کرتا تو وہ داخل جرم نہ ہوتے"۔ ایسا شخص جو مزدوری کرنے سے انکار کرے کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوتا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہڑتال اپنی حد تک جائز ہو لیکن اس میں جبر یا دوسری ناجائز حرکات شامل ہوں اور اسی دفعہ میں یہ حکم بھی ہے کہ "اس دفعے کی کسی عبارت کا یہ منشا نہ ہوگا کہ ایسے اشخاص کو جو کسی سازش کے مجرم ہوں اور جس کی سزا کسی پارلیمنٹ ایکٹ کی رو سے دی جاسکتی ہو اس سے مستثنیٰ ہوں گے"۔ اور یہ کہ "اس دفعے کی کوئی عبارت قانون متعلقہ بلوہ، مجمع خلاف قانون، نقض امن، خلاف سلطنت فتنہ انگیزی یا جرائم خلاف حکومت و بادشاہ وقت پر موثر نہ ہوگی"۔ 343

ہڑتال میں نقض معاہدہ شامل ہوسکتا ہے۔ لیکن ہر حالت میں اس کا وجود لازمی نہیں۔ کسی شخص کا نقض معاہدہ کرنا عام طور پر جرم نہیں ہے۔ اس لیے ہڑتال بھی معاہدات کا نقض واقع ہونے کی وجہ سے سازش مجرمانہ نہیں ہوجاتی۔ لیکن مفاد عامہ کے مدنظر بعض قسم کے نقض معاہدہ کو مجرمانہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۱۸۷۵ء[1] کے قانون کی رو سے بیس پونڈ جرمانہ یا تین ماہ قید کی سزا ہر ایسے شخص کو دی جاتی ہے جو پانی یا گیس کے فراہم

[1] 38 and 39 Vict. C. 86, S. 4.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے والوں کا ملازم ہو (خواہ محکمۂ بلدیہ کا ہو یا خانگی گشتہ داروں کا) اور عمداً یا کینے سے یہ باور کرا کے یا باور کرانے کی معقول وجہ رکھتے ہوئے معاہدۂ ملازمت کو شکست کرے کہ اس کے اس عمل سے خواہ وہ عمل تنہا کیا گیا ہو یا دوسروں کے ساتھ شریک ہو کر، غالباً ایسے نتائج برآمد ہونگے جس سے کسی مقام کے باشندے کلاً یا جزءً پانی یا گیس کی بہم رسانی سے محروم ہو جائیں گے۔ کاروبار برقی کے لیے الکٹریسٹی سپلائی ایکٹ بابت ۱۹۱۹ء[1] کے ذریعے سے برقی کاروبار کو بھی ان احکام کے تحت داخل کر دیا گیا ہے۔ اسی قسم کی سزائیں ۱۸۷۵ء[2] کے قانون کی رو سے ہر اس شخص پر عائد کی گئی ہیں جو عمداً یا کینے سے معاہدۂ ملازمت کو یہ باور کر کے یا باور کرانے کی معقول وجہ رکھتے ہوئے شکست کرے کہ اس کے
344 اس عمل سے خواہ وہ عمل تنہا کیا گیا ہو یا دوسروں کے ساتھ شریک ہو کر غالباً ایسے نتائج برآمد ہوں گے جس سے انسانی زندگی خطرے میں پڑ جائیگی یا شدید جسمانی مضرت پہنچیگی یا قیمتی جائداد تباہ ہو جائے گی۔ یا اس کو شدید مضرت پہنچیگی۔ قانون صنعتی نزاعات و صنعتی انجمن بابت ۱۹۲۷ء[3] کی رو سے دس پونڈ جرمانہ یا تین ماہ قید کی سزا ہر ایسے شخص کو دی جاتی ہے جو عمداً کسی مقامی یا سرکاری محکمے کی ملازمت کے معاہدے کو یہ باور کر کے یا باور کرنے کی معقول وجہ رکھتے ہوئے شکست کرے کہ اس کے اس عمل سے خواہ وہ عمل تنہا کیا گیا ہو یا دوسروں کے ساتھ شریک ہو کر، غالباً ایسے نتائج برآمد ہوں گے جس سے سماج کو مضرت پہنچے گی یا خطرہ پیدا ہوگا یا شدید تکلیف ہوگی۔ اس طرح ایک ہڑتال سازش مجرمانہ ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں معاہدات کی خلاف ورزی کرنے کی ترغیب ہوتی ہے

---

[1] (9 and 10 Geo. 5, C 100, S. 31).

[2] (38 and 39 Vict.C, 86, S. 5).

[3] (17 and 18 Geo. 5, C. 22, S. 6 (4).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور ایسی خلاف ورزی قانونی جرم ہے۔

نقض معاہدات کے قطع نظر ہر شخص آزاد ہے کہ وہ اپنی مرضی سے مزدوری کرنا ترک کرے لیکن وہ اس امر میں آزاد نہیں ہے کہ دوسروں کو مزدوری ترک کرنے پر مجبور کرے۔ کام کرنے کا حق اسی قدر اہم ہے جس قدر کام کے ترک کرنے کا حق ہے۔ قانون کے لیے یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کے رفقائے کار کی رائے کے جو جو اثرات پیدا ہوتے ہیں، اس میں دخل دے لیکن قانون اس کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ رائیں تخویف یا ایذا رسانی کی شکل اختیار کرلیں۔ ۱۸۷۵ء کے سازش اور حفاظت جائداد کے قانون (Conspiracy and Protection of Property Act, 1875) کی رو سے یہ ایسا جرم ہے جس کی سزا بیس پونڈ جرمانہ یا تین ماہ قید ہے۔ اگر کوئی شخص، بیجا طور پر اور بغیر جائز اختیار کے کسی دوسرے شخص کو کسی فعل کے کرنے سے باز رکھنے یا کسی ایسے فعل کو انجام دلانے کی غرض سے جس کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت اس دوسرے شخص کو اختیار حاصل ہو:-

۱- جبر کا استعمال کرے یا اس دوسرے شخص یا اس کی زوجہ یا اولاد یا اس کی جائداد کو مضرت پہنچانے کی تخویف کرے۔

۲- اس دوسرے شخص کا ایک مقام سے دوسرے مقام تک مسلسل پیچھا کرتا پھرے۔

۳- آلات، کپڑے یا دیگر جائداد جو اس دوسرے شخص کی ملک ہو یا جس کو وہ استعمال کرتا ہو پوشیدہ کردے یا تلف کردے یا ان کے استعمال کرنے میں رکاوٹ پیدا کرے۔ 345

۴- مکان یا دوسرے مقام کا جہاں وہ دوسرا شخص سکونت رکھتا ہو یا کام کرتا ہو یا اتفاقاً موجود ہو یا ایسے مکان یا مقام کے راستے میں گھات لگائے یا تاک میں رہے۔

۵- اس دوسرے شخص کا دو یا دو سے زیادہ اشخاص کو ساتھ لے کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نامناسب طور پر کسی کوچے میں یا سڑک پر پیچھا کرے۔

تخویف کرنے کے معنی "کسی شخص کے دماغ میں اس کو یا اس کے خاندان کے کسی فرد کو یا اس کے متعلقین میں سے کسی ایک شخص کو یا کسی شخص یا جائداد کو مضرت یا جبر یا نقصان پہنچانے کا کافی اندیشہ پیدا کرنا" ہیں۔ اور لفظ مضرت میں ایسی مضرت بھی شامل ہے جو کسی شخص کو اس کے کاروبار پیشہ، ملازمت یا کسی اور ذریعۂ آمدنی کو پہنچے۔ اس میں ہر وہ فعل ناجائز شامل ہے جو قابل ارجاع نالش ہو[1]۔ قانون صنعتی نزاعات بابت ۱۹۰۶ء (Trade Disputes Act 1906)

(6 Edward, 7. C. 47. S. 2.) کی رو سے یہ جائز قرار دیا گیا ہے کہ "ایک یا زیادہ اشخاص اپنے طور پر یا کسی تجارتی کوٹھی کی جانب سے کسی صنعتی نزاع کو پیدا کرنے یا بڑھانے کے لیے حاضر رہیں یا کسی مکان یا مقام کے نزدیک جہاں کوئی شخص سکونت رکھتا یا کام کرتا یا کاروبار چلاتا ہو یا اتفاقاً موجود ہو، محض اس غرض سے حاضر رہیں کہ پُرامن طریقے پر اطلاع حاصل کریں یا اطلاع دیں یا پُرامن طریقے پر کسی شخص کو کام کرنے یا کام سے باز رکھنے کی ترغیب دیں"۔ لیکن ۱۹۲۷ء کے قانون صنعتی نزاعات و تجارتی انجمن (Trade Disputes and Trade Unions Act 1927) کی رو سے "باوجودیکہ کسی قانون میں اس کے خلاف مکحوم ہو کسی ایک یا زیادہ اشخاص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو کام کرنے یا کام سے باز رکھنے کی ترغیب دینے کے لیے کسی مکان یا کسی دوسرے مقام کا جہاں وہ شخص سکونت رکھتا ہو یا ایسے مکان یا مقام کے راستے پر گھات لگائیں یا تاک میں رہیں"[2]، اور اسی قانون کی رو سے گھات لگانے یا تاک میں رہنے کے معنی ۱۸۷۵ء کے قانون کے مفہوم میں یہ ہیں:-

---

[1] (17 and 18 Geo. 5, C. 22, S. 3 (2)).

[2] (17 and 18 Geo. 5, C. 22. S. 3 (4)).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

346

"ایک یا زیادہ اشخاص اس غرض سے کہ وہ کوئی اطلاع حاصل کریں یا اطلاع دیں یا کام کرنے یا کام کرنے سے باز رکھنے کی ترغیب و تحریص دلائیں کسی مکان یا ایسے مقام کے نزدیک جائیں یا ٹھیریں جہاں کوئی شخص سکونت رکھتا ہو یا کام کرتا ہو یا کاروبار چلاتا ہو یا اتفاقاً موجود ہو اور وہ شخص یا اشخاص اس تعداد میں یا ایسے طریقے پر وہاں حاضر رہیں جس سے یہ پایا جائے کہ وہ اس مکان یا مقام کے کسی شخص کی تخویف کرنا چاہتے ہیں یا اس مکان یا مقام کی آمد و رفت کو روکنا چاہتے ہیں یا نقض امن کرنا چاہتے ہیں"[1] لہذا چوکسی (پکٹنگ) کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں تخویف کرنے یا رکاوٹ پیدا کرنے کا جزو شامل نہ ہو اور اس سے نقض امن کا اندیشہ نہ ہو اور کسی شخص کے سکونتی مقام پر اس غرض سے گھات لگانے یا تاک میں رہنے کی حد تک نہ پہنچتا ہو کہ اس شخص کو کام کرنے کی ترغیب دی جائے یا اس کو کام کرنے سے باز رکھا جائے۔

۱۸۷۵ء کے قانون کی دفعہ ۳ (صفحہ ۳۴۲ کتاب ہذا) کے ذریعے سے برخلاف کامن لا کے قانون سازش کے جو تحفظ کیا گیا ہے اس میں صرف ایسے افعال شامل ہیں جو تجارتی نزاعات کے بڑھانے پر مشتعل ہوتے ہیں۔ ۱۹۰۶ء[2] کے قانون صنعتی نزاعات (Trade Disputes Act) کی رو سے ایسے چند افعال کو جو صنعتی نزاعات پیدا کرنے یا بڑھانے کے لیے کئے جائیں دیوانی ذمہ داری سے بری قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی قانون کی دفعہ ۵ ضمن (۳) کے لحاظ سے "صنعتی نزاع" کی اصطلاح کے معنی ہر ایسی نزاع کے ہیں جو آجر اور مزدوروں یا مزدوروں اور مزدوروں کے درمیان ہو اور جس کا تعلق ملازمت یا بیکاری یا ملازمت کی شرائط سے ہو۔ اور "مزدوروں" سے مراد ایسے تمام اشخاص سے ہے جو تجارت یا صنعت

---

[1] (17 and 18 Geo. 5, C. 22, S. 3 (1)

[2] (6. Edw. 7. C. 47).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں کام کرتے ہوں خواہ وہ اس آجر کے جس سے کوئی صنعتی نزاع واقع ہو
ملازم ہوں یا نہ ہوں[1]"۔ ظاہر ہے کہ یہ تعریف اس قدر وسیع ہے
کہ اس میں "ہمدردانہ ہڑتالیں" بھی شامل ہو جاتی ہیں اور 347
یہ تحفظ فریقین نزاع کے افعال تک ہی محدود نہیں
رکھا جا سکتا۔ بہرحال یہ حجت[2] پیش کی گئی تھی کہ ۱۹۲۶ء کی جنرل
اسٹرائک (عام ہڑتال) کسی صنعتی نزاع کی تائید میں نہیں کی گئی تھی اور چونکہ
اس کا مقصد نہ صرف آجروں پر بلکہ حکومت پر دباؤ
ڈالنے کا تھا اس لیے وہ ناجائز تھی۔ اس قسم کی ہڑتالوں کی
ناجوازی کے متعلق ہر قسم کے شکوک دور کرنے کے لیے ۱۹۲۷ء[3] کا
قانون نزاعات صنعتی و انجمن ہائے تجارتی (Trade Dispute and Trade
Unions Act 1927) نافذ کیا گیا جس کی رو سے ہڑتال یا آجروں کی جانب
سے کارخانہ کی مسدودی (لاک آؤٹ) ناجائز ہے بشرطیکہ (۱)
اس کا مقصد کسی ایسی تجارت یا صنعت کی نزاع کو روبہ عمل
لانے کے بجائے یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو جس میں ہڑتال کرنے والے

---

[1] "آجروں اور مزدوروں کے درمیان" کے الفاظ ۱۸۷۵ء کے قانون کی دفعہ ۳ میں صراحتہً منسوخ کیے گئے ہیں۔

[2] اور جسٹس آسٹ بری (Astbury) نے بمقدمہ (National Sailor's and Foreman's Union v. Read 1926 Ch 536) فیصلہ کیا تھا لیکن اس کے برخلاف اگر پُرزور بحث دیکھنی ہو تو پروفیسر اے۔ ال۔ گڈہارٹ (A.L. Good - hart) کی (The Legality of the General Strike in England) اور Essays is Jurisprudence and the Common Law.)

باب گیارہ میں ملاحظہ کیجئے۔

[3] 17 and 18 Cco. 5, S.I.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا کارخانے کو مسدود کرنے والے (لاک آؤٹ) مصروف ہوں۔

اور (۲) ہڑتال یا لاک آؤٹ (Lock out) اس غرض سے کی جائے یا اس کے متعلق یہ سمجھا جا سکتا ہو کہ اس کے ذریعے سے سماج کو زحمت میں مبتلا کرے یا راست حکومت کو مجبور کیا گیا ہے۔ اس قانون کے تحت کسی ہڑتال کو ناجائز قرار دینے کے لیے دونوں اجزا کی موجودگی لازمی ہے یعنی اس کی غرض یہ ہو یا اس کے متعلق یہ سمجھا جا سکتا ہو کہ وہ حکومت کو مجبور کرنے کے لیے کی گئی ہے اور اس کا مقصد ہڑتال کرنے والوں کی اپنی صنعت کی نزاع کے ساتھ ساتھ، یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو۔ کسی صنعتی نزاع کا تجارت یا صنعت کے اندر ہونا اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا، جب تک کہ وہ نزاع اس تجارت یا صنعت کے آجروں اور مزدوروں یا مزدوروں اور مزدوروں کے درمیان نہ ہو اور اس کا تعلق ملازمت یا ملازمت کی شرائط یا اس تجارت یا صنعت میں اشخاص کی محنت کی شرائط سے نہ ہو۔ مزدور جن کی مزدوری اور شرائط ملازمت اسی مشترکہ صنعتی انجمن کے طے کردہ ہوں، مصالحتی بورڈ یا کوئی اور ایسی جماعت یا راضی ناموں کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا آجر یا آجروں کی جماعت جس نے وہ راضی نامہ کیا ہو اسی تجارت یا صنعت کے اندر تصور کئے جاتے ہیں۔ کوئی شخص جو کسی ناجائز ہڑتال یا لاک آؤٹ (Lock out) کے رو بہ عمل لانے میں دوسروں کو حصہ لینے کی شہ دے یا خود کوئی فعل کرے اس پر دس[۱] پونڈ جرمانہ یا ایسی قید کی سزا دی جاتی ہے 348
جس کی مدت تین ماہ سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن محض کام کرنا چھوڑ دینا یا آیندہ کام کرنے سے انکار کر دینا یا ملازمت قبول کر لینا کوئی جرم نہیں ہے۔ قانون کا مقصد معمولی ہڑتال کرنے والوں کو نہیں بلکہ سرگروہوں اور مفسدہ پردازوں کو سزا دینا ہے۔ الزام لگانے کے بعد

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اٹارنی جنرل کی بلا اجازت کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی بجز اس کے چالان ڈائرکٹر آف پبلک پراسکیوشنس یا اس کی جانب سے پیش کیا جائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب ۱۹

349

دروغ حلفی

اینگلو سیکسن قانونی ضابطے میں عدالتی حلف کی بڑی اہمیت تھی۔ اراکین جوری اور ادعائے براءت کرنے والے دونوں حلف لیا کرتے تھے دونوں جماعتوں کو دروغ حلفی کی سزا دی جا سکتی تھی۔ لیکن اس وقت تک موجودہ زمانے کے گواہ کے کام کو اراکین جوری کے کام سے ممیز نہیں کیا گیا تھا۔ چنانچہ گواہوں کی دروغ حلفی کو اس وقت تک جرم قرار نہیں دیا گیا تھا اور جب چودھویں صدی میں جوری کی آگاہی کی غرض سے گواہوں کو پیش کیا جانے لگا تو ان کی دروغ حلفی کو قابل سزا جرم نہیں قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ مقولہ زبان زد ہو گیا تھا کہ قانون کی نظر میں ہر گواہ کا حلف صداقت نامے پر مبنی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کلیسائی عدالتیں بھی جو عام طور پر بد اعتقادی کے مقدمات کی سماعت کرتی تھیں، دروغ حلفی کے ایسے گناہ کو کوئی اہمیت نہ دیتی تھیں لیکن پندرھویں صدی کے اختتام سے قبل اسٹار چیمبر نے بعض اوقات دروغ حلفی کی سزا صادر کی اور سولھویں صدی

لہ دیکھئے :- (Pallock and Maitland II, 539 نیز

Stephen History of Criminal .aw, III, 240).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پارلیمنٹ نے گواہوں کی اس مروجہ برائت میں یہ مداخلت شروع کی اور ۱۵۴۰ء[1] جھوٹا گواہ پیش کرنے پر، اور ۱۵۶۲ء[2] میں خود دروغ حلفی ہی کے متعلق قانون وضع کیا گیا۔ لیکن ان میں سے ہر جرم کی پاداش میں جرمانے کی سزا دی جاتی تھی، جس کی وصولی دیوانی ناش کے ذریعے سے کی جاسکتی تھی۔ بالآخر اسٹار چیمبر نے ۱۶۱۳ء[3] میں گواہ کی دروغ حلفی کو کامن لا[4] کے تحت قابل سزا قرار دیا۔ سر جیمس اسٹیفن نے اس فیصلے کے متعلق یہ پرزور الفاظ لکھے ہیں کہ "عدالتی قانون سازی میں یہ جز نہایت جرأت اور معقولیت پر مبنی ہے"[5]

350 یہ جرم ایسا تھا جس کا ارتکاب محض عدالتی کارروائی میں ہوسکتا تھا اور اس وقت جبکہ کوئی گواہ حلف لے کر جھوٹی شہادت دے۔ آگے چل کر قانون نے آہستہ آہستہ ایک پیچیدہ صورت اختیار کرلی اور ایسے بہت سے امور جن کو پارلیمنٹ نے عدالتی کارروائی نہیں قرار دیا تھا ان میں حلف لے کر جھوٹ بولنے کو دروغ حلفی قرار دیا جانے لگا۔ من بعد بعض گواہوں کو عدالتی کارروائی میں قانون موضوعہ کے تحت اس کی اجازت دی گئی کہ وہ حلف لیے بغیر محض اقرار صالح کرکے شہادت دیں اور اگرچہ ان کا جھوٹ بولنا دروغ حلفی نہ تھا بریں ہم ان کو اسی قدر سخت سزا کا مستحق قرار دیا گیا گویا کہ انھوں نے بھی دروغ حلفی ہی کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر ججوں نے یہ قرار دیا کہ ایسے ہر امر میں جہاں قانون نے حلف لینا قرار دیا ہو اگر جھوٹا حلف لیا جائے اور ایسا

---

[1] (32 Hen. 8, C. 9. S. 3.)

[2] (S. Eliz. C. 9.)

[3] (Rex v. Rowlandap Eliza (1613), 3 Coke Inst 1641 K.S.C. 415)

[4] (Digeit of Criminal Law, 1st ed, H.345.)

[5] (The Keeper of the Libratais v Gwinn (1652) Style 336 (K.S.C. 416)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حلف عدالت میں نہ لینے کی وجہ سے اس سے دروغ حلفی کا جرم نہ بنتا ہو تو کامن لا کے تحت وہ ضرور جرم ہے[1] جس کی سزا گو دروغ حلفی کی سزا کے مساوی نہ ہو، تاہم جرمانہ اور قید ضرور ہو گی۔

خوش قسمتی سے اس مبحث کے بے شمار اصولوں کو مقابلۃً سادہ اور منطقی شکل میں لایا جا چکا ہے۔ ہمارے فوجداری قانون کی تدوین[2] کے عظیم الشان کام کو (جس کے کرنے کی کوشش چند ہی پشتوں کے مدبرین نے وسیع پیمانے پر شروع کی تھی اور جس کا عملاً کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا) سنہ ۱۹۱۰ء میں لارڈ سوربرن نے گو جزئی طور پر اپنے ہاتھ میں لیا لیکن اس امر میں کامیابی حاصل ہو گئی۔ کیونکہ انھوں نے سنہ ۱۹۱۱ء کا قانون دروغ حلفی (1 and 2 Geo. v. C. 6.) منظور کرا لیا جس کی وجہ سے نہ صرف کامن لا کی بلکہ مجلس وضع قوانین کے ایک سو تیس سے زیادہ قوانین کی بھی ترمیم ہو گئی۔

اس کے ذریعے سے دروغ حلفی کے بے شمار جرائم قرار دیے گئے یا قائم رکھے گئے اور گو اکثر کی سزا نہایت سخت تھی بریں ہم ان کی حیثیت جرم صغیر کی تھی۔ ہر صورت میں اس جرم کا ارتکاب اسی وقت ہوتا تھا جب حلف یا اقرار صالح کے باوجود غلط بیانی کی جائے۔

گو جھوٹی شہادت دیتے ہوئے کتنی ہی جھوٹی باتیں کیوں نہ کہی گئی ہوں، اس سے صرف ایک ہی جرم بنتا تھا۔ ہر جھوٹ سے دروغ حلفی کا ایک نیا جرم نہیں بنتا البتہ اس کی حیثیت اس عام دروغ حلفی کے جرم میں صرف ایک مزید ثبوت کی ہو جاتی ہے یا اصطلاحی طور پر "اس سلسلے کی ہر غلط بیانی دروغ حلفی کے جرم کا ایک جزء تصور کی جاتی ہے۔" 351

---

[1] Rex. v. Foster (1821) Rand R. 449 (K.S.C. 417)

[2] دیکھئے صفحہ (۴۲۰) کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دروغ حلفی ہے "اثباتی حلف ہی متعلق کیا گیا ہے نہ کہ "موعودہ"۔

قانون موضوعہ میں اس جرم کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے:۔

(۱) سب سے بدتر قسم کی دروغ حلفی کی سزا سات سال یا دو سال قید، (بامشقت یا بلامشقت) یا جرمانہ (مع یا بلا سزائے قید) ہے۔ اس قسم میں دروغ حلفی کے بہت سے جرائم شامل ہیں:۔

(۱) "دروغ حلفی" ایسی اصطلاح ہے جس کو مثل سابق پھر اب محدود کر دینا مناسب ہے اور اس سے مراد "عدالتی" جھوٹی شہادت لینی چاہیئے۔ دفعہ ۱۹۳ میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

(۱) اس جرم کا ارتکاب اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص بحیثیت گواہ (یا مترجم) قانوناً "قسم"[1] کھائے اور کسی عدالتی کارروائی میں عمداً کوئی ایسا بیان جو اس کارروائی میں مادی اہمیت رکھتا ہو یہ باور کر کے دے کہ وہ جھوٹ ہے یا یہ باور کر کے دے کہ وہ سچ نہیں ہے۔

"عدالتی" کا لفظ یہاں نہایت وسیع معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں نہ صرف ماتحت عدالتیں مثلاً پنچی سمشن کی عدالتیں اور ایسی تمام عدالتیں جو کامن لا سے متعلق نہ ہوں مثلاً فوجی عدالتیں شامل ہیں بلکہ ایسے بہت سے امور بھی داخل ہیں جن کا تعلق محض انتظام مملکت سے ہوتا ہے۔ دفعہ ۱۹۳ کے لحاظ سے اس کا مقصد (۲) ایسی تمام کارروائیوں کو شامل کرنا ہے جو "کسی عدالت یا اجلاس یا کسی ایسے شخص کے سامنے پیش ہوں جس کو قانوناً سماعت کا اختیار دیا گیا ہو کہ حلفی شہادت سنے یا جانچے"

---

[1] اس اصطلاح کا مفہوم یہاں صرف حلف مذہبی کی حد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اقرار قانونی یا اقرار صالح بھی شامل ہے۔ دفعہ ۱۵ ضمن (۲) لیکن بچہ جو بغیر قسم کے شہادت دیتا ہے (صفحہ ۴۴۷ کتاب ہذا) اپنی دروغ بافی کی سزا میں صرف ایک ماہ کے لیے ریمانڈ گھر بھیجا جا سکتا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۵۷۹ کتاب ہذا۔

[2] کامن لا کے تحت "حدود دارمنی" کے متعلق جو عملی دشواریاں فوجداری اختیار سماعت کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک مقدمہ جو ایسے شخص کے خلاف دائر کیا گیا تھا جس کا وجود ہی نہ تھا عدالتی کارروائی[1] قرار دیا گیا۔ بریں ہم جرم کا ارتکاب اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک شہادت کو کوئی ایسا شخص فی الواقع قلمبند نہ کر رہا ہو، جس کو قانوناً اس کے قلمبند کرنے کا مجاز گردانا گیا ہو۔ چنانچہ ایک دیوالیے کی کارروائی میں ایک رجسٹرار جو ایک قرض خواہ کی شہادت قلمبند کر رہا تھا اپنے دوسرے فرائض کی تکمیل کے لیے کمرے سے باہر چلا گیا اور جاتے وقت وکیل کو ہدایت کر گیا کہ وہ قرض خواہ سے سوالات کئے جائے۔ رجسٹرار کے جانے کے بعد قرض خواہ نے جو جھوٹے جوابات دیے اس کو دروغ حلفی نہیں قرار دیا گیا[2]۔ ایک مرتبہ جسٹس آف دی پیس نے اولاً ایک خانگی صحبت میں شہادت قلمبند کر لی تھی تاکہ جس وقت باضابطہ طور پر اجلاس کریں اس وقت کام میں سہولت ہو جائے۔ ایک گواہ کو جس نے اس غیر سرکاری جلسے میں حلف لے کر جھوٹ کہا تھا کسی جرم کا مرتکب نہیں قرار دیا گیا[3]۔

(۲) اسی طرح کا عمل جب کوئی شخص "جسے حلفی" (حسب دفعہ ۱۵ بشمول اقرار صالح یا اقرار) بیان دینے کا مجاز گردانا گیا ہو یا بیان دینے کیلئے طلب کیا گیا ہو، عدالتی کارروائی کے علاوہ کسی دوسری غرض سے کرے۔"

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- سلسلے میں واقع ہوئی ہیں (دیکھئے صفحہ ۸۷ کتاب ہذا) اس کا لحاظ کرتے ہوئے اس ایکٹ کے ذریعے سے دروغ حلفی کو نہ صرف اس ملک میں قابل سزا قرار دیا گیا ہے (دفعہ ۱ (۴)) جیسا کہ مستعمرات یا علاقۂ غیر سے بغرض سماعت مقدمات کمٹ کئے جاتے ہیں بلکہ (دفعہ ۱ (۵)) وہ تمام مقدمات جو کہ انگریزی طریقۂ کارروائی کے لحاظ سے سماعت کئے جانے کے لیے کمٹ کئے جاتے ہیں، خواہ ان کا ارتکاب علاقۂ شاہی میں کہیں بھی ہوا ہو (اور اگر کسی برطانوی عہدہ دار کے سامنے ہوا ہو تو) یا کسی ملک غیر میں وہ سب اس ایکٹ کے تحت قابل سزا ہیں۔

[1] (Rex. v. Costeglioni (1912), 106 L.T. 1023).

[2] Rex. v. Shaw (1911), 6 Cr. App. R. 103.

[3] Reg. v. Lloyd (1887), 19 Q. B. D. 213.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(دفعہ ۲ ضمن (۱))۔

ان دونوں جرائم —— ۱ (۱) اور ۱ (۲) میں جہاں مجرم نے حلف لیا ہو خواہ وہ کارروائی عدالتی ہو یا غیر عدالتی اس کے بیان کا جھوٹ ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ شخص مذکور اس وقت قابل سزا ہو جاتا ہے جبکہ وہ کسی امر کا اقرار کرے خواہ وہ فی الواقع جھوٹ ہو یا سچ لیکن جس کو وہ یقینی طور پر "سچ یا ورنہ کرتا ہو" دفعہ ۱ (۱) دفعہ ۲ (۱)۔ کیونکہ ایسا شخص جو نادانستہ طور پر سچ بولے وہ اخلاقی اعتبار سے جھوٹا ہے۔ بریکن نے اس اصول کی وضاحت کے لیے ایک عجیب مثال دی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مثلاً ایک یہودی جس نے دیگر اراکین جیوری سے اتفاق کیا ہو کہ حضرت عیسیٰ کی ماں کنواری تھیں دروغ حلفی کے جرم کا ارتکاب کرتا ہے درآنحالیکہ اس کے عیسائی ساتھی کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتے[1]۔ دوران گفتگو میں جھوٹی قسم کھانا کوئی جرم نہیں ہے بلکہ ایک سہو ہے بشرطیکہ وہ عمداً نہ ہو (دیکھئے صفحہ ۳۵۵ کتاب ہذا)۔

بہ الفاظ دیگر ایکٹ میں ۱ (۱) اور ۱ (۲) کی قسم کے اہم جرائم اور اس قسم کے جرائم کے لیے جو پہلی قسم سے کم بُرے ہیں اور جو زمرہ ب میں آتے ہیں ایک غیر مفید[2] رعایت کا مخصوص اصول قدیم قانون سے 353
تراش لیا گیا ہے۔ کیونکہ ان تینوں جرائم میں عمداً جھوٹا بیان دینے سے کوئی جرم نہیں بنتا بجز اس کے کہ وہ بیان عدالتی کارروائی میں یا جس غرض کے لیے وہ بیان لیا جا رہا ہو اس میں وہ "اہمیت[3]" رکھتا ہو۔

---

[1] کسی ذہنی واقعے کے متعلق دروغ بافی کافی ہے مثلاً گواہ کا ایقان یا اس کا یہ کہنا کہ "مجھے یاد نہیں ہے" دیکھئے:۔ (Reg v. Schlesinger (1887). Q.B. 50).

[2] تعزیرات ہند اور تعزیرات کینیڈا میں اس قسم کی کوئی رعایت نہیں ہے۔

[3] جو کہ فی الحقیقت کسی ٹریبونل کو متاثر کر سکے۔ سزا کے لیے مادی اہمیت کافی ہے۔ دیکھئے:۔ (Rex. v. Wheeler (1917) 1 K.B. 283).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قدیم نرم اصول کی وجہ سے اکثر گواہ جنھوں نے عمداً جھوٹی شہادت دی تھی سزایاب ہونے سے بچ گئے۔ خوش قسمتی سے ججوں نے اس اصول کی سختی سے تعمیر کی چنانچہ انھوں نے یہ قرار دیدیا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شہادت نفس معاملہ کے ہی متعلق ہو۔ لہذا اگر کوئی شخص جو خود کو صرف ضامن ہونے کے لیے پیش کر رہا ہو غلط طور پر یہ بیان کرے کہ وہ ذی حیثیت ہے تو اس کی اس غلط بیانی کی بنا پر عدالت فوجداری میں اس کا چالان کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسی شہادت کافی طور پر اہم تصور کی جائے گی جو خواہ بجائے خود اہمیت نہ رکھتی ہو لیکن وہ اس حد تک اہم ضرور ہو کہ اس سے جیوری کو ایسی دوسری شہادت کے قبول کرنے میں مدد ملتی ہو جو بذات خود[1] اہمیت رکھتی ہو۔ چنانچہ ایسی معمولی تفصیلات بھی جو کسی گواہ نے کسی لین دین کے معاملے کے متعلق اپنے بیان میں ظاہر کی ہوں اہمیت حاصل کر سکتی ہیں بشرطیکہ ان سے جیوری کی توجہ اس طرف مبذول ہو جائے کہ لین دین کے معاملے کے متعلق اس شخص کا علم مکمل ہے اور اسی وجہ سے اس کی شہادت کا سچ ہونا قرین قیاس ہے۔ اس لحاظ سے کسی گواہ کے ایسے جملہ بیانات جو صرف اس کی معتبری کو متاثر کرتے ہوں اہمیت[2] رکھتے ہیں مثلاً اس کا کسی جرم میں سزایافتہ ہونے سے انکار کرنا۔ اور گو کہ اس کی جھوٹی شہادت قانوناً ناقابل ادخال ہو لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دروغ حلفی کے الزام کی اغراض کے لیے بھی وہ شہادت غیر اہم تصور کی جائے۔ مثلاً یہ ایک قاعدہ ہے کہ جب کوئی گواہ اپنی معتبری[3]

[1] ایک گواہ کے اپنی شناخت کے متعلق بیانات مثلاً اپنا نام، سکونت، پیشہ مادی اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ اس سے اس اعتماد میں زیادتی یا کمی واقع ہو جاتی ہے جو کہ اراکین جیوری اس گواہ پر کرتے ہیں۔ دیکھئے:۔ جسٹس ڈارلنگ۔ سی۔ سی۔ سی۔ ۱۲ر جنوری ۱۹۲۳ء۔

[2] (Reg. v. Baker, (1895) 1. Q.B. 797 (K.S.C. 419).

[3] کتاب ہذا صفحہ ۴۲۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے متعلق سوالات کا جواب دے تو اس کے جوابات کو قطعی تصور کرنا چاہیے چونکہ قانوناً کوئی دوسرا گواہ اس کی تردید کرنے کے لیے پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر اس قاعدے کے خلاف کسی دوسرے گواہ کو اس کے خلاف شہادت دینے کی اجازت دی جائے اور وہ جھوٹ بولے تو اس کو دروغ حلفی کے جرم کا مرتکب قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ ان اختلافات کو قابل ادخال شہادت قرار دینے کے ساتھ ہی پہلے گواہ کی معتبری متاثر ہو جاتی ہے اور اس طرح اس کا بیان اہم ہو جاتا ہے[1]۔

یہ سوال عرصے سے مابہ النزاع رہا ہے کہ کسی بیان کے متعلقہ قرار دینے یا نہ دینے کا فریضہ جوری سے متعلق ہے یا جج سے۔ اس قانون نے اس کا تصفیہ جج کے حق میں کیا ہے۔ دیکھئے دفعہ ۱ (۶)۔

ایسے فعل کا ارتکاب جس کی نوعیت یا غرض عدل گستری میں خلل پیدا کرنا ہو، کامن لا کے تحت قابل سزا ہے۔ چنانچہ جھوٹی شہادت تیار کرنا خواہ اسے کبھی استعمال کیا ہی نہ گیا ہو جرم ہے۔ دیکھئے:۔

(Reg. v. Vreoneo (1819) 1 Q.B. 360) اسی طرح کسی گواہ کو یہ ترغیب دینا کہ وہ مقدمے کی سماعت کی نوبت پر اس بیان کے خلاف بیان دے جو اس نے پولیس میں دیا ہے، کامن لا کے تحت جرم ہے۔ دیکھئے:۔

(Rex. v. Greenburg 1919)[2]

---

[1] (Reg. v. Gibbon (1862) Land) C. 109).

[2] (121 L. T. 288. ef. P. 538, Note 1 Post) انصاف عامہ کے خلاف دیگر جرائم میں (Maintenance) بھی شامل ہے (کسی شخص کو ترغیب دینا کہ وہ بلا جواز قانون کوئی دیوانی نالش دائر کرے یا چلائے یا جواب دہی کرے۔ دیکھئے:۔

(Neville v. The London Express Newspaper Ltd. (1919. A.E. 368)

خیرات کو جواز قانونی حاصل ہے۔) (Champerty) ایسا (Maintenance) جس میں (Maintainor) دباؤ ڈال کر جائداد مابہ النزاع کا کچھ حصہ بطور اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) بلس آف سیل ایکٹ (Bills of Sale Act 1879, S 2 (2)) کی اغراض کے لیے جھوٹے حلف نامے کو عمداً استعمال کرنا۔

پہلی قسم کے جرائم میں ذیل کے دونوں جرم شامل ہیں جن کا ارتکاب بغیر[۱] اس کے کہ باقاعدہ طور پر حلف لیا جائے یا اقرار صالح کیا جائے ہو سکتا ہے۔

(۴) ایسے جھوٹے بیانات جو حلفی ہوں یا غیر حلفی اور جو کسی تقریب عقد کے مکمل ہونے یا درج رجسٹر ہونے پر اثر انداز ہوتے ہیں دفعہ ۳۳ (۱)۔ 355

(۵) ایسے جھوٹے بیانات جو حلفی ہوں یا غیر حلفی اور جو کسی کی پیدائش یا موت کے درج رجسٹر ہونے کے سلسلے میں دیے گئے ہوں[۲]۔ دیکھئے دفعہ ۴۸ (۱)۔

(ب)۔ ایسے جرائم جو پہلی قسم سے کمتر درجے کے ہیں اور جن میں سزائے قید تو دی جاتی ہے لیکن صرف دو سال کے لیے یا صرف جرمانے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: معاوضے کے لیتا ہے۔ دیکھئے:۔ (Haseldine v. Hosten (1933) 1.K.B. 822.) اور مقدمہ سازی (Barratry) (عادۃً جوش دلانا، ابھارنا یا ناناش دائر کرانا یا جھگڑے پیدا کرنا۔) (Embracery) اور رشوت ستانی کے لیے دیکھئے صفحہ ۲۹۳۔ میں بمقام مینچسٹر ایک استغاثہ سماعت کیا گیا جس میں (Maintenance) (Champerty) اور مقدمہ سازی (Barratry) کے ارتکاب کی غرض سے سازش کی گئی۔ جسٹس لارڈ گریوز (Lord Greaves) نے طے فرمایا کہ (Main tenance) کو ثابت کرنے کے لیے متدائرہ مقدمے کا وجود ضروری ہے دیکھئے 180 L.T. To. 63. اور اس مبحث کے لیے دیکھئے:۔ (Winfield, Abuse of Procedure ch, III, v.)

[۱] (41 and (42 Vict. C. 31.)

[۲] ۱۹۲۵ء کے کریمنل جسٹس ایکٹ کی دفعہ ۳۳ کی رو سے یہ دونوں جرائم (۴) اور (۵) کی سماعت پیٹی سشن میں ہو سکتی ہے لیکن اس صورت میں انتہائی سزا صرف ۵ پونڈ جرمانہ کی دی جا سکتی ہے۔

[۳] اس جرم کی پاداش میں قید سادہ یا بامشقت کے ساتھ جرمانہ عائد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی یا دونوں سزائیں دی جاتی ہیں۔ (دفعہ ۵۰)۔

ان جرائم میں حلف نہیں دیا جاتا۔ ان کا ارتکاب ایسے بیانات سے ہوتا ہے جن میں قانونی[1] اقرار کرنے کے بعد کسی متعلقہ اہم امر کی بابت عمداً جھوٹ بولا گیا ہو یا کسی ایسی دستاویز کے متعلق جس کو تیار کرنے یا کروانے کا اختیار مرتکب جرم کو دیا گیا ہو یا کسی ایسے زبانی اعلان یا جواب کے متعلق جس کے ادا کرنے کا وہ مجلس وضع قوانین[2] کے کسی قانون کی رو سے مجاز گردانا گیا ہو، اس نے عمداً جھوٹ بولا ہو۔

(ج):۔ سب سے کمتر درجے کے جرائم میں ایک سال قید (۱۹۱۴ء سے بامشقت) مع یا بلا جرمانہ یا صرف جرمانے کی سزا دی جاتی ہے۔ ان جرائم کا ارتکاب اس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص (زبانی یا تحریری طور پر) کوئی بیان دے "یہ باور کرکے کہ وہ جھوٹ یا فریب پر مبنی ہے" تاکہ خود کو درج رجسٹر کرائے یا کسی شخص کی بابت اس کے رجسٹر شدہ ہونے کا صداقت نامہ حاصل کرے تاکہ کسی مخصوص پیشے یا کاروبار کو دیگر مستند اشخاص کی طرح خود انجام دے سکے۔ مثلاً طبابت یا دنداں سازی۔ دفعہ ۵۱[3]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ صرف سزائے قید کی بجائے جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔

[1] دیکھئے:۔ (Statutory Declarations Act, 1835 (5 and 6 Will. 4 C. 62)

۱۹۲۵ء کے کریمنل جسٹس ایکٹ کی دفعہ ۲۴ ضمیمہ (۲) کی رو سے پٹی سشن کو سماعت کا اختیار عطا کیا گیا ہے، جو زیادہ سے زیادہ چھ ماہ قید اور ایک سو پونڈ جرمانہ کی سزا دے سکتی ہے۔

[2] مثلاً جب کسی عام انتخاب کے سلسلے میں کسی رائے دہندہ سے عہدہ دار انتخابات کوئی سوال کرے۔

[3] ایکٹ کو کچھ اس لحاظ سے مدون کیا گیا ہے کہ بیانات کی جملہ صورتوں پر وہ حاوی ہے۔ لیکن ایسے زبانی جھوٹے بیانات کا جو کسی گواہ نے بلا حلف کسی مقامی حکومت کے عام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے مختلف جرائم میں جو دروغ حلفی کی ضمن میں آتے ہیں ان کا بالعمد ہونا ضروری ہے۔ ایسا شخص جو اپنے ایک غیر صحیح بیان کی بابت حقیقۃً یہ باور کرے کہ وہ سچ ہے کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوتا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے منشی نے حساب لکھا ہو یا اس کے وکیل نے حلف نامہ مرتب کیا ہو جس کو پڑھنے کے بعد اس کی صحت کے متعلق اس کو کوئی شبہہ نہ ہوا ہو اگرچہ بے خبری، بھول یا غلطی حتیٰ کہ سہل انگاری اور حماقت کی وجہ سے اس نے غیر صحیح الفاظ کو عمداً نہ کہا ہو۔ ہاں اگر اس کو اپنے اقرار کے سچ ہونے کا یقین ہونے کی بجائے اس کے صحیح یا غلط ہونے کا کوئی یقین[1] ہی نہ ہو تو پھر دوسری صورت ہوگی۔ کیونکہ اقرار کرنے سے گویا اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ اس امر کے متعلق خالی الذہن نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے عمداً جھوٹ کہا۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ کسی امر کے صحیح یا غلط ہونے کا یقین ہی نہ کرنا (۲ (۴) اور ب و ج قسم کے جرائم میں دروغ حلفی کا ارتکاب قانوناً صرف اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ نہ صرف عمداً بلکہ علم رکھتے ہوئے کیے گئے ہوں) آیا سزا دلانے کے لیے کافی ہے یا نہیں۔

اگر کوئی شخص کسی کو دروغ حلفی یا اس قانون کے خلاف کسی اور جرم کے ارتکاب کی ترغیب دے تو وہ ایسے جرم صغیر کا مرتکب ہوتا ہے (صفحہ ۹۱) جس کی پاداش میں اس کو جرمانے اور قید (۱۹۱۴ء کے بعد سے) بامشقت کی سزا دی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس کی ترغیب اس قدر کامیاب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- استفسار پر دیے ہوں (کیا ہوگا؟ مثلاً موٹر کا لائسنس حاصل کرنے کے لیے جھوٹے بیانات دینا وغیرہ۔ دیکھئے:- (Road Traffic Act 1930, S.112.) نیز (Road and Raid Troffic Act 1933 S. 34.) نیز (Road Traffic Act 1934, Sched. III.)

[1] دیکھئے:- (9 A.C. at P. 203)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ثابت ہو کہ وہ دوسرا شخص اس جرم کا ارتکاب کر گزرے تو اس وقت درحقیقت وہ جھوٹی شہادت پیش کرنے کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی پاداش میں اس کو دروغ حلفی یا کسی اور جرم کے مماثل سخت سزا دی جا سکتی ہے۔ (دفعہ ۱۹۴)۔

مذکورۂ بالا تمام جرائم میں ایک دیرینہ احتیاط پر عمل ہے جس کو کامن لا نے دروغ حلفی کے مقدمات پر عائد کر دیا ہے۔ حسب دفعہ ۱۳۱ کوئی شخص اس قانون کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب کرنے پر (یا کسی ایسے جرم کی پاداش میں جو کسی اور قانون کی رو سے قابل سزا ہو اور جو دروغ حلفی یا جھوٹی شہادت پیش کرنے کے جرم کی بنا پر قابل سزا ہو) مستحق سزا نہ ہوگا بشرطیکہ صرف ایک ہی گواہ کی شہادت سے مبینہ جھوٹے بیان کے جھوٹے ہونے کو ثابت کیا گیا ہو۔ کیونکہ پھر ایک شخص کے حلفی بیان کی تردید میں دوسرے شخص کا حلفی بیان پیش کیا جانے لگے گا اور مدعی علیہ نے جس بیان کے لیے پہلے حلف اٹھایا تھا اس کو غلط ثابت 357
کرنے کے لیے گواہ تائید الزام کو حلف دیا جائے گا۔ (دیکھئے صفحہ ۴۵۷)۔ لیکن اگر ایک گواہ کی راست شہادت ملزم کے اقبال یا قرائنی[1] شہادت سے متفق ہو جائے تو کافی ہے۔

عام طور پر عدالتہائے طلاق کو "بازی گاہِ دروغ حلفی" تصور کیا جاتا ہے اور یہ درست بھی ہے کیونکہ پاس عزت کا غلط تصور زناکاروں کو عموماً جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن امیر البحر کی عدالت میں جہازوں کے تصادم کے مقدمات کے سلسلے میں اس جرم کا اور زیادہ کثرت سے ارتکاب ہوتا ہے کیونکہ ملاح اپنے جہاز کی سمت میں شدت کے ساتھ گرفتار ہوتے ہیں۔ شاید تجارتی عدالت ہی ایک ایسی عدالت ہے جو دروغ بافی کی بلا سے پاک ہے۔

---

[1] (Cf. Rex. v. Saldanha (1921). 85 J.P. 47.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب (۲۰)

358

ازدواج مکرر

بقول بلیک اسٹون انگریزی زبان کے لفظ "بیگمی" سے مراد ازدواج مکرر ہے۔ لیکن قانون میں اس سے مراد تعدد ازدواج یا بہ یک وقت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی لی جاتی ہے۔ (۱۷۹۰ء میں بگرنامی ایک شخص کو روپیہ حاصل کرنے کی خواہش کے تحت تیس عورتوں سے شادی کرنے کی پاداش میں شکنجے میں کس دیا گیا تھا) ابتداءً یہ دراصل ایک کلیسائی جرم تھا۔ لیکن ۱۶۰۳ء میں (Jac. I, C. 11.) کے ذریعے سے اس کو جرم کبیر بنا دیا گیا۔ یہ قانون منسوخ ہو کر (9 and 8 Geo. 4 C. 31) کی صورت میں نافذ ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۶۱ء میں (24 and 25 Vict. C. 100. S. 57.) اس کو قانون مضرت بہ اشخاص (Person Act). کی شکل میں نافذ کیا گیا۔ اس جرم کا ارتکاب اس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص:-

۱- پہلے سے شادی شدہ ہو۔

۲- اس کے بعد قانوناً اس کی طلاق واقع نہ ہوئی ہو۔

۳- کسی دوسرے شخص سے قانونی طور پر شادی کی رسوم ادا کرے۔ اور

۴- پہلی زوجہ یا شوہر زندہ ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۵۔ بجز اس کے کہ پہلی زوجہ یا شوہر، ملزم (زوجہ یا شوہر کی دوسری شادی ہونے کی تاریخ سے مسلسل سات سال قبل سے اس طرح غائب اور لاپتا ہو گئی یا ہو گیا ہو کہ اس کی زوجہ یا شوہر کو اس کے زندہ رہنے کا علم نہ ہوا ہو۔

۱۔ پہلے سے شادی شدہ[1]:۔ ازدواج مکرر کی سزا اس وقت دی جا سکتی ہے جبکہ پہلی شادی[2] شادی[3] کرنے کی شخصی قابلیت، اور ۳۵۹
فریقین کے وطنی قانون اور رسوم کے لحاظ سے و نیز جس مقام پر شادی کو انجام دیا جا رہا ہو وہاں کے قانون کی رو سے صحیح اور جائز ہو۔
عقد کو کالعدم قرار دینے کے لیے شادی کے وقت کسی ایک فریق کے مخبوط الحواس (Idiot) ہونے کے واقعے کو پیش کیا جا سکتا ہے یا یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ فریقین کا آپس میں ایک دوسرے سے رشتہ ایسا ہے جس کی وجہ سے وہ محرم ہیں (مثلاً کسی شخص کا اپنی

---

[1] اس کے ثبوت کے لیے دیکھئے صفحہ ۳۸۹ کتاب ہذا۔

[2] Rex V. Moscovitch (1924), 44. T. H. R. 4. بمقدمہ

Rex. V. Naguib, (1917) 1 K. B. 359. جسٹس آوری (Avory)

نے قرار دیا کہ ان کے خیال میں "شادی" جو تعدد ازدواج کے قانون کے تحت کی گئی ہو کافی نہیں ہے۔ یہ فیصلہ فوجداری عدالت مرافعہ میں ایک دوسری وجہ سے بحال رکھا گیا جس میں کہ حد درجہ دشواریاں ہیں۔ دیکھئے:۔

"The Recognition of Polygamous Marriages in English Law" By W. R. Beckett, C. M. G. in 48. H.Q. R. 341.

[3] ڈائسی کی کتاب (Conflict of Laws 5th. ed. P 734.)
لیکن شادی کرنے کی قابلیت کو شادی کی رسوم کے اصول جانچنے کے بڑھتے ہوئے رجحان کے لیے دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ ۹۲۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھتیجی سے عقد کرنا) اسی طرح اگر کسی شخص کی پہلی زوجہ اس کے ساتھ شادی کرنے کے وقت کسی دوسرے شخص کی زوجہ ہو تو اول الذکر شخص کے ساتھ اس کی شادی یقیناً کالعدم ہوگی۔ اور اگر ملزم ایسی شادی کرنے کے بعد کسی دوسری عورت سے شادی کرے تو گو اس کا یہ فعل بظاہر ازدواج مکرر ہے لیکن در اصل کوئی جرم نہیں[1]۔ اسی طرح اگر ج پہلے ا سے اور دوبارہ ب سے اور پھر ا کے انتقال کے بعد سہ بارہ د سے شادی کرے تو ج اور د کی یہ شادی بطور ازدواج مکرر قابل سزا نہیں ہے کیونکہ ج کی ب کے ساتھ جو شادی ہوئی تھی اس کی قانوناً کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

ازدواج کالعدم (جن کو ہر ایسی عدالت جہاں ان واقعات کی شہادت پیش کرنے پر جن سے عقد کالعدم قرار دیا جا سکتا ہو کالعدم قرار دے سکتی ہے) کے علاوہ ایسے بھی ازدواج ہیں جو ممکن الانفساخ ہیں۔ ایسے ازدواج میں صرف ایک سقم ہوتا ہے جس کو ہر ایسی عدالت جسے مقدمات متعلق ازدواج کی سماعت کا اختیار حاصل ہو نالش رجوع ہونے پر فریقین کی زندگی ہی میں فسخ کر سکتی ہے۔ لیکن وہ ازدواج تا وقتیکہ اس طرح سے فسخ نہ کیا جائے ہر عدالت میں جائز تسلیم کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ ایسے ممکن الانفساخ ازدواج جن میں کہ فریقین ازدواج میں سے کوئی ایک فریق جو قانوناً شادی کرنے کا اہل نہ ہو۔ (مثلاً سولہ برس سے کم عمر ہو[2]) یا جو جنسی حیثیت سے ناکارہ ہو اس وقت بھی اس کی زوجہ کی قومیت اور وطن کے قانون کا لحاظ کرتے

---

[1] لارڈ ائوسٹن (Euston) نے ۱۸۷۱ء میں ا سے شادی کی۔ من بعد ان کو معلوم ہوا کہ ب جس سے ا نے شادی کی تھی اب تک زندہ ہے انھوں نے شادی کو فسخ قرار دلوانے کے لیے مقدمہ رجوع کر دیا۔ لیکن ا نے کامیاب جواب دہی یہ کی کہ ۱۸۶۳ء میں ب ا سے شادی کرنے سے پہلے ج سے شادی کر چکا تھا اور ج ۱۸۶۶ء تک زندہ تھی۔ [2] دیکھئے صفحہ ۱۸۲ کتاب ہذا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوئے اس کی دوسری شادی کو ازدواج مکرر قرار دیا جائے گا۔

۳۶۰ ۲۔ طلاق واقع نہ ہوئی ہو:۔ ازدواج مکرر کے الزام کی بہتر جواب دہی اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ ثابت کرے کہ دوسری شادی کے وقت پہلی شادی قانوناً فسخ ہو چکی تھی[1] (یا وہ قانوناً کالعدم تھی۔) طلاق کا مطابق قانون ہونا ضروری ہے۔ مطابق قانون سے مراد یہ ہے کہ وہ اس ملک کے قانون کے تحت دیگئی ہو، جہاں بروقت[2] طلاق فریقین ازدواج مقیم ہوں۔ اگر اس طرح سے جائز طور پر شادی فسخ نہ ہوئی ہو تو یہ امر کہ کسی قانونی غلطی کی وجہ سے انھوں نے سہواً طلاق یا انفساخ کو درست و جائز یا در کیا فریقین ازدواج میں سے کسی کو دوسری شادی کرنے کے جرم[3] سے بری الذمہ نہیں کر دیتا۔ لیکن اگر طلاق اس ملک کے قانون کی رو سے جائز طور پر ہو چکی ہو تو وہ ازدواج مکرر کے الزام میں نہایت کارآمد جواب دہی ہو گی۔ خواہ جس بنا پر طلاق ہوئی ہو اس کی نوعیت ایسی ہو کہ اس کی وجہ سے اس ملک میں جہاں کہ وہ اب مقیم ہوں طلاق نہ دیجا سکتی ہو۔

۳ مسلمہ قانون رسوم:۔ قتل کی طرح ازدواج مکرر میں بھی اس اصول کا ایک خاص استثنا ہے کہ فوجداری اختیار سماعت محض ارضی ہے۔ کیونکہ اگر ملزم برطانوی رعایا سے ہو تو یہ امر کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ کس جگہ (خواہ اس مقام کا برطانوی علاقے

---

[1] Decree nisi کافی نہیں ہے۔ ایسا نکتہ جس کو اکثر نظر انداز کیا گیا۔

[2] Le Mesurier V. Le Mesurier, 1895 C. S 517 اڈمنسٹریشن آف جسٹس ایکٹ ۱۹۲۰ء کی دفعہ (۱۵) کا حوالہ دینا یہاں پر مناسب ہوگا۔ ممالک غیر کے قانون کے متعلقہ سوالات کا تصفیہ اب جج کو کرنا چاہیے نہ یہ کہ مثل سابق جیوری سے مثل واقعاتی سوالات کے اس کو رائے لینی چاہیے۔

[3] دیکھئے صفحہ ۳۶۳ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے کوئی تعلق نہ ہو) اس نے دوسری شادی کی۔ چنانچہ اس کا مقدمہ مملکت برطانیہ کی ہر ایسی عدالت میں چل سکتا ہے جہاں کہ وہ گرفتار کیا گیا ہو۔ لیکن ایسا شخص جو ملک معظم کی رعایا سے نہ ہو اور اس نے مملکت برطانیہ کے باہر جرم کا ارتکاب کیا ہو تو اس پر یہاں مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔

دوسری شادی (الزام منسوبہ) کا اس طریقے سے ہونا لازمی ہے جو اس ملک کے قانون کی رو سے جہاں پر کہ شادی کی گئی ہو جائز ہو۔ ہر ایسا طریقہ جس کو اس ملک میں جواز قانونی حاصل ہو کافی ہے۔ ۳۶۱
یعنی یہ کافی ہے کہ طریقہ بعض مواقع پر مناسب تصور کیا جاتا ہو۔ یہ امر قابل لحاظ نہیں ہے کہ وہ طریقہ نہ صرف اس مخصوص موقع پر بے اثر تھا بلکہ وہ اس وقت بھی بے اثر ہوتا جب کہ ملزم نے پہلے سے کوئی شادی نہ کی ہوتی۔ چنانچہ اس شخص کا جس پر ازدواج مکرر کا الزام ہو یہ ثابت کرنا کہ وہ خود عیسائی ہے لیکن اس نے دوسری شادی جس طریقے کے تحت کی ہے وہ صرف یہودیوں کے یہاں جائز ہے۔ کوئی جواب دہی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ جواب دہی بھی بے اثر ہوگی کہ فریقین ازدواج کے آپس میں محرم ہونے کے سبب سے ان کے درمیان جائز طور پر شادی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ ازدواج مکرر کے جرم کی پاداش میں سزا دینے کی وجہ محض یہ ہے کہ اس سے مناکحت کی مقدس رسوم کو ناپاک کر کے عامۃ الناس کے جذبۂ شائستگی کو ٹھیس لگتی ہے۔

---

[1] ۔ مارل رسل کا مقدمہ سنہ ۱۹۰۱ء A. c. 446 نیز صفحہ ۱۶۴ کتاب ہذا۔

[2] ۔ Reg. V. Allen 1872, 1 c. c. R.397 (K. S. C. 423.) ہندوستان میں اگر پہلی شادی ایک ہی عورت سے شادی کرنے کے قانون کے تحت سرانجام پائی ہو تو دوسری شادی خواہ وہ تعدد ازدواج کے قانون کے تحت ہوئی ہو ہنگامی قرار دی جائے گی دیکھئے۔

The Emperor V. Lazar (1907), 30 Madras 551.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۴۔ فریقین ازدواج کا زندہ ہونا:۔ استغاثے کی جانب سے یہ ثابت کیا جانا چاہیئے کہ ملزم کی پہلی زوجہ یا ملزمہ کا پہلا شوہر شادی کے وقت زندہ تھی یا تھا۔ لیکن یہ امر راست شہادت سے ثابت کرنا ضروری نہیں ہے کہ اس تاریخ کو گواہ نے اس شخص کو زندہ دیکھا تھا بلکہ صرف اتنا کافی ہے کہ واقعات کے ذریعے سے مثلاً اس امر سے کہ ملزم کی پہلی زوجہ دوسری شادی ہونے سے چند روز قبل تک بھلی چنگی اور زندہ تھی۔ لیکن اس امر کے ثابت کرنے سے کہ وہ دوسری شادی کے ہونے سے قبل بیان کردہ "سات برس" تک زندہ تھی یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ دوسری شادی ہونے کے وقت بھی زندہ موجود تھی۔ کیونکہ اس سات سال کے عرصے میں اس کے زندہ رہنے کے واقعے کو ثابت کرنے کا اثر یہ ہوگا کہ اس کی موت کے موافق یا خلاف نہ تو کوئی قیاس[1] ہی قایم کیا جائے گا اور نہ اس کی تردید میں ثبوت پیش کرنے کا بار ملزم پر عائد کیا جائے گا۔ جوری کو اس سے صرف اصولی قیاس قائم کرنے میں سہولت ہوتی ہے اور وہ آزادی سے اس مخصوص مقدمے کے حالات پر غور کر سکتی ہے۔ عورت کی عمر، صحت، اس ملک کی آب و ہوا جہاں وہ سکونت رکھتی ہو، اس کی آخری اطلاع ملنے کے بعد کا زمانہ اور اسی قسم کے دیگر واقعات سے لازماً یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جس وقت اس کے شوہر نے دوسری شادی کی ہے ۳۶۲
اس وقت آیا وہ زندہ تھی یا مر چکی تھی۔

۵۔ سات برس تک مفقود الخبر نہ ہو:۔ قانون کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب جواب وہی اس طرح ہو سکتی ہے کہ ملزم یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کی پہلی زوجہ (۱) دوسری شادی کے ہونے سے سات برس قبل سے

---

[1] ۔ صفحہ ۳۸۸ و ۳۹۰ کتاب ہذا۔

[2] 24 and 25 Vict. C. 100 S. 598 1 Jac 1 , C.11, S. 2.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے مسلسل مفقود الخبر ہے (خواہ ملزم نے عمداً اس کی خبر گیری نہ کی ہو اور چھوڑ دیا ہو) اور (۲) اس عرصے میں ملزم کو اس کے متعلق اطلاع نہیں ملی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ملزم اپنے بچاؤ کے لیے ان دونوں اجزا کو نہایت صریح ثبوت سے ثابت کرے۔ کیونکہ اگر زوجہ کا سات سال تک مسلسل طور پر مفقود الخبر ہونا ثابت ہو جائے تو بظاہر اس سے یہ قیاس قائم ہو جاتا ہے کہ اس عرصے[1] میں اس کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ لیکن استغاثے کی جانب سے اس قیاس کو توڑنے کے لیے یہ شہادت پیش کی جا سکتی ہے کہ سات سال کے اندر ملزم کو یہ علم ہو چکا تھا کہ وہ زندہ ہے۔

اب ہم کو ایک ایسی دشواری کا سامنا کرنا ہے جس کے متعلق نہایت نازک اختلافات رہے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ امر ثابت ہو کہ (۱) ملزم کی پہلی زوجہ ملزم کی دوسری شادی ہونے کے وقت زندہ تھی اور (۲) دوسری شادی کے ہونے سے قبل سات سال کے دوران میں کسی وقت ملزم کو اس کا علم ہو چکا تھا کہ وہ زندہ ہے تو کیا اس صورت میں ملزم کو لازمی طور پر سزا دی جائے گی؟ اور اگر اس کو اپنی زوجہ کے زندہ ہونے کی آخری اطلاع کے بعد باوثوق[2] ذریعے سے لیکن غلط اطلاع ملی ہو کہ وہ فوت ہو چکی ہے تو پھر کیا کیا جائے گا۔ ازدواج مکرر کے قانون موضوعہ کے الفاظ کی حد تک بلاشبہہ اس کے اس عمل پر اس جرم کا اطلاق ہوتا ہے۔ بریں ہم یہ ممکن ہے کہ اس نے کوئی فعل ایسا نہ کیا ہو جسے وہ سچائی کے ساتھ معقول طور پر جائز باور نہ کرتا ہو۔ عرصۂ دراز سے ججوں نے اپنے فیصلوں میں اس امر پر اختلاف کیا ہے کہ آیا ملزم کی

---

[1] (Reg V. Cusgerwen 1865, 1.C.C.R. 1./K.S.C. 426).

[2] محض افواہ پر اس کو عمل نہ کرنا چاہیے بلکہ مناکحت کے سنجیدہ فعل کی مناسبت سے تلاش اور استفسار کرنا چاہیے۔ "میرا شوہر ایک ملاح تھا اور ایک ملاح نے جسے میں نہیں جانتی ہوں اور جو مجھے اب تک دوبارہ نظر بھی نہیں آیا ہے بمقام ہل مجھ سے کہا کہ میرا شوہر چتھیم کے دواخانے میں مر گیا ہے" اس کو جسٹس بکھورڈ نے ناکافی قرار دیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ جواب دہی کہ اس نے اس خبر کو سچ باور کیا تھا قابل قبول ہو سکتی ہے۔
لیکن ۱۸۸۹ء میں کراؤن کیسز ریزرو ڈ کی عدالت کے نو ججوں میں سے
۱۲۶۳ پانچ نے یہ تصفیہ کیا کہ فوجداری قانون کا یہ عام اصول کہ بغیر نیت مجرمانہ
کے کوئی شخص کسی جرم کا مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا" اس قدر بنیادی ہے کہ
اس کی بنا پر اسٹیٹیوٹ کی اس فروگزاشت کو رفع کیا جا سکتا ہے کہ اس میں
ازدواج مکرر کے جرم کے لازمی جزو کی حیثیت سے حالت ذہنی کا ذکر
صراحۃً موجود نہیں ہے۔ چنانچہ ججوں نے بکثرت آرا یہ قرار دیا کہ اگر ملزم
کو معقول وجوہ کی بنا پر نیک نیتی کے ساتھ اپنی زوجہ کی موت کا یقین تھا
تو سات سال کی مدت کے اندر بھی اگر اس نے شادی کر لی ہے تب بھی
وہ مستحق معافی ہے۔ دیکھئے:۔[1] (Reg. V. Tolson 1889) ممالک
متحدۂ امریکہ میں اس کے خلاف عمل ہے۔ اور اب انگلستان میں[2] (Rex
V. Stocks and Wheat 1921, 2 K. B. 119 کے مقدمے میں (اخلاقی نظائر
کے باوجود) یہ طے ہوا ہے کہ اگر دوسری شادی کے وقت ملزم غلطی سے لیکن
یقینی طور پر یہ باور کرتا ہو کہ پہلی شادی طلاق کے ذریعے سے فسخ ہو چکی ہے
تو اس کو معافی نہیں دی جا سکتی۔ ٹالسن والے مقدمے میں اور اسٹاکس
اینڈ ویٹ کے مقدمے میں جو امتیاز ہے وہ قانون موضوعہ کے الفاظ پر
مبنی ہے۔ گو قانون موضوعہ کے شرائط اور الفاظ میں شاید اس بنا پر

---

[1] ۔ دیکھئے صفحہ ۵۰ کتاب ہذا۔

[2] ۔ (29. Q. B. D. 168. (K. S. C. 15) اس کے برخلاف اس کا یہ تصوّر
(گو صحیح ہو) کہ وہ زندہ ہے اس کو مجرم نہیں بنا دیتا بشرطیکہ وہ اس کے سات
برس تک مفقود الخبر رہنے کے بعد دوبارہ شادی کر لے۔ کیونکہ قانون کے منشا کے
لحاظ سے علم ہونا ضروری ہے۔

[3] ۔ اس مقدمے کی دلچسپ تنقید کے لیے دیکھئے:۔ (The King V.
Carswell, 1926 N. Z. L.R. at P. 336.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امتیاز کیا گیا ہو کہ طلاق ایک مسئلۂ قانونی ہے یا کم از کم ایک ایسا مسئلہ ہے جو قانون اور واقعات دونوں پر مبنی ہے۔ لیکن موت کا واقع ہونا ایک خالص واقعاتی امر ہے[1]۔ یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کوئی شخص غلطی سے یہ باور کر کے دوسری شادی کر لے کہ اس کی پہلی شادی اس سبب سے کالعدم تھی کہ اس کی پہلی زوجہ بروقت عقد کسی دوسرے شخص کی زوجہ تھی، تو کیا وہ اس بنا پر ازدواج مکرر کے جرم کا مرتکب قرار دیا جائے گا؟ اس جواب دہی کو جسٹس ہمفریز Humphreys نے بمقدمہ کرکالڈی[2] Rex V. Kircaldy سٹاکس اینڈ ویٹ Stocks and Wheat کے مقدمے کی طرح قانون موضوعہ کے الفاظ کا لحاظ کرتے ہوئے نامنظور کیا۔ اگر ٹالسن کے مقدمے اور اسٹاکس اینڈ ویٹ کے مقدمے میں واقعاتی غلطی اور قانونی غلطی کے لحاظ سے امتیاز کیا جائے تو یہ ظاہر ہوگا کہ کرکالڈی کے مقدمے میں فیصلہ غلط کیا گیا ہے کیونکہ اس مقدمے میں پہلی شادی کے متعلق غلطی کرنا بظاہر ایک واقعاتی غلطی[3] ہے۔ ۳۶۴

جہاں تک ثبوت کا تعلق ہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ گو کامن لا کے تحت منجانب استغاثہ ملزم کی زوجہ یا شوہر ایک دوسرے کے خلاف

---

[1] دیکھئے صفحہ ۸، کتاب ہذا۔ ایک قابل امریکن مصنف E. R. Keedy in Harvard Law Review, XXII P.75) نے قانونی ناواقفیت اور قانونی غلطی میں امتیاز کر کے لکھا ہے کہ آخر الذکر شکل اچھی جواب دہی ہے۔ لیکن Rex V. stocks and Wheat کا مقدمہ اس کے خلاف ہے جیسا کہ اسٹالی براس W. T. S. Stallybrass نے اس کے متعلق Journ. of Camp. Law 1933, XV part 4, P. 236) لکھا ہے۔

[2] Rex V. Connatty (1919) اس مقدمے میں (1928) 167. L. T. Jo. 46. 83. J. P. 292 کے مقدمے کا تتبع نہیں کیا گیا ہے۔

[3] اس مقدمے کی تائید 51. L Q. R 28 سے ہوتی ہے لیکن اس کی تنقید (52. L. Q. R.65) میں اسٹالی براس W. T.S. Stallybrass نے کی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خلاف شہادت نہیں دے سکتے لیکن مجلس وضع قوانین نے اس اصول میں بڑی حد تک نرمی پیدا کردی ہے۔ ۱۸۹۸ء[1] کے کرمنل ایویڈنس ایکٹ (The Criminal Evidence Act) کی رو سے ملزم کی جانب سے اس کی زوجہ یا شوہر شہادت دے سکتے ہیں اور اگر الزام ازدواج مکرر کا ہو تو ۱۹۱۴ء کے کرمنل جسٹس اڈمنسٹریشن ایکٹ (Criminal justice Administration Act) کے تحت شوہر یا زوجہ کو ملزم کی بلا رضامندی طلب کرکے شہادت تائید الزام کے ساتھ پیش کیا جاسکتا ہے۔

ازدواج مکرر جرم کبیرہ ہے جس میں زیادہ سے زیادہ سات سال اور کم از کم تین سال قید تعزیری یا دو سال قید (بامشقت یا بلا مشقت) کی سزا دی جاتی ہے۔ قتل انسان مستلزم سزا کی طرح سے اس جرم[2] میں بھی ایک خاص "لچک" ہے۔ جرم کا درجہ دھوکے کی نوعیت اور متضرر کی صنف کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ زنا بالجبر[3] کے برابر بھیانک بھی ہوسکتا ہے اور اس حد تک کمتر درجے کا بھی کہ فریقین اس تعلق پر جس کو وہ لوگ ناجائز جانتے ہوں ایک قانونی رسم کو ادا ۳۶۵
کرکے ایک پردہ ڈالدیں۔ ازدواج مکرر کی ایسی صورتیں بھی ممکن ہیں جو قانوناً جرم ہوں، لیکن اخلاقاً نہ ہوں، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ فریقین ازدواج

---

[1] ۔ صفحہ ۴۷۴ کتاب ہذا۔

[2] ۔ لیکن جبریہ طور پر شوہر یا بیوی کو گواہ نہیں بنایا جاسکتا۔ دیکھئے صفحہ ۴۸۲ کتاب ہذا۔

[3] ۔ لارڈ چیف جسٹس رسل لکھتے ہیں: "دو خوشدامنوں کا رکھنا"۔

[4] ۔ ۱۹۲۰ء میں صرف ایک دن کے اندر ایک تجربے کار جج نے جو سزائیں سنائیں ان میں چار سال قید بامشقت کی سزا سے لے کر ایک دن کی سزا بھی تھی۔

[5] ۔ جب کہ مجرم مرد ہو تو جج سزا دینے سے قبل عموماً "بیوی" سے دریافت کرتا ہے کہ آیا "شادی" سے قبل اس کے ساتھ مجرم نے جماع کیا تھا؟ اور اگر جواب میں وہ کہے کہ نہیں کیا تھا تو پھر مجرم اور زیادہ قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی قانونی غلط فہمی کی وجہ سے غلطی میں مبتلا ہو گئے ہوں۔ بدقسمتی سے مہذب اقوام کے قانون ازدواج کے بڑے اور روز افزوں اختلافات کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت نہایت آسانی سے ایک ملک میں زن و شوہر ہوں اور دوسرے ملک میں نہ ہوں۔

ازدواج مکرر کے جرم میں فریق ثانی اگر شادی کے وقت اس کی مجرمانہ نوعیت سے واقف تھا تو پھر وہ بھی بہ حیثیت دوسرے درجے کے معین جرم کے مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف اگر کوئی عورت معقول طور پر یہ باور کر کے کہ اس کا شوہر فوت ہو چکا ہے کسی ایسے شخص سے شادی کرلے جو یہ علم رکھتا ہو کہ اس کا شوہر حقیقۃً زندہ ہے (مگر اس سے پوشیدہ رکھے) تو یہ شخص سزا سے بچ جائے گا کیونکہ عورت سے کسی جرم کا ارتکاب نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے شخص مذکور کو معین جرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔[1]

[1] Draft Criminal code for Jawaica, P. 112.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳۶۶

باب ۲۱

ازالۂ حیثیت عرفی (Libel)

لائبل[1] (مزیل حیثیت عرفی) ایسی تحریر یا تصویر ہے جس سے کسی فرد کی حیثیت اور شہرت کو نقصان پہنچے ("شخصی" لائبل) یا مذہب، حکومت[2] یا اخلاق کو مضرت پہنچے۔ ("عام" لائبل)۔

ہم یہ دیکھ چکے ہیں[3] کہ اکثر جرائم ٹارٹ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال مزیل حیثیت عرفی یا شخصی لائبل ہے۔ یہ جرم ایسا ہے جو نہ صرف ٹارٹ ہے بلکہ عملاً اس کا استعمال بہ شدت مثل ٹارٹ کے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ (۱) یہ ایک جرم صغیر ہے اور اسی وجہ سے اس پر اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہوتا جس کی بنا پر ایسے جرائم کی بابت دیوانی کارروائی میں تاخیر کرنا پڑتی ہے اور جس سے عموماً ان کارروائیوں پر

---

[1] آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کے اصلی معنے "ایک چھوٹی سی کتاب" (Libellus) کے تھے۔ جس کے مفہوم کو تنگ کرکے کم از کم ۱۶۳۱ء سے خلاف قانون کتاب مراد لیجانے لگی۔ (E. G. 151 C. C. C. Sess Pap. 459)۔

[2] دیکھئے صفحہ ۲۱ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خراب اثر پڑ جاتا ہے جو جرائم کبیرہ کے درجے کی ہوتی ہیں۔ اور پھر (۲) یہ ایک ایسا جرم بھی ہے جس کا ارتکاب دوسرے جرائم کے خلاف عموماً ایسے اشخاص کرتے ہیں جن کے وسائل معاش اس قدر کثیر ہوتے ہیں کہ خواہ عدالت دیوانی کتنا ہی ہرجانہ کیوں نہ تشخص کرے وہ اس کو ادا کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے لائبل کا چارۂ کار بجائے فوجداری کے اکثر دیوانی اختیار کیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے کے ججوں کی خواہش ہے کہ ازالۂ حیثیت عرفی کی صرف ان ہی صورتوں میں فوجداری بنا دی جائے جن میں لائبل اپنی سنگینی یا عمومی نوعیت کے لحاظ سے کافی حد تک شدت اختیار کر گیا ہو۔ (مثلاً ایسے اشخاص کے خلاف ازالۂ حیثیت عرفی کرنا جو اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز ہوں یا ممالک غیر کی ایسی ذی اثر شخصیتوں کی حیثیت کا ازالہ کرنا جس سے پرسکون تعلقات میں خلل واقع ہو[1]) یا اس کو اس طور پر مسلسل کیا جائے کہ جس شخص کو نشانہ بنایا گیا ہو اس سے امن عامہ میں خلل واقع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ لائبل کے لیے فوجداری استغاثہ اس وقت تک رجوع نہ کرنا چاہیے جب تک کہ جرم بلحاظ نوعیت ایسا نہ ہو کہ اس سے معاشرے کے امن و سکون میں خلل واقع ہونے کا احتمال ہو۔ اگر دو اشخاص میں معمولی سی جھڑپ ہو جائے تو استغاثہ رجوع نہ کرنا چاہیے۔ مستغیث کے لیے تاہم یہ ثابت کرنا ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہے اس کو غیر معمولی طور پر مشتعل کرنے کا اس میں احتمال پایا جاتا تھا۔

اگر ہم ازالۂ حیثیت عرفی سے متعلق مختصراً ان بنیادی اصولوں کا تذکرہ کریں جو دیوانی اور فوجداری دونوں قوانین میں مشترک ہیں اور پھر اس جرم کی تاریخ[2] آخر الذکر صورت کی امتیازی خصوصیات کو بیان کریں

[1] Rex V. Pelter (1803), 28 St. Tr. 589.

[2] Rex V. Wicks (1936), 52 T. L. R. 253.

[3] دیکھئے اسٹیفن کی کتاب History of criminal Law, II, 298—395.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو موجودہ کتاب کے اغراض کے لیے کافی ہو جائے گا۔ ذیل کے اصول دونوں صورتوں میں مشترک ہیں:-

(۱) کوئی شخص جو کسی دوسرے شخص کے لیے کوئی مزیل حیثیت عرفی دستاویز شائع کرے تاکہ اس دوسرے شخص سے نفرت[1] پیدا کرائی جائے یا اس کو ذلیل کیا جائے یا مذاق[2] اڑایا جائے یا کسی اور طرح سے اس دوسرے شخص کی نیک نامی کو دھبہ لگایا جائے تو وہ "مزیل حیثیت عرفی لائبل شائع کرانے کا" مجرم ہوگا۔ یہ "دستاویز" تحریر[3] آیا بذریعۂ تصویر[4] کسی مزیل حیثیت عرفی مضمون کو ادا کرے تو کافی ہے۔ مثلاً کسی کی شبیہ پھانسی پر لٹکتی ہوئی بنائی جائے۔

(۲) اس اشاعت میں "کینے" کا وجود نہ تو اصطلاحی مفہوم کے لحاظ سے ضروری ہے (اس کے لیے بغض اور عداوت کا جسے عام طور پر "صریح کینہ" کہا جاتا ہے ہونا ضروری نہیں) اور نہ قانون موضوعہ والے مفہوم (دیکھئے صفحہ ۷۰ کتاب ہذا) بدنیتی کے وجود کی ضرورت ہے۔ کسی مالک مطبع کی صرف "نہیں" نہ لکھنے کی فروگزاشت کافی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ۱۸۴۳ء کے لائبل ایکٹ نے مجرمانہ ازالۂ حیثیت عرفی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس جرم کو "کینے سے

---

[1] حتیٰ یہ کہ محدود ساتھیوں کے حلقے میں بھی۔ مثلاً انارکسٹوں کے چھوٹے سے گروہ میں دیکھئے
(Rex. V. Malatesta (1912) Cr. App. R. 273.)

[2] ممالک متحدۂ امریکہ کی کسی ریاست میں کسی شخص کو (A Tory) "قدامت پرست" کہنا لائبل ہے۔ جارجیا کی اعلیٰ عدالت نے پرزور اور نہایت فصیح و بلیغ الفاظ استعمال کرکے اس امر کا یوں تصفیہ فرمایا کہ:- "جب واشنگٹن کا نام کسی محب وطن کے قلب کو گرمانے کے جب کرۂ ارضی کے دونوں قطب خط استوا سے ملحق ہو جائیں اس وقت کسی شخص کو ٹوری کہنا لائبل نہیں ہوگا۔"
(Giles V. The State (1849), 6 cobb 284.

[3] (Reg. V. Manslow, (1895) 1 Q.B. 758 (K. S. C. 432).

[4] (Monson V. Tussauds,(1894), 1 Q. B. 671)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اشاعت" کی اصطلاح استعمال کرکے محدود کردیا ہے لیکن محض ایسے مواد
کی کسی مسلمہ قانونی وجہ کے بغیر شائع کرنے کے واقعے سے ہی قانون ایک ۳۶۸
قطعی قیاس قائم کرلیتا ہے کہ کینے سے اشاعت کرائی گئی اسی لیے اب یہ
طے ہو چکا ہے[۱] کہ مستغیث یا مدعی کو اپنی پلیڈنگس میں باضابطہ طور پر
اس امر کا ادعا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ مزیل حیثیت عرفی مضمون
کی اشاعت کینے سے کی گئی تھی۔ اس طرح پر بالآخر ازالۂ حیثیت عرفی
کے قانون کی قدیم گتھیاں جو "تعبیری کینے" (Constructive Malice)
سے متعلق تھیں اب سلجھ چکی ہیں، جو کہ (پرجوش مصلحین سیاست یا معاشرت
کے مقدمات میں جیسا کہ ہوا کرتا ہے) بقول لارڈ میکالے[۲] "مراعات" کا
اصطلاحی نام ہے۔"

(۳) مبینہ دستاویز جس سے خلاف قانون مطلب اخذ ہوتا ہو ایسی
ہونی چاہیے کہ:-

۱- جس حیثیت کے لوگوں کو اس میں مخاطب[۳] کیا گیا ہو اس
حیثیت کے معمولی فہم و فراست کے لوگ معقول طور پر اس سے وہ مطلب
اخذ کرسکتے ہوں۔ اور

(۲) جس مخصوص شخص پر اس کی اشاعت کی گئی ہو اس نے
اس عبارت کا فی الواقع وہی مطلب نکالا ہو۔

(۴) ہر شخص جو کسی مزیل حیثیت عرفی مضمون کو مشتہر کرے یا مشتہر
کرنے کی اجازت دے اس کے متعلق بادی النظری طور پر یہ تصور کیا جائیگا
کہ اس نے اس مضمون کی اشاعت کی۔ لیکن اگر وہ یہ ثابت کرے کہ
اس کی حیثیت محض ایک ناواقف آلۂ کار کی تھی (مثلاً اخبار فروش لڑکا)

۱- دیکھئے صفحہ ۳۶۷ کتاب ہذا اور مقدمہ (Reg. V. Munslow)

۲- Miscell. Works, IV, 189.

۳- Capital and counties Bank V. Henty (1880), 7 A. C. at P. 776.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تو یہ جواب دہی[1] کافی ہو گی۔ اس طرح کی "اشاعت" کے فعل کے لیے کسی قدر دماغی عنصر کا وجود لازمی ہے تاکہ مرتکب فعل پر اس کی ذمہ داری عائد کی جا سکے۔

(۵) بعض مواقع ایسے بھی ہیں جن میں مزیل حیثیت عرفی مضامین کی اشاعت خلاف ورزی قانون میں داخل نہیں ہے بلکہ اس کی بابت ایک خصوصی حق حاصل رہتا ہے[2]۔ ایسا حق یا تو:-

۳۶۹ (۱) قطعی ہو گا۔ مثلاً ایسی اشاعت جو مجلس وضع قوانین[3] میں یا اس کے حکم سے ہوئی ہو و نیز وہ اشاعت جو عدالت[4] میں عمل میں آئی ہو۔ یا

(ب) مشروط ہو گا۔ بادی النظر میں یہ حق حاصل رہے گا لیکن استغاثے کی جانب سے یہ ثابت ہونے کے بعد کہ بغض اور عداوت کی بنا پر اشاعت عمل میں آئی یا بالفاظ دیگر ملزم نے "صریح کینے" کی بنا پر اشاعت کی تو یہ حق باقی نہیں رہے گا۔ ایسا غیر قطعی حق ایسے امور سے متعلق ہوتا ہے جن کی اشاعت کسی قانونی یا خدمت کے فریضے کے تحت عمل میں آئے۔ یا جب کبھی ایسے مبحث پر نیک نیتی سے تنقید کی جائے جس میں عوام[5] کا فائدہ مضمر ہو، یا جس شخص سے اس کی اشاعت کی گئی ہو اس کے مفاد کی حفاظت مدنظر ہو،

---

[1] (Emmens V. Pottle (1885), 16 Q. B. D. 354.)

[2] مثلاً ازدواجی تعلقات کے لائبل کے لیے دیکھئے صفحہ ۴۸ کتاب ہذا۔

[3] Rex. V. Lord Abingdon (1794), 1 Esp. 225 (K. S. C. 440).

[4] دیکھئے مقدمہ Watson V. Jones, (1905) A. C. 480 اس میں ایسی رسل و رسائل بھی شامل ہے جو کسی وکیل سے یا کانسٹیبل سے کی گئی ہو، خواہ وہ رسل و رسائل قانونی چارہ کار اختیار کرنے یا نہ کرنے کے متعلق غور کرنے کے دوران میں کسی ایسے شخص سے کی گئی ہو جسے مقدمے میں بطور گواہ پیش کیا جا سکتا ہو۔ دیکھئے 30 T. L. R. 596. اور اس کا مقابلہ 30. T. L R. 591. سے کیجئے۔

[5] مثلاً Thomas V. Bradbury, (1906) 2 K. B. 267. پبلک کرکٹ میچ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بشرطیکہ شائع کرنے والے شخص کا بھی اس امر میں جس کی اشاعت کی گئی ہو کوئی مفاد مضمر ہو یا اس کا[1] ایسا کرنا کسی فرض کے تحت ہو یا مجلس وضع قوانین یا عدالت انصاف کی کارروائیوں[2] کی مناسب اور صحیح اطلاعیں ہوں و نیز (قانون موضوعہ کی رو سے) جلسہ ہائے عام کی مناسب اور صحیح روئداد ہو یا مجالس عامہ کے کھلے اجلاس کی کارروائیاں ہوں جو کہ عموماً "اخبار" میں شائع کی جاتی ہیں اور اس میں کچھ نہ کچھ عوام کا فائدہ ہوا کرتا ہے۔

(۶) یہ تصفیہ کرنا جج سے متعلق ہے کہ (۱) آیا وہ دستاویز ایسی ہے کہ اس سے معقول طور پر مبینہ مزیل حیثیت عرفی مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی چک پر بینکر کا نوٹ کرنا کہ 'چک دینے والے سے دریافت کیا جائے' (Refer to drawer) مزیل حیثیت عرفی[4] نہیں ہے۔ (۲) آیا اس موقع پر ایسا کرنے کا خصوصی حق حاصل تھا یا نہ تھا۔ اور اگر مشروط حق حاصل ہو تو (۳) آیا صریح کینے کے متعلق کوئی شہادت موجود ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ دیگر امور کا تصفیہ اب بشمول اس بنیادی سوال کے بھی کہ آیا دستاویز مزیل حیثیت عرفی[5] ہے یا نہیں جیوری کرتی ہے۔ کیونکہ جرم کا ۳۸۰

۱۔ Watt V. Longdon, (1930) 1 K. B. 130.

۲۔ Usill V. Hales (1878), 3 C. P. D. 319 (K. S. C. 442)

۳۔ 51 and 52 Vict. C. 64, S. 4. اس قانون کے تحت "اخبارات" کو عدالتی کارروائی کی اطلاعات کی اشاعت کا حق دیا گیا ہے۔ یہ حق قطعی معلوم ہوتا ہے دیکھئے Gateley, Law of Libel, 2nd.ed. P. 351;

۴۔ Plunkett V. Barclays Bank, Ltd. (1936), 52 T. L. R. 353.

۵۔ دیکھئے لارڈ ڈیکمبل کی کتاب Lives of the Lord Chancellors, ch. CLXXVIII اور سے May کی کتاب Constitutional History, II, 253-263. اس اہم دستوری سوال کے ان اختلافات کے لیے جو ۱۷۵۲ء اور ۱۷۹۱ء کے دوران میں رہے اور جو بالآخر مسٹر فاکس Fox کے لائبل ایکٹ (32 Geo. 3, C, 60) میں طے پائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳۷۰ انحصار دستاویز پر نہیں بلکہ اس کی اشاعت کے فعل پر ہوتا ہے اور اس فعل کی مجرمیت یا بے گناہی کا دارومدار گردوپیش کے حالات پر ہوتا ہے (جس کا تصفیہ صرف جیوری ہی کر سکتی ہے) کیونکہ دہکتے ہوئے انگارے فرش کے لیے تباہ کن اور آتش داں کے لیے خوش آیند ہوتے ہیں۔

اگرچہ بنیادی طور پر ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات کے متعلق دیوانی اور فوجداری اصول یکساں ہیں حسب ذیل چند معمولی امور کی حد تک ان میں اختلاف ہے:-

۱۔ ازالہ حیثیت عرفی کی بابت کوئی دیوانی نالش اس وقت تک رجوع نہیں کی جا سکتی جب تک کہ کسی تیسرے شخص تک اس کی اشاعت نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ ایسی نالش کے ارجاع سے مدعی کی اصلی غرض اپنی وقعت کے (جو کہ قبل ازیں دوسرے اشخاص کی نظروں میں تھی[1]) بے جا نقصان کا معاوضہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مزیل حیثیت عرفی خط اگر اسی شخص کے نام بھیجا جائے جس کی حیثیت عرفی کا ازالہ کرنا مقصود ہو تو وہ عام حالات میں قابل ارجاع نالش نہ ہوگا، گو ایک پوسٹ کارڈ جس پر اس کا پتا تحریر ہو قابل ارجاع نالش ہو سکتا ہے[2] لیکن ازالہ حیثیت عرفی کے متعلق فوجداری امتناع بھی رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس فعل کی نوعیت ایسی ہوتی ہے جس کی بنا پر ایسا شخص جس کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہو مشتعل ہو کر امن عامہ میں خلل اندازی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ اور فطرۃً رجحان اس وقت اور زیادہ ہو جاتا ہے جب کہ مزیل حیثیت عرفی تحریر براست اس شخص کو بھیجی جائے۔ اس بنا پر اگر کوئی تحریر جو صرف اس شخص کو جس کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہو بھیجی جائے اور اس طرح صرف اسی شخص کی حد تک اس کی

---

[1] Barrow v. Llewellin (1615), Hobart 62 (K.S.C. 437)۔

[2] صفحہ ۳۹۰ نوٹ نمبر ۱ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اشاعت عمل میں آئے تو وہ بھی سزا دلانے[1] کے لیے بالکل کافی ہے۔
(۲) مزید حیثیت عرفی امر کا سچ ہونا (گو جیوری نے اس کو "کینے سے" شائع شدہ قرار دیا ہو) ازالۂ حیثیت عرفی کے دیوانی مقدمات 371
میں عرصے سے کارآمد جواب دہی رہی ہے۔ کیونکہ یہ ثابت کرنے کیلئے کہ مدعی اپنی جس شہرت کو صدمہ پہنچنے کا معاوضہ طلب کر رہا ہے وہ دراصل تھی ہی نہیں، وہ الفاظ حق بجانب ہو جاتے ہیں۔ لیکن کامن لا کے تحت فوجداری[2] کارروائی میں یہ کوئی جواب دہی نہیں ہے، کیونکہ الزام جتنا زیادہ سچ ہوگا اتنا ہی اس میں نقض امن کا احتمال زیادہ ہوگا۔ سچا شخص تہمت اور بہتان کو اکثر حقیر تصور کرتا ہے لیکن ایک بدمعاش ہمیشہ اس کے افشا ہونے پر بھڑک اٹھتا ہے۔ چنانچہ فوجداری عدالتوں میں یہ مقولہ مشہور ہو گیا کہ "مزل حیثیت عرفی امر جتنا سچ ہوگا اتنا ہی زیادہ جرم ہوگا[3]"، لیکن دیوانی اور فوجداری اصولوں کا یہ اختلاف لارڈ کیمبل کے ایکٹ 6 and 7 Vict, C. 96. کی وجہ سے کلیتہً دور ہو گیا۔ اس کی رو سے مزل حیثیت عرفی امر کے سچ ہونے اور محض مادی حد تک سچ ہونے کا عذر (خواہ تفصیل کے متعلق غلطیاں بھی ہوں) شخصی ازالۂ حیثیت عرفی کی

[1] Clutterbuck v. Chaffers (1816), 1 Starkie 471 (K. S. C. 438) Cf. 4 Bl. Comm 150. اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ جب اشاعت اسی شخص کو بھیج کر عمل میں آئی ہو جس کا لائبل کیا گیا ہو تو سزا کے حکم میں صراحۃً نقض امن کی نیت کا ذکر ہونا چاہیئے۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دراصل اس کا ہونا ضروری نہیں ہے کیونکہ Reg v. Adams (1887) 22 Q B. D. 66 کے مقدمے میں فیصلہ اسی طور پر نہیں کیا گیا ہے۔

[2] Hobart 253, Moore 627, 5 coke Rep 125 -

[3] کہتے ہیں اخبار والوں نے اس میں اور یہ اضافہ کر دیا "اور جس قدر زیادہ لائبل ہوگا اتنی ہی زیادہ ہمارے اخبار کی اشاعت ہوگی"

[4] سیلیس Mylius. نامی شخص پر جس نے بادشاہ وقت پر ازدواج مکرر کا الزام لگایا تھا مفسدہ پردازی کے لائبل کے تحت نہیں بلکہ شخصی لائبل کے تحت مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے "سچ ہونے" کی جواب دہی کی اور پھر بادشاہ نے اس کی تردید میں شہادت پیش کی۔ دیکھئے ٹائمس ۲ فروری ۱۹۱۱ء۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوجداری کارروائی میں کارآمد جواب دہی ہے۔ لیکن الزام کے سچ ہونے کی صورت میں ازالۂ حیثیت عرفی کو صرف اس وقت حق بجانب تصور کیا جائے گا جب ملزم صراحتہً اور جیوری کے سامنے اطمینان بخش طور پر یہ ثابت کرے کہ مزل حیثیت عرفی امر کی اشاعت مفاد عامہ کی خاطر کی گئی تھی اس شرط کے ذریعے سے ایسے بیانات کی اشاعت پر قیود عائد کئے جا سکتے ہیں جو اگرچہ کلیتہً صحیح ہوں لیکن اس لحاظ سے قابل اعتراض ہوں کہ ان کی اشاعت خلاف تہذیب ہے یا اس سے حکومت کے راز افشا ہو جائیں گے یا ان سے خانگی زندگی میں تکلیف دہ اور غیر ضروری مداخلت ہو گی۔ یہ شہرت دینا کہ کوئی شخص متعدی بخار میں مبتلا ہے ایسا فعل ہے جن میں عامۂ خلائق کا فائدہ ہے۔ لیکن کسی کے قلب کی بیماری یا کسی اور پوشیدہ جسمانی خرابی (جیسا کہ بائرن کی ساری زندگی اس عیب کی شہرت کی وجہ سے تلخ ہو گئی تھی کہ اس کا پاؤں ٹیڑھا ہے) کو شہرت دینے میں خلائق عامہ کا فائدہ نہیں ہے۔

(۳) اگر اشخاص کی جماعت کا ازالۂ حیثیت عرفی کیا جائے تو
372 درصورتیکہ اس جماعت کے اراکین کی تعداد (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) بہت زیادہ اور زمرۂ مدعیان میں شامل کرنے کے لیے ناقابل تعین ہو تو دیوانی نالش رجوع نہیں کی جا سکتی۔ لیکن اصولاً چونکہ فوجداری کارروائی متضرر اشخاص کی جانب سے نہیں ہوتی بلکہ بادشاہ کی جانب سے ہوتی ہے اس لیے اگر اس جماعت کی تعداد جس کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا گیا ہو ناقابل تعین (مثلاً "سائنسداں" یا "عمر انسان") نہ ہو بلکہ متعین کی جا سکتی ہو (مثلاً "ڈرہم[1] کے کلیسائی حلقے کے پادری" مثل "سیکس کونٹی کے جج") تو یقیناً مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

(۴) ایسے ازالۂ حیثیت عرفی کے خلاف جو کسی مردہ شخص کے متعلق

[1] Rex v. Williams (1822), 5B and Ald 595 Cf 2 Swanston 503.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا گیا ہو اس کے ورثہ کی جانب سے کبھی کوئی دیوانی نالش رجوع نہیں کی گئی کیونکہ مردہ اشخاص کو نہ تو قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں اور نہ ان کو قانونی خلاف ورزیوں کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسی انتہائی صورتوں میں جب کہ ازالۂ حیثیت عرفی کی غرض مردہ شخص پر حملہ کرنے کے بھیس میں اس زندہ اولاد پر حملہ کرنا اور اس کے متعلق ذلت اور نفرت پیدا کرانا ہو تو یہ اشخاص مثل ان لوگوں کے جن کو ازالۂ حیثیت عرفی سے نقصان پہنچا ہو فوجداری[۲] چارۂ کار اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر اس چارۂ کار کو وسعت دیدی جائے اور اس کو مردہ اشخاص پر معمولی حملوں کی صورتوں سے بھی متعلق کر دیا جائے تو اس سے حالیہ تاریخ کے ہر مصنف کی ادبی آزادی پر ناقابل برداشت قیود عائد ہو جائیں گے، بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ اپنے بیانات کے سچ ہونے کا قانونی ثبوت جس کو بہت ممکن ہے کہ مرور زمانہ نے تلف کر دیا ہو پیش نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ اپنے بیانات کی سچائی کو ثابت کر بھی دے تو یہ امکان باقی رہتا ہے کہ وہ ثبوت اس قسم کا ہو کہ اس کو فوجداری کارروائی کی قانونی جواب دہی کے لیے ناکافی قرار دیا جائے۔

۱؎ Reg v. Labouchere (1884), 12 Q. B. D. at P. 324

۲؎ جارج چہارم کے عہد میں جارج سوم کا لائبل کرنے کے متعلق ذیل کے مقدمات دیکھئے:-

Rex v. Topham (1791), 4 T. R. 126. Reg v. Ensor (1887), 3. T. L. R. 366.

Rex v. Hunt (1820), 2 st, Tr (N. S) 69.

مُردوں کا لائبل کرنے کی دھمکی دیکر بلیک میل کرنے کے متعلق دیکھئے صفحہ ۲۵۶ کتاب ہذا اور لارسنی ایکٹ Larceny Act, 1916, S. 31.

۳؎ ۱۹۱۶ء میں بمقام ٹاکوما (ممالک متحدہ امریکہ) ایک شخص کو لائبل کے جرم میں سزا دیگئی جس نے جارج واشنگٹن کے متعلق یہ لکھا تھا "ایک غلاموں کو رکھنے والا پکا شرابی" دیکھئے

Parmelee's Criminology, p. 460.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس میں شک نہیں کہ تاریخی تنقید کے سلسلے میں جس شخص پر تنقید کی جاتی ہے اس کی اولاد کو بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ لیکن بجائے خود ذہنی تکلیف کسی فعل کو ناجائز قرار دلوانے کے لیے کافی نہیں ہے۔

313 (ہ) دیوانی مقدمات میں مالک یا آقا ازالۂ حیثیت عرفی کی ایسی جملہ صورتوں میں ذمہ دار ہے جو اس کے ملازمین نے دوران ملازمت میں شایع کئے ہوں لیکن فوجداری مقدمات میں اگر مالک یہ ثابت کرے کہ مزل حیثیت عرفی مضمون کی اشاعت اس کے حکم یا غفلت کی وجہ سے نہیں عمل میں آئی تو یہ بڑی کارآمد[1] جواب دہی ہوگی۔

دیوانی اور فوجداری کارروائیوں میں نہ صرف مزیل حیثیت عرفی تحریر پر ذمہ داری کے عائد ہونے میں فرق ہے بلکہ اسی طرح کا فرق خلاف قانون[2] تقریر (زبانی الفاظ) کے متعلق بھی کہا جاتا ہے۔ لسانی ازالۂ حیثیت عرفی کی بنا پر (تحریری ازالۂ حیثیت عرفی کی طرح) دیوانی اور فوجداری دوہری ذمہ داری پیدا نہیں ہوتی کیونکہ لسانی ازالۂ حیثیت عرفی سے اگر خانگی اشخاص کی شہرت کو دھبّہ لگتا ہو تو چند

---

[1] صفحہ ۴۶ کتاب ہذا نیز دیکھئے۔ 6 and 7 Vict. C. 96, S. 7.

[2] اگر میں اپنے شارٹ ہینڈ لکھنے والے ملازم سے ایک مزل حیثیت عرفی خط کی عبارت کہہ کر لکھواؤں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ (اگر ایسا کرنے کا حق نہ ہو تو) آیا وہ لائبل ہے یا سلانڈر۔ دیکھئے۔ Osborn v. Boulter, (1930) 2. K.B. 226.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اہم[1] صورتوں ہی میں دیوانی چارۂ کار اختیار کیا جاسکتا ہے، اس کی بنا پر فوجداری مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا (بجز ان شاذ صورتوں کے جہاں الفاظ براہِ راست نقضِ امن[2] کی طرف منجر ہوتے ہوں جیسے لڑنے کے لیے للکارنا) لیکن اس کے خلاف اگر گفتگو کے الفاظ باعث توہین مذہب[3] یا فحش[4] یا باغیانہ[5] یا خلاف معدلت گستری

---

[1] دیکھئے پالک کا قانون ٹارٹ تیرھواں ایڈیشن باب ہفتم۔

[2] لیکن تعزیرات ہند (دفعہ ۴۹۹) کے تحت فوجداری کارروائی کی اجازت ہے۔ بریں ہم یہ امر دور اندیشی کے خلاف ہے کیونکہ زبانی الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کو چند اشخاص سن سکتے ہیں وہ موقتی ہوتے ہیں اور عموماً تیسری میں کہدیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ غلط طور پر ان کا مفہوم لیا جاتا ہے۔

[3] Reg v. Langley (1704), 6. Mod, 125 (K.S.C. 437) اور لندن میں 2 and 3 Vict C. 47. کے تحت اگر وہ الفاظ "کسی عام مقام" پر کہے جائیں تو پیٹی سیشن کی عدالت سزا دیتی ہے۔

[4] اس جدید نرم اصول کے متعلق کہ توہین مذہب کے جرم کو قابل سزا قرار دینے کے لیے اس کے کوئی نہ سے اجزا ہونے ضروری ہیں دیکھئے Reg v. Ramsay (1883) Cababe & Ellis 126.

Bowman v. Secular Society (1917) A.C. 406.

نیز دیکھئے Cambridge Law Journal. P. 127.

کمبوڈیا کے لیے ۱۹۲۴ء کی تعزیرات فرانس کے واضعان نے اسی طرح اس بڑھتے ہوئے رجحان کا تحفظ ضروری خیال کیا اور کسی بت کو بگاڑنے یا اس کی توہین کرنے کی پاداش میں سزا مقرر کی دیکھئے (۲۰۹، ۲۱۶)۔

[5] فحش طباعتوں کے متعلق دیکھئے Reg v. Hicklin (1868), L R. 3. Q. B. P. at 371. جس میں چیف جسٹس کاکبرن نے قرار دیا کہ "فحش کی شناخت یہ ہے کہ آیا مبینہ فحش مواد کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے ایسے اشخاص جن کے دماغ بد اخلاقی سے متاثر ہو سکتے ہیں ان میں فسق و فجور اور رذالت پیدا ہو جائے گی اور یہ کہ انھیں اشخاص کے ہاتھوں میں ایسی مطبوعات پہنچ سکتی ہوں۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوں تو فوجداری مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔ (مثل تحریری الفاظ کے) لیکن دیوانی مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔

374 ازالۂ حیثیت عرفی ایک جرم صغیر ہے جس کی سزا جرمانہ اور قید[1] ہے۔ باغیانہ اور توہین مذہب کرنے والے اور دیگر عمومی ازالہ حیثیت عرفی کی صورتوں میں سزائے[2] قید کی حد مقرر نہیں ہے۔ اور اگر مماثل مفہوم کے الفاظ زبانی کہے بھی جائیں تو اس کی سزا بھی وہی ہے۔ لیکن لسانی ازالۂ حیثیت عرفی کی بنا پر جب کہ اس کے جھوٹ ہونے کے علم کے باوجود اس کی اشاعت کی گئی ہو قانون موضوعہ کے تحت انتہائی دو سال قید کی سزا مقرر کر دی گئی ہے اور ازالۂ حیثیت عرفی کی تمام دوسری شکلوں میں ایک سال کی قید[3] کی سزا دی جا سکتی ہے۔

ابتداءً ازالۂ حیثیت عرفی کی پاداش میں خواہ وہ شخصی ہو یا عمومی قید بامشقت کی سزا نہ دی جا سکتی تھی۔ لیکن بجز باغیانہ شکل کے دیگر جملہ اشکال میں قید بامشقت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ۱۹۱۴ء کے کریمنل جسٹس اڈمنسٹریشن ایکٹ Criminal justice Administration Act کی دفعہ ۱۶ ضمن (۱) کے تحت اس کی اجازت ہے کہ ہر سزائے قید جس کے ساتھ جرمانے کی سزا مقرر کی گئی ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ صفحہ ۳۲۳ کتاب ہذا۔

[1] ۔ کسی اخباری لائبل کے متعلق فوجداری مقدمہ رجوع کرنے سے قبل جج سے اخبار کے مالک یا ایڈیٹر کے خلاف حکم حاصل کرنا ضروری ہے دیکھئے 51 and 52 Vict. C 64. S 8.

[2] ۔ مفسدہ پردازی کے لائبل یا سلانڈر کے مقدمات میں پہلے قسم کے مجرموں کو سزا دی جاتی ہے دیکھئے۔ 40 and 45 Vict. C. 21. S. 40.

[3] ۔ 6 and 7 Vic. C. 96 ss. 4. 5.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالت اس کو اپنے اختیار تمیزی سے قید مشقت کر دے۔" بلالحاظ اس کے کہ وہ جرم ایسا ہے جو صرف کامن لا کے تحت جرم ہے اور اس قانون موضوعہ میں جس کے تحت سزا دی جا رہی ہو اس امر کی اجازت نہ ہو کہ قید با مشقت کی سزا دی جائے۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

875

باب (۲۲)

جرائم خلاف قانون بین الممالک

دیگر متمدن اقوام کے متعلق ان فرائض کی ادائی کے مدنظر جو قانون بین الممالک اور سیاسی دوربینی کی وجہ سے ہم پر عائد ہوتے ہیں ہمارے فوجداری قانون میں اُن اشخاص کو سزا دینے کے لئے احکام موجود ہیں جو (۱) غیر اقوام کے فرستادہ سفراء کے حقوق کی پامالی کریں یا (۲) بحیثیت قزاقی کے مرتکب ہوں یا (۳) برسر جنگ اقوام کے متعلق ہمارے غیر جانب داری کے اصول کو توڑیں۔

(۱) جرائم خلاف حقوق سفرا کے متعلق ۱۷۰۸ء[1] کے قانون موضوعہ کا مختصر ذکر جس حد تک کیا گیا ہے اس میں اضافے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی اس کی رو سے کسی سفیر یا اسکے سامان یا اسکے رجسٹر شدہ ملازم کے خلاف کوئی دیوانی نالش کرنا بھی (ضابطے کی عجیب وغریب خصوصیات کے ساتھ) جرم صغیر ہے۔

---

[1] دیکھئے صفحہ ۷۰۔ اکتاب ہذا نیز۔ 7 Anne C. 12

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲) قانون بین الممالک کے تحت بحری قزاقی "Piracy jure gentium" کی یہ ایک اچھی مثال ہے کہ کسی جہاز کے ملاح غدر کر کے جہاز کو اپنے قبضے میں کرلیں حالانکہ قزاقی ایک قدیم جرم ہے اور مشہور بھی ہے مگر ابتک[1] اس کی کوئی مستند تعریف موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر جرم کبیر جس کا ارتکاب جہاز پر کیا جائے قزاقی نہیں ہو جاتا کیونکہ اس میں جبر کا جزو موجود ہونا لازمی ہے، چنانچہ اس کے اطلاق کے لئے صرف معمولی سرقہ کافی نہیں ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قزاقی "سرقہ بالجبر کی محض ایک بحری اصطلاح[2] ہے" لیکن قانون بین الممالک کے تحت جس جرم کو قزاقی کہا جاتا ہے اس میں سرقہ بالجبر کا جزو لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ سمندر میں ڈاکہ ڈالنے کا ایک ناکام اقدام بھی قزاقی ہی ہے۔ حالانکہ اگر اس کا ارتکاب خشکی پر کیا جاتا تو وہ ڈاکہ نہیں بلکہ سرقے[3] کی نیت سے حملہ کرنے کا جرم ہوتا۔ علاوہ ازیں سرقے کی بعض ایسی وارداتوں کو جن کا ارتکاب ڈرا دھمکا کر کیا گیا ہو اور جو اصولاً انگریزی قانون کے تحت ڈاکہ قرار دی جاسکتی ہوں اگر انھی کا ارتکاب سمندر میں کیا جائے تو ان کو قزاقی نہیں قرار دیا جائے گا۔ قزاقی کی شاید سب سے بہتر اور تقریباً صحیح تعریف یہ ہے کہ "سمندر میں مسلح ہو کر جبر کا استعمال کرنا درصورتیکہ وہ فعل قانوناً جنگ کا فعل نہ ہو[4]" مثلاً باغی ملاحوں کا جہاز پر جبر و زیادتی کرنا 876

[1] Stephen, History of Criminal Law, II, 27, Digest of Criminal Law 7th ed., ch. X.

[2] Att. Gen of Hong Kong V. Kwok-a-Sing (1873), L. R. 5 P. C. 199. Cf. China Navigation Co. Ltd. V. Attorney-General [1932] 2 K. B at P. 222.

[3] قزاقی تحت قانون ممالک کے متعلق دیکھئے [1934] A. C. 586 (K. S. C. 578

[4] اس تعریف کے متعلق پریوی کونسل نے قرار دیا کہ (۱۹۳۴) A. C. 586. قزاقی کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیونکہ قزاق وہ ہے جو جملہ اقوام کے جہازوں کے لئے خطرے کا باعث ہو۔ چنانچہ زمانۂ جنگ میں ایک برسرِ جنگ قوم کے خلاف اور دوسری برسرِ جنگ طاقت کے مفاد کے مدنظر کسی فعل کا ارتکاب کرنا قزاقی نہیں ہے۔ خواہ اپنے کارِ مفوضہ کی تکمیل میں وہ حد سے تجاوز کیوں نہ ہو گئے ہوں یا انھوں نے وہ فعل از خود اور بغیر اس طاقت کے احکام و ہدایات کے انجام دیا ہو، (خواہ وہ طاقت کوئی مسلمہ مملکت ہو یا نہ ہو) جس کے مفاد کے مدنظر انھوں نے ان افعال کو انجام دیا ہو۔ قانون ممالک کے تحت قزاقی کے صحیح حدود کچھ بھی ہوں لیکن کم از کم یہ واضح بات ہے کہ اس زمرے کی جو چیز ان حدود میں نہ آتی ہو وہ کامن لا کے تحت قزاقی تصور کیجائے گی۔

علاوہ ازیں قانون موضوعہ کے ذریعے سے ذیل کے چند مزید امور کو قزاقی قرار دیا گیا ہے:۔

(۱) جبکہ برطانوی رعایا کا کوئی فرد کسی غیر طاقت کے احکام کے تحت دیگر برطانوی رعایا کے خلاف سمندر میں خصومتی افعال کا ارتکاب کرے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تعریف جو تقریباً صحیح ہونے کے علاوہ مختصر بھی ہے کینی نے اپنی کتاب آوٹ لائنس آف کریمنل لا (Outlines of Criminal Law) میں کی ہے۔ "سمندر میں مسلح ہو کر کوئی جبر و زیادتی کرنا جو کہ قانوناً جنگ کا فعل نہ ہو"۔ گو اس میں جہاز کے دو مسافروں کا آپس میں بندوق لیکر لڑنا بھی شامل ہو جائے گا جسکو قزاقی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۱؎ بنی نوع انسان کے دشمن نہیں بلکہ صرف کسی خاص مملکت کے۔ کیونکہ قزاقی کے جرم کا اصلی جزء یہ ہے کہ اس کا تعلق خانگی اشخاص پر جو حملے کئے جاتے ہیں ان سے ہے نہ کہ ان حملوں سے جو سلطنت کے خلاف عمل میں آئیں۔ دیکھئے

Republic of Bolivia v. Indemnity Co. Ltd 1906 1 K. B. 785

۲؎ In re Tivnan (1864), 5 B and S. at P. 680 Cf (1909) 1 K.B. 785.

۳؎ 11 and 12 Will. 3, C. 7, S. 7.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) جبکہ برطانوی رعایا کا کوئی فرد یا انگریزی نوآبادیات کا کوئی باشندہ بردہ فروشی میں حصہ لے۔ ہر قزاقی خواہ وہ کامن لا کے تحت جرم ہو یا قانون موضوعہ کے تحت جرم کیا ہے جس میں عموماً ملزم کو حبس دوام[1] کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ کسی ایسے فعل کا ارتکاب کیا جائے جس میں ہلاکت کا احتمال ہو تو سزائے موت دیجا سکتی ہے۔ یہ ایسا جرم ہے جس سے اب انگریزی فوجداری عدالتوں کو دوچار ہونا نہیں پڑتا چنانچہ ۱۸۹۴ء سے کوئی ایسی کارروائی عدالت میں پیش نہیں ہوئی اور وہ بھی ایک غیر اہم کارروائی تھی۔

(۳) انیسویں صدی سے قبل کسی انگریز پر فوجی ملازمت کے پیشے کے اختیار کرنے کے متعلق کوئی بندش عائد نہیں کی گئی تھی۔ وہ جس جگہ چاہتا تھا فوجی ملازمت اختیار کر سکتا تھا بشرطیکہ شاہ انگلستان کا وہ مسلسل طور پر وفادار رہے اور عند الضرورت بادشاہ کی خدمت بھی انجام دے۔ بادشاہ کا پہلا حق (جو وفاداری سے متعلق تھا) جیمز اول کے عہد حکومت میں خطرے میں پڑ گیا تھا اور اسی لئے ایک قانون (3 Jac. 1. C. 4)[2] اس مقصد سے وضع کیا گیا کہ بادشاہ کی رعایا کے مذہب اور وفاداری کو فرقہ جیسوائٹس کی آلودگی سے محفوظ رکھا جائے جن سے انگریز لوگوں کو یورپ کی افواج میں ملنے جلنے

---

[1] 5 Geo, 4 C. 113, S. 9.

[2] Will 4 and 1 Vict C. 83, S. 1, and the Penal Servitude Acts.

[3] 7 Will 4 and 1 Vict C. 88 S. 2.

[4] Criminal Statistics of England and Walesissue of 1901 P. 29.

[5] See Stephen, History of Criminal Law III, 275, 262.

[6] See the Preamble to the Act.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا موقع ملتا تھا۔ بادشاہ کے دوسرے حق (جو خدمت سے متعلق تھا) کے متعلق ۱۷۳۶ء میں قانون وضع کیا گیا۔ اس دوسرے حق کا تصور اس قانون کے واضعان کے ذہن میں تھا۔ اس قانون کے تحت کسی ملک غیر کے حکمراں کی ملازمت میں داخل ہونا جرم کبیر تھا اور مجرم یا اولاد کی مذہبی امداد سے بھی محروم تھا۔ یہ قانون اب منسوخ ہو چکا ہے اور بظاہر اس پر کبھی عمل نہیں ہوا۔ لیکن موجودہ قانون بین الممالک کی ترقی نے حسب سابق بندشیں عائد کرنے کے متعلق ایک نئی وجہ پیدا کر دی ہے چنانچہ انیسویں صدی میں انگلستان کی غیر جانب داری کو برقرار رکھنے کے لئے ممالک غیر کی افواج میں بھرتی نہ ہونے کی بابت قوانین Foreign Enlistment Acts. منظور کئے گئے تاکہ انگریز رعایا کو برسر جنگ اقوام کی امداد کرنے سے روکا جائے۔ قانون بین الممالک کی کتب میں طالب علم کو اصول غیر جانب داری کی ترقی کا ذکر نظر آئے گا جس میں اقوام کے اس طرز عمل کا تعین کیا گیا ہے جس پر ان کو ایسی طاقتوں کے درمیان جنگ پیدا ہو جانے کی صورت میں عمل کرنا پڑتا ہے جن سے ان کے تعلقات پرامن ہوں۔ رعایا کو ایسے 378
افعال کے ارتکاب سے روکنے کے متعلق جو دعوات غیر جانب داری کے موجودہ تصور کے خلاف ہیں شاہ انگلستان کے قدیم اختیارات ناکافی تھے۔ چنانچہ مجلس وضع قوانین نے ممالک غیر کی خصومتوں میں حصہ لینے کو تعزیری جرم قرار دینا ضروری تصور کیا۔ ۱۸۱۹ء میں پہلی مرتبہ غیر ممالک میں بھرتی نہ ہونے کی بابت قانون Foreign Enlistment Act. منظور کیا گیا تاکہ ہمدردی کے ان پرجوش مظاہروں کو روکا جائے جو جنوبی امریکہ کے ہسپانوی مستعمرات کے ہسپانیہ سے بغاوت کرنے پر پیدا ہو گئے تھے۔ امریکہ کی خانہ جنگی کے زمانے میں انگریزی جہاز سازوں اور برسر جنگ حکومت کے درمیان تجارتی نقل حمل کو روکنے کے لئے ۱۸۱۹ء کا قانون ناکافی ثابت ہوا اس لئے

---

۱ 9 Geo. 2. C. 30.
۲ 59 Geo. 3. C. 36.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنہ ۱۸۷۰ء میں اس سے زیادہ سخت[1] قانون منظور کیا گیا جس کی رو سے وہ خاص جرائم جن کی ممانعت کی گئی حسب ذیل ہیں :-

۱- بلا اجازت تاج برطانیہ، خود کو یا دوسروں کو ایسے ملک غیر کی فوج میں بھرتی کرانا جو کسی ایسی مملکت سے برسر جنگ ہو جس کے ساتھ انگلستان کے امن کے تعلقات ہوں۔

۲- بلا اجازت تاج برطانیہ، برطانوی علاقے میں کوئی جہاز[2] تعمیر کرنا یا اس کو ساز و سامان سے آراستہ کرنا یا اس کو تعمیر کرنے پر رضامندی ظاہر کرنا یہ باور کرنے کی معقول وجہ رکھتے ہوئے کہ اس سے مذکورۂ بالا قسم کا کام لیا جائے گا۔

۳- بلا اجازت تاج برطانیہ، برطانوی علاقے میں کسی ایسی بحری یا بری مہم کے لئے سامان اسلحہ فراہم کرنا جو کسی ایسی مملکت کے علاقے کے خلاف بھیجی جا رہی ہو جس کے ساتھ انگلستان کے پر امن تعلقات ہوں۔

مذکورۂ بالا صورتوں میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی جرم صغیر ہے جس کی سزا جرمانہ اور قید بامشقت یا بلا مشقت ہے اور اس کی میعاد زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور ایسا جہاز یا جنگی ساز و سامان جو مذکورۂ بالا جرم سے متعلق ہو بحق سرکار قابل ضبطی ہے۔

---

[1] 33 and 34 Vict. C. 90.

[2] وضاحت۔ یہ جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب خواہ برطانوی علاقے میں کیا جائے یا اس کے باہر بہر صورت جرم ہے

[3] سنہ ۱۸۱۹ء کے قانون میں کسی جہاز کو ساز و سامان سے آراستہ کرنے یا اس کیلئے اسلحہ فراہم کرنے یا اسکی مرمت کرنے کی ممانعت نہ تھی دیکھئے مقدمہ The Alexandra (1864), 2 H. and C. 431

[4] 33 and 34 Vict. C. 90, 58.

[5] دفعہ (11) قانون ہذا۔ دیکھئے Reg V. Jameson (1896) 2. Q. B. 425.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

379 طالب علم کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اگرچہ قانون بین الممالک کو بسا اوقات قوانین انگلستان کا ایک جزو کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ صرف اسی مبہم تاریخی مفہوم کے لحاظ سے درست سمجھا جاسکتا ہے جس میں عیسائی مذہب کو جزو قوانین انگلستان کہا جاتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اپنے ہمسایہ سے اپنی طرح محبت نہ کرنا داخل جرم نہیں ہے یہی حال ممنوعہ اشیا کا یا سمندری محاصرے میں سے نکل بھاگنے کا ہے۔ قانون بین الممالک کے تحت ان دونوں افعال کی سزا ضبطی ہے۔ لیکن یہ دونوں افعال ایسے ہیں جو قوانین انگلستان کے تحت جرم نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی معاہدہ ان افعال[1] سے متعلق ہو تب بھی وہ اس درجہ خلاف قانون نہیں ہے کہ اس کو کالعدم قرار دیا جاسکے۔

(۵)

[1] دیکھئے Ex parte Chavasse (1864), 4 De G. J. and see S. 655. اسی ملک کے اشخاص سے تجارت کرنا جس سے ہمارا ملک برسرجنگ ہو ولیم سوم کے عہد میں کامن لا کے تحت جرم صغیر قرار دیا گیا تھا۔ دیکھئے I. T.E. at p. 85 ۱۳۱۹ء کا ایک ایسا ہی مقدمہ اسکاٹ لینڈ اور انگلستان کی جنگ کے دوران میں اسکاٹ لینڈ والوں سے تجارت کرنے کا ہے۔ لیکن ۱۸۱۷ء میں سر سیموئل رومیلی (Sir Samuel Romilly.) نے اس قاعدے کو یہ کہہ کر ساقط کر دیا کہ اس پر "کوئی بھی عمل نہیں کرتا" دیکھئے Life of Robert Aspland P. 383. ۱۹۱۴ء میں کامن لا کے تحت اس کو جرم قرار دیا گیا جن کی سزا سات سال قید Penal servitude ایسے شخص کے متعلق مقرر کی گئی جو بجز ان لین دین کے معاملات کے جن کی اجازت اعلان شاہی کے ذریعے سے دی جاسکتی ہو دشمن سے "حالیہ جنگ کے دوران میں" تجارت کرے۔ دیکھئے نیز دیکھئے (4 and 5 Geo S.C. 84) (Hall's International Law 8th ed., pp. 459.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲۳)
باب

380

جرائم آوارگی

قانون آوارگی کی تاریخی دلچسپی اور قانونی بدترتیبیاں ایسی ہیں کہ ان کا بہ تفصیل تذکرہ کرنا بہ نسبت ان جرائم کے تذکرے کے جو ان کے خلاف سرزد ہوتے ہیں زیادہ مناسب ہے۔ اس کے متعلق فوجداری کارروائیوں کا بغور مطالعہ کرنے والے ایک تجربہ کار شخص نے کسی حد تک سرسری طور پر یہ کہا ہے کہ "قانون[1] موضوعہ میں سب سے زیادہ غیر دستوری قانون جو ابھی تک باقی چلا آتا ہے" یہ ہے۔ یہ قانون ان تعزیری قوانین کے ایک طویل سلسلے کا پسماندہ ہے جن کی رو سے قید تازیانہ، غلام بنا دینا اور موت کی سزائیں دی جا سکتی تھیں اور جن کے ذریعے سے مقننہ ان مشکلات پر حاوی ہونا چاہتی تھی جو نقل وطن کرنے والی آبادی کی تعداد میں مستقل اضافہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھیں۔ اس غرض کی تکمیل کے لئے ۱۳۸۸ء میں

[1] دیکھئے Serjeant Cox's Principles of Punishment P. 212.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی قانون سازی کی گئی تھی جبکہ ۱۳۴۸ء سے ۱۳۶۹ء کی کالی موت کی تباہ کاری کی وجہ سے مزدوروں کا کال پڑ گیا تھا، آجروں میں مسابقت پیدا ہو گئی تھی اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے مزدور نقل وطن کر کے افتلاح میں پھیلتے چلے جا رہے تھے۔ قانون نے یہ قیود اس غرض سے عائد کئے کہ اجرت کی زیادتی کو روک کر دولت اور محنت کا آزادانہ تبادلہ قائم کیا جائے اور نیز ان برائیوں کو روکا جائے جو مزدوروں کو کام نہ ملنے پر آوارہ گھومنے کی وجہ سے گداگری کی صورت میں ظاہر ہو رہی تھیں یا مزدوروں کے کام کو تلاش کئے بغیر کام کے نہ ملنے کا جھوٹا بہانہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھیں۔ آخر الذکر آوارہ طبقے میں خطرناک اضافہ ہنری ہشتم کے عہد میں پہلی مرتبہ خانہ بدوشوں کی آمد سے ہو گیا۔ ملکۂ الزبتھ کے عہد میں غربا کی امداد کے لئے کلیسائی زمینات پر لگان عائد کیا گیا جس کی وجہ سے اجنبیوں کی آمد سے کلیسائی حلقوں کو محفوظ رکھنے کے لئے بعض نئی سزائیں اور نافذ کرنی پڑیں تاکہ ان اجنبیوں کا بار مقامی لگان پر نہ پڑ سکے۔

صنعتی قانون سازی اور غریبوں کی امداد کے طریقے میں حالیہ اصلاح ہو جانے سے قوانین کا وہ طویل سلسلہ جو چار سو سال سے جمع ہو رہا تھا بالکل ختم ہو گیا۔ لیکن ۱۸۲۴ء کا قانون آوارگی اب بھی باقی ہے جس کے احکام کو اگر قدیم قانون غربا کا تتمہ نہ تصور کیا جائے تو وہ ناقابل فہم ہو جاتا ہے۔ قانون غربا کے نفاذ کی غرض محتاجوں کو کلیسائی حلقوں کے باہر گھومنے کی ممانعت کرنا اور ایسے جرائم کو روکنا جو ایسے آوارہ اشخاص سے سرزد ہو سکتے ہیں۔ قانون آوارگی 5 Geo 4, C. 83 کے تحت مجرمین کی قسمیں بلحاظ انتہائی سزا کے تین ہیں۔ ہر مقدمے کی سماعت پٹی سشن کی عدالت کر سکتی ہے گو تیسری قسم کے مقدمات میں جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا ایسی عدالت میں تجویز سزا صادر نہیں کی جا سکتی۔

۱۔ پہلی قسم میں ایسے اشخاص داخل ہیں جو آوارگی کے بہت معمولی جرائم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس کی خاص مثالیں ذیل میں ہیں:۔

۱۔ ایسا شخص جو عمداً کام کرنا ترک کرے اور اپنا اور اپنے خاندان کا یار کلیسائی حلقے پر ڈالے۔

۲۔ ایسا شخص جو خوانچہ فروشی کے لائسنس کے بغیر باہر گھوم کر سامان فروخت کرے۔

۳۔ ایسا شخص جو کسی عام[1] مقام پر بھیک[2] مانگے یا کسی بچے کو ایسا کرنے پر آمادہ کرے۔

۴۔ ایسی معمولی فاحشہ عورت جو شاہراہ عام پر ناشائستگی[3] اور اوباشی سے آوارہ طور پر گھومے۔

۵۔ ایسے اشخاص جو غربا کی امداد کے سلسلے میں مختلف جرائم کا ارتکاب کریں۔ مثلاً امداد[4] ملنے کے بعد کام سے انکار کرنا۔

ان تمام اشخاص کے متعلق قانون میں "کاہل اور ابتر اشخاص" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ اور ان کو ایک ماہ قید بامشقت یا بلا مشقت یا جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے جس کی مقدار پانچ پونڈ سے زیادہ نہ ہو۔

---

[1] دارالسلطنت کے مجسٹریٹوں نے قرار دیا ہے کہ سڑکوں پر کے صندوق جمع کرنیوالی اگر ان میں کی جمع شدہ قوم کا کوئی جزو خود لے لے تو اسکو بھیک مانگنے کے جرم میں سزا دی جاسکتی ہے۔

[2] ایسے شخص کا بھیک مانگنا جو معذور نہ ہو قانوناً (12 Ric. 2, C. 7) جرم قرار دیا گیا تھا۔ لیکن جامعہ کا کوئی طالب علم امیر جامعہ کی تصدیق حاصل کرکے بھیک مانگ سکتا تھا۔ بمقام بیرج واٹر ایسی ایک تصدیق اب تک محفوظ ہے۔

[3] قانون نے (The Town Police Clauses Act. 184) اسکے صرف شاہراہ پر "گھومنے اور بار بار منت سماجت کرنے" کو جرم قرار دیا ہے لیکن جامعہ آکسفرڈ (6 Geo. 4, C. 97, S. 3) اور جامعہ کیمبرج (57 and 58 Vict. C. LX) میں کسی شاہراہ پر اس کا صرف آوارہ طور پر پھرنا اور اپنے متعلق کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکنا جرم ہے۔

[4] دیکھئے دفعات ۲۰، ۱۵۰، ۱۵۲۔ (20 and 21 Geo. 5, C. 17, S 151;)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۲۔ دوسری قسم میں وہ اشخاص داخل ہیں جو آوارگی کے کسی قدر بڑے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں:۔
نیز دیکھئے صفحہ ۲۰۴ کتاب ہذا)

۱۔ ایسا شخص جو پہلی قسم کے جرم کا دوبارہ مرتکب ہو۔ دونوں جرائم ایک ہی قسم کے ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ ایسا شخص جو اپنی زوجہ یا بچے کو چھوڑ کر فرار ہو جائے اور ان کا بار کلیسائی حلقے پر پڑے۔

۳۔ ایسا شخص جو اپنے جسمانی عیوب دکھلا کر یا فریبانہ طور پر عذر اور بہانے کر کے بھیک مانگنے کی کوشش کرے۔

۴۔ ایسا شخص جو کسی عمارت یا چار دیواری یا باغ کے اندر کسی خلاف قانون (مجرمانہ) غرض سے پایا جائے۔

۵۔ ایسا شخص جو کھلے اور عام مقامات پر تاش یا سکوں یا اور آلات کے ذریعے سے جوا کھیل رہا ہو۔

۶۔ ایسا شخص جو عیاری سے کسی ہنر کو استعمال کر کے یا ہاتھ دیکھ کر یا اور طور پر دھوکے دیکر قسمت کا حال بتاتا ہو مثلاً زائچہ دیکھ کر۔

۱ے محض بدکرداری نہیں۔

۲ے مثلاً شرط سے کھیلنا کلیتہً یا جزوی طور پر خواہ خود جوا کھلانے والے کھیل رہے ہوں لیکن ایسے انعام کیلئے جو دوسرا شخص دینے والا ہو کھیل کھیلنا شامل نہیں دیکھئے 36 and 37 Vict. C. 38 S. 8

۳ے کسی ہوٹل یا سرائے کے مالک (Publican) کا اپنے اجازت یافتہ مکان پر کسی قسم کا جوا کھیلنے کی اجازت دینا، خواہ وہ جوا مہارت کے کھیل کی قسم کا ہو جرم ہے مثلاً شراب کی بوتلوں پر گیند اندازی کرنا۔

۴ے ایسا شخص جس کو یہ یقین ہو کہ بعض قسمت کا حال بتانے میں مہارت حاصل ہے جرم نہیں ہے دیکھئے Stonehouse V Mason (1921) 2 K.B. 818 لیکن ایک مداری مجرم نہیں ہوتا۔ دیکھئے Johnson V fenner (1869) 88J. P.740

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

383

۷۔ ایسا شخص جو آوارہ گھوم کر کسی غیر آباد عمارت یا ڈیرے یا بنڈی[1] میں رہے اور اپنے متعلق کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکے

منجانب چالان یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ (۱) اس کو کسی ایسے مناسب مقام کی ہدایت و رہبری کی گئی تھی جہاں پناہ حاصل کی جا سکتی تھی مگر اس نے وہاں جا کر درخواست نہیں کی یا وہاں قیام کرنے سے انکار کیا یا (۴) وہ ایسا شخص ہے جو ہمیشہ آوارہ طور پر گھوما کرتا ہے یا مذکورۂ بالا طور پر رہتا ہے یا (۳) مذکورۂ بالا طور پر رہنے میں اس نے جائداد کو نقصان پہنچایا یا کپڑے مکوڑوں سے اس کو متاثر کر دیا، یا کسی اور ضرر رسانی کا باعث ہوا، یا مذکورہ بالا حالات میں اس طرح رہا کہ اس سے ایسے نقصان یا تاثر کا احتمال تھا۔

۸۔ کوئی شخص از قسم مذکور جو (ا) علم رکھتے ہوئے عصمت فروشی کی آمدنی پر کلاً یا جزءً بسر اوقات کرتا ہو یا (ب) بداخلاقی کی اغراض کے لئے عوام میں مسلسل پیروی کرتا ہو ۱۸۹۸ء کے قانون آوارگی میں (61 and 62 Vict. B. 39.) قرم کاری کے پیشے کی نہایت ضروری مماثلت کو شامل کر دیا گیا۔ اس الزام کی بنا پر بہ ترتیب فرد جرم بھی مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

یہ تمام اشخاص اصطلاحاً "آوارہ اور بدمعاش" (Rogues and Vagabonds) کہلاتے ہیں۔ ان جرائم کی پاداش میں تین[2] ماہ قید بامشقت یا بامشقت یا جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے جس کی مقدار پچیس پونڈ سے زیادہ نہ ہو۔

---

[1] جس کو لیکر یا جس میں بیٹھ کر وہ سفر کرتا ہو اس کے علاوہ۔

[2] دیکھئے Vagrancy Act. 1935 (25 and 26 Geo. 5. C. 20) اس قانون کی تنقید (180 L To 56) میں کی گئی ہے۔

[3] (2 and 3 Geo 5. C. 20) کے تحت آٹھویں قسم کے جرم کی سزا ۶ ماہ قید (یا اگر قابل دست اندازی ہو تو دو سال) ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۳۔ تیسری قسم میں وہ اشخاص داخل ہیں جو دو مرتبہ[1] کے سزا یافتہ ہوں یا جن پر دوسری قسم[2] کے جرم کا الزام ہو اور انھوں نے پہلے الزام کے موقع پر ہی اپنی گرفتاری میں مزاحمت کی ہو۔ ایسا شخص اصطلاحاً "پکا بدمعاش" کہلاتا ہے اس کو سزا دینے کا ضابطہ عجیب ہے۔ مجرم کو مذکورۂ بالا دو اقسام کے جرم کی طرح پٹی سشن کی عدالت میں پکا بدمعاش قرار[3] دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ عدالت اس کو قید (بامشقت) کی سزا کوارٹر سشن 384
کے آئندہ اجلاس کے انعقاد کے زمانے تک کے لئے دے سکتی ہے۔ (سنہ ۱۹۳۰ء میں اسی طرح ۵۸ اشخاص کو سزائیں دی گئیں)۔ عدالت کوارٹر سشن پہلے فیصلے کو دیکھ کر نئی فرد جرم سنائے بغیر ملزم سے استفسار کر کے اپنا فیصلہ صادر کر سکتی ہے اور مزید ایک سال قید بامشقت کی سزا دے سکتی ہے اور اگر خاطی مرد ہو تو اس کو سزائے تازیانہ بھی دی جا سکتی ہے۔

---

[1] دونوں سزاؤں کا ایک ہی قسم کے جرائم کے لئے ہونا کچھ ضروری نہیں ہے۔

[2] آٹھویں قسم کے جرم کے علاوہ قزاقی کرنے والا دیکھئے 2 and 3 Geo. 5, C. 20. S. 7.

[3] (Rex V. Evans, (1915) 2 K.B. 762

یہ صرف بدترین صورتوں میں ہوتا ہے مثلاً ایک آوارہ شخص کو تین مرتبہ خارج از ملک کیا گیا اور وہ خلاف قانون طور پر تینوں مرتبہ انگلستان میں واپس آگیا۔ یا جبکہ ایک شخص نے ایک بچے کو پانی میں ڈبو دینے کی دھمکیاں دے کر بھیک مانگنے پر مجبور کیا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کتاب ۳

ثبوت عدالتی کے طریقے

(۲۴) باب

385

قیاس اور شہادت کی نوعیت

ان تمام اشخاص کے لئے جن کا تعلق قانونی پیشے سے ہے قانون شہادت پر عبور رکھنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کو استعمال کرنے کے مواقع یکایک پیدا ہو جاتے ہیں اور قبل اس کے کہ گواہ کو ان اصولوں کے توڑنے کا موقع حاصل ہو ان کو کام میں لانا پڑتا ہے چنانچہ سر ہنری مین کا قول ہے کہ انگریزی طبقہ وکلا کے اراکین نے شاید ہی کسی اور قانونی شعبے میں ایسی وسیع اور ہمہ گیر مہارت پیدا کی ہو جیسی کہ انھوں نے شہادت کو سمجھنے میں اور اس سے متعلقہ قانون کی واقفیت کے تحصیل کی ہے۔

شہادت کے انگریزی اصولوں کے عائد کردہ قیود ان ڈھیلے اور نرم[1] قاعدوں

[1] اس خطرے کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ ۱۸۵۰ء میں برکناک نامی ایک وکیل نے اپنے ایک موکل کے لئے جس پر ڈاکے کے الزام کے تحت اولڈ بیلی میں مقدمہ چلایا جا رہا تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے حیرت انگیز حد تک مختلف ہیں جو یورپ کے دوسرے ممالک کی عدالتوں میں کسی امر کے ثبوت کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں[1] لیکن ہماری ان بندشوں کی دستوری اہمیت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ انھی کی وجہ سے ہماری فوجداری عدالتوں کا نہ صرف اعتماد بہت بڑھ گیا ہے بلکہ فوجداری قانون کے نظم و نسق کے متعلق رائے عامہ کی تائید حاصل ہونے سے حکومت کا یہ دشوار کام آسان بھی ہو گیا ہے۔ جس کو یورپ کے دوسرے ممالک والے ایک حد تک حیرت سے دیکھتے ہیں جیسا کہ پروفیسر ڈبلو۔ ال۔ برکبک نے پرزور الفاظ میں کہا ہے کہ "انصاف کی نقاب میں پوشیدہ رہنے والے بدترین ظلم کے خلاف جیوری اور قانون شہادت انگریزوں کے بنائے ہوئے دو بڑے محافظ ہیں" اور یہ دونوں محافظ ایک دوسرے سے
385 بڑا گہرا تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ ایک کی وجہ سے دوسرا معرض وجود میں آیا ہے۔ شہادت کے اصول انگریزی ضابطے کی اس خصوصیت کی وجہ سے پیدا ہوتے گئے کہ واقعاتی سوالات کا تعین کرنا ججوں کے تجربہ کار ہاتھوں سے لیکر ناتجربہ کار اور غیر قانون دان اشخاص کو سونپ دیا گیا رومیوں کے پاس قانون شہادت نہ تھا کیونکہ وہاں دیوانی مقدمات میں واقعاتی سوالات کا تصفیہ ایک "جوڈکس" (Judex) کیا کرتا تھا جو کہ باوقار شہری ہوتا تھا اور فوجداری مقدمات میں ایک عدالت تصفیہ کیا کرتی تھی جس کو گواہ[2] کے روکنے کی ممانعت تھی۔ لیکن انگلستان میں اراکین جیوری کی عدم مہارت ہی کی وجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ واردات کی رات کو چاند نہیں نکلا تھا ایک جعلی جنتری بنائی تھی۔ دیکھئے (Burkes Connaught Circuit P. 129)

[1] انگلستان کے خلاف فرانس میں (ا) ہدایتی سوالات (ب) سماعی شہادت (ج) ایسی شہادت جو بہت کم متعلق ہو، پیش کی جا سکتی ہے۔

[2] Mommson, strap. p. 422. Strachan Davidson's Probleins II 119.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے عدالتوں کو ایسے اصول بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی جن کے ذریعے سے ایسی شہادت خارج کی جاسکے جس کے باعث ان ناتجربہ کار اشخاص کے غلط فہمی میں مبتلا ہو جانے کا احتمال تھا۔

جب کبھی کسی ملک میں کسی عدالت کو کسی واقعاتی سوال کا تصفیہ کرنا ہوتا ہے تو وہ یا تو واقعی شہادت کے پیش ہونے پر اس کا تصفیہ کرتی ہے یا اس کی بجائے نسبتہً آسان مگر کم صحیح طریقہ اختیار کرتی ہے اور ایک قیاس اولین قائم کرتی ہے۔ شہادت کا تفصیلاً ذکر کرنے سے قبل اس کے اصطلاحی قائم مقاموں کا (یعنی قیاسات کا) جو اس کی بجائے استعمال کئے جاتے ہیں ذکر کرنا زیادہ سہولت کا باعث ہوگا۔ قیاسات تین قسم کے ہوتے ہیں:۔

۱۔ قیاس قانونی وحقیقی (Praesumptiones juris et de jure)

یہ قیاس ان وقیع واقعات سے اخذ کیا جاتا ہے جن کی تردید میں قانوناً کسی قسم کی شہادت پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ مثلاً یہ قیاس کہ کوئی آٹھ برس کا بچہ (صفحہ ۵۶ کتاب ہذا) نیت مجرمانہ نہیں رکھتا ایسے قیاسات اپنی نوعیت کے لحاظ سے قانون شہادت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن فی الحقیقت وہ قانون اصلی کے اصول ہیں جو قانونی اضافی کے قواعد کی شکل میں نظر آتے ہیں۔

۲۔ بادی النظری قیاس قانونی (Presumptiones juris) یہ قیاس ایسے واقعات سے اخذ کیا جاتا ہے اور اس وقت تک قایم رہتا ہے جب تک کہ ان واقعات کی تردید میں کوئی شہادت نہ پیش کی جائے۔ یہ قیاس واقعہ کا بادی النظری ثبوت ہوا کرتا ہے، یعنی ایسا ثبوت جس کو تردیدی شہادت پیش کر کے ختم کر دیا جاسکتا ہے یا جو کسی دوسرے اور زیادہ زبردست قیاس کی بنا پر جس سے اس کے خلاف نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہو ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ ممالک متحدۂ امریکہ میں جب بردہ فروشی کا رواج تھا تو ان ریاستوں میں جہاں بردہ فروشی جائز تھی ایک بادی النظری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قیاس یہ قائم کر لیا جاتا تھا کہ ہر کالا آدمی غلام ہے تاوقتیکہ وہ اپنا آزاد انسان ہونا ثابت نہ کرے۔

۳۔ قیاس واقعاتی: (Præsumptiones hominsor facti)

ان قیاسات کی حیثیت فی الحقیقت ایسی نہیں کہ ان کو قیاسات قانونی کے زمرے میں داخل کیا جائے۔ اگرچہ یہ بھی دونوں مبینہ بالا قسموں کی طرح واقعات سے اخذ کئے جاتے ہیں لیکن قانون ان کو اخذ کرنے کا جیوری کو حکم نہیں دیتا (جیسا کہ پہلی دو صورتوں میں) بلکہ صرف ہدایت کرتا ہے۔ ایسی سفارش کی ایک اچھی مثال وہ قیاس ہے جو ایسے مال کے قبضے میں پائے جانے سے پیدا ہو جو کچھ ہی عرصہ قبل چوری گیا ہو۔ (دیکھئے صفحہ ۳۹۱ کتاب ہذا)۔

وہ قیاسات جن کے متعلق ان کی اہمیت کے لحاظ سے اس مقام پر کسی قدر تفصیل تذکرے کی ضرورت ہے دوسری قسم کے بادی النظری قیاسات قانونی مگر غیر حقیقی (Præsumptiones juries, sed nonde jure) تعلق رکھتے ہیں۔

اس قسم کا ایک قیاس[1] ہر ارتکاب جرم کے خلاف قائم کیا جاتا ہے جس سے نہ صرف فوجداری مقدمات میں بلکہ ہر ایسے دیوانی مقدمے میں بھی فائدہ ہوتا ہے جہاں فعل مجرمانہ[2] کے ارتکاب کا الزام عائد کیا گیا ہو۔ چنانچہ بیمہ کی پالیسی کے مقدمے میں خودکشی کرنے کے خلاف قیاس قائم کیا جاتا ہے۔ یہ قیاس اس قدر قوی ہوتا ہے کہ اس کو توڑنے کیلئے ملزم کے خلاف جرم کے ارتکاب کو دو غیر مشتبہ طور پر ثابت کرنا پڑتا

---

[1] دیکھئے (Reg. V. Manning (1849), K. S. C. 446 یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی عام قیاس بے گناہی جملہ جرائم کے خلاف قائم نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اگر کوئی ملزم اپنے اچھے چال چلن پر استدلال کرے تو اس کو اس کا ثبوت پیش کرنا پڑتا ہے۔ دیکھئے

"The Presumption of Innocence" C. K. Allen Legal Duties, P. 253)

[2] لیکن اس سوال کے متعلق کہ آیا کسی دیوانی مقدمے میں اگر مدعی علیہ پر کسی جرم کا الزام ہو تو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے اور جس قدر جرم بڑا ہوتا ہے اسی قدر شبہے کی گنجائش بڑھتی جاتی ہے۔ چنانچہ (ا) ارتکاب جرم یعنی یہ کہ گھوڑا فی الواقع چوری گیا تھا یا آدمی ہلاک ہوا تھا، بالصراحت ثابت ہونا چاہیئے۔ ایسی صراحت سے کہ قرائن اس کو ثابت کرنے کے لئے شاذ و نادر ہی کافی ثابت ہوں گے۔ چنانچہ قتل عمد کے الزام میں واقعۂ ہلاکت پورے طور پر ثابت کیا جانا چاہیئے جو کہ بڑی مشکل سے ثابت ہوتا ہے بجز اس کے کہ لاش پیش کی جائے۔ ہلاکت کے متعلق محض قرائنی شہادت عموماً ناکافی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں 388
(ب) یہ ثابت کرنے کے بعد کہ جرم کا ارتکاب کیا گیا تھا بالصراحت یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ ملزم ہی نے اس کا ارتکاب کیا تھا کیونکہ جب ملزم دو ہوں اور یہ ظاہر کیا جا چکا ہو کہ ان میں سے کسی ایک نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے لیکن اس کا تعین نہ کیا جا سکے کہ کس ملزم نے اس کا ارتکاب کیا ہے تو دونوں ملزمین لازماً رہا کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح اگر ملزم کی جانب سے بھی اس کے مرتکب جرم نہ ہونے کے متعلق کوئی مبادل نظریہ پیش کیا جائے جو ممکن الوقوع ہو اور شہادت پیش شدہ کے منافی بھی نہ ہو تو ملزم کو لازماً رہا کر دیا جائے گا۔

گو بے گناہی کا قیاس قوی ہوتا ہے مگر اتنا قوی نہیں ہوتا کہ بعض اوقات تسلسل حیات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ آیا مماثل زبردست قیاس قائم کیا جائیگا۔ دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۵۴۔

ا دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۰۲۔

۲ Hale P. C. Ch. XXXIX (K S. C. 449) 3 Coke Inst. 104 (K. S. C. 449n
نیز دیکھئے صفحہ ۴۰۲ کتاب ہذا۔

۳ (Rex V. Richardson (1785) Leach 387 (K. S. C. 448)

۴ (Rex V. Turkington (1930), 22. Cr. App. R. 91

۵ دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۳۹۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے قیاس سے اس کی تردید نہ کی جاسکے مثلاً ازدواج مکرر کے مقدمے میں یہ قیاس کرنا کہ تاوقتیکہ ملزم کی پہلی بیوی مرنہ گئی ہو اس نے دوسری شادی نہ کی ہوگی اس شہادت کے پیش ہونے پر ٹوٹ سکتا ہے کہ اس کی پہلی بیوی دوسری شادی ہونے سے پچیس ۲۵ دن پہلے تک زندہ تھی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی شہادت جو قیاس بے گناہی کو پوری طرح[۲] الٹ دینے کے لئے ناکافی ہو یعنی یہ کہ بار ثبوت اس طرح پلٹ جائے کہ ملزم اپنی بے گناہی ظاہر کرنے والے حالات کو شہادت میں پیش کرنے پر قانوناً مجبور ہو جائے) کم از کم اس کے لئے کافی ہو سکتی ہے کہ ملزم[۳] کے لئے اس کی ضرورت لاحق ہو جائے کہ وہ کم از کم اپنے غیر حلفی بیان کے ذریعے سے کچھ نہ کچھ توجیہہ پیش کرے۔ اگر وہ خاموش رہے اور وہ اس شہادت کو جو اس کے خلاف پیش ہوئی ہے بلا توجیہہ چھوڑ دے تو اس کی خاموشی سے اس مضر شہادت کو تائید حاصل ہو جائے گی اور اس کی سزایابی حق بجانب ہو جائے گی اس کی ایک عام مثال ایسے مقدمے میں ملتی ہے جب کہ کسی شخص پر سرقے کا 389
الزام ہو اور یہ ثابت کیا جائے کہ چوری کے کچھ ہی عرصہ بعد مال مسروقہ اس کے قبضے میں پایا گیا۔

۲۔ بداخلاقی کے فعل کے خلاف بھی قیاس قائم کیا جاتا ہے چنانچہ

---

[۱] دیکھئے (2 A. and E. 340) اگر اس سے زیادہ ثابت نہ ہو سکے کہ وہ دوسرے نکاح ہونے سے بارہ[۱۲] ماہ پہلے زندہ تھی۔ دیکھئے (2 B. and Ald 389) اخلاقی قیاسات کا تصفیہ کرنا بالکلیہ جیوری کے ہاتھ میں ہے۔ دیکھئے Reg V. Willshire (1880) 6 Q. B. D. 366)

[۲] کافی شہادت کی مثالوں کے لئے دیکھئے Reg V. Walker (1854) Dearsly 280 (V. S. C. 450); Reg V. Slingsley (1864, 4 F and F. 61 (K S.C.452) مقابلہ کیجئے اس کو Reg V. Habson (1854) Dearsly 400 (K. S. C. 458) Reg V. frost (1889), 4 st. Tr(N. S.) 86 (K. S. C. 374) Cf 7 Cr. App. R. 58.

[۳] دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۳۹۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مباشرت کی صورت میں جبکہ جانبین کے زن و شوہر ہونے کی عام شہرت ہو تو اکثر مقدمات میں اس کو نکاح[1] کی کافی بادی النظری شہادت تصور کیا جاتا ہے اور اگر ان سے کوئی اولاد ہو تو وہ جائز تصور کی جاتی ہے۔ لیکن اخلاقی غلط کاریوں کے خلاف اس قدر قوی قیاس قائم نہیں کیا جاتا جیسا کہ مجرمانہ غلط کاریوں کے خلاف قائم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ (کاب کے ساتھ مباشرت کرنا ان کے درمیان نکاح کے واقع ہونے کی ایسی قوی شہادت نہیں ہے کہ اگر (اد سے نکاح کرلے تو اس کو ازدواج مکرر کے جرم کی پاداش میں سزا دلانے کے لئے کافی تصور کیا جائے۔[2]

(Cmnia. Præsesumuntur rite ac Solenniter esse acta;)[3]

یعنی ہر شے کے متعلق قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ مناسب اور باقاعدہ طور پر کی گئی ہے اور جو امر جتنا پرانا ہوتا ہے اس کے متعلق یہ قیاس قوی تر ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اہمیت بالخصوص اس وقت بہت زیادہ ہو جاتی ہے جب کہ عمومی یا سرکاری افعال سے اس کو متعلق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس واقعے سے کہ ایک گرجا میں نکاح کی رسومات کی ادائی بکثرت عمل میں آتی ہے عدالت یہ نتیجہ اخذ کرے گی کہ اس گرجا میں ایسا کرنے کی اجازت حاصل کی جا چکی ہے۔ اسی طرح یہ واقعہ کہ ایک شخص کسی عہدے پر کام کرتا ہے (مثلاً شریف، جج یا کانسٹبل) اس کے اس خدمت پر تقرر کی کافی بادی النظری شہادت[4] ہے۔ یہ بھی ایک قیاس کر لیا جاتا ہے کہ سرکاری محکمے میں باقاعدہ طور پر کام کیا گیا ہے۔ (مثلاً کسی ڈاک کی مہر کے اندراجات سے وہ وقت اور مقام ظاہر ہوتے ہیں جہاں اور جس وقت اس خط کو ڈاک کے حوالے کیا گیا تھا)۔ خانگی کاروبار میں بھی کام اس

---

[1] (Doedem. Fleming V. Fleming 1827), 4 Bingham. 266 (K S.C. 458)

[2] (Morris V. Miller (1767) I W. Bl, 632 (K. S. C. 459)

[3] (Neal V. Denston (1932) 48 T. L. R. 637 دیکھئے

[4] (Rex V. Borrett (1839), 6 C. and P. 124 (K.S. C. 461)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حد تک باقاعدہ اور اصولی طور پر کیا جا سکتا ہے کہ اس کے متعلق بھی مذکورۂ بالا قیاس[1] قائم کیا جا سکے۔ اسی طرح اگر معمولی حالات میں کوئی خط ملازم کے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اس کو اپنے مالک کو دیدے تو قیاس یہ کیا جائے گا کہ وہ 390
خط مالک کے ہاتھ میں پہنچ گیا یا کوئی خط صحیح پتہ لکھنے کے بعد ڈاک میں ڈالدیا جائے اور اس کو ڈیڈ لیٹر آفس چند یوم کے اندر مرسل کو واپس نہ کردے تو یہ قیاس کیا جائے گا کہ مرسل الیہ کو پہنچنے کے دوران[2] میں اس کو پڑھا گیا۔ اسی طرح کسی دستاویز کے متعلق یہ قیاس کیا جائے گا کہ وہ اسی تاریخ کو لکھی گئی ہے جو اس میں درج[3] ہے۔ اور کسی بل آف ایکسچینج کے قابض کے متعلق بادی النظری طور پر یہ قیاس کیا جائے گا کہ وہ صحیح طور پر اس پر قابض ہے۔ اور ہر ایسے شخص کے متعلق جو کسی معاہدے کا فریق ہو یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر اتنی کافی تھی کہ وہ قانوناً معاہدہ کرنے کی اہلیت رکھتا تھا[4]۔

۴۔ قابض جائداد کے متعلق خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ بادی النظری طور پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اس کا مالک[5] کامل ہے۔ اور اسی طرح جائداد غیر منقولہ کی صورت میں یہ بھی قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ جائداد قابض کے پاس بحیثیت معافی دوامی اور قابل ارث ہے۔

۵۔ یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ کسی چیز کی حالت موجودہ کچھ اور عرصے کے لئے قائم[6] رہے گی۔ چنانچہ کسی شراکت یا کارندگی کے متعلق یہ ثابت

---

[1] (Macgregor V Kelly (1894), 3 Exch. 794.

[2] (1915) 3. K.B. 32 (1916)2K B 615

[3] (Malpas V. Clements (1850) 19 L. J. Q. B. 435

[4] I. T. R. 649

[5] (L.R. 1 Q. B. 1. 5 Taunt 326; 8c. and P. 537

[6] مثلاً کسی ریل یا موٹر کی رفتار دیکھئے۔ (Rex V Dalloz (1908) I cr. App. R. 258
یہ کہ مسٹر بریڈلا جو ۱۸۸۰ء میں دہریہ تھے ۱۸۸۴ء میں بھی تھے۔ اگر الزام سواری کو خطرناک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے پر کہ اس کا وجود تھا، اس کے خلاف ثابت کرنے کا بار ان اشخاص پر ہوتا ہے جو اس کے فسخ ہو جانے کا ادعا کر رہے ہوں۔ اس قیاس کو اکثر زمانۂ حیات انسانی کے سوالات کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔ جب کہ کسی شخص کے متعلق ایک مرتبہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ زندہ تھا تو قیاس یہ کیا جائے گا کہ وہ اس کے کچھ عرصے بعد تک اور زندہ[1] رہا۔ گو اس قیاس کے قوی ہونے کا انحصار مقدمے کے مخصوص حالات پر ہوگا مثلاً اس کی عمر اور صحت پر۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ وہ گزشتہ سات سال سے مفقود الخبر ہے اور اس کی کوئی اطلاع ان اشخاص کو نہیں ملی جن کو فطرۃً اس کے زندہ ہونے کی حالت میں اطلاع ملنا چاہئے تھی تو اس کے زندہ رہنے کے خلاف[2] قیاس قایم کیا جائے گا۔

391

۶ کسی عاقل[3] و بالغ شخص کے متعلق یہ قیاس قائم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ارادی[4] اعمال[5] کے ایسے راست[6] نتائج سے واقف تھا جن کے پیدا ہونے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ طور پر تیز چلانے کا ہو تو جس مقام پر تیز چلانے کا الزام عائد کیا گیا ہو اس مقام سے قریب چلانے کی حالت کے متعلق شہادت پیش کیجا سکتی ہے۔ دیکھئے مقدمہ (Hallett V. Warren (1929). 93. J. P. 225)

[1] (Reg. V Jones (1883). 11 Q. B. D. 118 (K. S. C. 428)

(Reg. V. Willshire (1880), 6 Q B. D. 366 (K. S. C. 429)

[2] (Hopewell V. De Pinna (1809). 2 Camp 113; Compare 2 A and E. 540)

[3] ہر شخص کے عاقل ہونیکا قیاس کیا جاتا ہے بجز اس کے کہ اس کے خلاف ثابت ہو۔

[4] اتفاقاً بندوق چل جانے سے نہیں۔ دیکھئے (8 cr. App. R. 211)

[5] دیکھئے (7 Cr. App. R. 140) 8 Cr. App. R. 211 یہ ایسا قیاس نہیں ہے جو ٹوٹ سکے۔ دیکھئے (2 Cr. App R. 57) اور (14 Cr. App R. 116) نیز (2 I. R. 29) (1910) مثلاً حالت نشہ میں ہونا اس قیاس کو توڑ سکتا ہے جو قتل انسان مستلزم سزا کے جرم میں قائم کیا گیا ہو۔ دیکھئے صفحات ۱۴۰، ۱۶۱ کتاب ہذا

[6] بلا واسطہ نتائج کے لئے دیکھئے 7 Cr. App. R. 140

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا احتمال تھا۔

ان لازمی قیاسات قانونی کے علاوہ ایک ایسا قیاس واقعاتی[1] ہوتا ہے جس کا انحصار عدالت کے اختیار تمیزی پر ہے۔ اس کو نہایت غور سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ ایسا مال جو قریبی زمانے[2] میں سرقہ گیا ہو اس کے قابض کو یا تو خود چور یا جان بوجھ کر مال مسروقہ لینے[3] والا قیاس کیا جائے گا۔ اس کے قبضے کی وجہ سے ایک مزید کمزور قیاس یہ بھی قائم ہوتا ہے کہ اس سرقے کے سلسلے میں اس کا کسی اور جرم سے بھی تعلق ہے۔ مثلاً نقب زنی سے یا آگ لگانے سے یا قتل عمد سے۔

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ قیاس ایسے مال کے مقدمے میں پیدا ہوتا ہے جو کچھ ہی عرصہ قبل سرقہ ہوا ہو۔ چنانچہ اس وقت تک یہ قیاس پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ یہ ثابت نہ کیا جائے کہ مال جو زیر دریافت ہے وہ فی الواقع چوری[4] گیا تھا۔ اس لحاظ سے بجائے خود یہ کافی نہیں ہے کہ کوئی آوارہ گرد شخص سونے کی تین گھڑیاں لگائے ہوئے ہے اور ان گھڑیوں کے اپنے

---

[1] یہ قیاس قانونی نہیں ہے کیونکہ اس کی تردید کے لئے حلفی شہادت ضروری نہیں۔ ملزم کا غیر حلفی بیان کافی ہے۔

[2] اس کے قبضہ حاصل کرنے سے کچھ ہی قبل گرفتاری سے بہت پہلے۔

[3] لارڈ چیف جسٹس الور اسٹون اور لارڈ فلیمور عادتاً چوری کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ وہ دوسرے پہلو کو ترجیح دے ۱۹۱۸ء میں ایک مقدمہ پیش ہوا جس میں نقب زنی کے بعد مسروقہ مال دو دن بعد ملزم کے قبضے سے برآمد ہوا۔ جسٹس آوری نے کہا "اتنی دیر بعد کا قبضہ سرقے کی کافی شہادت نہیں ہے۔ آپ اس کو داشتن مال مسروقہ کے جرم میں سزا دیں تو مناسب ہے" ایسا قبضہ جو سرقے کے بیس ہی منٹ بعد پایا جائے داشتن مال مسروقہ کے الزام کی تائید میں ہو سکتا ہے۔ دیکھئے (17 Cr. App. R. 124; 18 Cr App. R. 118)

[4] (Rex V Yend (1833), 6c. and P. 176 (K. S. C. 468).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قبضے میں آنے کے متعلق بالکل متضاد باتیں بیان کر رہا ہے۔ اس سوال کے متعلق کہ وہ تھوڑے ہی عرصے سے کتنا عرصہ مراد ہے، کوئی عام اصول پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ جس مدت کے اندر ایسا قیاس قیام کیا جاتا ہے وہ مال مسروقہ کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتی ہے۔ ایک موٹر کار کے متعلق تین مہینے اور ایک ڈینچر بانڈ کے لئے چار ماہ کافی سمجھے گئے، دیکھئے (10 Cr. App. R. 264) لیکن ایسا مال جو ایک شخص سے دوسرے شخص کو بہ آسانی منتقل کیا جا سکتا ہو اس کے لئے دو ماہ بہت زیادہ مدت ہے خاص کر نقد روپیہ کی صورت میں۔ ایک گھوڑے کے متعلق چھ ماہ بہت زیادہ تصور کئے گئے۔ ایک ریشمی کپڑوں کی گٹھری کے لئے آٹھ ماہ کو بہت طویل مدت قرار دیا گیا دیکھئے (17 Cr. App. R. 191) اور سولہ مہینے خواہ مال کی نوعیت کیسی ہی ہو، بہت ہی طویل مدت ہے اس قیاس کی بنا پر قیاس بے گناہی غائب نہیں ہو جاتا۔ البتہ اس کی وجہ سے ملزم پر یہ ذمہ داری ضرور عائد ہوتی ہے کہ وہ اس مال کے بطور جائز اپنے قبضے میں آنے کے متعلق قانونی ثبوت پیش کرے۔ اس کو صرف یہ بتلانا پڑتا ہے کہ اس کا قبضہ شروع کس طرح ہوا۔ اگر اس نے اپنا بیان ابتدائی تحقیقات کی نوبت پر یا اس سے قبل دیا ہو اور وہ معقول اور ممکن الوقوع ہو تو اس کو سزا نہیں دی جائے گی۔ بجز اس کے کہ چالان کی جانب سے اس کے غیر صحیح ہونے کو ثابت کیا جائے۔ لیکن اگر اس نے دو متضاد بیانات دئے ہوں تو اس کی ایسی توضیح کو اطمینان بخش تصور نہیں کیا جائے گا اور چالان کی جانب سے ان مختلف بیانات کی تردید میں شہادت طلب کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر وہ ایسا بیان

---

[1] دیکھئے صفحہ ۴۰۲ کتاب ہذا

[2] (Reg. V. Cooper (1852), 3 c. and K 318 (K. S C. 468)

[3] (2 C. and P. 459 (K. S. C. 469), per Bayley.)

[4] اگر وہ "کوئی معقول شبہہ پیدا کر دے" تو یہ کافی ہے۔ دیکھئے (2 Cr. App. R. at . P. 242)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دے جس کو جیوری باور نہ کرے یا کوئی بیان ہی نہ دے تو جیوری اس کو سزا[1] دینے پر مجبور نہیں ہے گو یہ ممکن ہے کہ وہ اس کو سزا دیدے۔ کیونکہ اگر اس کے بیان کی یہ کیفیت ہو کہ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہو کہ وہ معقول طور پر سچ ہو سکتا ہے تو سرکار کا یہ فرض کہ الزام منسوبہ کو وہ "معقول شبہے کی گنجائش باقی نہ رہنے کی حد تک[2]" ثابت کرے پورا ہونا ضروری ہے۔

393 اسی طرح کا قیاس جرم اس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ مقتول کی نعش کسی ایسے شخص کے قبضے سے برآمد ہو جو اس کو پوشیدہ[3] کر رہا ہو۔

"قیاسات جرم اور جرم کی بادی النظری صورتوں کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ جس فریق کے خلاف کسی جرم کا الزام لگایا گیا ہو اس کے خلاف چند واقعات ثابت ہونے پر جیوری جرم منسوبہ کا اس کو مجرم قرار دینے میں حق بجانب ہوگی[4]"

شہادت

فریق کو چاہیے کہ جب اس کے مقدمے کے مفید کوئی قیاس قائم نہ ہوا ہو تو شہادت پیش کر کے عدالت کو مطمئن کرے۔ ہماری عدالتوں میں جو شہادت پیش کی جاتی ہے اس کی اصلی نوعیت کے لحاظ سے تین قسمیں کی جا سکتی

---

[1] تشفی بخش توجیہ کی عدم موجودگی سے جیوری سزا دینے پر مجبور نہیں ہے۔ دیکھئے
(Rex. V. Schama and Abramovitch (1915). 11. Cr. App. R. 45; 31 T.L.R. 88. Cf. 13 Cr. App. R. 17. 19 Cr APP. R. 159.)

[2] دیکھئے صفحہ ۳۸۷ کتاب ہذا۔

[3] دیکھئے وین رائٹ کا مقدمہ صفحہ ۲۲۶۔

[4] (Woolmington V. D. P. P. (1935) A. C. 462).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں (چنانچہ اسی طرح سے اس کو قانون شہادت ہند میں بیان کیا گیا ہے):-
(ا) زبانی شہادت۔ (ب) دستاویزی شہادت (ج) مادی شہادت۔
مادی کا مفہوم "متعلقہ شہادت" نہیں بلکہ "جسمانی"، اور غیر دستاویزی شہادت ہے۔ جیریمی بنتھم (Jeremy Bentham) نے بھی الفاظ کے خفیف سے ردوبدل کے ساتھ اسی اصول تقسیم کا تتبع کیا ہے جو حسب ذیل ہے:-
ا۔ "اصلی" شہادت۔ یعنی وہ جو جسمانی مواد کی حالت سے متعلق ہو، حتیٰ کہ زندہ جسم[1] انسانی۔ مثلاً ہاڑ، وردی، نشان۔ ابہام، گومڑے کا نشان کوئی زخم، حملہ آور کی کاٹی ہوئی انگلی، پروزک ایسڈ کی بُو، ایسا بازو جس کو شیر ببر نے کاٹ کھایا ہو (اسی سے ڈاکٹر لیونگ اسٹون کی نعش شناخت کی گئی تھی)۔ چنانچہ کسی چاقو پر خون کے دھبوں کا ہونا، اس امر کی اصلی شہادت ہے کہ اس سے زخم[2] پہنچایا گیا۔
۲۔ "شخصی" شہادت۔ ایسی شہادت جس کو راست انسان[3] کی 394
حالت ذہنی معرض وجود میں لائے۔
وہ یا تو:-
(ا) بلا قصد ہوگی۔ مثلاً شرما جانا۔
(ب) قصداً ہوگی۔ یعنی جس کا مقصد تصدیق کرنا ہوگا۔ مثلاً حلف نامہ
اور یہ یا تو:-
(ا) زبانی ہوگی یا

---

[1] اسی طرح صورتوں کی مشابہت رشتہ داری کی "اصلی" شہادت ہے۔ دیکھئے (39 L Q. R. 297)
[2] "ہاتھوں کی اس بُری گواہی کو دھو ڈالو"۔ دیکھئے میکبتھ ایکٹ ۲، سین ۲۔ ایک مرتبہ بمقام انیس (Ennis) ایک قاتل کو جس کی ایک انگلی بندوق کے پھٹ جانے کی وجہ سے اُڑ گئی تھی اسی علامت سے شناخت کیا گیا۔
[3] یا کوئی جانور مثلاً مسروقہ گھوڑا (جس کی شناخت سے انکار کیا گیا ہو) مالک کے احاطے میں لے جانے کے بعد فوراً تھان پر چلا جائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲) تحریری[1]۔

شہادت کی تقسیم کا ایک اور طریقہ ہے جو متذکرۂ بالا طریقے سے بہت مختلف ہے لیکن اس سے کم اہم نہیں ہے۔ یہ تقسیم اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ عدالت کے روبرو جو مسئلۂ تصفیہ طلب ہے اس پر منطقی حیثیت سے وہ شہادت کیا اثر رکھتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے شہادت یا تو (۱) بلاواسطہ ہوگی یا (۲) بالواسطہ (باعتبار قرائن)۔

۱۔ بلاواسطہ شہادت تصدیقی شہادت ہوتی ہے ایسے ایک یا زیادہ "واقعات تنقیحی" کی جو کسی مقدمے کے بنیادی اجزا ہوتے ہیں۔ یعنی یہ واقعات ایسے ہوا کرتے ہیں جو اگر سب کے سب ثابت ہو جائیں تو قانوناً اس فریق کے موافق فیصلہ صادر کرنا ضروری ہو جاتا ہے جس نے ان کو پیش کیا ہو۔

۲۔ دوسری جملہ شہادت قرائنی ہوتی ہے۔ اس اصطلاح میں حسب ذیل قسم کی شہادت شامل ہے:۔

ا۔ جملہ "اصلی" شہادت[2]۔

ب۔ جملہ "بلا قصد شخصی" شہادت۔

ج۔ ایسی تصدیقی شہادت جس کا تعلق صرف واقعات تنقیحی سے ہو۔ یعنی ایسے حالات جو کسی واقعۂ تنقیحی کو ثابت یا ناثابت قرار دیں۔ چنانچہ 395
ازالۂ حیثیت عرفی کے فوجداری مقدمے میں ملزم کا فعل اشاعت

---

[1] ۱۲۹۲ء کی بھی ایک قدیم تحریر موجود ہے جو کہ جیوری کے سامنے بطور شہادت پیش کی گئی تھی۔ دیکھئے (Thayer, Evidence, Pt. I. P. 106, n. 5.)۔

[2] مثلاً ایک ہتھیار سے جو نعش کی مضبوط گرفت میں ہو، خودکشی کرنے کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ قتل عمد کا۔ زہر کی تھوڑی سی مقدار قتل عمد کا اظہار کرتی ہے اور اس کی زیادہ مقدار سے خودکشی کرنا ظاہر ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

واقعہ تقیحی ہے اور ملزم کے معمولی طرز تحریر کا اس لفافے کی تحریر سے مشابہ ہونا جس کے اندر رکھ کر وہ مزیل حیثیت عرفی دستاویز بھیجی گئی تھی ایسا واقعہ ہے جو پہلے واقعے کو ثابت کرتا ہے۔ اسی لئے یہ واقعہ متعلقہ اور قابل ادخال شہادت ہے۔

ذیل میں قرائنی شہادت کی ان چند خاص شکلوں کی مثالیں درج کی گئی ہیں جو فوجداری مقدمات میں پیش کی جاتی ہیں۔ ملزم کی حیثیت اس کی طبیعت، وجہ تحریک، اس کی دھمکیاں، اس کے مواقع، اس کی تیاری، اس کے اقدامات، اس کے جھوٹے بیانات، اس کی خاموشی، اس کی مصنوعی شہادت یا اس کا شہادت کو تلف کرنا، اس کا فرار ہو جانا، اس کا مال مسروقہ پر قابض ہونا۔ لیکن قرائنی شہادت فوجداری مقدمات میں بھی قابل ادخال ہے مثلاً کسی فرقے کے مقدمے میں مدعی علیہ، مدعی کی غربت کے متعلق شہادت پیش کر سکتا ہے تاکہ یہ ثابت ہو کہ قرضہ دیا ہی نہیں گیا تھا۔ لیکن اس کی اہمیت کے متعلق اکثر اختلافات محض فوجداری جرائم ہی کے سلسلے میں پیدا ہوئے کیونکہ ان کی بنا پر جس قدر سخت سزائیں دی جا سکتی تھیں انھیں کی وجہ سے اکثر اشخاص کو قرائنی شہادت کے خلاف یہ کہنے کا موقع ملا کہ جہاں تک کسی واقعے کو ثابت کرنے کا تعلق ہے منطقی اعتبار سے اس شہادت کو وہ اہمیت حاصل نہیں ہے کہ اس کی بنا پر ملزم کو سزا دی جائے (خصوصاً سزائے موت)۔

یہ سوال ایسا بنیادی ہے کہ اس پر غور کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی تصدیقی شہادت کے ذریعے سے خواہ وہ قرائنی ہو یا "بلاواسطہ" جیوری غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کو

۱۔ گواہ کے ان مبینہ واقعات کے ابتدائی مشاہدے کی صحت

۲۔ ان کے حافظے کی درستی۔ اور

۳۔ اس کی راست گوئی پر بھروسا کرنا پڑتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن جب محض بلاواسطہ شہادت ہی پیش کی گئی ہو تو مشاہدے کی غلطی، بھول اور غلط بیانی کے خطرے کے علاوہ قرائنی شہادت کی صورت میں بعض دیگر خطرات بھی ہیں چنانچہ جیوری کو ذیل کے امور پر بھی بھروسا 396
کرنا پڑتا ہے۔

۴۔ شہادت کا ہر واقعے کے اس تعلق پر جو دیگر باقی ماندہ حالات کی زنجیر سے مثل ایک کڑی کے ہوتا ہے۔

۵۔ واقعات کی اس زنجیر سے خود جیوری کے نتائج اخذ کرنے کی صحت استدلال پر۔ "جیوری کا رکن جتنا زیادہ طباع ہوگا اسی قدر وہ ان واقعات پر زیادہ زور دے گا جو اس کے نظریے کے موافق ہوں"۔ کیونکہ بقول الڈرین "ہر واقعے کے دو پہلو ہوتے ہیں"۔ ان کو فوراً تاڑ جانے کی صلاحیت اور اپنے مفید پہلو کو اختیار کر لینا ایک وکیل کی بڑی اہم صفات ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی جرم کا الزام عائد ہونے پر مشتعل ہو جائے تو اس اشتعال کا سبب احساس مجرمیت بھی ہو سکتا ہے اور بے گناہی بھی۔ پیٹرسن پر اپنی بیوی کو زہر دینے کا الزام تھا۔ اس امر کا ثبوت موجود تھا کہ ملزم نے اپنی زوجہ کو قتل کرنے کے متعلق اس واقعے سے پہلے بھی ایک مرتبہ سوچا تھا۔ جیفری جو پیٹرسن کے وکیل تھے انھوں نے اپنی بحث میں کہا کہ بجائے خود یہ واقعہ ہی کہ ملزم نے ایسے بھیانک قتل کے متعلق اس سے قبل بھی سوچا تھا اس کی بے گناہی کے ثبوت کے لئے کافی ہے چنانچہ ایسے فعل کا خیال آنے کے بعد بالآخر لازماً ایک شوہر اس سے اجتناب کرے گا اور اس کے ارتکاب سے باز آجائے گا (حیات لارڈ جیفری صفحہ ۳۵۱)۔

ان چوتھی اور پانچویں قسم کے خطرات نے بعض مصنفین کو اتنا متاثر کیا ہے کہ وہ کسی بڑے جرم کی پاداش میں محض قرائنی شہادت پر حصر کر کے سزا دے دینے کے بالکل خلاف ہیں۔ لیکن وہ اس امر کو محسوس نہیں کرتے کہ ہر فوجداری مقدمے میں نیت مجرمانہ لازمی طور پر صرف[1]

[1] قیاسات قانونی کی مدد سے مثلاً یہ امر کہ "ہر شخص اپنے فعل کے فطری اور لازمی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قرائنی شہادت ہی کے ذریعے سے ثابت کی جاسکتی ہے (بجز اس کے کہ ملزم نے فی الواقع اقبال کرلیا ہو)۔ علاوہ ازیں وہ اس امر کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں کہ قرائنی شہادت سے عموماً کتنے انتہائی واضح نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً اس وقت جب کسی مقدمے میں ملزم کی جانب سے موقع واردات سے اپنی غیر حاضری (alibi) کی شہادت پیش ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شہادت پہلی نظر میں نہایت اچھی بلا واسطہ شہادت سمجھ لی جاتی ہے اس میں قرائنی شہادت کا اکثر بہت بڑا جزو شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک گواہ یہ بیان دے سکتا ہے کہ اس نے اکوب کی طرف بندوق کرکے سر کرتے ہوئے 397

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نتائج پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

اے یا شناخت کے متعلق سر ایف۔ گالٹن کے علامات ابہام کے بموجب۔ لندن کی پولیس کے ریکارڈ کئے ہوئے پہلی دس لاکھ انگلیوں کے نشانات میں سے کوئی دو نشان ایک سے نہیں نکلے۔ زیادہ سے زیادہ ان کی مشابہت گیارہ "علامتوں" میں سے سات علامتوں تک تھی۔ گالٹن نے ان امکانات کا تخمینہ کیا ہے جو کسی کی ایک انگلی اور کسی دوسرے شخص کی اسی انگلی کے درمیان مشابہت کے ہوسکتے ہیں اور ان کی نسبت ایک کے مقابلے میں چونسٹھ ارب ہیں۔ اور ہاتھ کی پوری پانچوں انگلیوں کے دوسرے شخص کے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے مشابہ ہونے کے امکانات تیئیس کھرب ہیں ان ریکارڈوں میں ایک اہم اضافہ "مساہیات" (Paroscopy) ہے جس میں انگلی کے نشانات کے مسامات کا (یکسروں کے علاوہ) امتحان کیا جاتا ہے۔ اور ٹیلسٹوگراف (Telestograph) کے ذریعے انگلیوں کے نشانات تار کے ذریعے ہماری پولیس ممالک غیر کی پولیس کو بھیج سکتی ہے۔ انگلیوں کی علامات بطور شہادت شناخت، قابل ادخال شہادت ہیں۔ دیکھئے (Rex.V.Castleton) (1909) 3 Cr App. R. 74 اور اسکی ضرورت نہیں ہے کہ اسکی تائید میں دوسری شہادت پیش کیجائے دیکھئے (Rex V. Parker, (1912) V. L. R. 152 (and 14 Cr. L. R. 681 and Rex V, Krausch (1913) 92 N. Z. L. R. 1229) (1938) S.C.(J.) 72. (گرفتار شدہ شخص کی انگلیوں کے نشانات بغیر حکم کے لئے جاسکتے ہیں دیکھئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیکھا۔ نیز بندوق کی آواز سنی اور اس کی نال سے دھواں نکلتا ہوا اور پھر ب کو گرتے ہوئے دیکھا۔ پھر قریب جاکر اس نے ب کی ٹانگ میں گولی کا زخم دیکھا۔ بریں ہم اس نے ا کی بندوق کی گولی ب کو لگتی ہوئی نہیں دیکھی۔ چنانچہ یہ واقعہ (جو اصلی اور نہایت ضروری ہے) محض قرائنی شہادت پر منحصر ہے۔ یعنی اس کو ان تمام دوسرے واقعات سے جن کو اس نے فی الواقع دیکھا[1] ہے اخذ کرنا پڑتا ہے۔

انگریزی قانون میں قرائنی شہادت پر بے اعتمادی ظاہر نہیں کی گئی ہے اور نہ اس میں بلاواسطہ شہادت کو قرائنی شہادت پر ترجیح حاصل کرنے کا کہیں تذکرہ ہے۔ بالواسطہ شہادت پر کلیۃً انحصار کرکے انتہائی[2] سزائیں دینے کی اہم اور قابل یادگار مثال جس کی صحت کے متعلق کوئی شبہہ نہیں کیا جاسکتا سنہ ۱۸۴۰ء[3] کا کوروآزیے (Courvoisier) کا مقدمہ ہے جس پر لارڈ ولیم رسل کو قتل کرنے کا الزام تھا اور سنہ ۱۹۱۰ء کا کرپین (Crippen) کا مقدمہ ہے جس پر اپنی بیوی کو قتل کرنے کا الزام تھا۔ (دیکھئے صفحہ ۴۰۳ کتاب ہذا نیز P. 108 (1911)

398

---

[1] چنانچہ ایک قدیم مقدمے میں جس کو قانون شکار کے تحت چلایا گیا تھا جیوری نے وکیل ملزم کے اس مفروضے کو قبول کرلیا کہ اس کے موکل کی سرکی ہوئی بندوق میں گولی بھری ہوئی تھی اور یہ کہ کسان محض خوف سے مرگیا۔ عدالت اعلیٰ نے بھی جیوری کی اس رائے کو بحال رکھا (حالانکہ یہ مقدمہ دیوانی تھا اور ان کو منسوخ کرنے کا کامل اختیار تھا) دیکھئے 4T.R.468.

[2] کسی شخص کی وجہ موت جب زیر تحقیقات ہو اور اس کے متعلق کوئی بلاواسطہ شہادت نہ ہو تو ایسی قرائنی شہادت قابل ادخال ہوگی جس سے اس کی وجہ موت کے امکان پر روشنی ڈالنے والی عادت اور اس کے روزمرہ کے مشاغل کا پتا چلتا ہو۔ دیکھئے (Joy v. Phillips Mills and Co. Ltd. (1916) 1 k. B. 849. 854)

[3] ٹائمس مورخہ ۱۹ جون سنہ ۱۸۴۰ء نیز دیکھئے (Townsend's Modern State Trails 1,267) اس میں اس غور طلب سوال کے متعلق جو اس مقدمے میں پیدا ہوگیا تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حسب ذیل مقدمات کا بھی حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ (Rex v. Nash (1911)[1]) (and (Rex v. Robertson(1913)[2]) بعض تجربہ کار انگریزی اور امریکن مقننین تو قرائنی شہادت کو بلا واسطہ شہادت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ "گواہ جھوٹ بول سکتے ہیں واقعات جھوٹ نہیں بول سکتے"۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے بہت سے مقدمات پیش کئے جا سکتے ہیں جن میں کثیر بلا واسطہ شہادت محض غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی[3] ثابت ہوئی۔ ان مقدمات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فریقین کے سیکڑوں گواہوں کے بلا واسطہ وصریح بیانات قرائنی شہادت کی بہ نسبت کہیں زیادہ بے اطمینانی پیدا کر سکتے ہیں۔

اس قسم کے تین مقدمات کا یہاں مختصر طور پر حوالہ دیا جاتا ہے۔

۱۔ لی پیریج[4] کے مقدمے میں (Leigh Pearage Cese) ایک خطاب کے دعوے دار نے خود کو کرسٹوفر لی کی اولاد میں ہونا ظاہر کر کے دعویٰ کیا اور اپنے اولاد ہونے کے ثبوت میں اس نے ایک تحریر پیش کی جو ایک سنگ یادگار پر کندہ تھی۔ اس سنگ یادگار کے متعلق یہ ادعا کیا گیا کہ وہ پہلے کلیسائے اسٹوک لی کے اندر رکھا ہوا تھا۔ دارالامرا کی ایک کمیٹی کے سامنے تیس گواہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تذکرہ کیا گیا ہے کہ کسی ایڈوکیٹ کے اپنے موکل کے مقابل میں کیا فرائض ہونگے جب کہ موکل نے خود کا مجرم ہونا کہہ دیا ہو۔

[1] (6 Cr. App. R. 225)

[2] (9 Cr. App. R 189)

[3] اوٹاف کے مقدمے میں "بلا واسطہ" شہادت کی شناخت کے متعلق مشہور غلطی کے لئے دیکھئے صفحہ ۶۶۲ کتاب ہذا۔ اسی طرح ایکس گواہوں نے ایک شخص مسمی تھامپسن کی غلطی سے شناخت کی دیکھئے (7 Cr. App. R. 203)

[4] عام اختلاف کے متعلق دیکھئے (Wills Circumstantial Evidenec pp. 39-52) جس کا مطالعہ کرنا ہر اڈوکیٹ کا فریضہ ہے۔

[5] دیکھئے ۱۸۳۲ (Committees Report)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش کئے گئے جنھوں نے بہ قسم یہ بیان کیا کہ ان کو یہ یاد ہے وہ پتھر اس مقام پر تھا۔ اس کے علاوہ تیس اور اشخاص نے اسی مضمون کے حلف نامے داخل کئے۔ لیکن ان ساٹھ گواہوں کے بیانات کو اس لئے غلط ٹھیرایا گیا کہ (ا) دیگر اکیس گواہوں نے ایسے سنگ یادگار کے وجود سے انکار کیا (ب) خود ان ساٹھ گواہوں نے اس سنگ یادگار کی شکل رنگ اور اس کی تحریر کے متعلق جو تفصیل بیان کی وہ بالکل مختلف[1] تھی۔ چنانچہ کمیٹی نے ان ساٹھ اشخاص کے بیانات کو باور کرنے سے انکار کر دیا۔

399 ۱۷۵۴ء کے الزبتھ کیننگ کے مقدمے میں (Elizabeth Cannings Case) پینتیس گواہوں نے حلفی بیان دیا کہ ایک خانہ بدوش شخص (جس کی ایسی خاص قسم کی صورت تھی کہ اس کی شناخت میں غلطی نہیں ہو سکتی تھی) جسے مڈل سکس کے ڈاکے کی بابت سزا دی گئی تھی، ڈاکے کے وقت ڈورسٹ شائر میں تھا، لیکن ان کی تردید میں پچیس[2] گواہوں نے یہ حلفی بیان دیا کہ اس وقت انھوں نے ملزم کو مڈل سکس میں دیکھا تھا۔ اس اختلاف سے یہ ظاہر ہونے کے علاوہ کہ بلا واسطہ شہادت کس قدر ناقابل اعتماد ہو سکتی ہے اس مقدمے میں خود ملزم کے بیان سے اس کی اور تائید ہوتی ہے:۔ اس نے بھگا لیجانے اور ڈاکے کے جرائم کا ارتکاب کرنے کا اقبال کیا اور

---

[1] مثال کے طور پر پہلے تیس اشخاص میں سے صرف سات کے بیانات دیکھئے کہ انھوں نے سنگ یادگار کے رنگ ہی کے متعلق کیسا اختلاف کیا ہے:۔ "تقریباً سیاہ"۔ "فاختئی رنگ کی قسم کا"۔ "سیاہ پر سفید حروف تھے"۔ "ابتداءً وہ سفید تھا" "سیاہ"۔ "ہلکا مرخیف سا سیاہی مائل"۔ "نیل گندمی"۔ اس کی شکل کے متعلق:۔ "بیضوی"۔ "اوپر چوکھوٹا لیکن نیچے گاؤدم"۔ "نیچے چوکھوٹا مگر اوپر کی طرف گاؤدم"۔ "اوپر بھی چوکھوٹا اور نیچے بھی چوکھوٹا" اور اس کی تحریر کے متعلق:۔ "سب لاطینی میں تھی" "بہت سی انگریزی میں بھی تھی" "سب انگریزی میں تھی سوائے سنہ کے" "سب لاطینی میں تھی"۔

[2] دیکھئے (Cornhill Magazine 1904 ; 19 St. Tr. 383).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس کو بلا کسی تردیدی شہادت کے محض ناممکن الوقوع ہونے کی وجہ سے باور نہیں کیا گیا۔

۳۔ لیکن کاسٹرو[1] (Reg. V. Castro) کے مقدمے میں جو ہماری تاریخ قانون کا طویل ترین اور نہایت مشہور مقدمہ ہے بلاواسطہ شہادت کے ناقابل اعتماد ہونے کی نہایت واضح مثال ملتی ہے۔ ایک قصائی نے جس کا نام آرٹن (Orton) یا کاسٹرو تھا ۱۸۶۶ء میں سر راجر ٹچبورن (Sir Roger) (Tichborne) ہونے کا ادعا کیا۔ ٹچبورن ایک نوجوان بیرونٹ تھا اور اس کے متعلق یہ باور کیا جاتا تھا کہ وہ ۱۸۵۴ء میں کسی جہاز کے غرقاب ہونے کے سلسلے میں ہلاک ہوگیا ہے۔ بالآخر جس وقت آرٹن پر دروغ حلفی کا مقدمہ چلایا گیا تو سرکار کی جانب سے ۲۱۲ گواہ پیش ہوئے۔ اور ملزم کی جانب سے ۲۵۶۔ یہ بڑے گواہ چار بڑے گروہوں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں جنھوں نے علی الترتیب امور ذیل کی بلاواسطہ شہادت دی:۔

۱۔ دعوہ دار سر راجر ٹچبورن نہیں ہے۔

۲۔ وہ آرتھر آرٹن ہے۔

۳۔ وہ آرتھر آرٹن نہیں ہے۔

۴۔ وہ سر راجر ٹچبورن ہے۔

چنانچہ ان چار بڑے گروہوں نے اتنا کام ضرور کیا کہ ایک دوسرے کا ناقابل اعتماد ہونا ثابت کردیا۔ اس لئے مقدمے کا تصفیہ قرائنی شہادت 400

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس زبردست مقدمے کے جملہ حالات کیلئے بلیک وڈ میگزین بابت ۱۸۶۰ء صفحہ ۵۸۱ (Blackwood Magazine) دیکھئے۔ اس کو دارالسلطنت کے ایک مشہور مجسٹریٹ نے لکھا ہے اور اس مقدمے کے متعلق ان کا خیال ہے کہ یہ "سب سے زیادہ غیر واضح قانونی معمہ تھا جو ریکارڈ کیا گیا"۔ ۱۸۹۷ء میں اسی مصنف نے "لاکوارٹرلی ریویو" (Law Quarterly Review) میں شائع کیا۔

[1] (Annual Register, vols. for 1871, 1872, 1873, 1874)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پر کرنا پڑا۔ مثلاً دعوہ دار کی تعلیمی قابلیت، مجبورن خاندان کے حالات وواقعات سے اس کی ناواقفیت اور اس خاندان کے ساتھ اور آرٹن خاندان کے ساتھ اس کا طرز عمل۔

ان مقدمات سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بلاواسطہ شہادت اس صورت میں بھی جبکہ گواہوں کی ایک بڑی تعداد آپس میں متفق ہو بالکل ناقابل اعتماد ہو سکتی ہے اور اسی لئے اس کو سچ باور کرنا لازمی نہیں۔ وہ قرائنی شہادت[1] سے بھی کم قابل اعتماد ہو سکتی ہے بالخصوص اس وقت جب کہ قرائنی شہادت میں جدا جدا واقعات کی بڑی تعداد شامل ہو اور ان میں سے ہر واقعے کو جداگانہ طور پر مختلف گواہوں سے ثابت کیا جائے، کیونکہ ایسی صورت میں ہر گواہ کو اپنا بیان اس قدر معمولی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے متعلق دروغ حلفی کا ارتکاب کرنا غیر ضروری سمجھتا ہے (اگرچہ واقعے کا معمولی ہونا گو دروغ گوئی کے موقع کو کم کر دیتا ہے لیکن غلطی اور بھول جانے کے مواقع میں کچھ نہ کچھ اضافہ کر دیتا ہے) لیکن تمام دوسری صورتوں میں قرائنی شہادت کو لازماً بلاواسطہ شہادت سے کم قابل اعتماد قرار دینا چاہئے کیونکہ جھوٹے اور معمولی امور کے متعلق شہادت سن کر نتیجہ اخذ کرنے میں استدلال کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انھی دقتوں کے باعث غلطی کے خطرناک مواقع پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ گو "واقعات جھوٹ نہیں بول سکتے" مگر وہ غلط فہمی[2] میں مبتلا کر سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ ان کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی ہی غرض سے روبہ عمل لایا گیا ہو۔ جیسا کہ حضرت یوسف[3] کا چاندی کا پیالا بنجامن کی تھیلی میں رکھ دیا گیا یا لیڈی میکبتھ نے "سوتے ہوئے سائیسوں کو خون آلودہ کر دیا"

[1] بالخصوص مشرقی ممالک میں جہاں "راست بازی حماقت اور حلفی شہادت بازار کی بکتی ہوئی چیز ہوتی ہے" دیکھئے (Sydney smith's Forensic Medicine P. 472)

[2] جیسا کہ بودین (Bodine) نے کہا ہے "عورتوں کا نہ رونا جب کہ ان پر الزام جادوگرنی کیا گیا ہو جادوگرنی ہونے کا نہایت زبردست قیاسی ثبوت ہے جسکو گرلارڈ (Grillard)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

401 بالعموم معمولی جرائم میں نہیں بلکہ بدقسمتی سے سنگین جرائم ہی میں قرائنی شہادت پر اعتماد کرنا پڑتا ہے کیونکہ ان میں محتاط مجرم رویت کی شہادت پیدا نہیں ہونے دیتا۔ مثلاً زنا شاذ و نادر ہی بلاواسطہ[1] شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ وہ قتل عمد جس کا پوری طرح سوچ سمجھ کر ارتکاب کیا گیا ہو عموماً ایسی حالت میں نہیں کیا جاتا کہ کوئی تیسرا شخص قریب موجود ہو۔ یہی صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ کوئی بچہ وضع حمل کے وقت مر جائے۔ گو یہ سوال کہ وہ زندہ پیدا ہوا تھا یا مردہ، عام طور پر دیوانی مقدمات میں بہ آسانی تصفیہ پا جاتا ہے۔ (مثلاً وضع حمل کے وقت ماں کے دوست جو بر سر موقع موجود تھے ان کو طلب کر کے) لیکن فوجداری مقدمات[2] میں بچہ کشی کے الزام کے تحت اسی کا تعین کرنا نہایت دقت طلب ہو جاتا ہے کیونکہ عام طور پر اس کا انحصار بالکل قرائنی شہادت پر ہوتا ہے اور پوسٹ مارٹم کی مبہم علامات سے نتیجہ اخذ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ یہ ایک عام خیال پیدا ہو گیا ہے کہ بچے کے زندہ پیدا ہونے کے متعلق جو شہادت ضروری ہے وہ دیوانی اور فوجداری مقدمات میں مختلف ہوتی ہے۔ دراصل فرق صرف یہی ہوتا ہے کہ کونسی شہادت ایک مقدمے میں حاصل ہو سکتی ہے اور کونسی دوسرے مقدمے میں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور دوسرے اشخاص نے جادوگرنیوں کے بہت سے مقدمات سنکر اور ان کو سزا دیکر پیش کیا ہے" دیکھئے (Demonomanie IV, ch. I.V.)

[1] لارڈ سینٹ ہیلیر (Lord St. Helier) نے کہا ہے کہ اگر زنا کے متعلق بلاواسطہ شہادت پیش ہو تو اسی وجہ سے الزام کی سچائی کے شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن مجرمانہ نیت کے ساتھ اگر ارتکاب کرنے کا موقع بھی پایا جائے تو ایسی قرائنی شہادت سے جرم کا قیاس پیدا ہوتا ہے۔

[2] "بالکل ناممکن العمل"۔ دیکھئے (Ogston's Medical Jurisprudence P. 220)

"قطعی ناممکن"۔ دیکھئے (Atckinson's Medical Practice, P. 217)

"بالکلیہ ناممکن"۔ دیکھئے (T. F. Smith's Medical Jurisprudence P. 224)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس بحث کا نتیجہ یہی ہے کہ قرائنی شہادت کو ضرور متعلق کرنا چاہیئے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کو متعلق کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ انگریزی عدالتوں کا طرز عمل بھی یہی ہے (بہرحال بقول اسٹیفن[1] یہ احتیاط حد سے زیادہ نہ ہونا چاہیئے۔ یہ صحیح نہیں ہے (جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے) کہ سزا صرف اس وقت دینی چاہیئے جبکہ حالات سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہو کہ جرم کا ارتکاب ہوا ہے؛ کیونکہ ان مقدمات میں بھی جو بہترین طور پر ثابت کئے گئے ہوں ایسا مفروضہ[2] قائم کیا جا سکتا ہے کہ شہادت سے ملزم کی بے گناہی ظاہر ہو۔ انگریزی قانون میں قرائنی شہادت کو قبول کرنے کی بابت مناسب حد تک تامل کیا گیا ہے چنانچہ اس بارے میں چند معروف قیود عائد کئے گئے ہیں۔ جن میں سے دو قیود خاص اہمیت 402
رکھتے ہیں۔

۱۔ سرقے کی سزا اس وقت دینی چاہیئے جب اچھی[3] طرح سے یہ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع سرقہ ہوا ہے۔ یعنی محض یہ امر کافی نہیں ہے کہ ایک ایسا آوارہ گرد شخص جو کوڑیوں سے محتاج ہے ہیرے کی دو انگوٹھیاں پہنے ہوئے پایا گیا بلکہ سرقے کی پاداش میں اس کو سزا دینے کے لئے یہ ثابت ہونا چاہیئے کہ وہ انگوٹھیاں کہیں سے سرقہ گئی تھیں۔ اور یہ امر بلا واسطہ شہادت سے یا کم از کم نہایت قوی قرائنی شہادت سے ثابت ہونا چاہیئے۔ اس لئے عموماً خود مالک کو پیش کرنا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ وہ اپنے مال کے سرقہ جانے کو ثابت کرے اور اس چیز کو شناخت کرے جو موضوع سرقہ[4] ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ قرائنی شہادت خاص طور پر

---

[1] (General View of Criminal Law, 2nd. ed; pp. 179-207)

[2] بیان کردہ مفروضہ دیکھئے صفحہ ۳۹۷ کتاب ہذا۔ (حاشیہ)۔

[3] صفحہ ۲۲۴ کتاب ہذا۔

[4] دیکھئے (Rex V. Joiner (1910), 4 Cr, App. R. 64) چنانچہ وہ اشخاص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی قوی ہو کہ بغیر کسی بلاواسطہ شہادت کے ملزم کو سزا دی جا سکے۔ مثلاً کوئی شخص کھلیان سے باہر نکلتا ہوا پکڑا جائے اور اس کے پاس اناج (یا شراب کے گودام سے باہر نکلتا ہوا گرفتار کیا جائے اور اس کے پاس شراب) کوٹ[1] کے اندر چھپایا ہوا برآمد ہو۔

ب۔ اسی طرح قتل انسان کی سزا اس وقت دینی چاہیئے۔ جب اچھی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ فی الواقع ہلاکت واقع ہوئی ہے۔[2] اس کو بھی بلاواسطہ شہادت سے (مثلاً نعش برآمد کر کے) یا نہایت قوی قرائنی شہادت سے ثابت کرنا چاہیئے۔ اس اصول کی اہمیت کے ظاہر کرنے کے لئے ہیل اور کوک (Hale and Coke)[3] نے ایسی واقعی مثالیں پیش کی ہیں جن میں لوگوں کو قتل کے الزام میں پھانسی کی سزا دیدی گئی اور اس کے کچھ زمانے بعد مفروضہ مقتولین زندہ نمودار ہو گئے۔ اسی بنا پر ایک مقدمے میں ایک حرامی بچے کے والدین بچے کو برہنہ کر کے لیورپول ڈاکس میں پھینکتے ہوئے دیکھے گئے۔ بچے کی نعش بعد میں برآمد نہ کی جا سکی۔ جسٹس گولڈ نے قرار دیا کہ چونکہ اس امر کا ایک حد تک امکان ہے کہ بچہ بہ کر سمندر میں چلا گیا ہو اور کسی نے اس کو زندہ نکال لیا ہو اس لئے اس کے والدین 403

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جو بدمعاشی سے گاؤں کی گیہوں کو گاؤں کے میدان سے اٹھا کر فروخت کر دیا کرتے ہیں۔

[1] (Rex V. Burton (1854), Dearsly 282)

[2] دیکھئے (Rex v. Hindmarsh (1792), 2 Leach 569) ۱۹۲۹ء میں ایک شخص نے یہ بیان کر کے کہ اس نے ایک عورت کو واٹرلو برج پر سے دریائے ٹیمز میں پھینک دیا ہے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ دریا کی چھان بین کی گئی لیکن نعش برآمد نہ ہو سکی۔ اس کے اقبال میں بعض اختلافات تھے اور مجسٹریٹ نے اس کو سزا نہیں دی لیکن اس نے یہ ضرور محسوس کیا کہ اگر اور شہادت کا پتا چل جاتا تو پھر ملزم کو بری نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دیکھئے (166 L. T. Jo. 225)

[3] Hale P.C.C. XXXIX; 8 Coke Inst. 104 (K.S.C. 449)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو بچے کے قتل عمد[1] کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ اسی وجہ سے نعش یا اس کے قابل شناخت جزو کو برآمد[2] کرنا عام طور پر لازمی قرار دیا گیا ہے۔ کسی ملزم کو قتل انسان یا قتل عمد کی سزا نہیں دی جا سکتی تاوقتیکہ قتل کے فعل کو یا مہلوک کی ہلاکت کو ثابت نہ کیا جائے۔ ایسی شہادت کی عدم موجودگی میں ملزم پر یہ ذمہ داری نہیں ہوتی کہ وہ اس شخص[3] کے مفقود الخبر ہونے یا پیش نہ کئے جا سکنے کی کوئی وجہ ظاہر کرے۔ محض ایک جزو کے قابل شناخت ہونے کی ایک یادگار مثال ۱۸۵۰ء کے ایک مشہور امریکن مقدمے میں

---

[1] اس کا حوالہ ہینڈ مارش کے مقدمے میں (صفحہ ۴۰۲) دیا گیا ہے۔ اس نظیر کے متعلق یہ شبہہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ حد سے زیادہ احتیاط پر مبنی ہے۔ لیکن فرقہارسن کے مقدمے (Rex V. Farquharson Sussex Assizes june 29, 1908) کی نظیر اس کے موافق ہے۔ ملزمہ نے اپنے بچے کو ایک چشمے میں پھینک دینے کا اقبال کیا۔ دوسرے دن صبح کو یہ ثابت ہو گیا کہ اس کی صنف اور عمر کے ایک بچے کی نعش ایک میل آگے کنارے پر دھارے کی سیدھ میں پائی گئی۔ جسٹس چلیف نے جیوری سے یہ کہا کہ وہ اس وقت تک سزا نہیں دے سکتے تاوقتیکہ یہ اطمینان نہ کریں کہ مہلوک ملزمہ کا بچہ تھا۔ بمقدمۂ آرمسٹرانگ (Reg. V. Armstrong the times, Aug. 18, 1875) ایک شخص کو جہاز پر سے گولڈ کوسٹ کی ندی میں پھینکدیا گیا تھا۔ جس میں شارک مچھلیاں بکثرت تھیں اور اس کی نعش کبھی نہیں ملی جسٹس آرچیبالڈ نے جیوری سے یہ کہا کہ "اس اصول کی غرض صرف یہ ہے کہ جیوری احتیاط سے عمل کرے"

[2] کارپس ڈلکٹی (Corpus delicti) کی اصطلاح گو عموماً مہلوک کی نعش یا مسروقہ مال یا کسی اور ایسی ہی شے سے متعلق استعمال کی جاتی ہے جس پر کسی فوجداری مقدمے کا انحصار ہو۔ لیکن اس کے زیادہ مناسب معنی خود فعل مجرمانہ کے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو ہلاک کرنیکا فعل یا مال کا سرقہ کرنا۔ اس اصطلاح کی بحث ویس کی کتاب سرکمسٹانشل ایویڈنس صفحہ ۳۲۴ چھٹا ایڈیشن (Wills Circumstantial Evidence, 6th ed. P. 324) میں ملاحظہ کیجئے۔

[3] دیکھئے (Rex V. Davidson (1934) 25 cr. App. R. 21)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں پیش آئی جس میں ہارورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ویبسٹر (Webster) پر ڈاکٹر پارک مین (Dr. Parkman) کو بالعمد قتل کرنے کا الزام تھا پروفیسر کے دارالتجربے کی بھٹی میں نعش کو جلا دیا گیا تھا اور جو قابل شناخت جزو باقی رہ گیا تھا وہ مہلوک کے مصنوعی دانت تھے جو خوش قسمتی سے ایک خاص قسم کے تھے۔

لہ (5 Cushing 295) کا مقابلہ سنہ ۱۹۱۰ء کے کرپین کے مقدمے سے کیجئے جس میں سڑیا ہڈیاں یا ایسے اعضا جس سے صنف کا تعین کیا جا سکے نہیں پائے گئے بلکہ گوشت کے ٹکڑے برآمد ہوئے جن میں سے ایک پر زخم کا نشان تھا۔ اور پیکاک کے مقدمے میں (Rex. V. Peacock (1911), 13. C.L.R. 619) جو آسٹریلیا کا ہے قاتل نے پوری نعش کو نذر آتش کر دیا تھا برا ایں ہم اسکو سزا دیگئی۔ دیکھئے۔

(Rex V. Mc Nicholl, (1917) 2 J. R. 557. and Rex V. Rouse)

(The Times, Jan. 27. 1931.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

404

باب (۲۵)

شہادت کے عام اصول

اب شہادت کے اصلی عام اصولوں پر غور کیا جائے گا۔ یہ اصول جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے (صفحہ ۲۸۹ کتاب ہذا) زیادہ تر شہادت کو خارج کرنے کے اصول ہیں۔ اصول اخراج شہادت ان امور کی حد تک ہی محدود نہیں ہیں جو تصفیہ طلب تنقیح سے غیر متعلق ہوں کیونکہ متعلقہ شہادت کی بھی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو خارج کر دینا بہت زیادہ مناسب ہے:-

۱- ان امور کی شہادت قابل اخراج ہوتی ہے جو بہت کم متعلق ہوں اور جن کا

۱؎ تجربہ کار شہری اور اعلیٰ ترین جج اپنے خانگی معاملات میں عدالتوں سے بہت زیادہ گھٹے ہوئے معیار پر معمولی شواہد ہی سے نتائج نکال لیتے ہیں۔ لیکن عدالتی تنقیحات سے ایسے بڑے نتائج متعلق ہوا کرتے ہیں کہ شہادت کے معاملات میں قابل اوخال شہادت قرار دینے کے معیار میں اس قدر محتاط ہونا دراصل نہایت ضروری ہے۔ (لارڈ بوکنہیڈ۔ ال۔ سی)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ثابت کرنا محض تضیع اوقات ہو۔ کیونکہ اگر ہر ایسے واقعے کی شہادت قلمبند کی جائے جس سے امر تنقیح طلب پر کچھ نہ کچھ روشنی پڑتی ہو تو مقدمات میں بیجا طوالت پیدا ہو جائے گی، بالخصوص (بقول مین) ہندوستان میں جہاں ہر ایسے واقعے کے انکشاف میں غیر معمولی مہارت صرف کی جاتی ہے جس کا امر نزاعی سے حقیر ترین تعلق ہوتا ہے۔

ب۔ ایسی شہادت جو نہ صرف واقعات متنازعہ سے متعلق ہوتی ہے بلکہ اہمیت بھی رکھتی ہے لیکن تجربے نے اس احتمال کو ثابت کر دیا ہے کہ اس کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ اس سے معمولی فہم و فراست کے اشخاص متاثر ہو کر اس کو ان واقعات کا قوی ثبوت سمجھ لیتے ہیں جن کا ثبوت دراصل وہ نہیں ہے۔ اس کی بہترین مثال "سماعی" شہادت ہے۔ شہادت کے قانونی اصولوں کا نشو و نما غالباً جیوں بہ رفتہ رفتہ اس امر کے منکشف ہونے کی وجہ سے ہوا کہ بعض اقسام کی غیر وقیع شہادت لحاظ نوعیت ایسی ہوتی ہے جس کو ناتجربہ کار اراکین جیوری زیادہ وقیع باور کر کے متاثر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بالخصوص ان ہی مقدمات میں اصولوں کی پابندی کرنے پر زور دیا گیا ہے" جہاں اراکین جیوری موازنۂ شہادت کرتے ہیں اور جب صرف عدالت ہی کو یہ کام انجام دینا پڑتا ہے (جیسے کسی مجرم کی سزا کا تعین کرنا) تو ان واقعات کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے جو شہادت کے سخت اصولوں کے مطابق ثابت نہ کئے گئے ہوں۔ چنانچہ قانون شہادت کو اسی وقت مستقل صورت دی گئی جب ایک طویل عرصے تک جیوری کے سامنے شہادت ادا کرنے کے لئے گواہوں کو پیش کرنے کے عمل سے ہمارا قانونی ضابطہ روشناس ہو گیا۔ سترھویں صدی میں اولاً دیوانی عدالتوں میں شہادت کے اصول رونما ہوئے اور پھر اس کے بعد فوجداری 405

[1] یہ واقعہ کہ ملزم حاضر ہے اور ان واقعات سے انکار نہیں کرتا، اصطلاحی دیوانی اقبال کے طور پر قبول کیے جانے کی وجہ ہو سکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالتوں میں بھی ان پر عمل کیا جانے لگا جہاں دیوانی عدالتوں سے کہیں زیادہ ان کی اہمیت بڑھ گئی[1]۔

دیوانی اور فوجداری نقطۂ نظر سے قانون شہادت میں ایک خاص فرق یہ ہے کہ اس کے اصول دیوانی مقدمات میں ترک کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہ یا تو فریقین کی رضامندی سے کیا جا سکتا ہے یا ہدایت کے سمن پر ایسا حکم دینے سے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن فوجداری مقدمات میں شہادت کے اصول سے مفاد عامہ کا تعلق اور حق ہے (Publici juris) اس لئے یہ فریقین[2] کی رضامندی سے ترک نہیں کئے جا سکتے۔ یہاں فریقین کے علاوہ دیگر اشخاص کا مفاد بھی معرض خطر میں ہوتا ہے۔ اور نہ صرف ملزم بلکہ سلطنت کا ہر ہر فرد یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ملزم کی آزادی یا زندگی یوں ہی بلاوجہ سلب نہیں کی گئی بلکہ قانون کی مقرر کردہ جملہ احتیاطوں کے بعد ایسا کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک فوٹو کو جس کی حلفی تصدیق نہ ہوئی ہو شہادت میں پیش نہیں کیا جا سکتا خواہ فریقین مقدمہ اس کو شہادت میں پیش کرنے کے خواہشمند ہی کیوں نہ ہوں۔

حال حال تک ایک اور بڑا امتیاز قائم تھا۔ دیوانی عدالتوں میں
406 دوبارہ تحقیقات محض اس وجہ سے نہیں کی جا سکتی کہ دوران تحقیقات

---

[1] فوجداری عدالتوں میں شہادت کے اصولوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ اور بہ نسبت دوسری جگہ دس سال گزارنے کے یہاں چھ مہینے میں عملی طور پر وکالت سیکھی جا سکتی ہے" لارڈ براہم ٹن)۔

[2] (Reg. V. Bateman (1845). I Cox 186 (K.S.C 191) Cf. L. R. 1 P C. at P. 534; 11 Cr App. R. at p 890) لیکن دیوانی نوعیت ۔۔۔ مماثل مقدمات جیسا کہ قدیم قانون میں معمولی جرائم کے متعلق کیا گیا تھا۔ صفحہ ۱۱۲ کتاب ہذا) بعض اوقات اسی اصول کی تھوڑی سی نرمی سے استفادہ کیا گیا دیکھئے صفحہ ۴۶۳ کتاب ہذا۔ امریکہ میں اسکو نرم کر نیکا رجحان ہے دیکھئے (190. U. S. 197. 195 U. S. 138)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں شہادت کو بیجا طور پر قابل ادخال یا ناقابل ادخال قرار دیا گیا تھا بجز اس کے کہ اس غلطی سے "کوئی واقعی خسارہ یا بے انصافی" عمل میں آئی ہو۔ لیکن فوجداری مقدمات میں اگر سرکار کی جانب سے کچھ ناقابل ادخال شہادت مقدمے میں شامل ہو جاتی تو (خواہ یہ شہادت نہایت معمولی ہو اور مابقی شہادت اس کو مجرم قرار دلوانے کے لئے بالکل کافی ہو) جیوری کی اس رائے کو کہ ملزم مجرم ہے منسوخ کر دیا جاتا تھا۔ خوش قسمتی سے ۱۹۰۷ء کے قانون مرافعۂ فوجداری (Criminal Appeal Act) کے ذریعے سے اس فرق کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کی رو سے اب "عدالت کی اگر یہ رائے ہو کہ شہادت کے قابل ادخال اور ناقابل ادخال ہونے سے متعلق مرافعے کا اعتراض صحیح ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی یہ رائے بھی ہو اس سے انصاف پر کوئی قابل لحاظ اثر نہیں پڑا ہے تو وہ مرافعے کو خارج کر سکتی ہے"۔ عدالت عالیہ ان مرافعوں کو خارج کرنے کا وسیع اختیار پہلے ہی سے استعمال کرنے لگی تھی۔ جو شہادت کے متعلق عدالتہائے پٹی سشن کے مصدرہ فیصلوں کی ناراضی سے رجوع کئے جاتے تھے۔

چنانچہ اب شہادت کی معمولی غلطی کی بنا پر ملزم مرافعے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اگر (اس صورت میں بھی جبکہ شہادت کے مسئلے کی حد تک عدالت تحت کی رائے کے خلاف فیصلہ ہو) مقدمہ واپس کئے جانے کی صورت میں جیوری کی رائے وہی ہو سکتی ہو جو پہلے تھی یعنی ملزم کے مجرم ہونے کی۔ بہ الفاظ دیگر اگر ہر معقول جیوری مابقی شہادت کی بنا پر نہ صرف یہ کہ اس کو سزا دے سکتی ہو بلکہ لازماً سزا دے تو باوجود قابل اعتراض جزو شہادت کے حکم سزا بحال رہیگا۔ اس ہم گو عدالت مرافعہ حکم سزا کو درست خیال کرتی ہو لیکن یہ ہو سکتا ہے

۱؎ (Rules of the Supreme Court, Order 39 Rule 6)

۲؎ دیکھئے صفحہ ۵۸۶ کتاب ہذا نیز (7 Edw. 7. C. 23.S.4)۔

۳؎ (Shortt V. Robinson (1899), 63 J P 295)

۴؎ اخراج بیجا دیکھئے (2 Cr. App. R. 119.) اطلاق بیجا دیکھئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

کہ مذکورۂ بالا صورتوں میں ایسی 'ناانصافی' عمل میں آئی ہو جس کی بنا پر حکم سزا قابل منسوخی ہو۔ اس ناانصافی کے اطلاق کے لئے بس اتنا کافی ہے کہ اگر جیوری شہادت کے اصولوں کی سختی سے پابندی کرتی تو خاصا اور معقول، امکان اس امر کا تھا کہ وہ اس کو سزا دینے کی رائے نہ دیتی۔ ملزم کے لئے جو ایک موقع براءت[1] حاصل کرنے کا تھا وہ ضائع ہو گیا۔ لہٰذا منجانب تائید الزام ایسی شہادت کے پیش کرنے پر کبھی زور نہ دینا چاہیئے
407 جس کا قابل ادخال ہونا مشتبہ ہو۔ لیکن برخلاف اس کے وکیل ملزم کو شہادت کے متعلق اعتراضات کی بھرمار نہ کرنی چاہیئے کیونکہ جیوری ہر ایسے اصطلاحی قیود کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے جو سچائی کی راہ میں روڑے اٹکانے والے ہوں۔ اسی وجہ سے ایک ایسے اعتراض سے جس کو عدالت نے قبول کر لیا ہو بالعموم ان کے ذہن میں ایک تعصب پیدا ہو جاتا ہے، جو بجائے خود اس خارج شدہ شہادت سے زیادہ مضر ہوتا ہے۔ امریکی وکلا عموماً انگریزی مقدمات میں شہادت کے متعلق اعتراضات کی کمی کو دیکھ کر متعجب ہوتے ہیں۔

اگر کوئی بیجا شہادت دی جائے تو جج کو چاہیئے کہ اس کو قلمزد کر کے جیوری کو اس پر کوئی توجہ نہ کرنے کی ہدایت کرے۔ اور انتہائی صورت میں جب کہ ایسی شہادت سے جیوری اتنی متاثر ہو گئی ہو کہ وہ اثر زائل نہ ہو سکتا ہو تو جج کو چاہیئے کہ اس جیوری کو برخاست کر کے نئی جیوری کے سامنے دوبارہ مقدمے کی سماعت کرے۔ شہادت کے قابل ادخال قرار دلوانے کی بحث کے دوران میں جیوری کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ برخاست کر جائے بجز اس کے کہ وکیل ملزم اس پر معترض ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (1. Cr. App. R. 83, 128: 5 cr. App. R. 18,333)-

[1] (3 Cr. App R. 177. Cf. 9 Cr App. R. 171)-

[2] (Rex. V. Chadivick (1934) 25 Cr App. R. 138)-

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب ہم شہادت کے ان بنیادی قواعد کی پہلے تشریح کریں گے جو دیوانی اور فوجداری ہر عدالت میں استعمال کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد ان اصولوں پر غور کریں گے جو فوجداری عدالتوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ذیل کے بنیادی قواعد قابل توجہ ہیں:-

قاعدہ ۱ - (Omnia Praesumuntur Pronegante)

یا جیسا کہ اس قاعدے کو اور مزید وضاحت سے پالس (Paulus) نے بیان کیا ہے کہ "جو شخص کسی واقعے کا ادعا کرے اسی کو وہ واقعہ ثابت کرنا چاہئے نہ کہ اس کو جو اس سے انکار کرے۔ (Ei neumbit Probatis -quidicit, non qui negat)

چنانچہ ایسے قرضہ دہندہ پر جس نے قرضے کی نالش کی ہو قرضہ[2] دینے کے واقعے کو ثابت کرنے کا بار عائد ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی فوجداری الزام[3] میں تقریباً ہمیشہ الزام لگانے والے پر فعل مجرمانہ کے اور اسی طرح عموماً نیت مجرمانہ کے ثابت کرنے کا بار عائد ہوتا ہے۔ اور ملزم اس کے برخلاف "بالکل خاموش" 408
رہ سکتا ہے۔ مدعی پر اپنے دعوے کے ہر واقعے کو ثابت کرنے کا فریضہ قانون نے اس قدر وضاحت سے عائد کیا ہے کہ جج اگرچہ واقعاتی سوالات کا تصفیہ نہیں کر سکتا مگر وہ غیر موجودگی واقعے کا تصفیہ کر سکتا ہے۔ اور اگر مستغیث کی پیش کی ہوئی شہادت اس درجہ معمولی ہو کہ کوئی شخص اس واقعے کا ارتکاب ہونا باور نہ کرے تو جج جیوری کو ملزم کے خلاف رائے دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ مثلاً اگر یہ ثابت

---

[1] -Dig. XXII, 3.2. -

[2] دیوانی مقدمات میں بھی مدعی علیہ کا جواب دہی سے انکار کرنا مدعی کے بار ثبوت میں کمی کر دیتا ہے۔ دیکھیے - (1922) I A. C. at P 185)

[3] (Rex. V. Hazy (1826), 2 C. and P 458 (K. S. C. 471)

(Williams V. East India Co. (1802), 3 East 192 (K. S. C. 472)

[4] لیکن اختلافی بیان کے لیے دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

ہونا ضروری ہو کہ ایک معاملہ دوشنبہ کے دن ہوا اور شہادت سے یہ ثابت ہو کہ "وہ دوشنبہ کو ہوا یا سہ شنبہ کو"، تو مقدمہ اس قابل ہی نہ رہے گا کہ جج اس کے متعلق جیوری سے رائے طلب کرے بجز اس کے کہ اس شہادت کی تردید کسی قیاس سے ہوتی ہو مثلاً... (Omnia rite esse acta[1]) اسی طرح اگر کسی ملزم کی شناخت صرف اس کے جوتوں کے نشانات سے کی گئی ہو مگر اسی قسم کے سو جوڑ جوتے اسی کے گاؤں میں فروخت کئے گئے ہوں تب بھی یہی صورت پیش آئے گی۔ لہذا منطقی اعتبار سے یہ بھی درست ہو سکتا ہے کہ کوئی ملزم رہا کیا جائے اور اس کے خلاف شہادت دینے والے گواہوں پر اسی جیوری کے سامنے دروغ حلفی کا ارتکاب کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے اور وہ بھی رہا کر دیے جائیں۔

بعض صورتوں میں مدعی پر بار ثبوت ہونے کا اصول بے گناہی[2] کے بنیادی قیاس سے لڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے بار ثبوت اس شخص پر عائد ہو جاتا ہے جس نے کسی شخص پر کوئی الزام لگایا ہو، گو یہ الزام بلحاظ نوعیت منفی بیان ہو مثلاً ترک فعل کرنے کا الزام۔ اصولوں کے اس تصادم کی صورت میں عام طور پر قیاس بے گناہی کو ترجیح دینا چاہیئے اور سلغیت سے ان جملہ امور کا ثبوت طلب کرنا چاہیئے جن کا وہ ادعا کرتا ہے خواہ وہ امور مثبت ہوں یا منفی[3]۔ بہر حال اس اصول کی ایک استثنائی صورت جو کسی حد تک پیچیدہ ہوتی ہے ان مقدمات میں پیدا ہو جاتی ہے جہاں مثبت واقعہ جس سے

---

[1] کتاب ہذا صفحہ ۳۸۹۔

[2] " " " ۳۸۷۔

[3] دیکھئے کتاب ہذا ۳۹۲ نیز دیکھئے (Reg. V. Curgerwen (1865) I.C.C.R. 1) کینے سے فوجداری کارروائی کرنے پر جو دیوانی نالش کی جاتی ہے اس میں مدعی کو منفی واقعہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ "بلا معقول وجہ کے" کارروائی کی گئی تھی۔ دیکھئے (11 C. B. D. 440) ناشایستہ حملے کے الزام میں مجانب چالان ثابت ہونا چاہیئے کہ رضامندی نہیں تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرم ناثابت قرار پاتا ہو اس قسم کا ہوگا (اگر ان کا وجود ہو) ایک خاص نوعیت سے اس شخص کے علم میں پوشیدہ ہو جس کا مفاد جرم کو ناثابت کرانے میں مضمر ہو۔ کیونکہ ان مخصوص مقدمات میں مستغیث کے اس قدر شہادت کا پیش کرنے کے ساتھ ہی جس سے کوئی معقول شخص مثبت اجزائے جرم کا واقع ہونا تصور کر سکے ملزم پر منفی اجزا کو ناثابت قرار دلوانے کے لئے جواباً مثبت شہادت پیش کرنے کا بار عائد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر وہ ایسی شہادت پیش کرنے سے قاصر رہے تو اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس اپنے موافق شہادت موجود نہیں ہے اور اس بنا پر مستغیث کا منفی ادعائے جرم ثابت قرار پا جاتا ہے۔ چنانچہ اخفائے بغاوت کے الزام میں اگرچہ اس امر کا بار ثبوت سرکار پر ہوتا ہے کہ ملزم کو بغاوت کا علم تھا۔ بر ایں ہم قانوناً ملزم پر اس کا بار ثبوت ہوتا ہے (بشرطیکہ وہ ثابت کر سکے) کہ اس نے کسی مجسٹریٹ کے سامنے اس کا اظہار کرنے کے فرض کو ترک نہیں کیا تھا۔ اسی طرح اگر الزام بغیر سند معالجہ کرنے کا یا بلا لائسنس شکار کا گوشت فروخت کرنے کا یا بلا اجازت مصنف ڈرامہ کرنے کا ہو تو عمل کی حد تک اس فعل کے ثابت ہوتے ہی جس کا الزام لگایا گیا ہو ملزم کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ اس کے پاس سند یا لائسنس یا اجازت[1] موجود تھی مستغیث کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ ملزم کا وہ فعل قانون موضوعہ کی کسی دفعہ کے مستثنیات میں نہیں آتا۔ قانون موضوعہ کی اصل دفعہ کے اس جزو میں جس کے متعلق عام طور پر مستغیث کو ثبوت پیش کرنا چاہیئے اور اس استثنا میں جس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیکھیے۔ (Rex V. Horn (1912), 7 Cr. App. R. 200)

(Rex V. Donovan, (1934) 2 K. B. 498 (K. S. C. 558)

[1] Rex V Thistlewood (1820). 33 St. Tr. at P. 691 Cf (1915) I.K.B. 618

[2] (Rex V. Turner (1816), 5 M. and S. 206 (K.S.C. 474) (Rex V.) بغیر لائسنس۔ نیز دیکھیے (Scott (1921) 86 . P. 69)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اندر داخل ہونا ملزم کو ثابت کرنا چاہئے ہمیشہ امتیاز کرنا ضروری ہے۔ دیکھئے
(Rex V. Audley (1907) 1 K. B. 383)

لیکن ایسے غیر معمولی قسم کے ہی مقدمات میں (مثلاً جن میں ترک فعل کا الزام ہو اور فعل متروکہ ایسا ہو جس کے ترک نہ کرنے کے واقعے کو ملزم ہی بہترین طریقے سے ثابت کر سکتا ہو) محض ملزم کا سکوت اس کے جرم کے کسی جزو کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ ملزم کے سکوت سے بالعموم اس کے خلاف سب سے زیادہ مضر نتیجہ جو اخذ کیا جا سکتا ہے وہ اثبات کے درجے تک نہیں پہنچتا بلکہ صرف توثیق کرتا ہے۔ ملزم کے سکوت سے قیاس بے گناہی جیسا قوی قیاس ٹوٹتا نہیں ہے بلکہ اس کا اسی حد تک لحاظ کیا جا سکتا ہے کہ اس کو دوسری شہادت کی روشنی میں دیکھا جائے اور جو ایسی ہو کہ اس کی اگر اس سکوت سے تائید نہ بھی ہوتی تب بھی وہ قیاس بے گناہی کو قانوناً متاثر کر سکتی ہو۔ وہ واقعات جو صفائی میں پیش کئے جا سکتے ہیں جس قدر زیادہ اس نوعیت کے ہوں گے کہ وہ مخصوص طور پر خود ملزم ہی کے علم میں ہو سکتے ہوں اسی تناسب سے واقعۂ سکوت کی اہمیت میں اضافہ ہوتا جائے گا (اٹارنی جنرل بنام براڈلا[1] (Att. gen-V Bradlaugh)[2] کے مقدمے میں بلا حلف اٹھائے مجلس وضع قوانین کے رکن کی حیثیت سے کام

410

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے کو کین فراہم کرنا
(Williams V. Russell.) 1933 49 T. L. R. 315 Cf (1908) 2 J. R. 214)

اگر ازدواج مکرر کے الزام میں ملزم یہ صفائی پیش کرے کہ وہ ازدواج ملک غیر کے قانون کی رو سے جائز ہے تو اس کو اس ملک غیر کے اس قانون کو اسی سختی سے ثابت کرنا چاہئے جتنا کہ مستثنیٰ استغاثہ اس ملک غیر نے ازدواج کی صحت تسلیم کرنیکی حالت میں ضروری ہوتا۔ دیکھئے۔ Cf. L. (Rex V. Nayuib, (1917) 1 K. B. 359)

[1] R. 10 Q B. at P. 574. See also 27 L. J. Ex. (NS)

[2] ٹائمس یکم جولائی ۱۸۸۴ء اور مراقصہ پر (14 Q. B D. 667)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے پر عدالتی کارروائی کی گئی تھی۔ اطلاع دہندہ کا یہ ادعا تھا کہ مدعی علیہ کے مذہبی خیالات ایسے ہیں جن کی بنا پر حلف اٹھانے کی قابلیت اس میں مفقود ہے اور اسی امر کو اس نے شہادت سے ثابت کیا۔ چونکہ اگر یہ واقعہ صحیح نہ ہوتا تو مدعی علیہ خود اس کی تردید کر سکتا تھا اسلئے جیوری کو اس امر کی ہدایت کی گئی کہ وہ مدعی علیہ کے تردید نہ کرنے کے واقعے کا لحاظ رکھیں۔ طلاق کی کارروائیوں میں اگر شوہر عدالت میں حاضر رہنے کے باوجود گواہوں کے کٹہرے میں آکر اپنی بے گناہی کے متعلق کوئی بیان نہ دے تو اس کے اس عمل سے اس شہادت کی (گو خفیف طور پر ہی) تائید ہوتی ہے جو اس کے خلاف پیش کی گئی ہو۔ چنانچہ ۱۸۲۰ء میں ملکہ کیرولین پر زنا کا الزام لگایا گیا اور اس امر پر بہت زیادہ زور دیا گیا کہ ملکہ نے اپنے مخصوص ملازم برگامی (Bergami) کو جو مبینہ زانی تھا، اپنی بے گناہی کی شہادت دینے کے لئے پیش نہیں کیا۔[1]

اب جبکہ ۱۸۹۸ء کے قانون شہادت فوجداری (Criminal Evidence Act) کی رو سے ہر ملزم اپنی صفائی میں حلفی شہادت ادا کر سکتا ہے، ملزم کے سکوت کے متعلق اس قاعدے کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ گو ملزم کے اس فعل کے متعلق کہ اس نے شہادت ادا نہیں کی وکیل کو تبصرہ کرنے کی ممانعت ہے (دیکھئے صفحہ ۶۰۷ کتاب ہذا) لیکن جج پر ایسی کوئی قید عائد نہیں ہے نیز ملزم کے بیان نہ دینے پر خود اراکین جیوری بھی فوراً کھٹک جاتے ہیں۔

آخر میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ فوجداری مقدمات کی چند مخصوص صورتیں

---

[1] مثلاً لارڈ ایلڈن نے دار الامرا میں ۲ نومبر ۱۸۲۰ء کو تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ایسے سکوت کو "ساکت اقبال سمجھنا چاہیئے"۔

[2] دیکھیے دفعہ ۶۰۷ کتاب ہذا نیز (Rex V. Corrie (1 Cr. App. R. 62 64, 216)(1904). 20 T. L. R. 365; Ward V. Mavritius (Bishop) (1906) 23 T. L. R. 52

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسی بھی ہیں جن میں قانون نے کسی واقعۂ تفتیشی[1] کے ایک جزو کا بار ثبوت ملزم پر عائد کیا ہے۔ اس کی حسب ذیل مثالیں ہیں:-

۱- سنہ ۱۸۸۳ء[2] کے دھماکو اشیا کے قانون (Explosive Substances Act) کی رو سے کوئی دھماکو مادہ مشتبہ حالات میں اپنے قبضے میں رکھنا جرم کبیر ہے بجز اس کے کہ ملزم اس مادے کو اپنے قبضے میں رکھنے کی جائز غرض ثابت کرے۔ اس کی بناء پر چودہ سال کے لئے عوارض تعزیری (Penal servitude) عائد کئے جا سکتے ہیں۔

۲- سنہ ۱۹۱۶ء کے قانون سرقہ دفعہ ۲۸ ضمن ۲ (Larceny Act) کے تحت بوقت شب کسی شخص کا آلات نقب کے ساتھ پایا جانا اور کوئی جائز عذر پیش نہ کرنا (اس کا بار ثبوت اسی پر عائد ہوتا ہے) جرم صغیر ہے۔ دیکھئے صفحہ ۲۰۴ کتاب ہذا)۔

۳- ۲ و ۳ سنہ جلوس وکٹوریہ کلاز ۱۷، دفعہ ۲۴ کی رو سے دارالسلطنت کی پولیس کے حلقے میں کسی شاہراہ یا عام مقام پر ایسی اشیاء کو خلاف قانون طور پر اپنے قبضے میں رکھنا جن کے متعلق مسروقہ ہونے کا معقول شبہہ ہو جرم ہے بجز اس کے کہ ملزم ان اشیا کے اپنے قبضے میں آنے کے متعلق کوئی معقول بیان دے (اس کی سزا دو ماہ قید بامشقت یا بلامشقت ہے)۔

قاعدہ ۲- تصدیقی شہادت ادا کرنے کا طریقہ:-

یہ قابل تعریف طریقہ ایسا ہے جس نے کامن لا کی عدالتوں میں رفتہ رفتہ نشوونما پائی ہے۔ بدقسمتی سے کامن لا کی عدالتوں نے بعد میں چل کر شہادت کے اخراج میں بہت زیادتی کر دی لیکن ان عدالتوں نے غیر خارج شدہ جزو بہترین ممکنہ طریقے سے اخذ کیا تھا (حالانکہ عدالت چانسری میں اس سے کہیں زیادہ شہادت قابل ادخال قرار دی جاتی تھی مگر قابل ادخال جزو کے اخذ کرنے کا 412

---

[1] دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۳۰۲ و ۳۲۶۔

[2] 46 and 47 Vict, C. 3 S. 4.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طریقہ ایسا تھا کہ بیشتر شہادت کو بہت کم قابل اعتماد قرار دیا جاتا تھا۔) گواہ کو شہادت اپنے من مانے طریقے سے نہیں بلکہ جواباً ادا کرنا چاہئے یعنی یہ کہ مسلسل بیان کے طور پر نہیں بلکہ مختصر سوالات کے مختصر جوابات کی صورت میں اپنا اظہار دینا چاہئے۔ اس طریقے میں مخالف فریق کو کسی ایسے سوال پر، جو بلحاظ نوعیت ایسا ہو جس کا جواب اگر گواہ ادا کرے تو وہ قانوناً ناقابل ادخال شہادت قرار دیا جائے گا۔ اعتراض کرنے کا قبل از قبل موقع حاصل رہتا ہے۔ سوالات جج[1] نہیں بلکہ وکیل کرتا ہے لیکن فرانسیسی فوجداری مقدمات میں جج کے توسط سے سوالات کئے جاتے ہیں (اب اگرچہ وکیل ملزم خود ابتدائی سوالات یا جرح کر سکتا ہے لیکن وہ بالعموم جج سے اپنے ہر ایک سوال کی اجازت حاصل کرتا ہے[2]) اور فرانسیسی ضابطۂ فوجداری کے تحت جواب دینے کے دوران میں گواہ کا قطع کلام نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء میں ایم۔ زولا (M, Zola) کے مقدمے کی سماعت کے دوران میں (ڈریفس کے مقدمے کے سلسلے میں) کئی فوجی گواہوں نے پندرہ پندرہ منٹ تک مسلسل تقریریں کیں، اور جنرل ڈی پیلئو (Gen. de. Peellieua) کو بالخصوص اس کی انتہائی خطیبانہ قوتوں ہی کی وجہ سے طلب کیا گیا تھا۔

گواہ سے یکے بعد دیگرے تین عنوانوں سے سوالات کئے جا سکتے ہیں:۔

۱۔ سب سے پہلے پیش کنندہ فریق اپنے مفاد کے مدنظر واقعۂ تنقیحی[3]

---

[1] ۱۶۴۹ء میں بمقدمۂ ملبرن (Lilbarne) عدالت نے ملزم سے کہا کہ وہ سرکاری گواہ پر جرح نہیں کر سکتا جو کچھ وہ پوچھنا چاہتا ہے اس کے متعلق عدالت کو سوالات بتا سکتا ہے تاکہ عدالت وہ سوالات کرے۔ (4 St. Tr. at. p. 1334)

[2] کلوون کے لارڈ رسل (Lord Russel of Killowen) نے بمقام رینس (Rennes) کپتان ڈریفس (Capt. Dreyfus) کا مقدمہ سن کر لکھا ہے کہ "جرح اس سے مقابلۃً بے اثر ہو جاتی ہے۔" دیکھئے حیات لارڈ رسل صفحہ ۳۲۰۔

[3] لارڈ جسٹس اٹکن (Atkin L. J.) کہتے ہیں "وکیل کا اہم ترین کام جرح کرنا نہیں بلکہ ابتدائی بیان کرانا ہے۔" لارڈ الور اسٹور اپنی کتاب ری کلک شنس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے متعلق ابتدائی بیان کرتا ہے۔ وکیل کا فریضہ ہے کہ اپنے گواہ پر قابو رکھے اور ایسے جوابات دینے سے اس کو روکے جو ناقابل ادخال شہادت ہوں۔

۲۔ اس کے بعد فریق ثانی اس پر جرح کرتا ہے تاکہ اس کی دی ہوئی شہادت کا اثر زائل کر دیا جائے اور اپنے موافق مواد پیدا کیا جائے کیونکہ جرحی سوالات ابتدائی سوالات کی حد تک ہی محدود نہیں ہوا کرتے جیسا کہ بعض لوگ تصور کرتے ہیں بلکہ امر تنقیحی سے متعلق واقعات کی حد تک محدود ہوتے ہیں۔ (اگر راست طور پر نہیں تو کم از کم بالواسطہ[1] طور پر) بریں ہم بعض وقت غیر متعلق سوالات بھی کسی گواہ کی فہم و فراست کا پتا لگانے یا کسی جھوٹے گواہ کا خیال بدلنے کے لئے پوچھے جا سکتے ہیں اور اسی بنا پر جج بھی جرح میں بہت کم دخل دیتے ہیں۔ بیان ابتدائی کے اثر کو جرح میں دو طرح سے کم کر دیا جاتا ہے:-

(۱) ایسے مزید واقعات کہلوا کر جن کے نتائج جرح کنندہ[2] فریق کے موافق اخذ کئے جا سکتے ہوں یا (۲) ابتدائی شہادت ہی کو متزلزل کر کے۔ اس شہادت کو مثلاً اس طرح متزلزل کیا جا سکتا ہے کہ گواہ سے اس امر کا اقرار کرا لیا جائے کہ اس کو مبینہ واقعات کو دیکھنے کے کافی مواقع حاصل نہ تھے یا اس کا چال چلن، یا اس کی طرفداری ایسی ہے کہ اس پر اعتماد کرنا نامناسب ہے یا گواہ کے بیان میں ایسے اختلافات پیدا کرا دیے جائیں جس کی بنا پر (کم از کم) اس مخصوص موقع پر اعتماد نہ کیا جا سکے۔[3] اگر جبوری سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (Recollections). صفحہ (۲۸۳) میں لکھتے ہیں "جرح ابتدائی سوالات سے کہیں زیادہ آسان ہے"۔

[1] دیکھیے (12 Cr. App. R. al. P. 76)۔

[2] سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک ملزم کا حسب ذیل بیان "میں ایک محنتی آدمی ہوں اور ڈیونشائر میں سات سال تک کام کرتا رہا" جرح کے ایک نہایت اچھے سوال سے ختم ہو کر رہ گیا۔ "یہ کام تمنے ڈارٹمور میں تو نہیں کیا تھا"؟

[3] گواہ پر جرح کرنے کے متعلق کوئنٹی لین (Quintilian) کی ہدایات کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقدمے کے کسی اہم امر کے متعلق گواہ پر اعتماد نہ کرنے کی درخواست کی جائے تو اس امر کی حد تک گواہ پر جرح کی جاسکتی ہے۔ جرح دلائل سے نہیں بلکہ واقعات سے متعلق ہونا چاہیئے۔ کسی گواہ سے اس طرح سوال نہیں کرنا چاہیئے کہ "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جیوری باور کرلے" یا "کیا تمھاری شہادت سے یہ مراد ہے کہ اس کا مفہوم"[1]

۳۔ ایسا گواہ جس پر جرح کی جاچکی ہو اس پر وہ فریق جس نے ابتدائی اس کو پیش کیا تھا سوالات مکرر کرتا ہے تاکہ جرح کے ذریعے سے جو شہادت 414
ادا ہوئی ہے اس کا صحیح مطلب واضح کیا جائے[2]۔ مثلاً سوالات مکرر میں گواہ سے کسی ایسے مبہم جملے کی وضاحت کرائی جاسکتی ہے جو اس نے دوران جرح میں کہا ہو یا اس کے طرز عمل (مثلاً اشتعال طبع) کی توجیہ کرائی جاسکتی ہے جس کا اقرار اس نے جرح میں کیا ہو۔ چنانچہ اگر جرح میں یہ سوال

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کی اب تک اہمیت باقی ہے۔ دیکھئے (Inst. Orat. V, 7.)۔

[1] (Rex V. Baldwin (1925), 133, L. T. 191; 18 Cr. App. R. 175.)۔

[2] کتاب ہذا صفحہ ۱۸۴ نیز۔

[3] سوالات مکرر کا کرنا نہایت مشکل ہے اور بڑے وکلا اپنے جونیروں کو مشکل ہی سے ایسے سوالات کرنے دیتے ہیں۔ ایک بڑے ایڈوکیٹ نے ان سوالات کے متعلق کہا ہے "اگر وہ نامناسب طور پر پوچھے جائیں تو محض بے کار ہیں"۔

[4] مسٹر رچرڈ۔ آر ہیرس (Mr. Richard R. Harris) نے ایک گواہ کا واقعہ بیان کیا جس نے موصی کی صحیح الدماغی کے متعلق قسم کھائی تھی۔ جرح میں جب اس سے پوچھا گیا کہ "اگر وصیت جائز تصور کی جائے تو رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے تم کو کتنا حصہ ملے گا؟" اس نے کہا "دس ہزار پونڈ"۔ لیکن سوالات مکرر میں اس سے پوچھا گیا "اور اگر وصیت کو کالعدم قرار دیا جائے تو تم کو رشتہ دار کی حیثیت سے کتنا حصہ ملے گا؟" تو اس نے جواب دیا: "پچاس ہزار پونڈ"۔ "میرے سامنے ایک مرتبہ جج میں پوچھا گیا "کیا سرقے کے الزام میں تمھارا چالان ہوا تھا؟" (گواہ نے اسکا اقرار کیا) اسکے بعد سوالات مکرر کی نوبت پہ اس سے پوچھا گیا اس چالان کا کیا نتیجہ برآمد ہوا جس نے جواب دیا "بری کردیا گیا"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا گیا ہو کہ "کیا تم نے ایک مرتبہ اپنے ہمسایہ پر حملہ نہیں کیا تھا؟" تو سوالات مکرر میں یہ وضاحت کرائی جا سکتی ہے کہ اس ہمسایہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا تھا جس کی وجہ سے تم نے اس پر حملہ کیا۔ یا اگر گواہ سے جرح میں یہ دریافت کیا گیا ہو:۔ "آج یہاں آنے کا معاوضہ تم کو کیا ملیگا؟" تو سوالات مکرر میں یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ "یہاں آنے میں تمہارے وقت کا کس قدر نقصان ہوا اور مصارف سفر کس قدر برداشت کرنے پڑے" سوالات مکرر اسی امور کی حد تک سختی کے ساتھ محدود کئے گئے ہیں جو کہ جرح میں پوچھے گئے ہوں۔ چنانچہ ایک ایسے مقدمے میں جس میں ایک مالک جہاز پر سامان کے بار کرنے میں غفلت برتنے کے متعلق نالش کی گئی تھی، مدعی کے گواہ نے یہ بیان کیا کہ ڈک پر سامان بار کرنا خطرناک تھا۔ جس کے بعد جرح کنندہ نے اس سے دریافت کیا کہ "کیا گرمیوں کے بحری سفر میں عموماً ایسا ہی نہیں ہوتا؟" سوال مکرر کے موقع پر اس سوال کی اجازت نہیں دی گئی کہ "گرمیوں کے بحری سفر میں ڈک پر بار کیا ہوا سامان مالک جہاز کی ذمہ داری پر لیجایا جاتا ہے یا مالک سامان کی ذمہ داری پر؟" کیونکہ یہ سوال اس بیان کی حد تک محدود نہیں تھا جو جرح کے ذریعے سے دیا گیا تھا اور اس سے ایک نئی تحقیقات کی راہ کھل جاتی۔

اگر سوالات ابتدائی یا جرح میں کسی گواہ سے کسی دستاویز یا گفتگو کا کوئی جزو پوچھا جائے (حالانکہ اس کے متعلق وہ سب کچھ پوچھ لیا گیا ہو جو وہ قانوناً پوچھ سکتا تھا) تو فریق ثانی کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ (جرح یا سوالات مکرر کے موقع پر) اس دستاویز یا گفتگو کے باقی ماندہ جزو کے متعلق جہاں تک اسی موضوع کا تعلق ہے سب کچھ دریافت کرے۔ 415

اگر ابتدائی سوالات میں یہ پوچھا جائے "تم اس مکان میں کیوں گئے تھے؟" اور جواب یہ ملے کہ "میرے بھائی نے مجھ سے ایک بات کہی تھی"! تو پھر وکیل اس سے یہ نہیں پوچھ سکتا کہ وہ بات کیا تھی (کیونکہ یہ سنی سنائی شہادت پیش کرنا ہو جائے گا) لیکن فریق ثانی کو جرح میں ایسا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوال کرنے کا پورے طور پر حق حاصل ہے۔

قاعدہ ۔ ۳ پیش کنندہ فریق کا وکیل اپنے گواہ سے "ہدایتی"[1] سوال (سوالات ابتدائی یا سوالات مکرر کے موقع پر) نہیں پوچھ سکتا۔

ہر ایسا سوال "ہدایتی سوال" تصور کیا جائے گا جس کے اگرچہ کئی جواب ہو سکتے ہوں لیکن اس سے یہ اشارہ پایا جاتا ہو کہ سوال کرنے والا کوئی خاص جواب طلب کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ سوالات ابتدائی میں یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ "کیا اس دن بارش نہیں ہوئی تھی"؟ لیکن یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ "اس دن موسم کیسا تھا"؟ اسی طرح یہ نہیں دریافت کیا جا سکتا کہ "کیا اس وقت گیارہ بجے تھے"؟ بلکہ "اس وقت کتنے بجے تھے"؟ دریافت کیا جا سکتا ہے۔ "کیا وہ نشے میں تھا"؟ کی بجائے "اس وقت وہ کس عالم میں تھا"؟ اور جانے وقت اس نے کیا تم کو پانچ پونڈ دیے"؟ کے بجائے "جاتے وقت اس نے کیا کیا"؟ پوچھا جا سکتا ہے۔ ہدایتی سوالات کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ (۱) ان سے جھوٹے گواہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے کونسی خاص جھوٹ بات کہنے کی فرمائش کی جا رہی ہے اور (۲) سچا گواہ بھی محض دماغی کاہلی کے باعث اسی اشارے کے موافق جواب دے دیتا ہے۔ لیکن اس قسم کے قیود جرح پر عائد نہیں کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس میں ہدایتی سوالات نہایت آزادی کے ساتھ کئے جا سکتے ہیں[2]۔ نیز سوالات ابتدائی

[1] ہدایتی سوالات کے متعلق یہ قید ۱۷۴۶ء میں للبرن کے مقدمے میں بھی عائد تھی۔ اٹارنی جنرل کے گواہ سے ایسا سوال کرنے پر للبرن نے درخواست کی مدعا جناب والا! میں درخواست کرتا ہوں کہ اس کو کیا کہنا چاہیئے کی ہدایت نہ فرمائی جائے بلکہ اس کو گواہ کی دیانت اور حافظے پر چھوڑ دیا جائے۔ دیکھئے۔ (4 St. Tr. at. P. 1837)

[2] فریقین کے درمیان اس معاملے میں کشمکش رہتی ہے کہ کس کو گواہ پیش کرنا چاہیئے کیونکہ اس سے حق جرح اور جیوری کے آگے بحث مختتم کرنے کے حق پر اثر پڑتا ہے۔ دیکھئے صفحہ ۵۷۰ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے بعض اجزا کی حد تک یہ قیود عائد نہیں کئے جاتے ہیں اور چونکہ ہدایتی سوالات
سے وقت بہت بچتا ہے اس لئے حسب ذیل صورتوں میں ان کی اجازت 416
دے دی جاتی ہے:-

(۱) ایسے واقعے کے متعلق جو نزاعی نہ ہو۔ مثلاً نام، پتا اور گواہ کا پیشہ۔
اگر گواہ کسی واقعے کے متعلق بیان دے اور اس پر جرح نہ کی جائے تو
بادی النظری طور پر اس واقعے کے متعلق یہ تصور کیا جاتا ہے کہ وہ واقعہ نزاعی
نہیں ہے۔ چنانچہ ایسے واقعے کے متعلق اس گواہ کے بعد پیش ہونے والے
گواہوں سے "ہدایتی" سوالات کئے جا سکتے ہیں۔

(۲) اشخاص یا اشیاء کی شناخت کے متعلق:- "مثلاً کیا یہی گھڑی ہے جو
تمھارے پاس سے کھو گئی تھی؟" اسی طرح یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ "کیا
ملزم وہی شخص ہے جس کو تم نے دیکھا تھا؟" بریں ہم جیوری وکیل کے پہلے اس
طرح سوال کرنے سے کہ "کیا تم اُس شخص کو شناخت کرو گے؟" اور پھر گواہ کو
اس شخص کی نشاندہی کرنے کی ہدایت کرنے سے زیادہ موثر ہوگی۔ فوٹو گراف
بلحاظ شہادت شناخت قابل ادخال ہے۔ چونکہ کسی شخص یا چیز کے دیکھنے سے گواہوں
کے ذہنوں میں جو تاثر پیدا ہوتا ہے یا جو شکل مرتسم ہوتی ہے فوٹو گراف اسی کے محض مرئی
قائم مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ فی الوقت وہ شناخت کے متعلق اسی قسم کی
شہادت ہے جیسے شناخت کی شہادت دیتے وقت گواہ کا اپنے حافظے
سے کہنا۔ جب پولیس ایسے شخص یا اشخاص کے بارے میں جن کے متعلق
یہ خیال ہو کہ انھوں نے ارتکاب جرم کیا ہے معلومات حاصل کرنا چاہے
تو وہ ایسے اشخاص کو فوٹو گراف دکھلا سکتی ہے جو مجرم کی شناخت کر سکتے
ہوں۔ لیکن شناخت کے بعد پولیس کو اس امر کی کوشش نہ کرنی چاہیئے
کہ گواہ کے دیے ہوئے بیان کی تائید کرانے کی غرض سے اس کو
کسی ایسے شخص کی تصویر دکھلائی جائے جس کی شناخت وہ پہلے ہی کر چکا ہو

---

[1] Per Willes, J., in Reg. V. Tolson (1864), 4F. and F. 104

[2] Rex V. Hinds, (1932) 2 K, B. 644 Contract Rex V.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زیر جراست شخص کے فوٹو گراف ایسے گواہوں کو نہیں دکھلانا چاہیئے جو متعدد اشخاص کی صف میں سے کچھ ہی دیر بعد خاطیوں کی نشاندہی کرنے لائے جانے والے ہوں۔[1]

(۳) بیانات کی تردید کے لئے:۔ مثلاً پہلے گواہ ا نے جو کچھ بیان ازخود دیا تھا اس کی تردید کے لئے دوسرے گواہ ب سے ہدایتی سوالات کئے جا سکتے ہیں۔ جیسے "کیا ا نے ایسا کہا تھا؟" لیکن اس طرح کا سوال کرنے سے قبل پہلے ب سے یہ دریافت کر لینا چاہیئے کہ ا نے کیا کہا تھا۔ 417

(۴) بعض وقت سوالات ابتدائی کی نوبت پر گواہ فریق پیش کنندہ کے خلاف بیان دیتا ہے۔ جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف فریق پیش کنندہ کے ادعا کے خلاف شہادت دے رہا ہو بلکہ اس کے بیان سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ ان امور کو بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتا جو فریق پیش کنندہ کے موافق ہوں۔ ایسی نوبت پر جج اگر مناسب تصور کرے تو فریق پیش کنندہ کو ہدایتی سوالات کرنے کی اجازت دے سکتا ہے تاکہ اس گواہ سے ان واقعات کا انکشاف کرایا جا سکے جن کو وہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔

(۵) اگر گواہ کے متعلق یہ ظاہر ہو کہ اس کا حافظہ کام نہیں دے رہا ہے تو ایسے سوالات کی اجازت نہیں دی جا سکتی جو قطعاً ہدایتی ہوں البتہ سوالات ابتدائی میں وکیل کے گواہ کے حافظے کو بخوبی جانچنے اور اس پر پورا پورا زور دینے کے بعد بھی اگر مناسب جواب نہ ملے تو اس کو گواہ کی یاد[2] تازہ کرنے کے لئے عموماً ہدایتی سوالات کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ مثلاً وہ یہ بھی دریافت کر سکتا ہے کہ "کیا تم سے اس امر کے متعلق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Dwyer and Farguson, (1925) 2 K. B. 799

[1] Rex V. Haslam (1925), 134 L. T. 158; 19 Cr. App. R 59

[2] Cf. Courteen V. Touse (1807). I Camp. 43

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہا نہیں گیا تھا کہ..... ؟"

قاعدہ ۴۔ گواہ کو اپنے حافظے اور یاد سے بیان دینا چاہیئے۔ وہ اپنی رائے یا استدلال پیش نہیں کر سکتا۔

گواہ نے جو کچھ یاد رکھا ہو وہ سب واقعات قابل ادخال شہادت ہیں خواہ گواہ کی یاد کمزور ہو اور اس نے واقعات کو بخوبی یاد نہ رکھا ہو مثلاً گواہ کہے کہ "میرا خیال ہے" (گو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس شہادت کا وزن بہت کم ہو جاتا ہے) لارڈ ایلڈن نے ایسے گواہ کے بیان کو جو شناخت خط سے متعلق تھا، قابل ادخال شہادت قرار دیا جس نے بیس برس پہلے اس تحریر کے لکھنے والے کو دیکھا تھا۔[1] اسی طرح ایک خط کو قابل ادخال شہادت قرار دیا گیا[2] جس کے کاتب کے متعلق گواہ اس سے زیادہ کچھ اور نہ کہہ سکا تھا کہ "یہ تحریر خط بدل کر لکھی گئی ہے۔ میں اس کو اسی کے قلم کی تحریر باور کرتا ہوں۔" لیکن اس کے متعلق حلف اٹھا کر قطعیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔"

418 کسی گواہ سے کسی امر قانونی کی بابت سوال نہیں کیا جا سکتا دیکھئے (1911) I K. B. 484[3] کیونکہ گواہ کو عدالت میں اس کی یاد اور حافظے کی جہت

---

[1] 69 S. W. 194 امریکہ میں تو ساٹھ برس تک کی اجازت ہے دیکھئے (8 Vesey. at P. 474)

[2] Reg. V. Bernard (1858), 8 St. Tr. (N. S.) at pp 911-927 cf. 29 St. Tr. 740

[3] لارڈ ٹنٹرڈن Lord Tenterden جیسے جج نے جیوری کی رائے کے خلاف ایک مدعی علیہ کے دستخط کو صحیح تسلیم کیا حالانکہ اس دستخط کی اصلیت کو ثابت کرنے کے لئے جو گواہ پیش کیا گیا تھا اس نے بڑے تذبذب کے بعد یہ کہا تھا کہ "میں اس دستخط کو مدعی علیہ کے کئے ہوئے سمجھتا ہوں" اور پھر جرح کی نوبت پر کئی منٹ تک تذبذب کرنے کے بعد کہا "میں سمجھتا ہوں کہ یہ دستخط اس کے نہیں ہیں" لیکن سوالات کرنے کے موقع پر پھر تذبذب کر کے کہا:- مدعی علیہ کے دستخط ہیں۔" دیکھئے Beauchamp V. Cash (1823) D. and R. N. P. 3

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے پیش کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی قوت فیصلہ کی جہت سے (بجز اس کے کہ اس کو بحیثیت ماہر فن طلب کیا گیا ہو مثلاً زہر خورانی کے مقدمے میں دوا ساز کی حیثیت سے۔) لہذا کسی معمولی گواہ سے بیان ابتدائی یا جرح کی نوبت پر نتائج اخذ کرنے کے لئے نہ کہنا چاہئے۔ مثلاً "چونکہ ا اور ب ایک ہی کوٹھری میں رہتے تھے اگر ا اس اطلاع کو محض ب تک پہنچانا چاہتا تھا تو کیا وہ اس کو تحریر میں لاتا"؟ یہ سوال نہیں ہے بلکہ ایک حجت اور بحث ہے۔ اسی طرح کسی گواہ کو یہ یاد دلا کر کہ اس کے ماقبل کے گواہ کی دی ہوئی شہادت سے اس کا جواب مختلف ہے، یہ معمولی سوال کہ "تم نے جو کچھ ہمارے سامنے کہا ہے اگر اس کے خلاف ا نے بیان کیا ہو تو اس کا بیان جھوٹا ہے"؟ ایسا ہے کہ اصولاً اس کا جواب دینا گواہ کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح جرح میں یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ "کیا تم ملزم کے مکان پر جاسوس بن کر گئے تھے"؟ کیونکہ اس سوال کا نفس واقعات سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس نتیجے اور مفہوم سے ہے جو ان واقعات سے اخذ کیا جا رہا ہے۔ لیکن گواہ سے یہ دریافت کیا جا سکتا ہے کہ وہ کن ہدایات کے ساتھ وہاں گیا تھا؟ وہاں جانے کی غرض کیا تھی؟ وہاں جانے کے بعد کیا کیا؟ اس نے ان لوگوں کو جنھوں نے اس کو مقرر کیا تھا اس کے بعد کیا کیفیت دی؟ اور پھر ان سوالات کے جوابات پر استدلال کر کے وکیل جرح کنندہ جیوری پر یہ واضح کر سکتا ہے کہ گواہ کا طرز عمل جاسوس کا ایسا تھا۔

قاعدہ ۵۔ شہادت امور متعلقہ کی ہونی چاہئے۔ یعنی یہ کہ اس کو امر تفتیشی کی حد تک محدود ہونا چاہئے۔

فریق مقدمہ واقعات تفتیشی سے متعلق جملہ حالات و واقعات کو ثابت کر سکتے ہیں لیکن اس کے علاوہ کسی اور واقعے کو وہ ثابت نہیں

لے "اگر تم کو اس واقعے کا علم ہوتا تو کیا تم حصص خریدتے"؟ ناقابل قبول شہادت ہے دیکھئے (II Cox 43)

Reg. V. Bernard (1858), 8 St. Tr. (N. S.) at p, 935 F. and F. 240

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر سکتے۔ واقعات متعلقہ میں صرف وہ واقعات ہی داخل نہیں
ہیں جن پر واقعات تنقیحی مشتمل ہوں بلکہ ان میں ایسے اور واقعات
419 بھی شامل ہوتے ہیں جو واقعات تنقیحی کے تطابق یا توضیح کے لئے
ضروری ہوں۔ مثلاً کسی فوجداری مقدمے میں نہ صرف
مجرم کا ارتکاب جرم کرنا اور اس کا مجرمانہ علم واقعات متعلقہ ہیں بلکہ
(ان کو بادر کرنے میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے) ارتکاب جرم کے
موقع[1] نیت[2] اور بعد کا طرز عمل[3] اور اس کے گواہوں کی وقعت ایسے واقعات
ہیں جو واقعات متعلقہ کے زمرے میں شامل ہیں۔

چنانچہ ایک مقدمے میں ایک شخص لیمسن (Lamson) پر قتل عمد
کا الزام تھا۔ اس واقعے کی شہادت کو کہ قتل کے دن موقع واردات کے
قریب کے ریلوے اسٹیشن پر لیمسن نام لکھوا کر اسباب رکھوایا گیا تھا،
قابل ادخال قرار دیا گیا کیونکہ اس سے گو خفیف طور پر ہی سہی لیکن ملزم کو جرم
کے ارتکاب کرنے کا موقع حاصل ہونے کا ثبوت ملتا تھا ملزم کا نہ صرف طرز عمل واقعہ متعلقہ

---

[1] یہ واقعہ کہ جعلی کنجیاں اس شخص کے مکان سے برآمد ہوئیں جس پر چوری کا الزام ہے
اس وقت قابل ادخال شہادت ہے جبکہ سرقہ کنجیوں کی مدد سے کیا گیا ہو۔ اگر سلاخ کی مدد
سے چوری کی گئی ہو تو پھر نا قابل ادخال شہادت ہے۔ دیکھئے 17 Cr. App. R. 88

[2] اگر کسی شخص پر اپنی زوجہ کے قتل عمد کرنے کا الزام ہو تو یہ شہادت کہ اس کو کسی دوسری عورت
سے محبت ہے قابل ادخال ہے۔ اسی طرح سرقے کے مقدمے میں افلاس کی شہادت پیش کیجا سکتی ہے۔

[3] دیکھئے Rex V. Habday, The Times Dec. 12, 1933 اس مقدمے میں
عدالت مرافعۂ فوجداری نے اس شہادت کو قابل ادخال قرار دیا کہ ملزم قتل عمد
کا ارتکاب کرنے کے بعد اپنے جسم سے جرم کی علامتوں کو دور کرنے کے لئے
ایک مکان کے اندر ناجائز طور پر داخل ہوا اور اس کے بعد فرار ہو جانے
کیلئے ایک موٹر سیکل کا سرقہ کیا۔ ایسے بیانات کیلئے جو واقعۂ متعلقہ کا جزو ہوتے ہیں دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۳

[4] دیکھئے۔ C. C. C. Sess. Pap. XCV, 572

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے بلکہ یہ ثابت ہوتے ہی کہ دوسرے اشخاص بھی کسی مجرمانہ غرض کی تکمیل کی خاطر اس کے ساتھ شریک تھے، اُن اشخاص کے مجرمانہ غرض سے متعلق طرز عمل کی بھی شہادت پیش کی جاسکتی ہے۔ گو ان کا یہ عمل ملزم کی غیر موجودگی میں سرزد ہوا ہو اور ان پر ملزم کے ساتھ مقدمہ نہ چلایا جارہا ہو۔ بالخصوص مقدمات سازش میں اس قاعدے پر عمل کیا جاتا ہے (دیکھئے صفحہ ۳۴۱ کتاب ہذا) لیکن صرف سازش کے مقدمات کی حد تک ہی یہ قاعدہ محدود نہیں ہے بلکہ اگر ا پر جعلی سکہ بنانے کا الزام ہو تو اس کے معین ب کے متعلق اس سکے کو بازار میں چلانے کی شہادت پیش کی جاسکتی ہے گو خود ا اس کے ساتھ بازار نہ گیا ہو۔ اسی طرح اگر ا اور ب آپس میں اقرار کریں کہ ب کسی دُکان پر جائے اور دھوکا دیکر مال حاصل کرے تو ب نے جو کچھ دُکان میں جاکر کہا ہو اس کی شہادت ا کے خلاف 420
پیش کی جاسکتی ہے حالانکہ خود ا وہاں موجود نہ تھا، نیز اس صورت میں بھی جب کہ ب کا ا کے ساتھ چالان نہ کیا گیا ہو۔

واقعے کے متعلق ہونے کی بابت جو قانونی قیود عائد کر دیے گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسی بیشتر شہادت خارج ہو جاتی ہے جو غیر قانونی معاملات میں مناسب اور قوی تصور کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کسی امر تفتیشی کے متعلق یہ سوال ہو کہ کسی شخص سے ایک خاص موقع پر کس قسم کے افعال سرزد ہوئے تھے تو اسی قسم کے ایک دوسرے موقع پر اس شخص سے جو افعال سرزد ہوئے تھے ان کی شہادت غیر متعلق اور ناقابل ادخال قرار دی جائے گی۔ اسی طرح دیوانی عدالتوں میں اس نزاع کے متعلق کہ کسی معاہدے کے شرائط کیا تھے مدعی اسکے ثبوت میں مدعی علیہ کے دیگر اشخاص[۱]

---

[۱] دیکھئے Rex V. Stone (1796), 6 T. R. 527:

Rex V. Wink worth (1830), 4 C. and P. 444

[۲] دیکھئے Hollingham V. Head (1858), 4 C. B. (N. S.) 388.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے کئے ہوئے اسی قسم کے معاہدوں کی شرائط کو پیش نہیں کر سکتا۔ حالانکہ نزاع اگر یہ نہ ہوتی کہ مدعی علیہ نے موجودہ معاہدہ کرتے وقت فی الحقیقت کیا کہا تھا بلکہ یہ ہوتی کہ معاہدہ کرتے وقت مدعی علیہ کی ذہنی حالت کیا تھی، تو ان دیگر معاہدوں کے متعلق شہادت قابل ادخال قرار دی جا سکتی تھی۔ مثلاً یہ کہ اس معاہدے میں بعض مبہم شرائط داخل کرنے سے اس کا مقصد فریبانہ تھا یا نہ تھا؟۔

فوجداری عدالتوں میں اسی اصول کے تحت ملزم کے سابقہ جرائم کی شہادت کو خارج کر دیا جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ملزم کے اچھے چال چلن کی شہادت کو ہمیشہ متعلق قرار دیا جاتا ہے (دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۶۱۴) مگر منطقی اعتبار سے یہ ناوردست ہے اور صرف تاریخی وجوہ کی بنا پر اس کو قابل ادخال شہادت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس امر سے کہ آیا اس نے زیر بحث فعل مجرمانہ (actus reus) کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر ملزم کے دوسرے جرائم (خواہ وہ ایک ہی قسم کے ہوں) کے مرتکب ہونے کی شہادت اس امر کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی کہ اس نے زیر بحث جرم کا بھی ارتکاب کیا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Cf. Holcombe V. Hewson (1810), 2 Camp. 391

یہ واقعہ کہ اس نے جو بیئر شراب ج، د اور س کے ہاتھ فروخت کی تھی اچھی تھی اس سوال کے سلسلے میں کہ اس نے جو شراب ب کے ہاتھ فروخت کی تھی اچھی تھی ناقابل ادخال شہادت قرار دیا گیا۔

[1] Barnes V. Merrit) (1898), 15 T. L. R. 419

[2] کیا تم اس کی ساری زندگی پر الزام لگاتے ہو۔ دور ہو، دور ہو۔ اس سے اسکا کوئی تعلق نہیں"۔ چیف جسٹس ہولٹ نے دو سال قبل شکوہ کیا تھا۔ دیکھئے (12.st. tr 364) ایک کارآمد مضمون (39 L. Q. R. 212) میں دیکھئے۔ تجربے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ارکان جیوری بُرے چال چلن کی شہادت پر ضرورت سے بہت زیادہ زور دیا کرتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور نہ ملزم کے گواہ ہی سے جرح میں ایسا سوال کیا جا سکتا ہے جس میں ملزم کے قبل ازیں کسی جرم کا ارتکاب کرنے کے متعلق بالواسطہ طور پر کوئی اشارہ ہو۔ گو کہ وہ سوال بصورت دیگر گواہ کے اعتبار کے ساقط کرنے کے لئے قابل ادخال شہادت ہو سکتا ہو۔ لیکن فرانسیسی ضابطۂ فوجداری میں ایسی شہادت کو اہمیت حاصل ہے۔

اگر مقدمے کے ایسے خاص حالات ہوں جن کی بنا پر ملزم کے سابقہ جرائم متعلق مقدمہ ہوتے ہوں تو انگریزی قانون میں بھی ان کی بابت شہادت پیش کرنے کے متعلق کوئی حقیقی قید عائد نہیں کی گئی ہے چنانچہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہ سگار کیس جسے نقب زن مکان میں چھوڑ گئے تھے مالک کے پاس سے اسی روز ملزم نے چرایا تھا تو اس کے خلاف نقب زنی کا الزام ثابت ہو جائے گا۔ یا موجودہ جرم کی نیت ظاہر کرنے کے لئے کسی دوسرے جرم کی بابت شہادت پیش کی جا سکتی ہے مثلاً قتل عمد کے مقدمے میں یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مقتول کسی دوسرے جرم کے سلسلے میں ملزم کا شریک جرم تھا اور اسی وجہ سے اس سے چھٹکارا پانے کے لئے ملزم نے اس کو قتل کر دیا۔ اسی طرح دو اشخاص کے درمیان جنسی خواہشات کے تحت ابتداءً کسی فعل کے سرزد ہونے سے ان کے درمیان بعد

---

[1] Rex v. McCraig (1925) 90 J. P. 64

[2] ۱۹۲۱ء میں پیرس کے لینڈرو (Landru) کے مشہور مقدمے میں جس پر دس اشخاص کو قتل کرنے کا الزام تھا پریسیڈنٹ نے یہ کہہ کر مقدمہ شروع کیا "میرا یہ فرض ہے کہ جیوری کو ملزم کے سابقہ اعمال سے آگاہ کروں"۔ روما میں بھی سابقہ اعمال پر بہ نسبت زیر بحث جرم کی شہادت کے زیادہ توجہ کی جاتی تھی۔
دیکھئے Strachan-Davidson's Problems II, 119

[3] Reg. v. Neill (1892), C. C. C. Sess. Pap. CXVI, 1417 (K.S.C. 481)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں بھی جنسی خواہشات[1] کا جذبہ باقی ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ارتکاب جرم کے بعد ملزم کے طرز عمل سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے مثلاً کوئی چور گرفتار کئے جانے پر گرفتار کنندہ کو گولی مار دے۔

علاوہ اس کے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں دیکھا ہے (کتاب ہذا صفحہ ۴۲۰) دیوانی عدالتوں میں جیسا امتیاز قائم کیا گیا ہے ویسا ہی امتیاز فوجداری عدالتوں میں بھی موجود ہے حالانکہ کسی ملزم کا برا چال چلن اس کے مجرم ہونے کے متعلق قابل ادخال شہادت نہیں ہے لیکن یہ واقعہ کہ جس جرم کا اس پر الزام عائد کیا گیا ہے اس کے مماثل جرائم کا ارتکاب اس نے کیا ہے اکثر اوقات واقعۂ متعلقہ ہوتا ہے، اور اس وقت ان مماثل 422
واقعات کی شہادت قابل ادخال قرار دی جاتی ہے اور ملزم گواہ پر اس کے متعلق جرح بھی کی جا سکتی ہے۔ (دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۷۵، بند ۲) لفظ "مماثل" سے یہاں مراد یہ ہے کہ جو تحقیقات اس وقت درپیش ہو، اس کی حد تک جو امور اہمیت رکھتے ہوں ان میں مماثلت ہو چنانچہ ادویات کے ذریعے سے اسقاط حمل کرانا اور اسی شخص کا آلات کے ذریعے سے اسقاط[2] حمل کرانا دونوں مماثل ہیں۔ لیکن ایسے نوٹوں کا چلانا جو جعلی ثابت نہ ہوں جعلی نوٹوں کے چلانے کے مماثل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مقدمے میں ایک شخص پر یہ الزام تھا کہ اس نے دھوکا دیا اور

---

[1] Rex v. Ball, [1911] A. C. 47

[2] Cf. Rex. v. Armstrong, [1922] 2 K. B. 555; 16 Cr. App. R. 149.

[3] Study "The Rule of Exclusion of Similar Fact Evidence: England" by Julius Stone, Harvard Law Review, XLVI, P. 954

[4] دیکھئے Rex. v. Starkie, (1922) 2 K. B. 275 قابل ادخال شہادت جبکہ عورتیں بھی مختلف تھیں، اس کی تردید کرنے کے لئے کہ افعال کا ارتکاب نیک نیتی سے کیا گیا تھا)۔

[5] Rex. v. Millard (1813), R. and R. 245

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعض چیزوں کو درست اور جائز باور کرانے کی رقم حاصل کی، یہ شہادت کہ اس نے ایک دوسرے مقدمے میں بھی اسی طرح سے ایک شخص کو چیک دیا تھا جو نامنظور کیا گیا تھا، قابل ادخال قرار دی گئی لیکن غلط واقعات باور کرانے کے ایک ٹٹوا اور ایک بنڈی حاصل کرنے کے الزام میں اس شہادت کو ناقابل ادخال قرار دیا گیا کہ ملزم نے دوسرے غلط واقعات باور کرانے کا وانہ چارہ حاصل کیا تھا۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ شہادت محض یہ ثابت کرنے سے قابل ادخال نہیں قرار دی جاتی کہ ملزم پر جرم کا الزام عائد کیا گیا ہے اس کے مماثل جرائم کے ارتکاب کرنے کا اس میں عام رجحان ہے، لیکن بالعموم یہ اثر پیدا کرنے والی شہادت اس وقت قابل ادخال قرار دی جاتی ہے جب وہ کسی اور لحاظ سے واقعہ متعلقہ ہو۔ اس سے بالکل مختلف اصول پر ان واقعات کی شہادت بھی قابل ادخال قرار دی جاتی ہے جو مماثل ہوں یا نہ ہوں مگر ایک سلسلے یا معاملت کے افعال (Res gestæ) کا جزء ہونے کے لحاظ سے واقعہ متعلقہ ہوں (دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۳۷-) چنانچہ ایک مقدمے میں ملزم پر ایک دس برس سے کم عمر لڑکی کی عفت میں خلل ڈالنے کا الزام تھا۔ شہادت پیش ہوئی کہ اس نے دو دن اور پھر چار دن بعد اسی جرم کا ارتکاب کیا تھا جس میں وہ ماخوذ تھا۔ اس شہادت کو قابل ادخال قرار دیا گیا کیونکہ بعد کے واقعات "دراصل ایک ہی معاملے کا جزء تھے"۔ 423

---

[1] Reg. V. Ollis (1900) 2 Q. B. 758 Cf, Reg. V. Francis (1874), 2 C. C. R. 128 and Reg. V. Rhodes, [1899] 1 Q B. 77.

[2] Rex. V. Fisher, (1910) 1 K. B. 149

[3] Rex. v. Cole (1810) 2 Russ. Cr. 8 th;ed. 955; Thompson v. The King, (1918) A. C. 221, 237

[4] Reg. v. Rearden (1864), 4 F. and F. 76, See 50. L. Q. R. P. 386.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ مماثل واقعات کی شہادت صرف اس وقت قابل ادخال ہوتی ہے جب وہ عام اصول اخراج کے کسی صریحی استثنا کے تحت پیش کی جائے۔ لیکن حالیہ فیصلوں کا رجحان یہ ہے کہ ایسی شہادت جب بھی متعلق[1] ہوتی ہو اس کو قابل ادخال قرار دے دیا جائے بشرطیکہ اس کو ملزم کے محض خراب چال چلن کا اظہار کرنے کے لئے متعلق نہ کیا جائے۔ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ اس قسم کی شہادت اس وجہ سے قابل ادخال نہیں قرار دی جاتی کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملزم دیگر جرائم کا مرتکب ہوا ہے لیکن بایں ہمہ کسی خاص مقدمے میں یہ ہو سکتا ہے کہ اس شہادت سے یہی نتیجہ[2] نکلے اور چونکہ اس قسم کی شہادت سے اس

---

[1] ہارورڈ لا ریویو (Harvard Law Review) میں ایک فاضل مضمون نگار (مندرجہ نوٹ ۱ صفحہ ۲۲۴ کتاب ہذا) یہ تحریر کرتے ہیں کہ کامن لا میں مماثل واقعات کی شہادت کے اخراج کا عام اصول کبھی بھی نہیں تھا۔ بلکہ ایسی شہادت جب کبھی متعلق ہوتی تو قابل ادخال قرار دی جاتی تھی بشرطیکہ اس کو ملزم سے صرف بُرے چال چلن کو ثابت کرنے کی غرض سے پیش نہ کیا گیا ہو۔ انیسویں صدی کے بعد سے ججوں نے ایسی شہادت کو بہ استثنائے چند خاص مقدمات عام اصول کے خارج کرنا شروع کیا۔ حالیہ فیصلوں میں ایسی شہادت کو قابل ادخال قرار دینے کے رجحان کو لا کوارٹرلی ریویو Law Quarterly Review) کے دو مضامین میں بخوبی واضح کیا گیا ہے۔

دیکھئے۔ 39 L.Q.R.P. 212 — 23 L. Q. R.P. 28

نیز دیکھئے۔ C.K. Allen. Legal Duties, pp. 290—294

[2] اس قاعدے کی پابندی Rex v. Chesshire and Others (1927), 20 cr. App R. 47 چیشائر کے مقدمے میں نہیں کی گئی۔ اس مقدمے میں پولیس کے دو عہدہ داروں پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے بطور رشوت تحفے لئے اور ایک تیسرے شخص کے پاس سے ایک کاغذ برآمد ہوا تھا جس کی تحریر سے الزام مبینہ کا پتا چلتا تھا لیکن جواب دہی میں اسکی تردید اس امر سے کی گئی کہ وہ دوسری رشوت ستانی کے افعال سے متعلق ہے۔

[3] Reg. v. Ollis, (1800) 2 Q.B. 758

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امر کا احتمال ہوتا ہے کہ اس سے ناواجب طور پر مجوز کی رائے متاثر ہو جائیگی اس لئے اس کے قابل ادخال ہونے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ ایک زمانے میں خیال کیا جاتا تھا کہ مماثل افعال کی شہادت پیش کرنے سے قبل ملزم پر جس فعل کے ارتکاب کا الزام ہو اسکی بابت کچھ شہادت پہلے پیش کرنی چاہئے اور یہ کہ مماثل افعال کی شہادت محض ان امور کی حد تک قابل ادخال قرار دی جا سکتی ہے جیسے نیت یا مجرمانہ علم ثابت کرنے کے لئے یا ملزم نے نیک نیتی سے سہو ہو جانے کی اگر جوابدہی کی ہو تو اس کی تردید کرنے کے لئے۔ لیکن جن وجوہ سے یہ شہادت قابل ادخال قرار دی جاتی تھی اب ان کو پہلے سے زیادہ وسعت حاصل ہو گئی ہے۔

(Makin v. Attorney-General for New South Wales [1894] A.C. 57) 424

کے مقدمے میں مرافعان کو ایسے بچے کو قتل کرنے کے الزام میں سزا دی گئی تھی جس کی نگہداشت ان کے ذمے کی گئی تھی۔ پریوی کونسل نے تجویز کیا کہ ان امور کی شہادت نہایت مناسب طور پر قابل ادخال قرار دی گئی تھی کہ انھی خانہ باغوں میں اور دس شیر خوار بچوں کی دفن شدہ نعشیں برآمد ہوئیں جن میں ملزمین پہلے سکونت رکھتے تھے اور ان پانچ عورتوں نے جو اپنے بچوں کو ملزمین کے حوالے کرنے کے بعد اُن کے اخراجات کی اقساط ادا کیا کرتی تھیں، دوبارہ پھر کبھی اپنے بچوں کو نہ دیکھا تھا، اور یہ طے کیا گیا کہ "محض اس وجہ سے کہ پیش شدہ شہادت سے دیگر جرائم کا ارتکاب کرنا ثابت ہوتا ہے اس کو زیر تحقیقات امر تنقیحی سے متعلق ہونے کے باوجود ناقابل ادخال نہیں قرار دیا جا سکتا اور ہر ایسی شہادت متعلق تصور کی جائے گی جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہو کہ ان افعال کا جو سبیبہ جرم کے اجزا ہیں عمداً ارتکاب کیا گیا تھا یا محض اتفاقاً یا جس سے

---

۱ Reg. v. Hall (1887), 5 N.Z.L.R. 93

۲ Approving Reg. v. Geering (1849), 18 L.J.M.C. 215

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان امور کی تردید ہوتی ہو جن کی اگر تردید نہ کی جائے تو ان کو ملزم اپنی صفائی میں پیش کر سکے۔" جس صفائی کی تردید کی جا رہی ہو وہ ایسی خیالی صفائی نہ ہونی چاہئے جس کو منجانب چالان (یا استغاثہ) ملزم سے محض اس غرض سے منسوب نہ کیا گیا ہو کہ اس کی تردید اس طور سے کی جائے کہ اس سے مجوز کے ذہن میں ملزم کے خلاف ایک تعصب پیدا ہو جس سے اس کو نقصان پہنچے۔ لیکن جب منجانب چالان (یا استغاثہ) نیت کو لازماً ثابت کرنا ہو تو محض اس وجہ سے کہ ملزم نے یہ صفائی پیش کرنے سے انکار کیا ہے کہ فعل منسوبہ اس سے سہواً یا اتفاقاً سرزد ہو گیا ہے مماثل واقعات کی شہادت کو ناقابل ادخال[۲] نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کسی مقدمے کے مماثل واقعات عائد شدہ[۳] جرم سے پہلے یا بعد سرزد ہو سکتے ہیں۔ مماثل واقعات کی شہادت تطابق ثابت کرنے

---

[۱] Thompson v. The King. (1918) A.C. 221, 232. of Rex v. Bond, (1906) 2 K.B. 389, 409, 417

[۲] Rex v. Armstrong, (1922) 2 K.B. 555 - کے مقدمے میں ملزم پر اپنی زوجہ کو نیلا توتا کھلانے کا الزام تھا۔ جو ابدی خودکشی کر لینے کی کیجا رہی تھی۔ ملزم نے کچھ مقدار میں نیلا توتا خریدا تھا، یہ ثابت کرنے کے لئے کہ نیلا توتا کسی غرض جائز سے اور بنیک نیتی سے نہیں خریدا گیا تھا چالان کو یہ شہادت پیش کرنے کی اجازت دی گئی کہ پہلے جرم کے ارتکاب کے بعد ایک دوسرے شخص کو زہر دیا گیا تھا۔

[۳] Rex v. Armstrong, ante; Reg. v. Rhodes, (1899) 1 Q.B. 77 - لیکن Rex v. Boothby (1933), 24 Cr. App. R. 112 بوتھبی کے مقدمے میں یہ قرار دیا گیا کہ عائد شدہ غلط بیانی کے الزام کے بعد کا عذر کرنا قابل ادخال شہادت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ نیت مجرمانہ اس فعل کے سرزد ہونے سے قبل ہی پیدا ہو جائے جسکا الزام عائد کیا گیا ہے۔ رموڈز کے مقدمے میں (کتاب ہذا) اس بنیاد پر تصفیہ کیا گیا کہ الزام کا تعلق ایسی تطبیس سے ہے جبکہ ملزم جائز اور اصلی کاروبار چلا رہا تھا۔ بوتھبی کے مقدمے کی تنقید کے لئے دیکھئے:-

D. W. Logan, Evidence of subsequent Acts, 50 L.Q.R.P. 286 -

[۴] Porkins v jeffery. (1915) 2 K.B. 702

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

425 یا ملزم کی نیک نیتی سے افعال کے سہواً[1] یا اتفاقاً[2] سرزد ہونے کی صفائی کو ثابت کرنے یا کسی دستور[3] یا طرز عمل معمولی[4] جیسے تائید و توثیق ثابت کرنے یا اس امر کی تردید کرنے کے لئے کہ ملزم وقت ارتکاب جرم موقع واردات پر موجود نہ تھا (alibi)[5] قابل ادخال قرار دی گئی ہے۔ کسی لڑکی کی عفت میں خلل ڈالنے کا اگر کسی شخص پر الزام ہو تو اس لڑکی کے ساتھ اس کے سابقہ ناجائز تعلقات کی شہادت پیش کی جا سکتی ہے

قانون نے اس اصول میں اتنی وسعت دے دی ہے کہ ایک خاص صورت میں ان جرائم کی بھی شہادت پیش کی جا سکتی ہے جو بعینہٖ مماثل قسم کے نہ ہوں۔ کیونکہ ۱۹۱۶ء کے قانون سرقہ کی دفعہ ۴۳ (۱) کے تحت (۱) (Larceny Act, 1916, S. 43) داشتن مال مسروقہ کے الزام میں یہ ثابت ہو جانے کے ساتھ ہی کہ مال مسروقہ ملزم کے قبضے میں تھا یہ واقعہ کہ ملزم نے موجودہ مال مسروقہ رکھنے سے پانچ سال قبل کے عرصے میں کسی ایسے جرم کے ارتکاب کی بنا پر سزا پائی تھی جس میں فریب یا بددیانتی کا دخل تھا۔ اس کا مجرمانہ علم ثابت کرنے کے لئے قابل ادخال شہادت ہے۔

---

[1] Rex v. Starkie, See note 2, P. 422

[2] Rex v. Mortimer (1936), 25 cr. App. R. 150 (موٹر کار چلا کر عمداً ہلاک کرنے کی شہادت۔ واردات ہونے سے تھوڑی ہی دیر قبل اور بعد کے چلانے سے دیجا سکتی ہے)۔

[3] ملزم کی جانب سے نیک نیتی سے جائز کاروبار کرنے کی شہادت کے متعلق دیکھئے:۔

Rex v. Sagar (1914) 3 K.B. 11, 12

[4] Reg v. Rhodes, (1890) 1 Q B. 77

[5] Rex v. Lovegrove (1920) 3 K. B. 64

[6] Thompson. v. The King, (1918) A. C. 221

[7] Rex v. Shellaker, (1914) 1 K.B. 414

[8] اگر اس شہادت کو پیش کرنے کی اطلاع ملزم کو ایک ہفتہ قبل ملی ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

داشتن مال مسروقہ کے الزامات کے متعلق اسی دفعہ ۳۴۲ (۱) کے تحت اس واقعے کی شہادت بھی قابل ادخال ہے کہ کوئی دوسرا[1] مال جو موجودہ جرم کے ارتکاب سے ایک سال قبل کے عرصے میں سرقہ کیا گیا تھا ملزم کے ہی قبضے میں تھا یا اسی کے قبضے میں پایا گیا تھا۔ ایسی شہادت میں جملہ حالات کی شہادت اور جرم کی توضیح کرنے کے لئے جو بیانات دیے گئے ہوں ان سب کے متعلق شہادت شامل ہے اور قبضہ رکھنے کی شہادت مال کے مسروقہ ہونے کی شہادت سے پہلے پیش کی جا سکتی ہے۔ بعض خاص حالات میں ایسے ملزم پر جو ۱۸۹۸ء کے قانون شہادت فوجداری (The Criminal Evidence Act 1898) کے تحت شہادت ادا کرے اس کے چال چلن (دیکھئے صفحہ ۴۷۵ کتاب ہذا) کے متعلق جرح بھی کیجا سکتی ہے۔ اگر ملزم اپنی صفائی اس طرح پیش کرے کہ اسطرح کی جرح کی اجازت دیجا سکتی ہو (دیکھئے صفحہ ۴۷۵ کتاب ہذا) تو اس پر اس کے سابقہ جرائم کے
426 متعلق جرح کی جا سکتی ہے حالانکہ وہ صرف اسی حد تک متعلق ہوگی کہ ملزم کا اعتبار گھٹ جائے اور غالباً یہ بھی کہ اس کی افتاد طبع معلوم ہو۔ (دیکھئے صفحہ ۴۷۶ کتاب ہذا)۔

ملزم کے چال چلن کے معاملے کے بالکل برعکس گواہ کے چال چلن کی برائیاں تو ہمیشہ قابل ادخال شہادت ہیں لیکن اس کے چال چلن کی خوبیاں قابل ادخال شہادت نہیں ہیں۔ کیونکہ گواہوں کو پیش کرنیوالا فریق (اولاً) ان کے بیانات کی تائید میں ان کے اچھے چال چلن کی شہادت پیش نہیں کر سکتا اور نہ یہ شہادت پیش کی جا سکتی ہے

[1] مجرمانہ علم کے متعلق یہ شہادت قابل ادخال ہے کہ ایسے مقدمے میں جہاں مال ہی پر مقدمے کا انحصار ہو اس کے قیاس واقعاتی اور مال مسروقہ پر سرقے کے کچھ ہی عرصے کے بعد قابض ہونے کی صورت میں قابض کے متعلق سارق ہونے یا جان کر مال مسروقہ رکھنے والے کا قیاس قائم ہوتا ہے۔ ان دونوں کا فرق بغور دیکھئے صفحہ ۳۹۱ کتاب ہذا)

[2] Rex. v. Smith (1918) 2 K. B. 415

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ گواہوں نے جو قصہ[1] اب بیان کیا ہے اسی کو انھوں نے سابقہ مواقع پر بھی بیان کیا تھا۔ لیکن مخالف فریق ان گواہوں کا اعتبار ساقط کرا سکتا ہے یا یہ ثابت کر سکتا ہے کہ انھوں نے سابق میں اس کے خلاف بیان کیا تھا۔ اور یہ مطلب بعض وقت تو محض جرح[2] سے حاصل کیا جاتا ہے اور کبھی شہادت پیش کر کے مثلاً اس امر کا ثبوت پیش کر کے کہ:۔

۱۔ گواہ جھوٹ بولنے میں مشہور ہے۔ یہ عمل اب بہت کم ہو گیا ہے کیونکہ واٹسن[3] (Rex v. Watson (1817) کے مقدمے میں یہ تصفیہ ہو گیا کہ گواہ کی کسی خاص بدچلنی کی شہادت پیش نہیں کی جا سکتی اور اس سے صرف ایک سوال جو کیا جا سکتا ہے وہ بھی عام اور مبہم ہے کہ "کیا اس کے حلف پر اعتماد کیا جا سکتا ہے؟" گویا جھوٹ بولنا ایک معینہ عادت ہے جس میں موضوع اور شخصی مفاد کے اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کوئی فریق اپنے گواہ کے خلاف ہو جانے پر اس طرح سے اس کے اعتبار کو ساقط نہیں کرا سکتا۔ ایسی شہادت پیش ہونے پر فریق ثانی کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے گواہ کے اچھے چال چلن اور راست بازی ثابت کرنے کے لئے تردیدی شہادت پیش کرے۔ (14 St. Tr. 588, 595)

۲۔ گواہ طرفدار ہے۔ مثلاً اس شہادت سے طرفداری کا ہونا

---

[1] اسی طرح ملزم کی جوابدہی کی تائید میں یہ شہادت کہ اس نے یہی واقعہ ملزم بننے سے پہلے بیان کیا تھا نہایت معمولی اور ناقابل ادخال تصور کی جاتی ہے۔ کیونکہ دور اندیش مجرم ایسا جھوٹ بول سکتا ہے دیکھئے صفحہ ۴۲۷ کتاب ہذا۔

[2] سر چارلس ووہرل (Sir Charles Wetherell) نے کیسلس (Castles) نامی جاسوس پر جو مشہور جرح کی تھی وہ قابل مطالعہ ہے۔ دیکھئے۔ 32 St. Tr. at P. 284.

[3] Reg v Brovn (1867) I C.C.R. 70 نیز دیکھئے 32 St. Tr. 486;

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ثابت کیا جا سکتا ہے کہ گواہ نے روپیہ لے لیا ہے یا اس نے دوسرے
427 گواہوں کو رقم پیش کی تھی یا اس نے ہرجانہ لینے کی دھمکی دی تھی۔ فریق
پیش کنندہ سے رشتہ داری کا ہونا بھی ایک حد تک اس کے طرفدار
ہونے کی شہادت ہے۔ لیکن گواہ کی طرفداری کا کوئی ثبوت اس وقت تک پیش
نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس پر طرفداری کے متعلق جرح نہ کر لی گئی ہو
تاکہ اس کو واقعات کی وضاحت و توجیہ کرنے کا موقع مل جائے۔

۳۔ گواہ نے کسی ایسے واقعۂ متعلقہ کے بارے میں جس کی بابت
اس نے اب شہادت ادا کی ہو ایسا بیان دیا ہو جس کی وجہ سے اب
اس کے موجودہ بیان میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ یہاں بھی گواہ کے
بیان کی وقعت کو ساقط کرانے کے متعلق، ثبوت کے پیش کرنے سے پہلے
یہ ضروری ہے کہ جرح میں اس گواہ کی توجہ کو صراحۃً اس واقعے کی طرف
منعطف کرایا جائے تاکہ اگر اس سے ممکن ہو تو وہ کوئی توجیہ کر سکے۔ فوجداری
مقدمات میں اعتبار کے ساقط کرانے کا یہ طریقہ بہت عام ہے کیونکہ بیشتر
گواہ اپنا بیان دے چکے ہوتے ہیں مثلاً اس جسٹس آف دی پیس کے
روبرو ابتدائی تحقیقات کی نوبت پر۔ کامن لا کے تحت اگر سابقہ بیان
تحریری ہوتا تھا (مثلاً کوئی اظہار جو بوقت سپردگی مقدمہ دیا گیا ہو) تو جرح
کرنے والے فریق کو گواہ سے اس کی بابت کچھ دریافت کرنے کے قبل ہی

---

[1] Rex v. Yewin (1811), 2 Camp. 637 (K.S.C. 548)

[2] Thomas v. David (1836), 7 C. and. P. 350 (K S.C. 544)

[3] دیوانی مقدمات میں بھی مخالف فریق کبھی کبھی پیش ہونے والی شہادت کے "تخطی
و ثبوت" کو طلب کرتا ہے جس کو گواہ نے اپنے وکیل سے پہلے بیان کیا ہو۔
دیکھئے صفحہ ۴۹۴ کتاب ہذا۔ لیکن اس کو پیش کرنا لازمی نہیں ہے۔

[4] دیکھئے صفحہ ۵۳۸ کتاب ہذا۔ لیکن اگر اظہار سے لفظ بہ لفظ متفق ہونا اس طرح کا ہے
کہ جو زبانی یاد کر لینے کے طور پر ہے تو اس پر بہ نسبت معمولی اختلافات کے زیادہ شبہہ کیا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کے بیان کو مثل اپنی پیش کردہ شہادت کے پیش کرنا پڑتا تھا (جس کی وجہ سے فریق ثانی کو جوابی بحث کا موقع ملتا تھا) لیکن اب قانون موضوعہ کے تحت (28 and 29 Vict. C.18, S.5.) بجز اس کے کہ گواہ نے جرح میں جو کچھ کہا ہو اس کی تردید کرنے کی وہ فی الواقع خواہش ظاہر کرے اس کو ایسا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لیکن اگر عدالت[1] حکم دے تو اس کو اس بیان کے پیش کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ جج ایسی شہادت کو گواہ کے بیان میں اختلاف پیدا کرانے کی غرض سے استعمال کر سکتا ہے گو جرح کرنے والے فریق نے اس کو پیش نہ بھی کیا ہو، اور اگر جرح کی بھی گئی ہو تو اس سے سابقہ شہادت غلط قرار دے دی جاتی ہے اور اس[2] سے زیادہ اس کو متاثر نہیں کیا جاتا۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ گواہ کا سابقہ بیان کسی کام کا نہیں رہتا اس سے زیادہ اس کا کوئی مخالف یا موافق اثر ہرگز نہیں لینا چاہئے۔ اگر ملزم نے سابقہ بیان کو سنا ہو اور اپنے عمل سے اس کو قبول کر لیا ہو (دیکھئے کتاب ہذا صفحہ ۴۴۰، ۴۴۱) تو جیوری ایسے سابقہ بیان پر اعتماد کر سکتی ہے، حالانکہ یہ سابقہ بیان بلا حلف ہو اور اس کے خلاف میں جو بعد کا بیان ہو وہ با حلف[3] ہو۔ اگرچہ اظہارات کو گواہوں کا اعتبار ساقط کرنے کی غرض سے استعمال کیا جاتا ہے لیکن ان کو کسی گواہ کے بیان کی تائیدی شہادت کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا[4]۔

428

پیش کنندہ فریق کو بھی اپنے گواہ کا اعتبار ساقط کرانے کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ (جج کی رائے میں بھی) اس کے خلاف ہو جائے

---

[1] Rex. v. Anderson (1929), 142 L.T. 580; 21 Cr. App. R. 178.

[2] 1 Cr. App. R. 156; 17 Cr. App. R. 64; 20 Cr. App. R. 144.

[3] Rex v. Birck (1924), 93 L.J.K.B. 386.

[4] See 99 J.P. Jo. 386.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور مناسب جواب نہ دے (صفحہ ۱۷۴ (۴) کتاب ہذا) اور وہ گواہ کی سابقہ اختلاف بیانی کو ثابت کر کے اس کا اعتبار ساقط کرا سکتا ہے اگر جج گواہ کو مخالف تصور نہ بھی کرے تب بھی جس امر کا ہونا وہ ظاہر کرتا ہے اسی کی تردید اسی فریق کی جانب سے بعد میں پیش ہونے والے گواہوں کے ذریعے سے کرائی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس واقعے کا واقعی طور پر امر تنقیحی سے تعلق ہو۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اتفاقاً ایک ایسے گواہ کو پہلے پیش کر دینے کی وجہ سے دوسرے گواہوں کے بیانات کو جو اس واقعے کے متعلق اپنی معلومات کا اظہار کر سکتے ہوں خارج نہیں کیا جا سکتا۔

ہم جیسا کہ قبل ازیں دیکھ چکے ہیں گواہ کے اعتبار کو دوسرے اشخاص کی شہادت کے ذریعے سے ساقط کرنے کے ان تین طریقوں کے علاوہ اس کا اعتبار خود اس پر جرح کرنے سے بھی گھٹایا جا سکتا ہے اور بہت وسیع طریقے سے گھٹایا جا سکتا ہے[۱] کیونکہ اس پر نہ صرف بیان کردہ امور یعنی اس کی دروغ بافی، اس کی طرف داری، اس کی سابقہ اختلاف بیانی کی حد تک جرح کی جا سکتی ہے بلکہ اس کے سابقہ چال چلن اور ناقابل اعتماد اطوار کے متعلق بھی جرح کی جا سکتی ہے[۲] اس اصول کے تحت اکثر اوقات

---

[۱] (Greenough v. Eccles (1859), 5 C.B. (N.S.) 803 cf 8 Bing 50)

[۲] لیکن دوسرے گواہ پر پہلے گواہ کے متعلق جرح نہیں کی جا سکتی۔

[۳] لیکن گواہ پیش کرنے والا فریق اپنے گواہ سے ایسے سوالات نہیں کر سکتا جن سے اس کی وقعت کم ہو جائے۔ اگرچہ وہ گواہ کے خلاف ہو جانے کی صورت میں عدالت سے اجازت حاصل کر کے واقعات متعلقہ کے متعلق جرح کر سکتا ہے۔

[۴] تکلیف دہ سوالات کرنے کا یہ اختیار جو زمانے کی فراموش کردہ غلطیوں کو تازہ کرنیوالا ہے ناقابل برداشت ہو جاتا اگر اس کے متعلق انگریزی وکلاء اپنے فرائض کی انتہائی ذمہ داری کی روایتی خصوصیت کا لحاظ نہ کرتے ہوتے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

429 ایسے واقعات گواہ سے کہلوائے جاتے ہیں جو مذکورہ غرض کی حد تک قابل ادخال شہادت ہوں اور اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ مقدمے کے اہم امر تنقیحی سے ان واقعات کا تعلق پیدا کر دیا جائے۔ حالانکہ ان واقعات کا تعلق اس قدر خفیف اور کمزور ہوتا ہے کہ راست امر تنقیحی کے تعلق کے اعتبار سے قانوناً ان کو قابل ادخال شہادت نہیں قرار دیا جا سکتا۔ چنانچہ کسی کسی شخص پر ا کے ساتھ زنا بالجبر کرنے کا الزام ہو اور واقعے کے کچھ ہی عرصے بعد ا کا باپ ملزم کو خط لکھے جس میں اسکے اس فعل کا رقمی معاوضہ طلب کیا گیا ہو تو یہ خط خود ا کے اعتبار کو ساقط کرانے کی غرض سے شہادت میں پیش نہیں کیا جا سکتا (بجز اس کے کہ قانوناً یہ ثابت کیا جائے کہ ا نے اپنے باپ کو ایسا خط لکھنے کا مجاز کیا تھا۔) لیکن اگر ا کے باپ کو بطور گواہ طلب کیا گیا ہو تو اس کا اعتبار ساقط کرنے کے لئے خط کے متعلق دریافت کیا جا سکتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوگا کہ بالواسطہ طور پر ا کا اعتبار گھٹ جائے گا اور یہ امر مقدمے پر اہم اثرات پیدا کرے گا۔

گواہ سے محض اعتبار ساقط کرنے کی غرض سے جو سوالات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات "قطعی" ہوا کرتے ہیں یعنی جرح کرنے والا فریق ان کو ثابت قرار دلوانے کے لئے شہادت طلب نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر عدالت ان جملہ شاخسانوں کا تصفیہ کرتی رہی تو مقدمہ کبھی ختم ہی نہ ہوگا۔ (قانون نے اس کا صرف ایک صورت میں استثنا رکھا ہے جس میں تردید نہایت آسان اور خاص طور پر اہم ہو۔ کیونکہ ۲۸، اور ۲۹۔ وکٹوریہ کلاز ۱۸، کے تحت اگر کوئی گواہ اپنے سزا یافتہ ہونے کے متعلق غلط جواب

لہ علاوہ ازیں جرح کے اس سوال پر کہ "کیا تم نے کبھی ایک عورت کو پھسلایا تھا؟ ایک گواہ ا نے جواب دیا:۔ "نہیں" اس کے بعد کے پیش ہونے والے گواہ سے جرح میں بھی یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ "کیا ا نے تم سے کبھی کہا تھا کہ اس نے ب کو پھسلایا تھا"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دے یا انکار کرے تو اس کے سزا یافتہ ہونے کی شہادت پیش کیجا سکتی ہے۔) اگر کسی طرح سے اعتبار ساقط کرنے والا فعل نہ صرف اس کے اعتبار کی حد تک بلکہ مقدمے کے اہم اور اصلی امر تنقیحی سے راست طور پر متعلق ہو تو یقیناً اس کے متعلق شہادت پیش کی جا سکتی ہے تاکہ گواہ کے بیان سے اختلاف ثابت کیا جائے۔ کیونکہ ایسی شہادت اس گواہ کا بیان نہ ہونے کی صورت میں بھی حقیقی طور پر قابل ادخال ہوتی۔ مثلاً زنا بالجبر کے الزام میں اگر متہمہ پر اس کے دیگر اشخاص سے تعلقات ہونے کے متعلق جرح کی جائے اور وہ اس سے انکار کرے تو اس کی تردید میں شہادت پیش نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح چالان کی جانب سے اس کا اچھا چال چلن ثابت کرنے اور اس کے انکار کی توثیق کروانے کی غرض سے گواہوں
430 کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اگر سوال اس کے ملزم سے سابقہ تعلقات ہونے کے متعلق ہوتا یا اس کے ایک فاحشہ عورت ہونے کے متعلق ہوتا تو اس کے انکار کے خلاف شہادت پیش کی جا سکتی تھی۔ کیونکہ اگر یہ واقعات صحیح ثابت ہوں تو ان سے نہ صرف اس کے اعتبار پر اثر پڑتا ہے بلکہ وہ امر تنقیحی کے ایک اہم جزو سے متعلق ہو جاتے ہیں یعنی یہ کہ آیا جس فعل کی شکایت کی گئی ہے اس کا ارتکاب اس کی رضامندی کے خلاف عمل میں آیا تھا؟ اسی طرح اگر جرح میں کوئی گواہ اس امر سے انکار کرتے کہ ان واقعات کے دیکھنے کے وقت جو امر تنقیحی سے متعلق ہیں وہ حالت نشہ میں تھا تو اس کے خلاف ثابت کرنے کے لئے راست شہادت پیش کی جا سکتی ہے۔

چنانچہ بجز ان تین صورتوں کے کسی گواہ کی تردید کے لئے شہادت طلب نہیں کی جا سکتی بجز اس کے کہ (۱) اس کی طرفداری یا (۲) اس کی سابقہ متضاد بیانی یا (۳) ایسے واقعات کے متعلق جن کو مخالف فریق

لہ ھ۔ مثلاً اگر وہ ملزم سے دشمنی ہونے سے انکار کرے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خود اپنے مقدمے کے جزء کے طور پر ثابت کر سکتا ہو تردید کرنا مقصود ہو۔

قاعدہ ۶۷۔ بہترین شہادت پیش کی جانی چاہیئے ورنہ اس کے پیش نہ کرنے کی وجہ ظاہر کرنا چاہیئے۔

بالعموم یہ قاعدہ اب بھی ایسی روایتی اور عام اصول کے طور پر بیان کر دیا جاتا ہے حالانکہ ایک مخصوص کارروائی کی حد تک ہی اس پر واقعۃً عمل کیا جاتا ہے اور وہ موقع کسی دستاویز کی تحریر کو ثابت کرنا ہے محض اس واقعے کو کہ دستاویز یا اس کی کوئی شرط فی الحقیقت معرض تحریر میں آئی تھی بالواسطہ شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہے یعنی اصل دستاویز کو پیش کر کے اس کا ثابت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس سے کم تر درجہ کی شہادت جو دستاویز یا کسی اور طرح سے حاصل کی گئی ہو (مثلاً کسی گواہ کا بیان جس نے اس دستاویز کو دیکھا ہو) اس کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اگر دستاویز کے مندرجات ہی کو ثابت کرنا ہو تو مذکورۂ بالا قاعدے کے تحت تمام دوسری بالواسطہ شہادت خارج کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے متعلق جرح میں بھی کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔ کسی گواہ سے ایسے خط کے متعلق جو عدالت میں پیش نہ کیا گیا ہو یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ اس خط پر کیا تاریخ لکھی ہوئی تھی۔ لیکن اس سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ وہ خط اس کو کس روز وصول ہوا۔ اسی طرح جب کسی تار کے مضمون کو تار دینے والے کے خلاف شہادت میں پیش کرنا ہو (مثلاً کسی ڈاکٹر نے جس کو اس تار کے ذریعے سے طلب کیا گیا ہو، اپنی فیس کا دعویٰ کیا ہو) تو اس اصلی کاغذ کو پیش کرنا ضروری ہے جس کو تار دینے والے نے ڈاک خانے میں دیا تھا۔ وہ کاغذ جو تار والے نے مکان پر پہنچایا تھا اس غرض کے تحت شہادت میں پیش نہیں کیا جا سکتا (بجز اس کے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اول الذکر کاغذ 431

[1] See Wigmore, Evidence, §§ 1173, 1287; Chamberlayne Evidence, § 480; Thayar P. 488;

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضائع ہو گیا ہے یا کھو گیا ہے) اگر مقصد اس مضمون کو ثابت کرنا نہ ہو جو کہ بھیجا گیا تھا بلکہ یہ ثابت کرنا ہو کہ فی الحقیقت کونسا مضمون وصول ہوا تھا (مثلاً کسی ڈاکٹر پر جس کو طلب کیا گیا ہو غفلت کی نالش کی گئی ہو) تو اس صورت میں اس کاغذ کو پیش کرنا ضروری ہو جائے گا جو تار والے نے مکان پر پہنچایا تھا اور وہی اس کی بہترین شہادت ہوگی۔

اسی طرح جب کسی مقدمے میں کسی گواہ سے یہ دریافت کیا جائے کہ کیا اس بارے میں کوئی معاملت عمل میں آئی تھی" تو مخالف وکیل یہ دریافت کر سکتا ہے کہ "کیا وہ تحریر کے ذریعے سے عمل میں آئی تھی" کیونکہ اگر اس کو تحریر کا جامہ پہنایا گیا تھا تو گواہ اس کے متعلق زبانی شہادت نہیں دے سکتا۔ چنانچہ بقول لارڈ ایلڈن کسی گواہ سے "یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کوئی خاص مکان خریدا اور منتقل کیا گیا تھا یا نہیں۔ لیکن اگر وہ یہ بیان کرے کہ اس مکان کی منتقلی ایک تحریری دستاویز کے ذریعے سے عمل میں آئی تھی تو پھر اس بارے میں اس سے کوئی مزید سوال نہیں کیا جا سکتا"

اسی طرح یہ دریافت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ "کیا تم نے اپنے مالک کو اس مضمون کی چٹھی لکھی تھی کہ وہ دوبارہ تم کو ملازم رکھ لے؟" کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ بغیر چٹھی کو عدالت میں پیش کئے اس کے مضمون کے متعلق سوالات کئے جائیں۔ زیادہ سے زیادہ گواہ سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ "ملازمت ترک کرنے کے بعد تم نے مالک کو کچھ لکھا تھا"؟ اور جب اس کا جواب اثبات میں ملے تو پھر یہ دریافت کیا جا سکتا ہے کہ "اس طرح لکھنے کے بعد کیا تم کو دوبارہ ملازم رکھ لیا گیا"؟

لیکن اس قاعدے پر اسی وقت عمل کیا جاتا ہے جب کسی دستاویز کے اصلی مضمون کو ثابت کرنا مقصود ہو۔ علاوہ ازیں اگر کسی شخص نے کسی کاغذ کو پڑھنے کے بعد اس کے متعلق کچھ زبانی الفاظ کہے ہوں اور مقصد اس کاغذ کے مضمون کو ثابت کرنا نہ ہو بلکہ دراصل اس نے جو کچھ زبانی طور پر کہا تھا اس کو ثابت کرنا ہو تو ایسے اشخاص جنھوں نے اس شخص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو وہ الفاظ کہتے ہوئے سنا تھا اس کے متعلق شہادت دے سکتے ہیں اور اس کاغذ کو عدالت میں پیش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے جو الفاظ کہے تھے وہ اس کاغذ کی تحریر سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ سوال کہ تم نے اپنے منشی کو خط میں کیا لکھنے کو کہا تھا[1] یقیناً دریافت کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ خط کے واقعی مضمون کے بجائے گواہ نے جو کچھ لکھنے کو کہا تھا اسکو ثابت کرنا مقصود ہو (جیسے مثلاً مقصد یہ ہو کہ ان واقعات کے متعلق اس کی واقفیت کو ثابت کیا جائے جو اس نے اپنے منشی سے کہے تھے) 432

بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ شہادت اصلی دستیاب نہیں ہوتی۔ ایسی صورت میں اصل دستاویز کے بجائے منقولی شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔ ذیل میں چند صورتیں درج کی گئی ہیں جن میں عموماً منقولی شہادت قابل قبول تصور کی جاتی ہے:-

(۱) جب کہ دستاویز ضائع ہو گئی ہو یا مناسب تلاش کے باوجود دستیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ جعل سازی کے ایک مقدمے میں جعلی چٹھی کے مضمون کے متعلق زبانی شہادت پیش کرنے کی اجازت دی گئی کیونکہ خود ملزم اس چٹھی کو نگل گیا تھا۔[2]

(۲) جب کہ اصل دستاویز اس قسم کی ہو کہ اپنی جگہ سے ہٹائی نہ جا سکے۔ مثلاً کوئی اشتہار جو دیوار پر چسپاں ہو یا کوئی کتبہ یا مزار ہو۔ اس کو وسعت دے کر بعض ایسی صورتوں سے بھی متعلق کر دیا گیا ہے جہاں

---

[1] Rex. v. Sheridan (1811), 31 st. Tr. 673-674; Cf. 1 st. Tr. (N. S.) 558

[2] L.P.D. 154 لارڈ سینٹ لیونارڈ کی گم شدہ وصیت کا مشہور مقدمہ دیکھئے (

[3] (14 East 276 دیکھئے اسی طرح سے بہی کھاتے جن کو ایک گواہ پیش کرنے والا تھا مرکزی عدالت فوجداری میں سے چوری چلے گئے تھے (دیکھئے صفحہ ۲۴۱ کتاب ہذا) اس لئے زبانی شہادت کو اس کی بجائے قابل ادخال قرار دیا گیا۔

Rex. v. Fussay (1833). 6 C. and P. at P. 84 (K.S.C. 384)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کا پیش کرنا بالکل ناممکن نہیں تھا بلکہ محض انتہائی زحمت خیز تھا جیسا کہ ہنٹ[1] (Rex v. Hunt) کے مقدمے میں ایک جلسے میں پمفلیٹ اور جھنڈیاں لگائی گئی تھیں۔ ان پمفلیٹوں اور جھنڈیوں کی تحریر کو زبانی شہادت سے ثابت کیا گیا تھا۔ اسی طرح اگر قابض دستاویز قانوناً دستاویز کو روک رکھنے کا مجاز ہو اور اس کو روک رکھنے پر اصرار کرے تو اس کے متعلق زبانی شہادت پیش کی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے صفحات ۴۴۸، ۴۴۹ کتاب ہذا)

433 (۳) جب کہ دستاویز مخالف[2] فریق کے قبضے میں ہو اور وہ اس کو باوجود طلبی[3] پیش نہ کرے بعض اوقات مقدمے کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ (مثلاً جب الزام اسی دستاویز کو سرقہ کرنے کا ہو) اس کی بنا پر بغیر اس کے کہ اس کو کوئی مزید نوٹس دی جائے اس کو دستاویز پیش کرنی چاہیے[4]۔

---

[1] (1820), 8 B. and Ald. 506)

[2] مستغیث "فریق" نہیں ہے۔

[3] طلب کرنے کی نوٹس جیسے ایک فریق دوسرے کو دیا کرتا ہے تاکہ بالواسطہ شہادت پیش کی جاسکے۔ اور (۲) اقبال کرنے کی نوٹس جو اسی طرح دی جاتی ہے تاکہ دستاویز کی اصلیت ثابت کرنے کی محنت بچ جائے اور (۳) طلب نامہ برائے طلبی دستاویز جس کو عدالت اس غرض سے جاری کرتی ہے کہ گواہ کو سماعت مقدمہ کے وقت دستاویز لانے پر مجبور کیا جائے۔ ان تینوں صورتوں میں طالب علم کو امتیاز کرنا چاہیئے۔

[4] جب کسی موٹر ران کو کسی عہدہ دار پولیس کے سامنے اپنا لائسنس پیش کرنا ہو تو بعد کی کارروائی میں لائسنس پیش کرنے کے لئے نوٹس دینا ضروری نہیں دیکھئے۔

(Marshall V. Ford (1908), 72 J.P. 480 William's.V. Russill (1933), 49 T.L.R. 315.)

(ہیمے کا صداقت نامہ)

کسی موٹر ران کا لائسنس پیش کرنا اس امر کی شہادت ہے کہ موٹر ران وہی شخص ہے جس کا نام لائسنس میں درج ہے دیکھئے۔ Marten v white, (1910) 1 K.B.665

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴) جبکہ اس شہادت منقولی میں جو پیش کی گئی ہو خود فریق مخالف نے مضمون دستاویز سے اقبال کیا ہو[1]

(۵) جبکہ اصل دستاویز سرکاری دستاویز ہو ایکٹ کے تحت اب اس کو نقل مصدقہ کے ذریعے سے ثابت کیا جا سکتا ہے[2]۔

(۶) جب کہ اصل دستاویز کسی بینکر کی کتاب کا اندراج ہو۔ انسٹیٹیوٹ کے تحت ایسے اندراج کی ایسی نقل کے ذریعے سے جس کی تصدیق اسی بینک کے کسی عہدہ دار نے زبانی طور پر یا حلف نامے کے ذریعے سے کیا ہو اس کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

بہترین شہادت کو پیش کرنے کے قاعدے کے تحت منقولی شہادت کو صرف ملتوی کر دیا جاتا ہے اور اس کی مختلف قسموں اور ان کے مختلف درجوں اور اہمیت پر کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ مثال کے طور پر کسی گواہ کو کسی مضمون دستاویز کے متعلق اپنی یاد سے شہادت دینے کی اس وقت بھی اجازت دی جا سکتی ہے جب کہ اس دستاویز کی نقل مصدقہ دستیاب ہو سکتی ہو۔ اس قاعدے پر اس وقت عمل نہیں کیا جاتا جب کہ امر مابہ النجث کوئی تحریری دستاویز نہ ہو۔ کیونکہ کسی مقدمے میں اگر کسی جائداد منقولہ کی قسم اور حالت مابہ النزاع ہو تو قانوناً یہ ضروری نہیں کہ اس جائداد منقولہ ہی کو معائنہ کرانے کی غرض سے عدالت میں پیش کیا جائے۔ 434

---

[1] Earle V. Picken (1333) 5 C.and P. 542

[2] دیکھئے (14 and 15 Viet C. 99. S. 14.) نقول کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً مصدقہ عدالت۔ ایسی نقل جس پر ٹربیونل کی مہر ثبت ہو۔ سرکاری نقل یعنی وہ نقل جس پر محافظ دفتر کی تصدیق ہو نقل مصدقہ جو کسی ایسے شخص کی مصدقہ ہو جس نے اس کا اصل سے مقابلہ کیا ہو نقل سادہ جس کا اصل سے مقابلہ کیا گیا ہو اور اس کے متعلق گواہ حلفی شہادت دے سکتا ہو۔

[3] (42 and 43 Vict . c. 11.)

[4] مشکل اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب کہ کوئی "دستاویز" شہادت میں پیش کی جائے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر کسی گھوڑے یا الماس کی انگوٹھی یا اناج کا خریدار ان کی قیمت کی ادائی سے اس لئے انکار کرے کہ گھوڑا اچھا نہیں ہے یا نگینہ جھوٹا ہے یا اناج نمونے کے مطابق نہیں ہے تو اس کو گھوڑا یا انگوٹھی یا اناج کا نمونہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں (اگرچہ اس کے پیش نہ کرنے کی بنا پر شبہہ پیدا ہو جائے گا۔) اسی طرح اگر سیکل پر بنڈی چلا دی گئی ہو اور اس بنا پر اس کا معاوضہ طلب کیا گیا ہو تو اصولاً سیکل کو عدالت میں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح بہترین شہادت پیش کرنے کے اصول پر طرز تحریر کو ثابت کرنے کے وقت عمل نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ یہ لازمی نہیں کہ اسی فریق کو جس کے دستخط کا دستاویز پر ہونا بیان کیا جاتا ہے، دستخط کو ثابت کرنے کے لئے یا طرز تحریر کو ثابت قرار دلانے کے لئے (جیسے جعل سازی کے مقدمے میں) اس کو طلب کیا جائے۔ اور کسی شخص کے پیشے کو ثابت کرنے کے لئے (مثلاً یہ کہ وہ جسٹس آف دی پیس ہے یا وکیل ہے) یہ شہادت پیش کرنا کافی ہے کہ وہ عادۃً اس طور پر کام کرتا ہے اور اس کے متعلق کسی تحریر کو پیش کرنا ضروری نہیں ہے جس کی رو سے اس کو اب کام کرنے کی اجازت عطا کی گئی ہو۔ دیکھئے (صفحہ ۳۸۹ کتاب ہذا)۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (بیان کے طور پر نہیں) بلکہ کسی شے کے نشان شناخت کے طور پر پیش کرنے کے (Reg, V. Pierce 45. C.C.C. Sess. Pap. at P. 377) مقدمے میں جسٹس ویلز (Willes, J.) اور جسٹس مارٹن (Martin, J.) نے ایک گواہ کو نمبر بیان کر کے اور بغیر پیش کئے دو عدد ڈبچر شناخت کرنے کی اجازت دی۔ اسی طرح سے کسی بیل کے داغے ہوئے نشان یا کسی گاڑی کے نمبر کی زبانی شہادت بھی قابل ادخال ہوگی جسٹس مارٹن (Maetin, J.) نے شناخت کے لئے ایک گواہ کو ایک دستاویز کی عبارت ظہری کی بابت زبانی بیان دینے کی اجازت دی جس کو کوئنس بنچ نے بھی منظور کیا۔ دیکھئے (3 Adam 143 (Seatch)) اسکا مقابلہ (38 C.C.C. Sess Pap. 253.) سے کیجئے نیز دیکھئے: (38, C.C.C. Sess Pap. 123)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہترین شہادت پیش کرنے کے اصول کے مورود استعمال کے متعلق
ایک اور توضیح یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قانون نے شہادت اصلی کی
مختلف قسموں میں سے کسی خاص قسم کو کوئی ترجیح نہیں دی ہے۔ چنانچہ 435
ایسے گواہ کی شہادت کو جس نے ایک میل کے فاصلے پر حملہ ہوتا ہوا دوربین
کی مدد سے دیکھا تھا ناقابل ادخال نہیں قرار دیا جائے گا اور اصل اس
شخص کی شہادت کے پیش کرنے پر جس پر حملہ کیا گیا تھا اصرار نہیں کیا جائے گا۔

قاعدہ ۷۔ سنی سنائی شہادت ناقابل ادخال ہے۔ یعنی ایسے گواہ
کو جس نے کسی اور شخص سے واقعات سنے ہوں (خواہ وہ امور تحقیقی ہی
کیوں نہ ہوں) ان کی شہادت دینے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

انگلستان میں سماعی شہادت کی ناقابل اعتماد حالت کو ۱۲۰۲ء میں
محسوس کیا گیا تھا اور اسی صدی میں بریکٹن (Bracton) نے دوسروں
سے سنی ہوئی شہادت[1] (testimonium de auditee alieno) کو ناقابل
قبول قرار دیا۔ لیکن جب مقدمے کی سماعت جیوری کے ذریعے سے
کرنے کا غالبہ ظہور میں آگیا تو ابتداءً سنی سنائی شہادت کو نہایت آزادی
سے قابل ادخال قرار دیا جانے لگا۔ چنانچہ ۱۶۰۳ء میں سر والٹر ریلے
(Sir Walter Raleigh) کے مقدمے کی سماعت کے سلسلے میں ایک گواہ
کو حسب ذیل بیان دینے کی اجازت دی گئی تھی:۔ "مسٹر بروک نے مجھ
سے کہا کہ انھوں نے ایک نہایت خطرناک سازش کے متعلق
سنا تھا۔" لیکن ۱۶۶۰ء میں بلاواسطہ شہادت کے پیش کئے جانے کے بعد
سنی سنائی شہادت کو پیش کیا جا سکتا تھا تاکہ بلاواسطہ شہادت کی
صرف تائید ہو جائے۔ بجائے خود وہ قابل ادخال شہادت نہیں تھی۔
دیکھئے (5, St. Tr. 1195) اور اس کے بیس پچیس سال بعد موجودہ اصول

[1] دیکھئے (Pollock & Maitland, II. 620) رومن اس کی خامیوں سے افلاطون
کے زمانے ہی میں واقف ہو گئے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اخراج شہادت کو کالاً تسلیم کرلیا گیا تھا۔ کیونکہ ۱۶۸۳ء میں سڈنی (Algernon Sidney) کو اس کے وکیل نے جس خطرے کے متعلق ہدایت کی تھی وہ یہ تھی:- "تم یہ خواہش ظاہر کرو کہ تمہارے خلاف سنی سنائی شہادت کو گواہوں کے ذریعے سے پیش نہ کیا جائے اور تم خود بھی ایسی شہادت کو پیش نہ کرو۔" چنانچہ ۱۶۸۴ء میں 9.St.Tr (1189) چیف جسٹس جفریز (Lord Jeffreys, C. J.) نے یہ تصفیہ کیا کہ ایک گواہ نے ایک عورت سے جو کچھ سنا تھا وہ کوئی شہادت نہ تھی۔ "اگر وہ عورت خود عدالت میں آکر اس کو کہتی اور اس کے متعلق قسم نہ کھاتی تو ہم اس کے بیان کو نہیں سن سکتے تھے۔ پس کس طرح سے اس کا کہنا ہمارے سامنے شہادت ہو جائے گا۔ ایسا شخص جو گون پہنتا ہے اور اس کے متعلق شبہ کرتا ہے اس کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔" چنانچہ اسی بنا پر گواہ خود اپنی تاریخ پیدائش کو ثابت نہیں کر سکتا۔ دیکھئے مقدمہ رشورتھ[1] (1842) Reg. V Rish worth 436 لیکن امریکہ کی عدالتوں میں سہولت پر منطق کو قربان کر کے اس کی اجازت دی جاتی ہے۔ البتہ وہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس کی سالگرہ اس تاریخ منائی جاتی ہے جو اسی کے نام کے صداقتنامہ پیدائش میں درج ہے۔

لیکن یورپی ممالک میں اب بھی سنی سنائی شہادت کو قبول کیا جاتا ہے۔ دریفوس (Dreifuss) کے مقدمے میں جو کثیر شہادت پیش کی گئی تھی وہ سب کی سب سنی سنائی شہادت تھی[2]۔ کیونکہ اسکاٹ لینڈ کی طرح بلاد یورپ میں

---

[1] لیکن دیکھئے 38 J.P.Jo. 638

[2] (2 Q.B. 476, 9 C. and P. 722)

[3] بلجیم کے ایک مشہور مقدمے میں (۱۹۰۱ء) ذیل کے پانچویں شخص کی شہادت کو قابل ادخال قرار دیا گیا تھا:- "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ می لگاسی نے ایک خاتون سے یہ سنا تھا کہ ان سے فان اشٹین نے یہ کہا تھا کہ وہ جانتا ہے کہ طزمین مجرم ہیں۔" کیلے کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سبھی حال حال تک جیوری کے ذریعے سے مقدمے کی سماعت کرنے کا طریقہ رائج نہیں ہوا تھا اور سنی سنائی شہادت کو قابل ادخال قرار دینے کی عادت سی ہوگئی تھی جس کا ترک کرنا مشکل تھا۔ اس طریقے کے رائج ہونے سے قبل سنی سنائی شہادت کے قابل ادخال قرار دیے جانے میں مقابلتہً زیادہ نقصان بھی نہ تھا کیونکہ جب تجربہ کار جج مابہ النزاع واقعات کا تعین کیا کرتے تھے تو وہ سنی سنائی شہادت کو اتنی ہی اہمیت دیتے تھے جس کی وہ مستحق تھی۔

انگلستان میں سنی سنائی شہادت کو خارج کر دینے کا مخصوص اور موثر قاعدہ اس کے ناقابل اعتماد ہونے کی وجہ سے رائج ہے۔ کیونکہ ایسی شہادت فی الحقیقت ایک ایسے گواہ کی ہوتی ہے جو نہ تو خود عدالت میں حاضر ہوتا ہے، نہ حلف اٹھاتا ہے اور نہ اس پر کوئی جرح[1] کی جاتی ہے۔ بسا اوقات سنی سنائی شہادت کے اخراج کی وجہ سے نہایت کارآمد شہادت خارج ہو جاتی ہے۔ سماعی شہادت کو خارج کر دینے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اس پر کافی جرح کرنے کا موقع حاصل نہیں ہوتا۔[2]

عموماً سنی سنائی شہادت کسی دوسرے شخص کے تحریری یا زبانی بیان کی صورت میں ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس دوسرے شخص کے محض طرز عمل کی شہادت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ زبردست فرانسیسی مقدمے میں (۱۷۶۳ء) قتل کرنے کی اس نے جو دھمکی دی تھی اس کو چھٹے شخص کی شہادت سے ثابت کیا گیا تھا۔ (دیکھئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا آرٹیکل کیلیس)۔

[1] کیا تم کو اپنی تحقیقات کے نتیجے کے طور پر یہ معلوم ہوا کہ اس نے بہت کاروبار کیا تھا؟ یہ کوئی قانونی سوال نہیں ہے۔

[2] "بالواسطہ شہادت اور بلاواسطہ شہادت" مصنفہ اڈمنڈ ایم۔ مارگن

Harvard Law Review XLVIII, P. 1138

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو جس کے ساتھ اس شخص کا کوئی اور بیان شامل نہ ہو اسی اصول کے تحت اس وقت خارج کر دیا جاتا ہے جبکہ اس شہادت کو محض اس کا طرز عمل ثابت کرنے کی غرض سے پیش کیا جائے۔ مثلاً کسی واقعے کے سلسلے میں جس کو ثابت کرنا مقصود ہو اس دوسرے شخص کی حالت ذہنی کو ثابت کیا جائے۔ بقول بیرن پارک (Baron Parke) ایک 437
متوفی بحری کپتان کا یہ طرز عمل کہ اس نے جہاز کے ہر حصے کا معائنہ کیا اور اس کے بعد سوچ سمجھ کر اپنے اہل خاندان کے ساتھ اس پر سوار ہوا تھا یہ ثابت کرنے کی غرض سے شہادت میں پیش نہیں کیا جا سکتا کہ جہاز بحری سفر کے قابل تھا۔

یہ امر اہم ہے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس قاعدے کے تحت صرف اسی شہادت کا اخراج کیا جاتا ہے جو ایسے بیانات یا طرز عمل کے متعلق ہو جس سے مقدمے کے مابہ النزاع واقعے پر روشنی پڑتی ہو۔ اس شہادت کو خارج نہیں کیا جاتا جو ایسے بیانات یا طرز عمل پر مشتمل ہو جو مقدمے کے مابہ النزاع واقعے کے اجزا ہوں۔ مثلاً اس وقت جبکہ "کہنا ہی کرنا ہو"، چنانچہ لسانی ازالۂ حیثیت عرفی کے مقدمے میں ایک گواہ مدعی علیہ کے کہے ہوئے مزیل حیثیت عرفی الفاظ کو جنھیں اس نے سنا تھا یقیناً بیان کر سکتا ہے کیونکہ وہی امر تنقیحی ہے۔ اسی طرح کسی ایسے بیان کے متعلق بھی شہادت پیش کی جا سکتی ہے جو بجائے خود کسی واقعۂ تنقیحی سے متعلق نہ ہو۔ لیکن کسی واقعہ متعلقہ کے ساتھ شامل ہو اور اس کی وضاحت کرتا ہو۔ کیونکہ

7A. and E. at P. 388) cf.

۲؎ لیکن اگر کوئی گواہ یہ کہے کہ "وہ اپنے ہاتھ میں خط لئے ہوئے آیا" تو پھر اس کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ "اور اس نے کہا میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے"، کیونکہ ان الفاظ سے کسی فعل کی وضاحت نہیں ہوتی۔ ٹریسی (Tracey V. Kelly (1930) W C. and Ins Rep. 214) کے مقدمے میں ایک مزدور کا وہ بیان جو اس نے اپنے ساتھیوں سے جھونپڑی سے باہر جاتے ہوئے کیا تھا اس لحاظ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے بیان سے اس فعل کی نوعیت اور مقصد پر روشنی پڑتی ہے اسی لئے وہ واقعۂ متعلقہ کا جزو ہے۔ جیسے ایک طمانچہ گالی دے کر بھی رسید کیا جا سکتا ہے اور محبت سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ ایک گیس کے پائپ لگانے والا گودی سے یوں چیختا ہوا پریشانی میں بھاگا جا رہا تھا کہ "یا اللہ! گودی کو آگ لگ گئی۔ آگ میں نے لگائی"۔ قانوناً غالباً یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ الفاظ اسی شخص کی زبان سے ادا ہوئے ہوں جس نے اس فعل کا ارتکاب کیا ہو۔ اتنا کافی ہے کہ یہ الفاظ اس کی سماعت میں کہے گئے ہوں اور اس کے متعلق یہ سمجھا جا سکتا ہو کہ اس نے ان الفاظ سے اتفاق کیا۔ جیسا کہ لارڈ جارج Lord George Gordon کے خلاف ان بلوائیوں کے باغیانہ نعروں کو شہادت میں پیش کیا گیا تھا جن کی وہ قیادت کر رہا تھا (21 st. Tr. 535) طرح نہ صرف ان اشخاص کے جلوں کو جو قواعد کر رہے تھے بلکہ ان اشخاص کے جلوں کو بھی جو قواعد دیکھ رہے تھے[1] قواعد کے ناجائز مقصد کو ثابت کرنے کے لئے شہادت 438
میں پیش کرنے کی اجازت دی گئی[2] اور جب ایسی تصویر کو جس کے ذریعے سے ازالۂ حیثیت عرفی کیا گیا تھا نمائش کی غرض سے رکھا گیا تھا تو عوام نے اس تصویر کو دیکھ کر جو فقرے کہے تھے ان کو یہ ثابت کرنے کے لئے شہادت میں پیش کیا گیا کہ تصویر کس شخص کی بنائی گئی تھی[3]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ قابل ادخال شہادت قرار دیا گیا کہ وہ اس کے رفع حاجت کے لئے جھونپڑی سے باہر جانے کی شہادت تھا۔

[1] ان الفاظ کی بدولت لیورپول گیس کمپنی کے خلاف دو لاکھ پونڈ کی ڈگری دی گئی تھی دیکھئے (The times. Aug. 23, 1875.)

[2] (1 St.xtr. (N.S. 1071)

[3] Du Bost V. Beresford (1810), 2 camp 511 (k.S.C. 497)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اس قاعدے کو صرف انھی زبانی الفاظ کی حد تک محدود کر دینا چاہیئے۔ جو اس واقعے کے بالکل ساتھ ہی کہے گئے ہوں اور ان الفاظ کو جو اس واقعے کے ختم ہونے کے چند ہی منٹ بعد کہے گئے ہوں منقولی قرار دے کر خارج کر دینا چاہیئے۔ پاڈمور (1930) Rex V. Podmore کے مقدمے میں ساویزروں کے مشتملات مقتول کی نعش کے قریب پائے گئے تھے ان کو بطور گرد و پیش کے حالات کے جزو کے قابل ادخال شہادت قرار دیا گیا۔

بعض فوجداری مقدمات میں ایسی شکایت کو جو اس فعل کے ارتکاب کے کچھ دیر بعد کی گئی ہو جس کی بابت استغاثہ کیا گیا ہو قابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے لیکن اس کی اجازت صرف اسی وقت دی جاتی ہے جب کہ مستغیث اس مقدمے میں گواہ کی حیثیت سے شہادت ادا کر چکا ہو اور اس کا مقصد محض اس کی دی ہوئی شہادت کی تائید کرانا ہو (مثلاً یہ دکھلا کر کہ مستغیث کے قول و فعل میں مطابقت رہی ہے) کیونکہ بجائے خود وہ شکایت اس عمل کی کوئی شہادت نہیں ہے جس کی بابت استغاثہ کیا گیا ہے

---

۱ Aveson V. Lord Kinnaird (1805), East 198 (K. S. C. 498)

۲ Reg. V. Bedingfield (1879), 14 cox 341 (K. S. C. 501)

cf. Rex V. christie (1914) A.C. at PP. 556. 566, and Phipsen Evidence (7 th. ed. PP. 78-79.

ایک گونگے نے اگر کچھ ہاتھ کے اشاروں سے بیان کیا ہو تو وہ "سنی سنائی" شہادت میں شمار ہوگا فعل نہیں شمار کیا جائے گا۔ دیکھئے - C.C.C. Sess. Pa. P. X, 979

۳ 46. T.L.R 365, 22 cr. App. R. 36

۴ اگر شہادت دینے سے قبل وہ مر گیا ہو تو پھر نہیں ہو سکتا۔

۵ کتاب ہذا صفحہ ۴۶۰ نوٹ ۳۔ نیز دیکھئے 18cr, App. R. 123

۶ اگر وہ اس واقعے کے کسی جزو کو مقدمے کی سماعت کے وقت نہ دہرائے تو پھر اس کا شہادت میں شمار نہ ہوگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

استغاثے سے مستغیث کی شہادت کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ استغاثہ اسی شخص کا ہوتا ہے جس کی تائید مقصود ہوتی ہے۔ شوہر کی سختی سے تنگ آکر اگر زوجہ نے فسخ نکاح کی نالش کی ہو تو یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ "کیا درخواست گزار نے اپنے شوہر کی سختی کے متعلق تم سے شکایت کی تھی"؟ حتیٰ یہ کہ بیان ابتدائی میں بھی یہ سوال اس کے بعد پیش ہونے والے گواہوں سے کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح سے ان مقدمات میں جہاں کسی عورت پر زنا کرنے کی غرض سے حملہ کیا گیا ہو تو اس امر کی شہادت کہ اس نے موقع ملتے ہی اس کی شکایت کی تھی اس وقت قابل ادخال قرار دی جاتی ہے جبکہ اس کو بطور گواہ پیش کیا گیا ہو (لیکن دیوانی مقدمات میں ایسا نہیں کیا جاتا) واقعۂ شکایت کے علاوہ اس سلسلے میں جو کچھ تفصیل بیان کی گئی ہو وہ بھی اب قابل ادخال شہادت قرار دی گئی ہے۔ اس قاعدے کو وسعت دے کر ان جنسی جرائم سے بھی متعلق کر دیا گیا ہے جن کا ارتکاب مردوں کے خلاف 439

لہ فوجداری قاعدے کی یہ غیر منطقی نرمی قدیم "مرافعات" زنا بالجبر کے زمانے سے چلی آرہی ہے جبکہ قانون شہادت کا وجود نہ تھا۔ اس زمانے میں بروقت شکایت کرنے کو نہایت اہمیت دی جاتی تھی۔

لہ فوجداری قاعدے کی یہ غیر منطقی نرمی قدیم "مرافعات" زنا بالجبر کے زمانے سے چلی آرہی ہے جبکہ قانون شہادت کا وجود نہ تھا۔ اس زمانے میں بروقت شکایت کرنے کو نہایت اہمیت دی جاتی تھی۔

سے Reg. V. Lillyman (1896) 2 K.B. 167 (K.S.C. 503

استغاثے کے متعلق ہدایتی سوالات نہیں کئے جا سکتے۔ آسبرن کے مقدمے سے

Rex v. Osborne, (1905) 1 K. B. 551.

یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تفصیلات کو قابل ادخال شہادت قرار دینا صرف انھی جنسی جرائم کی حد تک محدود نہیں ہے جن میں رضامندی سے ارتکاب فعل کی صفائی پیش کی جا رہی ہو۔

ھ Rex V. Camelleri (1922) 2 K. R .129

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جائے۔ لیکن اس کے خلاف غیر جنسی جرائم کے متعلق جو استغاثہ رجوع کیا جائے، اس کی تفصیل یقیناً قابل ادخال شہادت نہیں ہے اور حالیہ نظائر میں تو محض اس واقعے کو بھی کہ شکایت کی گئی تھی قابل ادخال شہادت قرار دینے سے انکار کیا گیا ہے۔ معمولی دیوانی مقدمات میں سماعی شہادت کو خارج کر دینے کے اصول کے تحت اس واقعے کو بھی خارج کر دیا جاتا ہے۔ بریں ہم چند ایسی یقینی اور اہم صورتیں بھی ہیں جن میں محض سماعی شہادت (یعنی ایک سابقہ سرگذشت) کو نہایت آزادی کے ساتھ اور پورے طور پر قابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے۔ ان استثنائی صورتوں میں سے اس وقت ہم صرف ان پر بحث کریں گے جو دیوانی اور فوجداری دونوں عدالتوں میں یکساں طور پر قابل قبول تصور کی جاتی ہیں۔ (جو صورتیں صرف فوجداری عدالتوں میں قابل قبول ہیں ان کو ہم فی الحال ملتوی رکھتے ہیں)۔ ذیل کی صورتیں پوری توجہ کی محتاج ہیں:-

۱۔ کسی فریق کے یا اس کی جانب سے کئے ہوئے اقبالات جن کو اس کے خلاف شہادت میں پیش کیا گیا ہو (اس موقع پر "اقبال" کے لفظ سے محض دیوانی اقبال مراد ہے فوجداری اقبال نہیں)۔ لیکن

---

[1] Beatty V. Callingworth (1897) 60 J. P. 740; (C. A.)

The Times Jan, 17. 1897

[2] اقبال (admission) صرف اسی فریق کے خلاف شہادت ہوتا ہے جس نے کہ وہ اقبال کیا ہو۔ دوسرے اشخاص کے خلاف جن پر اس میں الزام لگایا گیا ہو وہ شہادت میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً ایک زانیہ زوجہ کی ڈائری خود اس کے خلاف شہادت ہے لیکن زانی کے خلاف نہیں کیسی زمیندار کی دی ہوئی نوٹس کہ فلاں دن زمین چھوڑ دی جائے اسی کے خلاف یہ ثابت کرنے کیلئے کہ کاشتکاری کی مدت اس روز ختم ہوئی تھی پیش کی جا سکتی ہے لیکن کاشتکار کے خلاف اس کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فریق مقدمہ کی اجازت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس نے کسی
خاص بیان کے دینے کی بابت صراحت کے ساتھ اجازت دی ہو۔ 440
چنانچہ اگر کسی شخص کا شریک یا کارندہ یا کوئی ایسا شخص جس سے اس
معاملے میں اطلاع حاصل کرنے کے لئے اس نے کسی شخص ثالث کو ہدایت
کی ہو اس کی جانب سے معمول کاروبار کے دوران میں کوئی اقبال
کرے تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔[1]

اقبال یا تو صراحۃً تحریر یا تقریر کے ذریعے سے کیا جا سکتا ہے یا
سکوت کے ذریعے سے۔ صریحی اقبال کی ایک خاص مثال مالٹبی بنام
کرسٹی (Maltby V. Christie (1795)[2] کے مقدمے میں ملتی ہے۔ اس مقدمے کے
ایک فریق نے جو ہرج خانے کا مالک تھا ایک فہرست تقسیم کرائی تھی جس
میں بعض خاص سامان کے متعلق یہ لکھا گیا تھا کہ وہ ایک دیوالیے کی
ملک ہے۔ اس واقعے کو اس شخص کے دیوالیہ ہونے کے متعلق کافی
تصور کر کے یہ قرار دیا گیا کہ فریق ثانی کا مزید ثبوت پیش کرنا بلا ضرورت
ہے۔ اقبال ساکت کی صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مثلاً کوئی
موٹر ران اپنا لائسنس (اجازت نامۂ موٹر رانی) کسی پولیس کانسٹبل کے
طلب کرنے پر پیش کرے۔ جس سے یہ مراد ہوگی کہ یہ وہی شخص ہے جس کا
نام اس لائسنس میں درج ہے۔[3] اس سے کم تر درجے کی ایک عام مثال
اس وقت ملتی ہے جب کبھی کوئی بیان کسی ایسے شخص کی موجودگی میں کیا
جائے جو اس بیان کے سچ نہ ہونے کی صورت میں فطرۃً اس سے اختلاف
کرتا اور کبھی خاموش نہ بیٹھتا۔ لیکن اس طرح وہ اپنی خاموشی سے اس
کے سچ ہونے کا اقبال کرتا ہے۔ (Qui tacet consentire videtur.) اس طرح

---

[1] Williams V. Innes (1908) 1 camp . 364. (K.S.C. 507)

[2] 1 Esp. 340 (K.S.C. 506)

[3] دیکھئے صفحہ ۴۴۳ نوٹ اکتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے منقول شہادت اس سوال کے ذریعے سے قابل ادخال ہو جاتی ہے کہ "اس شخص کو کہتے ہوئے جب تم نے سنا تو کیا فریق ثانی (اس مقدمے کا) موجود تھا اور وہ اس کو سن سکتا تھا"؟ چنانچہ شادی کرنے کا وعدہ ایفا نہ کرنے کے مقدمے میں اگر کسی شخص نے مدعیہ کو مدعی علیہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہو کہ "تم نے ہمیشہ مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کیا ہے" تو مدعی علیہ کی خاموشی سے مدعیہ کے بیان کی کافی تائید ہوتی ہے۔ لیکن محض یہ واقعہ کہ فریق ثانی موجود تھا اس صورت میں قابل ادخال شہادت قرار نہیں
441 دیا جائے گا جبکہ حالات ایسے ہوں جن میں وہ باوجود اس سے واقف ہونے کے کہ وہ جھوٹ ہے اس سے اختلاف نہ کر سکتا ہو اور چونکہ اقبال کرلینے کے فعل کا تعلق محض اس شخص کے طور طریق سے ہے (مثلاً اسکی خاموشی) اور اسکے سامنے جو الفاظ کہے گئے ہوں وہ صرف اس وقت قابل ادخال شہادت ہوتے ہیں جبکہ اس کے طور طریق سے ان کی ہمنوائی اور وضاحت ہوتی ہو تہذا اگر اس کے عمل سے کسی اقبال کا اظہار نہ ہوتا ہو (مثلاً اگر وہ بالعموم اس ادعا کی سچائی سے انکار کیا کرتا ہو) تو ایسی صورت میں خواہ وہ الفاظ اس کی موجودگی ہی میں کیوں نہ کہے گئے ہوں اس کے خلاف شہادت میں پیش نہیں کئے جا سکتے۔

---

[1] دیکھئے (Bessela V. Stern (1877) 2 C.P.D. 265 اسی طرح سے جب کسی جرم کا الزام عائد کیا گیا ہو۔ (14 cr. APP.R. 1) اسکا مقابلہ (21 cr. APP.R. 23) سے کیجئے۔ نیز دیکھئے صفحہ ۲۱۰ کتاب ہذا۔

[2] پہلے جج یہ قرار دیتا ہے کہ آیا طرز عمل کی ایسی شہادت موجود ہے جس کی بنا پر اقبال تصور کیا جا سکے، پھر اس کے بعد جیوری قرار دیتی ہے کہ وہ طرز عمل بمنزلۂ اقبال ہے۔

[3] Rex V. Christie (1914) A.C. 545, Contrast 14 cr. APP.R. 1. and 19 cr APP.R. 27 and of Chanter V. Bromley (1921) 41 B, W.C.C. 14

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ انکار ہی کرے، اس وقت اس کا طرز عمل ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اقبال کی حد تک پہنچے اور اس کے خلاف شہادت میں پیش نہ کیا جا سکے۔ چنانچہ جب ایک مجسٹریٹ نے ایک ملزم کو ایسے متضرر کے روبرو طلب کیا جو اس وقت قریب ہلاکت تھا اور اس متضرر نے مجسٹریٹ کے روبرو جرم کے متعلق بیان دیا اور ملزم نے اس کی تردید نہیں کی، اس کے باوجود متضرر کے اس بیان کو ملزم کے خلاف قابل ادخال شہادت نہیں قرار دیا گیا[1]۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ملزم نے محض مجسٹریٹ کے ادب کا لحاظ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی ہو۔ اسی وجہ سے اس کے سکوت سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا گیا کہ اس نے ارتکاب جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص ایسا خط وصول ہونے کے بعد جس میں یہ لکھا ہو کہ اس نے شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا یا اس پر یہ الزام لگایا گیا ہو کہ اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اس خط کا کوئی جواب ادا نہ کرے تو اس کا یہ ترک فعل اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ اس نے اس وعدے کو یا اس الزام کو قبول کر لیا چنانچہ اس کا مخالف اس خط کو اس کے خلاف شہادت میں پیش کرنے کا مجاز نہیں ہوگا[2]۔ بریں ہم کسی دوسری نوعیت کے خط کے متعلق اس کے خلاف بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی تجارتی خط ہو اور مرسل الیہ اس خط کے مندرجہ مضمون سے

---

[1] Reg V. Gilligan (1844), 3 Crawford and Dix 175; Cf. Child v. Grace (1826), 2 C. and P. 193

نیز دیکھیے صفحہ ۶۱۴ کتاب ہذا۔ "بیان عند الموت کے قابل ادخال شہادت قرار دینے کے متعلق"

[2] Wiedemann v. Walpole, (1891) 2 Q. B. 534 Cf. Thomason V. Jones. (1921) 1 K. B. 22

(ایک خط میں مرسل الیہ کو ایک بچے کا باپ ہونے کے متعلق لکھا گیا تھا)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر اتفاق نہ کرتا ہو تو معمولی کاروبار کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو فوراً اس خط کا انکاری جواب بھیجنا چاہیئے۔ چنانچہ یہ واقعہ کہ ایک اسی قسم کے خط کا جواب ادا نہیں کیا گیا جس میں حسابات کا اندراج تھا، ان حسابات کے صحیح ہونے کی تھوڑی سی شہادت ضرور ہے، اگرچہ یہ شہادت اس 442
شہادت سے کمتر درجے کی ہے جب کہ کسی شخص نے روبرو کوئی بات کہی ہو اور اس کے مقابل میں سکوت اختیار کیا گیا ہو (14 Q. B. 664) اسی طرح جب کچھ کاغذات کسی شخص کے قبضے میں پائے جائیں اور ان کو خود اس نے نہ لکھا ہو بلکہ وہ اس کو لکھے گئے ہوں تو ان کاغذات کو اس کے خلاف شہادت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کاغذات کو محفوظ رکھنے کا عمل اس امر کی ایک حد تک دلیل ہوتا ہے کہ ان کے مندرجہ مضمون سے وہ واقف تھا اور نیز اس امر کی بھی شہادت ہوتا ہے (گو کمتر درجے کی) کہ اس شخص کو ان کے مندرجات سے اتفاق تھا۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے (دیکھئے صفحہ ۴۱۴) کہ جب کسی فریق کے خلاف کوئی اقبال شہادت میں پیش کیا جائے تو وہ فریق یہ مطالبہ کر سکتا ہے کہ پورے اقبال کو پیش کیا جائے نہ کہ اس کا صرف اتنا جزو جس سے اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہو۔ اور اگر اس بیان کے ساتھ کوئی قید لگائی گئی ہو یا اس کی وضاحت اسی وقت کسی اور بیان سے کی گئی ہو یا کسی سابقہ بیان کا صراحتہً یا ضمناً حوالہ دیا گیا ہو تو ایسے بیان کو ذمہ داری عائد کرنے والے بیان کے ساتھ شامل کرنا چاہیئے۔

۲۔ جبکہ سوالات ابتدائی کی نوبت پر کسی گواہ نے یہ کہا ہو کہ "میں نے جو کچھ سنا یا پڑھا تھا اس کے نتیجے کے طور پر میں نے ایسا ایسا کیا"، تو جرح کرنے والا فریق یہ دریافت کرنے کا مجاز ہوگا (اگرچہ گواہ کو پیش کرنے والا فریق اس کا مجاز نہیں ہے) کہ گواہ نے کیا سنا تھا یا جس دستاویز کو اس نے پڑھا تھا اس کو وہ طلب کرا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو گواہ کی شہادت نامکمل رہ جائے گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چنانچہ ایسے مقدمے میں جس میں اپر ب کو قتل کرنے کا الزام ہو اور ا اپنی اس جواب دہی کے سلسلے میں کہ ب نے خودکشی کر لی تھی ب کا یہ جملہ شہادت میں پیش کرے کہ "میں نے زہر کھا لیا" تو بجانب سرکار جرح میں باقی الفاظ بھی کہلوائے جا سکتے ہیں۔ جو الفاظ نے بھیجا تھا" اسی طرح جرح کے بعد سوالات کر رجعی کئے جا سکیں گے۔

۳۔ کسی شخص کا جسمانی احساس یا اس کی حالت ذہنی کو ایسے گواہ کے ذریعے سے جس سے اس شخص نے اس کیفیت کو بیان کیا ہو، ثابت کرائی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس شخص نے وہ کیفیت اس احساس کے ساتھ ہی بیان کی ہو۔ مثلاً کسی ڈاکٹر سے کہنا کہ "میرے یہاں درد ہے" یا لارڈ سینٹ لیونارڈ (Lord St. Leonard's) کا اپنے اس مترو کے کے متعلق اظہار کرنا (صفحہ ۴۳۲ مندرجہ حاشیہ کتاب ہذا) جبکہ وہ اپنے وصیت نامے میں شامل کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے بعد کے بیانات کہ اس نے وصیت میں کیا لکھا اس میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہاں امر واقعہ کی بحث ہے نہ کہ ارادے کی۔ دیکھئے:۔ (1924 P. 221)

443 موت واقع ہو جانے کی صورت میں چار مزید مستثنیات پیدا ہو جاتے ہیں:۔

۴۔ چنانچہ ایک استثنائی صورت یہ ہے کہ تشخیص نسب کے سوالات کے سلسلے میں یا صحت نسب کے مقدمات میں ان بیانات کو شہادت میں پیش کیا جا سکتا ہے جو قبل کسی نزاع کے متوفی اراکین خاندان[۳] نے ولادتوں، شادیوں یا اموات (یا وہ تاریخیں جب یہ واقعات ہوئے

---

۱ Rex V. Black (1921) 16 cr. APP. R. 118

۲ In the matter of A.H. Davy (1933) P.P.1.

۳ بشمول اس شخص کے جو اس ناجائز بچے کا باپ مشہور ہو۔ دیکھئے In the Malter of A. H. Davy, Supra.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چھے) یا رشتہ داری کے متعلق کسی شخص سے کئے ہوں۔ گواہ نے جس متوفی شخص سے ان امور کے متعلق سنا ہو اس کا واقعی طور پر رکن خاندان ہونا ضروری ہے۔ اگر اس نے کسی ملازم یا دوست سے ان امور کو سنا ہو تو یہ کافی نہیں ہے۔ متوفی رکن خاندان نے جو کچھ کہا ہو اس کے متعلق یہ بھی ضروری ہے کہ اس نے کسی نزاع کے ہونے سے قبل کہا ہو۔ کیونکہ نزاع کی صورت میں طرفداری کا گمان ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اس نے وہ واقعہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر بیان کیا ہو بلکہ اگر محض خاندانی روایت کی بنا پر بھی اس نے کہا ہو تو کافی ہے۔

اس استثنا کو اس لئے روا رکھا گیا ہے کہ اتنی طویل مدت گزر جانے کے بعد جس پر نزاعی نسب نامے اکثر اوقات مشتمل ہوتے ہیں کسی امر کے متعلق اس سے بہتر قسم کی اور راست نوعیت کی شہادت کا ملنا دشوار ہوتا ہے۔ لیکن بہر حال (بغیر کسی زیادہ واضح وجہ کے) اس کو صرف دریافت نسب کے مقدمات کی حد تک سختی سے محدود کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مدعی علیہ جس پر جواہرات کی قیمت کی ادائی کے متعلق نالش کی گئی ہو اپنی نابالغی کا عذر پیش کرے تو وہ اپنے اس عذر کی تائید اپنی متوفی ماں کی بیان کردہ تاریخ پیدائش کو ثابت کر کے نہیں کرا سکتا۔

۵۔ اسی طرح ایک اور استثنا حقوق عامہ (Public Rights) سے متعلقہ نزاعات کے لئے رکھا گیا ہے جس سے جملہ رعایائے سرکار کا تعلق ہے۔ (مثلاً کسی شاہ راہ کا وجود)۔ نیز اس میں عام حقوق (General Rights) بھی شامل ہیں جن کا تعلق عوام کی صرف ایک بڑی جماعت سے ہوتا ہے (مثلاً کسی تعلقے کا رواج یا کسی پیرش (حلقۂ کلیسا) کے حدود۔) ایسے جملہ

۱؎ لیکن شجرۂ خاندانی کے ثبوت کے لئے ایک اجنبی شخص کا انتقال جائداد کے متعلق بیان اس کی زندگی میں بھی قابل ادخال شہادت ہوگا۔

۲؎ Figg v. Wedderburne (1841), 6 Jur 218.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقدمات میں (حقوق خانگی سے متعلقہ نزاعات کے برخلاف جہاں خانگی راستہ چلنے کے حق کی نزاع ہو یا کسی شخصی جائداد کے حدود کی نزاع ہو) محض شہرت کی شہادت قابل ادخال ہے۔ اور شہرت کو ان بیانات کی منقولی شہادت پیش کرکے (خواہ یہ زبانی ہوں یا تحریری) ثابت کیا جاسکتا ہے جو کسی نزاع کے پیدا ہونے سے قبل ایسے متوفی اشخاص نے کئے ہوں جن کے متعلق یہ 444
قرینہ ہو کہ وہ اس[1] امر کے متعلق بخوبی واقفیت رکھتے ہوں گے۔ لیکن ایسے بیانات صرف اسی صورت میں شہادت میں پیش کئے جاسکتے ہیں جبکہ وہ زیادہ سے زیادہ رائجہ شہرت سے متعلق ہوں۔ لیکن ان سے کوئی ایسا مخصوص واقعہ جو اس سوال[2] سے متعلق ہو سکتا ہو ثابت نہیں کرایا جاسکتا مثلاً واقعہ کہ متوفی شخص نے کسی خاص مقام پر کسی شخص کو لڑکوں کو کوڑے مارتے ہوئے یا کیک تقسیم کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس ذریعے سے اس کی خواہش یہ تھی کہ اس مقام پر کلیسائی حدود قائم ہونے کی یادگار قائم کردے۔

۶۔ اپنے رقمی یا مالکانہ مفاد کے خلاف متوفی شخص کا دیا ہوا بیان قابل ادخال شہادت ہے۔ چنانچہ ایک متوفی شخص کا ایسا بیان جو اس کے بحیثیت کرایہ دار مکان میں سکونت رکھنے کی شرائط سے متعلق تھا ان دو وجوہات کی بنا پر قابل شہادت قرار دیا گیا اولاً اس کے ذریعے سے

[1] مثلاً زید جس کا انتقال ہوئے بیس برس ہو گئے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ کسی نے اس سڑک کے پھاٹک کو قفل ڈالنے کی جرأت نہیں کی۔

[2] Rex. V. Bliss (1837), 7. A. and E. 550.

کامن لا کے طریقۂ الضرام کار کے متعلق جو (1936, Cmd, 5005, P. 78) رائل کمیشن مقرر ہوا تھا اس نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دیوانی مقدمات میں کسی دستاویز کو جو کسی نزاع سے قبل معرض تحریر میں آچکی ہو قابل ادخال شہادت قرار دینے کیلئے جج کو اختیار تمیزی استعمال کرنا چاہیے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قیاس قانونی کی تردید ہوگئی کہ جائداد غیر منقولہ کا قابض اس کا مالک ہے (صفحہ ۳۹۰ کتاب ہذا) اور ثانیاً یہ کہ متوفی نے کرایے کی بابت جس قدر رقم ادا کی تھی اس کا تعین بھی کیا جا سکتا تھا[1]۔ ایسے بیان کو جب کبھی قابل ادخال شہادت قرار دیا جائے تو ایسی جملہ تفصیل کو بھی جو اس بیان کا جزو ہو خواہ وہ شخص متوفی کے مفاد کے خلاف نہ بھی ہو قابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے[2]۔ چنانچہ یہ واقعہ کہ ایک جائداد تابع حق حین حیاتی کی بازدہی کو ایک متوفی وکیل کے کھاتے کے اندراج سے ثابت کیا گیا تھا جس میں وکیل کو اسی غرض کی تکمیل کرانے کا معاوضہ ادا کیا گیا تھا، اور ایک بچے کی تاریخ پیدائش بھی اسی طرح سے ایک زچگی کرانے والے مرد کے کتابچے کے اندراج سے ثابت کی گئی تھی جس میں زچگی کرانے کی فیس کی وصولی مندرج تھی[3]۔ اسی قسم کی شہادت عموماً متوفی اشخاص کے تحریری اندراجات کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن اگر وہ زبانی بیانات بھی ہوں تب بھی اسی طرح قابل ادخال شہادت ہوں گے[4]۔

445 چونکہ اس اصول کے تحت صرف وہی بیانات قابل ادخال شہادت قرار دیے جاتے ہیں جو متوفی شخص کے مالی یا مالکانہ مفاد کے خلاف ہوں اس لئے کسی متوفی شخص کا یہ بیان کہ اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے اور جن اشخاص پر اس جرم کے ارتکاب کا شبہہ کیا جا رہا ہے وہ مرتکب جرم نہیں ہیں، ان مشتبہ اشخاص کی جانب سے درصورتیکہ ان پر اسی جرم

---

[1] Reg. V. Bermingham (churchwardens of) (1861), (1 B. and S. 768 (K.S.C. 512)

[2] Warren V. Greenville (1740), 2 Strange 1129 (K.S.C. 511) — (Homes V. Newman (1931) 2 ch. 112.

[3] (Higham V. Ridg way (1808) 1 East 109

[4] 27 T. L. R. 202

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے متعلق مقدمہ چلایا جا رہا ہو قابل ادخال شہادت نہیں قرار دیا جائے گا۔[1] چنانچہ ایک متوفی عورت کا یہ بیان کہ خود اس نے اپنے اوپر عمل جراحی کیا تھا اس شخص کی تائید میں قابل ادخال شہادت نہیں قرار دیا گیا جو اس عورت پر ناجائز عمل جراحی کرنے کی علت میں ماخوذ کیا گیا تھا۔[2]

۷۔ ایک اور استثنا ان بیانات کے لئے (خواہ وہ تحریری ہوں یا زبانی) کیا گیا ہے جو معمولی کاروبار ملازمت کے دوران میں اپنے مالک کے لئے کسی فرض کی انجام دہی کے وقت (محض عادت کافی نہیں ہے) کسی شخص نے جواب فوت ہو چکا ہو، دیے ہوں۔ ایسے بیانات متوفی شخص کے مفید ہونے کے باوجود شہادت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔[3] چنانچہ یہ واقعہ کہ کسی شخص کو اطلاع نامہ بھیجا گیا تھا، اس اطلاع نامے کی پشت پر کسی متوفی منشی کے کئے ہوئے اندراج سے جس نے اس اطلاع نامے کو تقسیم کیا تھا، ثابت کیا جا سکتا ہے۔[4] اور کسی متوفی چھکڑہ بان کا مال پہنچا دینے کے متعلق جس کتاب میں وہ نوٹ کیا کرتا ہو اس کتاب کا اندراج کہ اس نے کچھ سامان پہنچا دیا ہے اس امر کی شہادت ہے کہ وہ مال اسی طرح پہنچا دیا گیا۔[5] لیکن چونکہ عام کاروبار کے سلسلے میں کئے ہوئے اندراجات کی صحت کی ضمانت اتنی موثر اور مستحکم نہیں ہوتی، جتنا ذاتی مشاہدہ کا خیال لہذا برخلاف آخر الذکر استثنا کے زیر بحث استثنا پر چند قیود عائد کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہر ایسے بیان کو شہادت میں

---

[1] (11 el. and F. at P. 112.)

[2] Rex V. Thompson (1912) 8 K.B. 19.

[3] Reg. V. Buckley (1873) 13 cox, 293 اس مقدمے میں زبانی بیان دیا گیا تھا۔

[4] Poole V. Dicas (1835) 1 Bing. (N.C.) 649 (K.SC. 514)

[5] Price V. Torrington (Earl) (1885) 1 Salk. 283 (K.S.C. 514)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش نہیں کیا جا سکتا جو فرض کی انجام دہی کے دوران میں کیا گیا ہو، بجز اس کے کہ وہ اس واقعے کے ظہور پذیر ہونے کے وقت کیا گیا ہو جس کا واقع ہونا اس سے ظاہر ہوتا ہو۔ یعنی صرف چند ہی گھنٹوں کے اندر اس کا کیا جانا ضروری ہے جس کی بنا پر اس کو عملاً اس معاملے کا جزء تصور کیا جا سکے[1]۔ علاوہ ازیں ایسے بیان کے محض اتنے ہی جزء کو قابل ادخال شہادت قرار دیا جائے گا جس میں ان حالات کا اظہار کیا گیا ہو جن کا اس فرض
446 کی ادائی کے سلسلے میں اظہار ضروری ہو یعنی یہ کہ جس طرح معانی مفاد بیان کی صورت میں دیگر مماثل حالات کی مندرجہ تفصیل کو پیش کیا جا سکتا ہے، اس صورت میں نہیں کیا جا سکتا۔ ایک تیسری قید جو عائد کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اندراج کسی سے سن سنا کر نہ کیا گیا ہو بلکہ وہ شخص اندراج کنندہ کے ذاتی علم پر مبنی ہو[2]۔

قاعدہ ۸۔ اٹھارھویں صدی کے جج ان گواہوں کی شہادت کو خارج کرنے میں زیادہ پیش پیش تھے جن کے متعلق ان کو یہ احتمال تھا کہ وہ مقدمے میں شخصی مفاد کے مدنظر یا دیگر وجوہ کی بنا پر ایسی شہادت دیں گے جو ناقابل اعتماد ہوگی۔ لیکن جرمی بنتھم (Jeremy Bentham) نے اسکے خلاف ردعمل شروع کیا۔ ان کا خیال تھا کہ سادہ لوح سے سادہ لوح اراکین جیوری بھی کسی گواہ

---

[1] (29 T. L.R.28)

[2] (Of. Ryan V. Ring (1889) 25 Ir. ch. 185) - اس مقدمے میں ایک آئرستانی متوفی پادری کا انگلیکن پادریوں کے خلاف فریضہ یہ تھا کہ بپتسمے کا اندراج کرتے وقت وہ یہ بھی لکھتا کہ بچہ حالت ازدواج میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے صرف یہ اندراج کیا تھا کہ بچہ "جے۔ ایف اور ایچ۔ ایف، اس کی زوجہ" کا ہے۔ گورجسٹر کو بپتسمے کے متعلق شہادت میں قبول کیا گیا لیکن زوجیت کے لئے اس کو شہادت میں قبول نہیں کیا گیا کیونکہ یہ ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ پادری کو ان کے منکوحہ ہونے اور نکاح کی تقریب کے عمل میں آنے کا "ذاتی علم" تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے طرفدارانہ بیان کو تاڑ جاتے ہیں اور اس کے علاوہ ہر گواہ کی شہادت سے خواہ وہ حقیقت پر مبنی ہو یا دروغ بافی پر (محض اس واقعے سے ہی کہ گواہ جھوٹ بولنے کی ضرورت محسوس کر رہا ہے) ایک ایسا اشارہ ملتا ہے جس سے حقیقت حال پر روشنی پڑتی ہے اور مفید نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ بنتھم کے پیش کردہ اصول کے یہ اثرات ہوئے کہ آخر کار مجلس وضع قوانین نے قانون میں بعض ایسی اصلاحیں کیں جن کے باعث وہ تمام اعتراضات جو طرفداری یا چال چلن کے سلسلے میں کسی گواہ کے شہادت دینے کی قابلیت کے متعلق کئے جاتے تھے سب ختم ہو کر رہ گئے اور ان امور کو جیوری پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ ان کا لحاظ کر کے گواہ کی ادا کردہ شہادت کی اہمیت کا تصفیہ کرے۔

لیکن گواہ میں مناسب سمجھ کا ہونا لازمی ہے۔ اور اگر جج کو بچوں یا غیر صحیح الدماغ اشخاص کے متعلق دوران تحقیقات میں یہ معلوم ہو کہ وہ ان واقعات کو سمجھنے ہی کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں جن کی شہادت وہ دینے والے ہیں تو ان کو ناسمجھی کی بنا پر خارج کیا جا سکتا ہے۔ بریں ہم ایک مجنون شخص لازمی طور پر شہادت دینے کے ناقابل تصور نہیں کیا جاتا۔[1]

---

[1] ۱۸۴۳ء کے لارڈ ڈن مین کے ایکٹ (Lord Denman's Act) کے تحت صرف ذاتی مفاد رکھنا گواہ کی ناقابلیت نہیں رہا۔ اور ۱۸۴۶ء و ۱۸۵۱ء کے لارڈ بروہام کے ایکٹوں کے تحت (Lord Brougham's Act) خود فریقین مقدمہ کو شہادت دینے کی اجازت مل گئی۔

[2] Reg. V. Hill (1851) 2 Den. 254 at. Leeds Assizes on Dec. 2, 1914 in Rex V. Firth.

بمقدمہ فرتھ جسٹس شرمین (Shearman, J.) نے ایک پاگل خانے کے ملازم کو ایک پاگل عورت کی گواہی پر کہ ملزم نے اس پر حملہ کیا تھا سزا دی۔ ممالک متحدۂ امریکہ کی سپریم کورٹ نے بھی یہی طے کیا ہے کہ (107.U.S. 419) جج کسی گواہ کا بیان سن کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

447 آٹھ برس سے کم عمر کے بچوں پر کسی طرح تعزیری ذمہ داری عائد نہ کرنے کے من مانے اصول کے مماثل قانون شہادت میں کوئی اصول نہیں ہے، اور اب یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ شہادت دینے کی قابلیت کا انحصار گواہ کی عمر پر نہیں ہے بلکہ اس کی واقعی فہم پر[1] ہے۔

اس شہادت کی قدر و قیمت میں جو ماورائے فطرت اور اُخروی تیقنات کے تحت ادا کی گئی ہو اکثر اوقات اس قدر زیادتی کر دی جاتی ہے کہ سابق میں کسی گواہ کے قابل ادائے شہادت ہونے کے لئے قانوناً یہ لازمی شرط تھی کہ وہ حلف کے مذہبی وجوبات کو سمجھتا ہو اور مانتا ہو۔ (سترھویں صدی میں مشرق کے ساتھ بڑھتے ہوئے تعلقات کی وجہ سے مسلمانوں کے اور اٹھارھویں صدی میں ہندوؤں کے مذہبی حلف کو تسلیم کر لیا گیا) لیکن اب ۱۸۸۸ء[2] کے قانون حلف (Gaths Act, 1888) کے تحت بالغ گواہوں کے لئے بھی بحلف بیان دینا لازمی نہیں ہے کیونکہ "ہر ایسے شخص کو جو حلف لینے پر اس وجہ سے معترض ہو کہ اس کا کوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس کی حالت ذہنی کا تصفیہ کر سکتا ہے کہ آیا اسکی غیر صحیح الدماغی اتنی زیادہ ہے یا نہیں کہ "اس نے جو کچھ دیکھا یا سنا تھا اس کے متعلق صاف و صریح دیے ہوئے بیان کو" شہادت میں استعمال نہ کیا جائے نیز دیکھئے: Cf. C. C, C, Sess Pap LII (617)

[1] (dex V. Brasiar (1777) 1 Leach 199) پانچ برس بہت کم عمر ہے۔ دیکھئے (2 Cr. APP. R. 283) قدیم زمانے میں کم از کم بارہ سال کا ہونا ضروری تھا۔ اور اب تقریباً چھ برس کافی تصور کئے جاتے ہیں لیکن بارہ برس کے گواہ کی شہادت کے لئے بھی مزید تائیدی شہادت مناسب تصور کی جاتی ہے۔ دیکھئے 19 Cr. APP. R. 29.

[2] (51 and 52 Viet. C. 46.) ۱۸۶۹ء کے محدود ایکٹ کے بجائے اس کو نافذ کیا گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مذہبی اعتقاد نہیں ہے یا یہ کہ حلف لینا اس کے مذہبی اعتقاد کے خلاف ہے، اس امر کی اجازت ہے کہ وہ ہر ایسے موقع پر جہاں قانوناً حلف لینا ضروری ہو اقرار صالح کرے۔ اور ایک "کمسن بچہ" جو حلف کی نوعیت سے لاعلم ہو فوجداری مقدمات میں بلا حلف[1] شہادت دے سکتا ہے بشرطیکہ اس کی سمجھ پختہ ہو اور وہ "سچ بولنے کے فریضے کو سمجھتا ہو"۔ لیکن ایسی شہادت پر ملزم کو سزا نہیں دی جا سکتی تاوقتیکہ اس کی تائید میں اتنی کافی شہادت نہ پیش کی جائے جس سے اس کی مجرمیت ظاہر ہوتی ہو۔ 448
(دیکھئے ص ۴۵۰) گو اس امر کا تعین صرف جج ہی کرتا ہے کہ کوئی کم عمر بچہ شہادت دے سکتا ہے یا نہیں، لیکن قرار دیا گیا ہے کہ اس غرض کے تحت جج کو جو کچھ سوالات کرنے ہوں وہ کھلی عدالت میں جیوری کی موجودگی میں کئے جائیں[2]۔

قاعدہ ۹۔ بعض سوالات ایسے ہوتے ہیں جو قانوناً اگرچہ پوچھے جا سکتے ہیں لیکن اگر گواہ مناسب سمجھے تو ان کا جواب دینے سے انکار کر سکتا ہے۔ ذیل میں اس کی مثالیں درج ہیں:۔

ا۔ کسی گواہ کو کسی ایسے سوال کا جواب دینے یا کسی ایسی دستاویز[3] کے

---

[1] (4 and 5 Geo. 5, C. 58 S. 2 S (2)) ولسن کے مقدمے میں (In Rex V. Wilson (1924) the C. C. A) (18 cr. APP. R. 108) دیکھئے یہ طے فرمایا گیا کہ تیرہ برس کے لڑکے سے اس کی شہادت کے ختم پر بھی جج کو یہ دریافت کرنے کا اختیار حاصل ہے کہ اس کا مذہبی اعتقاد اور مذہبی عمل کیا ہے۔

[2] Rex V. Dunne (1929), 21 cr. APP. R. 176, 143. L. T. 120 اس مقدمے کی تنقید کے لئے دیکھئے (43 L.Q.R. 187)

[3] مثلاً ایسی دستاویز بیع جس کے ذریعے بر سر جنگ سلطنت کو ایک مسلح جہاز منتقل کیا گیا ہو۔ لیکن اس کے انکار پر منقولی شہادت پیش کی جا سکتی ہے۔ دیکھئے (2 E. and B. 940.) کتاب ہذا صفحہ ۴۳۳۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا جس کی وجہ سے اس[1] پر کسی جرم کا الزام عائد ہو سکتا ہو۔ اس کو حلف لے کر یہ کہنا چاہیئے کہ اس کے جواب سے یہ اثرات مترتب ہوں گے اور اس کے بعد یہ کام عدالت کا ہو گا کہ وہ یہ تصفیہ کرے کہ آیا مقدمے کے جملہ حالات کے لحاظ سے سوال کی نوعیت ایسی معلوم ہوتی ہے جس کا جواب دینے سے گواہ فی الواقع خطرے میں مبتلا ہو جائے گا؟ کیونکہ گواہ پر فوجداری مقدمہ چلائے جانے کا خفیف امکان اس امر کی کافی وجہ تصور نہیں کیا جاتا کہ وہ عدالت کو مطلوبہ معلومات بہم نہ پہنچائے۔[2] بریں ہم ایک ایسے شخص کے لئے جس پر کسی الزام کے تحت مقدمہ چلایا جا چکا ہو اور وہ اس سے بری کر دیا گیا ہو، یہ خطرہ پیدا ہو سکتا ہے کہ پھر دوبارہ اسی جرم میں وہ خود کو کہیں نہ پھنسا لے مثلاً یہ اقبال کر کے اس جرم کے سلسلے میں اس کی حیثیت معین بعد ارتکاب جرم کی تھی۔

---

[1] "اس ملک کے قانون کے نہایت مقدس اصولوں میں سے ایک اصول" (لارڈ ایلڈن (Buck. 540) لیکن ایسا ملزم جو اپنے مقدمے میں خود شہادت ادا کر رہا ہو اس قاعدے کے تحت عذر کر کے اسی الزام سے اپنا تحفظ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ صفحہ ۴۷۵ کتاب ہذا۔

[2] Reg. V. Boyes (1861) 1 B and (K S.C. 593

[3] 24 and 25 Vict. C. 96, S. 85. کے تحت تصرف بیجا کے بعض مخصوص جرائم کے لئے مثلاً جب کہ کارندوں، محافظوں، ڈائرکٹروں وغیرہ نے تصرف بیجا کیا ہو (صفحہ ۲۷۳ کتاب ہذا)۔ عدالت دیوانی میں گواہ خود کو کسی ایسے جرم سے بچانے کے لئے اس قاعدے سے استفادہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اس صورت میں فوجداری کارروائی سے اس کو مستثنا کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ عدالت میں یہ مجبوری اس نے اس امر کو پہلی مرتبہ بیان کیا ہو" نیز دیکھئے (6 and 7 Geo, S. 43) بنک کے دیوالیہ ہونیکے متعلق یہ مجبوری جو اقبالات کئے گئے ہوں انکے لئے دیکھئے (4 and 5 Geo 5 c. 59 S. 166.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

449 ۲۔ کوئی گواہ اپنے دستاویزاتِ حقیقت معائنہ کے لئے پیش کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر وہ خود اس مقدمے کا فریق ہو تو پھر بجز ان دستاویزات کے جو غیر متعلق ہوں، وہ اس استثنا سے مستفید نہیں ہو سکتا۔

۳۔ کسی شوہر یا زوجہ کو ایسے امور کی شہادت دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جن کی اطلاع ایام ازدواج میں ان کو شوہر یا زوجہ کے ذریعے سے ہوئی ہو۔ یہ اصول ازدواجی تعلقات میں اعتماد قائم رکھنے کی اہمیت پر مبنی ہے۔

۴۔ کسی کونسل یا وکیل کو ان امور کی گواہی دینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا (اور اجازت بھی نہیں دی جاتی) جن کی اطلاع اس کو موکل[1] سے ہوئی ہو یا موکل کی جانب سے کسی[2] اور نے دی ہو۔ نیز ان دستاویزات کو پیش کرنے پر بھی اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا جو اس کو بحیثیت وکیل کے موکل نے دی ہوں، بجز اس کے کہ موکل اپنے اس حق سے دست بردار ہو جائے۔ کیونکہ دراصل یہ مراعات موکل کے حق میں ہیں نہ کہ وکیل کے حق میں۔ لیکن ایسی استثنائی صورت اس وقت پیدا نہیں ہوتی جب کہ موکل نے محض کسی سابقہ فعل مجرمانہ کے نتائج سے محفوظ رہنے کیلئے ہی اپنے وکیل سے مشورہ نہ کیا ہو بلکہ آئندہ کسی فعل مجرمانہ کے ارتکاب میں سہولت بہم پہنچانے کے لئے مشورہ کیا ہو۔ نیز یہ استثنا اس وقت بھی متعلق نہیں کیا جاتا جب کہ وہ ایسے امر سے متعلق ہو جو اعتمادی امور کے

---

[1] دیکھئے Rex V. Withers (1811) 2 camp. 578 (K S.C. 534) لیکن اگر کسی تیسرے شخص نے ان خفیہ باتوں کو سن لیا ہو تو وہ اس استثنا سے مستفید نہیں ہو سکتا۔

[2] مثلاً کسی گواہ کے وہ بیانات کہ وہ ایسے مقدمے میں جو عدالت میں رجوع ہونے والا ہو کیا گواہی دے سکتا ہے۔ ایسے بیانات عموماً لکھ لئے جاتے ہیں (اور اکثر گواہ ان پر دستخط بھی ثبت کر دیتے ہیں) یہ ان کی "شہادت" ہوتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ساتھ ہی پیش آئے ہوں مثلاً یہ واقعہ کہ وکیل نے اپنے موکل کو جھوٹے حلف نامے پر دستخط ثبت کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ (Cowper 845)

اس قسم کا استثنا ان راز کے امور سے متعلق نہیں ہے جو کسی طبیب[2] یا کسی منشی[3] پر اعتماد کر کے کہے گئے ہوں اور نہ تجارتی کاروبار کے رازوں سے اس کا تعلق ہے (مثلاً بنک کے نوٹوں کی پوشیدہ علامتوں سے)

450 ۵۔ اس کے علاوہ ایک سخت تر اصول اخراج شہادت کے تحت (نہ کہ بطور مراعات) کسی گواہ کو ایسے سوال کا جواب دینے پر جن سے سرکاری رسل و رسائل کا (خواہ وہ زبانی ہوں یا تحریری) افشاء ہوتا ہو اور جن کا افشاء جج کی رائے میں مصلحت عامہ کے خلاف ہو، نہ تو مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ اجازت ہی دی جاتی ہے علاوہ ازیں ان اہم فوجداری مقدمات میں جو محض برائے نام نہیں بلکہ واقعتاً حکومت عالیہ کی جانب سے رجوع کئے گئے ہوں اطلاع دہندہ کا نام کسی گواہ سے ظاہر نہیں کرایا جا سکتا اور نہ خود اس کے اطلاع دہندہ ہونے کی صورت میں اس سے استفسار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ

---

[1] حتیٰ کہ (نظری) قانون اخفائے جرم (misprision) سے بھی استثنا متعلق نہیں ہے۔ (صفحہ ۳۲۰ کتاب ہذا)

[2] لیکن اس کے علاوہ اگر ڈاکٹر ایسے راز کے امور کا جو اس پر اعتماد کر کے ظاہر کئے گئے ہوں افشاء کر دے تو اس پر نقض وجوب اخفاء کی نالش کی جا سکتی ہے۔

[3] (Rex. V. Gibbons (1823), 1 C. and P. 97 (K.S.C. 525) Cf. 17)

Phillimore's Ecclesiastical, اس کے علاوہ دیکھئے Ch. D. P. 681

Law, 2 nd ed; P. 543.

[4] مثلاً کپتان کا جہاز کی ٹکر کی اطلاع امیر البحر کے دفتر کو دینا۔

[5] (Rex V. Hardy (1794) 24 St. Tr. at pp 818, 820. مثل دوسری مستثنیات کے اس استثنیٰ میں منقولی شہادت پیش نہیں کی جا سکتی۔

[6] دیکھئے Marks V. Beyfus (1890), 25 Q.B.D. 494.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اصول اتنا وسیع نہیں ہے کہ اس کے تحت عام مستغیثوں کے رسل و رسائل کو بھی لایا جا سکے، خواہ استغاثے کا جملہ کام عملاً پولیس کے ہاتھوں میں ہو البتہ صرف اتنا کیا جا سکتا ہے کہ سوال کو اس وقت تک ملتوی کر دیا جائے جبتک کہ دوران مقدمے میں بجائے خود اس کی اہمیت ظاہر نہ ہو جائے۔

مذکورۂ بالا مستثنیات میں سے کسی ایک مستثنیٰ سے کوئی ایسا شخص جو دست بردار ہو جانے کا مجاز ہو دست بردار ہو جائے تو اس کے دئے ہوئے جواب کو نہ صرف زیر تحقیقات مقدمے میں بلکہ اس کے بعد کے کسی اور مقدمے میں بھی بطور شہادت استعمال کیا جا سکے گا اور یہ شہادت اس کے خلاف بھی استعمال کی جا سکے گی لیکن برخلاف اسکے اگر وہ اس استثنا سے استفادہ کرنا چاہتا ہو اور اس کو ناجائز طور پر جواب دینے کے لئے مجبور کیا گیا ہو تو پھر اس کے جواب کو بطور اقبال کے نہ تو زیر تحقیقات مقدمے میں اسکے خلاف استعمال کیا جا سکے گا اور نہ کسی بعد کے مقدمے میں۔ بریں ہم اس کا ایسا جواب دوسرے اشخاص کے خلاف شہادت ہے (کیونکہ مستثنیٰ سے استفادہ کرنے کا حق صرف اسی کا ہے نہ کہ دوسروں کا) لہذا اگر اس کی حیثیت اس مخصوص مقدمے میں فریق کی نہ ہو تو ایسے جواب کی وجہ سے سماعت مقدمے کے جواز پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

قاعدہ ۱۰۔ جب کوئی دستاویز شہادت میں پیش کی جائے تو اس کی اصلیت کا ثبوت اس کی عمر (مدت تکمیل) کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔

(۱) اگر دستاویز کو تکمیل پائے تیس سال سے کم عرصہ ہوا ہو تو اس کی 451
اصلیت کے متعلق صریحی شہادت پیش ہونا ضروری ہے[1]۔ عام مقدمات میں اس سے زیادہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ دستاویز یا اس پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جیسے جوانان کوتوالی کا مہتمم پولیس کو اطلاعات دینا دیکھئے (651 P. 209)
[1] کسی جائداد غیر منقولہ کی بیع کے وقت کاتبین دستاویزات کے لئے کسی ایسے ثبوت کی ضرورت نہیں حتی کہ عالیہ دستاویزات کے لئے بھی نہیں ہے۔ اس کی اصلیت کی تائید اسی واقعے سے ہو جاتی ہے کہ جائداد مبایع کے قبضے میں ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ثبت کئے ہوئے دستخط اسی شخص کے قلم کے ہیں جس کے قلم سے اس دستاویز کا تکمیل ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ طرز تحریر کا اثبات کسی ایسے گواہ سے کرایا جا سکتا ہے جو اس شخص کی تحریر سے واقف ہونے کی بنا پر اس دستاویز کی اصلیت کے متعلق حلف اٹھائے۔ یا حالیہ قانون[1] موضوعہ کے تحت جیوری سے زیر تحقیقات دستاویز کا "کسی ایسی ثابت شدہ تحریر سے جس کی اصلیت کے متعلق جج کو مطمئن کر دیا گیا ہو" مقابلہ کروا کر اس کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی ایسے شخص کے ذریعے سے جس نے گواہوں کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر بحوالہ جیوری دستخط کئے ہوں۔ ماہر فن شناخت خط کا کام صرف تحریر کی حاثلت اور اختلافات بتلانا ہے جس سے جیوری اپنے طور پر نتائج اخذ کرتی ہے۔[2]

لیکن بعض دستاویزات ایسی ہوتی ہیں جن کے جواز کے لئے کسی اور واقعے کا وجود لازمی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس واقعے کا ثابت کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر دستاویز پر گواہی کا ہونا لازمی ہو (مثلاً بیع نامہ پر) تو پھر یہ ثابت کیا جانا چاہئے کہ اس پر گواہوں نے صحیح طور پر دستخط کئے تھے۔ اور اس واقعے کو ثابت کرنے کے لئے اگر ممکن ہو تو کسی ایک گواہ حاشیہ کو پیش کرنا چاہئے۔ لیکن اگر گواہان حاشیہ میں سے کسی ایک گواہ کو بھی پیش نہ کیا جا سکتا ہو تو کسی ایک گواہ کا خط لازماً ثابت کرنا چاہئے اور کچھ شہادت اس مادے میں بھی پیش ہونا چاہئے کہ شخص تکمیل کنندہ دستاویز جو اس مقدمے میں زیر بحث ہو وہی تھا جس کے ہاتھوں دستاویز کے تکمیل ہونے کا ادعا کیا گیا ہے، بجز اس کے کہ فقرۂ تصدیقی ہی سے اس کی کافی طور پر شناخت ہو جاتی ہو۔ علاوہ ازیں

---

[1] فوجداری مقدمات میں بھی (17 and 18 Vict. C. 125, S. 275) (28 and 29 Vict. C. 18, S. 8) کے تحت ایسا کیا جا سکتا ہے۔

[2] دیکھئے 90 L.J.P.C. 174.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعض دستاویزات پر مہر[1] ثبت کرنے کی ضروری رسم ادا کی جاتی ہے لیکن اگر فقرۂ تصدیقی موجود ہو تو عدالت بصورت اثبات دستخط ایسے فقرے کو مہر ثبت کرنے کی اور اور گواہی[2] کی کافی شہادت تصور کر لیتی ہے 452

(۲) اگر دستاویز تیس سال سے زیادہ عرصے کی تکمیل کردہ ہو تو بالکل نسب نامے کے امور کی طرح سے (صفحہ ۴۴۳ کتاب ہذا) مرور[3] زمانے کی جہت سے جو مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں ان کے باعث قانون شہادت کی سختیوں میں کمی کر دی گئی ہے۔ ایسی دستاویزات اگر کسی مناسب حافظت سے نکال کر پیش کی گئی ہوں تو وہ "آپ اپنی شہادت ہوا کرتی ہیں"۔ یعنی ان کی اصلیت کے متعلق کسی صریحی شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن یہ ثابت کرنا ضروری نہیں ہے کہ دستاویز جس حافظت سے لائی گئی ہے وہ ایسی دستاویزات کے رکھنے کے لئے بہترین جائے حافظت ہے۔ صرف یہ ثابت کرنا کافی ہے کہ وہ حافظت گو بہترین نہ سہی لیکن فطری ہے۔ بہ الفاظ دیگر وہ حافظت ایسی ہو کہ جج کی نظر میں اس مخصوص مقدمے کے حالات کے مدنظر اس سے فطرۃً دستاویز کی اصلیت پر روشنی پڑتی ہو۔ چنانچہ کسی کلیسائی علاقے کے متعلق کاغذات جو ایک بشپ کے انتقال پر اس کے جانشین دوسرے بشپ کو ملا کرتے ہیں ان میں سے اگر کسی قدیم

---

[1] ہر ایسا فعل کافی ہے جس کو فریق مہر ثبت کرانے کے واسطے اختیار کرے۔

[2] In re Sandilands (1871), 6 C.P. 411 Cf 7 Taunt 353.

[3] "زمانہ شہادت حقیت کو نیست و نابود کرتا جا رہا ہے اس لئے قانون نے اس کے ہاتھ میں شیشۂ ساعت دے دیا ہے کہ زمانے کے ہاتھوں برباد شدہ شہادتوں کے لئے اس مدت کا تعین کرے جس میں ان کے لئے جائے پناہ مل سکتی ہے" لارڈ پالنگٹ۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دستاویز کو کسی متوفی بشپ کی اولاد کی محافظت میں سے لے کر پیش کیا جائے تو وہ دستاویز وہ آپ اپنی شہادت ہوگی۔"

(۵)

۱ Meath v. Winchester (1836), 3 Bing (N. C.) 183

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب (۲۶)

453

فوجداری قانون سے متعلق شہادت کے مخصوص اصول

فوجداری مقدمات میں شہادت کے عام اصولوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے قاعدوں پر بھی عمل ہے جن کا دیوانی مقدمات میں اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ ان قاعدوں میں سے بعض قاعدے تو ان عام اصولوں کے ساتھ ساتھ ان کے تتمے کے طور پر رائج ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کے ذریعے سے شہادت کے ان عام اصولوں پر قدرے تغیر و ترمیم کے ساتھ عمل ہوتا ہے۔ ان میں سے ذیل کے اہم قواعد کی اس موقع پر وضاحت مناسب ہے:۔

قاعدہ ۱۔ کسی فوجداری الزام کو ثابت کرنے کے لئے ثبوت کی کم از کم مقدار اس مقدار ثبوت سے زائد ہونا چاہئے جو دیوانی نوعیت کے الزام کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے[1]۔

[1] "انصاف کا اس حد تک یقینی ہونا کافی نہیں ہے کہ اس سے ضمیر مطمئن ہو جائے"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دیوانی نالش میں بھی مثلاً جب کہ قرضے کی بابت نالش کی گئی ہو تو تھوڑی سی شہادت کی بنا پر جیوری مدعی کے موافق رائے نہیں دے سکتی۔ کیونکہ (جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں) اس قدر شہادت کا موجود ہونا ضروری ہوا کرتا ہے جو ایک معقول شخص کے نزدیک امر تنقیحی کے ثبوت کے لئے کافی ہو سکے۔ لیکن فوجداری مقدمات میں قیاس بے گناہی اس سے زیادہ قوی[1] ہوتا ہے اس لئے یہاں کم از کم شہادت جو پیش کی جانی ہے اس کی مقدار بھی دیوانی مقدمات کے مقابلے میں زیادہ ہوا کرتی ہے اور جرم جس قدر زیادہ سنگین ہوتا ہے اسی تناسب سے اس کے ثبوت کی کم سے کم مقدار میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس امر کی نہایت واضح مثال کہ جرم کی سنگینی کے اضافے کے ساتھ ساتھ ثبوت کی دقتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے لارڈ بروہام کے ان یادگار الفاظ سے ملتی ہے جو اس نے ملکہ کیرولین کی صفائی کے سلسلے میں کہے تھے کہ "جو شہادت اس وقت ہمارے سامنے ہے وہ ایک قرضے کے ثبوت کے لئے بھی کافی نہیں ہے، ایسی کمزور شہادت کی بنا پر کسی دیوانی حق کو بھی زائل نہیں کیا جا سکتا اس کی بنا پر کسی معمولی خلاف ورزی کی سزا دینا مضحکہ خیز، کسی سنگین الزام کی تائید میں پیش کرنا باعث بدنامی، اور کسی انگریز ملکہ کی آبرو برباد کر دینا وحشت انگیز ہے[2]۔"

454

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بلکہ اس کو ایسا یقینی ہونا چاہئے کہ ضمیر کے لئے اطمینان بخش نہ ہو یعنی از روئے قانون یقینی ہو۔ (چارلس ڈکنس)۔

[1] صفحہ ۴۰۷ کتاب ہذا۔

[2] صفحہ ۳۸۷ باب ہذا

[3] اس واقعے سے اسکی عملی صورت اچھی طرح ثابت ہو سکتی ہے کہ جہاں عام فوجداری الزامات میں سزایابی کا اوسط اسی فیصد کے قریب ہے وہاں قتل عمد کے الزامات میں اوسط صرف پچاس فیصد سے کچھ ہی زائد ہے (ان مقدمات کو خارج کر کے جن میں غیر صحیح الدماغی ثابت ہوتی ہے)۔

[4] Speeches, 1, 227

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہلے خیال یہ کیا جاتا تھا کہ دیوانی مقدمات کے بہ نسبت فوجداری مقدمات میں کم سے کم شہادت کا بھی مقابلۃً زیادہ ہونا ضابطۂ فوجداری کی خصوصیات کی وجہ سے ہے مثلاً یہ کہ مقدمے کی جدید تحقیقات کا ناممکن العمل ہونا، اور (اس زمانے میں) جرائم کبیرہ کے مجرمین کا کسی وکیل کے ذریعے سے اپنی جواب دہی نہ کر سکنا نیز ملزمین کا خود شہادت ادا نہ کر سکنا اور ان وجوہ سے محض فوجداری عدالتوں میں اس قسم کی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے۔ امریکہ میں اب بھی اسی خیال پر عمل کیا جاتا ہے لیکن انگلستان میں بالعموم یہ تصور کیا جاتا ہے کہ یہ قاعدہ تفتیش کی نوعیت کی بنا پر ہے اور اس لئے کسی ٹریبونل[1] (عدالت) کے امتیاز کے بغیر اس پر عمل کیا جاتا ہے مثلاً آگ کے بیمے کی بنا پر نالش کی جائے اور جواب دہی عمداً آگ لگانے کی ہو یا کسی پرامیسری نوٹ کی رقم کی بابت نالش میں پرونوٹ کے جعلی ہونے کی جواب دہی کی جائے تب بھی اسی عمد کی شہادت کی ضرورت ہوگی۔ دیکھئے اسٹفن (Stephen) کی کتاب (Digest of Evidence art. 94) اور ٹیلر (Tayler) کی کتاب (Evidence, 12th ed. 112) جسٹس لش (Lush) نے ہرسٹ کے مقدمے میں (Hurst V Evans. (1917) I K. B.P.357) اور سٹرفلپسن نے اپنی کتاب (Evidence 7thed P. 10) نیز (10 Moo P. C. 502) میں امریکہ کے نقطۂ نظر کی پیروی کی ہے۔

تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ ملزم کو ایسے وقت محفوظ رکھنے میں کتنا موثر اور کس قدر ہمہ گیر ثابت ہوتا ہے جب کہ کسی ایک جرم یا قسم جرائم کے خلاف، موقتی عام نفرت اور تعصب کی رو میں اس کو فوراً مجرم باور کر لیا جاتا ہے۔ بوڈین (Bodin) جیسے روشن خیال مقنن نے ایک طویل رسالے[2] میں یہ ظاہر کیا ہے کہ ایسے اشخاص کو جن پر جادوگری کا الزام ہو

[1] دیکھئے صفحہ ۳۸۰ کتاب ہذا نیز دیکھئے Statham v. Statham, (1929) p. 131

[2] Demonomanic, ed. 1598; bk. IV. ch. IV

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مزید ثبوت لئے بغیر سزا دینی چاہیئے بجز اس کے کہ وہ اپنی بے گناہی کو ثابت کریں "کیونکہ جادوگری کے مقدمے میں ضابطے کے عام قواعد کی پابندی کرنے کا نتیجہ خدائی اور انسانی دونوں قوانین کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوگا"۔

455 چنانچہ جب کبھی الزام جرم عائد کیا جائے تو بقول لارڈ کینی ین (Kenyon) جیوری کا فریضہ یہ ہے کہ "اگر شہادت کی ترازو کے دونوں پلے برابر برابر معلوم ہوتے ہوں تو رحم کے کچھ والے ان میں ڈال دینا چاہیئے۔ یا جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے معقول شبہے کا فائدہ ملزم کو دینا چاہیئے۔ یہ ملحوظ رہے کہ ہر شبہے کا فائدہ ملزم کو نہیں دیا جاتا بلکہ صرف اس شبہے کا فائدہ دیا جاتا ہے جو معقول ہو کیونکہ ہر ایسی چیز میں جو انسانی امور سے متعلق ہو اور انسانی شہادت پر منحصر ہو، امکانی یا خیالی شبہہ پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ذہنی ہے جو اس وقت وجود میں آتی ہے جب اراکین جیوری یہ نہ کہہ سکتے ہوں کہ ان کا مستقل طور پر یہ عقیدہ ہے کہ الزام منسوبہ مبنی بر حقیقت ہے اور یہ کہ ان کا ضمیر اس امر کے متعلق مطمئن ہے کہ ملزم نے ارتکاب جرم کیا ہے۔ چونکہ اتفاقی تطابق کے اصول کے تحت مستغیث کی جانب سے محض ارتکاب جرم کے قرین قیاس ہونے کا ثبوت پیش کر دینا خواہ وہ قیاس کتنا ہی قوی ہو کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ اس واقعے کو اس حد تک ثابت کرے

لہ اسی طرح جب ۱۸۹۸ء میں ایسٹرہیزی (Esterhazy) نے "آبزرور" (Observer) کے اخبار میں اقبال کیا کہ اس نے مشہور یادداشت (bordereau) جبلی طور پر بنائی تھی تاکہ کپتان ڈریفس (Capt. Dreyfus) کے متعلق جو شکوک کئے جا رہے تھے وہ کسی واقعی شہادت کے ذریعے سے پختہ ہو جائیں۔ اپنے اس عمل کی واجبیت کے متعلق اس نے جو جوابدہی کی وہ یہ تھی کہ "جاسوسوں کے مقدمات میں کسی دستاویزی شہادت کا جعلی طور پر بنانا ہمیشہ ضروری ہوا کرتا ہے ورنہ کبھی کوئی جاسوس سزا نہیں پا سکتا"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ انسان کا ضمیر مطمئن ہو جائے اور اس کا تعین کر لے[1]۔ ایک ایسا یقین جس سے انسان کی فہم مطمئن ہو جائے، عقل تسلیم کر لے اور قوت فیصلہ کی ہدایت ہو سکے۔ لیکن اگر قانون اس سے آگے بڑھ کر حصول یقین قطعی کو ضروری قرار دیتا تو قرائنی شہادت قطعاً قابل قبول نہ سمجھی جاتی[2]۔ جیسا کہ چیف جسٹس کاکبرن (Cockburn) نے ٹچبورن کے مقدمے میں کہا تھا:- "شبہہ محض ایسے مشکوک دماغ کی تراوش نہ ہونا چاہیئے جس میں کسی مشکل اور پیچیدہ سوال کا تصفیہ کرنے کی اخلاقی جرأت موجود نہ ہو اور جو اس بناء پر فضول وسواس میں مبتلا ہوتا ہو" یا جیسا کہ اسی حقیقت کو آئرستان کے ایک فاضل جج نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:- "حکم رہائی کے لئے شبہہ ایسا معمولی یا وہمی نہ ہونا چاہیئے جو بزدلی یا بد باطنی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہو اور مجوز اپنی کمزوری یا بد دیانتی کی وجہ سے اس کو فوراً قبول کر لیتے ہوں۔ شبہہ ایسا ہونا چاہیئے جو کامل شہادت پر اطمینانی نظر ڈالنے کے بعد ایک سچے قلب کو با فکر دماغ نے سمجھایا ہو اور کسی فریق سے متاثر نہ ہونے والے انصاف پسند دماغ کا کشمکش پیچ ہو جو تعصب سے مبرّا اور خوف سے معرّا[3] ہو"۔ 456

چنانچہ اگر جیوری نے برأت کی رائے دی ہو تو اس کا لازمی طور پر یہ مطلب نہیں ہوتا کہ بے گناہ[4] ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ

---

[1] دیکھئے (13 Cr. App. R. 211) اس میں "نہایت شدید نوعیت کا شک" پیدا ہو گیا تھا لیکن وہ بھی معقول شبہے کی حد سے زیادہ نہ تھا۔

[2] پروفیسر ویبسٹر کے مقدمے میں چیف جسٹس شا نے کہا تھا۔ (صفحہ ۴۰۳ کتاب ہذا)

5 cushing 295.

Kendal Bushe. C. J., Dublin Univ. Mag XVIII 85. [3]

[4] صفحہ ۴۰۹ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس کی مجرمیت[1] کی شہادت کو قانوناً ناکافی تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ قدیم زمانے میں چالانات یا استغاثوں کی طرف سے بحث کرتے وقت یہ غلط استدلال پیش کیا جاتا تھا کہ "بجز اس کے کہ آپ میرے پیش کردہ گواہوں کو دروغ حلفی کا مرتکب تصور فرماتے ہوں، آپ کو چاہئے کہ ملزم کو مجرم قرار دیں"، کیونکہ ان دونوں امور کی صحت کے متعلق جیوری مشتبہ ہوتی تھی۔

یہ ایک اصولی نوعیت کی اور اسی وجہ سے مبہم ہدایت کہ جیوری اس حد تک مطمئن ہو جائے کہ "اُس کو کوئی معقول شبہہ باقی نہ رہے"۔ ایک ہی ایسی قید ہے جو معمولی مقدمات میں جیوری کے اس اختیار تمیزی پر کہ وہ کسی شہادت کو ایک واقعے کے اثبات کے لئے کافی قرار دے[2] انگریزی تعزیری قانون نے عائد کی ہے۔ اس کے برخلاف دیوانی قانون اور کلیسائی نظائر میں (مثل یہودی[3]، رومن[4] اور موجودہ اسکاچستانی[5] قانون کے) کم از کم دو گواہ پیش کرنا ضروری تھا اور ان کے عموماً دستیاب 457

---

[1] علاوہ ازیں "پورے جرم سے برات کے معنی اس کے ہر جزو سے برأت کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی بحیثیت مجموعی برات کے ہیں" دیکھئے:- Pollock, L. C. B. C. C. C. Sess Pap. XLVI, 886)

[2] دیکھئے (Rex V. Nash (1911), 6 Cr. App. R. 225) بہ تعدد اس لحاظ سے قابل ملاحظہ ہے کہ اس میں قتل عمد کی سزا سنانے کے لئے قرائنی شہادت بالکل کافی تھی اس کا مقابلہ (23 Cr App R. 32) سے کیجئے۔

[3] Deut. XIX 15.

[4] Testis unus, testis nullus.

[5] 6 Justiciary Rep 128

[6] دیکھئے (Ayliffe's parergon, p. 541) بعض مقدمات میں Best (Evidence 11th. ed. p. 37) کلیسائی قانون کے تحت زیادہ وقیع ثبوت کی ضرورت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ ہونے کی وقت کی وجہ سے سخت تکلیف اور اذیت دیکر اقبال کروایا جاتا تھا۔ انگریزی کامن لا نے اس غیر معقول اصول کو تسلیم نہیں کیا اور اس طرح اس کے پُر اذیت نتائج سے خود کو بچا لیا ہے۔

ایسے مقدمات شاذ ہی ہیں جن میں انگریزی قانون نے کسی الزام جرم کے متعلق بھی کم از کم مقدار ثبوت کا تعین کیا ہو۔[1] لیکن ذیل کی صورتیں اہم ہیں:-

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہوتی تھی۔ مثلاً اس میں یہ شرط تھی کہ کسی کارڈ نیل کو پاکدامن نہ ہونے کی سزا اس وقت تک نہ دی جائے گی جب تک کہ سات گواہ یا فار سکیو کے زمانے میں اس کے بیان کے لحاظ سے (De Laudibus, C. 32) بارہ گواہ نہ ہوں۔ اور یہ شرط اس لحاظ سے اور بھی زیادہ سخت ہو گئی تھی کہ کلیسائی قانون نے اسکے ساتھ ایک اور پابندی بھی لگا دی تھی یعنی یہ کہ فوجداری مقدمات میں عورت کی شہادت ناقابل قبول ہے۔ اس کا نتیجہ وہی نکلتا تھا جو قرآن شریف کے اس کے مماثل قاعدے کا نکلتا ہے جس میں زنا کے ہر الزام میں چار رویت کے گواہوں کا ہونا لازمی ہے یعنی بقول سر ولیم میور سزا کی دھمکی بالکل ناقابل عمل ہو کر رہ گئی۔" کیونکہ قانون شہادت میں مصنوعی قاعدے داخل کر کے قانون اضافی کے بھیس میں قانون اصلی کی ترمیم بہ آسانی کی جا سکتی ہے اور یہ بھیس اس بھیس سے بہت ملتا جلتا ہے جو پریٹار ربانی (praetores Urbani) نے قوانین روم کی ایک حیلے سے اصلاح کرنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ (Maine's Ancient Law ch. 111-Pollock and Mail) (land II 657e)

[1] دیوانی عدالتوں میں صرف دو صورتیں ایسی ہیں جن میں اسٹیٹیوٹ کے تحت مزید تائیدی شہادت کی ضرورت ہوتی ہے ایک تو غیر صحیح النسبی کی کارروائی میں اور دوسرے ان مقدمات میں جو شادی کرنے کا وعدہ ایفا نہ کرنے کے متعلق رجوع کئے گئے ہوں، طلاق کے متعلق دیکھئے :- صفحہ ۶۰۴ کتاب ہذا نیز (1907 P. p. 334) مترو کے کے مقدمات میں اگر دعویدار کی تائید نہ ہوئی ہو تو اس کو شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے (31 ch. D. 1.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۔ بغاوت اور اخفائے بغاوت کے متعلق قانون موضوعہ[1] میں یہ شرط ہے کہ کسی ملزم کو ایسے دو گواہان قانونی کی شہادت کے بغیر سزا نہ دی جائے گی جو اسی فعل آشکارا کے متعلق بیان کرتے ہوں یا بغاوت کے دو دوسرے آشکارا افعال کے متعلق شہادت دیتے ہوں یا کھلی عدالت میں خود ملزم نے قصداً اقبال جرم کیا ہو۔ اس قاعدے سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے آئرستان کی فینین سوسائٹی میں جس حلف کے ذریعے سے اشخاص شریک کئے جاتے تھے وہ اس سوسائٹی کے صرف رکن کی موجودگی میں اٹھایا جاتا تھا اور کوئی تیسرا شخص موجود نہ رہتا تھا۔

۲۔ دروغ حلفی یا جھوٹا حلف اٹھانے کا موجب ہونے یا اسی قبیل کے دوسرے افعال کے ارتکاب کے الزام کی صورت میں جو سنہ ۱۹۱۱ء[2] کے قانون دروغ حلفی کے تحت جرم قرار دیے گئے ہیں (اگرچہ حلف اٹھانے یا جھوٹی شہادت دینے کو ایک گواہ سے ثابت کیا جا سکتا تھا) خود شہادت کا جھوٹ ہونا صرف ایک گواہ سے قانوناً ثابت نہیں ہوتا ہے کیونکہ ایک حلفی بیان کی تردید دوسرے ایک حلفی بیان کے ذریعے سے نہیں ہو سکتی۔ جو جو واقعات ملزم نے بحلف جھوٹ بیان کئے ہوں ان کی تردید میں جو شہادت پیش ہو اس کی تائید کسی دوسری شہادت سے ہونا ضروری ہے اور وہ تائید کسی اہم امر کے ذریعے سے ہونا چاہئے۔ اس سوال کا تصفیہ کہ کوئی امر کافی حد تک اہم ہے یا نہیں جج کے ذمے ہے نہ کہ جیوری کے ذمے۔

---

[1] (1 Edw. 6. C. 12, S. 22) جس کی ترمیم (7 and 8 Will. 3. C. 3, S. 2.) میں دگنی نیز دیکھئے صفحہ ۳۱۸ کتاب ہذا۔ لیکن اکثر بغاوت کے جرائم کبیرہ میں صرف ایک گواہ کافی ہوتا ہے۔

[2] دیکھئے صفحہ ۳۵۶ کتاب ہذا نیز 1 and 2 Geo 5, c 6. S. 13

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

458 یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تائیدی واقعہ اس قدر اہم ہو کہ اس سے بجائے خود یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہو کہ زیر بحث بیان حلفی جھوٹ ہے۔ اس کی تائید دوسرے گواہ کے ذریعے سے یا کسی دستاویزی شہادت سے یا ملزم کے اقبال سے یا اتفاق کے مماثل کسی ذریعے سے کرائی جا سکتی ہے۔ لیکن محض یہ ثابت کرنا کہ ملزم نے ایسے متضاد بیانات دیے ہیں جو براہ راست ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں (اگرچہ دونوں بیانات حلفی ہوں) کافی نہیں کیونکہ ایسی صورت میں یہ امر بھی مشتبہ رہ جاتا ہے کہ ان دونوں بیانات میں سے کونسا جھوٹا ہے اور فرد قرار داد جرم علی سبیل البدل شکل میں ترتیب نہیں کی جا سکتی۔

۳۔ ۱۸۸۸ء کے قانون بابت ترمیم قانون فوجداری (Criminal Law Amendment Act.) کے تحت ان جرائم کے متعلق جن کا ارتکاب عورتوں یا بچوں کے خلاف کیا جائے یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ کسی شخص کو ایک گواہ کی شہادت پر کسی ایسے جرم کی پاداش میں سزا نہ دی جا سکے گی بجز اس کے کہ اس گواہ کی تائید میں کوئی اہم امر اور ایسی شہادت نہ پیش کی جائے جس سے ملزم کی مجرمیت ظاہر ہوتی ہو۔

۴۔ اسی قسم کی تائید کی ضرورت ۱۹۱۴ء کے قانون معدلت فوجداری

---

[1] دیکھئے Reg. V. Hook (1858) D. & B. 606 (K S. C. 422)

بعض امریکن مقدمات میں دروغ حلفی کو بغیر کسی گواہ کی شہادت کے صرف اس کی دو دستاویزات کے ذریعے سے ثابت کیا گیا ہے۔ مثلاً جبکہ ملزم کا لکھا ہوا خط اور ایک بیمک جو اس کے نام تھا گیا تھا اور جس کو اس نے محفوظ رکھا تھا، جائداد پر اس کی ملکیت کے متعلق یہ دونوں دستاویزات ایک دوسرے کی تردید کرتی تھیں۔ اس قسم کا ثبوت ممکن ہے کہ انگلستان میں بھی کافی تصور کیا جائے۔

[2] Reg V Parker (1842) C. and M. 639

[3] (Rex. V Harris (1822) 5 B and Ald 926

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(Criminal Justice Administration Act.) کے تحت (دیکھئے صفحہ ۴۴۷ کتاب ہذا) اُن مقدمات میں پیدا ہوا کرتی ہے جبکہ نہایت کم سن بچے کو بلا حلف شہادت دینے کی اجازت دی جائے۔ یہ احتیاط نہایت دور اندیشی پر مبنی ہے کیونکہ بالغ اشخاص کی عدالتیں اس امر کو پس پشت ڈال کر کہ چھوٹے بچے بڑے آدمیوں کے مقابلے میں غلط بیانی کم مگر خیال آرائی زیادہ کرتے ہیں ان کی شہادت کو نامناسب اہمیت دے سکتی ہیں۔ اسی لئے جج کو چاہیے جیوری کو ہمیشہ اسی خطرے سے آگاہ کرتا رہے کہ گواہوں کی اقسام میں بچے سب سے زیادہ ناقابل اعتماد ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ عام تجربہ ہے کہ وہ عموماً کم سنی کے زمانے میں اپنے
459 خوابوں کو حقیقت تصور کرتے ہیں دوسروں سے سنے ہوئے واقعات کو اپنے ذاتی علم کی طرح چرب زبانی سے بیان کرتے ہیں اور سزا کے خوف، انعام کی امید، اور شہرت کی خواہش سے زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں[1]۔ دوران بیان میں جیسا رخ ان کو دیا جائے نہ صرف اسی پر بہہ نکلتے ہیں، بلکہ اپنے دل سے بھی واقعات گھڑ لیتے ہیں۔

---

[1] دیکھئے Rex. V. Davis (1 16) 85 L. J. K. B. 208

علاوہ ازیں ایک بچے کی بلا حلف شہادت کی تائید دوسرے بچوں کی بلا حلف شہادت سے نہیں کرائی جا سکتی۔ دیکھئے Rex. V. Coyle [N. I. (1936, 208] Rex. V. Mansel (1934) 25, Cr. App. R. 18, نیز

ایسے بچے کا کیا ہوا استغاثہ بھی اس کی شہادت کی مناسب تائید نہیں ہے۔ کیونکہ استغاثہ (دیکھئے صفحہ ۳۸۴ کتاب ہذا) صرف مستغیث کے مناسب طرز عمل کا ثبوت ہے۔ نہ کہ ان واقعات کا جن کا الزام لگایا گیا ہے۔

[2] Mr. Interwick, k. c.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۵۔ جب کہ گواہ خود اسی جرم[1] کا شریک[2] رہ چکا[3] ہو جس کی تحقیقات کی جا رہی ہو تو جج کا فریضہ ہے کہ وہ جیوری کو اس خطرے سے پوری طرح آگاہ کر دے کہ وہ اسی کی شہادت پر بغیر کسی مزید تائید[4] کے کہیں اس کے مجرم ہونے کی رائے نہ دے دیں۔ علاوہ ازیں اس تائید سے نہ صرف کسی[5] ایسے اہم امر کی توثیق ہونی چاہیئے جو گواہ نے بیان کیا ہو بلکہ تائیدی امر

---

[1] لیکن اگر اور جب مال کر کسی گھوڑے کا سرقہ کریں اور ب اس کو ج کے ہاتھ فروخت کر ڈالے اور ج پر وصولی مال مسروقہ کے الزام کے تحت مقدمہ چلایا جائے تو اس مقدمے میں ا کے بیان کے لئے تائیدی شہادت کی ضرورت نہ ہوگی۔

[2] اگر وہ صرف معین بعد از ارتکاب جرم ہو تب بھی اس کو شریک جرم تصور کیا جائے گا۔

[3] جیوری کی رائے میں۔

[4] اسی طرح اس وقت بھی جیوری کو آگاہ کیا جاتا ہے جب کسی جنسی جرم کی تائید میں صرف بالغ مستغیث کو پیش کیا جائے۔ کیونکہ اس کی تائید کرانا گو قانوناً لازمی نہیں لیکن عملاً ضروری ہے۔ دیکھئے (18 Cr. App. R. 12) لیکن اگر جج نے آگاہ کر دیا ہو تو تجویز سزا بحال رہ سکتی ہے۔ دیکھئے: Rex V Crocker (1922) 17 Cr. App. R. 45); نیز دیکھئے (Rex V. Jones (1025) Cr. (App. R. 40) اور جب کہ کسی واقعے کی تائید ہو چکی ہو تو ہدایت نہ دینے کے باوجود سزا کی تجویز کو درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ دیکھئے: (24 Cr. App. نیز دیکھئے (Rex V Gregg (1932) 102 L. J. K. B. 129);

R. 13 see also p. 539 (post)

[5] ہر اہم امر نہیں۔ کیونکہ اگر اس طرح کہا جانے لگے تو پھر شریک جرم کی شہادت کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

[6] دیکھئے (Rex V. Basker ville (1916) 2. K. B. 658) مثلاً یہ کہ ملزم کے مکان پر ایک چاقو پایا گیا جس پر گھر کے پتے کا ویسا ہی نشان تھا جیسا کہ نقب زن کے گرائے ہوئے چاقو پر تھا دیکھئے (C. C. C. Sess Pap. CXI, VII) یا ملزم کا سکوت بھی تائید کے برابر ہو سکتا ہے۔ دیکھئے (14 Cr. App. R. 1.) لیکن اس کا مقابلہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسا ہونا چاہیئے جس سے جرم متعلقہ سے خود ملزم کا بھی تعلق ظاہر ہوتا ہو۔ کیونکہ معین جرم چونکہ جرم کے جملہ واقعات سے بخوبی واقف رہتا ہے اس لئے وہ حقیقی واقعات جن کی مکمل تائید ہو سکتی ہے بیان کر سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی نہایت آسانی کے ساتھ وہ حقیقی مجرم کے بجائے کسی بے گناہ کے نام کو بھی شامل کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ محض یہ بھی کافی نہیں ہے کہ کسی معین جرم کے بیان کی ایسے امور کی بابت تائید ہوتی ہو
160 کہ نقب زنی کی رات کو موسم کیسا تھا اور کتنے دریچے توڑے گئے تھے۔
اور ملزمین دو ہوں اور معین جرم کی شہادت سے صرف ایک ملزم کے خلاف تائید حاصل ہوتی ہو تو دوسرے ملزم کی حد تک جیوری جج کی ہدایت کی تعمیل سے عہدہ برآ نہ ہوگی۔ محض یہ امر کہ ملزم کو ارتکاب جرم کا موقع حاصل تھا کافی نہیں بلکہ موقع حاصل ہونے کے ساتھ مشتبہ حالات کا وجود بھی ہو تو اس سے تائید حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح تحقیقات نسب کے مقدمات میں محض یہ واقعہ کہ مبینہ باپ نے ایک جھوٹا بیان دیا تھا اس شہادت کی تائید نہیں کرتا جو ماں نے ادا کی تھی بجز اس کے کہ اس بیان کی نوعیت ایسی ہو اور وہ ایسے حالات میں دیا گیا ہو جس سے ماں کی شہادت کی تائید میں اس سے کوئی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (19 Cr. App. R. 27) سے کہیئے۔ نیز دیکھئے صفحہ ۴۴۰ کتاب ہذا)

[1] اس کے علاوہ تحقیقات نسب کی کارروائی میں محض دلالت کے واقعے سے کافی تائید نہیں ہوتی۔

[2] چنانچہ عدالت طلاق میں (جہاں خانگی سراغرسانوں کی شہادت کے لئے اس قسم کی تائید کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے) اگر کوئی سراغرساں یہ کہے "میں نے مدعی علیہ اور مدعی علیہا کو مل کر ہوٹل میں جاتے ہوئے دیکھا اور پھر میں نے اس پولیس کانسٹیبل کو اس امر کے متعلق توجہ دلائی" تو پولیس کانسٹیبل کے صرف یہ کہنے سے اسکی تائید نہیں ہوگی کہ "انھوں نے مجھے ہوٹل میں ایک مرد اور ایک عورت کو داخل ہوتے ہوئے دکھلایا تھا"۔

[3] (Jones V Thomas (1934) 1 K. B. 323.)

[4] (Rex. V. Gay (1909) 2 Cr. App. R. 327)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی دوسرے شریک جرم یا چند شرکائے[1] جرم کی تائید کافی نہیں ہے۔ لیکن جاسوس حقیقت میں شریک جرم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کی شرکت افعال مجرمانہ کی حد تک ہوا کرتی ہے نیت مجرمانہ میں وہ شریک نہیں ہوتا، اس لئے اس کے بیان کی تائید کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی[2]۔

لیکن شرکائے جرم کے بیانات کی تائید میں دوسری شہادت کی ضرورت کے متعلق کامن لا کے یہ قاعدے (جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں) محض احتیاط پر مبنی ہیں اور فی الحقیقت[3] حکم کا اثر نہیں رکھتے۔ چنانچہ ان مقدمات میں جو مستلزم سزائے موت تھے بغیر تائیدی شہادت کے شہادت شریک جرم کی گواہی پر جیوری کا سزا کی رائے دینا مرافعے میں بھی صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس احتیاط کی اہمیت بھی شریک جرم کے بیان کردہ واقعات کے قرین عقل ہونے، اس کی اس جرم کے ارتکاب میں شرکت کی حد اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔

"جیوری کے لئے ایک اطلاع دہندے کے مقابل میں دو اطلاع دہندوں پر اعتماد کرنا لازمی نہیں ہے۔" دیکھئے (15 Cr. App. R. 177) یہ امر مشکوک ہے کہ کسی شریک جرم کی شہادت کی تائید کس حد تک اس کی زوجہ کی شہادت سے ہو سکتی ہے۔ دیکھئے:-

Rex. V. Payne (1913), 8 cr. App. R. 171.

[2] دیکھئے Rex V Bickley (1909), 2 cr. App. R. 53

نیز دیکھئے: Reg V. Nutius (1848), 3 Cox 526.

بریں ہم ایسا شخص جس نے غلط بیانی کو اپنا پیشہ بنا لیا ہو خاص طور پر ناقابل اعتماد ہے۔

[3] "کوئی قانونی قاعدہ نہیں بلکہ: دور اندیشی کا قاعدہ دیکھئے:-

12 Cr. App. R. 17,45 6.81, 14 Cr. App R. 121.

لیکن جہاں اسٹیٹیوٹ کے تحت تائید کی ضرورت ہو تو پھر تائید نہ ہونے کی صورت میں مقدمے کو جیوری کے ملاحظے سے اٹھا لینا چاہئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نوعیت اور جرم کی سنگینیت کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ چنانچہ ان مقدمات میں اس احتیاط کے برتنے کے متعلق ہدایت کرنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی جہاں الزام ایسا ہو کہ اس سے ملزم پر کوئی اخلاقی دھبہ نہ آتا ہو اور اس کے اعتبار میں کوئی فرق پیدا نہ ہوتا ہو مثلاً کسی شاہراہ کو تعمیر نہ کرنے کا الزام۔

۶۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے روڈ ٹریفک ایکٹ کی دفعہ (Road Traffic Act) کے تحت بعض قسم کی گاڑیوں کو شاہراہ پر معینہ رفتار سے زیادہ تیز چلانا جرم ہے اور ایسے جرم کے ارتکاب کی صورت میں رفتار کے متعلق "صرف ایک گواہ کے مجرد بیان" پر سزا نہیں دی جا سکتی لیکن صرف ایک گواہ کی شہادت اس وقت کافی ہو سکتی ہے جبکہ وہ صرف اپنی "رائے" کا اظہار نہ کرے بلکہ ایک ایسا واقعہ بیان کرے جس کے متعلق اس نے اسٹاپ واچ (Stop Watch) اور ناپے ہوئے فاصلے[۲] کے ذریعے سے تحقیق و توثیق کر لی ہو۔

قاعدہ ۲۔ اس اصول کے تحت جس کے ذریعے سنی سنائی شہادت کا اخراج کیا جاتا ہے (ان عام مستثنیات کے علاوہ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے) چند ایسی مستثنیٰ صورتیں اور بھی ہیں جو صرف فوجداری مقدمات کی حد تک مخصوص ہیں۔ ان میں سے تین صورتیں قابل غور ہیں:۔

۱۔ جن اشخاص کے خلاف جنسی جرائم کا ارتکاب کیا گیا ہو اور انھوں نے کسی دوسرے شخص کے روبرو اس کی شکایت کی ہو تو اس بارے میں اس دوسرے شخص کا بیان قابل ادخال شہادت ہوگا۔ دیکھئے صفحہ ۴۳۸ کتاب ہذا۔

۲۔ قتل[۳] کے مقدمات میں وجہ موت کے متعلق مقتول کا بیان عند الموت

---

[۱] Reg. V. Boys (1861) T. B. and S 311 (K. S. C. 535

[۲] Plancq V. Marks (1906) 70 J. P. 216.

[۳] Rex. V. Mead (1824) 2 B, and C. 605 (K. S. C. 519).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بعض حالات میں قابل ادخال شہادت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس استثناء پر ۱۶۹۷ء سے پوری طرح عمل کیا جانے لگا تھا۔ اس سال اولڈ بیلی میں جبکہ ایک قتل کے مقدمے میں یہ شہادت ناقابل ادخال اقرار دی گئی تھی کہ مقتول نے قبل از قبل یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ اور ملزم دونوں ایک فیصلہ کن محاربہ کرنے والے ہیں ایک دوسرے مقدمے میں جہاں ایک مصور پر لنکنز ان فیلڈز میں دو بیلفوں کو قتل کرنے کا الزام تھا ان کے مرنے کے وقت کے کہے ہوئے الفاظ کو مصور کے خلاف قابل ادخال شہادت قرار 462
دیا گیا۔ ایسے بیانات اس لئے قابل ادخال شہادت قرار دیے جاتے ہیں کہ انسان پر مرتے وقت جو رعب مذہب چھا جاتا ہے اس کی اہمیت قانونی حلف کے مساوی ہو جاتی ہے[۲]۔ چنانچہ اس اصول کو چار سالہ بچے کے بیان سے متعلق نہیں کیا گیا[۳]۔ اسی طرح اس قاعدے پر اس وقت بھی عمل نہیں کیا جاتا جب کہ مرنے والے کو یہ احساس نہ ہو کہ وہ عنقریب مر جائے گا۔ محض یہ امر کافی نہیں ہے کہ اس پر موت کا خوف طاری تھا[۴] یا وہ "خیال کر رہا تھا کہ مرنے والا ہے"[۵] بلکہ اس کا خیال اس حد پر ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کیونکہ یہی ایک ایسا جرم ہے جس میں وہ شخص جس کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو مجرم پر مقدمہ چلنے کی صورت میں گواہی نہیں دے سکتا۔

۱ (Hargrave MSS. in British Museum. No. 146 p. 162)

۲ دیکھئے (Rex. V. Wood cock (1783) 1 Leach 500

"یہ ہر کلیے سے مستثنیٰ ہیں اور ان کا ہمیشہ بڑا اثر ہوتا ہے"۔ جسٹس کولرج نے ۱۸۴۵ء میں کہا تھا۔

۳ (Cf. Reg V. Tenkins (1869) L. C. C. R. 187. (K. S. C. 515)

۴ (C. C. C. Sess. Pap CXXVI 311.

۵ Reg. V. Neill (1892), C. C. C. Sess Pap CXVI, 1416

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(اس سے کم نہیں) کہ "اب موت ٹل ہی نہیں سکتی"[1]۔ بریں ہم جس وقت اس نے بیان دیا ہو اگر اس وقت اس کو اپنے بچنے کی قطعی کوئی توقع نہ ہو تو یہ واقعہ کہ اس کے معالج اس سے ناامید نہیں ہو گئے تھے یا یہ امر کہ بیان دینے کے بعد وہ کئی روز تک زندہ رہا، اس کے بیان کو ناقابل ادخال شہادت قرار دلوانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ بہرحال موجودہ رجحان یہ ہے کہ بجز نہایت ہی واضح اور صاف صورتوں کے بیانات کو قابل ادخال شہادت نہ قرار دیا جائے اور ان صورتوں میں بھی (بقول جسٹس بیلس)[2] ان کو "نہایت محتاط طریقے پر اور مشکوک نظروں سے" جانچ لینا چاہیئے۔ ان بیانات کی بنا پر ملزم کو رہا بھی کیا جا سکتا ہے مثلاً متضرر اپنے بیان میں یہ کہے کہ اس نے عمداً خودکشی کی ہے یا اتفاقی طور پر وہ خود اپنی موت کا باعث ہو گیا۔

یہ ملحوظ رہے کہ یہ قاعدہ عام جرائم کی تحقیقات کی حد تک نہیں بلکہ صرف قتل کے مقدمات کی حد تک محدود ہے۔ چنانچہ اس کا استعمال اس وقت نہیں کیا جاتا جبکہ ایسے شخص پر جس نے کسی کو ہلاک کیا ہو اس جرم کی علت میں مقدمہ نہ چلایا جا رہا ہو بلکہ صرف کسی سابقہ جرم کے تحت (مثلاً اسقاط حمل کرانے یا ڈاکہ ڈالنے کی بنا پر) مقدمہ چلایا جا رہا ہو اور اس میں ہلاکت واقع ہو گئی ہو[3]۔ علاوہ ازیں جان وجہ موت صرف ایسے حالات کی حد تک قابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے جنکا اس واقعۂ ہلاکت سے بالکل ہی قریبی تعلق ہو[4]

---

[1] Reg. V. Peele (1860) 2 F & F 21; Reg V. Gloster (1888) C. C. C. Sess. pap CVIII 647. (K. S. C. 518)

"میں خیال کرتا ہوں کہ میں مر رہا ہوں" کے الفاظ کو جسٹس لش (Lush) نے باوجود اعتراض ہونے کے کافی قرار دیا دیکھئے (Rex. V. Klaproth C. C. C. Feb 21 1921)

[2] Reg. V. Jenkins (1869) I. C. C. R. 187, 193 (K. S. C. 515)

[3] Reg. V. Hind (1860) Bell 253.

[4] دیکھئے Toronto Law Jouraal 379.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

463 (۳) جب گواہ نے (خواہ وہ مستغیث کی جانب سے پیش ہوا ہو یا ملزم کی) اس جج کے سامنے جس نے مقدمے کو نمبر پر لیکر تحقیقات کے لئے سپرد کیا ہو[1] اپنا اظہار دے دیا ہو تو ایسے اظہار کو اس جدید تحقیقات میں اس گواہ کو طلب کئے بغیر استعمال کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس دوران میں فوت ہو چکا ہو، یا دیوانہ ہو گیا ہو، یا علالت کی وجہ سے سفر کرنے کے قابل نہ ہو، یا ملزم نے یا اس کی جانب سے کسی شخص نے اس کو روک رکھا ہو[2]۔ لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ اگر گواہ صرف ملک غیر کو گیا ہوا ہو تو پھر اس کا اظہار مذکورۂ بالا طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا بجز اس کے کہ مقدمہ جرم صغیر سے متعلق ہو اور فریق مخالف نے اس کے استعمال کے متعلق اپنی رضامندی ظاہر کر دی ہو۔ جو اظہار قلمبند کیا گیا ہو اس پر گواہ اور کم از کم ایک سپرد کنندۂ مقدمہ مجسٹریٹ کے دستخط کا ہونا لازمی ہے، لیکن ان دستخطوں کی اصلیت کو ثابت کرنے کے لئے کسی گواہ کو طلب کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگر گواہ دستخط کرنے سے انکار کرے یا وہ دستخط کر ہی نہ سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس کے دستخط سے قطع نظر کی جا سکتی ہے[3]۔ جب کبھی کوئی بیان شہادت میں پیش کیا جائے تو اس کے متعلق یہ ثابت کیا جانا چاہئے کہ (۱) گواہ کی غیر موجودگی کا سبب مذکورۂ بالا اہم وجوہ میں سے کوئی ایک ہے اور یہ کہ ملزم[4] (۲) اس وقت موجود تھا جب کہ گواہ نے وہ

---

[1] دیکھئے (Criminal Justice Act 1925. S 13.

[2] (Rex V Harrison (1692) 12 st. Tr. 834 Cf The Times March 7 1855 and C. C. C. Sess. Pap. VII 581

بچوں یا تو عمر اشخاص کے لئے دیکھئے :- (23 Geo. 5. C. 12 S. 3) دیکھئے صفحہ ۵۳۹ کتاب ہذا۔

[3] Rex. V. Holloway (1901) 65 J. P. 712.

[4] نمبر ۲ اور ۳ کے واقعات کو عموماً پولیس کانسٹبل کے ذریعے سے ثابت کیا جاتا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اظہار دیا تھا اور (۳) اس کو گواہ[1] پر جرح کرنے کا موقع حاصل تھا۔

مقدمے کے سپرد ہو جانے کے بعد کی تحقیقات میں کسی گواہ کے اظہار کو بطور شہادت پیش نہیں کیا جا سکتا بجز اس کے کہ ملزم پر وہی الزام عائد کیا گیا ہو یا انھی[2] حالات سے وہ جرم پیدا ہوا ہو جس کی تحقیقات کے لئے مقدمے کو سپرد کیا گیا ہو۔

464 قاعدہ ۳۔ اگر ملزم اپنے اچھے چال چلن کے متعلق شہادت پیش کرے تو وہ فوجداری عدالتوں میں ہمیشہ قابل ادخال ہے۔ لیکن اس کے چال چلن کی شہادت کو عموماً خارج کر دیا جاتا ہے۔ (صفحہ ۴۲۰ کتاب ہذا) اور دیوانی عدالتوں میں چال چلن کے اچھے یا برے ہونے کی کوئی شہادت بھی قابل ادخال[3] نہیں ہے۔ فوجداری عدالت میں اس شہادت کو قابل ادخال قرار دینے کی یہ استثنائی صورت انگلو سیکسن عہد کی یادگار معلوم ہوتی ہے اس زمانے میں جو اشخاص ملزم کی بے گناہی کی شہادت دیتے تھے ان کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جس سے کمٹنگ مجسٹریٹ مقدمہ چلانے کی بابت محکمہ لے لیتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۰ء کے کریمنل جسٹس ایکٹ (The Criminal Justice Act) کی دفعہ ۳ ضمن ۳ کے تحت کمٹنگ مجسٹریٹ یا اس کے صیغہ دار کے صدا قتنامے کے ذریعے سے بھی اس کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔

[1] ایک غیر ملکی کے مقدمے میں میں نے ایک اظہار کو خارج کئے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ اس بیان کے قابل ادخال شہادت ہونے کا جو گواہ تھا وہ غیر ملکی زبان سے ناواقف تھا اور یہ امر ثابت نہیں ہوا تھا کہ مترجم کے الفاظ سے ملزم کو فی الحقیقت یہ اطلاع مل چکی تھی کہ وہ اس پر جرح کر سکتا ہے۔

[2] مثلاً ایک قتل اور قتل کرنے کے ارادے سے زخم پہنچانا۔ دیکھئے (2 Cr. App. R. 257)

[3] بجز اس کے کہ وہ راست متعلق ہو۔ مثلاً ازالۂ حیثیت عرفی کے مقدمات میں اسی طرح مستغیث کا چال چلن بھی عموماً ناقابل ادخال شہادت ہے۔ لیکن مستغیثہ کی بدچلنی کی شہادت زنا بالجبر یا عفت پر حملے کے مقدمات میں قابل ادخال ہے۔ دیکھئے صفحہ ۴۲۹ کتاب ہذا۔

نیز دیکھئے Rex. v. Clearke (1817), 2 Starkie 241

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حلف لینے کی ضرورت نہ تھی (دیکھئے پالک اور میٹ لینڈ ۲، ۴۳۴)۔
لیکن یہ قاعدہ جس قدر قدیم اور عام ہے اسی قدر اس کی حقیقی وسعت کے متعلق اختلاف آرا ہے۔ اس کے متعلق سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس طرح گواہ کو جس امر کے بیان کرنے کی اجازت دی جاتی ہے وہ ملزم کا "چال چلن" ہوتا ہے یا اس کی خصلت یا اس کی عام شہرت؟ راؤٹن کے مقدمے میں (Reg. v. Rowton (1865) کراؤن کیسز ریزرو ڈ کی عدالت نے (اگرچہ بکثرت آرا ہی) آخر الذکر امر کو اختیار کر لیا۔ چنانچہ ملزم کی خصلت کے متعلق کوئی شہادت پیش نہ ہونا چاہیئے اور اس کے کسی خاص فعل یا افعال کے متعلق تو شہادت بالکل ہی پیش نہیں کی جا سکتی۔ گواہ کو بقول لارڈ ارسکن یہ نہ کہنا چاہیئے کہ "اب یا جج نے اس شخص کے چال چلن کے متعلق کیا کہا بلکہ اس کو کہنا یہ چاہیئے کہ اس شخص کے متعلق عام رائے کیا ہے۔ کیونکہ چال چلن دراصل اس رائے کا آہستہ آہستہ پھیلنے والا اثر ہے جو کسی شخص کے طرز عمل کے متعلق سوسائٹی قائم کرتی ہے اور جو بعد میں خود کو وسعت دے کر ایک حلقے سے دوسرے حلقے میں ملتی ہوئی آخر کار عام رائے کا رتبہ حاصل کر لیتی ہے۔ اس عام رائے کو شہادت میں پیش کرنے کی اجازت ہے"۔
لیکن ایک عرصے قبل جیسا کہ لارڈ ایلن برو نے کہا تھا "شہادت کی کسی شاخ پر اس سے زیادہ بے توجہی نہیں کی جاتی" اور اس سخت قانونی کلیئے کی طرف سے عملاً مسلسل بے توجہی کی جاتی ہے کیونکہ موجودہ حالات میں گنجان شہروں کے اندر مشغول زندگی بسر کرنے کی وجہ سے یہ ناممکن ہو گیا ہے کہ کسی شخص کے طرز عمل اور رویے پر کہی اشخاص کی مستقل

---

[1] امریکن عدالتوں میں بھی یہ رائج ہے: L. and C. 520 (K.S.C. 528)۔

[2] ہارڈی کی جانب سے جواب دہی کرتے ہوئے انھوں نے تقریر میں کہا تھا۔

[3] Rex v. Jones (1809), 31 St. Tr. at. P. 810;

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اتنے طویل عرصے تک نظر رہے کہ اس کی بنا پر کوئی "عام رائے"
465 نشو ونما پا جائے۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسائے اور اس کے گاہک تک اپنے
شخصی تجربے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔ بریں ہم اس سخت کلیے پر
عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے تحقیقات کا ایک نہایت وسیع میدان
کھل جاتا ہے کیونکہ کسی گواہ کی اپنے ہمسائے کے رویے کے متعلق
انفرادی رائے کی تائید یا جانچ کرنے کے لئے ان تمام بے شمار واقعات
پر مغز پاشی کرنی پڑتی ہے جن کی بنا پر اس نے اپنی رائے قائم کی تھی
لیکن کسی شخص کی عام شہرت کی شہادت اس کی خصلت کا موزوں
اور مختصر ثبوت ہوتی ہے۔ لیکن اسی مختصر اور اصطلاحاً زیادہ صحیح طریقۂ
ثبوت میں یہ نقصان ہے کہ ایسی تمام شہادت خارج ہو جاتی ہے (جو کہ
اسی گواہ سے جو اچھی شہرت کے متعلق شہادت دیتا ہے حاصل ہو سکتی
ہے) جو اس شخص کی خاص خاص برائیوں سے متعلق تھی اور جن کی بناء
پر بجائے اس کو نیک نام تصور کرنے کے بدخصلت قرار دیا جا سکتا تھا۔
ثبوت کے دونوں طریقوں میں بہر حال اس منفی شہادت کو (جو کہ
عملاً کثرت سے دی جاتی ہے) قابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے
مثلاً یہ کہ "میں نے کبھی اس کے خلاف کوئی بات نہیں سنی"۔ کسی شخص
کے خصائل کی بہترین توصیف اس منفی طریقے ہی سے کرنا ممکن ہے
کیونکہ بیشتر آدمیوں کے متعلق اس وقت تک کوئی ذکر نہیں ہوتا جب تک
کہ ان[1] سے کسی غلطی کا ارتکاب عمل میں نہ آئے۔
اچھے چال چلن کی شہادت اپنی نوعیت کے لحاظ سے مخصوص
ہے کیونکہ اس میں گواہ اپنے علم کے بجائے دوسرے اشخاص کے علم کو
بیان کرتا ہے۔ قانونی ضابطہ بھی اس کے لئے ایک مخصوص نوعیت

[1] لارڈ چیف جسٹس کاکبرن نے بمقدمہ Reg. v. Rowton (1865), L. and C. 520 (K.S.C. 533)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا ہے کیونکہ فریق مخالف کو اس کے جواب میں تقریر کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا، حتیٰ یہ کہ اس کو اس بیان پر جرح بھی نہ کرنا چاہیئے[1] تاوقتیکہ وہ یہ نہ سمجھتا ہو کہ جرح کے ذریعے سے وہ ملزم کے خلاف کوئی معین الزام عائد کرسکتا ہے مثلاً یہ کہ اس نے مماثل جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن اچھے چال چلن کی شہادت کی تردید میں خواہ وہ گواہان تائید الزام پر جرح کرکے حاصل کی گئی ہو یا خود ملزم نے دی ہو[2] بدنامی کی شہادت پیش کی جاسکتی ہے، بدخصلتی کی شہادت پیش نہیں کی جاسکتی (سوائے اس کے کہ بعض اوقات سابقہ سزایافتہ ہونے کی شہادت سے اس کی تردید کیجاسکتی ہے) 466

ملزم کے وکیل کو اپنے موکل کے اچھے چال چلن کا اس وقت تک ادّعا نہ کرنا چاہیئے جب تک کہ وہ اس کے متعلق شہادت پیش کرنیوالا نہ ہو۔ برخلاف اس کے اگر اس نے اس امر کی حد تک کوئی شہادت طلب نہ کی ہو تو چالان یا استغاثے کا اس ترک کے متعلق کوئی تبصرہ کرنا خلاف مصلحت ہوتا ہے۔

چال چلن کی شہادت کو حد سے زیادہ وزن نہ دینا چاہیئے[3]۔ اس کی بناء پر واقعات کی صاف و صریح شہادت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر ایسا ہی ہوا کرے تو پھر کسی کو بھی سزا نہ دی جاسکے گی کیونکہ

---

[1] لیکن ایسی شہادت اتنی شاذ و نادر ہے کہ نہ تو لارڈ چیف جسٹس کابرن نے اس کو پیش ہوتے دیکھا اور نہ لارڈ چیف جسٹس کولرج نے۔ دیکھیے:-

C. C. C. Sess. Pap. CXV, 170)

[2] دیکھیے صفحہ ۴۷۸ کتاب ہذا۔

[3] اگر آپ کو کوئی شبہہ پیدا ہو تو آپ چال چلن کا لحاظ کرنے کے مجاز ہیں۔ لیکن اگر صرف شہادت کی وجہ سے آپ کے ذہن میں کوئی شک پیدا ہو گیا ہو تو کیا آپ چال چلن کی تصدیق کو کچھ اہمیت دیں گے؟ (جسٹس ایوری مقدمہ Avory, J; at C.C.C. 1922)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہر ملزم کا چال چلن اس وقت تک اچھا ہی ہوتا ہے جب تک کہ وہ اس کو ایک مرتبہ خراب نہ کرلے۔ ان صورتوں میں چال چلن کی شہادت کی اہمیت بہت زیادہ ہو جاتی ہے جب کہ صفائی یہ پیش کی گئی ہو کہ ملزم وہ شخص نہیں ہے اور شناخت غلط کی گئی ہے یا یہ تعین کرتے وقت کہ کسی واقعے کے دو نتائج میں سے کون سے نتیجے کو اخذ کرنا چاہئے، نیز نیت مجرمانہ کے معاملے میں چونکہ نیت مجرمانہ کی بابت ہمیشہ واقعات سے ہی نتیجہ نکالا جاتا ہے، اس لئے چال چلن کی شہادت کی اہمیت بہت زیادہ ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ ایسے مقدمات میں جبکہ کسی شخص کے قبضے میں حالیہ مسروقہ مال پایا جائے چال چلن کی شہادت نہایت کارآمد ثابت ہوتی ہے۔ لینکن کے ایک خیراتی بازار میں ۱۹۰۰ء کے قریب ایک دن یہ غل اٹھا کہ ایک تھیلی چوری گئی ہے۔ چور نے مسروقہ تھیلی کو ایک بشپ کے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ لیکن وہ تمام شکوک جو اس تھیلی کے بشپ کے کوٹ کی جیب میں پائے جانے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے اس کوٹ کے پہننے والے کے مذہبی چال چلن کی وجہ سے رفع ہو گئے۔ بریں ہم اچھے چال چلن کی شہادت عجیب اور ناقابل قیاس طور پر اس موقع پر محض بے کار تصور کی جاتی ہے جہاں اس کی بے حد ضرورت ہوتی ہے یعنی ان جرائم میں جو بہت سنگین اور بھیانک ہوتے ہیں۔ کیونکہ "شدید اور سنگین جرائم میں فعل مجرمانہ اس قدر غیر معمولی نوعیت کا ہوتا ہے کہ اگر اس کا ارتکاب عمل میں آئے گا تو اس کے لئے ایسے محرکات کی ضرورت ہوگی جو عام طور پر انسانی دماغوں میں پیدا نہیں ہوتے۔ لہذا کسی شخص کا روزمرہ کا عام طرز عمل والا چال چلن چھوٹے جرائم کے الزامات کی بہ نسبت اس موقع کے لئے بہت حد تک بے اثر ہوگا"[1]

[1] چیف جسٹس شا نے بہ مقدمۂ پروفیسر ویبسٹر کہا تھا۔ صفحہ ۴۰۳ کتاب ہذا چال چلن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

467 بہرحال جرم ثابت ہو جانے کے بعد یہ تعین کرنے کے لئے مجرم کو کسی قدر سزا دی جائے چال چلن کی شہادت نہایت اہم ہو جاتی ہے اور جرم کے ثابت ہونے سے قبل دوسرے جرائم کی شہادت بھی بعض حالات میں اپنی واقعی اہمیت کے لحاظ سے قابل ادخال قرار دی جاتی ہے (کتاب ہذا صفحہ ۴۲۱، ۴۷۷)۔

قاعدہ ۴۷۔ فوجداری کارروائیوں میں کسی فریق کے (یا اس کی جانب سے) کئے ہوئے اقبالات دیوانی کارروائیوں کے اقبالات کے مقابلے میں کسی قدر تامل کے ساتھ قابل ادخال شہادت قرار دیے جاتے ہیں۔

دیوانی عدالتوں میں مدعی یا مدعی علیہ یا ان کی جانب سے کئے ہوئے اقبالات نہایت آسانی سے قابل ادخال شہادت قرار پا جاتے ہیں۔ لیکن فوجداری کارروائیوں میں سنجانب چالان اقبالات ناقابل ادخال شہادت ہیں، کیونکہ اصولاً مستغیث فریق مقدمہ نہیں ہوتا بلکہ مقدمہ سرکار کے نام سے چلایا جاتا ہے۔ ملزم کے کئے ہوئے اقبال کو بھی شہادت میں پیش کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں دی جاتی جب تک وہ بالکل بطور خود[1] نہ کیا گیا ہو۔ (یہ امر کہ آیا وہ بطور خود کیا گیا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی شہادت کے اثر کے متعلق ایک اچھا تبصرہ ذیل کے مقدمے میں دیکھئے:

13 Cr. App. R. . 125

[1] امریکہ میں اسی کے مماثل اصول رائج ہے۔ بریں ہم یہ بدنامی ہوتی ہی رہتی ہے کہ پولیس گرفتار شدہ اشخاص کو انتہائی اذیت دیکر تابڑ توڑ سوالات کرتی ہے (نو بجے رات سے لیکر صبح کے چار بجے تک) یا ان کو پانی نہیں دیا جاتا یا ان کو مار مار کر سوالات کئے جاتے ہیں "سویٹ باکس کیس" [The State v. Ammons (1901), 80 Mississippi, 592] (Sweat Box Case) سپریم کورٹ (عدالت اعلیٰ) نے دسمبر ۱۹۲۴ء میں اس طرز عمل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا نہیں اس کا تصفیہ[1] جج کرتا ہے نہ کہ جیوری) خواہ کسی صورت سے بھی اقبال کی نوعیت کے متعلق کوئی شبہہ نہ پیدا ہوتا ہو لیکن اب اس کو چالان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اقبال کے بطور خود کئے جانے کو شہادت سے ثابت کرے[2]۔

اگرچہ خود فریق مقدمہ کے اقبالات پہلی نظر میں شہادت کی جملہ شکلوں میں سب سے زیادہ قابل اطمینان معلوم ہوتے ہیں۔ (اور اسی لحاظ سے دیوانی قانون اور کلیسائی نظائر[3] میں اس کی وقعت بھی کی جاتی تھی) لیکن تجربے سے اب یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ خصوصاً سنگین جرائم کے مقدمات میں اس کے متعلق دو نہایت خطرناک غلطیاں ہو سکتی ہیں۔

468

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی نہایت مذمت کی۔ اس پر بھی ۱۹۲۵ء میں بمقام نیوجرسی ایک شخص ہیریسن نوئل نامی سے جس کو قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا، پولیس نے گیارہ گھنٹے تک سوالات کئے اور اس کے بعد اس کو دو گھنٹے سونے دیا گیا اور پھر دس گھنٹے تک مسلسل سوالات کئے۔ یعنی تیئیس گھنٹوں میں سے اکیس گھنٹے اس سے سوالات کئے گئے۔ اس کے بعد اس غریب نے اقبال کر لیا۔ لیکن اس اقبال کی اہمیت کیا تھی؟

[1] Reg. v. Warringhan (1851), 2 Den. at P. 448

[2] Crahim v. R. (1914) A. C. 599

[3] لارڈ اسٹورل کہتے ہیں:۔ "شہادت کی ترازو میں اقبال عموماً نہایت وزنی ہوا کرتا ہے ..... اس کو شک و شبہے سے مبرا حقیقت کے طور پر ..... ایک اعلان تصور کر کے قابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے بجز اس کے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ملزم اس کے ذریعے سے اپنی کوئی دوسری غرض پوری کرنا چاہتا ہے۔ (2 Hag. Con. 316) لیکن اب عدالتہائے طلاق ایسے اقبالات کو اہمیت نہیں دیتیں جن کی تائید دوسری شہادت سے نہ کرائی گئی ہو، سوائے اس صورت کے کہ وہ اس کے متعلق پوری احتیاط اور حد درجے غور و خوض کیا گیا ہو۔" اقبال دھوکے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱) کسی نفرت انگیز جرم کی سزا دلانے کی خواہش کے تحت بعض گواہ (غیر شعوری طور پر ہی سہی) اس امر کو بڑھا چڑھا کر کہتے جو ملزم نے ان سے بیان کیا تھا اور (۲) ذی منصب اشخاص کو اپنے اوپر مہربان کر لینے کی خواہش کے تحت خود ملزم غیر صحیح اقبالات[1] کر لیتا ہے۔ اور (۳) اکثر اس کا مفہوم صرف یہ ہوا کرتا ہے کہ اس نے صرف فعل کا ارتکاب کیا ہے لیکن مجرمانہ نیت کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ چنانچہ انگریزی عدالت فوجداری کے وکلا عرصۂ دراز سے واقف ہیں کہ "جلدی میں کیے ہوئے اقبالات جملہ شہادت میں حد درجہ کمزور اور نہایت مشکوک ہوا کرتے ہیں"[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی بنا پر کیا جا سکتا ہے یا طلاق دینے کی خواہش کے تحت یا محض اس تصور کے تحت کہ بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا۔ دیکھئے (1907) P. 334; and 27 T.L.R. 9.

[1] عموماً ایسے قیدی جو سزا بھگت رہے ہوں اپنے ملزم دوست کو بچانے کی خاطر اور یہ سمجھ کر کہ خود ان پر دوبارہ مقدمہ چلانے کا احتمال نہیں ہے کسی ایسے جرم کے ارتکاب کا اقبال کر لیتے ہیں جس کا الزام اُن کے دوست پر ہو۔

[2] جادوگری کے جرم میں سزائے موت پانے والے اشخاص کے کئے ہوئے اقبالات کے (موجودہ زمانے میں) بلاشبہ جھوٹ قرار دیے جانے کی وجہ سے ایسی شہادت کی قانونی وقعت میں بہت کچھ تبدیلی ہوگئی ہے مسٹر انڈروک نے Mr. Inderwick اپنی کتاب (Side-Lights on the Stuarts. P. 164) میں دو عورتوں کے اقبال کا تذکرہ کیا ہے جنھوں نے خانگی طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ ان کے اقبالات جھوٹے ہیں۔ ان کی نیت دراصل یہ تھی کہ کسی طرح ان کو مار ڈالا جائے تاکہ جس ذلت اور بدنامی کی زندگی وہ بسر کر رہی تھیں اس سے نجات مل جائے۔

[3] سر مائکل فاسٹر (Sir Michael Foster) کی کتاب (Crown Law P. 234) پھر بھی فرانسیسی قانون میں ان کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ۱۸۸۱ء میں جب ایبے اوریل (Abbe Auriel) پر اپنے کلیسائی حلقے کے دو آدمیوں کو قتل کر دینے کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قاعدے کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ :- ہر اقبال ناقابل ادخال شہادت قرار دیا جائے گا (۱) اگر وہ نتیجہ ہو (۲) کسی ایسی ترغیب و تحریص کا (۳) جو دنیاوی نوعیت کی ہو اور (۴) اس کا تعلق اسی الزام سے ہو اور (۵) کسی ایسے شخص نے وہ ترغیب یا تحریص ملزم کو دی ہو جس کی حیثیت اس الزام کے سلسلے میں شخص ذی منصب کی ہو

469 (۱) "اگر وہ نتیجہ ہو" :- اقبال کو صرف اس صورت میں ناقابل ادخال شہادت قرار دیا جائے گا جب وہ کسی ترغیب کی بنا پر دیا گیا ہو - چنانچہ جب ترغیب کا اثر بالکل زائل ہو گیا ہو جیسے وقت گزر جانے کے سبب سے یا کسی ہدایت کی وجہ سے (مثلاً بر بنائے قانون موضوعہ کسی مجسٹریٹ کا ملزم کو آگاہ کر دینا) تو پھر ایسا اقبال قابل ادخال شہادت ہو گا۔

(۲) "کسی ترغیب و تحریص" :- یہ ضروری نہیں ہے کہ ملزم پر اپنے جرم کا اقبال کر لینے کے لئے ہی دباؤ ڈالا گیا ہو" اس پر کسی امر کے کہنے کے متعلق دباؤ ڈالا گیا ہو تو کافی ہے - چنانچہ "تمھارے لئے بہتر یہ ہے کہ تم سچ بولو نہ کہ جھوٹ"[1] کہنا بھی اقبال کو خارج کرانے کے لئے بالکل کافی ہے لیکن "اگر تم کچھ کہنا ہی چاہتے ہو تو سچ کہو" کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

یہ امر کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ ترغیب و تحریص میں نقصان پہنچانے کی دھمکی شامل تھی یا نفع پہنچانے کا وعدہ کیا گیا تھا - چنانچہ ایسی نصیحتیں کہ "سچ سچ بتاؤ ورنہ میں پولیس کو بلواؤں گا - اور تمھارے لئے بہتر یہی ہے کہ سچ سچ کہہ دو"[2] دونوں قابل اعتراض ہیں اور ان میں سے کسی کے ذریعے سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - الزام میں مقدمہ چلایا گیا اور تحقیقات کنندہ مجسٹریٹ کے سوالات سے ایسی کوئی بات پیدا نہ ہو سکی جس کو اس کے مجرم ہونے کا اقبال تصور کیا جا سکے تو ایبے کو تن تنہا سینتیس دن تک محبوس رکھا گیا سینتیسویں دن آخر کار اس نے اقبال کر لیا۔ دیکھئے :- (H.B. Irving's Studies of French Criminals.)

[1] (Reg. v. Bate (1871), 11, Cox 686

[2] (Reg. v. Jarvis (1867) 1 C.C.R. 96 (K.S.C. 525)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی اگر کوئی اقبال کرایا گیا ہو تو وہ قابل ادخال شہادت نہ ہوگا۔ اگرچہ ایک زمانے میں معمولی الفاظ کو ترغیب و تحریص پر محمول کرنے میں عدالتیں بڑی ذہانت[1] صرف کیا کرتی تھیں لیکن یہ امر صاف ہو گیا ہے کہ ان الفاظ کا مفہوم جن کو موجب ترغیب و تحریص بیان کیا جاتا ہو، وہی لینا چاہیے جو علی الظاہر اور قدرتی طور پر ان سے پیدا ہوتا ہو۔

(۳) "دنیاوی" :- محض ترغیب و تحریص کی بنا پر اگر اقبال کیا گیا ہو تو وہ خارج نہیں کر دیا جاتا بجز اس کے کہ اس کی نوعیت "دنیاوی" ہو۔ کسی شخص کو یہ سمجھانے میں کہ صاف صاف کہہ دینا ایک اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے یہ احتمال نہیں ہوا کرتا کہ اس کی بنا پر وہ ایسی باتیں کہے گا جو سچ نہ ہوں، لہذا اس تفہیم کی بنا پر جو بیان وہ دے گا وہ قابل ادخال شہادت ہوگا۔ چنانچہ ایک مستغیث نے ان الفاظ میں ملزم پر زور دیا کہ وہ سچ بولے "اگر تم سے ایک غلطی کا ارتکاب ہو گیا ہے تو جھوٹی باتیں بیان کر کے اس میں اضافہ مت کرو[2]"۔ اسی طرح دو بچوں میں سے ایک بچے کی ماں نے ان سے کہا "بہتر یہ ہے کہ تم اچھے بچوں کی طرح سے سچ سچ بتا دو[3]" تو دونوں صورتوں میں جو اقبال کیا گیا اس کو جائز تصور کیا گیا۔ 470

---

[1] (Cf. 8 C. and P. 140)

[2] (Reg. v. Baldry (1852), 2 Den, 490

[3] (Reg. v. Jarvis (1867), 1 C.C R. 96 (K.S.C. 525)

[4] دیکھئے (Reg. v. Reeve (1872) 1 C.C.R. 362)

اسی طرح یہ موعظت کہ "تمہارا جو مذہب ہے (عیسائی) اس کے لحاظ سے مناسب یہی ہے کہ تم بے گناہوں کو گرفتاری سے بچاؤ اور ان کی مخلصی کرا دو" جائز قرار دی گئی اور اقبال کو شہادت میں قبول کیا گیا۔ دیکھئے (C.C.C. Sees Pap. CXXVII. 209) نیز دیکھئے (Rex. v. Stanton (1911), 6 Cr. App. R. 198)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۴) "اس کا تعلق اسی الزام سے ہو" اگر ترغیب و تحریص کا تعلق الزام متعلقہ کی قانونی کارروائی سے نہ ہو تو پھر اقبال کو شہادت سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ایک ایسے اقبال کو قابل ادخال شہادت قرار دیا گیا جو اس معاہدے کی بنا پر حاصل کیا گیا تھا کہ:- "اگر تم یہ بتا دو کہ مال کہاں ہے تو پھر تم اپنی بیوی کو دیکھ سکو گے" اور اگر کسی قابل اعتراض ترغیب و تحریص کی بنا پر جو کسی خاص جرم کا اقبال کرنے کے لئے کی گئی ہو مگر ملزم نے اس کے ساتھ ہی کسی دوسرے جرم کے متعلق بھی جس کا اس پر شبہہ نہ تھا اقبال کر لیا ہو تو ایسا اقبال اس صورت میں کارآمد ہوگا جب کہ صرف دوسرے جرم کے متعلق مقدمے کی سماعت کی جا رہی ہو۔

(۵) "شخص ذی منصب" شخص ذی منصب سے ہر ایسا شخص مراد ہے جس کو چلان یا استغاثے کی جانب سے فوجداری کارروائی پر کسی قسم کا اثر ڈالنے کا موقع حاصل ہو۔ مثلاً ایک مجسٹریٹ یا ایک کانسٹبل[۳] یا کوئی ایسا خانگی شخص جو اس کے خلاف مقدمہ چلا رہا ہو یا یہ احتمال ہو کہ وہ اس کے خلاف مقدمہ چلائے گا۔ چنانچہ اگر ملازمہ پر اپنے آقا کا مال چرانے کا الزام ہو اور اس نے اپنے آقا یا اس کی بیوی کے سامنے ان کی ترغیب و تحریص کی بنا پر اس کا اقبال کر لیا ہو تو اس اقبال کو خارج کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس پر اپنے بچے کو ہلاک کر ڈالنے کا الزام ہوتا تو اس

---

[۱] (Rex. v. Lloyd (1834), 6. C. and P. 393 (K.S.C. 527)

یہ فیصلہ کہ "کہہ دو اور تم کو جن (شراب) دی جائے گی" کے تحت کیا ہوا اقبال قابل اخراج ہے یہ ایک بہت کم مستند نظیر ہے دیکھئے (Russell on Crimes 8 th ed., P. 2021 n)

[۲] (Rex. v. Gibbons (1823), 1 C. and P. 97 (K.S.C. 524)

[۳] ایسا شخص جس کی حراست میں ملزم ہو خواہ وہ پولیس کا کانسٹبل نہ ہو بہرحال "شخص ذی منصب" ہے مثلاً ملزم عورتوں کی تلاشی لینے والی عورت دیکھئے (Reg. v. Windsor (1864) 4 F. and F. 361)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معاملے میں اس کا آقا یا آقا کی بیوی دونوں شخص ذی منصب باقی نہ رہتے اور ان کی ترغیب اقبال کو بے اثر نہ بناتی۔ اگر کوئی غیر ذی منصب شخص از خود کوئی ترغیب و تحریص کرے لیکن اس وقت شخص ذی منصب وہاں موجود ہو اور اس کے سکوت سے تائید ظاہر ہوتی ہو تو اقبال کے ناقابل ادخال شہادت قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ 471

لیکن باوجود اس کے کہ کوئی ترغیب نہ دی گئی ہو محض یہ واقعہ کہ کسی کانسٹبل (یا کسی دوسرے سرکاری عہدہ دار) کے سامنے اقبال کیا گیا تھا اس اقبال کو ناقابل ادخال قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔ نیز جب کہ ملزم کو جس نے اقبال کیا ہو ابتدائی ہدایت نہ دی گئی ہو اور اس نے شخص ذی منصب کے سوالات کے جواب میں اقبال کیا ہو تب بھی اقبال قابل ادخال شہادت ہوگا۔ لیکن اس طرح جو سوالات کئے جاتے ہیں ان کو عدالتیں اچھی نظر سے نہیں دیکھتیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۸ء میں اس کے متعلق انھوں نے ہدایتیں بھی مرتب کی ہیں۔ دیکھئے (26 Cox 230) ان ہدایتوں میں یہ درج ہے کہ "جب کوئی عہدہ دار پولیس کسی جرم کے خاطی کا پتا چلانے کی کوشش میں مصروف ہو تو وہ اس سلسلے میں ہر ایسے شخص سے سوالات کر سکتا ہے جس پر شبہہ ہو یا نہ ہو لیکن جس سے اس کے خیال میں کار آمد اطلاع مل سکتی ہو۔ تاہم یہ سوالات معاندانہ اور تکلیف دہ طریقے پر ہرگز نہ کئے جانا چاہئیں۔ اور جب کبھی کوئی عہدیدار پولیس اپنے ذہن میں یہ تصفیہ کرے کہ وہ کسی شخص کو کسی الزام میں ماخوذ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ (اولاً) اس شخص سے سوالات (یا مزید سوالات) دریافت کرنے سے قبل اس کو آگاہ کر دے۔" علاوہ ازیں ان اشخاص سے "جو زیر حراست ہوں" بغیر ان کو آگاہ کئے سوالات نہیں کئے جا سکتے

(Reg. v. Moore (1852), 2 Den. 522) [1]

(Cf 18 Cr. App. R. 47) [2]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور نہ ان کو یہ اجازت ہی دی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی خوشی سے کوئی بیان دیں۔ اور اگر خوشی خاطر سے کوئی بیان دیا گیا ہو تو "بجز اس کے کہ اس نے جو کچھ حقیقۃً کہا ہو اس کا ابہام دور کیا جائے" اور مزید سوالات نہ کرنا چاہیئے۔ ہدایت والا جملہ (صفحہ ۵۲۳ کتاب ہذا) "شہادت میں پیش کیا جائے گا" پر ختم ہونا چاہیئے۔ اور "تمہارے خلاف" کے تہدیدی الفاظ کو ترک کر دینا چاہیئے۔ بقول لارڈ براسپٹن "گرفتار کرنے کے بعد کانسٹبل کو اپنا منہ بند لیکن کان کھلے رکھنا چاہیئے"[1] زیر حراست شخص سے پولیس کو یہ نہ کہنا چاہیئے کہ ان کے پاس اس کے مجرم ہونے کی شہادت موجود ہے۔ اگر پولیس کے ایسا کہنے پر ملزم نے کچھ کہا ہو تو اس کو شہادت[2] میں پیش نہیں کیا جا سکتا ملزمین کا آپس میں اس غرض سے مقابلہ نہ کرانا چاہیئے کہ ان سے اقبال کرایا جا سکے اور نہ اس غرض کے تحت ایک ملزم کا بیان دوسرے ملزم کو پڑھ کر سنانا چاہیئے۔ ایسے بیانات جو "ججوں کے مرتبہ قواعد" کے خلاف حاصل کئے گئے ہوں شہادت[3] میں نامنظور کئے جا سکتے ہیں۔ اور جب اقبال قابل اعتراض 472
طریقوں سے حاصل کیا گیا ہو تو عدالت مرافعۂ فوجداری (Court of Criminal Appeal) تجویز سزا کو منسوخ کر سکتی ہے، بجز اس کے کہ جوری نے اس اقبال سے قطع نظر اس کو مجرم[4] قرار دیا ہو۔

بہر حال جب انگریزی قانون کی رو سے کوئی اقبال برنائے ترغیب ناقابل ادخال شہادت قرار دیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ

---

[1] (Rex. v. Mills (1936), 25 Cr. App. R. 138 at. P. 139)

[2] Rex. v. Brown and Bruce (1931), 28 Cr. App. R. 56)

[3] (Rex. v. Voisin, (1918) 2 K.B. 537)

[4] (Rex. v. Pilley (1922) 16 Cr. App. R. 138)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے افعال کی شہادت کو خارج نہیں کر دیا جاتا جو اس خارج شدہ اقبال کے ساتھ ساتھ یا اس کے نتیجے کے طور پر سرزد ہوئے ہوں مثلاً مال مسروقہ کی برآمدگی یا سراغ یابی۔ علاوہ ازیں خود اقبالات کو بھی جبکہ وہ بلا کسی ترغیب کے کئے گئے ہوں خارج نہیں کیا جاتا خواہ ان کو پوشیدہ ذرائع ہی سے کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو۔ مثلاً ملزم کو شراب پلا کر[1] یا اس کے اعتماد کا بیجا استعمال کر کے (جیسا کہ ایک جیلر نے ملزم سے یہ وعدہ کر کے کہ وہ اس کے خط کو ڈاک میں ڈلوا دے گا اس کو کھول کر پڑھ لیا تھا) یا حیلہ کر کے (مثلاً غلط طور پر یہ باور کرا کے کہ ملزم کے دوسرے شریک جرم گرفتار[2] ہو چکے ہیں)۔ ایسی صورتوں میں بہر حال جج جوری کو آگاہ کر دے گا کہ وہ اقبال کو نامناسب اہمیت نہ دیں۔

ایک اور اختلاف دیوانی اور فوجداری عدالتوں میں ایسے اقبالات کے استعمال کے متعلق ہے جو کسی کارندے نے کئے ہوں۔ دیوانی کارروائیوں میں جن جن صورتوں میں کارندے کے افعال کی ذمہ داری اصل پر عائد کی جا سکتی ہے وہاں اس کے کئے ہوئے اقبال کی بھی ذمہ داری اصل پر عائد کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ افعال یا اقبال ایک ہی امر کے متعلق ایک ہی وقت میں بطور کسی معاملے کے جزو کے کئے گئے ہوں[3]۔ لیکن فوجداری قانون میں اس وسیع قاعدے پر عمل نہیں کیا جاتا اور اصل پر کسی کارندے کے

---

[1] Rex. v. Spilsbury(1835), 7 C. and. P. 187)

[2] (Rex. v. Derrington (1826), 2 C. and P. 418)

[3] Rex v. Burley(1818) Phillips and Arnold on Evidence 10 th ed: Vol I. P. 420)

[4] چنانچہ کسی ریلوے کمپنی کے خلاف کسی ایسے مقدمے میں جس میں کسی مسافر نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کئے ہوئے اقبال کی اس وقت تک ذمہ واری عائد نہیں کی جاتی جب تک
473 کہ اس نے اپنے کارندے کو اس طرح اقبال کرنے کا صراحۃً مجاز نہ
کیا ہو۔ چنانچہ کسی ملزم کا کیا ہوا اقبال ان اشخاص کے خلاف جو اس
جرم میں اس کے شریک تھے شہادت میں پیش نہیں کیا جا سکتا بجز
اس کے کہ ان لوگوں نے صراحۃً ایسا کرنے کا اس کو مجاز کیا ہو۔ بریں ہم
جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے (صفحہ ۳۴۱ کتاب ہذا) مشترکہ غرض
مجرمانہ ثابت ہوتے ہی کسی ایک شریک جرم کے ایسے افعال جو دوسرے
شرکائے جرم کی غیر موجودگی میں سرزد ہوں جملہ شرکائے جرم کے خلاف
قابل ادخال شہادت ہوتے ہیں۔

قاعدہ ۵۔ دیوانی اور فوجداری عدالتوں میں گواہ کی اہلیت
کے اصول کلیتہً ایک دوسرے کے مماثل نہیں ہیں۔

قبل ازیں ان صورتوں کا ذکر کیا جا چکا ہے (صفحہ ۴۴۷ کتاب ہذا)
جن میں حالیہ قوانین کے تحت ایسے بچوں کو فوجداری کارروائی میں شہادت
دینے کی اجازت دی گئی ہے جو حلف کی نوعیت سے ناواقف ہوں
لیکن کافی حد تک سمجھدار ہوں اور یہ جانتے ہوں کہ ان کا یہ فرض ہے
کہ وہ سچ بولیں۔ لیکن فوجداری اصول شہادت کی اس کے خلاف اور
کہیں زیادہ اہم خصوصیت یہ ہے کہ (ا) ملزمین اور (ب) ملزمین کی
بیویاں یا شوہر شہادت دینے سے انکار کر سکتے ہیں (اور حال حال تک
ان کو شہادت دینے کے ناقابل تصور کیا جاتا تھا)۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اپنے سامان کے گم ہو جانے کے متعلق نالش کی ہو، اسٹیشن ماسٹر
کا سامان کے گم ہو جانے کے طریقے کے متعلق کیا ہوا اقبال جو اس نے گمشدگی
سامان کے متعلقہ استفسارات کے جواب میں دوسرے دن کیا ہو، ریلوے کمپنی
کے خلاف بہترین شہادت ہے۔ دیکھئے (Morse v. C. R. Railroad (1856) 6 Gray 450
لہ (Reg. v. Swin nerton (1842), C. and H. 593)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱) کامن لا کے تحت ہر ایسے شخص کو شہادت دینے کے ناقابل کر دیا گیا تھا جس کا کسی قانونی کارروائی کے نتیجے میں خواہ دیوانی ہو یا فوجداری کوئی مفاد مضمر ہو۔ اور چونکہ فریقین مقدمہ کا اس کارروائی میں سب سے زیادہ مفاد ہوا کرتا ہے اس لئے دیوانی کارروائیوں میں مدعی اور مدعی علیہ اور فوجداری کارروائیوں میں ملزمین کو شہادت دینے کے ناقابل کر دیا گیا تھا (لیکن فوجداری کارروائی میں ایسا شخص جس کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو، شہادت دے سکتا تھا کیونکہ اصطلاحی طور پر وہ اُس کارروائی میں فریق مقدمہ نہیں ہوتا بلکہ سرکار کی حیثیت فریق کی ہوتی ہے) بہر حال اٹھارھویں صدی کے ابتدائی زمانے تک شہادت تائید الزام کے پیش ہو جانے کے بعد خود جج ملزمین سے (حلف دیئے بغیر) ان کی صفائی معلوم کرنے کی غرض سے سوالات کیا کرتے تھے[1]۔ اور اس سے اُن کو مدد بھی بہت ملتی تھی کیونکہ اس زمانے میں جرائم کبیرہ کا ملزم اپنی جواب دہی کسی وکیل کے ذریعے سے نہیں کرا سکتا تھا۔ اس کے برخلاف جواب دہی کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے عدالتی ظلم و ستم کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا تھا جس کا مظاہرہ لارڈ جفریز[2] اور دوسرے ججوں نے اسٹوارٹ خاندان کے دور میں اکثر کیا ہے۔ 474

[1] دیکھئے Harrison's Case in 1692, 12 st. Tr. at P. 859.

[2] حتیٰ کہ ۱۷۴۱ء میں بھی جسٹس پیج نے وہی ظلم کیا۔ دیکھئے:- Page J. Tom Jones, BK VIII. Ch. XI. پیج کے ایک ملزم سے بجوبہ سوالات کرنے کی تصویر فیلڈنگ نے بڑی اچھی کھینچی ہے۔ یہاں تک کہ اُس سے "مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے۔ ایسے مقدمات کو سننا بڑا ہی دلچسپ مشغلہ ہے جن میں زندگی اور موت کا سوال درپیش ہو۔ لیکن میرے خیال میں یہ ذرا بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ اتنے اشخاص مائی لارڈ جوری اور وکلا اور گواہ سب کے سب بچارے ایک شخص کو دبوچیں اور وہ بھی جو زنجیروں میں جکڑا ہو۔ اس کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنہ ۱۸۵۱ء[1] میں دیوانی عدالتوں میں فریقین مقدمہ کی شہادت کو قابل ادخال قرار دیا گیا اور اس کے بعد سنہ ۱۸۶۲ء میں قوانین کے نفاذ کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس کی رُو سے چند خاص الزامات کے مقدمات میں ملزمین کو شہادت ادا کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس اجازت کو جب روبہ عمل لایا گیا تو عدالتی تجربے میں یہ اس قدر کارآمد ثابت ہوئی کہ بالآخر ایک عام قانون[2] نافذ کیا گیا جس کا نام قانون شہادتِ فوجداری (The Criminal Evidence Act) ہے۔

اس کی رُو سے:-

۱- ہر ایسے شخص کو جس پر کوئی الزام تنہا اُسی پر یا دوسرے اشخاص کی معیت میں عائد کیا گیا ہو، اپنی صفائی میں ہر نوبت[3] کارروائی پر شہادت دینے کا اہل قرار دیا گیا۔ شہادت دینے کے حق کے متعلق جج کو چاہیے کہ اس کو مطلع کرے۔ ایسی شہادت ملزمین کے کٹہرے میں کھڑے ہو کر نہیں بلکہ گواہوں کے کٹہرے میں آکر ادا کی جاتی ہے۔

۲- (ا) مقدمے کے سپرد ہونے پر مجسٹریٹ کے اس قانونی ہدایت دینے کے بعد ہی کہ وہ جو کچھ بھی کہے گا مقدمے میں اس کا استعمال کیا جائے گا وہ فوراً اپنا بیان دیتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس کے خلاف ہو کیا سکتا تھا"

[1] (Lard Brougham's Act; 14 and 15 Vict. C, 99.

[2] 61 and 62 Vict C. 36

[3] نہ صرف اپنی بلکہ دوسرے ملزم ساتھیوں کی بھی۔

[4] اس میں ترتیب فرد جرم کے بعد اور تجویز سزا سے پہلے کی شہادت بھی داخل ہے دیکھئے:- (Rex v. Wheeler.(1917) 1 K.B. 283) اگر شریک ملزمین شہادت دینا چاہیں تو وہ اس ترتیب سے شہادت دے سکیں گے جس ترتیب سے فرد قرار داد جرم میں اُن کے نام لکھے گئے ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) مقدمے کے سپرد کئے جانے کے بعد کی سماعت کے وقت ملزم شہادت تائید الزام کے پیش کئے جانے کے بعد فوراً ہی شہادت ادا کرتا ہے بجز اس کے کہ وہ اپنی طرف سے کسی اور گواہ کو (اپنے چال چلن کے علاوہ کسی اور مادے کی شہادت میں) پیش کرنے والا ہو۔ جب وہ کسی گواہ کو طلب نہ کرے تو اس واقعے سے کہ خود اس نے شہادت دی ہے جواب دینے کا حق پیدا نہیں ہوتا۔ یعنی اگر اس کی جواب دہی کرنے کے لئے کوئی وکیل نہ ہو تو وکیل سرکار کو اس کی شہادت پر بحث کرنے کا کوئی موقع ہی حاصل نہیں ہوتا۔ 475

(۳) جب ملزم گواہی دے رہا ہو تو اس سے عام طور پر ایسا سوال نہ کرنا چاہیئے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اس الزام کے علاوہ جس کے تحت اس پر مقدمہ چل رہا ہو، اس نے کسی اور جرم کا ارتکاب کیا ہے یا یہ کہ وہ سزا یافتہ ہے یا کوئی اور الزام اس پر عائد کیا گیا ہے یا اس کا چال چلن[۲] خراب ہے۔ بہر حال بعض خاص حالات میں جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں (صفحہ ۴۱۲ کتاب ہذا) مماثل جرائم کی شہادت اس کے جرم کو ثابت کرنے کے لئے قابل ادخال ہے اور جب ایسی شہادت پیش

---

[۱] اگر وہ گواہ طلب کرے تو اس کو شہادت تائید الزام سے قبل پیش کیا جاتا ہے۔

[۲] کسی ملزم پر یہ ثابت کرنے کے لئے جرح نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسا شخص ہے جو بینہ جرم کا ارتکاب کر سکتا تھا۔ مثلاً ایسے شخص سے جس پر کسی جنسی جرم کے ارتکاب کا الزام ہو یہ دریافت نہیں کیا جاسکتا کہ کیا تم غیر شادی شدہ ہو۔ دیکھئے:- (Rex v. Coulman) (1927) 20 Cr. App. R.103. برخلاف اس کے اگر سوالات ابتدائی کی نوبت پر ملزم سے یہ دریافت کیا گیا ہو کہ آیا وہ شادی شدہ نہیں ہے تو اس سے جرح میں ایسا سوال کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کا چال چلن معرض بحث میں آجاتا ہے اور اس لئے اس کے اعتبار سے متعلق اس پر جرح کی جاسکتی ہے دیکھئے:- (Rex v. Baldwin (1925) 133 L.T. 191; 18 Cr. App R. 175)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی جا سکتی ہے اور ملزم نے بیان دیا ہو تو اُس پر ۱۸۹۸ء کے قانون بابتہ شہادت فوجداری (The Criminal Evidence Act) کے تحت یہ ظاہر کرنے کی غرض سے جرح کی جا سکتی ہے وہ کسی اور جرم کا مرتکب ہوا ہے یا ایسے دیگر جرائم میں سزا پا چکا ہے جو (صفحہ ۲۱۴ کتاب ہذا) زیر تحقیقات الزام کے ثبوت میں بطور بیان ابتدائی کے قابل ادخال ہوتا تین صورتوں میں جرح اس سے بھی زیادہ وسیع پیمانے پر کی جا سکتی ہے:- (ا) جبکہ ملزم یا اس کے وکیل نے گواہان تائید الزام سے ملزم کے اچھے چال چلن کے متعلق سوالات کئے ہوں یا خود ملزم نے اپنے اچھے چال چلن کی شہادت پیش کی ہو (ب) جبکہ جوابدہی کی نوعیت یا صورت ایسی ہو کہ اُس سے ایسے شخص کے چال چلن پر جس کے خلاف جرم کا ارتکاب کیا گیا ہو یا گواہان تائید الزام کے چال چلن

۱؎ ایک طالب علم پر حملہ کرنے کے الزام میں ایک مدرس کو جو سزا دی گئی تھی ملزم سے یہ دریافت کرنے کی وجہ سے منسوخ کر دی گئی کہ آیا اسی طرح ایک دوسرے طالب علم پر حملہ کرنے کی علت میں اُس کو سابق میں سزا ہوئی تھی۔ دیکھئے (Charnock v. Merchant, (1900) 1 Q B. 474) اگر سابقہ حملہ اسی طالب علم پر کیا گیا ہوتا تو پھر اس شہادت کو غالباً قابل ادخال قرار دیا جا سکتا تھا۔

۲؎ لیکن اُس وقت ایسا نہیں ہو سکتا جبکہ اُس کے متعلق اس کے کسی ایک گواہ نے بلا پوچھے از خود مدح سرائی کی ہو۔ دیکھئے:- (17 Cr. App. R. 38)

۳؎ وہ شخص زندہ ہو نہ کہ مردہ مثلاً مقتول دیکھئے:- (14 Cr. App. R. 87)

۴؎ شہادت کی سچائی کے متعلق محض انکار کرنے سے حرف نہیں آتا۔ خواہ ایسا انکار نہایت پرجوش طریقے پر کیا گیا ہو دیکھئے (39 T.L.R. 457) نیز دیکھئے:- (Rex v. Preston, (1909) 1 K B. 568) اور (Rex v. Hudson (1912) 2 K.B. 465)

اس کے عام چال چلن پر حملہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ صرف اتنا ظاہر کر دینا کافی ہے کہ مثلاً گواہ محض بدلہ لینے کی غرض سے دروغ حلفی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ دیکھئے:- (Rex v. Dunkley. (1927) 1 K.B. 328) ایک ملزم پر اس طرح

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

476 پر حرف آتا ہو (ج) جبکہ ملزم نے ایسے شخص کے خلاف گواہی دی ہو جس پر اُسی جرم[1] کا الزام عائد کیا گیا ہو۔ ان تینوں صورتوں میں ملزم سے اُن امور کے متعلق سوالات کئے جا سکتے ہیں جو اس کے خلاف کامن لا کے تحت بطور بیان ابتدائی قابل ادخال شہادت نہ قرار دیے جاتے۔ چنانچہ اس کے سابقہ جرائم یا سزاؤں یا الزامات کے متعلق یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ بدچلن شخص ہے سوالات کئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ایسے سوالات متعلق مقدمہ ہوں۔ ان صورتوں میں ایک سوال اس لحاظ سے مقدمہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ذریعے سے بہ حیثیت اس کے گواہ ہونے کے اُس کی راست بیانی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور غالباً محض اس جہت سے بھی کہ اُس کا برا چال چلن ظاہر ہونے سے اُس کے متعلق یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے زیر تحقیقات الزام کا ارتکاب کیا ہوگا۔ یہ واقعہ کہ ملزم پر سابق میں کوئی الزام لگایا گیا تھا اور وہ بعد میں بری کر دیا گیا تھا، عام طور پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جرح نہ کی جانی چاہئے کہ اُس کی بنا پر غفلت میں وہ سرکاری گواہوں پر کسی قسم کا حملہ کرنے لگے۔ دیکھئے:- Rex v. Eidinow (1932) 23 Cr. App. R. 145)

[1] زیر تحقیقات الزام وہی ہونا چاہئے:- (Rex v. Roberts (1936) 52 T.L.R., 234) اس کی شہادت سے جس شریک ملزم پر اثر پڑا ہو وہ خود یا اُس کی جانب سے کوئی اور شخص اُس پر جرح کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ایسے شریک ملزم کی جانب سے سوالات کئے جا رہے ہوں جس پر اُس کی شہادت سے کوئی اثر نہ پڑا ہو تو اس کی وجہ سے سرکار کو اُس ملزم کے خلاف جوابی تقریر کا حق پیدا ہو جاتا ہے۔ دیکھئے (Rex v. Paget (1900), 64 J.P. 281) منجانب چالان جرح کئے جانے سے پہلے شریک ملزم خود یا اُس کی جانب سے کوئی شخص جرح کر لیتا ہے۔

[2] یہ مابہ البحث ہے کہ ایسی جرح اُس کے اعتبار کے متعلق کی جانی چاہئے۔ بُری خصلت ثابت کرنے کے لئے نہ کی جانی چاہئے۔ یہ امتیاز ایسا ہے جو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر متعلق[1] اور اس کے خلاف ناقابل ادخال شہادت ہے چنانچہ ہیکول بنام ڈائرکٹر آف پبلک پراسی کیوشن[2] میں دارالامرا نے ایک تجویز سزا کو اس وجہ سے منسوخ کر دیا کہ ملزم سے جس پر ایک ناجائز عمل جراحی کرنے کا الزام تھا، اُس واقعے کے متعلق سوال کیا گیا تھا، جب اُس پر سات سال قبل اسی قسم کا ایک الزام عائد کیا گیا تھا اور اس سے وہ بری کر دیا گیا تھا۔ قبل اس کے کہ اعتبار کو جانچنے کے لئے جرحی سوالات کئے جائیں اس کے متعلق جج سے اجازت حاصل کرنی چاہئے[3]۔ جب
477 کسی ملزم سے جائز طور پر جرح میں اُس کے سابقہ سزا یافتہ ہونے کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ اس سے انکار کرے تو اُس کے سزا یافتہ ہونے کی شہادت پیش کی جا سکتی ہے[4]۔

(۴) چالان یا استغاثے کی جانب سے اس واقعے پر ملزم نے شہادت[5]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بہر حال عملاً آسانی سے نہیں کیا جا سکتا۔ اس سوال کے متعلق دیکھئے: (Julius Stone Cross-Examination by the Prosecution 51 L.Q.R. 443. See also J. P. 92)

[1] بعض حالات میں سابقہ الزام بلا لحاظ اُس کے نتیجے کے واقعہ متعلقہ ہوتا ہے۔ مثلاً وصولی مال مسروقہ کا سابقہ الزام یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ ملزم نے لازماً اُس مال کو لینے سے پہلے جس کے متعلق اب الزام عاید کیا گیا ہے۔ یہ دریافت کیا ہوگا کہ آیا اس مال کو عام کاروبار کے سلسلے میں حاصل کیا گیا ہے۔ دیکھئے:-

(Rex v. Waldman (1934), 24 Cr. App. R. 204)

[2] (1934, 50 T.L.R. 483 24 Cr App. R. 152)

[3] (Rex v. Mclean (1926), 134 L.T. 640)

[4] دیکھئے صفحہ ۴۷۸ کتاب ہذا نوٹ ۲۔

[5] (Criminal Evidence Act, 1898, S.I. (6)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دینے سے انکار کر دیا ہے بحث میں تبصرہ نہ کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے متعلق عدالت پر (جیسا کہ ممالک متحدۂ امریکہ[1] میں ہے) کسی قسم کی قید عائد[2] نہیں ہے۔ تجربے سے بہر حال یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آج کل جیوریان بغیر اس کے کہ بحث میں اس پر کوئی تبصرہ کیا جائے ملزم کے شہادت ادا کرنے کے واقعے سے فوراً اس کے خلاف نتیجہ اخذ کر لیا کرتی ہیں۔ (دیکھئے (3 Cr. App. R. 230)-

ملزم کے سابقہ طرز عمل، چال چلن اور سابقہ سزا یافتہ ہونے کی شہادت کو قابل ادخال قرار دینے کے مختلف اصولوں کا یہاں خلاصہ کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ ملزم کے سابقہ یا مابعد کے مماثل طرز عمل کی شہادت جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے (صفحہ ۴۲۱ کتاب ہذا) اس صورت میں پیش کی جا سکتی ہے جبکہ اس کا تعلق زیر تحقیقات الزام سے براہ راست ہو یا اس سے الزام زیر تحقیقات کے ارتکاب کے وقت کی ذہنی حالت کا اظہار ہوتا ہو۔ اس طرح جب کسی ملزم کا طرز عمل بطور بیان ابتدائی قابل ادخال شہادت ہو جائے تو اس بیان پر جرح بھی کی جا سکتی ہے۔ نیز اس کے سابقہ طرز عمل، چال چلن یا سزا یافتہ ہونے کے متعلق اس وقت بھی جرح کی جا سکتی ہے جب اس نے اپنے اچھے چال چلن کی شہادت پیش کی ہو، مستغیث یا اسکے گواہوں کے چال چلن پر حملہ کیا ہو یا اس مقدمے کے دوسرے ملزم کے خلاف شہادت دی ہو۔ ملزم ہمیشہ اپنے اچھے چال چلن کی شہادت کو پیش کر سکتا ہے (صفحہ ۴۲۶ کتاب ہذا) اور جب ایسی شہادت پیش ہو جائے تو چالان یا استغاثہ کی جانب سے

[1] مسٹر سی۔ ایچ ٹٹل (Mr. C.H. Tuttle) نے اس قاعدے کو توہم پرستی کا نتیجہ بیان کیا ہے۔ دیکھئے انجمن وکلائے امریکہ کا ریکارڈ بابت ۱۹۳۴ء۔

[2] عدالت کا ایسا تبصرہ "بعض مقدمات میں نامناسب ہے اور بعض میں بالکل ضروری"۔ دیکھئے۔ (Reg v. Rhodes (1899) 1 Q B. 77.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اُس کی تردید میں شہادت پیش کی جاسکتی ہے[1]۔ قوانین راز ہائے سرکاری[2] (Official Secrets Acts) کے تحت اور قانون انسداد جرائم بابت ۱۹۰۸ء (Prevention of Crimes Act 1908) کے تحت عادی مجرم ہونے کے متعلق
4·78 و نیز آوارہ گردی کے الزام میں جب کہ یہ ثابت کرنا ہو کہ ملزم کی نیت کسی جرم کبیر[3] کے ارتکاب کی تھی بیان ابتدائی کی نوبت پر ہی ملزم کے بُرے چال چلن کی شہادت پیش کی جاسکتی ہے[4]۔

ملزم کے سابقہ سزا یافتہ ہونے کی شہادت ذیل کی صورتوں میں پیش کی جاسکتی ہے[5]:- (ا) جبکہ اُس نے جرح میں جائز طور پر استفسار کئے جانے پر اس سے انکار کیا ہو یا (ب) جبکہ وہ براہ راست واقعہ[6] متعلقہ ہو یا (ج) جبکہ الزام وصولی مال مسروقہ کا ہو (صفحہ ۴۲۵ کتاب ہذا) یا آوارگی کا ہو، اور جرم کبیر کے ارتکاب کی نیت ثابت

---

[1] ایسی تردیدی شہادت کی نوعیت کے متعلق دیکھئے صفحہ ۴۶۵ کتاب ہذا۔

[2] صفحہ ۳۲۶ کتاب ہذا۔

[3] (8 Ed. 7, C. 59, See. P. 597 Post

[4] (Prevention of Crimes Act, 1871 (34 and 35) Vict C. 112 S. 15

[5] سابقہ سزا یافتگی ثابت کرنے کے طریقوں کے لئے (دیکھئے: دستور ۱۸۷۱ء کا قانون انسداد جرائم (Prevention of Crimes Act) ۳۴، ۳۵ وکٹوریہ کلاز ۱۱۲۔ نیز (Martin v. White (1910) 1 K.B. (665) ایک صداقت نامہ اور کچھ شہادت شناخت کا پیش کرنا لازمی ہے۔

[6] (28 and 29 Vict. C. 18. S. 6.)

[7] مثلاً سابقہ سزا یافتہ ہونے کی صورت میں جرم کی زیادہ سخت سزا دی جاتی ہے۔ لیکن بعد کے جُرم کو اولاً ثابت کرنا ضروری ہے یا عادی مجرم ہونے کے الزام کے متعلق دیکھئے نوٹ ۔ نمبر ا کتاب ہذا صفحۂ ماسبق۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنی مقصود ہو[1] یا (د) جبکہ وہ مجرم قرار پا چکا ہو اور سزا کا تعین کرنے میں عدالت کی رہنمائی مقصود[2] ہو۔

تجربے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قانون بابت شہادت فوجداری ۱۸۹۸ء کے ذریعے سے گو انگریزی ضابطۂ فوجداری کے ایک ایسے اصول کو خیرباد کہدیا گیا جس کو ایک مدت تک بنیادی اصول کی حیثیت حاصل رہی تھی لیکن اُس سے بڑا نمایاں کام ہوا۔ لارڈ برامپٹن[3] کی نظر میں یہ قانون "مجرموں کے لئے خطرناک اور بے گناہوں کیلئے بے انتہا ضروری ہے" (ریمی نی سنسز باب ۴۶)۔ اس کے علاوہ ایک اور قانون بھی نافذ ہے جس کے ذریعے سے ان قدیم اصولوں سے اور زیادہ بُعد اور علٰحدگی عمل میں آئی ہے:۔ اور وہ قانون شہادت بابت ۱۸۷۷ء ہے[4]۔ اس قانون کے تحت جب کسی دیوانی حق کو جانچنے

---

[1] Prevention of Crimes Act 1871 (34 and 35 Vict C.112, S.15.

[2] مجرم قرار دیے جانے کے بعد اس کے سابقہ ریکارڈ کو نہایت صحت سے بیان کرنا چاہئے۔ قوی شہادت کے پیش کرنے کی اس وقت تک ضرورت نہیں ہوتی جب تک کہ پیش کردہ شہادت سے اختلاف یا انکار نہ کیا جائے۔ دیکھئے:۔

Rex V Campbell(1911),27 T L R 256: 6 Cr App.R.131

[3] سر ایچ۔ بی۔ پولینڈ جیسے فاضل ناقد کی تصدیق کے لئے دیکھئے اُن کی کتاب

A Century of Law Reform, ed, 1901 P 54.

لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کی بنا پر دروغ حلفی کا ارتکاب بہت کیا جانے لگا۔ جسٹس گرینتھم (J.Grantham) کے خیال میں ہر دس ملزم گواہوں میں سے نو[9] اور جسٹس رولنیٹ J.Rowlatt. کے خیال میں (۱۹۲۰ء میں) ہر چار ملزم گواہوں میں سے تین اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔

[4] 40 and 41 Vict.C 14.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یا ناخذکرانے کے لئے فوجداری چارۂ کار اختیار کئے جاتے ہیں مثلاً کسی شاہراہ کی درستگی یا امر باعث تکلیف کے امتناع کے لئے تو جس فریق پر الزام لگایا گیا ہو وہ نہ صرف شہادت دے سکتا ہے بلکہ اس کو شہادت دینے کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے اور وہ دونوں طرف سے یعنی اپنی جوابدہی میں یا مستغیث کی جانب سے شہادت دے سکتا ہے۔

کامن لا کے تحت ملزم کو (درصورتیکہ اُس کی طرف سے کوئی مشیر قانونی پیروی نہ کر رہا ہو[1]) یہ حق حاصل تھا کہ بغیر حلف اٹھائے وہ 479
اپنی صفائی میں بیان دے اور ۱۸۹۸ء کے قانون شہادت فوجداری (Criminal Evidence Act 1898)[2] میں صراحۃً اس کا ذکر ہے کہ اس قانون سے..... ملزم کا بلا حلف بیان دینے کا حق متاثر نہ ہوگا۔ اس شرط کے وضع کرنے کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر اُس وقت بھی عمل کیا جائے گا جب ملزم نے حلفی شہادت دی ہو اور پھر غیر حلفی مدلل بیان کا اس میں اضافہ کرنا چاہتا ہو۔ اگر ملزم کی جانب سے کوئی مشیر قانونی پیروی کر رہا ہو تو اس کو اپنا غیر حلفی بیان چالان یا استغاثے کے وکیل کی شہادت پر بحث کرنے سے قبل دینا چاہیے[3]۔

اگر ایسے اشخاص پر جو ارتکاب جرم میں ملزم کے شریک رہے ہوں،

---

[1] Reg. v. Shimmin (1882) 15 Cox 122.- جب پیروی کر رہا ہو تو شاید اس وقت بھی دیکھئے:-
نیز دیکھئے:- Rex v. Berney (The Times, June 3, 1907)

[2] دفعہ نشان ضمن (ایچ)۔

[3] اس کے کئے ہوئے واقعاتی ادعا "شہادت" نہیں ہوتے۔ اگر وہ ان کو حلف لیکر بیان کرتا اور اس پر جرح کی جاسکتی تو وہ شہادت میں داخل ہوسکتے تھے۔ چنانچہ شریک ملزمین کے مقابل میں وہ ناقابل لحاظ ہوتے ہیں لیکن جہاں تک خود اس کا تعلق ہے جیوری جس حد تک مناسب تصور کرے اس کو وقعت دے سکتی ہے۔

[4] Rex v. Sherriff (1903), 20 Cox 334

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملزم کے ساتھ فرد جرم لگائی گئی ہو تو وہ اس کے باوجود (حتیٰ کہ کامن لا کے تحت بھی) ملزم کی یا چالان کی جانب سے شہادت دینے کے قابل ہوتے ہیں، (بلکہ ان کو شہادت دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے) بجز اس کے کہ ان پر بھی ملزم کے ساتھ مقدمہ چلایا جا رہا ہو۔ چنانچہ اگر کوئی ملزم اپنے ملزم ساتھی کو بطور گواہ طلب کرنا چاہتا ہو تو اس کو مقدمے کی علیحدہ سماعت کئے جانے کی درخواست کرنی چاہیے اور اگر یہ درخواست منظور ہو جائے تو پھر وہ اُن کو طلب کرا سکتا ہے خواہ خود اُن کے مقدمے کی سماعت اُس وقت تک شروع نہ ہوئی ہو۔ بعض اوقات منجانب سرکار ملزمین کی ایک جماعت کو "سرکاری گواہ" کہا جاتا ہے لیکن عموماً ایسے گواہوں کو طلب کرنے سے قبل اُن کے متعلق حسب ضابطہ حکم برأت حاصل کر لیا جاتا ہے تاکہ اُن کی شہادت کی وقعت زیادہ ہو جائے۔ شریک ملزمین (قانون کے تحت شوہر یا زوجہ کا استثنا کیا گیا ہے، دیکھئے صفحہ ۸۲ ہ کتاب ہذا) منجانب چالان شہادت ادا کرنے کے قابل اُس وقت ہوتے ہیں جبکہ انکو بری کر دیا گیا ہو۔ یا اُن کو معافی نامہ دے دیا گیا ہو، یا انھوں نے اپنے مجرم ہونے کی جوابدہی کی ہو یا ان کے مقدمے کی جداگانہ[1] سماعت کی جا رہی ہو۔

480 قانون شہادت فوجداری کے منظور ہونے کے بعد بھی جس کی رو سے ملزم کو شہادت دینے کے قابل قرار دیا گیا ہے وہ بعض اوقات اس امر کی درخواست کر سکتا ہے کہ اُس کے ساتھ جن دوسرے لوگوں پر الزام عائد کیا گیا ہے اُن کے مقدمے سے علیحدہ اُس کے مقدمے کی سماعت کی جائے۔ کیونکہ اس کو یہ اندیشہ ہو سکتا ہے کہ وہ شریک ملزم جس کے متعلق وہ چاہتا ہے کہ اس کی جانب سے شہادت ادا کرے (شاید

[1] (See Archbald, Criminal Pleading, 28th ed, P. 477

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرح کے خوف سے) اپنے مقدمے کی سماعت کے دوران میں (گو وہ قابلیت قانونی اب رکھتا ہے) شہادت دینا نہ چاہے گا۔

(ب) کامن لا کے تحت نہ صرف اُن اشخاص کو شہادت دینے کے ناقابل قرار دیا گیا تھا جن پر کسی جرم کا الزام ہو، بلکہ اُن کے زن و شوہر کو بھی ناقابل قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ اگر بہت سے ملزمین کے مقدمے کی یکجا سماعت کیجا رہی ہو تو نہ صرف وہ سب کے سب بلکہ اُن سب کے زن و شوہر بھی شہادت دینے کے نااہل قرار دیے جاتے تھے (گو اُن میں سے ہر ایک کے متعلق جداگانہ دفعے کے تحت الزام عائد کیا گیا ہو)۔ اس قاعدے سے عجیب و غریب نتائج پر آمد ہوئے۔ سارجنٹ، بیلنٹائن (Serjeant Ballantine) نے اپنی کتاب ریمی نی سنسز (Reminiscences) میں ایک ایسے شخص کے خلاف مقدمہ چلانے کا ذکر کیا ہے جس نے اپنی داشتہ کو شہادت میں طلب کر کے مقام واقعے سے اپنی عدم موجودگی (Alibi) کی صفائی پیش کی، اور یہ بیان کیا کہ وہ اپنی داشتہ کے ساتھ گھوڑ دوڑ میں گیا ہوا تھا اور اس طرح وہ بری ہو گیا۔ اگر وہ اُس کے بجائے اپنی زوجہ کو اپنے ساتھ لے گیا ہوتا تو وہ کسی طرح اس کے لئے یہ شہادت

۱ے گو آکٹنگ مجسٹریٹ نے ب کی جانب سے شہادت کے ادا کرنے کے لئے پابند کر لیا ہو۔ اور کٹنگ مجسٹریٹ نے ب کا مقدمہ کمٹ کر دیا ہو۔ بریں ہم اگر ب کے ساتھ اس کے خلاف بھی مقدمے کی سماعت کی جا رہی ہو تو ایسی شہادت دینے پر اُس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

۲ے لیکن کسی دوسری رشتہ داری کے متعلق حتیٰ کہ باپ اور بیٹے کے رشتے کو بھی ملزم کے ساتھ کافی مفاد رکھنا تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی لئے ایسی ناقابلیت ان پر عائد نہیں کی گئی تھی۔ ۱۹۰۹ء میں مصنف نے ایک عورت کو دیکھا جس پر قتل کا الزام تھا اور اس کے دو بھائیوں اور ماں کی شہادت پر مقدمے کی تحقیقات کی جا رہی تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہ دے سکتی تھی۔ اس کے برخلاف رَش (Rush) (۱۸۴۸ء کا نارفالک کا قاتل) کو اُس کی داشتہ کی شہادت پر پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔ رَش نے اُس سے شادی کر لینے کا وعدہ کیا تھا اگر اس نے اپنے وعدے کا ایفا کیا ہوتا تو اس کی جان بچ جاتی۔

اُن مقدمات میں جہاں ملزم نے اپنی زوجہ پر یا ملزمہ نے اپنے شوہر پر ایسے جُرم کا ارتکاب کیا ہو جس میں شخصی جبر کا کوئی فعل شامل ہو تو اُن کو شہادت دینے کے لئے لازماً استثنائی طور پر قابلیت عطا کی جاتی تھی۔ 481
اور حال میں چند قوانین کے ذریعے سے ان جرائم کے مقدمات میں جن میں خود ملزمین کو ادائی شہادت کا اہل قرار دیا جا رہا ہے مزید مستثنیات پیدا کئے گئے ہیں۔ لیکن اس پورے اُصول کو اب قانون شہادت فوجداری ۱۸۹۸ء[1] نے ایک نئی شکل میں مُبدّل کر دیا ہے۔ جو تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں ان کو مختصراً یوں بیان کیا جا سکتا ہے:-

(۱) جملہ معمولی فوجداری مقدمات میں:-

۱- فریق مستغاث علیہ کی زوجہ یا شوہر اب شہادت ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن صرف بحیثیت صفائی کے گواہ کے اور وہ بھی مستغاث علیہ کی درخواست پر (اور ان کو شہادت ادا کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا)۔[2]

۲- اور اس شوہر یا زوجہ پر پورے طور پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس کے اعتبار کو جانچنے کے لئے اس پر معمولی گواہ کی طرح جرح کی جائے۔

---

[1] (61 and 62 Vict. C. 36)

[2] دفعہ ۱ (الف)۔

[3] (Leach. v. Dircetor of Public Prosecution (1912) A.C. 305 (K.S.C. 579)
شہادت صفائی کے لئے بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ایک سے زاید زوجہ یا شوہر ہونے کی صورتوں کے متعلق دیکھئے:- (148 L.Q.R. 34) اور دوسرے مقدمات جن کا اس نظیر میں حوالہ دیا گیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ذمہ داری اس ملزم کی (نہایت محدود) ذمہ داری کی طرح کی نہیں ہوتی جو اس قانون[1] کی رُو سے گواہی دینے کا مجاز ہوتا ہے۔

۳۔ ملزم یا ملزمہ کے اس عمل پر کہ اس نے اپنی زوجہ یا شوہر کو گواہی میں طلب نہیں کیا، منجانب چالان کوئی تبصرہ نہیں کیا جا سکتا[2]۔

۴۔ سرکار کے حق جواب کی حد تک شوہر یا زوجہ کو شہادت میں طلب کرنے کا وہی اثر ہے جو کسی معمولی گواہ کو اپنی صفائی میں طلب کرنے کا اثر ہے۔

(۳) علاوہ ازیں ذیل کی مخصوص صورتوں میں ملزم یا ملزمہ کی زوجہ یا شوہر بحیثیت گواہ تائید الزام بلالحاظ ملزم یا ملزمہ کی مرضی کے شہادت ادا کرنے کے اہل ہیں[3]:-

۱۔ ان صورتوں میں جن میں خود کامن لا نے عام کلیہ میں استثنا روا رکھا تھا[4] یعنی جب اس زوجہ یا شوہر کی ذات پر جبر کے استعمال کا الزام ہو[5]۔ اس کے تحت حملہ یا اقدام قتل تو داخل ہے لیکن ایسے جرائم داخل نہیں ہیں، جن میں واقعی طور پر جبر نہ برتا گیا ہو جیسے ازدواج مکرر یا ازالۂ حیثیت عرفی۔

۲۔ ان صورتوں میں جن میں قانون جائداد زنان شادی شدہ بابت ۱۸۸۲ء[6] کے تحت زوجہ یا شوہر اپنی جائداد کے خلاف منجانب ملزم یا ملزمہ کسی جرم کا ارتکاب ہونے پر فوجداری کارروائی کر رہے ہوں۔ 482

۳۔ جنسی جرائم کے مقدمات میں جن کا قانون بابت جرائم خلاف ذات

---

[1] صفحہ ۴۷۸ (کتاب ہذا)۔
[2] دفعہ (ب)۔
[3] دفعہ ۴۔
[4] صفحہ ۴۸۰ کتاب ہذا۔
[5] صفحہ ۴ (۱)
[6] (45 and 46 Vict. C. 75, SS. 12, 16) وغیرہ صفحہ ۲۱۱ کتاب ہذا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنہ ۱۸۶۱ء کی دفعات ۴۸ تا ۵۵ یا قانون بابت ترمیم قانون فوجداری سنہ ۱۸۸۵ء میں ذکر ہے۔ نیز محرمات کے ساتھ زنا اور ازدواج مکرر۔[۱]

۴۔ وہ صورتیں جن کا قانون اطفال و اشخاص نوعمر بابتہ سنہ ۱۹۳۳ء[۲] کے حصۂ اول میں تعین کر دیا گیا ہے مثلاً وہ جرائم جو ایسے فعل پر مشتمل ہوں جس سے کسی شخص کو جس کی عمر سترہ سال سے کم ہو جسمانی ضرر پہنچے۔

۵۔ ایسے اشخاص کے مقدمات ہیں جن پر قانونِ آوارگی[۳] کے تحت جس کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی پرورش سے غفلت برتنے کا (یا چھوڑ دینے کا) بھی الزام عائد کیا گیا ہو یا قرم کار ہونے کا الزام ہو۔

۶۔ وہ مقدمات جن میں فوجداری کارروائی کسی دیوانی حق کے جانچنے یا نافذ کرانے کے لئے اختیار کی گئی ہو۔[۴]

سنہ ۱۸۹۸ء کے قانون کے نفاذ سے پہلے بھی صورتہائے ۲ و ۶ بالا میں شوہر یا زوجہ کو شہادت ادا کرنے کے لئے مجبور کیا جا سکتا تھا لیکن یہ شبہ ہے کہ آیا صورت (۱) میں بھی اُن کو مجبور کیا جا سکتا تھا یا نہیں۔ سرکار بنام لیپ ورتھ سنہ ۱۹۳۱ء[۵] اکنگس بنچ ۱۱۲ میں یہ طے کیا گیا تھا کہ کامن لا کی رُو سے وہ ان مقدمات میں شہادت ادا کرنے کے مجاز بھی تھے اور ان کو ادائے شہادت کے لئے مجبور بھی کیا جا سکتا تھا۔ بقیہ تین صورتوں یعنی ۳، ۴ و ۵ میں شوہر یا زوجہ شہادت دینے کے مجاز تو تھے لیکن ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا (Leach v. Directar of Public Prosecution (1912) A.C. 305

---

[۱] 8 Edw. 7, C. 45

[۲] 4 and 5 Geo. 5, C. 58, S. 28 (3)

[۳] 23 Geo. 5, C. 12, S. 15

[۴] 5 Geo, 4, C, 83; ونیز صفحات ۳۸۱، ۳۸۳ (کتاب ہذا)

[۵] قانون شہادت ۱۸۷۷ء دفعہ ۱۱۶ و نیز صفحہ ۴۷۸ (کتاب ہذا)۔

[۶] th K.S.C. 580.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن صورتوں میں ملزم کی زوجہ یا ملزمہ کے شوہر منجانب چالان شہادت ادا کرنے کے مجاز نہیں ہوتے ہیں ان میں شریک ملزمین کی زوجہ یا شوہر بھی ادائے شہادت کے مجاز نہیں ہوتے بجز اس کے کہ شریک ملزم خود ادائے شہادت کا مجاز ہو جائے[1] (دیکھئے صفحہ ۴۷۹ کتاب ہذا)

قاعدہ (۶) ان دستاویزات کو جن پر اسٹامپ کا ہونا ضروری ہے دیوانی اور فوجداری عدالتوں میں مختلف حیثیتیں دی جاتی ہیں۔ حصول مالگزاری کے مقاصد کے تحت دستاویزات کی بعض اقسام کے قابل ادخال شہادت ہونے پر اسٹامپ کے محصول لگا کر ایک مصنوعی نوعیت 483
کی پابندی عائد کر دی گئی ہے چنانچہ عام طور پر لوگ جانتے ہیں کہ دو پونڈ یا اس سے زیادہ کی رقم کی رسید کے لئے اسٹامپ کا ہونا ضروری ہے کسی ایسے تحریری معاہدے کے لئے جس میں موضوع معاہدے کی مالیت پانچ پونڈ ہو اس پر ۲ پنس کا اسٹامپ لازمی ہے اور رہن ناموں اور حلفوں پر (حسب مقدار مالیت) ۲ شلنگ ۶ پنس فی یکصد پونڈ اسٹامپ مقرر ہے سابق کے قوانین اسٹامپ کے تحت ایسی دستاویزات جن پر اسٹامپ کا ہونا لازم ہو اور ان پر اسٹامپ نہ لگایا گیا ہو کسی عدالت میں خواہ وہ دیوانی ہو یا فوجداری شہادت میں پیش نہیں کی جا سکتی تھیں۔ چنانچہ ایک ایسے شخص کے مقدمے میں جس پر یہ الزام تھا کہ اس نے بیمہ کمپنی کو اس رقم کی بابت فریب دینے کی غرض سے جس پر اس نے اپنی دکان کا بیمہ کرایا تھا۔ دکان کو آگ لگا دی۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ بیمہ کی پالیسی اسٹامپ کی عدم موجودگی کی وجہ سے شہادت میں قبول نہیں کی جا سکتی خواہ اس کو محض اس غرض سے پیش کیا جا رہا ہو کہ فرد جرم میں جس نوعیت کی نیت مجرمانہ یا الزام عائد کیا گیا ہے اس کو ثابت کیا جائے[2]۔

---

[1] Rex .Mount and Metcalfe (1934), 24 Cr. App. R. 135

[2] Rex v. Gilson(1807), 2 Leach 1007: R. and R. 138

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی قسم کے محاصل مقدمہ بازی پر ٹیکس عائد ہونے کی بہت نمایاں مثال ہیں جن کی نبتھم نے ان الفاظ میں مذمت کی ہے: یہ "بدترین قسم کے ٹیکس ہیں، ان کے ذریعے سے انصاف رسانی سے انکار اور ہر مضرت اور جرم سے اتحاد عمل اور پہلے قانون موضوعہ میگنا کارٹا (انصاف کسی شخص کے ہاتھ فروخت نہیں کیا جائے گا[1]) کی براہ راست خلاف ورزی ہوتی ہے" لیکن ۱۸۵۴ء میں اس قانون کی شدت میں کمی کر دی گئی۔ چنانچہ اس سال ایک قانون (جو اب قانون اسٹامپ ۱۸۹۱ء میں مبدل ہو گیا ہے) کے ذریعے سے اُن کی حد تک دیوانی اور فوجداری عدالتوں میں بہت اہم فرق پیدا کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ دیوانی کارروائیوں میں اگرچہ غیر اسٹامپ شدہ دستاویزات اب بھی کم از کم بغیر ادائی جرمانہ[2] شہادت میں پیش نہیں کی جا سکتیں۔ فوجداری کارروائیوں میں کسی دستاویز پر اسٹامپ کا نہ ہونا اس کے شہادت میں پیش ہونے کا مانع نہیں ہے۔

قاعدہ (۷) ایسے گواہوں کی شہادت جو بیرونِ ملک گئے ہوئے ہوں، فوجداری عدالتوں کے مقابل میں دیوانی عدالتوں میں بہت زیادہ آسانی کے ساتھ قابل قبول قرار پا سکتی ہے۔ 484

اس بنیادی اصول کی بنا پر (جیسا کہ اس سے قبل ہم دیکھ چکے ہیں) کہ سنی سنائی شہادت ناقابل قبول ہے ایسے اشخاص کے لئے

---

[1] Works, IV, 582

[2] 54 and 55 Vict C. 39 S 14 (4

[3] اور بعض نوشتہ جات (مثلاً بل آف ایکسچینج اور بل آف لیڈنگ) پر صرف بوقت تکمیل ہی اسٹامپ لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر ان پر اس وقت اسٹامپ نہ لگایا جائے تو جرمانہ کی ادائی پر بھی وہ شہادت میں قبول نہیں کئے جا سکتے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ناممکن ہوگیا ہے کہ وہ بغیر اس کے کہ عدالت میں اصالتہً حاضر ہونے کے لئے انگلستان آئیں، خطوط یا حلف نامے بھیج کر شہادت ادا کرسکیں۔ انڈیا آفس کے استفسار کے جواب میں حکومت مدراس کا مراسلہ تار بھی شہادت میں پیش نہیں کیا جاسکتا[1]۔ لیکن دیوانی عدالتوں کی حد تک اب یہ دشواری ان عام احکام کے نفاذ سے رفع ہوگئی ہے، جن کے تحت کمیشن منظور کرکے یا کسی معائن خصوصی کا تقرر کرکے ایسے گواہوں کی شہادت حلف دیکر پورے ضوابط کے ساتھ اس اجنبی ملک میں، لی جاسکتی ہے جہاں وہ مقیم ہوں[2]۔

لیکن عدالت فوجداری میں ایسا کوئی عام قاعدہ نہیں ہے[3]۔ چند مخصوص صورتوں میں بہرحال قانون موضوعہ کے ذریعے سے فوجداری عدالتوں میں استعمال کرنے کے لئے بیرونِ ملک شہادت لینے کی منظوری دی گئی ہے۔ ان احکام میں سب سے اہم وہ حکم ہے جو مرچنٹ شپنگ ایکٹ ۱۸۹۴ء میں ہے، اور جس میں ان تمام صورتوں کے متعلق اجازت دی گئی ہے۔ جن میں ملزم خود بھی اسی اجنبی ملک میں موجود ہو جہاں گواہ ہو (جیسا کہ جرم کا سمندر میں یا اجنبی ملک میں ہونے کی حالت میں، پوری طرح ہوسکتا ہے)۔ اس قانون کے تحت، ہر وہ بیان حلفی جو بیرون برطانیہ عظمیٰ کسی حاکم مجاز (انگریزی مقبوضات میں، مجسٹریٹ اور کسی اجنبی ملک میں برطانوی سفارت کے حاکم) کے روبرو ملزم کی موجودگی

---

[1] C. C. C. Sess. Pap. CXX, at. P. 916

[2] قواعد سپریم کورٹ، حکم ۳۷ قاعدہ نمبر ۵۔

[3] چنانچہ ٹچبورن (Tichborne) کی کارروائی میں ان لوگوں کو فوجداری مقدمے میں اصالتہً شہادت ادا کرنے کے لئے انگلستان آنا پڑا، جن کا اظہار دیوانی نالش کے سلسلے میں اسی ملک میں لے لیا گیا تھا۔

[4] 57 and 58. vict C. 60, S. 691

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں دیا جائے انگلستان میں ہر ایسی فوجداری کارروائی میں بطور شہادت استعمال کیا جاسکے گا جس کے نفس معاملہ سے اس کا تعلق ہو، بشرطیکہ اس بیان کے استعمال کے وقت بھی، وہ گواہ برطانیۂ عظمیٰ میں موجود نہ ہو۔

لہ دوسرے قوانین موضوعہ نسبتہً کم عام نوعیت کے ہیں۔ تحویل ملزمین کی کارروائیوں پر، قانون تحویل ملزمین بابت ۱۸۷۰ء (۳۳ و ۳۴ وکٹوریہ کلاز ۵۲) کے تحت اس امر کی اجازت دی گئی ہے کہ تحریری اظہار جو بیرون ملک قلمبند کیا گیا ہو شہادت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

485

کتاب چہارم

ضابطہ فوجداری

باب (۲۷)

فوجداری اختیارات سماعت پر تحدیدات

اب تک ہم نے جرم کے قانون اصلی کا بیان کیا ہے اور نیز قانون اضافی کے اس حصے کا بھی بیان کیا ہے جس سے اثبات جرم کے لئے پیش ہونے والی شہادت میں باقاعدگی پیدا کی جاتی ہے۔ آخر میں قانون اضافی کے مابقی حصے پر غور کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ یعنے قانون کے اس جزو پر جو ایسے طریقہ کارروائی میں باقاعدگی پیدا کرتا ہے جس سے کوئی مرتکب جرم اپنے افعال کی پاداش میں سزایاب ہوتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم ابتداء میں ان تحدیدات کا ذکر کریں جو اس ضابطے کے نفاذ پر حاوی ہیں۔ اور آخر میں ان مختلف عدالتوں کا ذکر کیا جائے گا جہاں یہ ضابطہ نافذ ہے۔

میعاد کے ذریعے سے تحدید

دیوانی نالشات میں تمادی عارض ہونے کے باعث اکثر مرتبہ وعادی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ممنوع السماعت ہو سکتے ہیں کیونکہ "قانون بیدار کی مدد کرتا ہے نہ کہ غافل کی" لیکن یہ عذر فوجداری مقدمات میں شاذ و نادر ہی کارگر ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ بادشاہ سے غلطی تو ہو نہیں سکتی لہذا یہ ناممکن تھا کہ اگر بادشاہ کی جانب سے اس کے دعاوی کی پیش سازی ہیں، خواہ وہ دیوانی نوعیت کے ہوں یا فوجداری، تاخیر عمل میں آئے تو اس تاخیر کو بادشاہ کی فاش غلطی پر محمول کیا جائے۔ چنانچہ کامن لا کا یہ اصول ہو گیا تھا کہ شاہی دعاوی میعاد کے اثر سے محفوظ ہوتے تھے۔ "مرور ایام سے بادشاہ کو ضرر نہیں پہنچتا" گو اس شاہی استحقاق پر دیوانی نالشات کی حد تک شاہ جارج سوم (سنہ ۹ جلوس باب ۱۶) کے ایک قانون کے ذریعے سے اہم تحدیدات عائد کی گئی ہیں تاہم فوجداری مقدمات میں یہ شاہی استحقاق تقریباً اسی طرح کارفرما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد اہم مقدمات میں ارتکاب جرم سے سالہا سال بعد مجرمین کو سزا دلائی جا چکی ہے۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں جان اپلٹن (John. Appleton) کو خود اس کے اقبال جرم کی بنا پر ایسے قتل عمد کے الزام میں سزائے موت دی گئی جس کا ارتکاب سنہ ۱۸۸۲ء میں کیا گیا تھا۔ (یہ حکم سزا بعد میں بدل گیا تھا) (ملاحظہ ہو اخبار ٹائمز مورخہ ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء) سنہ ۱۸۰۲ء میں گورنر وال پر قتل عمد کے الزام میں واقعے سے ۱۹ سال بعد مقدمہ چلایا گیا۔ ایڈورڈ شپی (Edward Shippey) کے خلاف قتل عمد کے الزام کی تحقیقات سنہ ۱۸۷۱ء میں ارتکاب جرم سے تیس سال بعد کی گئی۔ اور ولیم ہارن (William Horne) کے خلاف قتل عمد کے الزام کی تحقیقات واقعے کے پینتیس ۳۵ سال بعد عمل میں لائی گئی۔ سٹیفن (Stephen)

486

(28 St. Tr. 51; ante, P. 149) ۱

(12 Cox 161) ۲

(Annaul Register, 11, 368; Gentleman's) ۳

(Magazine for 1759, p. p. 604,627)

(History of Criminal Law, 11, 2) ۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے ایک ایسے مقدمے کا ذکر بھی تحریر کیا ہے جو ۱۸۶۳ء میں چلا تھا اور جس میں ملزم پر الزام یہ تھا کہ اس نے ساٹھ سال قبل پیدائش کے رجسٹر سے ایک ورق کا سرقہ کیا ہے۔

لیکن یہ اصول کہ مرور ایام سے فوجداری مقدمات ممنوع السماعت نہیں ہو سکتے، چند ایسے مستثنیات کا تابع ہے جو قانون موضوعہ کی پیداوار ہیں جن میں سے چند اہم مستثنیات[1] حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بغاوت یا بغاوت کی اطلاع دینا ترک کرنے کے الزام میں مقدمہ ارتکاب جرم سے تین سال کے اندر چلایا جانا چاہئے۔ بجز اس کے کہ بغاوت بادشاہ کو قتل کرنے کے لئے واقعی سازش پر مشتمل ہو یا بغاوت کا ارتکاب بیرون ملک کیا گیا ہو[2]۔

۲۔ ملزمین کے مقابلے میں قانون بلوہ (Riot Act)[3] کی خلاف ورزی کی پاداش میں بارہ ماہ کے اندر مقدمہ رجوع ہو جانا چاہئے۔

۳۔ ایسی لڑکی سے زنا یا زنا کا اقدام کرنے کے الزام کی تحقیقات جس کی عمر ۱۳ اور ۱۶ برس کے درمیان ہو واقعۂ ارتکاب سے بارہ ماہ کے اندر آغاز ہونی چاہیئے[4]۔

۴۔ قانون دروغ حلفی (Perjury Act 1911. (S. 4)) کے تحت کسی پیدائش یا موت کے واقعے کو درج رجسٹر کرنے میں دروغ بیانی کے الزام میں مقدمہ تین سال کے اندر رجوع ہو جانا چاہئے[5]

۵۔ ایسے بیشمار جرائم کے الزام میں جن کی تحقیقات سرسری

---

[1] دیگر مستثنیات کا تذکرہ ہسٹری آف کریمنل لا مصنفہ اسٹیفن میں موجود ہے۔

[2] (7 and 8 Will 3, C. 3, SS. 5, 6; ante, P. 318)

[3] (1 Geo. 1. st. 2, C. 5; ante. P. 332)

[4] (18 and 19 Geo. 5, C. 42, S. 1.)

[5] (11 and 12 Vict. C. 48, S. 11.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو سکتی ہے، ارتکاب جرم سے چھ ماہ کے اندر مقدمہ پیش ہو جانا لازم ہے۔

دیگر کم اہم مستثنیات کے لیے ملاحظہ ہو۔

(Stone's Justices' Manual, Index, Limitation)

حدود ارضی کے ذریعے سے تحدید

487

بین الممالک قانون کے بموجب ہر سلطنت کو اپنا اختیار سماعت صرف ان اشخاص اور ایسی جائداد کے مقابلے میں نافذ کرنا چاہیئے جو اس کی مملکت کے حدود ارضی کے اندر موجود ہوں۔[2] فوجداری معاملات میں ایسا نہیں ہوتا کہ ہر سلطنت ہر مجرم کے خلاف اپنا اختیار سماعت ہمیشہ استعمال کرتی ہو باوجودیکہ ملزم اس کے حدود ارضی کے اندر فی الواقع موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ متعدد مملکتوں کی رائے ہے کہ کسی مملکت کو غیر ملکی باشندوں کے مقابلے میں ایسے جرائم کی تحقیقات کا اختیار نہیں ہے جس کا ارتکاب

[1] رسالہ موسومہ (Journal of Comparative Legislation and International Law) کی جلد ۱۵ صفحہ ۱۸۵-۱۸۷ میں اطالیہ کے اس ادعا کی صراحت درج ہے کہ اس کو ایسے غیر ملکی اشخاص کے خلاف تجویز کرنے کا اختیار حاصل ہے جنھوں نے سیاسی جرائم کا ارتکاب بیرون ملک کیا ہو اور جو اس کی مملکت کی حدود ارضی کے اندر موجود نہ پائے جاتے ہوں و نیز یہ کہ اس کو ملک غیر کے ایسے اشخاص کے خلاف جرائم کی تجویز کرنے کا اختیار حاصل ہے جنھوں نے بیرون ملک جرم کا ارتکاب کیا ہو اور مملکت کی حدود ارضی کے اندر موجود پائے جائیں بشرطیکہ وزیر عدالت تحریک کریں یا خود متضرر استغاثہ پیش کرے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو ڈبلیو۔ ای۔ بیکٹ کا مضمون مندرجہ (British Year Book of International Law Vol. VI.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انھوں نے مملکتی حدود سے باہر کیا ہو۔ اس اصول کا صرف ایک استثنا عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جو اجانب بھی بحری ڈاکہ زنی کا ارتکاب کریں، بنی نوع انسان کے مشترک دشمن سمجھے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ مشترک دشمن کا سا برتاؤ کیا جاتا ہے جو مملکت انھیں گرفتار کرتی ہے ان کے خلاف اپنا اختیار سماعت نافذ کر سکتی ہے خواہ ان جرموں کی نوعیت کچھ ہو، ہو اور انھوں نے جرم کا ارتکاب کسی علاقے میں کیا ہو۔ حتیٰ کہ غیر مملکت کے سمندری حدود میں ایسے جرائم کا ارتکاب ہو تب بھی یہ اختیار سماعت استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اس کا اثر یہ ہے کہ ہر ملک کے فوجداری عدالتوں کا دائرۂ عمل اکثر ان اشخاص

(Oppenhein's International Law, 4 thed Pt. 1. 282.) ملاحظہ ہو

(Ante, P. 375).

اس ملک کے اندر سازش کرنا اس غرض سے کہ کھلے سمندر میں بحری ڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا جائے ملاحظہ ہو مقدمہ (Reg. V. Kohn (1864), 4 F. and F. 68.) بیرون ملک سازش کرنا اس غرض سے کہ اس علاقے کے اندر قتل عمد کا ارتکاب کیا جائے علاقۂ ہذا میں اس جرم کی تجویز عمل میں نہیں لائی جا سکتی۔

(The Marianna Flora (1826), 11 Wheaton at P. 41; In re Tivnan

(1864), 5 B. and S. at P. 677.

لیکن اس میں ایسے افعال داخل نہیں ہیں جو صرف قانون ملک کے تحت بحری ڈاکہ زنی قرار دیے گئے ہوں مثلاً غلاموں کی تجارت کرنا وغیرہ۔ کیونکہ صرف ایک ملک یا چند ممالک مشترکہ طور پر قانون بین الممالک میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ فوجداری نوعیت کے امور میں تجویز اختیار کی حدود ارضی سے متجاوز بھی کی جا سکتی ہے اگر ایک ملک دوسرے ملک کو ایسا اختیار حوالے کرے مثلاً میثاق نسبت تجارت غلامان سفید فام کے تحت ایسے اختیارات حوالے کئے گئے ہیں۔

لیکن اس میں ایسے اشخاص بھی داخل ہیں جو ملک غیر کے باشندے ہوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تک ہی محدود رہتا ہے جنھوں نے جرائم کا ارتکاب اسی ملک کے حدود ارضی کے اندر[1] یا اس قوم کے کسی جہاز کے اوپر کیا ہو۔

488 یہی وجہ ہے کہ جو اشخاص کسی ایک مقام پر جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد کسی دوسری مملکت کی حدود ارضی میں داخل ہو جاتے ہیں اپنے جدید وطن کی عدالتوں کے ذریعے سے سابقہ جرائم کی بابت سزایاب ہونے کا عموماً خطرہ نہیں محسوس کرتے۔ اس برائی کا سدباب کرنے کے لئے موجودہ زمانے میں تقریباً جملہ مہذب ممالک نے باہمد گر تحویل ملزمین کے لئے معاہدات طے کئے ہیں۔ جس سے ایسا باہمی انتظام مراد ہے جس کی رو سے وہ اشخاص جو کسی سنگین جرم کے ارتکاب کے بعد، جو سیاسی نوعیت کا نہ ہو، بیرون ملک فرار ہو جاہیں، گرفتار کئے جاکر مقدمے کی تحقیقات کے لئے اس ملک کو واپس بھیج دیے جاتے ہیں جہاں انھوں نے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ ۱۸۷۰ء کے بعد سے انگلستان نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ملاحظہ ہو۔

Courteen's Case (1618), Hobart 270 Re Barronet (1853) I. E. and B.I.,

[1] "ملکتی سمندر" کے لئے ملاحظہ ہو قانون (Mand 42 Vict. e. 73) ہمارے ایک جزیرہ (Ascension) میں جو بحر اوقیانوس میں واقع ہے ۱۸۵۱ء میں قتل انسان کا ارتکاب ہوا لیکن اس جزیرے پر کوئی ایسی عدالت موجود نہ تھی جو جرم کی تحقیقات کر سکتی۔ اس لیے اس جرم کی تحقیقات وینچسٹر (Winchester) کے مقام پر عمل میں لانے کیلئے ایک خصوصی کمیشن جاری کیا گیا (Cf. P. 164 ante) جزیرے (Ascension) سے تیرہ گواہوں کو لایا گیا تھا۔ (The Times march 5, 1852). قانون انگلستان کی رو سے انگلستان کو غیر ملک کے ایسے تجارتی جہازوں پر اختیار سماعت حاصل ہے جن پر برطانیہ کا پرچم نصب ہو اور برطانوی بندرگاہوں میں لنگر انداز ہوں۔ یہی صورت غالباً ہوائی جہازوں سے بھی متعلق ہوگی۔ جرائم متعلقہ طیارہ رانی ملاحظہ ہو قانون (Air Navigation Act. 1920 10 & 11. Geo. 5. C. 80.)

[2] ملاحظہ ہو (Recastioni (1891) I, Q. B. 149.) ایسے جرم کیلئے کسی سیاسی کشیدگی میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس نوعیت کے معاہدات تقریباً جملہ غیر ممالک سے طے کر لیئے ہیں۔ ان معاہدات کے منجملہ بڑی اکثریت ایسے معاہدات کی ہے جن کی رو سے فریق ممالک کو اپنے ہم قوم ملزمین کے حوالے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق اختیار تمیزی استعمال کرنے کا حق حاصل ہے ملک غیر کے ملزم کے مقدمے کی تفتیش ابتداءً معتمد امور داخلہ کے حکم سے (Bow Street) میں کسی مجسٹریٹ کے ذریعے سے عمل میں لائی جاتی ہے بعد ازاں معتمد امور داخلہ کے دستخطی حکم نامے کے ذریعے سے ملک غیر کا ملزم حوالے کر دیا جاتا ہے۔

تحویل ملزمین کے قاعدے کی رو سے کوئی ملزم کسی ایک ملک کے حدود ارضی سے دوسرے ملک کے حدود ارضی میں منتقل کر دیا جاتا ہے اگر کسی قوم کا دستور اساسی وفاقی یا مشابہ وفاقی ہو تو اس قوم کے مملکتی حدود ارضی کے اندر بھی کسی ایک وفاقی عنصر سے دوسرے وفاقی عنصر کے مقامی حدود ارضی کے اختیار سماعت میں منتقل کرنے کے لئے باہمد گر اسی نوعیت کے انتظام کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی اصول کے تحت برطانوی شہنشاہیت میں قانون مفرور ملزمین[1] (Fugitive offenders Act 1881) نافذ ہے جس کی رو سے کوئی شخص جو ملک معظم کے زیر اقتدار کسی ایک علاقے میں[2] ارتکاب جرم کر کے دوسرے علاقے میں فرار ہو جائے تو اس ملزم کی تحویل ملک غیر کے ملزم کے مماثل عمل میں لائی جا سکتی ہے۔ یہ بدیہی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ واقع ہونا یا ایسی کشیدگی کا جزو ہونا لازم ہے۔

[1] اطالیہ جو اپنے ہم قوم افراد کی تحویل کو منظور نہیں کرتا اس امر پر رضامند ہے کہ وہ خود اپنی عدالتوں میں ایسے افراد کے ان جرائم کی تجویز کرے گا جن کا ارتکاب انھوں نے بیرون ملک کیا ہو۔ ملاحظہ ہو۔ J. C. L. & I. L. XH. 62

[2] (44 & 45 Vict. C. 69) انتدابی علاقہ جات کیلئے ملاحظہ ہو (5 & 6 Geo. 5. C. 39)

[3] ٹرانسوال کے الحاق کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا اس قانون کا اطلاق صرف اس صورت تک محدود ہوگا جب کہ وہ علاقہ جہاں کہ جرم کا ارتکاب ہوا ہو تاریخ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

489 امر ہے کہ جن جرائم کے لئے ملزمین کی اس طرح علاقہ داری تحویل عمل میں لائی جا سکتی ہے ان کی وسعت ان جرائم سے کہیں زیادہ ہے جن کی بنا پر ممالک غیر کے ساتھ تحویل ملزمین عمل میں آتی ہے۔ اور ان میں جملہ ایسے جرائم شامل ہیں جن کے لئے اس مقام کے قانون کے بموجب (جہاں جرم کا ارتکاب ہوا ہو) قید بامشقت کی سزا دی جا سکے جس کی میعاد بارہ ماہ سے کم نہ ہو۔ اگر وہ فعل جس کا شخص مفرور پر الزام ہو، ملک معظم کے جن مقبوضات کے قانون کے بموجب جہاں مفرور نے پناہ لی کسی جرم کی تعریف میں نہ آتا ہو تب بھی اس قانون کا اطلاق ہو گا۔

غیر ملکی اشخاص کے خلاف ایسے جرائم کے لئے جن کا ارتکاب مملکتی حدود سے باہر کیا گیا ہو، کسی مملکت کے فوجداری اختیارات کے نفاذ کی نسبت خواہ کچھ بھی نظریہ ہو، تاہم بین الممالک قانون کی رو سے مملکت کے اپنی رعایا کو سزا دینے کے اختیارات پر کوئی تحدید عائد نہیں ہے۔ مگر مختلف اقوام میں اختلاف اس بارے میں پایا جاتا ہے کہ کہاں تک وہ اپنی رعایا کو ایسے جرائم کے بارے میں سزا دینے پر آمادہ ہوں گی جن کا ارتکاب ان کی رعایا نے اپنے وطن کی سرزمین سے باہر کیا ہو۔ برطانیۂ عظمیٰ (فرانس اور ممالک متحدہ کی طرح) تقریباً ہر نوعیت کے جرائم میں اس اصول کے اتباع کو ترجیح دیتا ہے کہ، جرم ایک مقامی معاملہ ہے اور اس کی بابت کارروائی اسی مقام پر کی جانی چاہیئے جہاں اس کا ارتکاب ہوا ہو لیکن چند حالیہ قوانین موضوعہ کے ذریعے سے اس عام اصول کی چند استثنائی صورتیں پیدا کی گئی ہیں، اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ارتکاب جرم پر ملک معظم کے مقبوضات میں شامل ہو، یا یہ اس صورت میں بھی متعلق کیا جائے گا جبکہ تاریخ ارتکاب جرم تک وہ علاقہ مقبوضات میں شامل نہ تھا لیکن بعد ملک معظم کے مقبوضات میں شامل کر لیا گیا ہو۔ جنوبی افریقہ کے مقبوضات میں اس مسئلے سے متعلق اختلافی نظائر پائے جاتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برطانیہ عظمیٰ کی عدالتوں کو اس امر کا مجاز گردانا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد رعایائے برطانیہ چند مخصوص جرائم کا ارتکاب کسی[1] غیر ملک کی سرزمین پر کرے تب بھی عدالتیں ایسے مقدمات کی تحقیقات کر سکیں گی۔

490 اگر کوئی شخص انگلستان میں موجود رہ کر کسی ملک غیر میں جرم کے ارتکاب کے لیے سازش کرے یا ایسے جرم کے ارتکاب میں اعانت کرے تو یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس شخص پر الزام قانون انگلستان کی رو سے

[1] جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے قبل انسان (24 & 25 Vict. C. 100. S. 9. antc, P. 164) اور ازدواج مکرر (ante P. 87) اور بحری ڈاکہ زنی (ibid. S. 57. ante P. 360) کے جرائم میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ جرم بغاوت اخفائے بغاوت (35 Hen. 8, C. 2. S. I) جرائم کبیرہ بحر۔ ان جرائم کے جن کا ارتکاب نوآبادیات کے گورنروں نے کیا ہو Reg V. Eyre (Governor) (1868), L. R. 3. Q. B. ملاحظہ ہو 11 Wm. 3. C. 12; (33 and 34 Vict. C 487) ایسے غیر ممالک کی افواج میں شرکت کا جرم غیر جانبدارانہ ہوں Corrupt Practices Act. یا (Ballot Act, 1872) جرائم بخلاف قوانین 90 S. 4.) Explasive یا چند مخصوص جرائم بخلاف احکام قانون Official Secrets acts 1911, and 1920; Substance Act, 1883. (46 and 47 Vict. C. 3. میں بھی یہی عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح قانون (The Marchant Shipping Act. 1891 (57 & 58 Vict. C. 60 S. 687.) کے تحت کوئی جرم بخلاف کسی جائداد یا شخص جس کا ارتکاب جہاز کا ایسا ماسٹر، ملاح یا کار آموز کرے جو بوقت ارتکاب جرم یا اس سے عین تین ماہ قبل کے عرصے کے اندر کسی وقت برطانوی جہاز کی ملازمت میں شامل رہا ہو۔ یہی وہ تنہا قانون موضوعہ ہے جس کے تحت انگریزی عدالتوں کو غیر ممالک کے اشخاص کے مقابلے میں ایسے جرائم کی تجویز کا اختیار دیا گیا ہے جن کا ارتکاب وہ اشخاص کسی ملک غیر کے حدود ارضی کے اندر کریں۔ ملاحظہ ہو۔

(W. T. S. Stallybrass in j. C. L. and I. L. XV, 31)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عائد ہو سکے گا[1]، اس لئے کہ انگلستان کی عدالتوں کو سرکاری طور پر ملک غیر کے قانون سے واقفیت نہیں ہوتی، اور گو کوئی فعل منسوبہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو انگلستان کی عدالتیں اس کے متعلق یہ یقین حاصل نہیں کر سکتیں کہ آیا وہ فعل اس مخصوص ملک غیر کے قانون کی رو سے فی الواقع جرم کی تعریف میں داخل ہے بھی یا نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایسی شے کو جو ملک غیر میں بذریعۂ سرقہ حاصل کی گئی تھی اس کا مال مسروقہ ہونا جان کر ملک غیر میں لے اور اس شے کو انگلستان میں لائے اور یہاں لوگ اس شے کا مسروقہ ہونا جانتے ہوئے اس کو حاصل کر لیں تو قانون داں اشخاص کے نزدیک اس امر میں شبہہ تھا کہ آیا ان لوگوں کو انگلستان میں سزا دی جا سکے گی[2]۔ اس بارے میں کوئی عام اصول طے نہیں ہوا لیکن خاص خاص امور کی نسبت قوانین وضع ہو چکے ہیں۔ سازش (یا اغوا) کا ارتکاب انگلستان میں اس غرض سے کہ ملک غیر میں قتل عمد کا ارتکاب کیا جائے[3] قابل ترتیب فرد، جرم قرار دیا گیا ہے۔ قانون سرقہ (Larceny Act 1916.) کے ذریعے سے ایسی اشیا کی خرید و فروخت جرم قرار دی گئی ہے جو انگلستان سے باہر بذریعۂ سرقہ حاصل کی گئی ہوں اگر کوئی شخص وہ مال جو سلطنت متحدہ سے باہر بذریعۂ سرقہ حاصل کیا گیا ہو

---

[1] اس شبہے کی نسبت ۱۸۵۸ء میں بڑی گرما گرم بحث ہوئی تھی جبکہ متعدد اشخاص نے لندن میں اس امر کی سازش کی تھی کہ آرسنی (Orsini) کی اس کوشش میں اعانت کریں کہ نپولین سوم کو بمقام پیرس قتل کر دیا جائے۔ آرسنی نے جرم کا اقدام بتاریخ ۱۴ جنوری ۱۸۵۸ء کیا تھا اور شاہ نپولین سوم بغیر کسی ضرر کے بچ گیا لیکن تماشبینوں کے منجملہ دس اشخاص جان سے مارے گئے اور ۱۵۶ اشخاص زخمی ہوئے۔ ان تین بموں سے ۱۶ زخم عائد ہوئے۔

[2] (Cf. C. C. C. Sess. Pap LXXXIV. 295. LXXXVIII. 038)

[3] (24 & 25 Vict. C. 100, S. 4, Reg. V. Most. (1881) 7 Q. B. D. 244.

[4] S. 38. (4)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس ملک میں اس کا مسروقہ ہونا جانکر بغیر کسی جائز وجہ کے لے کر اپنے قبضے میں[1] رکھے تو اس قانون کی رو سے یہ فعل ایسا جرم ہوگا جس کی سزا سات سال قید ہو سکے گی۔ مال کا "مسروقہ" ہونا اس صورت میں سمجھا جائے گا جب کہ وہ ایسے حالات میں حاصل کیا جائے کہ اگر ان ہی افعال کا ارتکاب سلطنت متحدہ میں کیا جاتا تو اس سے کوئی قابل ترتیب فرد جرم نہ بنتا گو وہ سرقے کے درجے تک نہ پہنچتا ہو۔ یہ قانون صرف ان ہی اشخاص سے متعلق نہیں ہے جو انگلستان میں دوسروں سے ایسا مال لیں جو انگلستان سے باہر بذریعۂ سرقہ حاصل کیا گیا ہو بلکہ اس کا
491 اطلاق ان صورتوں میں بھی ہوگا جب کہ انگلستان کے اندر خود سارق کے قبضے میں مال مسروقہ پایا جائے۔

یہ ممکن ہے کہ ایک شخص انگلستان سے باہر رہ کر کسی معصوم کارندے کے ذریعے سے انگلستان میں جرم کا ارتکاب کرے۔ مثلاً فرانس میں بیٹھ کر اگر مزل حیثیت عرفی خط ڈاک میں ڈالا جائے یا جعلی ٹیلیگرام بھیجا جائے جو اس کی جانب سے خطوط رساں تقسیم کرے گا۔ جب کبھی وہ فرانسیسی انگلستان آئے گا اس کے خلاف انگلستان میں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔[2] اسی طرح اگر لندن سے کسی غلط بیانی کی بنا پر کوئی رقم ملفوف کر کے انگلستان سے ہالینڈ بھیجی جائے تو چونکہ رقم کا "استحصال" انگلستان میں ہوا ہے اس لیے انگلستان کی عدالتوں کو اختیار سماعت حاصل ہو جائے گا کیونکہ ڈچ ملزم کی جانب سے لفافے کی وصولی میں انگریز پوسٹ ماسٹر[3] کی حیثیت کارندے کی ہے۔ انگریزی عدالتوں کو اختیار سماعت

---

[1] اس طرح اس میں وہ جملہ جرائم شامل ہو جاتے ہیں جن میں نہ صرف سرقے کا ارتکاب بیرون ملک کیا گیا ہو بلکہ وہ جرائم بھی جن میں مال مسروقہ بیرون ملک لیا گیا ہو۔

[2] (Rex V. Stoddart (1909) 2. Cr. App R. 217.

[3] اس کے برخلاف اگر کوئی شخص انگلستان کو چھوڑے بغیر انگلستان سے جعلی بل بذریعۂ ڈاک کسی ملک غیر کو روانہ کرے تو وہ شخص ملک غیر میں اس دستاویز کو "پیش کرنے" کا مجرم قرار پائے گا۔ اور قانون تحویل ملزمین میں "مفرور ملزم" کی تعریف جس وسیع

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حاصل ہونے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا اس جرم کا راست نتیجہ انگلستان میں ظہور میں آیا، یا اس جرم سے متعلق کوئی فعل انگلستان میں وقوع میں آیا۔ اگر کسی ملک غیر کے باشندے کی ضرب سے بیرون انگلستان کوئی متضرر ہوا اور اس کے صدمے سے وہ شخص انگلستان میں فوت ہو جائے تو انگریزی عدالتوں کو اس صورت میں اختیار سماعت حاصل نہیں ہوگا۔[1] اگر بے احتیاطی سے کوئی چیز پھینکی جائے (مثلاً عرشۂ جہاز پر سے) تو اس امر کا وقوعہ اسی مقام پر نہیں سمجھا جائے گا جہاں وہ چیز گرے۔ گو یہ صحیح ہے کہ قانون بین الممالک کی رو سے اس کے بالکل مخالف رائے قائم کیجاتی ہے۔[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مفہوم پر حاوی ہے اس کے تحت یہ ممکن ہے کہ ہم اس شخص کے خلاف ملک غیر میں تحقیقات عمل میں لانے کے لئے اس کو بحیثیت "مفرور ملزم" ملک غیر کے حوالے کردیں۔ ملاحظہ ہو (Rex V. Godfrey (1923) I. K. B. 24)

[1] (Reg. V Lewis (1857) 7 Cox. 277) انگریزی عدالتوں کے برطانوی رعایا پر ایسے مقدمات میں اختیار سماعت کے لئے ملاحظہ ہو (24 & 25. Viet C. 100. S. 10.)

[2] (Reg. V. Keyn (1876) 3 Ex. D. 63.)

ملاحظہ ہو W. T. S. Stallybrass in J C. L. and I. L. XV, 83, and W. E. Beckett in British Year Book of International Law Vol. VIII.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

492

باب (۲۸)

فوجداری عدالتیں

اب ہم سلسلہ وار بلحاظ مراتب ایسی مختلف عدالتوں کا ذکر کریں گے جنھیں عام فوجداری اختیارات حاصل ہیں۔

(I) ملک معظم باجلاس پارلیمنٹ کی عدالت العالیہ (The High Court of the King in Parliament.)

مملکت کی یہ اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ طلبا کو اس کے نام سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے کہ شاید ملک معظم خود بنفس نفیس اس عدالت میں اجلاس فرماتے ہیں، یا یہ کہ لفظ "پارلیمنٹ" یہاں اپنے موجودہ مفہوم میں بشمول دارالعوام استعمال ہوا ہے۔ یہاں پارلیمنٹ سے مراد ایسی پارلیمنٹ سے ہے جس میں ملک معظم اور دارالعوام شامل نہیں ہے۔ اور صرف دارالامرا پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس عدالت کے اختیارات اسی دارالامرا کو حاصل ہیں۔ یہ اختیارات دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(الف) بحیثیت عدالت مرافعہ۔ (ب) بحیثیت عدالت ابتدائی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(الف) دیوانی مقدمات میں دارالامرا ہی وہ واحد عدالت مرافعہ ہے جہاں انگریزی ملکی عدالتوں کی تجاویز کی ناراضی سے بصیغۂ مرافعہ جملہ قانونی مسائل کا قطعی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ لیکن فوجداری مقدمات میں دو عدالت ہائے مرافعہ کے منجملہ دارالامرا کی حیثیت بھی ایک عدالت مرافعہ کی ہے جس میں اس دوسری عدالت مرافعہ کی بہ نسبت کام کم رہتا ہے۔ ۱۹۰۷ء تک اس عدالت کے اختیارات مرافعہ ایسے شاذ و نادر قانونی غلطیوں کی اصلاح تک محدود تھے جو "بادی النظر" میں خود مسل سے ظاہر ہوں[1]۔ اسی قسم کی غلطی کی ایک مثال ایسی فرد جرم ہو سکتی ہے جس سے کسی جرم کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ ۱۹۰۷ء کے قانون کی رو سے ایک جدید عدالت 493
"مرافعۂ فوجداری" قائم ہوئی اور یہ قرار دیا گیا کہ اس عدالت کے فیصلوں کی ناراضی سے مستغیث یا ملزم کسی ایسے قانونی عذر پر دارالامرا میں مرافعہ پیش کر سکتا ہے جس کی نسبت اٹارنی جنرل اس امر کی تصدیق کریں کہ وہ مسئلہ عامۃ الناس کے لئے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، اور اس لئے اعلیٰ ترین عدالت کے ذریعے سے اس کا فیصل ہونا مناسب ہے۔ پارلیمنٹ کا جو اجلاس قانونی مرافعوں کی سماعت کے لئے منعقد ہوتا ہے وہ دارالامرا کے معمولی اجلاسوں سے بہت زیادہ مختلف ہوتا ہے کیونکہ قانون (Appellat Jurisdiction Act. 1876.) کی رو سے یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہر جلسے میں کم از کم

[1] چٹی (Chitty) کا بیان ہے کہ ہر مسل میں (منجملہ دیگر کاغذات کے) جج کے نام جاری شدہ کمیشن گرانڈ جیوری کی مرتبہ فرد قرار داد جرم، بیان استفساری، جوابدہی تنبیہات، جیوری کا حکم، جیوری کی رائے، اور فیصلۂ عدالت شامل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو (Practical Treatise on Criminal Law. 1. (720).) لیکن مسل میں شہادت شامل نہیں ہوتی نہ شہادت کے قابل ادخال ہونے یا نہ ہونے کے متعلق جج کا حکم شامل ہوتا ہے اور نہ جج کا وہ بیان شامل ہوتا ہے جو اس نے مقدمے کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے جیوری کے روبرو دیا ہو۔

[2] (7. Ewd. 7. C. 23. Post, P. 586.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تین لارڈز آف اپیل (Lords of Appeal) اجلاس کریں۔ دوسری طرف آداب دستوری کے ایک قاعدے کے بموجب جو اوکانیل (O' Connell's Case[2]) کے مقدمے کے بعد سے ۱۸۴۳ء سے رائج ہے، کل ایسے امرا جو قانون داں نہیں ہوتے رائے دہی سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ ۱۸۷۶ء کے قانون کے تحت دارالامرا اجازت دیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کی میقات کے اختتام کے بعد بھی لارڈ آف اپیل کو اپنے اجلاس منعقد کرنے کی اجازت دے۔ ملک معظم پارلیمنٹ کی تحویل کے بعد بھی لارڈ آف اپیل کو اپنے اجلاس کرنے کی اجازت دینے پر مقتدر ہیں۔

(ب) دارالامرا کی حیثیت ایک عدالت ابتدائی کی بھی ہے اور اس حیثیت سے وہ بخلاف اپنی پہلی حیثیت کے قانونی اور واقعاتی دونوں[3] قسم کے مسائل کی تجویز کر سکتی ہے۔ آداب دستوری کا جو قاعدہ فی الوقت رائج ہے اور جس کی رو سے غیر قانون داں امرا رائے دہی سے اجتناب کرتے ہیں یہاں متعلق نہیں ہوتا۔ لیکن ابتدا میں چونکہ چانسلر مذہبی پیشواؤں میں سے مقرر ہوتا تھا اس لئے وہ ایسے الزامات کی تحقیقات میں حصہ نہیں لے سکتا تھا جن کی سزا موت ہو سکتی ہو۔ اس لئے یہ قاعدہ ہو گیا ہے کہ ملک معظم دارالامرا کے کسی رکن کو لارڈ ہائی اسٹورڈ کی حیثیت سے اس عدالت کی میر مجلسی کے لئے نامزد کر دیتے ہیں۔ (آئندہ سے غالباً خود لارڈ چانسلر میر مجلسی کے لئے نامزد کئے جائیں گے) (۱) استغاثہ یا (۲) ملزم ان دونوں میں سے کسی ایک کے اعزاز کی بنا پر فوجداری مقدمات

لہ۔ یہ یا تو "معمولی" لارڈز آف اپیل ہو سکتے ہیں (یعنے ایسے جن حیاتی تنخواہ یاب امرا جو تحت قانون Appellate Jurisdiction Act, 1876 مقرر ہوئے ہوں) یا سلطنت کے ایسے امرا ہو سکتے ہیں جو اعلیٰ عدالتی عہدوں پر مامور ہوں۔

۲ Wade and Phillips Constitutional Law 2nd. Ed; P. 249.

۳ اس طرح اس عدالت میں قدیم (Judicium Parium) سے قریب ترین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کی تحقیقات اسی عالیہ عدالت میں عمل میں لائی جا سکے۔
(۱) اگر امرا کے خلاف بغاوت یا کسی جرم کبیرہ کا یا ان میں سے کسی جرم کے اخفا کا الزام ہو تو یہ ضروری ہے کہ ایسے الزام کی تحقیقات ان کے ہم رتبہ امرا انجام دیں۔ 494
یہ استحقاق شرافت نسب پر مبنی ہے نہ کہ محض دارالامرا میں نشست پانے کے حق پر۔ اس لئے طبقۂ اناث کے وہ افراد جو طبقۂ امرا کے ارکان ہوں، امرا کی زوجگان، صغیر سن امرا، اور اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ کے ایسے امرا جو قائم مقامانہ حیثیت سے طبقۂ امرا کے رکن نہ ہوں اسی استحقاق کے حامل ہو سکتے ہیں۔ ماہرین کی اکثریت کی یہ قطعی رائے ہے کہ کسی امیر کو اس استحقاق سے دست بردار ہونے کا اختیار نہیں ہے گو یہ صحیح ہے کہ کارروائی کی اس نوعیت کا ضابطہ نہایت پیچیدہ اور بے حد تکلیف دہ ہے جیسا کہ ارل رسل (Earl Russell) کے خلاف ازدواج مکرر کے الزام کی دریافت کے ضمن میں واضح ہوا تھا۔ (دیکھئے اپیل کیسز سنہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۴۴۹) امرا کے جملہ فوجداری الزامات کی تحقیقات ابتداءً کسی ایک معمولی عدالت میں بعد ترتیب فرد الزامات کی جاتی ہے۔ بعد ازاں پروانۂ سپروگی Wrist of Certeorari کے ذریعے سے یہ فرد الزامات دارالامرا میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مشابہت باقی رہ گئی ہے (ملاحظہ ہو Holdsworth. 1, 389
۱؎ لیکن جہاں الزام صرف جرم صغیر کا ہو تو امرا کے الزامات کی تحقیقات بھی ایسی معمولی جیوری کے ذریعے سے عمل میں لائی جاتی ہے جو عوام پر مشتمل ہو۔ Pollock and Maitland. 1, 410
۲؎ ملاحظہ ہو Hansard. CCCX, 245 (Jan. 31 1887)
۳؎ اس کی تفصیل Blaekwood's Magazine بابت دسمبر سنہ ۱۸۵۰ء میں لارڈ کارڈی گن Lord Cardigan کے مقدمے کے ضمن میں ملے گی۔ لارڈ صاحب پر سنہ ۱۸۴۱ء میں کیپٹن ٹکٹ Capt Tuckett پر ڈوئل کی لڑائی میں گولی چلانے کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا (4 st. Tr. (N. S.) 601.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(یا عدالت ہائے اسٹوررڈ میں) منتقل کردی جاتی ہے۔

بشپ حضرات کے الزامات کی سماعت دارالامرا میں نہیں کی جاتی۔ کوئی نظیر ایسی نہیں ہے جب کہ کسی بشپ کا مقدمہ دارالامرا میں سماعت کیا گیا ہو۔ آرچ بشپ کرانمر (Cranmer) اور بشپ فشر (Fisher) کے مقدمات میں تجویز عام جیورلٹی کے ذریعے سے کی گئی تھی بشپ حضرات کو اختیار ہے کہ کسی امیر کے مقدمے کی تحقیقات کے دوران میں شریک اجلاس رہیں، لیکن وہ صرف اسی وقت تک نشست کر سکیں گے کہ دارالامرا کے ارکان ملزم کے "مجرم" یا "بے خطا" ہونے کی نسبت اظہار رائے کا تہیہ نہ کرلیں۔ رائے دہی کے وقت بشپ حضرات کی شرکت سے معذوری، کلیسائی قانون کے اس قاعدے کی بنا پر ہے جس کی رو سے مذہبی پیشواؤں کو سزائے موت کا حکم سنانے میں شرکت کرنے سے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اس طرز عمل کی توجیہ میں کبھی کبھی "شرافت نسبی"[2] کا نظریہ بھی پیش کیا جاتا ہے۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں ایک مقدمے میں قتل انسان کے الزام سے برأت کی تجویز صادر ہونے پر لارڈ چانسلر نے قانون برائے دریافت الزامات امرا (تنسیخ استحقاق امرا) (Trial of Peers (Abolition of Privilege) کا مسودہ پیش کیا جو دارالامرا سے منظور ہو چکا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ مسودہ مستقبل میں بحیثیت قانون نافذ ہو جائے۔

(۲) اگر دارالعوام کسی شخص کے خلاف بدانتظامی کا الزام عائد کرے

---

[1] تاہم دارالامرا نے بشپ حضرات کو تجویز بذریعہ امرا سے خارج رکھنے کے متعلق جو رزولیوشن منظور کیا ہے وہ نظریہ "شرافت نسب" پر مبنی ہے۔ (Lords S.O. No. 61.) بشپ اسٹبس (Bishop Stubbs) کی رائے میں یہ نظریہ تاریخی حیثیت سے محض مہمل ہے۔

(Anson, Law and Custom of the Constitution, 1.238 ff.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

495 خواہ وہ شخص عوام سے تعلق رکھتا ہو یا طبقۂ امرا سے، تو ایسے مقدمے کی تحقیقات دارالامرا میں عمل میں لائی جائے گی طبقۂ امرا کے ہر فرد کے خلاف اسی نوعیت کا الزام کسی جرم کی بابت بھی عائد ہو سکتا ہے۔ اور اسی طرح طبقۂ عوام کے ہر رکن کے خلاف خواہ کسی جرم کی بابت کم از کم کسی سنگین جرم صغیر (Misdemeanor) کی بابت ایسا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ یا الزام بدانتظامی (Impeachment) کی عدالتی تحقیقات کا طریقہ اب بالکل متروک ہے کیونکہ بحالات موجودہ دارالعوام خود اس قابل ہے کہ مملکت کے اعلیٰ عہدہ داروں کی کارروائیوں پر براہ راست سیاسی قابو قائم رکھ سکے اس طریقۂ کارروائی کی دقتوں[2] کا اظہار وارن ہیسٹنگز کے مقدمے سے بخوبی ہو سکتا ہے جس کا دوران ۱۷۸۶ء تا ۱۷۹۵ء رہا۔ آخری مرتبہ لارڈ ملول (Lord Melville) کے خلاف الزام بدانتظامی کی تحقیقات عمل میں آئے ہے بعد ۱۸۰۶ء سے اس وقت[1] تک کوئی کارروائی اس نوعیت کی پیش نہیں ہوئی۔ اور آیندہ بھی پیش ہونے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ لارڈ میکالے کے الفاظ میں "الزام بدانتظامی (Impeachment) کی کارروائی ایسی دلچسپ رسم ہے

[1] اس اختلافی مسئلے کے متعلق کہ آیا دارالعوم کے کسی رکن کے خلاف کسی جرم کبیر یا بغاوت کے جرم میں الزام بدانتظامی عائد ہو سکتا ہے یا نہیں، یا یہ کہ آیا وہ ان الزامات کی تجویز بذریعۂ امرا کے جانچ پر اصرار کر سکتا ہے یا نہیں جملہ موافق اور مخالف نظائر من ابتدا ۱۳۴۳ء تا نہایت ۱۶۸۹ء (Hatsell's Presidents (IV 392) میں موجود ہیں اس وقت عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان سنگین جرائم کے لئے دارالعوام کے کسی رکن پر الزام بدانتظامی عائد ہو سکتا ہے۔

ملاحظہ ہو۔ Wade and Phillips, Constitutional Law 2nd ed., P. 251.)

[2] الزام بدانتظامی کے تحت کارروائی کی مشکلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ (Anson. Law and Custom of the Constitution, 1,384.)

[1] ایک ماہر قانون نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی تھی کہ کسی زیان کے لئے الزام بدانتظامی عائد نہیں کیا جاتا بلکہ الزام بدانتظامی کا زیان ہوتا ہے۔ (29 st. Tr. 550.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جو ممکن ہے کہ سترھویں صدی میں کسی طرح مفید رہی ہو لیکن موجودہ زمانے میں اس سے کسی بھلائی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

II عدالت لارڈ ہائی اسٹورڈ سلطنت متحدہ۔

اسی عدالت میں اور اول الذکر عدالت میں صرف نام کا فرق ہے کام کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر پارلیمنٹ کے التوا یا تحلیل کے باعث بموجب طریقہ مقررہ ضابطۂ دارالامرا تک رسائی ناممکن ہو جائے تو اس عدالت کا اجلاس امرا کے خلاف بغاوت، یا جرم کبیر (Felony) یا ان میں سے کسی جرم کے اخفا کے الزام کی تحقیقات کی غرض سے منعقد کیا جاتا ہے۔ لیکن ۱۶۸۶ء کے بعد سے اس عدالت کا کوئی اجلاس منعقد نہیں ہوا اس عدالت میں ملک کے وہ امرا اجلاس کرتے ہیں جنھیں لارڈ ہائی اسٹورڈ نے طلب کیا ہو۔ لیکن ایسے امرا کی تعداد ۲۳ سے کم تر نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اس کے فیصلے کثرت رائے پر طے ہوتے ہیں اور ملزم کے "مجرم" یا "بے خطا" ہونے کا کوئی فیصلہ اس وقت تک قابل نفاذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ کم از کم
496 ۱۲ ارکان عدالت اس فیصلے سے اتفاق نہ کریں۔ اگر کسی امیر کے خلاف بغاوت یا اخفائے بغاوت کا الزام ہو تو عہد ولیم سوم کے ایک قانون (7 and 8 Will 3. C. 3.) کے تحت یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ایسے الزام کی تحقیقات کے لئے وہ تمام امرا جو دارالامرا میں نشست کا حق رکھتے ہوں طلب کئے جائیں۔ عالیہ عدالت پارلیمنٹ کے برخلاف اس عدالت کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے کوئی بشپ طلب نہیں کیا جا سکتا۔ اور بلاشبہ بشپ حضرات کے مقدمات بھی اس عدالت میں سماعت نہیں ہو سکتے۔ دوسرا قابل ذکر امر یہ ہے کہ عالیہ عدالت پارلیمنٹ میں جب کسی مقدمے کی تحقیقات عمل میں لائی جا رہی ہو تو جملہ ایسے ارکان جو اجلاس عدالت میں شریک ہوں قانونی اور واقعاتی دونوں قسم کے مسائل کا تصفیہ کرتے ہیں۔

لہ جو صرف اس خاص موقع کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اس عدالت میں جج اور جیوری کے فرائض کے حامل شرکائے اجلاس عدالت کے فرائض میں اختلاف ہوتا ہے۔ لارڈ ہائی اسٹورڈ بطور خود تنہا کل قانونی مسائل کی تجویز کرتے ہیں۔ لیکن واقعاتی مسائل پر اظہار رائے کے وہ مجاز نہیں ہیں۔ ان کا تصفیہ مابقی دیگر شرکائے اجلاس کرتے ہیں جنھیں اصطلاحاً "مجوزان الزامات امرا" (The Lord's Triors) کہا جاتا ہے۔

III عدالت مرافعۂ فوجداری (The Court of Criminal Appeal)

بجز ایسے شاذ قانونی اغلاط کے جو فی الواقع (قانون کی اصطلاح میں) "مسل سے بادی النظر میں ظاہر ہوں" کامن لا کے تحت فوجداری مقدمات کے لئے کوئی عدالت مرافعہ مقرر نہ تھی۔ حالانکہ اسی قانون میں دیوانی مقدمات کے مرافعوں کی سماعت کے لئے بہت کافی انتظام فراہم تھا۔ اس لئے ججوں نے یہ دانشمندانہ طریقۂ کار اختیار کیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی جج کے اجلاس پر فوجداری مقدمے کے دوران میں کوئی مشکل مسئلہ پیدا ہوتا تو وہ سب آپس میں بے ضابطہ مشاورتی جلسے منعقد کرتے۔ وکٹوریہ کے عہد کے ایک قانون 11 and 12 Vict. C. 78 کی رو سے ان بے ضابطہ اجلاسوں کی جگہ ایک باضابطہ عدالت کے قیام سے خالی ہوئی جس کا نام Court For Crown Cases Reserved. کورٹ آف کراؤن کیسز ریزرو تھا اس عدالت کو ایسے دشوار قانونی مسائل کی تجویز کرنے کا اختیار تھا جو عدالت اسایز (Assise) یا عدالت کوارٹر سشن میں سے کسی عدالت میں کسی قیدی کے مقدمے کی سماعت کے دوران میں پیدا ہوتے تھے۔ جوڈیکیچر ایکٹس Judicature Acts کے ذریعے سے یہ اختیارات ہائی کورٹ آف جسٹس کو منتقل کر دیے گئے جو سپریم کورٹ آف جوڈیکیچر کی ماتحت عدالت ہے۔ اسی قسم کا مرافعہ صرف ملزم کی جانب سے پیش ہو سکتا تھا۔ سرکار مرافعہ کرنے کی مجاز نہ تھی۔ اور خود ملزم بھی مرافعے کا مطالبہ بطور حق کے نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے لئے ممکن نہ تھا کہ کسی قانونی مسئلے کو محفوظ رکھنے کے لئے جج کو مجبور کر سکے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صرف قانونی مسئلہ ہی محفوظ ہو سکتا تھا واقعاتی مسئلے کو اس طرح محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا جو مرافعے اس طرح پیش ہوتے ان کی اوسط سالانہ تعداد صرف آٹھ تھی۔

کریمنل اپیل ایکٹ ۱۹۰۷ء کے نفاذ سے ایک وسیع تر اصول مقرر ہوا۔ اور اس قانون کے تحت ایک عدالت مرافعہ جات فوجداری 497 Court of Criminal Appeals عام اختیارات کے ساتھ قائم ہوئی جس کو قانونی اور واقعاتی دونوں قسم کے مسائل پر نظر ثانی کا اختیار حاصل ہے۔ بحالت موجودہ یہ عدالت انگلستان کے لارڈ چیف جسٹس اور کنگس بنچ ڈویژن کے ججوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس عدالت کے متعدد اجلاس[1] ہو سکتے ہیں، لیکن ہر اجلاس میں نصاب کی تکمیل کے لئے کم از کم تین ججوں کا شریک رہنا ضروری ہے۔ قانون کے تحت یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ہر اجلاس میں جج ہمیشہ صرف طاق تعداد میں موجود رہیں تاکہ ان کی آرا کا باہم مساوی توازن ناممکن ہو جائے۔ قانون میں مزید تیقن حاصل کرنے کے لئے جوڈیشل کمیٹی کے فیصلہ جات کے مانند یہاں بھی عموماً صرف ایک ہی تجویز صادر کرنی پڑتی ہے۔

قانون بابت ۱۹۰۷ء کی دفعہ (۲۰) کے تحت مرافعے کی وہ خاص قسم جو رٹ آف ارر س کے نام سے موسوم تھی، اور شاذ و نادر استعمال ہوتی تھی منسوخ ہو گئی اس کی رو سے کنگس بنچ ڈویژن کی متصدرہ کسی تجویز کی ناراضی سے ایسے امر قانونی کی بنا پر جو فوجداری مقدمے کی مثل سے بادی النظر میں ظاہر ہوں، ملک معظم کی عدالت مرافعہ (His Majestys Court of Appeal) میں مرافعہ پیش ہو سکتا تھا۔ جو سپریم کورٹ آف جوڈیکیچر کی ماتحت عدالت تھی۔ حالانکہ جوڈیکیچر ایکٹ کی دفعہ (۴۷)

---

[1] اس عدالت کے مکمل طریقۂ کارروائی کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸۶۔

[2] ملاحظہ ہو Rex, V. Norman, (1926) 2 K, B. 315. Thirteen Sat

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے تحت یہ عدالت فوجداری معاملات میں کسی دوسری نوعیت کے مرافعے قبول کرنے سے ممنوع تھی اس مرحلے کو طے کرنے کے بعد مقدمہ دارالامرا میں بھی پیش ہو سکتا تھا۔

۱۹۰۱ء کے بعد سے ملک معظم کی عدالت مرافعہ His Majesty's Court of Appeal اور (اپنی مشترکہ حیثیت میں) ہائی کورٹ آف جسٹس دونوں عدالتوں کو فوجداری عدالت کی حیثیت سے کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہا۔

(IV) ہائی کورٹ آف جسٹس کی کنگس بنچ ڈویژن (The Kings Bench Division of the High Court of Justice)

اس عدالت کو فوجداری میں وہی اختیارات حاصل ہیں جو قدیم زمانے میں کیوریا ریجس (Curia Regis) کو حاصل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گو لارڈ چانسلر مملکت کے اعلیٰ ترین عدالتی عہدہ دار ہیں لیکن فوجداری عدالتی نظام کے حاکم اعلیٰ بجائے لارڈ چانسلر کے لارڈ چیف جسٹس ہیں جو اس شعبۂ عدالت میں میر مجلسی کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ اب یہ عام قاعدہ ہو گیا ہے کہ اسائز (Assize) کے لیے ججوں کا انتخاب اسی شعبے سے کیا جاتا ہے اور اس مقصد کے لئے ہائی کورٹ کے دیگر شعبہ جات سے ججوں کو نہیں لیا جاتا۔ 498

دارالامراء کی مانند کنگس بنچ ڈویژن کو بھی ابتدائی اور مرافعہ دونوں قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ (الف) عدالت ابتدائی کی حیثیت سے کنگس بنچ ڈویژن کو چار قسم کے جرائم کی تحقیقات بصیغۂ ابتدائی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ یعنی یہ عدالت تحقیقات کر سکتی ہے۔

۱۔ ان جرائم کی (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۴۷) جن کا ارتکاب لندن کی کونٹی اور مڈل سکس کی کونٹی میں ہوا ہو اور جن میں فرد الزامات (Indictment)

لہ مقدمے کی تحقیقات بار پر تین ججوں کے روبرو عموماً خاص جیوری کے ذریعے سے عمل میں لائی جاتی ہے۔ کورٹس کمیٹی (936 C-md 5068) کے جلسۂ انتظامی کی رائے میں بار پر مقدمے کی تحقیقات بہت مناسب طریقۂ کارروائی ہے، انھوں نے تجویز پیش

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تجویز بذریعۂ گرانڈ جیوری (Grand Jury) عمل میں لانا قرین صواب دید ہو۔

ب۔ کسی ایسے جرم صغیر (Misdemeanor) کی جس کی بابت کسی سرکاری عہدہ دار نے اطلاع (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۴۳) پیش کی ہو۔

ج۔ کوئی اور جرم قابل ترتیب فرد جرم کی (Indictable) جس کا ارتکاب مڈل سکس میں ہوا ہو۔ بجز ان جرائم کے جو ضمن ا۔ کے تحت آتے ہیں کسی قسم کی فرد الزامات (Indictments) کی تحقیقات کنگس بنچ ڈویژن میں سالہائے دراز سے عمل میں نہیں لائی گئی[1]۔ اور ایک حالیہ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ اس نوعیت کا اختیار سماعت مسدود کر دیا جائے[2]۔

د۔ کسی ایسے جرم قابل ترتیب فرد جرم کی جس میں فرد جرم کسی دوسری عدالت (مثلاً اسائزم میں مرتب ہوئی، اور بعد ازاں بذریعۂ حکم نامۂ سپردگی (Certiorari) مقدمہ تجویز کی غرض سے کنگس بنچ ڈویژن میں منتقل کیا گیا ہو۔ حسب ذیل وجوہ میں سے کسی وجہ کی بنا پر مقدمہ اس طرح منتقل ہو سکتا ہے۔

(۱) سنٹرل کریمنل کورٹ (Central Criminal Court) یا کسی دوسری عدالت میں ایسا مقدمہ منتقل کرنے کی غرض سے جس میں کسی خاص سبب مثلاً مقامی کشیدگیوں کے باعث منصفانہ کارروائی کی توقع نہ ہو سکتی ہو۔

(۲) جبکہ کسی غیر معمولی طور پر دشوار یا اہم قانونی مسئلے کے پیدا ہو جانے سے مقدمے کی سماعت بذریعۂ بار (Bar) کی جانی مناسب ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی ہے کہ عدالت کو اس امر کا اختیار ہونا چاہئے کہ جن مقدمات کو وہ مناسب سمجھے سنٹرل کریمنل کورٹ میں تین ججوں یا تنہا ایک جج کے ذریعے سے تجویز کیلئے روانہ کر سکے۔

[1] (Administration of Justice (Miscellaneous Provisious Act. 1933.) کے تحت کسی موزوں عہدہ دار عدالتی کے تقرر کی نسبت جو احکام درج ہیں ان پر اب تک عمل نہیں ہوا (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲۴ کتاب ہذا)۔

[2] Cmd. 5066, Sec. n. I Supra.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) جبکہ جیوری کو مقام واردات کا معائنہ کرنا مناسب معلوم ہو۔
(۴) جبکہ خاص جیوری طلب کرنے کی ضرورت ہو۔
کورٹس کمیٹی[1] کی مجلس انتظامی کی رائے میں یہ ضروری ہے کہ مقدمات میں منصفانہ کارروائی کا یقین حاصل کرنے کے لئے انتقال 493
مقدمات آیندہ سے ایک عدالت سے راست دوسری عدالت میں عمل میں آیا کرے۔ یہ کہ جو مقدمات بذریعۂ بار (Bar) سماعت کیے جانے کے قابل متصور ہوں ان میں انتقال کا اختیار محفوظ ہونا چاہیئے۔ یہ کہ جیوری کے لئے اس کا امکان پیدا کیا جائے کہ جب کبھی وہ مناسب سمجھیں بغیر کسی عملی دقت کے مقام واردات کا معاینہ کر سکیں۔ یہ کہ خاص جیوری (جو فی الوقت صرف جرم صغیر کی تجویز کے لئے طلب ہو سکتی ہے) طلب کرنے کا حق باقی رکھنا غیر ضروری ہے[2]۔

(ب) کنگس بنچ ڈویژن میں زیادہ تر کام مرافعوں کی سماعت کا ہوتا ہے۔ یہ اختیارات عموماً ڈویژنل کورٹ (Divisional Court) کے ذریعے سے استعمال ہوتے ہیں جس میں اس عدالت کے دو (یا تین) جج مشترکہ اجلاس کرتے ہیں یہاں دو قسم کے مرافعے پیش ہو سکتے ہیں۔
(۱) پروانۂ سپردگی (Writ of Certiorari) کے ذریعے سے عدالت کوارٹر سشن یا اس کے ماتحت عدالتوں کی کارروائیاں ملزم یا مستغیث

---

[1] (C md 5066.)

[2] جن مقدمات کو عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں تجویز کے لئے منتقل کیا جاتا ہے وہ عموماً بذریعۂ اجلاس منفردہ یا تو بمقام لندن یا کسی اسائز پر سماعت ہوتے ہیں۔ لیکن یہ عمل صرف بصیغۂ دیوانی ہو سکتا ہے (کیونکہ کنگس بنچ ڈویژن کو عدالت اسائز کے صیغۂ فوجداری پر اختیار حاصل نہیں ہے)۔ اس قسم کی کارروائیوں میں جرائم صغیر کی صورت میں مستغیث یا مدعی علیہ کسی ایک کی درخواست پر خاص جیوری طلب کی جا سکتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی درخواست پر اس عدالت کے ملاحظے میں لائی جا سکتی ہیں۔ تاکہ ان کی جانچ کی جائے اور اگر ضرورت ہو تو ان کارروائیوں کو عدم اختیار سماعت کے عذر پر منسوخ کر دیا جائے۔ لیکن عدالت اسائز (Assize) یا سنٹرل کریمنل کورٹ کی کارروائیاں اس طرح پیش نہیں ہو سکتیں۔

(۴) جسٹس آف دی پیس (Justice of the Peace) باجلاس پٹی سشن (Petty Session) مستغیث یا مستغاث علیہ کی درخواست پر کنگس بنچ ڈویژن سے ایسی قانونی بحث کے متعلق استصواب کر سکتے ہیں جو ان کے اجلاس پر سماعت مقدمہ کے دوران میں پیدا ہوئی ہو۔ کوارٹر سشن کی عدالتیں صرف ایسے مسائل کی نسبت کنگس بنچ ڈویژن سے استصواب کر سکتی ہیں جو پٹی سشن (Petty Session) کی تجاویز کی ناراضی سے بصیغۂ مرافعہ ان کے روبرو پیش ہوں[1]

عدالتہائے کمشنران اسائز (The court of commissiners of Assize) دورۂ کنان فوجداری عدالتوں کی اس قدیم نوع کا قیام ایسے دو کمیشنوں[2] (Commisions) کے ذریعے سے عمل میں آتا ہے جو ہر کاؤنٹی کی ضروریات کی مناسبت سے سال میں دو، تین یا چار مرتبہ ہائیکورٹ کے ججوں اور چند ممتاز ارکان بار کے نام

500

---

[1] (Criminal Justice Act. 1925. S. 20.)

[2] (See Stephen, History of Criminal Law, 1, 75—144)

[3] جملہ کونٹیوں (Counties) کو سات حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حلقہ جنوبی و شمالی ویلز کے دو ڈویژن ہیں۔ موسم سرما کے حلقوں میں سے بعض کا آغاز ۱۱۔ جنوری سے ہو جاتا ہے۔ صرف مینچسٹر، لیورپول اور لیڈز میں (Easter Circuits) ہوتے ہیں موسم گرما کے حلقوں کے منجملہ بعض کا آغاز ۲۴۔ مئی سے ہو جاتا ہے۔ اور موسم خزاں کے حلقوں میں سے بعض کا آغاز ۱۲ اکتوبر سے ہوتا ہے۔ موسم سرما اور موسم گرما کے حلقے فوجداری اور دیوانی دونوں نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لیکن موسم خزاں کے حلقوں پر (جن کے لئے متعدد کونٹیوں کو متحد کر دیا جاتا ہے) بجز چند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جاری ہوا کرتے ہیں اور جس کی رو سے کمشنروں کو مجاز گردانا جاتا ہے کہ ان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بڑے شہروں کے کسی دوسرے مقام پر کوئی دیوانی نوعیت کا کام نہیں ہوتا قانون (Assizes and Quarter Sessions Act 1908 (8 Ed. 7, C. 41) کے تحت یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر عدالت اسائز یا کوارٹر سشن کی مقررہ تاریخ سے پانچ دن قبل تک کوئی ایسا مقدمہ پیش نہ ہو جس کی یہ عدالتیں سماعت کر سکیں تو ان عدالتوں کے اجلاس منعقد کئے جائیں یک دوسرے قانون (Administration of Justice Act. 1925 (15 and 16 Geo. 5, C. 28. S. 1.) کے تحت لارڈ چیف جسٹس اور لارڈ چانسلر کو اختیار دیا گیا ہے کہ جب انھیں کسی خاص اسائز کے انعقاد کے موقع پر کسی مقام پر کافی مقدار میں کام پیش ہونے کی توقع نہ ہو تو اس خاص مقام پر آیندہ اسائز کے انعقاد کو منسوخ کر دیں۔ کورٹس کمیٹی نے جس کا تقرر ۱۹۳۳ء میں عمل میں آیا تھا اپنے اجلاس انتظامی کے ذریعے سے یہ سفارش کی ہے کہ (Comd. 4471) شمالی ویلز اور جنوبی ویلز کے حلقوں کو باہم ضم کر دیا جائے (Appleby Oakpam Huntingdon) اور چار دیہی شہروں کے اسائزز کو موقوف کر دیا جائے اور نیز یہ کہ چند خاص خاص شہروں کی جو اسائز میں شامل ہوں دیوانی مقدمات اور ازدواجی نالشات کے اغراض کے لئے گروہ بندی کی جائے۔ کامن لا کی عدالتوں میں انفصال مقدمات کی تحقیقات کے لئے جس شاہی کمیشن کا تقرر عمل میں آیا تھا اس نے سفارش کی تھی (۱۹۳۶ء) کہ حلقوں کے اساس کے طور پر کونٹی (County) کو برقرار رکھا جائے۔ لیکن یہ کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ اسائز کا انعقاد جن شہروں میں عمل میں آئے ہمیشہ وہ ایک ہی ہوں۔ ارکان کمیشن کی رائے میں صرف دیوانی کام کے لئے اسائز کی غرض سے شہروں کی گروہ بندی کوئی فائدہ بخش نہ تھی۔ کمیشن نے یہ واضح کیا کہ پچاس سب سے بڑے شہروں کے منجملہ فی الوقت ۳۸ شہر ایسے ہیں جنھیں اسائز سے کوئی استفادہ نہیں ہوتا۔ اور یہ تجویز پیش کی کہ بحالت موجودہ جس تقسیم کے تحت عدالت اسائز سے استفادہ کیا جاتا ہے اس پر نظر ثانی کرنے کے لئے ایک کمیٹی کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ ارکان کمیشن کی رائے تھی کہ کام کی عدم موجودگی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

متعدد کاؤنٹیوں (Counties) کے منجملہ جن کے لئے اس مخصوص اسائز (Assize) کا قیام عمل میں آیا ہو جس کاؤنٹی (County) کے قیدیوں کے مقدمات بغرض تجویز اسائز کے روبرو پیش ہوں ان کی تحقیقات کریں۔ فوجداری کمیشن کی ایک قسم تو وہ ہے جس کو (Oyer and Terminer) کہتے ہیں یعنے مقدمے کی سماعت کرنا اور تجویز صادر کرنا۔ اس کمیشن کی رو سے یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ جملہ ایسے قیدیوں کے مقدمات کی تحقیقات کی جائے جو اس خاص اسائز (Assize) میں تجویز کے لئے سپرد کئے گئے ہوں کمیشن کی دوسری قسم جنرل جیل ڈلیوری (General Gaol Delivery) کہلاتی ہے۔ اس کمیشن کی رو سے اس امر کا اختیار دیا جاتا ہے کہ کل ایسے ملزمین کے مقدمات کی تحقیقات کی جائے جو زیر حراست ہوں یا ضمانت پر رہا ہوں بلا لحاظ اس کے کہ ان ملزمین کے خلاف فرد قرارداد جرم کس اسائز (Assize) میں تجویز کے لئے سپرد ہوئی ہے۔ ان ہر دو کمیشنوں کے تحت جن ملزمین کی فہرستیں کارروائی کی غرض سے پیش کی جاتی ہیں ان میں عملاً کوئی فرق نہیں ہے۔ اور دونوں کمیشن ایک ہی دستاویز کے ذریعے سے جاری کئے جاتے ہیں۔ سپریم کورٹ آف جوڈیکیچر ایکٹ Supreme Court (of Judicature Act. 1925, S. 18.) دفعہ ۱۸ کی رو سے ان عدالتوں کو اب
501 ہائیکورٹ آف جسٹس (High Court of Justice) کی شاخیں تصور کیا جاتا ہے اور انھیں ہر قسم کے جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی تجویز کا اختیار حاصل ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی صورت میں اسائز کو موقوف کر دینے کا اختیار خود سرکٹ جج کو استعمال کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ ارکان کمیشن نے یہ بھی سفارش کی تھی کہ سرکٹوں کا آغاز مختلف ایام میں ہوا کرے تاکہ لندن میں ججوں کی قلت محسوس نہ ہو سکے۔ یہ کہ دیوانی نوعیت کے مقدمات کی سماعت موسم خزاں کے سرکٹ میں کی جائے، یہ کہ برمنگھم کے لئے ایک چوتھے (Assize) کا تقرر عمل میں لایا جائے اور نیز یہ کہ ویلش کے سرکٹوں کو باہم ضم کر دیا جائے۔ ملاحظہ ہو (Cmd 5065.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ عدالتیں ملک کی ابتدائی فوجداری عدالتوں میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ لیکن ان کو مرافعے کی سماعت کا اختیار نہیں ہے۔

لندن اور مضافات لندن میں جہاں کی آبادی اسّی لاکھ نفوس پر مشتمل ہے، اسائز کے فرائض ایک خاص عدالت کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں جو سنٹرل کریمنل کورٹ کے نام سے موسوم ہے اور جس کا قیام ولیم چہارم کے عہد میں (4 and 5 Will 4, C. 36.) عمل میں آیا۔ پایہ تخت کے مضافاتی اضلاع کے لئے متذکرہ صدر ہر دو کمیشن یعنی O yer and Terminar and General Gaol Delivery) شہر لندن کے میئر بلڈ (Lord Mayor) اور آلڈرمین (Alder man.) کے نام سے ہائیکورٹ کے جملہ ججوں، رکارڈر (The Recorder) اور کامن سارجنٹ (Common Seargeant.) اور دیگر اشخاص کے ساتھ ساتھ جاری کئے جاتے ہیں، لارڈ میئر بلحاظ عہدہ اس کمیشن کی میز مجلسی کا فرض انجام دیتے ہیں۔ کمیشن کے اجلاس ماہوار ہوتے ہیں اور ارکان کمیشن بعض مرتبہ بوقت واحد چار مختلف اجلاسوں میں عدالت کا کام کرتے ہیں (سنہ ۱۹۱۱ء میں ایک مرتبہ پانچ مختلف اجلاسوں میں کام کیا گیا) اور ہر اجلاس کی صدارت کا فریضہ ارکان کمیشن کے منجملہ کوئی قانون داں رکن ادا کرتا ہے۔

VII جنرل کوارٹر سشن[1] (General Quarter Session)

یہ عدالتیں وہی ہیں جو قدیم الایام میں کاؤنٹی (County) کے جسٹس آف دی پیس (Justice of the Peace)

[1] بہتر اصطلاح میں اسی عدالت کو "(The Court of the Sessions of the Peace.) کوارٹر لی (سہ ماہی) وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ لندن کی عدالتیں مہینے میں دو مرتبہ اجلاس کرتی ہیں اور انگلستان اور ویلز کے علاقوں میں جس قدر الزامات کی بابت فرد مرتب ہوتے ہیں ان کے منجملہ ۱/۱۰ تعداد کی تجویز ان ہی عدالتوں میں عمل میں آتی ہے شہر لندن کی عدالت کوارٹر سشن کا اجلاس گو مرافعوں کی سماعت کے لئے منعقد ہوتا ہے، تاہم یہ عدالت مقدمات قابل تجویز بذریعہ جیوری کی تحقیقات عمل میں نہیں لاتی۔ اس قسم کے مقدمات خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں، سنٹرل کریمنل کورٹ میں سماعت ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی مجلسیں[1] ہوا کرتی تھیں۔ اس کے اجلاس میں کم از کم دو جسٹس آف دی پیس کی شرکت لازم ہے۔ یہ مجلسیں ہر سہ ماہی میں[2] ایک بار منعقد ہوتی ہیں، اور اگر جلسہ ملتوی[3] ہو جائے تو ایک بار سے زیادہ بھی منعقد ہو سکتی ہیں۔ اس وقت تک ایک سو سولہ شہر اور قصبات (Borough) نے کوارٹر سشن کی عدالتوں کو مقامی طور پر قائم کرنے کی اجازت حاصل کر لی ہے جس کی صدارت کا فریضہ بجائے کسی جسٹس آف دی پیس کے ایک کارڈر (Recorder) انجام دیتا ہے جو تنہا مجوز بھی ہوتا ہے۔ رکارڈر کے لئے لازم ہے کہ وہ بیرسٹر ہو اور اس کو اس حیثیت سے کام کرتے ہوئے کم از کم پانچ سال کا عرصہ[4] گزر چکا ہو۔ ہر عدالت کوارٹر سشن کو ابتدائی اور مرافعہ دونوں قسم 502
کے اختیارات حاصل ہیں۔ خواہ وہ کسی کونٹی (County) کی عدالت سشن ہو یا کسی قصبے (Borough) یا شہر کی۔

(الف) عدالت ابتدائی کی حیثیت سے یہ عدالت ہر الزام قابل ترتیب فرد جرم (Indictible) کی تحقیقات کر سکتی ہے بجز ان[5] چند مخصوص

---

[1] "جسٹس آف دی پیس" کا خطاب ۱۳۷۸ء کے قبل سے رائج ہے (Rot. Parl) -

[2] سہ ماہی ایام کے ماقبل یا مابعد تین ہفتوں کے اندر (Criminal Justice Act, 1925 S. 22.) ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۵۳۵ -

[3] کامن لا کی عدالتوں میں انفصال مقدمات کی جانچ کرنے کے لئے جو شاہی کمیشن مقرر ہوا تھا اس نے سفارش کی تھی کہ کسی آیندہ مقررہ تاریخ تک مقدمہ ملتوی کرنے کا جو طریقہ فی الوقت رائج ہے اس کو موقوف کر دینا چاہئے۔ (Cmd, 5065, P. 75.)

[4] کونٹی کی عدالت کوارٹر سشن کے لئے میر مجلس کا انتخاب عمل میں آتا ہے اور اس کے لئے قانونی قابلیت کا لزوم بھی نہیں ہے۔

[5] ملاحظہ ہو (5 and 6 Vict, C. 38 and Criminal Justices Act, 1925, 15 and 16 Geo, 5. C. 36, S. 18 and Schedule 1.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرائم کے جو حسب ذیل ہیں۔

بغاوت۔

قتل عمد۔

ایسے جرایم کبیرہ (Felonies) جن کی بابت اول مرتبہ مجرم قرار پانے کی صورت میں مجرم کے خلاف تاحیات عوارض تعزیری کی سزا (Penal Servitude) صادر ہوسکتی ہو۔ (بجز جرم نقب زنی بوقت شب (Burglary) اور ایسے جرائم کے جو ڈاک کے تھیلوں یا پیکٹوں کو سرقہ کرنے یا لینے سے متعلق ہوں جن کی تجویز بذریعہ کوارٹر سشن عمل میں آسکتی ہے)۔

دروغ حلفی (Perjury) [گو کوارٹر سشن کو تحت دفعہ (۵) دروغ حلفی بابت سنہ ۱۹۱۱ء (Perjury Act, 1911.) ایسے الزامات کی تجویز کا اختیار ہے جو اظہارات بموجب طریقہ مقررۂ قانون کی بابت عائد ہوں[2]]۔

ازدواج مکرر۔

جرائم تحت قانون ترمیم قانون فوجداری بابت سنہ ۱۸۸۵ء (Criminal Law Amendment Act 1885.) (باستثنائے جرم چکلہ داری، جس کی تجویز کوارٹر سشن میں ہوسکتی ہے)۔

اخفائے ولادت۔

ازالۂ حیثیت عرفی

سازش۔ (باستثنا ایسی سازشوں کے جو دغا، یا فریب دینے کے لئے یا ایسے جرم کے ارتکاب کی غرض سے کی گئی ہو کہ اگر اس جرم کا ارتکاب کوئی شخص واحد کرتا تو عدالت کوارٹر سشن کو اس کی تجویز کا اختیار ہوتا)۔

جعل سازی۔ (گو کوارٹر سشن کو ایسے مقدمات کی تجویز کا اختیار حاصل

---

[1] (Larceny Act, 1916, S. 38.)

[2] (P. 355 ante)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہے جن میں مال کی قیمت [جو بذریعۂ جعل سازی حاصل کیا گیا ہو] بیس پونڈ سے زیادہ نہ ہو[1])۔

ایسے جرائم قابل ترتیب فرد جرم ہیں جنھیں کوارٹر سشن کے اختیارات سے خاص طور پر مستثنیٰ نہ کیا گیا ہو، عدالت کوارٹر سشن کو عدالت ہائے اسائز Assize کے مماثل اختیارات حاصل ہیں[2]۔

(ب) جملہ عدالتہائے کوارٹر سشن کو عدالت مرافعہ[3] کے اختیارات

---

[1] ملاحظہ ہو۔ (15 & 16 Geo. 5. C. 86. Schedule. 1.)

[2] کونٹی اور قصبات کی کوارٹر سشن کی عدالتیں، اسائز اور سنٹرل کریمنل کورٹ کے مجموعی مرجوعے سے زیادہ تعداد میں مقدمات کی تجویز کرتی ہیں۔ صرف ۱۹۳۳ء کے دوران میں ۱۳۳۶۵ اشخاص کے الزامات کی تحقیقات موخر الذکر عدالتوں میں کی گئی لیکن ۸۳۵۰ مقدمات کی تجویز عدالت کوارٹر سشن میں عمل میں آئی۔ حالیہ زمانے میں کوارٹر سشن کی عدالتوں کے اختیارات میں وسعت دینے کے رجحان نے عدالت اسائز کے ججوں کے کام کو بہت کم کر دیا ہے۔ اکثر حضرات کی رائے ہے کہ کوارٹر سشن کی عدالتوں کی اہمیت میں روز مرہ جو اضافہ عمل میں آرہا ہے اس کی وجہ سے یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ میر مجلسی کے لئے کسی قانون داں کا تقرر کیا جائے۔ کامن لا کی عدالتوں میں انفصال مقدمات کی جانچ کرنے کے لئے ۱۹۳۶ء میں جس شاہی کمیشن کا تقرر عمل میں آیا تھا اس نے کوارٹر سشن کے اختیارات میں توسیع کی سفارش اس شرط کے ساتھ مشروط کی تھی کہ ان کی میر مجلسی کے لئے کسی قانون داں شخص کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ کمیشن نے یہ ظاہر کیا تھا کہ کل ۱۳۶ میر مجلسوں اور نائب میر مجلسوں کے مجملہ ۱۰۳ ایسے تھے جو کچھ نہ کچھ قانونی قابلیت رکھتے تھے۔ کمیشن نے سفارش کی تھی کہ میر مجلس کی حیثیت سے صرف ایسے بیرسٹروں کا تقرر عمل میں لایا جائے جو دس سالہ پریکٹس کا تجربہ رکھتے ہوں اور کونٹیوں کو اس کا مجاز کیا جائے کہ وہ میر مجلس کی تنخواہ ادا کریں۔

[3] عدالت کوارٹر سشن واقع شہر لندن کا اجلاس، جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے (ante. P. 501 n. 1.) صرف ان مرافعوں کی سماعت کے لئے یا دیوانی کارروائیوں کی غرض سے منعقد ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی حاصل ہیں۔ (جو نہ صرف قانونی بلکہ واقعاتی مسائل پر بھی حاوی ہوتے ہیں)۔ یہ مرافعے عدالت پٹی سشن (Petty Sessions) کی تجویز اثبات جرم کی ناراضی سے پیش ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان کی تفصیل عدالتہائے پٹی سشن کے بیان کے تحت زیادہ مناسب ہوگی۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲۰)۔

VII عدالت کارونر (The Coroner's Court)۔

یہ عدالت سات سو برس سے قائم ہے[1]۔ اس کا اجلاس بہ حیثیت کورٹ آف رکارڈ (Court of Record) قتل انسان یا مرگ مفاجات کی واردانوں کی دریافت کے لئے منعقد ہوتا ہے۔ یہ عدالت بصیغۂ فوجداری صرف الزام عائد کر سکتی ہے لیکن تجویز کی مجاز نہیں ہے۔ کارونر کی دریافت کے نتیجے کے طور پر اگر کسی شخص کے خلاف قتل عمد، یا قتل انسان یا نومولود بچے کی موت کا باعث ہونے کا الزام قائم کیا جائے تو یہ ملزم کے خلاف فرد قرارداد جرم مرتب ہونے کے مماثل ہے۔ اور تجویز کے لئے مقدمہ سپرد کرنے کی نسبت کارونر کو وہی اختیارات حاصل ہیں جو جسٹس (Justice) کو ایسے مقدمات کی سپردگی کی نسبت حاصل ہیں جن کی ابتدائی تحقیقات ان کے اجلاس پر عمل میں لائی گئی ہو[2]۔ عملدرآمد یہ ہے کہ ایسے مقدمات میں بھی فرد قرارداد جرم مرتب کی جاتی ہے۔ اگر تحقیقات کنندہ جسٹس کے روبرو کسی شخص پر کسی شخص متوفی کے قتل عمد یا قتل انسان، کا یا نومولود بچے کی موت کا باعث ہونے کا الزام لگایا جائے تو کارونر اپنی دریافت کی کارروائی کو فوجداری کارروائی کے اختتام تک ملتوی رکھتا ہے بشرطیکہ ایسا نہ کرنے کے لئے کوئی وجہ موجود نہ ہو[3]۔ اگر کارونر ضرورت

---

[1] ملاحظہ ہو۔ (Pollock and Maitland (1, 379 اور نیز Seldon Society's Select Coroner's Rolls.) کا دیباچہ۔

[2] Coroners (Amendment) Act, 1926 (16 & 17 Geo 5. C, 59) S. 25

جسٹس کے اظہارات کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ (۵۲۵)۔

[3] وہ کارونر کی عدالت میں پیش شدہ گواہان اکثر مرتبہ اپنے اظہارات کی ذمہ داری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

504 سمجھے تو اپنی دریافت کی کارروائی کو عدالت فوجداری کی کارروائی ختم ہونے کے بعد کرر جاری رکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر الزامات صحیح ثابت ہوں تو ملزم کے خلاف فرد قرارداد جرم اور نتیجۂ دریافت دونوں کارروائیوں کی بنا پر ایک ساتھ تجویز صادر کی جا سکتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کو پوری طرح محسوس نہیں کرتے۔" (Avory j ,)
عدالتی کارروائیوں میں قلمبندی شہادت کی نسبت جو سخت قواعد نافذ ہیں کارونر کی دریافت کے موقع پر عادۃً نظر انداز کر دیے جاتے ہیں۔ کیونکہ کارونر کی کارروائی تفتیشی نوعیت کی ہوتی ہے نہ کہ تحقیقاتی۔ کارونر پر یہ فرض عائد ہے کہ "ہمسایوں سے اور دیگر ایسے اصحاب سے جو وجہ موت کی نسبت روشنی ڈال سکیں ہر ممکنہ حد تک معلومات اور اطلاعات حاصل کرے" (Wilis. J.) اس لئے سنی سنائی شہادت بھی بکثرت قبول کر لی جاتی ہے۔ لیکن جیوری کا فرض ہے کہ کسی ملزم کے خلاف "مجرم" ہونے کا فیصلہ دینے سے قبل ہر ایسی شہادت کو خارج کر دیں اور صرف اسی شہادت پر غور کریں جو پابندی احکام قانون شہادت قابل قبول ہو (ملاحظہ ہو (Jervis on Coroners pp 15 255.) ۔ کارونروں کی نسبت سفارشات کی غرض سے جو کمیٹی محکمے کی جانب سے مقرر ہوئی تھی (1936 Cmd 5070) اس نے سفارش کی تھی کہ جہاں ارتکاب جرم کا شبہہ ہو کارونر کی دریافت قانون شہادت کے احکام کی پوری پابندی کے ساتھ عمل میں لائی جانی چاہئے۔ اور جن اشخاص پر جرم قتل انسان کے ارتکاب کا شبہہ ہو انھیں صرف اس وقت طلب کیا جائے جبکہ وہ خود شہادت دینے کی خواہش کریں۔ اور ایسے اشخاص پر جرح نہ کی جائے کمیٹی نے یہ بھی سفارش کی کہ کارونر کی دریافت کو کسی طور پر دیوانی نوعیت کی ذمہ داریوں سے متعلق نہ کیا جائے۔

(Coroners Amendment Act 1926 (16 & 17 Geo, 5. C, 59) S. 20 ا

کارونروں کی نسبت سفارشات پیش کرنے کے لئے جس کمیٹی کا تقرر عمل میں آیا تھا (ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۵۰۳) اس نے سفارش کی کہ آئندہ سے کارونر کو یہ اختیار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

VIII- پٹی سشن[1] (Petty Sessions)

یہ عدالتیں عہد وسطی کے اس تخیل کی اہم یادگار میں ہیں کہ انصاف رسانی بذریعۂ عوام ہونی چاہیئے۔ (اس کے بجائے دور حاضرہ میں عموماً انصاف رسانی منجانب بادشاہ کا تخیل کارفرما ہے جو حسب احکام محکومہ ہیگنا کارٹا تحت دفعہ (۴۵) پیشہ ور ماہرین کے ذریعے سے عمل میں آتی ہے۔ ایک مقولہ ہے کہ جو قانون جانتا ہے وہی تجویز بھی کر سکتا ہے) اسلئے یہ عدالتیں ایسے جسٹس آف دی پیس (Justiec of the Peace) پر مشتمل ہوتی ہیں، جو طبقۂ اناث[2] یا ذکور کسی صنف سے ہو سکتے ہیں، اور جن کے لئے یہ لازم نہیں ہوتا کہ قانونی تجربہ بھی رکھتے ہوں۔ انھیں لارڈ چانسلر نامزد کرتے ہیں جو نامزدگی سے قبل لارڈ لفٹننٹ سے مشورہ کر لیتے ہیں۔ خود لارڈ لفٹننٹ اپنی سفارشات کے لئے کاؤنٹی (County) جسٹس کی نامزدگیوں کی نسبت ایک مجلس مشاورت سے اور قصبات[3] (Boroughs) کی نامزدگیوں کی نسبت 505

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نہ ہونا چاہیئے کہ وہ مقدمے کو تجویز کے لئے سپرد کر سکیں۔ اور نیز یہ کہ کارونر کی دریافت میں کسی شخص کو قتل عمد، قتل انسان یا نومولود بچے کی موت کا باعث ہونے کے الزام میں مجرم کی حیثیت سے نامزد نہ کیا جائے۔

[1] یہ اصطلاح زمانۂ حال کی ہے جس کا صحیح مفہوم اور زمانۂ آغاز مشتبہ ہے۔ جسٹس پیٹرسن نے فرمایا کہ "یہ کہنا قدرے مشکل ہے کہ پٹی سشن سے کیا مراد ہے" (8 C. & P. 440) مروجہ تعریف کے لحاظ سے اس کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جبکہ دو یا زیادہ جسٹس اجلاس میں شریک ہوں۔ لیکن یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ اس عدالت کو پٹی سشن کے سوا اور کیا نام دیا جا سکے گا جو ایک جسٹس پر مشتمل ہو اور وہ اپنے اختیارات سرسری استعمال کر رہا ہو۔

[2] ملاحظہ ہو صفحہ ۵۶۶۔

[3] کیونکہ اب کسی قصبے (Borough) کی استدعا پر تاج کی جانب سے اس کے نام علٰحدہ کمیشن آف پیس جاری ہو سکتا ہے لیکن اس کمیشن کے تحت جن اشخاص

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک علیحدہ مجلس مشاورت سے استمداد کرتے ہیں۔ چونکہ پٹی سشن کے اجلاس ہر ایک مقام پر اور بہت جلد جلد منعقد ہوتے رہتے ہیں اس لئے یہ عدالتیں امن اور تسلط قائم رکھنے کا موثر ذریعہ ہیں۔ ان ہی عدالتوں کے توسط سے عوام کے معیار عدل کی تربیت ہوتی ہے۔ بلحاظ مراتب عدالت پٹی سشن کے اجلاس ہماری فوجداری عدالتوں میں سب سے اخت عدالت کی حیثیت رکھتے ہیں تاہم جو کام ان عدالتوں میں انجام پاتا ہے وہ اس قدر کثیر اور وقیع ہوتا ہے کہ ان کا وجود ہمارے تعزیری نظام کی بعض اعلیٰ تر عدالتوں سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے "جس قدر کثیر تعداد میں پٹی سشن کے جسٹس کو انواع واقسام کے مضامین اور مقدمات سے سابقہ پڑتا ہے اتنا ہائیکورٹ کے کسی جج کو بھی سابقہ نہیں پڑتا[1]" فوجداری مقدمات کا جزو اعظم، یعنے تقریباً زائد از چھ لاکھ مقدمات سالانہ، جسٹس آف دی پیس اپنے پٹی سشن کے اجلاسوں میں تجویز کرتے ہیں۔ اور مابقی مقدمات میں بھی ابتدائی کارروائی عموماً ان کے اجلاس پر آغاز ہوتی ہے۔ غیر قانون داں اشخاص کے ہاتھوں معدلت گستری کا فائدہ بدیہی ہے۔ اور غیر پیشہ ور نظما کے بلا معاوضہ خدمات سے مملکت کو فائدہ ہی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جو امور پٹی سشن کے اجلاسوں میں بغرض تجویز پیش ہوتے ہیں ان کا بیشتر حصہ عموماً قانونی مسائل کے بجائے واقعاتی مسائل پر مشتمل ہوتا ہے اس لئے ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں جسٹس آف دی پیس اپنے فرایض نمایاں طور پر کامیابی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ بعض حضرات کی رائے میں ایسے اشخاص کو جنھوں نے کوئی قانونی تعلیم حاصل نہیں کی پارلیمنٹ کے منظورہ قوانین

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کو بہ حیثیت جسٹس مقرر کیا جائے انھیں اس بنا پر کوارٹر سشن کی عدالتوں پر کام کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا۔

(Trorip's Home Office. P. 79.) [1]

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تعبیر کرنے اور قانونی مسائل کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرنا ایک بڑی بے قاعدگی ہے[1]۔ یہ تحریک پیش ہوئی ہے کہ تنخواہ یاب نظمائے فوجداری کا تقرر زیادہ تعداد میں عمل میں لایا جائے[2] تاکہ وہ اہم معاملات اور ایسے مقدمات کی تجویز کر سکیں جن میں دشوار قانونی مباحث پیدا ہو گئے ہوں[3]۔ کونٹی کورٹ (County Court) کے ججوں کی طرح یہ تنخواہ یاب نظمائے فوجداری بھی بلحاظ حلقہ جات (Circuits) کام انجام دے سکتے ہیں۔ عدالت پٹی سشن کے اختیارات میں اگر مزید توسیع ہو جائے تو ایسی تبدیلی کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ دیکھو صفحہ ۸۱۹)۔

اپنے گوناگوں فرائض میں سے بعض کی انجام دہی کے وقت جسٹس آف دی پیس کے اجلاس پر عدالت کا اطلاق نہیں ہوتا (گو کہ اس وقت بھی ان کا اجلاس عوام کے لئے کھلا ہوتا ہے اور ان کے روبرو شہادت پیش ہوتی ہے اور وہ اس شہادت پر عمل بھی کرتے ہیں) مثلاً جسٹس کے فرائض متعلق بہ اجرائی اجازت نامہ جات کی انجام دہی کی صورت میں[4] بعض دیگر فرائض کی انجام دہی کے وقت گو جسٹس آف دی پیس

506

[1] اس مسئلے سے متعلق نہایت اچھی بحث ایک مضمون میں کی گئی ہے جس کو (J S. Walsh L.L.B. نے لاسوسائٹی میں پڑھا تھا Reprinted in 1804 Jo. at p. 239

[2] ملاحظہ ہو صفحہ (۵۰۵) کتاب ہذا نوٹ ۳۔

[3] ملاحظہ ہو صفحہ (۵۰۵) کتاب ہذا نوٹ ۴۔

[4] کیونکہ مقدمہ (Boulter V. Justices of kent [1897] A. C. at pp. 565-578) کے فیصلے کی رو سے "عدالتہائے اختیارات سرسری" کی اسی وسیع تعریف کو جو قانون (Interpretation act 1889) میں درج تھی محدود کر دیا گیا ہے۔ جب اس حیثیت سے اجلاس منعقد ہو (بصیغۂ انتظامی نہ کہ بصیغۂ عدالتی)، تو وہ ایسی شہادت پر غور کر سکتے ہیں جو بغیر حلف کے پیش ہوئی ہو، اور انھیں اپنی معلومات کی بنا پر عمل کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے اجلاس پر "عدالت" کا اطلاق ہوتا ہے لیکن وہ اپنے سرسری اختیارات کا استعمال نہیں کر سکتے مثلاً اس صورت میں جب کہ وہ کسی ایسے سنگین الزام کی محض ابتدائی تحقیقات کر رہے ہوں جس کو وہ بالآخر بذریعۂ جیوری تجویز کئے جانے کے لئے سپرد کر دیں گے۔ بعض ان مواقع پر بھی جبکہ جسٹس آف دی پیس اپنے سرسری اختیارات کے استعمال میں کسی ایسے مقدمے کی سماعت کر رہے ہوں جس میں قطعی تجویز کے وہ مجاز ہوں تو یہ لازم نہیں ہے کہ ان کے اجلاس پر ہمیشہ پٹی سیشنل کورٹ (Petty Sessional Court) کا اطلاق ہو مثلاً اس صورت میں جبکہ جسٹس آف دی پیس کسی ایسی عمارت میں اجلاس کریں جس کو وہ محض عارضی طور پر استعمال کرتے ہیں۔[۲]

قانون اطفال و نوعمر اشخاص (Children & young Person Act 1933.)[۳] کے تحت کوئی عدالت جس کو سرسری تحقیقات کا اختیار ہو جب کسی ایسے مقدمے کی تحقیقات کرے جس میں مدعی علیہ کی عمر سترہ سال سے کم ہو اور کوئی دوسرا بالغ شخص زمرۂ مدعی علیہم میں شامل نہ ہو تو اس کو "عدالت نوعمر اشخاص" (Juvenile Court) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی عدالت پر لازم ہے کہ

(ا) اپنا اجلاس کسی علیحدہ کمرے میں منعقد کرے یا عام کاروباری ایام سے کسی مختلف دن اجلاس کرے۔ اور

(ب) بجز ان اشخاص کے جو کارروائی مقدمہ سے راست تعلق رکھتے ہوں اور اخباری نامہ نگاروں کے سوا دیگر جملہ اشخاص کو کمرۂ عدالت سے باہر نکال دے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۵۳۲۔

[۲] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ (۵۰۹)۔ برایں ہم اس وقت بھی انھیں "پٹی سیشنس" کہا جاتا ہے۔

[۳] جوینائل کورٹ ابتداءً تحت قانون (23. Geo. 5. C. 12. 55. 45.-49.) The Children Act 1908 (8 Edw. 7. C. 67) قائم ہوئے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"عدالت نوعمر اشخاص" (Juvenile Cour) میں ایسے موزوں تربیت یافتہ جسٹس اجلاس کرتے ہیں جنھیں ہر پٹی سشن کے جسٹس آف دی پیس (Justice of the Peace) نے اپنی جماعت میں منتخب کیا ہو۔ جہاں کہیں ممکن ہو اس عدالت کی صدارت کے لئے مستقل صدر کا تقرر بھی ضروری ہے۔ دارالسلطنت کے پولیس حدود کی عدالت نوعمر اشخاص مشتمل ہوتی ہے مستقر کے ایک ناظم فوجداری پر جس کو خاص طور پر اس غرض کے لئے نامزد کیا گیا ہو اور دو جسٹس پر (جن میں سے ایک جنس لطیف سے ہوتی ہے) جو ہوم سکرٹری کے نامزد کردہ جسٹس کی فہرست سے منتخب کئے جائیں۔ جب الزام ثابت ہو جائے یا عذرات مندرجۂ درخواست معقول معلوم ہوں تو ایسی صورت میں بعض تحفظات کے ساتھ شہادت قلمبند کی جاسکتی ہے۔ اور والد یا ولی یا اس طفل یا نوعمر شخص سے خواہش کی جاسکتی ہے کہ وہ کمرۂ عدالت سے چلے جائیں[1]۔ اگر اطفال یا نوعمر اشخاص کے مقدمات کی تحقیقات سرسری طور پر عمل میں آئی ہو تو ان کے خلاف "تجویز اثبات جرم (Conviction) اور "تجویز صدور سزا" (Sentence) کے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی[2]۔

507

---

[1] قواعد اختیارات سرسری (اطفال و نوعمر اشخاص) بابت ۱۹۳۳ء۔

[2] (23 Geo. 5. C. 12, SS. 45 49.)

جو ینائل کورٹ ابتداءً تحت قانون (The Chilcren Act 1908 (8 Edw 7. C. 67) قایم ہوئے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

503

(۲۹) باب

تحقیقات سرسری کا طریقۂ کارروائی

جسٹس آف دی پیس کو تحقیقات سرسری کا اختیار بذریعۂ قانون موضوعہ عطا ہوا ہے۔ اس طرح سے مجلس وضع قوانین نے جسٹس آف دی پیس کے اختیارات میں جو اسے کامن لا کے تحت سابق سے حاصل تھے بحد اضافہ کر دیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ اس کی قانونی ذمہ داریوں کو بھی انتہائی حد تک گھٹا دیا ہے[1]۔ زمانۂ حال کی قانون سازی کا یہ مستقل رجحان ہے کہ اختیارات سرسری کی عدالتوں کو روز افزوں اہم تر کیا جائے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عدالتوں کے ضابطۂ کارروائی پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالی جائے۔

---

[1] (11 and 12. Vict C. 44. (Wade & Phillips, Constitutional Law, 2nd ed.pp 257.288) ملاحظہ ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تحقیقات سرسری کا اختیار صرف فوجداری مقدمات تک ہی محدود نہیں ہے۔ بلکہ چند دیوانی نوعیت کے مقدمات پر بھی یہ اختیار حاوی ہوتا ہے بعض امور میں یہ اختیار صرف ایک جسٹس تنہا استعمال کر سکتا ہے (گو نہایت محدود حد تک) لیکن اکثر امور ایسے ہیں جن کے لئے دو معمولی جسٹسوں[1] کا یا ایک تنخواہ یاب مجسٹریٹ یا دارالسلطنت کی پولیس حدود کے مجسٹریٹ کا اجلاس کرنا لازم ہے۔ اس اختیار کے استعمال پر میعاد سماعت کی پابندی شدت سے عائد کی گئی ہے۔ چنانچہ ہر مقدمے کی کارروائی تاریخ ارتکاب جرم سے عین مابعد کے چھ ماہ کے اندر شروع ہو جانا

---

[1] اگر متعدد جسٹس مشترکاً اجلاس کریں تو فیصلہ اکثریت کی رائے کے مطابق ہوگا۔ میر مجلس کو فیصلہ کن رائے کا حق نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر شرکاء کے آرا بہ تعداد مساوی ہوں تو بازکارروائی ختم کر دی جاتی ہے تاکہ کسی دوسری عدالت پر مجدداً سماعت کی جا سکے۔ یا پھر کسی ایک جسٹس کو اپنی رائے واپس لینی ہوگی۔ ممکن ہے کہ جونیر جسٹس یا وہ جسٹس جس کی رائے میر مجلس کی رائے سے مختلف ہو اپنی رائے واپس لے لیں۔

[2] موخر الذکر دو قسم کے نظمائے فوجداری کے لئے ایسا بیرسٹر ہونا لازم ہے جس کو اس حیثیت سے کام کرتے ہوئے کئی سال گزر چکے ہوں۔ ان عدالتوں کا ہر ایک ناظم وہ سب اختیارات استعمال کرنے کا مجاز ہے جو ایسے پٹی سشنل کورٹ کو حاصل ہوں جس میں دو جسٹس اجلاس کریں۔ بعض صوبجاتی شہروں میں تنخواہ یاب نظماء کا تقرر کیا جاتا ہے۔ ایسے نظماء کے منجملہ کوئی ایک ناظم فوجداری اگر دیگر جسٹس کے ساتھ مشترکاً اجلاس کرے تو اس کو بھی صرف ایک رائے کا حق ہوگا لیکن وہ دارالسلطنت کی پولیس حدود کا مجسٹریٹ ۔ ایسے مجسٹریٹ تعداد میں پچیس ہیں اور چودہ عدالتوں پر کام کرتے ہیں۔ تنہا مجوز ہوتا ہے، خواہ وہ دیگر جسٹس کے ساتھ مشترکاً اجلاس عدالت میں شریک ہی کیوں نہ ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لازم ہے[1]۔ عالیہ احکام کے لحاظ سے ان عدالتوں کے اجلاس کے لئے ایک مقام معین کا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے، تاکہ عوام آسانی کے ساتھ عدالت تک رسائی حاصل کر سکیں۔ عدالتوں کے اجلاس کے لئے دو قسم کے مقامات جائز رکھے گئے ہیں۔

509

(۱) وہ مقام جہاں اس نواح کے جسٹس آف دی پیس معمولاً اجلاس کرتے ہوں۔ یعنے عدالت پٹی سشن کی عمارت[2]۔ اگر اس مقام پر دو جسٹس آف دی پیس مشترکاً اجلاس کریں تو اسی اجلاس کو پٹی سشنل کورٹ (Petty Sessional Court.) کہا جائے گا۔ اور یہی عدالت ہے جو تحقیقات سپردگی کا اختیار مکمل طور پر استعمال کر سکتی ہے۔ کیونکہ اگر صرف ایک جسٹس تنہا کسی مقام پر اجلاس کرے تو وہ محض چند خاص[3] نوعیت کے مقدمات کی سماعت کر سکے گا۔ اور ان مقدمات میں بھی وہ صرف محدود سزا کا حکم دے سکے گا یعنی وہ چودہ دن سے زیادہ سزائے قید کا یا بیس شلنگ[4] سے زیادہ سزائے جرمانہ کا (بشمول خرچہ) حکم دینے کا مجاز نہ ہوگا۔

(۲) کاونٹیوں (Connties) میں کسی ایک عدالت پٹی سشن کا حلقۂ اختیاری کبھی اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ بغرض سہولت کار اس حلقے کے اندر امدادی مقامات عدالت مقرر کر دیے جاتے ہیں تاکہ حسب ضرورت ان مقامات کو عدالت کے اجلاس کے لئے کام میں لایا جا سکے۔ اس قسم کے کسی امدادی مقام کو عارضی عمارت عدالت (Occasional Court-house) کے نام سے موسوم

---

[1] اس کی مستثنیٰ صورتیں نادر ہیں۔ دیکھو اوپر اصل کتاب کا صفحہ ۴۸۶۔

[2] (Juvenile Courts) کے لئے ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ (۵۰۶)۔

[3] مثلاً کسی مقام عام پر "بحالت نشہ" پایا جانا۔ جرائم متعلقہ آوارہ گردی۔

[4] (42 and 43 Vict C. 49, SS. 20 (7), 20 (9)

[5] (I bid S. 20 4)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کیا جاتا ہے۔ اگر عدالت کا اجلاس کسی عارضی عمارت عدالت میں منعقد ہو تو دو یا زیادہ تعداد میں جسٹس مشترکاً اجلاس کرنے کے باوجود وہ کسی منفرد جسٹس کے اختیار سے متجاوز سزا تجویز نہیں کر سکتے۔ البتہ عدالت کے اسی مشترکہ اجلاس کا اختیار صرف انھی مقدمات تک محدود نہیں ہوتا جس حد تک ایک منفرد جسٹس کا اختیار محدود ہوتا ہے[1]۔

جسٹس مجاز ہیں کہ کسی گواہ کو بذریعۂ اجرائی طلب نامہ کسی مقدمے میں اپنے اجلاس پر طلب کریں[2] یا بشرط ضرورت اس کو حاضر رکھنے کے لئے حکم نامۂ گرفتاری جاری کریں (دیوانی اور فوجداری دونوں نوعیت کے اختیارات سرسری[3] کے نفاذ میں اور نیز جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی ابتدائی تحقیقات کے ضمن میں یہ اختیارات استعمال ہو سکتے ہیں)۔ جس مقدمے کی سماعت بہ نفاذ اختیارات سرسری ہو سکتی ہو اس کو شروع کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ ابتداءً پیش شدہ اطلاع یا استغاثے کا ملخص مستغاث علیہ کو سنایا جاتا ہے[4]۔ اگر وہ اس کی

---

[1] (S. 20 (7)

[2] (11 and 12 Vict C. 43 S. 7.)

[3] بالفرض پیش سازی دستاویزات یا دیگر اشیاء (4 and 5 Geo. 5.C. 58. S. 29.)

[4] "اطلاع" (یا اسی طرح "استغاثہ") بہ یک وقت جسٹس کے اختیار سماعت اور تعریف الزام کی اساس ہوتی ہے (Reg. V. Hugbes (1879) 4 Q.B.D. 614.) بلحاظ نوعیت یہ بمنزلہ فرد قرارداد جرم ہے۔ (برخلاف اس کے طلب نامہ یا حکم نامہ صرف ایسا جزو کارروائی ہے جو مستغاث علیہ کی حاضری کے لئے استعمال ہوتا ہے نتیجۃً اس کی عدم موجودگی یا بے ضابطگی سے عدالت کا اختیار سماعت متاثر نہیں ہوتا اگر مستغاث علیہ عدالت کے روبرو اپنے الزام کی جوابدہی کے لئے فی الواقع موجود ہو) لیکن الزام کی نسبت جو تفصیل اس طرح بیان کی جائے اس کا اس شدت کے ساتھ صرف اجزائے جرم تک محدود ہونے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ فرد قرارداد جرم کی ترتیب کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ لارڈ رسل کے قول کے مطابق تحقیقات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

510 صحت سے انکار کرے تو مقدمے کی کارروائی جاری رہتی ہے۔ پہلے مستغیث ایک تقریر سے کارروائی کا آغاز کرتا ہے۔ اور اپنے گواہ پیش کرتا ہے۔ جن کا بیان ابتدائی قلمبند ہوتا ہے ان پر جرح کی جاتی ہے اور پھر ان سے سوالات مکرر پوچھے جاتے ہیں۔ بعد ازاں مستغاث علیہ اسی طرح ایک تقریر کے ساتھ اپنی جوابدہی کا آغاز کر سکتا ہے۔ اور اسکے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "اطلاع" کی نہیں کی جاتی بلکہ اطلاع کی بناء پر کی جاتی ہے۔ قانون (11 and 12 Vict C. 48.SS. I. 9.) کی رو سے جسٹس کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر اطلاع (یا استغاثہ) اور اس کی تائید میں پیش شدہ شہادت کے مابین جزوی اختلاف ہو تو اس کو نظر انداز کر دیں، اور اسی مناسبت سے مستغاث علیہ کے مقابلے میں تجویز صادر کریں، بجز اس کے کہ اس اختلاف کی وجہ سے مستغاث علیہ کو ایسی غلط فہمی ہوئی ہو کہ کارروائی کے التواء کی بوجہ مناسب ضرورت معلوم ہوتا کہ مستغاث علیہ اپنے خلاف الزام کی جوابدہی اس کی موجودہ صورت کی مناسبت سے کر سکے۔ (لیکن جسٹس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ طلب نامۂ اطلاع یا استغاثے میں فی الواقع کوئی "ترمیم" ایسی کریں، جیسا کہ اکثر کیا جاتا ہے، کہ اس کو اس غیر متوقعہ شہادت کے مطابق کیا جا سکے جو اس طرح پیش ہوئی ہو)۔ یہ احکام صرف واقعات الزام میں اختلاف کی صورت میں متعلق ہوں گے نہ کہ اس صورت میں جہاں شہادت سے ایسے جرم کا اظہار ہو جو اطلاع یا استغاثے میں مندرجہ الزام سے قانوناً مختلف ہو، خواہ وہ اختلاف اتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو جتنا کہ جرائم "بحالت نشہ فساد مچانا" (Being drunk & riotous) اور "بحالت نشہ ہونا" (Being Drunk) میں اختلاف ہے (Martin V. Pridgeon (1859), 1E. and E: 778) ایک مقدمے (Rex v. Southampton Justice ex P. Tweedie (1932) 48. T.L.R 686.) جہاں "خطرناک طور پر گاڑی چلانا" کے الزام میں کارروائی آغاز ہوئی تھی اور جسٹس نے "بے احتیاطی سے گاڑی چلانا" کے جرم میں ملزم کے خلاف تجویز سزا صادر کی تھی، تجویز سزا کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن ایسے جرائم کی کارروائی کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گواہوں کے بیانات بھی اسی طرح لئے جاتے ہیں۔ اس کے اختتام کے بعد اگر مستغیث چاہے تو تردیدی شہادت پیش کر سکتا ہے لیکن دونوں فریقین میں سے کسی فریق کو بھی یہ اختیار نہیں ہے (جیسا کہ مقدمات قابل تجویز بذریعہ جیوری میں اختیار ہوتا ہے) کہ مکرر بحث کر سکے۔ بجز اس کے کہ کوئی قانونی مسئلہ بحث طلب پیدا ہو گیا ہو۔ بالآخر جسٹس اپنی تجویز صادر کرتے ہیں۔ اگر فیصلہ مستغاث علیہ کے خلاف ہو تو جسٹس کو اختیار ہے کہ تجویز میں فریق مخالف کو خرچے کی اس قدر مقدار ادا کئے جانے کا حکم دیں جو ان کی رائے میں مناسب ہو۔ اس کے برخلاف اگر جسٹس مقدمے کے اخراج کی تجویز کریں تو وہ اسی طرح یہ ہدایت بھی دے سکتے ہیں کہ مستغاث علیہ کو خرچہ دلایا جائے۔ یا (الزام ثابت قرار پانے کی صورت میں) یہ کہ مستغاث علیہ خرچہ ادا کرے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۱۴)۔ جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی طرح دیگر مقدمات میں استغاثے یا جوابدہی کے اخراجات منجانب سرکار ادا کرنے کی نسبت تجویز کرنے کا جسٹس کو اختیار نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۱۷) گو یہ صحیح ہے کہ پولیس کے چالان کے مقابلے میں جب کبھی خرچہ دلایا جائے گا تو وہ پولیس کے مواز نے سے ہی ادا ہو گا (جو دراصل منجانب سرکار ہوتا ہے)۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے تحقیقات سرسری کا اختیار فوجداری اور دیوانی دونوں نوعیت کے مقدمات پر حاوی ہوتا ہے۔

(۱) دیوانی نوعیت کا اختیار نسبتہً کم اہمیت رکھتا ہے، اور جن پر یہ حاوی ہے ان میں حسب ذیل امور شامل ہیں۔ دلدا نحرام کی کارروائیاں 511

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ملاحظہ ہو حال ہی کا قانون (Road Traffic Act 1934, S 35) نیز ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ (۱۷۴)۔

لہ ۱۹۳۳ء میں (۶۵۲۷) درخواستیں صلبی اولاد قرار دیے جانے کی غرض سے پیش ہوئی تھیں جن کے منجملہ (۵۳۵۲) درخواستیں منظور ہوئیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آجر اور مزدور کے درمیان تنازعات۔ زوجین کے مابین تفریق ضلع واری شرع کے دعاوی یا قوانین بشعبت صحت عامہ (Prblic Health Act.) کے تحت مالکان مکانات سے ایسے واجب الادا محصولات کی وصولی کے مقدمات، جو سڑکوں کی تعمیر یا بدرروؤں کی ترمیم کی غرض سے وصول کئے جائیں (ان محصولات کی رقم کبھی کبھی بہت بڑی مقدار میں ہوتی ہے[1])۔ دیوانی کارروائیوں کا آغاز ایک "نالش" (Complaint) کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ نالش کبھی حلفی بیان کے ساتھ پیش نہیں ہوتی اور اس کا تحریری ہونا بھی ضروری نہیں[2] ہے۔ مدعی علیہ کے نام ابتداءً صرف طلب نامہ جاری ہو سکتا ہے لیکن اگر مدعی علیہ طلب نامہ کی تعمیل میں حاضر عدالت ہونے سے قاصر رہے تو اس کی گرفتاری کے لئے حکم نامہ گرفتاری جاری کیا جا سکے گا بشرطیکہ مدعی نے اپنے دعوے کی تائید بیان حلفی کے ذریعے سے کی ہو[3]۔ دیگر جملہ دیوانی مقدمات کی طرح یہاں بھی مدعی علیہ مجبور کیا جا سکتا ہے کہ اپنا بیان بحلف دے۔ اگر مقدمہ بحق مدعی فیصل ہو جائے تو فیصلے کی رو سے صرف زر نقد کی ادائی کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ جس کے باعث محض "دیوانی قرضے" کی ذمہ داری پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی وصولی کے لئے مدیون کو قید کر کے ادائی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا بجز اس کے کہ مدعی علیہ ادائی رقم کی استطاعت رکھنے کے باوجود بالارادہ ادائی سے گریز کرے[4]۔ اور اس صورت میں بھی مدعی علیہ صرف محبس دیوانی میں رکھا جائے گا نہ کہ محبس فوجداری میں۔

(۲) فوجداری نوعیت کے مقدمات میں تحقیقات سرسری کا اختیار

---

[1] مثلاً ایک اسٹیٹ کی مقدار (۵۴۶) پونڈ ہوئی تھی (Corbett v. Badger (1901) 2 K. P. 278

[2] (11 and 12 Viet C. 43, S. 8.)

[3] (1 bid. S. 2.)

[4] غیر صحیح النسب اولاد اور احکام گزارہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ Money Payment (Justices Procedure) Act. 1935 (25 and 26 Geo. 5, C 46), S.8

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیکڑوں اقسام کے جرائم پر حاوی ہوتا ہے مثلاً بد دیانتی یا کینے سے نقصان رسانی کے متعدد اقسام، بے رحمی بر جانوران، ان ذیلی قوانین کے احکام کی خلاف ورزی جو سڑکوں اور شاہراہوں پر ضبط اور نظم قائم رکھنے کی غرض سے نافذ ہیں، متعدد جرائم متعلقہ موٹر رانی، قمار بازی، لنشی اشیاء، اشیائے خوردنی میں آمیزش، مالگزاری، صحت عامہ، اور تعلیم سے متعلق نافذہ قوانین کے منجملہ کسی قانون کے احکام کی خلاف ورزی کے الزامات میں تحقیقات کے لئے یہ اختیار استعمال ہو سکتا ہے[1]۔ کارروائی ایک ایسی "اطلاع" (Information) کی بناء پر آغاز ہوتی ہے جو اس خاص کاؤنٹی کے جسٹس کے روبرو جہاں جرم کا ارتکاب ہونا پیش ہوئی ہو[2]۔ برخلاف نالش کے اس اطلاع 512

[1] کبھی کبھی رقمی سزا بہت بڑی مقدار میں ہو سکتی ہے مثلاً قمار بازی کا اڈہ رکھنے کے الزام میں یہ رقم ۵۰۰ پونڈ تک ہو سکتی ہے (17 & 18 Vict C. 38. S. 4) رقم کی یہی مقدار اس وقت عائد ہو سکتی ہے جب کوئی ریلوے کمپنی شرطیہ مقابلوں میں شرکت کے لئے حمل و نقل کی خاص سہولتیں مہیا کرے (31 & 32 Vict C. 119. S. 21) سنہ ۱۹۲۱ء میں عدالت پولیس واقع اولڈ اسٹریٹ میں دو ہزار تا ڈھائی ہزار پونڈ رقم کے جرمانوں کی سزائیں خفیہ مال کی درآمد برآمد کرنے والوں کے خلاف صادر کی گئیں۔

[2] جب کسی جسٹس کے ضلع کے حدود کے اندر کوئی شخص جس پر کسی جرم قابل سماعت عدالت اختیار سرسری کے ارتکاب کا شبہہ ہو، سکونت رکھتا ہو یا اس وقت موجود ہو تو وہ جسٹس اس گرفتاری کے لئے حکمنامۂ گرفتاری اس طرح جاری کر سکتا ہے گویا کہ جرم کا ارتکاب خود اس کے اختیار کی حدود ارضی کے اندر ہوا۔ لیکن ایسے حکمنامے میں یہ صراحت درج ہونی چاہئے کہ ملزم کو اس خاص عدالت میں پیش کیا جائے جو اس کے مقدمے کی تجویز کا اختیار رکھتی ہو۔ جب دو اشخاص کے الزامات کی یکجائی تحقیقات قرین صوابدید معلوم ہو (خواہ ان پر کسی جرم قابل ترتیب فرد کا الزام ہو یا الزام قابل تحقیقات سرسری کا تو وہ جسٹس جس کے اختیار کی حدود ارضی میں ان ملزمین کے منجملہ کوئی ملزم زیر حراست ہو یا اس کے الزامات کی تحقیقات کی جا رہی ہو مجاز ہوگا کہ اس دوسرے ملزم کے خلاف حکم نامۂ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا معمولاً تحریری ہونا لازم ہے[1]۔ اور یہ بیان حلفی کے ذریعے سے بھی پیش ہو سکتی ہے (گو اس کا لزوم نہیں ہے) اگر کسی اطلاع یا استغاثے میں اس خاص جرم کا بیان جس کا ملزم پر الزام ہو، مع ایسی تفصیلات کے جو اس جرم کی نسبت مناسب معلومات فراہم کرنے کے لئے ضروری ہوں، درج ہو تو کافی ہے فنی اصطلاحات کے استعمال کی ضرورت نہیں۔ جرم کا بیان عام فہم زبان میں درج ہونا چاہیئے۔ اگر وہ فعل کسی قانون موضوعہ کے تحت جرم ہو تو اس کا حوالہ دینا چاہیئے جس کی رو سے اس فعل کو جرم قرار دیا گیا ہو[2]۔ اگر اطلاع یا استغاثہ بحلف پیش ہوا ہو تو ابتداہی میں مستغاث علیہ کی گرفتاری کے لئے حکم نامۂ گرفتاری جاری کیا جا سکتا ہے[3]۔ لیکن اگر بیان حلفی پیش نہ ہو تو پہلی مرتبہ کے لئے صرف طلب نامہ جاری ہو سکتا ہے۔ گو بہ تعمیل طلب نامہ مستغاث علیہ کے حاضری سے قاصر رہنے کی صورت میں اس کے خلاف حکم نامۂ گرفتاری جاری ہو سکے گا چونکہ کارروائی فوجداری نوعیت کی ہوتی ہے اس لئے بوقت سماعت مقدمہ مستغاث علیہ کو اظہار دینے 513

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ گرفتاری جاری کرے (Criminal justice Act.1925,S 31

[1] اطلاع "پیش" ہوتی ہے لیکن استغاثہ "دائر" ہوتا ہے۔

[2] (Criminal justice Act.1925 S 32

[3] (11 & 12 viet. C. 42 S-12)

[4] مقابل اعداد شمار کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۵۳۲) کتاب ہذا۔ شہر لندن کی پولیس عدالتوں میں یہ پرعلق رواج ہے کہ جو مستغاث علیہ طلب نامے کی تعمیل میں حاضر ہوتا ہے کٹہرا (dock) کے باہر کھڑا کیا جاتا ہے، اور صرف وہ اشخاص جنھیں گرفتار کیا گیا ہو کٹہرے میں داخل ہونے کی ذلت برداشت کرتے ہیں۔

[5] کامن لا کی رو سے اس شخص کو جس پر کسی جرم کا الزام ہو عدالت فوجداری میں اصالۃً حاضر ہونا لازم ہے لیکن قانون موضوعہ کے تحت سرسری اختیار کی عدالتوں کو اختیار ہے کہ، چونکہ وہ خفیف جرائم کی تجویز کی مجاز ہیں، اس لیے کسی ملزم کی غیر حاضری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن قانون بابت ۱۸۹۸ء کے نفاذ کے بعد سے (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۶۴) اب مستغاث علیہ کو اختیار حاصل ہے کہ اگر وہ خود چاہے تو اپنا اظہار قلمبند کرا سکتا ہے۔ بعد سماعت مقدمہ اگر ملزم پر جرم ثابت قرار پائے تو تجویز میں سزائے قید کا حکم دیا جا سکے گا (جو صرف شاذ صورتوں میں چھ ماہ سے زیادہ ہوگی) یا اس کو جرمانے کی سزا دی جا سکے گی۔ ادائی جرمانہ کے لئے بذریعہ حبس فوجداری مجبور کیا جا سکتا ہے[1] پانچ دن سے کمتر مدت کے لئے سزائے قید نہیں دی جا سکتی۔ ان سزاؤں کے عوض یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ ملزم حراست کوتوالی میں کسی ایسی مدت کے لئے رکھا جائے جو چار دن سے زائد نہ ہو۔ یا ایک دن کے لئے اس کو احاطۂ عدالت میں روک رکھا جائے[2]۔ بصورت عدم ادائی جرمانہ سزائے قید کا حکم فوراً صادر نہیں کیا جائے گا بجز اس کے کہ عدالت اس امر سے مطمئن ہو کہ جس شخص کے خلاف تجویز سزا صادر ہوئی ہے وہ جرمانہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہے یا یہ کہ جب اس سے مطالبہ کیا گیا ہو اس نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ میں وہ اس کے مقدمے کی تحقیقات عمل میں لا سکتی ہیں لیکن شہر لندن میں ایسا نہیں کیا جا سکتا (11. and 12 Vict C 43.S.13) یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مستغاث علیہ جس پر طلب نامے کی تعمیل ہو چکی ہو تاریخ مقررہ پر حاضری سے قاصر رہے تو جسٹس کو اختیار ہے کہ چاہیں تو اس شخص کو حاضر رکھنے کے لئے حکم نامۂ گرفتاری جاری کریں، یا بجائے اس کے مستغاث علیہ کی غیر حاضری میں مقدمے کی تحقیقات اور تجویز کی کارروائی جاری رکھیں۔

[1] لیکن یہ لاشفقت ہوگی (Criminal Justice Administration Act 1214. S. 16. (1)) جب کسی نوجوان (Juvenile adult) پر جرم ثابت قرار پائے (ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۶۰۰) تو اس کو عدالت اسائز یا کوارٹر سشن اسی غرض سے بھیجا جا سکے گا کہ وہاں سے اس کو کسی بورسٹل اوارے میں روانہ کیا جا سکے۔

[2] (Criminal Justice Act 1914. SS. 12 and 13.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ادائی کے لئے مہلت کی درخواست نہ کی ہو، یا یہ کہ اس کی کوئی مستقل جائے سکونت نہیں ہے۔ یا بجز اس صورت کے جبکہ خاص وجوہ کی بنا پر عدالت نے صراحت کے ساتھ حکم دیا ہو کہ ادائی جرمانہ کے لئے کوئی مہلت نہیں دی جائے گی۔[1]

اگر ادائی جرمانہ کے لئے مہلت منظور کی جائے تو عدالت کو چاہئے کہ بوجہ عدم ادائی جرمانہ اسی نوبت پر کسی میعاد کی سزائے قید کا حکم صادر نہ کرے بجز اس کے کہ حالات خاص قسم کے ہوں۔ مثلاً اس صورت میں جب کہ جرم کی سنگینی یا مستغاث علیہ کے چال چلن کی بنا پر یہ امر ضروری معلوم ہو۔[2] کسی نوبت مابعد پر بصورت عدم ادائی جرمانہ سزائے قید عائد کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس غرض کے لئے بموجب مستغاث علیہ پہلے اس کے ذرائع آمدنی کی تحقیقات کی جانی چاہئے۔[3] ادائی جرمانہ سے قاصر رہنے پر قید کا حکم دینے کے بجائے عدالت یہ حکم دے سکتی ہے کہ شخص قاصر ایک دن کے لئے پولیس کی حراست میں رکھا جائے۔[4] جن اشخاص کو جرمانہ ادا کرنے کے لئے مہلت دی جائے ان پر نگرانی رکھی جا سکتی ہے[5] لیکن
514 جو اشخاص اکیس سال سے کم عمر کے ہوں اور ان کو ادائی جرمانہ کے لئے مہلت دی گئی ہو تو لازم ہے کہ انھیں اس طرح زیر نگرانی رکھا جائے بجز اسکے کہ عدالت کو اطمینان ہو کہ ایسی نگرانی ناموزوں العمل یا ناپسندیدہ[6] ہے۔ اس

---

[1] (I bid. S. 1, as amended by 25 & 26 Geo, 5, C. 46.)

[2] (Money payment (Justice Procedure) Act 1935 (25 & 26. Geo. 5, C. 46) S. 1. (1)

[3] I bid. S. 1. (6).

[4] I bid. S. 4.)

[5] I bid. S. 5.)

[6] (I bid. S. 9.) جس شخص کو بذریعہ قسط ادائی کی رعایت دی گئی ہو وہ ایسے شخص کے مفہوم میں داخل ہے جس کو ادائی کے لئے مہلت دی گئی۔ (I bid S. 15.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قسم کے مقدمات میں رحم کے اظہار کے لئے جسٹس کو بذریعۂ قانون موضوعہ غیر معمولی اختیار عطا ہوا ہے۔ کیونکہ اگر الزام ثابت بھی ہو جائے اور واقعی سزا دینا وہ قرین مصلحت[1] نہ سمجھیں تو انھیں اختیار ہے کہ تجویز اثبات جرم بالالتزام صادر کرنے کے بجائے[2]، ملزم کی جانب سے ضمانت نیک چلنی پیش ہونے اور اس امر کا اطمینان دلائے جانے پر کہ جب کبھی طلب کیا جائے وہ حاضر عدالت ہو جائے گا، ملزم کو رہا کر دیں اور نیز ان کو یہ بھی اختیار ہے کہ الزام ثابت قرار پانے کے باوجود مقدمہ کلیتہً خارج کر دیں۔ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرنے سے قبل اگر جسٹس چاہیں تو مستغاث علیہ کو یہ حکم دے سکتے ہیں کہ وہ مستغیث کو کوئی رقم جو پچیس[3] پونڈ سے زیادہ نہ ہو، بطور خسارہ ادا کرے، اور یہ کہ وہ مقدمے کا خرچہ ادا کرے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰۸)۔

ابتداء میں فوجداری تحقیقات سرسری کا اختیار صرف اُن جرائم تک محدود تھا جو قابل ترتیب فرد جرم نہ تھے، لیکن من بعد اس کو بہت سے جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی حد تک وسعت دے دی گئی ہے۔ چنانچہ (جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے[4]) حملے کے الزام میں (جو اس قدر

---

[1] مثلاً ملزم کے چال چلن، سابقہ رویے، عمر، صحت جسمانی، اور دماغی حالت کی بنا پر یا اس کے جرم کی خفیف نوعیت کے مدنظر یا ان حالات کی موجودگی میں جن سے جرم میں تخفیف ہوتی ہو (ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۶۰۲)۔

[2] کمیٹی خدمات معاشرتی بابت سنہ ۱۹۳۶ء کی رائے میں تجویز اثبات جرم ہمیشہ تحریری صورت میں ہونا ضروری ہے۔

[3] (16 & 17 Geo. 5, C. 3 S I.) جیسا کہ لارڈ برامپٹن نے بہت عرصے قبل کہا تھا "بہت مناسب ہوگا اگر جسٹس کے دماغ میں وقتاً فوقتاً ان کے ہرجانہ دلانے کے اختیار کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

[4] (ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۱۸۵) کسی سنگین حملے کے بعد ازدواجی تعلقات میں تفریق کے لئے نظائر فوجداری کے احکام کی نسبت (ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۱۸۶)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنگین نہ ہو کہ اس پر جرم کبیر کا اطلاق ہو سکے) سرسری تحقیقات کی جا سکتی ہے بشرطیکہ وہ شخص جس پر حملہ کیا گیا تھا خود مستغیث ہو۔ جب کسی اخبار کے ناشر کے خلاف ازالۂ حیثیت عرفی کا الزام ہو تو ملزم کی رضامندی سے ایسے الزام کی تحقیقات سرسری کی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ جرائم کبیرہ کی تحقیقات بھی انھی شرائط کی پابندی کے ساتھ سرسری ہو سکتی ہے۔

قانون (Summary Jurisdiction Act 1879. & 1899.) بابت ۱۸۷۹ء و ۱۸۹۹ء کی رو سے پٹی سشنل کورٹس کو ملزمین کی تین ایسی بڑی جماعتوں کے 515
الزامات کی تجویز بذریعۂ تحقیقات سرسری کرنے کا اختیار دیا گیا ہے جنھیں یہ عدالتیں قبل ازیں صرف اعلیٰ تر عدالت میں بذریعۂ جوری تجویز کے لئے سپرد کر سکتی تھیں۔ نوجوان اور نوعمر اشخاص کے مقدمات میں یہ اختیار صرف اس وقت استعمال ہو سکتا ہے جب کہ مستغیث کے عذرات پر غور کرنے اور ملزم کے چال چلن اور ماقبل کے رویے اور جرم کی نوعیت کو ملحوظ رکھنے کے بعد اور ایسے حالات کی عدم موجودگی کی صورت میں جن سے جرم کی سنگینی میں اضافہ ہو جائے، عدالت کی رائے میں ایسی تحقیقات قرین مصلحت

---

۱ (24 & 25 Vict. C. 100, SS. 39 etc.) اور جبکہ اسی پر دہنگامہ کرنے کا الزام قائم نہ ہو یعنی کسی مقام پر اس طرح جھگڑنے کا الزام جس سے عام طور پر خوف پیدا ہو۔

۲ (44 & 45 Vict. C. 60. S. 5.) لیکن جرم ازالۂ حیثیت عرفی کا خفیف قسم کا ہونا ضروری ہے۔ اس صورت میں صرف جرمانے کی سزا دی جا سکے گی۔ (جس کی مقدار پچاس پونڈ سے زیادہ نہیں ہو سکتی)۔

۳ اور اس وقت (Criminal Justice Act. 1925. S. 24) کی رو سے اور قانون اطفال و نوجوان اشخاص بابت ۱۹۳۳ء (23 Geo. 5. C. 12.) کے ضمیمہ سوم کی رو سے۔ نیز ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ (۵۷۹) اطفال کی سزا دہی کے متعلق جو امر قابل ترتیب قصور و جرم کی کل تعداد کے منجملہ ۲/۳ حصے کی کارروائی اس طرح آغاز ہوتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معلوم ہو۔ کسی نوجوان یا کم سن ملزم کے خلاف مقدمے کی سماعت کے دوران میں اگر کسی نوبت پر عدالت کو اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ بلحاظ حالات مقدمے کی سرسری تحقیقات کرنا قرین صواب دید ہے تو عدالت پر لازم ہے کہ اس اختیار کے استعمال سے قبل اس غرض کے لئے ملزم کی رضامندی حاصل کرے[1]۔ الزام منسوبہ ضبط تحریر میں آنا اور وہ ملزم کو پڑھ کر سنایا جانا ضروری ہے۔ اس کے بعد ملزم سے استفسار کیا جائے گا کیا تم مقدمے کی تجویز بذریعہ جیوری کروانا چاہتے ہو یا مقدمے کی تحقیقات سرسری کئے جانے پر رضامند ہو؟ اگر عدالت مناسب سمجھے تو ملزم کو تحقیقات سرسری کا مفہوم سمجھا دیا جائے اور اس کو اس خاص اسائز یا کوارٹر سشن کی عدالت سے مطلع کیا جائے جہاں اس کے الزام کی تجویز عمل میں آئے گی[2]۔ اگر کوئی مقدمہ ملک معظم یا عامۃ الناس کی کسی انجمن کی کسی جائداد یا معاملات پر موثر ہو یا استغاثہ منجانب سرکار (Ditector of Public Prosecution) پیش ہوا ہو تو اس صورت میں جبکہ ملزم ایک بالغ شخص ہو عدالت پر لازم ہے کہ اختیار سرسری کے استعمال سے قبل اس غرض کے لئے استغاثے کی بھی رضامندی حاصل کرے[3]۔ وہ تین جماعتیں جن کے الزامات کی تجویز باختیار سرسری عمل میں لائی جا سکتی ہے حسب ذیل ہیں۔

(۱) "اطفال" جن کی عمر چودہ[14] سال سے کم ہو جب کہ ان پر قتل انسان کے علاوہ کسی دوسرے جرم قابل ترتیب فرد جرم کا الزام عائد ہو۔ لیکن اس صورت میں سزا حوالات میں ایک مہینے کی حراست یا

---

[1] عموماً ایسی رضامندی بآسانی اس لئے دیدی جاتی ہے کہ تحقیقات کے دوران میں قید بھگتنے، اور کسی ایسی سخت تر سزا کی تجویز صادر ہونے کا اندیشہ نہ رہے جو پی سشن کے اختیاری سزا سے زیادہ ہو۔ (ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۵۱۶)۔

[2] (Criminal Justice Act 1925, S. 24 (2) & 42 & 43 Viet C. 49 S. 11.) جس کی بذریعہ قانون (23 Geo. 5, C. 12. Sched III) ترمیم ہوئی۔

[3] (Criminal Justice Act 1925, S. 24 (1).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چالیس شلنگ جرمانے سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو مع یا بغیر سزائے تازیانہ دیجا سکتی
ہے اور تنہا صرف تازیانے کی سزا کا حکم بھی دیا جا سکتا ہے۔ جن اطفال پر 516
قتل انسان کے علاوہ دیگر جرائم کے ارتکاب کا الزام ہو ان کی تحقیقات
سرسری ہونی چاہیئے بجز اس کے کہ طفل کے ساتھ کسی اور شخص پر جو
طفل کی تعریف میں داخل نہ ہو مشترکاً الزام عائد ہو اور مقدمہ تجویز کے لئے
سپرد ہو جائے۔ اگر اغراض معدلت اس کے مقتضی ہوں تو ایسی حالت میں
وہ طفل بھی تجویز کے لئے سپرد کیا جا سکتا ہے[۱]۔

(۲) "کم سن اشخاص" جن کی عمر ۱۴ اور ۱۷ سال کے درمیان ہو جب
کہ ان پر قتل انسان کے علاوہ کسی اور جرم قابل ترتیب فرد جرم کا الزام ہو۔
سزا کی انتہائی حد کو تین مہینے کے لئے سزائے قید تک وسعت دی گئی ہے،
جو با مشقت یا بلا مشقت ہو سکتی ہے (لیکن صرف اس صورت میں جبکہ وہ اتنے
سرکش یا بدچلن ہوں کہ محض "حوالات میں حراست" ان کے لئے ناکافی
ہو)۔ سزائے قید کے بجائے جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے جس کی
مقدار دس پونڈ تک ہو سکے گی[۲]۔

(۳) "بالغ اشخاص" (یعنے وہ اشخاص جن کی عمر سترہ سال ہو چکی
ہو) جبکہ ان پر چند مخصوص جرائم کے ارتکاب کا الزام ہو۔ (ملاحظہ ہو (Criminal
Justice Act, 1925, S. 24 and Sched. 1) جن میں سے چند اہم جرائم حسب ذیل ہیں:

---

[۱] (23 Geo 5. C. 12, S. 54 and Sched III) حتی کہ جرم کبیر کے الزام میں طفل پر صرف جرمانہ کیا جا سکتا ہے (4 & 5 Geo 5, C. 58, S. 15 (3)) لڑکیوں کو سزائے تازیانہ نہیں دیجا سکتی۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ (۵۷۹)۔

[۲] (28 Geo 5. C, 12. Sched III.)

[۳] ملاحظہ ہو (23 Geo. 5, C. 12. Sched III.)

[۴] (Summary Jurisdiction Act 1879 (42 & 43 Vict. C.(49).S. 11
نوجوان اشخاص کی سزاؤں کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ (۵۷۹)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرقۂ سادہ، چوری جو مثل سیرقے کے قابل سزا ہو، جسم انسانی پر سے چوری، اشیائے ملحقہ کی چوری، برقی قوت کی چوری، چوری منجانب مقیمین، بندرگاہ یا جہازوں کے قیام گاہ پر چوری، خانگی اراضی پر سے درختوں یا پودوں کی چوری، محرر یا ملازم کی جانب سے چوری خیانت مجرمانہ، غلط بیانی سے مال کسی شخص کے قبضے سے لینا، بذریعۂ فریب قرض حاصل کرنا، مال مسروقہ کو لینا، جھوٹا حساب بنانا، فصل کی آتش زدگی، کینے سے نقصان رسانی (گووہ پانچ پونڈ سے زیادہ مالیت کی ہو) جھوٹا بیان دینا جب کہ قانون موضوعہ کے تحت ایسے بیان کی ضرورت ہو، حملہ جب کہ جسم کو واقعی ضرر پہنچے۔ ضرر شدید پہنچانا، سولہ سال سے کم عمر اشخاص کی عفت پر حملہ، اقدام خودکشی، کسی جرم قابل تحقیقات سرسری کے ارتکاب کے لئے آمادہ کرنا، اعانت کرنا، یا ترغیب دینا۔

لیکن سزا کی انتہائی حد قید کی صورت میں چھ مہینے کے لئے قید بامشقت اور جرمانے کی صورت میں سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی۔ یا دونوں سزائیں دی جاسکیں گی۔ اور کسی جرم مستوجب سزا بذریعۂ تحقیقات سرسری کے ارتکاب کی محض ترغیب دینے کے الزام میں سزا کی انتہائی مقدار میں سزا سے زیادہ نہ ہونی چاہئے جو اصل مرتکب جرم کو دی جاسکتی ہو۔

معکوس جدت پسندی نے نکلوی (Summary Jurisdiction Act) بابت ۱۹۷۹ء کی رو سے یہ ممکن کر دیا ہے کہ ایسے سنگین جرائم جو ناقابل ترتیب فرد جرم ہیں بذریعۂ ترتیب فرد جرم سماعت کئے جاسکیں، کیونکہ قانون مذکور کی دفعہ (۱۷) میں محکوم ہے کہ جب کسی ملزم پر (باستثنائے اطفال ملزمین) ایسے جرم کا الزام ہو (باستثنائے قتل) جس کے لئے بذریعۂ تحقیقات سرسری تین ماہ سے زائد مدت کی سزا دی جاسکتی ہو تو اس صورت میں جب کہ ملزم مقدمے کی سماعت کے وقت نوبت اول پر یہ خواہش کرے

(23 Geo 5, C. 12. Sched III.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ اس کے مقدمے میں تجویز جیوری[1] کی مدد سے کی جائے تو مقدمے کی تجویز بعد ترتیب فرد قرار داد جرم کی جائے گی۔ اسی طرح جب کوئی شخص جسٹس کے اجلاس پر مذکورۂ بالا نوعیت کے الزام میں پیش ہو تو جسٹس پر لازم ہے کہ۔ قبل قلمبندی شہادت۔ ملزم کو اس امر سے آگاہ کر دیں کہ وہ اپنے مقدمے کی تجویز جیوری کی مدد سے کرانے کا حق رکھتا ہے۔

جب کسی جرم قابل ترتیب فرد جرم کی تحقیقات سرسری اختیار کے ساتھ عمل میں لائی جائے تو جسٹس اب اس کے مجاز ہیں کہ جس مستغاث علیہ پر جرم ثابت قرار پائے اس کو حکم دیں کہ استغاثے کا خرچہ ادا کرے یا یہ حکم دیں کہ استغاثے یا جوابدہی کا خرچہ خزانۂ سرکار سے ادا کیا جائے (8 Edw. 7. C. 15. S. 1. & 6 See P. 583 Post) اگر ملزم کے خلاف دو یا زیادہ الزامات قابل ترتیب فرد جرم میں ایک ساتھ سزا تجویز کی جائے تو سزائے قید کی مجموعی میعاد بارہ ماہ سے زیادہ نہ ہونی چاہئے (جرائم ناقابل ترتیب فرد جرم میں یہ میعاد چھ ماہ ہو گی[2])۔

اختیارات تحقیقات سرسری کے ہر قسم کے استعمال پر جو اہم پابندی عائد ہے اس کا ذکر ضروری ہے۔ چونکہ انگریزی قانون متعلق بہ اراضی نہایت پیچیدہ ہے، اس لئے زمانۂ قدیم سے جسٹس ایسے امور کی تحقیقات کرنے سے ممنوع ہیں جن میں کسی جائداد غیر منقولہ کی ملکیت یا اس میں کسی حقیقت کی نسبت کوئی حقیقی اور قانوناً قابل پیش رفت بحث پیدا ہو اور اس کے تصفیے کے بغیر اصل مقدمے میں تجویز نہ ہو سکتی ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر بلوائیوں کی ایک جماعت کسی معزز شخص کے احاطے کے جنگلے کو اکھیڑ ڈالے جس کو وہ جماعت بوجہ معقول گو غلط طور پر اراضی عامہ باور کرتی ہو تو جسٹس کو بلوائیوں کی اس جماعت کے افراد کے خلاف

---

[1] (42 and 43. Vict C. 49, S. 17 (2))

[2] Criminal Justice Administration Act. 1914. S. 18.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تجویز کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

جسٹس کے مختلف النوع اختیارات کی عملی اہمیت فوجداری اعداد و شمار سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۳ء میں علاوہ ان تمام دیوانی مقدمات اور کئی ہزار محض "مشابہ فوجداری" مقدمات کے جن کو جسٹس نے فیصل کیا، (۵،۸۴۳۱) خفیف جرائم کے الزامات[1] کی نیز (۶۱۲۶۴) ایسے الزامات قابل ترتیب فرد جرم کی جن میں مستغاث علیہم نے سرسری تحقیقات کے لئے رضامندی دی تھی جسٹس نے تحقیقات سرسری کے ذریعے سے تجویز کی۔ مزید براں یہ کہ جسٹس نے (۹۲۰۱) اشخاص کو جیوری کی مدد سے تجویز کے لئے سپرد کیا۔[2] 518

---

[1] ایسے ہر نو الزامات کے منجملہ آٹھ الزامات ثابت قرار پائے ہیں۔ جرائم خفیف کے جو الزامات ثابت ہوتے ہیں ان میں سے صرف تقریباً ۱/۳۰ مقدمات میں قید کی سزا دی جاتی ہے۔

[2] ایک دوسری اہم خدمت جو یہ عدالتیں شہر لندن میں (اور بعض مرتبہ دوسرے مقامات پر بھی) انجام دیتی ہیں (گو یہ فرائض سرکاری کی تعریف میں داخل نہیں ہے) غرباء کی مشکلات میں پند کرنے کے اجلاس میں ان کی رہنمائی کرنا ہے۔

(Sir James Vaughan) ۔ دارالسلطنت کے سابق صدر ناظم فوجداری نے فرمایا تھا کہ "ہماری عدالتوں سے غرباء پُر اعتماد طور پر چارہ جوئی کرتے ہیں۔ وہ آتے ہیں اور ہمارے آگے اپنے ذاتی مصائب اور مشکلات اور ایسے مظالم کی داستان پیش کرتے ہیں جو ان پر توڑے گئے ہوں اور ہم سے رہنمائی کی درخواست کرتے ہیں۔ جب ایک ضلع کے باشندوں میں ایسا اعتماد موجود ہے تو اس کے باعث بہت سی خرابیاں بغیر کوئی طلبنامہ جاری کئے مجسٹریٹ کی جانب سے محض ایک پیام بذریعے کانسٹبل پولیس اس شخص کے پاس روانہ کرکے جس کے خلاف شکایت کی گئی ہو، درست کی جاسکتی ہیں۔" ایک فرانسیسی نے جو اس نوعیت کی ایک مشاورتی کارروائی میں موجود تھا یہ رائے ظاہر کی ہے:"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تحقیقات سرسری کی عدالتوں کے اختیار کو جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی سماعت اور تجویز کی حد تک وسعت دینے کی مصلحت کے متعلق ایک امریکی مبصر نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ گزشتہ نصف صدی کے اندر انگریزی عدالتی نظام میں فوجداری معدلت گستری کی نسبت جس قدر ترقیاں عمل میں لائی گئی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم یہی ہے[1]۔ اس میں شک نہیں کہ اس طریقۂ کارروائی کی وجہ سے تحقیقات بہ تعجیل ہوتی ہے اور اخراجات میں بھی معتدبہ کمی ہو گئی ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے مقدمات کی تجویز تحقیقات سرسری کے ذریعے سے ہو جاتی ہے جو اپنی اہمیت یا پیچیدگی کی بنا پر جیوری کی مدد سے تجویز کے قابل ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ مقدمے کو جسٹس کے اختیار سماعت میں لانے کے لئے یہ رجحان پیدا
519 ہو گیا ہے کہ اہم تر عناصر کو نظر انداز کر دیا جائے اور کارروائی ایسے وجوہ کی بنا پر کی جائے جو کمتر اہمیت رکھتے ہوں۔ مثلاً سکونتی مکان کو "توڑنے" کے جرم میں کارروائی "سرقے" کے نام سے کی جاتی ہے[2]۔ پولیس کو دلچسپی سزا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لارڈ اعظم کے مبصرین یہ دیکھکر حیران ہو جاتے ہیں کہ شہر لندن کی عدالت پولیس میں اور متعدد صوبجاتی پولیس عدالتوں میں بھی ہر ایک میں ایک "صیغۂ غربا" (Poor-Box) اور ایک مذہبی رہنمائے عدالت پولیس" (Police Court missionary) دونوں مقرر ہیں۔ اس وقت چار سو پٹی سشن کی عدالتوں میں ایسے مشنری موجود ہیں (جو ذکور و اناث دونوں طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں) اور جو کامیابی ان کو اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہوئی ہے اس کو آج سب تسلیم کرتے ہیں۔

[1] ملاحظہ ہو کتاب Criminal Justice in England by Pendleton Haward Newyork (Macmillan Co; 1931.) جو انگریزی طریقۂ کارروائی پر ایک بے بہا تنقید ہے اس کتاب سے مولف نے آزادانہ استفادہ کیا ہے۔ اور ہر طالب علم کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

[2] اس طریقۂ کارروائی کی نسبت سخت مخالف تنقید کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے زیادہ تجویز اثبات جرم سے ہوتی ہے۔ اس رجحان کا نتیجہ یہ ہے کہ فوجداری مقدمات میں جیوری کا استعمال متروک ہو رہا ہے۔ عدالت العالیہ کے ججوں نے یہ بتلایا ہے کہ سنگین قسم کے جرائم قابل ترتیب فرد جرم میں بھی تجویز تحقیقات سرسری کے اختیار سے کرنے کا رواج بہت عام ہوتا جا رہا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ یہ اختیار صرف اس صورت میں استعمال کیا جائے جہاں حالات ایسے موجود نہ ہوں کہ جس سے ترغیب جرم کی سنگینی یا شدت میں اضافہ ہو جائے۔ ان تنقیدوں کی اہمیت یہ ہے کہ جیوری کی مدد سے تجویز کو وقیع سمجھا جاتا ہے۔ لائق مصنف کی اس رائے سے ہمیں اتفاق ہے کہ کسی ادارے کا محض قدیم ہونا اس کی افادیت کے ثبوت کے لئے کوئی موزوں شہادت نہیں ہے۔ جیوری کے روبرو تحقیقات سے ممکن ہے کہ بہت سے مجرمین بے جرم قرار پا جائیں، لیکن اس میں شبہہ نہیں ہو سکتا کہ یہی وہ طریقہ تجویز ہے جس سے کسی معصوم مستغاث علیہ کی بہتر حفاظت ہو سکتی ہے بہ نسبت اس کارروائی کے جو غیر پیشہ ور نظمائے فوجداری کے اجلاس پر عمل میں لائی جائے۔ یہ صحیح ہے کہ موجودہ نظام میں بہت سی ایسی خرابیاں موجود ہیں جن کو سرسری اختیارات میں توسیع کے موئیدین نے ظاہر کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص ایک کھلے ہوئے مکان سے سو پونڈ مالیت کے جواہرات کا سرقہ کرے تو اس کی تحقیقات سرسری ہو سکتی ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی بند دروازے کو کھول کر محض ایک سگریٹ کی ڈبیا کا سرقہ کرے تو اس کی تحقیقات اس طرح نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح جو شخص کسی بیش قیمت موٹر کار کا سرقہ کرے تو اس کی تجویز تحقیقات سرسری کے اختیار سے ہو سکتی ہے لیکن جہاں کوئی شخص اپنے ساتھی مزدور کی ایسی پانچ پونڈ کی رقم کا حساب دینے سے قاصر رہے جو مزدور نے اس شخص کو حفاظت کی غرض سے امانتہً دی ہو تو مقدمے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (Rex v Bennett (1928). 20 Cr App.R.180)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی تحقیقات اسائز یا کوارٹر سشن میں ہونا لازم ہے۔[1]

پٹیشن کی تجاویز کا مرافعہ

جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے (ملاحظہ ہو صفحات ۴۹۹، ۵۰۳) دو عدالتیں ایسی ہیں جو جسٹس کی تحقیقات سرسری کی کارروائیوں پر مکرر غور کر سکتی ہیں۔ ایک کنگس بنچ ڈویژن، دوسری عدالت کوارٹر سشن۔

520 (۱) کنگس بنچ ڈویژن کا اقتدار دو طرح استعمال ہو سکتا ہے۔

ا۔ یہ عدالت "حکم طلبی مسل مقدمہ" (writ of Certiorari) کے ذریعے سے ایسے مقدمے کی مسل جس میں جرم ثابت قرار دیا گیا ہو اس غرض سے طلب کر سکتی ہے کہ بشرط ضرورت اختیار سماعت میں ایسے سقم قانونی کے عذر پر جس سے کارروائی ناجائز ہو گئی ہو تجویز سخت منسوخ کر دی جائے۔ مثلاً اس صورت میں جہاں ایسی اطلاع کی بنا پر جسٹس تجویز اثبات جرم صادر کریں جو چھ ماہ کی مقررہ میعاد کے اندر پیش نہ ہوئی ہو۔[2]

ب۔ یہ عدالت ایسے مقدمے کا فیصلہ کر سکتی ہے جس میں جسٹس نے کسی قانونی بحث کی تجویز کر کے بطور خود اس عدالت سے فیصلے کے لئے استصواب کیا ہو۔[3] (خواہ وہ بحث بادی النظر میں مسل سے ظاہر ہو یا نہ ہو)

---

[1] ملاحظہ ہو (J.S. Walsh, L L.B.) کا مضمون جو لا سوسائٹی کے سامنے پڑھا گیا تھا اور مکرر طبع ہوا۔ (180 L,T. Jo. at P. 239.)

[2] ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ (۵۰۸) یہ ڈویژن ایسی مداخلت کا بھی اختیار رکھتی ہے جس سے جسٹس کو ان کے سپرد شدہ فرائض کی انجام دہی کا پابند کیا جا سکے مثلاً کوئی حکم یا قاعدہ منظور کر کے، یا طلب نامہ جاری کرنے کی ہدایت دے کر، یا کسی الزام کی تحقیقات اور تجویز کرنے کی تحریک کر کے یہ اختیار استعمال کیا جا سکتا ہے۔

[3] (20 & 21. Vict. C. 43, S. 2; 42 & 43 Vict. C. 49. S. 33.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مثلاً اس صورت میں جب کہ جسٹس نے مستغاث علیہ کی اس بحث کو ناقابل پذیرائی قرار دیا ہو کہ جو شہادت اس کے خلاف پیش ہوئی ہے وہ تجویز اثبات جرم کے لئے قانوناً ناکافی ہے۔ ایسے مقدمات میں جسٹس کو اختیار ہے کہ کسی فریق کی درخواست پر استصواب کریں۔ اس لحاظ سے یہ کارروائی درخواست مرافعہ بنا راضی بتجویز بذریعہ جیوری سے مختلف ہے جو صرف مستغاث علیہ کی جانب سے پیش ہو سکتی ہے[1] (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸۷)۔ جب کسی الزام قابل ترتیب فرد جرم میں جس کی تحقیقات سرسری ہوئی ہو، مستغاث علیہ بے جرم قرار پائے تو مقدمے میں استصواب غالباً وکیل سرکار (Prosecutor) کی درخواست پر کیا جا سکے گا۔ لیکن استصواب اس صورت میں نہیں کیا جا سکتا جب کہ ابتدائی تحقیقات کنندہ جسٹس نے مقدمے کی سپردگی سے انکار کر دیا ہو[2]۔

(۲) عدالت کوارٹر سشن کا اختیار بصیغۂ مرافعہ اس قدر وسیع نہیں ہے جتنا کہ کنگس بنچ ڈویژن کا جو جسٹس کے تحقیقات سرسری کے اختیار کی کامل وسعت پر حاوی ہوتا ہے۔ اس عدالت کو سماعت مرافعہ کا اختیار ابتداءً ایسے مخصوص افعال مجرمانہ کے سلسلے میں پیدا ہوا، جو اسی قانون موضوعہ میں محکوم تھا جس کی رو سے وہ افعال جرم قرار دیئے گئے تھے۔ اس طرح بیشتر جرائم ناقابل ترتیب فرد جرم میں مستغاث علیہ کو اس عدالت میں مرافعہ پیش کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ اور کبھی کبھی مستغیث کو بھی یہ حق عطا ہوا تھا۔ لیکن اب قانون (The Criminal Justice Administration Act 1914) میں عام طور پر محکوم ہے کہ

---

[1] اس صورت میں بھی جب کہ جسٹس نے کسی مقدمے میں استصواب کرنے سے انکار کر دیا ہو، عدالت کنگس بنچ ڈویژن جسٹس کو ہدایت کر سکتی ہے کہ وہ مقدمے میں استصواب کریں ملاحظہ ہو (42 and 43 Vict. C. 49, S. 33,)

[2] Hood v Smith (1933), 98 J.P. 73.) لیکن ملاحظہ ہو (98 J.P. Jo.283)

[3] ملاحظہ ہو (93 J.P. Jo. 280.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

521 جس شخص پر کوئی عدالت با اختیار تحقیقات سرسری جرم ثابت قرار دے، خواہ وہ جرم کچھ ہی ہو[1]، تو وہ شخص اس کی ناراضی سے عدالت کوارٹر سشن میں مرافعہ کر سکے گا (بجز اس کے کہ اس نے عدالت تحت میں اپنے جرم سے اقبال کیا ہو۔ اس صورت میں وہ صرف حکم سزا کی ناراضی سے مرافعہ کر سکے گا)۔ برخلاف کنگس بنچ ڈویژن کے کوارٹر سشن میں پیش شدہ مرافعے صرف قانونی مباحث تک محدود نہیں ہوتے۔ کیونکہ عدالت کوارٹر سشن کل مقدمے کی مکرر[2] سماعت کرتی ہے (حتیٰ کہ ایسے جدید گواہوں کے اظہارات بھی لے سکتی ہے جو عدالت پٹی سشن میں پیش نہ ہوئے ہوں) جسٹس کے تجاویز کی ناراضی سے کوارٹر سشن میں پیش شدہ مرافعوں کی تعداد بہت خفیف تھی اس کی بڑی وجہ اخراجات کا سوال تھا۔ ۱۹۳۳ء میں قانون (Summary Jurisdictions Appeals Act. 1933)[1] اس غرض سے

---

[1] (4 & 5. Geo. 5. ... S. 37 (1) حتیٰ کے قابل ترتیب فرد جرم میں بھی۔ گو سابق میں ایسے مقدمات کے لئے مرافعے کا کوئی چارۂ کار موجود نہ تھا۔ لیکن عدالت پٹی سشن کے تجاویز بصیغہ دیوانی کے مرافعوں کے لئے اس نوعیت کا کوئی عام حق موجود نہیں ہے۔

[2] (Criminal Jnstice Act. 1925. S. 25) مشروط رہائی کے حکم کی ناراضی سے مرافعہ ہو سکتا ہے (i bid. S. 7.)۔

[3] اعلیٰ تر عدالتوں میں پیش شدہ مرافعوں کی طرح اس عدالت میں پیش شدہ مرافعوں میں یہ ذمہ داری مرافع پر نہیں ہوتی کہ جس فیصلے کی ناراضی سے اس نے مرافعہ کیا ہو اس کو غلط ثابت کرے بلکہ یہ فرض مرافعہ علیہ کا ہوتا ہے کہ تحت کی تجویز کو درست ثابت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر استغاثے (Prosecutor) کی جانب سے پیروی نہ ہو تو عدالت کوارٹر سشن تحت کی تجویز اثبات جرم کو منسوخ کر دے گی (Reg v. Surrey Justices, (1892)2.Q. B. 719) بجز اس صورت کے جب مرافعہ محض تجویز سزا کی نسبت پیش ہوا ہو۔ Reg v. Kent Justices (1935) 52. TL. R. 78

[4] 23 and 24 Geo 5. C. 38.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منظور ہوا کہ سرسری اختیار کی عدالتوں کے مرافعوں کے مروجہ قانون میں ترمیم کی جائے۔ اس قانون کی رو سے وہ جملہ اختیارات اور فرائض جو کونٹی کی عدالت کوارٹر سشن[1] کے عدالت ہائے اختیارات سرسری کے مرافعوں کی نسبت تھے، اسی کونٹی (County) کے جسٹس کی ایک کمیٹی کے سپرد ہوئے جس کا نام "کمیٹی مرافعہ" ہوگا[2]۔ یہ کمیٹی ایسے اجلاس عدالت کے ذریعے سے کام کرے گی جو کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ بارہ ارکان پر مشتمل ہو۔ اور جس میں جیوری موجود نہ ہو۔ کمیٹی کی رکنیت پر حتی الامکان ایسے جسٹس کا انتخاب عمل میں آئیگا جو سماعت مرافعہ کی خاص قابلیت رکھتے ہوں۔ اب مرافعان بہ تکمیل مچلکہ[3] ادائی خرچہ کے لئے پابند نہیں کئے جا سکتے بلکہ صرف مرافعے کی پیروی کے لیے پابند ہوتے ہیں۔ مچلکے کی تعداد کے تعین میں جسٹس کیلئے 522
مرافع کے ذرائع آمدنی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے[4] بغیر کسی معاوضے کے مرافعان کو قانونی امداد دی جا سکے گی[5]۔ کسی فریق مرافعہ کو خرچہ ادا کرنے کا حکم دینے میں اسکے ذرائع آمدنی کو ملحوظ رکھنا لازم ہے[6]۔ اور جب مرافعہ منظور کیا جائے تو جو خرچہ مرافع کو دلایا جائے گا اس میں وہ خرچہ شامل کیا جا سکے گا جو عدالت پٹی سشن میں کارروائی کے دوران میں بطور مناسب عائد ہوا ہو[7]۔ کمیٹی مرافعہ کسی قانونی بحث کے متعلق جو کسی مقدمے میں پیدا ہو عدالت کنگس بنچ ڈویژن سے فیصلے کے لئے اسی طرح استصواب

---

[1] لندن کی کونٹی کے سوا کوئی دوسری کونٹی کے لئے ملاحظہ ہو (i bid. S. 8)

[2] (i bid S. 7.)

[3] ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ ۱۴۵۔

[4] (i bid S. 1.)

[5] (i bid S. 2.)

[6] (i bid S. 5. (1)

[7] (i bid)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے کی مجاز ہے جس طرح کہ پٹی سشن کے جسٹس استصواب کر سکتے ہیں[1]۔ کمیٹی مرافعہ کو اختیار ہے کہ کسی مرافعے کے پیش ہونے پر عدالت اختیار سرسری کی مصدرہ سزا میں اضافہ کریں، یا تخفیف کر دیں[2]۔

---

[1] (Criminal Justice Act 1925, S. 20.)

[2] (23 and 24 Geo. 5. C. 38. S. 1.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

باب (۳۰)

52

معمولی طریقۂ کارروائی

۱۔ مراتب ابتدائی

اس جدید ضابطۂ کارروائی سے گزر کر جو بذریعۂ قانون موضوعہ قائم ہوا ہے اور تحقیقات سرسری کا اختیار رکھنے والی عدالتوں میں نافذ ہے، اب ہم اس قدیم تر طریقۂ کارروائی پر غور کریں گے جو ان عدالتوں میں نافذ ہے جہاں ملزمین کی تحقیقات کامن لا کے اصول پر عمل میں آتی ہے، جس سے ہماری مراد تجویز بذریعۂ جیوری سے ہے۔ اس طریقۂ کارروائی کے (جس کو اب بھی معمولی طریقۂ کارروائی سے موسوم کیا جاتا ہے گو تحقیقات سرسری کے مقابلے میں یہ بہت کم رائج ہے) دس ممکنہ مدارج ہیں جن کی تشریح ضروری ہے۔ یہ مدارج حسب ذیل ہیں:-

۱۔ اطلاع (Information) ۲۔ گرفتاری (Arrest)

۳۔ سپردگی بغرض تحقیقات (Commitment for trial)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۴۔ سماعت مقدمہ یعنی کارروائی قرار داد جرم
(Prosecution,i.e.Accusation)

۵۔ فرد قرار داد جرم کا ملزم کو سنانا۔
(Arraignment)

۶۔ جواب ملزم اور تنقیح (Plea and issue

۷۔ تحقیقات اور جیوری کی رائے (Trial and Verdict

۸۔ تجویز ((Judgment

۹۔ تنسیخ تجویز (Reversal of Judgment

۱۰۔ التوائے حکم سزا یا معافی (Reprieve or Pardon)

جیسا کہ ہم نے اس سے قبل ذکر کیا ہے[1]، انگریزی قانون فوجداری کی تاریخ کے بیشتر حصے میں ملزمین[2] کی تلاش اور ان کی گرفتاری کی نسبت احکام[3] بہت ناقص تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ بالکل ابتدائی دور میں فرانک پلیج نظام (Frank Pledge) کی وجہ سے بہت اچھا انتظام قائم تھا۔ فرانک پلیج بالغ مرد اشخاص کی ایک جماعت ہوتی تھی۔ بعض مرتبہ اس میں کسی مخصوص شہری حدود کے جملہ مرد اشخاص شامل ہوتے تھے اور کبھی اس سے ایسے دس بالغ مرد اشخاص کی ایک جماعت مراد ہوتی تھی جن میں سے ہر ایک کو فرداً فرداً منتخب کیا گیا ہو اگر اس جماعت کا کوئی رکن کسی جرم کا ارتکاب کرتا اور دیگر شرکا اس کو معدلت گستری کے لئے حوالے نہ کرتے تو پوری جماعت تاوان ادا کرنے کی مستوجب تھی۔ (جماعت کے ہر رکن کو بھی بعض مرتبہ فرانک پلیج سے موسوم کیا جاتا تھا)۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادارہ صرف

---

[1] سنہ ۱۸۰۰ء میں انگریزی حکومت کے کسی محکمے کی کارکردگی اتنی ابھی نہیں تھی جتنی کہ محکمہ پولیس کی ۔۔ ملاحظہ ہو۔ (W. L. M Lees History of Police P 214)

[2] ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۳۳۹۔

[3] (Pollock and Maitland, 1 568.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دریائے ٹیمز کے جنوب میں قائم تھا، اور اغلب یہ ہے کہ وہاں یہ انگلو سیکسن زمانے سے بھی قبل سے وجود میں آچکا تھا۔ کم از کم ہنری اول کے زمانے میں یہ طریقہ ضروری رائج ہوا کہ شہر کا شریف (Sheriff) وقتاً فوقتاً فرانک پلیج 524
کی جانچ کرتا اور مذکورۂ بالا تاوان وصول کرتا تھا۔ چودھویں صدی میں جب کہ فرانک پلیج ادارے کا زوال ہوا تو انگلستان میں مجرمین کی گرفتاری یا جرائم کی انسدادی کارروائی کے لئے کوئی موثر ذریعہ موجود نہ تھا۔ تا آنکہ سر رابرٹ پیل کی مساعی سے موجودہ نظام پولیس قائم ہوا جیسا کہ موصوف نے اپنے پیش کردہ قانون بابت سنہ ۱۸۲۹ء کے وجوہ و فحوا میں بیان کیا ہے، "خود شہر لندن میں رات کی پہرہ چوکی کے جو انتظامات مقامی طور پر تھے وہ ملازمین کی نااہلیت، ان کی ناکافی تعداد، محدود اختیارات اور ان کے درمیان باہمی رابطۂ اتحاد کے فقدان کے باعث جرائم کے انسداد اور سراغ رسانی کے لئے نامناسب تھے"، لیکن جیسے جیسے دارالسلطنت میں اور قصبے (Borough) اور کونٹی میں پولیس کی جمعیتیں قائم ہوتی گئیں مجرمین کی سراغ رسانی کا انتظام بھی نہایت درجے کارگر ہوگیا ہے۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں پولیس نے (۲۲۰۶۷) اشخاص کے خلاف جرائم قابل ترتیب فرد جرم کے الزامات میں کارروائی کی جس کے منجملہ صرف (۷۷۲۵) اشخاص یا تو رہا ہوئے یا بے جرم قرار پائے[1]۔

فراہمی اطلاع کے لئے منجانب سرکار انعامات کا اعلان کرنے کا طریقہ اب باقی نہیں رہا۔ ایسی کارروائی کی مخالفت اس وجہ سے کی جارہی ہے کہ اس سے جھوٹی شہادت پیدا کرنے کا بہانہ ملتا ہے۔ اور سچ کی وقعت متاثر ہوتی ہے۔

[1] سر سی میاتھوز نے سنہ ۱۹۱۲ء میں فرمایا تھا کہ "چالیس سال قبل یہ عام رواج تھا کہ اگر ملزم کے پاس کوئی صفائی نہ ہوتی تو ملزم کا وکیل منجانب پولیس پیش شدہ شہادت کے اعتبار پر حملہ کرتا۔ لیکن موجودہ زمانے میں یہ طریقہ تقریباً متروک ہوگیا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱- اطلاع (Information)

ہر جسٹس آف دی پیس پر بوجہ اس کے تقرر کے یہ فریضہ عائد ہے کہ "امن عامہ کی حفاظت کرے"، جس کی تکمیل کی غرض سے وہ مشتبہ اشخاص سے ضمانت نامک چلنی لینے کے لئے، بلووں کو فرو کرنے کے لئے، اور ملزمین کی گرفتاری کے لئے موثر کارروائی کرے گا۔ یہ فرائض ہر جسٹس اب بھی انجام دیتا ہے (گو کنگس بنچ ڈویژن کے ججس نے، جن کے تفویض یہ فرائض بھی ہوتے ہیں عرصہ دراز
525 سے ان کی انجام دہی ترک کر دی ہے، کیونکہ آئینی طور پر یہ بہتر سمجھا جاتا ہے کہ فرائض کی انجام دہی میں ایسی تفریق ہو جس سے عدالتی عہدہ حکومت کے دیگر عاملانہ افعال سے علیحدہ رہے)۔

چنانچہ تحقیقات سرسری کی کارروائی کے مماثل معمولی طریقۂ کارروائی میں بھی عام طور پر جسٹس آف دی پیس کے آگے ایک "اطلاع" پیش کی جاتی ہے[1]۔ یہ اطلاع ایسا شخص پیش کر سکتا ہے جو حالات سے واقف ہو خواہ وہ خود متضرر ہو یا کوئی اور۔ جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی اطلاع کے لئے بھی وہی امور ضروری ہیں جو جرم قابل تحقیقات سرسری کی اطلاع کے لئے درکار ہیں۔ (ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ ۵۱۲)۔

۲- گرفتاری (Arrest)

جب یہ باور کرنے کی معقول وجہ ہو۔ مثلاً اس صورت میں جبکہ الزام سنگین قسم کا ہو۔ کہ ملزم کی حاضری کے لئے صرف طلب نامے کی اجرائی کافی نہ ہوگی، تو ملزم کو اس غرض سے گرفتار کیا جانا چاہیئے کہ نظم[2] فوجداری کے اجلاس پر اس کو حاضر کیا جا سکے۔ جرائم قابل ترتیب فرد جرم کے الزامات میں بھی کبھی

---

[1] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۲۔ یہ جسٹس یا تو اس کونٹی کے ہو سکتے ہیں جہاں جرم کا ارتکاب ہوا یا اس کونٹی کے جہاں ملزم موجود ہو۔ (11 and 12 Vict. C. 42, S. 1.) اس "اطلاع" کو "اطلاع" کی اس شاذ صورت سے مدغم نہ کرنا چاہیئے جو منجانب عہدہ داران سرکار پیش ہوتی ہے اور جو بمنزلہ فرد قرارداد جرم ہوتی ہے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۴۳) شرکائے جرم کے لئے ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۵۱۲ نوٹ (ا)۔

[2] ملاحظہ ہو۔ (Pollock and Maitland, Hist, Eng, law II 582,

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حکمنامۂ گرفتاری حاصل کر لیا جاتا ہے تاکہ ملزم کی گرفتاری کا اختیار حاصل ہو سکے۔ لیکن ان کی تعداد ایسے جرائم کی نسبت گرفتاریوں کی کل تعداد کا صرف دس فی صدی ہوتی ہے۔ لیکن وہ مقدمات جن میں ملزم کی گرفتاری حصول اختیار کی خاص کارروائی کے بغیر قانوناً جائز ہے بہت کثیر ہیں۔ (ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ ۵۲۸) بعض جرائم میں حکم نامۂ تلاشی بھی جاری ہو سکتا ہے[1]۔ مخصوص جرائم سے قطع نظر گرفتار شدہ اشخاص کی تلاشی لینے کا عام اختیار حاصل ہے شخص گرفتار شدہ کے پاس جو اشیا بوقت گرفتاری پائی جائیں انھیں گرفتار کنندہ اپنی تحویل میں لے سکے گا۔ اور کسی فوجداری الزام کی سماعت کے وقت وہ اشیا خواہ کسی شخص کے خلاف مادی شہادت کے طور پر منجانب استغاثہ استعمال ہو سکیں[2] گی۔ جو اشیا یا دستاویزات تحویل میں لیجائیں 526

---

[1] مثلاً مال مسروقہ کا لینا (مکمل فہرست کیلئے ملاحظہ ہو Quick Criminal Justices Act 1915 Appendix III) اگر ہائی کورٹ کا کوئی جج ایسی اطلاع کی بنا پر جو بذریعۂ حلف پیش ہوئی اس امر سے مطمئن ہو کہ یہ باور کرنے کے معقول وجوہ ہیں کہ قانون Incitement Disaffection Act 1934 (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۲۵) کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہے، اور یہ کہ اس جرم کے ارتکاب کی شہادت کسی مقام مندرجۂ اطلاع میں پائے جانے کا احتمال ہے تو وہ کسی پولیس انسپکٹر کی درخواست پر حکم نامۂ تلاشی اس غرض سے جاری کر سکے گا کہ اس مقام کی تلاشی لی جائے اور اگر ضرورت ہو تو اس کے لئے جبر استعمال کیا جائے۔ اور کسی شے کو جو اس مقام پر، یا ایسے شخص کے جسم پر جو اس مقام پر موجود ہو پائی جائے اور جس کے متعلق بوجہ معقول یہ شبہہ کرنے کے وجوہ ہوں کہ اس جرم کے ارتکاب کی شہادت ہے، قبضے میں لیا جائے۔

(Incitement to Disaffection Act 1934 S 2)

[2] Ehes v Passmore (1934) 50 T L R 196)

اس مقدمے پر ای، سی، ایس، وید نے "پولیس کی تلاشی" کے عنوان سے تنقید کی ہے (50 L.Q.R. 354) یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ سابق میں ایسے اشیاء کو قبضے میں لینے کا کوئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس مقدمے کی کارروائی کے ختم پر جس میں وہ بطور مادی شہادت کے استعمال ہوں، ان کا واپس کر دیا جانا لازم ہے۔[1]

۱۔ بطور خاص گرفتاری کا مجاز کرنے کے لئے موجودہ زمانے میں ہمیشہ ایک تحریری حکم نامۂ گرفتاری جاری کیا جاتا ہے[2] اگر جرم سیاسی ہو تو سکرٹری آف اسٹیٹ یا کوئی دوسرا رکن پریوی کونسل حکم نامۂ گرفتاری جاری کر سکے گا۔ اور کسی فوجداری مقدمے میں، خواہ اس کی نوعیت کچھ ہی ہو، کنکس بنچ ڈویژن کا کوئی جج (یا جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) کوئی جسٹس آف دی پیس حکمنامۂ گرفتاری جاری کر سکے گا۔ اگر حکمنامۂ گرفتاری کسی معمولی جسٹس آف دی پیس کا جاری کیا ہوا ہو تو اس کی تعمیل صرف اس ضلع کے حدود اراضی کے اندر اس صورت میں ہو سکے گی جبکہ اس ضلع کا جسٹس مجاز حکمنامے پر عبارت ظہری تحریر کر دے لیکن قانون Criminal Justice Act) بابت ۱۹۲۵ء کے دفعہ ۳۱ ضمن (۳) میں محکوم ہے کہ کوئی حکم نامۂ گرفتاری جس کو کسی جسٹس آف دی پیس نے گواہ کو حاضری پر مجبور کرنے یا ایسے شخص کی گرفتاری کے لئے جس پر کسی جرم کا الزام ہو،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اختیار نہ تھا جو شخص گرفتار شدہ کے سوا کسی دوسرے شخص کے خلاف اس کے الزام کی شہادت کی حیثیت سے اہم ہو۔ اور نیز یہ کہ ایسے مقام کی تلاشی کا کوئی اختیار نہیں ہے جو شخص گرفتار شدہ کی سکونت کی جگہ نہ ہو۔ مسٹر وڈ اس بارے میں قانون سازی کی ضرورت پر زور دیتے ہیں انھوں نے تجویز کی ہے کہ جہاں پولیس کو اشیا قبضے میں لینے کی منظوری دی گئی ہو، انھیں یہ اختیار بھی دینا چاہیئے کہ چھاپنے کی غرض سے دستاویزات نکال لئے جائیں۔

[1] ازمنۂ سابقہ میں جو شخص کسی سنگین جرم کے ارتکاب سے مطلع ہوتا اس کا یہ فرض تھا کہ زبانی "شور و پکار" مچائے۔ (Hue and Cry) (انگریزی لفظ (Hue) یعنی شور ایک اضطراری لفظ ہے جو تعاقب کے موقع پر استعمال ہوتا ہے اور یہ ایک دوسرے انگریزی لفظ (hoot) کے ہم معنی ہے)۔ اس کی وجہ سے ان تمام اشخاص کو جو اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بطور جائز جاری کیا ہو (بلالحاظ اسکے کہ آیا اس جرم کی تحقیقات بذریعۂ ترتیب فرد جرم ہوسکتی ہے یا سرسری اختیار سے) تو اس حکم نامے کی تعمیل انگلستان یا ولز میں کسی مقام پر کی جاسکے گی، خواہ وہ مقام اس خاص جسٹس کے اختیار کی حدود ارضی سے خارج ہی کیوں نہ ہو۔

طریقۂ مذکورۂ بالا کے بموجب جب کبھی جاری کنندہ جسٹس کی اختیار کی حدود ارضی سے باہر حکمنامۂ گرفتاری کی تعمیل کی جائے تو ملزم کو عموماً تحقیقات کی غرض سے اسی جسٹس کے ضلعے میں واپس بھیجا جائے گا لیکن 527
جرائم قابل ترتیب فرد جرم میں جائز ہے کہ ملزم کو بجائے حکم نامۂ گرفتاری جاری کنندہ جسٹس کے مقام گرفتاری کے کسی جسٹس کے آگے پیش کیا جائے (Criminal Justice Act, 1925, S. 11) حکم نامۂ گرفتاری کے ذریعے سے تعمیل کنندہ مجاز ہوتا ہے کہ اس شخص کو جس کی حکم نامے میں صراحت ہو گرفتار کرے۔ اب قانون (Criminal Justice Act) بابت ۱۹۲۵ء کے دفعہ ۴ کی رو سے یہ لزوم نہیں ہے کہ تعمیل کنندہ کے پاس تعمیل کے وقت حکم نامۂ گرفتاری موجود رہے[۲]۔ لیکن اگر اس کا مطالبہ کیا جائے تو جس قدر جلد ممکن ہو سکے حکم نامۂ گرفتاری شخص گرفتار شدہ کو دکھلایا جانا لازم ہے۔ چونکہ الزام کی نوعیت فوجداری ہوتی ہے نہ کہ دیوانی اس لئے اگر تعمیل کنندہ حکم نامۂ گرفتاری اس شخص کو جسکی گرفتاری

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ میں حصہ لیں گرفتاری کے وہی اختیارات حاصل ہوتے جو دور حاضرہ میں بذریعۂ حکم نامۂ گرفتاری حاصل ہوتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو (Pallock and Maitland, II 578.)

[۱] جسٹس اس میں پولیس کو یہ ہدایت تحریر کرسکتے ہیں کہ مصرحہ رقم کی ضمانت پیش ہونے پر ملزم کو رہا کیا جائے۔

(ملاحظہ ہو Criminal Justice Administration 1914, 5. 21 (1)

[۲] اس دفعہ سے ایسی گرفتاری کا جواز نہیں ہوتا جو ناقص حکمنامۂ گرفتاری کے تحت عمل میں آئی ہو۔

(ملاحظہ ہو مقدمہ Horsfield v. Brown, [1932] 1 K B. 355.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقصود ہو، کسی اور طرح نہ پکڑ سکے تو تعمیل کنندہ کو اختیار ہوگا کہ مکان کے بیرونی دروازوں کو توڑ کر کھول لے (مثلاً اس صورت میں جبکہ اس مکان میں رہنے والے شخص مطلوب کی گرفتاری میں تعرض کریں) اور نیز گرفتار کنندہ مجاز ہوگا کہ ملزم کی گرفتاری کے لئے اور اس کو فرار ہونے سے روکنے کیلئے ہر ضروری جبر استعمال کرے جو اس شخص کو جس کی گرفتاری مقصود ہو ضرر پہنچانے یا ہلاک کرنے کے درجے تک پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ وہ الزام جس کے لئے ملزم کی گرفتاری مطلوب ہو۔ بغاوت، تشدد آمیز جرم کبیر یا مہلک زخم پہنچانے میں سے کسی جرم کا ہو۔ برخلاف اس کے اگر ملزم گرفتار کنندہ کے اختیار، اور اس کے ارادے سے مطلع ہونے کے بعد اس کو قتل کر دے تو عموماً[1] ملزم قتل عمد کا مرتکب ہوگا، خواہ وہ اپنے الزام کی نوعیت سے ناواقف ہی کیوں نہ رہا ہو۔ لیکن اگر کوئی عہدہ دار کوتوالی (Constable) ملزمین کی خلاف قانون طریقے پر گرفتاری کا اقدام کرے (مثلاً ایسے حکم نامۂ گرفتاری کی بنا پر جو کالعدم ہو چکا ہو) اور ایسی گرفتاری میں تعرض کے ضمن میں ملزم عہدہ دار کوتوالی کو ہلاک کر دے تو ملزم صرف قتل انسان کا مستوجب

[1] کیونکہ جرائم کبیرہ میں فراری مزاحمت کے مماثل ہے۔ لیکن اگر حکم نامۂ گرفتاری کسی جرم صغیر کے لئے جاری ہوا ہو گو اس صورت میں بھی گرفتار کنندہ کو ہلاک کرنا قتل عمد ہوتا ہے (ملاحظہ ہو (Foster P. 311) لیکن گرفتار کنندہ کے لئے جائز نہیں ہے کہ ملزم کو فراری سے روکنے کے لئے اس کو ہلاک کر دے۔ برایں ہم اگر وہ شخص جس پر جرم صغیرہ کا الزام ہو اپنی گرفتاری میں فی الواقعی تعرض کرے تو گرفتار کنندہ کے لئے جائز ہوگا کہ ملزم کی مزاحمت کے جواب میں ضروری جبر استعمال کرے خواہ وہ مہلک ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی گرفتار کنندہ کے لئے جائز ہے، اور اس پر لازم ہے کہ بجائے ابتداءً مقابلے سے گریز کرنے کے جو "اتفاقی گتھم گتھا" (Chance-Medley) کی صورت میں قانوناً محکوم ہے، اس موقع پر جم کر مقابلہ کرے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۲۲)۔

[2] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۵۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قرار پائیگا۔ کیونکہ گرفتاری سخت وجبر استعمال طبع کے مماثل ہے[1]۔

۲۔ کامن لا کی رو سے گرفتاری اکثر صورتوں میں جائز رکھی گئی ہے، جو اس وقت 528
عمل میں لائی جاسکتی ہے جب کہ کوئی حکمنامۂ گرفتاری جاری نہ ہوا ہو۔ یہ اختیار صرف عہدہ دار کو توالی ہی کو نہیں بلکہ معمولی اشخاص کو بھی عطا ہوا ہے۔ حالیہ قوانین موضوعہ کے تحت ان اختیارات میں، خصوصاً عہدہ داران کو توالی کے اختیارات میں مزید وسعت دی گئی ہے۔

الف۔ ہر ایک معمولی شخص حسب ذیل صورتوں میں حکم نامۂ گرفتاری کے بغیر گرفتاری عمل میں لاسکتا ہے۔

(۱) جب کہ کسی شخص نے اس کے سامنے بغاوت، جرم کبیر یا خبر رشدہ میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو، از روئے قانون اس شخص کو نہ صرف مجرم کی گرفتاری کی اجازت ہوگی بلکہ اس پر لازم ہوگا کہ ملزم کی گرفتاری کے لئے ہر ممکنہ تدبیر عمل میں لائے[2]۔ اور جو شخص اس طرح عمل کر رہا ہو، وہ نہ صرف اپنے حق کو نافذ کرتا ہے بلکہ ایک حکمی فریضے کی تکمیل بھی کرتا ہے اس لئے وہ شخص مجاز ہوگا کہ ملزم کے تعاقب میں کسی مکان کے بیرونی دروازوں کو توڑ دے۔ اور اس صورت میں جب کہ جرم بغاوت، یا تشدد آمیز جرم کبیر ہو اس شخص کو اختیار ہوگا کہ ملزم کی گرفتاری کے لئے جس حد تک ضروری ہو جبر استعمال کرے مثلاً وہ ملزم پر گولی چلا سکے گا

---

[1] ملاحظہ ہو (Stepner Digest of Criminal law, 7th. ed. note VIII)
اس کا مقابلہ کیجئے کتاب کے صفحہ ۵۳۰ نوٹ ۸ سے۔

[2] (2 Hawkins P.C.C. 12, S.) مستغل حراست میں لینے کی غرض سے ایسے شخص کی گرفتاری کے اس اختیار کے علاوہ جس نے کسی جرم کبیر کا فی الواقعی ارتکاب کیا ہو، ہر معمولی شہری کو ان جرائم کے ارتکاب کو روکنے کے لئے ایسے اشخاص کو گرفتار کرنے اور انھیں عارضی حراست میں ارتکاب جرم کے اندیشے کے ختم تک رکھنے کا بھی اختیار ہے جو بغاوت یا جرم کبیر یا صرف نقض امن کا عنقریب ارتکاب کرنے والے ہوں۔ ملاحظہ ہو مقدمہ 'Timothy v. Simpson (1835)
1. C.M. and R. 757

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر اس کو فراری سے روکنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو۔ حتیٰ کہ کسی جرم کبیر کے مجرم کی اگر اس طرح موت واقع ہو تو یہ جرم قتل انسان ہوگا لیکن مرتکب معذور رکھا جائے گا۔

(۲) جب کہ کسی شخص کی نسبت یہ شبہہ کرنے کی معقول وجہ ہو کہ اس شخص نے بغاوت، جرم کبیر یا ضرر شدید میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اسی[3] جرم کا فی الواقع مرتکب ہوا ہو (خواہ مرتکب خود گرفتار شدہ شخص ہو یا کوئی اور)۔ اس صورت میں اور نیز ان تمام صورتوں میں جو قانون موضوعہ میں محکوم ہیں (اور جن کا ہم ابھی ذکر کریں گے) گو بروے قانون ایک معمولی شخص کو بھی گرفتاری کی اجازت عطا ہوئی ہے (اور اس صورت میں اگر ملزم اپنی گرفتاری میں تعرض کرکے شخص گرفتار کنندہ کو ہلاک کردے تو وہ قتل عمد کے الزام میں جواب دہ ہوگا) لیکن وہ ایسا کرنے پر حکماً پابند نہیں ہے۔ اور اس لئے گرفتار کنندہ شخص مقصود کی گرفتاری کے لئے مکان کو توڑنے، یا ضرب لگانے یا کسی اور قسم کا تشدد استعمال کرنے کا کوئی عام حق نہیں رکھتا ہے۔

529

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کسی جرم کبیر کے ارتکاب کو روکنے کی غرض سے دروازوں کو توڑ کر کھولا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ (Handcock v. Baker (1800) 2 Bas and P. 260)

[1] ایسے جرم کبیر کے لئے جس سے وہ لاعلم ہو گرفتاری جائز نہ ہوگی (3 C. and K 140.)

[2] یہ شرط قدیم سے (Y.B. 9 Edw. IV. fo. 26. 5.) میں بھی مذکور تھی۔

[3] اس ضمن میں ایک دلچسپ مقدمہ ملاحظہ فرمائیے (Walters v. Smith, (1914) 1. K.B. 595) گو غلطی کی بنا پر گرفتاری جائز نہ ہوگی۔ لیکن کیسے سے فوجداری کارروائی کرنے کی نالش میں اس جواب دہی سے کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

[4] یعنی ایک معمولی شخص کے لئے بھی ایسے شخص کی گرفتاری جائز ہوگی جس پر کسی جرم کبیر کے ارتکاب کا شبہہ ہو، خواہ اس غرض کے لئے مہلک تشدد ہی کیوں نہ استعمال کرنا پڑے، بشرطیکہ وہ شبہہ صحیح ہو۔ لیکن ایک معصوم شخص مجبور نہیں ہے کہ خود کو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) مذکورۂ بالا دو اختیارات کے علاوہ جو بروئے کام لائے حاصل ہیں حالیہ قوانین موضوعہ کے تحت ہر معمولی شخص کو کسی ایسے شخص کے گرفتار کرنے کی اجازت ہے جس کو وہ حسب ذیل افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے "پائے"[1]۔

۱۔ مال کی خفیہ درآمد برآمد کرنے والے جہاز کو اشارہ کرتے ہوئے[2] یا

۲۔ قانون آوارہ گردی[3] (The Vagrancy Act)

۳۔ قانون سرقہ بابت سنہ ۱۹۱۶ء[4] (The Larceny)

۴۔ قانون جرائم نسبت سکہ سازی بابت سنہ ۱۸۶۱ء[5] (The Coinage Offences Act.) کے تحت جو افعال جرم قرار دیے گئے ہوں ان میں سے کسی فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے۔ یا

۵۔ کسی جرم قابل ترتیب فرد جرم کا بوقت شب ارتکاب کرتے ہوئے[6]

۴۔ یا اگر جائداد متعلقہ کے مالک نے گرفتاری کا اختیار دیا ہو تو وہ شخص جس کو اس طرح اختیار دیا گیا ہو ہر ایسے شخص کو گرفتار کر سکے گا جو کسی ایسے فعل کا ارتکاب کرتا ہوا پایا جائے جو قانون مندرجۂ ذیل میں سے کسی قانون

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایک معمولی گرفتار کنندہ کے حوالے کرے۔ ان حالات میں ہاں میں سے کوئی ایک دوسرے کو ہلاک کر دے تو جرم قتل انسان ہوگا۔

[1] اسی طرح اگر ملزم جرم کا ارتکاب ختم کر کے صرف "ایک گز کا فاصلہ" ہی کیوں نہ طے کر لے قبل اس کے کہ ارتکاب جرم کا علم ہو یا وہ پکڑا جائے تو یہ ناخیر ایسی ہوگی جس کی بنا پر وہ گرفتار نہیں کیا جا سکے گا۔

[2] 39 and 40 Vict, C. 36, S. 190 — 39 and 40 Vict, C. 36, S. 190

[3] 5 Geo. 4, C. 83, S. 6.) ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۱۸۱۔

[4] دفعہ ۴۱ ضمن (۱) باستثنائے استحصال بالجبر بذریعہ ازالۂ حیثیت عرفی) یا اس شخص کو جو مال مسروقہ بغرض فروخت یا گرو پیش کرے۔ دفعہ ۴۱ ضمن (۲)

[5] 24 and 25 Vict. C 99. 5. 1.

[6] 14 and 15 Vict. C. 19, S. 11

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی رو سے جرم قرار دیا گیا ہو۔

۱۔ قانون نقصان رسانی بہ کمینہ۔ بابت ۱۸۶۱ء[1] (The Malicious Damag Act)

۲۔ قانون اتلاف جانوران شکاری بوقت شب[2] (Night Poaching Act)

۳۔ (Town Police Clauses Act)[3]

۴۔ قانون کوتوالی دار السلطنۃ[4] (Metropolitan Police Act.)

ب۔ کسی عہدہ دار کوتوالی کے اختیارات، اس صورت میں بھی جب کہ وہ بغیر حکمنامۂ گرفتاری عمل کر رہا ہو، ایک معمولی شخص کے اختیارات کے مقابلے میں بہت زیادہ وسیع ہوتے ہیں۔ مزید براں چونکہ عہدہ دار کوتوالی پر اس کے عہدۂ سرکاری کی بنا پر یہ فرض منصبی[5] عائد ہوتا ہے کہ ان تمام صورتوں میں گرفتاری عمل میں لائے اس لئے ان میں سے کسی صورت میں اس شخص کا جس کی گرفتاری مقصود ہو یہ فرض ہے کہ خود کو عہدہ دار کوتوالی کے حوالے کر دے اور گرفتاری میں کوئی تعرض نہ کرے خواہ وہ شخص بے گناہ ہی کیوں نہ ہو[6]۔ عہدہ دار کوتوالی مجاز ہے کہ اگر ضرورت ہو تو کسی ایسے صحیح الاعضا شخص کو جو قریب میں موجود ہو اپنی مدد

---

[1] (24 and 25 Vict. C. 97, S. 61.)

[2] (9 Geo. 4, C. 69, S 2.)

[3] (10 and 11 Vict C. 89, S. 15)

[4] (2 and 3 Vict C. 47, S. 66, And C. 71)

[5] لیکن کسی مکان کے قابض کو امداد دینا اس غرض سے کہ وہ مداخلت کنندہ کو نکال سکے کانسٹبل کے فرائض میں داخل نہیں ہے اس وجہ سے کہ محض مداخلت کوئی جرم نہیں ہے، گو اس کا یہ فعل اخلاقی نقطۂ نظر سے درست ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مداخلت کنندہ کانسٹبل کی مزاحمت کرے تو یہ اپنے معمولی مفہوم میں حملہ ہوگا نہ کہ کانسٹبل پر اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں حملہ"۔

[6] لیکن غیر ضروری ہتکڑی کے لئے ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۱۷۸ نوٹ نمبر ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے طلب کرے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ[1] (Reg V. Brown (1841) یہ امر ہنوز مشتبہ ہے کہ آیا کوئی عہدہ دار کوتوالی تمام ایسے جرائم میں جن میں وہ بلا حکم نامہ گرفتاری ملزم کی گرفتاری کا مجاز ہو، کسی مقام پر مادی شہادت[2] کی تلاش میں داخل ہونے کا اختیار رکھتا ہے یا نہیں (Thomas v. Sawkins (1935) یہ طے پایا کہ عہدہ دار پولیس کسی مقام خانگی کے حدود میں نقض امن کے انسداد کے لئے داخل ہو سکتا ہے۔ اور لارڈ ہیورٹ چیف جسٹس کی تجویز کے بموجب عہدہ دار کوتوالی کسی ایسے جرم کے ارتکاب کو روکنے کے لئے داخل ہو سکتا ہے جس کو وہ قریب الوقوع باور کرتا ہو یا جس کے ارتکاب کا اس کو احتمال ہو[3]۔

530

(۱) ایک معمولی شخص کی طرح عہدہ دار کوتوالی بھی کسی ایسے شخص کو گرفتار کرنے کا مجاز ہے جو اس کے سامنے بغاوت، جرم کبیر، یا ضرر شدید میں سے کسی جرم کا ارتکاب کرے اگر ضرورت ہو تو اس غرض کے لئے وہ دروازوں کو توڑ سکتا ہے اور مہلک تشدد استعمال کر سکتا ہے[4]۔

(۲) بخلاف معمولی شخص کے[5] غالباً وہ ایسے شخص کو مستقل نظر بندی (Permanant detention) کے لئے گرفتار کر سکتا ہے جو اس کے مواجہ

---

[1] (C. and M. 314.)

[2] ملاحظہ ہو (Police Search, E.C.S. Wade, 50 L.Q.R. 351 and Shepherd v. Merzies (190). 37 Sc. Law Reporter 355)

[3] (A.L. Good heart, "Thomas v. Sawkins; Aconstitutional) (nnovation", Cambridge Law. Iournal, VI, No. 1.) اس مقدمے پر ایک پُرزور تنقید کے لئے ملاحظہ ہو۔ 51 T.L.R. 514)

[4] برایں ہم ایسے مفرور ملزم کے لئے جس پر جرم کبیر کا الزام ہو، مناسب تو یہ ہوگا کہ وہ پہلی آواز ہوا میں چلائے اور دوسری گولی کا نشانہ نچلے حصے کے لئے لے۔

[5] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۲۸ نوٹ ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں محض نقض امن عامہ کے جرم کا ارتکاب کرے[1]۔

(۳) کسی ایسے شخص کو گرفتار کر سکتا ہے جس پر وہ بوجہ معقول شبہہ[2] کرے کہ اس نے بغاوت، جرم کبیر یا ضرر شدید میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے (بخلاف اس پابندی کے جو اس صورت میں گرفتاری کے لئے معمولی شخص پر عائد ہے) خواہ اس جرم کا فی الواقع ارتکاب ہوا ہو یا نہ ہو[3]۔ مثلاً اس صورت میں جب کہ عہدہ دار کوتوالی کسی شخص کو آلات نقب زنی لئے ہوئے تیزی سے گزرتا پائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی گرفتاری کے لئے عہدہ دار پولیس ضروری تشدد استعمال کر سکتا ہے، خواہ وہ مہلک ہی کیوں نہ ہو[4]۔ اور بیرونی دروازوں کو توڑ سکتا ہے۔ لیکن بعض قوانین کی رو سے

531

[1] (East P C.C 5, S, 71. لیکن دیکھئے I Hale P. le R.C. 587; 2 Hale P.C. 90)

[2] (Mc Ardle v. Egan (1133), 150 L.T. 412.) یہ واقعہ کہ وہ شخص اسی قسم کے جرم کی بابت سابق میں بھی مجرم قرار پا چکا ہے غالباً ایک حد تک وزن حاصل کر سکے گا لیکن اس کی بنا پر قطعی رائے قائم نہیں کی جا سکے گی۔

[3] Lawrenec v Hedger (1810), 3 Taunton 14: Beckwith Philby (1827), 6 B. and C. 635 ان مقدمات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کانسٹبل کو ایسے جرائم میں کارروائی کرنے کا جو خاص اختیار حاصل ہے جن کے ارتکاب کا شبہہ ہو لیکن جن کا دراصل ارتکاب نہ ہوا ہو، ان جرائم پر بھی حاوی ہے جہاں کسی تیسرے شخص کے الزام عائد کئے بغیر کانسٹبل خود اپنے شبہے کی بنا پر کارروائی کرے۔ وہ شخص جس پر جرم کبیر کے ارتکاب کا شبہہ ہو خواہ کسی جرم کبیر کا فی الواقع ارتکاب نہ ہوا ہو۔ اگر کانسٹبل کو ہلاک کر دے تو اس کا یہ فعل قتل عمد ہوگا۔ اس کے لئے دیکھئے مقدمہ (Rex v. Woolmer (1832) 1 Moody 334.)

[4] جرم کبیر کے ملزم کی گرفتاری میں تشدد استعمال کرنے کا اختیار، ان کو فرار ہونے سے روکنے میں بھی استعمال ہو سکے گا۔ اس لئے جن قیدیوں کو جرم کبیر کے الزام میں سزا دی گئی ہو، وہ مسلح نگرانی میں ملک کے وسیع حصے پر بیرون در کام پر لگائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان اختیارات کا استعمال صرف ان صورتوں تک محدود ہے جہاں جرم فی الواقع سرزد ہوا ہو۔[1]

(۴) ان پانچ صورتوں میں جو فقرۂ الف ضمن (۳) میں مذکور ہیں عہدہ دار کوتوالی معمولی شخص کی طرح گرفتاری کا اختیار رکھتا ہے۔

(۵) ان چار صورتوں میں جو فقرۂ الف ضمن (۴) میں درج ہیں عہدہ دار کوتوالی مالک جائداد کی جانب سے حصول اختیار کے بغیر بھی گرفتاری کا مجاز ہے۔

(۶) عہدہ دار کوتوالی ایسے شخص کو گرفتار کر سکتا ہے جو کسی شارع عام پر یا میدان میں شب کے وقت کا ہلا نہ گھومتا ہوا پایا جائے، اور اس کے متعلق بوجہ معقول یہ شبہہ کیا جا سکے کہ اس نے قانون لارسنی بابت ۱۹۱۶ء یا قانون نقصان رسانی بکینہ بابت ۱۸۶۱ء (Malicious Damage Act) کے احکام کے خلاف کسی جرم کبیر کا یا قانون جرائم موثر بہ جسم انسانی بابت ۱۸۶۱ء (Person Act) کے خلاف کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے یا عنقریب ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والا ہے۔[2]

(۷) شہر لندن میں عہدہ دار کوتوالی ایسے شخص کی گرفتاری کا مجاز ہے[3] جس پر وہ بوجہ معقول شبہہ کر سکے کہ اس نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہے یا ایسے جرم کا عنقریب ارتکاب کرنے والا ہے۔ اور نیز ۲۔ جو بوقت شب کا ہلا نہ گھومتا ہوا پایا جائے اور اطمینان بخش طور پر اپنا حال بیان نہ کر سکے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ جا سکتے ہیں یہ فائدہ جرم صغیر کے مجرمین کو حاصل نہیں ہے اور یہ امر جرم صغیر کے مجرمین کے لئے لالچ کا باعث ہو سکتا ہے کیونکہ جرم صغیر کے مجرمین کی کامیاب فراری کا خطرہ بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۲۷)۔

[1] جن اشخاص پر سترہ سال سے کم عمر کے بچوں کے خلاف چند مخصوص جرائم کے ارتکاب کا بطور معقول شبہہ ہو ان کی گرفتاری کی نسبت کانسٹبل کے اختیار کے لئے ملاحظہ ہو

(Children and young Persons Act, 1933 S.S.13.)

[2] (Ss. 41 (3), 57, and 66 of these Acts)۔

[3] (2 and 3 Vict. C. 47, S. 64.)۔

[4] (Isaaces v. Keech, [1925] 2 K-B. 354. یہ فہرست مکمل نہیں ہے دیکھئے مقدمہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چونکہ وہ شخص جو کسی کو بلا حصول حکم نامۂ گرفتاری، گرفتار کرتا ہے۔ ایسی کارروائی پر اس لئے مجبور ہوتا ہے کہ بلحاظ حالات اس کو کسی توقف کے بغیر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس موضوع پر قانون صاف اور سادہ ہوتا۔ لیکن جیسا کہ مندرجۂ بالا خلاصے سے ظاہر ہے حالیہ قانون سازی نے اس کو نہایت درجہ پیچیدہ بنا دیا ہے اور ایک لائق مصنف کے قول کے بموجب یہ "بیحد ناقابل اطمینان اور عام اشخاص کے لئے تقریباً ایک جال بن گیا ہے"[1]۔

۳ سپردگی بغرض تحقیقات (Commitment for Trial)[2]

532 جو اشخاص کسی جسٹس آف دی پیس کے اجلاس پر جرائم قابل ترتیب فرد جرم کے الزامات کی ابتدائی تحقیقات کے لئے پیش ہوں ان کی تعداد کا تقریباً ۳۰ فی صدی صرف طلب نامے کی تعمیل میں حاضر ہوتا ہے[3]۔ مابقی تعداد زیر حراست حاضر کی جاتی ہے۔ جن کے منجملہ دس فی صدی بہ تعمیل اور تقریباً ۹۰ فیصدی بلا حکم گرفتاری، گرفتار کئے جا کر پیش ہوتے ہیں[4]۔

---

[1] (Mr. C.S. Greaves, Q;C. Criminal Law Consolidation Acts (P. 188),

[2] کریمنل جسٹس ایکٹ بابت ۱۹۲۵ء کے دفعات ۱۲، ۱۳، اور ۱۴ کو بہ تفصیل مطالعہ کیجئے۔

[3] لیکن جن اشخاص پر جرائم ناقابل ترتیب فرد جرم کے الزامات میں مقدمہ چلایا جاتا ہے ان کے منجملہ تقریباً اسی فی صدی محض طلب نامے کی تعمیل میں حاضر ہوتے ہیں۔ تقریباً ۲۰ فی صدی بذریعۂ گرفتاری بلا حکم نامۂ گرفتاری اور صرف دو فی صدی بہ بنائے حکم نامۂ گرفتاری حاضر کئے جاتے ہیں۔

[4] عہدہ دار منتظم تھانہ کو اختیار ہے اور جہاں ۲۴ گھنٹوں کے اندر قیدی کو کسی جسٹس کے آگے پیش کرنا ممکن نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس شخص کو جس کی گرفتاری بلا حکم نامۂ گرفتاری عمل میں آئی ہو ضمانت پر رہا رکھے، بجز اس کے کہ عہدہ دار منتظم تھانہ کی رائے میں جرم کی نوعیت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چونکہ طلب نامہ یا حکم نامہ گرفتاری کی اجرائی صرف ایک ایسا جزو کارروائی ہے جو ملزم کی حاضری کے لئے استعمال ہوتا ہے اسلئے جسٹس پر لازم ہے کہ جو اطلاع ایسے مستغاث علیہ کے خلاف پیش ہو جو ان کے اجلاس پر حاضر ہو (خواہ اس کی گرفتاری ناجائز طور پر عمل میں آئی ہو) تو اس اطلاع کی سماعت کریں اور ان کو اختیار ہے کہ اس اطلاع کی تحقیقات کے لئے مستغاث علیہ کو سپرد کر دیں۔[1]

تحقیقات ابتدائی میں (بخلاف اکثر مقدمات تحقیقات سرسری) ایک سے زیادہ جسٹس کی موجودگی کا لزوم نہیں ہے۔[2] گواہوں کو حاضری پر مجبور کرنے کے لئے طلب نامہ یا (بشرط ضرورت) حکم نامہ گرفتاری جاری کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے۔ اور بعد حاضری اگر گواہان اظہار دینے سے انکار کریں تو جسٹس ایسے اشخاص کو ایک ہفتے یا اس سے کمتر مدت کے لئے اگر قبل انقضائے ایک ہفتہ وہ اظہار دینے پر راضی ہو جائیں، قید بھیج سکتے ہیں کامن لا کی رو سے ملزم وکیل کی خدمات سے بطور حق استفادے کا مجاز نہ تھا، اور نہ عوام مقدمے کی سماعت کے وقت داخلے پر اصرار کر سکتے تھے معلوم یہ ہوتا ہے 533

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سنگین ہو۔ کریمنل جسٹس ایکٹ بابت ۱۹۲۵ء دفعہ ۴۵۔

[1] (Reg. v. Hughes (1879), 4 Q.B.D. 614)

[2] اور اگر دو یا زیادہ تعداد میں اجلاس کریں تب بھی ان پر "پیٹی سشنل کورٹ" کا اطلاق نہ ہوگا کیونکہ یہ عدالت صرف تحقیقات سرسری کے مقدمات کے لئے اجلاس کرتی ہے۔ چھ ماہ کی میعاد ایسی تحقیقات کے لئے متعلق نہ ہوگی (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۸۶)۔

[3] اور پیش سازی دستاویزات وغیرہ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۰۹ نوٹ ع)۔ لیکن تاوقتیکہ مقدمے کی سماعت آغاز نہ ہو کسی جسٹس کو اختیار نہیں ہے کہ کسی شخص کو فراہمی اطلاع کی غرض سے طلب کرے۔ یہ کام پولیس کا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں اپنی تفتیشی کارروائی جاری رکھیں۔

[4] (Cf. 11 and 12 Vict. C. 42, S. 19

[5] (Boulter v. Justices of Kent), [1897] A.C. 556. ایک نہ مانے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ یہ قاعدہ اب بھی رائج ہے گو حالیہ قوانین موضوعہ کے تحت عام اور وسیع عبارت میں جسٹس پر یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ "کھلی عدالت" میں اجلاس کریں۔ اس عبارت کی تعبیر یہ کرنی چاہئے کہ اس کا اطلاق صرف ان مقدمات میں ہوگا جو تحقیقات سرسری کے اختیار کے استعمال میں سماعت کئے جائیں۔ چند شاذ مقدمات میں جو یہ طریقہ برتا جاتا ہے کہ خاص خاص گواہوں کے نام اور پتے سے ملزم کو صرف بذریعۂ تحریر واقف کرایا جاتا ہے اور، ملزم کو ممانعت کردی جاتی ہے کہ علانیہ طور پر ان گواہوں کے متعلق کوئی سوال نہ کرے کارروائی کی نسبت صرف اسی تاویل کی بنا پر جائز ہوسکتا ہے کہ اس کا عام ہونا ضروری نہیں ہے۔

یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ ابتدائی تحقیقات کی نوبت پر ملزم کی اصالتہً حاضری ناگزیر ہے[۲]۔ تحقیقات ابتدائی میں کارروائی حسب ذیل طریقے پر ہوگی۔

پیروکار استغاثہ "اپنا مقدمہ شروع" کرتے ہوئے ان امور کی صراحت کرے گا جن کی ضرورت ہو۔ اس کے بعد اس کے گواہوں کا بیان ابتدائی لیا جائے گا، ان پر جرح ہوگی اور پھر سوالات کر کر پوچھے جائیں گے۔ بوقت پیشی گواہوں کا اظہار جسٹس کا اہلکار پیشی قلمبند کرے گا۔ جب سرکاری گواہان کا اظہار ختم ہوجائے اور پیروکار استغاثہ اپنے گواہوں کے اظہار کا خلاصہ[۳]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ملک معظم کے قانونی عہدہ داروں کی رائے اس سے مختلف تھی۔

[۱] مثلاً (42 and 43 Vict. C. 49, S. 20 (1); 52 and 53 Vict C. 63, S. 13 (11).

[۲] (11 and 12 Vict. C. 42, S. 17.) اس کا مقابلہ جسٹس کے ان اختیارات سے کیجئے جو ان کو تحقیقات سرسری کی کارروائیوں میں مدعی علیہ کے مقابلے میں خفیف جرائم کے لئے تحقیقات اس کی غیر حاضری میں کرنے کی نسبت حاصل ہیں جو طلب نامے کی تعمیل میں حاضری سے قاصر رہے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۲ نوٹ نمبر ۶)۔

[۳] (Oke's Magisterial Synopsis, P. 887. اس کا مقابلہ کتاب کے صفحہ ۵۱۰ سے کیجئے) مقدمے کی کوئی پیشی آٹھ دن سے زیادہ مدت کے لئے ملتوی نہ ہونی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیان کر چکے (اگر وہ اس کا خواہش مند ہو)، تو تحقیقات کنندہ جسٹس (یا اس کی جانب سے اس کا اہلکار پیشی) ملزم کو الزام منسوبہ پڑھ کر سنائیگا اور عام فہم زبان میں اس کی نوعیت سمجھا دے گا۔ اور پوچھے گا کہ آیا وہ کچھ کہنا چاہتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بتلا دے گا کہ ملزم کو ایسی بات کہنے کی ضرورت نہیں جس کو وہ کہنا پسند نہ کرے۔ اور نیز یہ کہ اس کو کسی وعدے کی بنا پر کوئی امید اور کسی دھمکی کی بنا پر کوئی خوف نہ کرنا چاہیئے۔ اور یہ کہ جو کچھ ملزم بیان کرے گا قلمبند کر لیا جائیگا اور اس کے مقدمے کی تحقیقات کی نوبت پر وہ بیان شہادت میں استعمال ہو سکے گا[1]۔ ملزم سے یہ بھی پوچھے گا کہ آیا وہ حلف لیکر اظہار قلمبند کرانا چاہتا ہے، یا شہادت پیش کرنا چاہتا ہے یا نہیں؟ مستغاث علیہ یا تو خاموش 534
رہے گا (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے لیکن یہ طریقہ بے گناہ ملزم کے لئے نہایت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ چاہیئے بجز اس کے کہ پیروکار استغاثہ اور ملزم دونوں اس سے زیادہ مدت تک التوا کے لئے رضامند ہوں (Criminal Justice Act, (1914), S. 20) اس کا مقابلہ تحقیقات سرسری کی کارروائیوں سے کیجئے۔ وہاں وقت کی ایسی پابندی نہیں ہے۔

[1] سابق میں جو یہ طریقہ تھا کہ آخر میں الفاظ "وبخلاف تمہارے" استعمال ہوتے تھے وہ اب متروک ہیں۔ لیکن یہ بیان صرف اسی شخص کے مقابلے میں بطور شہادت استعمال ہو سکے گا۔ اس لئے سرکار کو یہ طے کرنا چاہیئے کہ آیا تحقیقات کی نوبت پر یہ بیان شامل مسل کرنا مناسب ہے یا نہیں۔ لیکن عام طور پر یہ شامل مسل کیا جاتا ہے۔ اور اس کا شامل مسل کرنا مقتضائے احتیاط بھی ہے کیونکہ بالآخر جو شہادت ملزم کی جانب سے پیش ہو، ممکن ہے کہ اس کی تردید کے لئے منجانب سرکار یہ بیان استعمال کیا جا سکے۔ اور اس لحاظ سے اس کو اہمیت حاصل ہو جائے۔ اس بیان کا پیش کرنا ملزم پر عنایت کرنے کے مماثل بھی ہے کیونکہ اگر ملزم کو اس بیان کے شامل مسل کرانے پر مجبور کیا جائے تو سرکار کو آخری بحث کا موقع مل جاتا ہے۔ جو کچھ ملزم ناظم فوجداری کے آگے بیان کرتا ہے، اس کو شہادت کا درجہ حاصل نہیں ہوتا تاوقتیکہ وہ بیان پیروکار استغاثہ بطور شہادت استعمال نہ کرے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر دانشمندانہ ہے) یا اپنے وکیل کے ذریعے سے بیان دلا دے گا یا خود بیان دے گا۔ اگر کوئی ملزم تحقیقات ابتدائی کی نوبت پر شہادت صفائی کا انکشاف کرنے سے قاصر رہے تو تحقیقات کنندہ جج کو ملزم کے اس طرز عمل پر مخالفانہ تنقید نہ کرنی چاہیئے بجز اس کے کہ دیگر مستغاث علیہم کے فائدے کے لئے ایسی تنقید ضروری ہو۔ اگر صفائی میں عدم موجودگی (Alibi) پیش کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس کی کوئی اہمیت نہ ہوگی اگر یہ ایسے مناسب موقع پر پیش نہ ہو جس سے اس کی تصدیق نہ ہو سکے اور اگر جج مقدمے کا خلاصہ بیان کرتے وقت اس کی جانب توجہ دلائے تو اس کا یہ فعل قابل اعتراض نہ سمجھا جائیگا۔ اگر ملزم اپنا بیان دے تو قلمبند کر لیا جائیگا اور ملزم کو پڑھ کر سنانے کے بعد اس پر ابتدائی تحقیقات کنندہ کوئی جسٹس اپنی دستخط کرے گا اس کے بعد ملزم کے گواہان کا بیان ابتدائی ہوگا، ان پر جرح کی جائیگی اور ان سے سوالات مکرر پوچھے جائیں گے اور ان کے اظہارات قلمبند کر لئے جائیں گے۔ دونوں فریقوں میں سے کسی فریق کے گواہ کا بیان ختم ہونے پر اس کا اظہار گواہ اور ملزم کو پڑھ کر سنایا جائیگا

لہ (Lord Alverstone, L.C.J.) کا مقولہ ہے کہ "ایک معصوم شخص جس قدر جلد ممکن جواب دہی کا انکشاف کر دے اس کے لئے بہتر ہے" (Law J.) کا قول ہے کہ "یہ عجیب بات ہے کہ سولسٹر معصوم موکلین کو اس خطرے میں ڈالنا پسند کریں جو جواب دہی کے روک رکھنے سے لاحق ہوتا ہے" یہی قول (Wills. J.) کا بھی ہے۔ (67 J.P. 396.)

۲ (Rex. v. Naylor, [1932] 1 K.B. 685.)

۳ (Rex. v. Parker, [1933] 1 K.B. 850.)

۴ Rex. v. Brown and Bruce (1931), 23 Cr. App. R. 56.

۵ (Rex. v. Littleboy, [1934] 2 K.B. 408) پر تنقید کے لیے ملاحظہ ہو (178 L.T. Jo. 212)

۶ (Criminal Justice Act, 1925, S. 12 (5).

۷ اس کو قبل از قبل قلمبند نہ کر لینا چاہیئے (Rex. v. Gee, [1936] 2 ALLE. R. 89.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اس پر گواہ اور جسٹس کے دستخط ہوں گے۔ اگر ملزم گواہان طلب کرے تب بھی مستغیث کے وکیل کو دوسری بحث کا موقع نہیں ملتا۔ ملزم کا پیروکار یا کونسل بحث کر سکتا ہے۔

الف۔ قبل بیان ملزم و اظہار گواہان ملزم اس صورت میں جب کہ ملزم کی جانب سے شہادت پیش ہو۔

ب۔ بعد قلمبندی اظہار ملزم (اگر کچھ ہو) اس صورت میں جب کہ ملزم کی جانب سے کوئی شخص پیش نہ ہو۔

اس کے بعد تحقیقات کنندہ جسٹس پر (یا ان کی غالب تعداد پر جب کہ ایک سے زیادہ جسٹس مشترکاً اجلاس کریں)۔ لازم ہے کہ امور ذیل کی نسبت تجویز صادر کرے کہ:۔

(۱) آیا مقدمے میں اتنی کافی قوت[1] ہے یا نہیں کہ تحقیقات جرم کے لئے ملزم کی سپردگی جائز ہو سکے۔ 535

(۲) بصورت اثبات، مقدمے کی تحقیقات کس مقام پر عمل میں آئے گی۔

اگر عدالت کوارٹر سشن اس جرم کی تجویز کا اختیار[2] رکھتی ہو تو مقدمہ اسی عدالت میں تجویز کے لئے سپرد کیا جائے گا۔ بجز اس کے کہ خاص وجوہ ایسے موجود ہوں جن کی بنا پر عدالت اسائز میں

---

[1] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۴۰۔

[2] اگر وہ سپردگی سے انکار کر دیں تو اس وجہ سے من بعد کسی دوسرے جسٹس کے روبرو الزام عائد کرنا ممنوع السماعت نہ ہوگا۔ اگر ان کی رائے ہو کہ الزام نہ صرف بے بنیاد ہے بلکہ بر بنائے کینہ عائد کیا گیا ہے تو تحت قانون (Costs in Criminal Cases. Act) بابت ۱۹۰۸ء ان کو اختیار ہے کہ مستغیث کو خرچہ ادا کرنے کا حکم دیں (Rex. v. Essex Justices, Exp. Churchill (1933). 49 T.L.R. 283).

[3] (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۰۲)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقدمے کی تحقیقات مناسب معلوم ہو۔

کامن لا کی رو سے کسی جرم کی تحقیقات صرف اس عدالت میں ہو سکتی تھی جس کے اختیار کی حدود ارضی کے اندر اس جرم کا (یا اس کے کسی جزو کا) ارتکاب عمل میں آیا ہو۔ لیکن قانون بابت ۱۹۲۵ء (Criminal Justice Act 1925) کی دفعہ ۱۱ میں محکوم ہے کہ جب کسی شخص پر کسی جرم قابل ترتیب فرد جرم کا الزام ہو، تو ایسے شخص کے خلاف کارروائی فرد قرار داد جرم کی ترتیب، الزام کی تحقیقات اور تجویز سزا اس مقام پر ہو سکے گی جہاں وہ شخص اسی جرم کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہو، یا زیر حراست موجود ہو، یا طلب نامے کی تعمیل میں حاضر ہوا ہو۔ گویا کہ جرم کا ارتکاب اسی مقام پر ہوا، بجز اس کے کہ ابتدائی تحقیقات کنندہ جسٹس پر

لہ (Assizes Relief Act, 1889 (52 and 58 Vict. C. 12)

دی بزنس آف کورٹ کمیٹی (Cmd. 4471.) نے ۱۹۳۳ء میں یہ واضح کیا کہ اس متذکرہ قانون نے اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کی کیونکہ سپرد کنندہ نظائے فوجداری عدالت اسائز میں سپردگی کے لئے اس واقعے کو وجہ خاص سمجھتے تھے کہ اس اسائز کا انعقاد عدالت کوارٹر سشن کے انعقاد کی ممکنہ تاریخ سے قبل ہونے والا ہے۔ اس لئے اس کمیٹی نے سفارش کی کہ کونٹی کے حدود کے لئے عدالت کوارٹر سشن کا ایک ملتوی اجلاس عدالت اسائز کے انعقاد کی تاریخ سے کم از کم سات دن اور زیادہ سے زیادہ چودہ دن قبل منعقد کرنا چاہئے۔ شاہی کمیشن (The Royal Commision on Despatch of Business at Common Law (1936, Cmd. 5065)) کی رائے میں کونٹی سشن اور اسائز کے اجلاسوں کے انعقاد کی تواریخ میں کوئی خاص رشتہ ممکن العمل نہیں تھا۔ لیکن اس کمیشن نے کونٹی اور قصبے کی عدالتہائے سشن کے انعقاد کی تواریخ میں قریبی رشتے کے قیام کی سفارش کی اسائز کے کام میں تخفیف کی غرض سے کوارٹر سشن کی عدالتوں کے اختیارات میں اضافے کی تحریک کی، بزنس آف کورٹس کمیٹی نے تائید نہیں کی لیکن رائل کمیشن نے اسی تحریک کے متعلق یہ رائے ظاہر کی کہ اگر کوارٹر سشن کی عدالت پر کسی قانون داں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظاہر ہو کہ اگر قرار داد جرم کی یا تحقیقات کی کارروائی ایسے مقام پر کی جائے گی تو ملزم پر سختی ہوگی۔ اگر ملزم سختی ہونے کا عذر کرے تو وہ اس تنقیح کے متعلق جسٹس کی تجویز کی ناراضی سے ہائیکورٹ میں مرافعہ پیش کر سکتا ہے۔ جب کسی ملزم پر ایک سے زیادہ ایسے جرائم کا الزام ہو جو قابل ترتیب فرد جرم ہوں، تو جملہ جرائم کے لئے کارروائی اسی مقام پر ہو سکے گی جہاں ان میں سے کسی ایک جرم کے لئے کارروائی ہو سکتی ہو۔[1] قانون بابت ۱۹۲۵ء (The Criminal Justice Act.) کی ایک دوسری دفعہ[14] میں محکوم ہے کہ ملزم کی سپردگی اس مقام کی عدالت کوارٹر سشن یا اسائز کے بجائے، جہاں وہ عام حالات میں سپرد کیا جا سکتا ہو (یعنی اس مقام کی جہاں جرم کا ارتکاب ہوا، یا تحت دفعہ ۱۱ قانون مذکور اسی مقام کی جہاں ملزم گرفتار ہو یا اس پر الزام قائم ہوا) کسی دوسرے[2] مقام کی عدالت کوارٹر سشن یا اسائز میں ہو سکے گی اگر اس دوسرے مقام کی عدالتہائے سشن کے انعقاد کی تاریخ اور مقام کو ملحوظ رکھنے کے بعد یہ ظاہر ہو کہ کارروائی تحقیقات میں تعجیل یا مصارف میں تخفیف کے لئے ملزم کی اس دوسرے مقام کی سشن میں سپردگی سہولت بخش ہوگی۔ یہ اختیار استعمال نہ ہو سکے گا تاوقتیکہ ابتدائی تحقیقات کنندہ جسٹس اس امر سے مطمئن نہ ہوں کہ اسائز یا سشن کا وہ آیندہ[3] اجلاس جس میں عام طور پر ملزم کی سپردگی ہو سکتی ہو، تاریخ

586

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شخص کا بحیثیت میر مجلس تقرر کیا جائے تو اس عدالت کے اختیار سماعت میں اضافہ کارآمد ہوگا کمیشن نے اس مسئلے کو غور کے لئے ماہرین کی ایک چھوٹی کمیٹی کے سپرد کرنے کی سفارش کی۔

[1] (Criminal Justice Act, 1925, S. 11 (2).)

[2] اگر جرم عدالت کوارٹر سشن کی سماعت کے لائق ہو۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۰۲۔

[3] آیندہ سے مراد "تاریخ سپردگی کے بعد آیندہ" اور اس اصطلاح میں اسائز یا سشن کے وہ اجلاس داخل نہ ہوں گے جو بوقت سپردگی آغاز ہو چکے ہوں۔

(Rex. v. Murray (1935), 52 T.L.R 141.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سپردگی سے ایک مہینے کے اندر منعقد نہ ہوگا اور نہ یہ اختیار کسی ایسے مقدمے میں استعمال ہو سکے گا جہاں ملزم جسٹس کو اس امر سے مطمئن کر دے کہ ایسے اختیار کے استعمال سے ملزم پر سختی ہوگی۔ جب کوئی شخص جس کو تجویز کے لئے کسی خاص سشن میں سپرد کرنا مقصود ہو، ضمانت پر رہا رکھا جائے اور اس سشن کا آئندہ اجلاس تاریخ سپردگی سے پانچ دن کے اندر منعقد ہونے والا ہو تو اس شخص کی سپردگی تاریخ آئندہ کے بعد منعقد ہونے والے سشن میں ہو سکے گی بشرطیکہ اس تاریخ آئندہ کے بعد منعقد ہونے والے سشن کا انعقاد تاریخ سپردگی سے آٹھ ہفتوں کے اندر کسی وقت ہو۔

(۳) اگر ملزم کی جانب سے ضمانت پر رہا ہونے کی درخواست پیش ہو تو عدالت پر یہ تجویز کرنی لازم ہے کہ آیا یہ درخواست منظور کی جانی چاہیے یا نہیں، اور اگر منظور کی جائے تو کن شرائط پر۔

5337 بغاوت کے مقدمات میں ملزم کو ضمانت پر رہا کرنے کا اختیار جسٹس کو حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ایسی منظوری صرف سکریٹری آف اسٹیٹ یا گورنر جنرل ڈویژن کا کوئی جج دے سکے گا۔ لیکن جرائم کبیرہ کے الزامات میں اس

لے شاہی کمیشن (The Royal Commission on the Despatch of Business at Common Law (Cmd. 5065, P. 77.) نے اس حکم میں ترمیم کی سفارش کی تاکہ اسائز کے جج کام کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کر سکیں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۰۵) اور یہ رائے ظاہر کی کہ حالت موجودہ بھی کسی عدالت سشن کا مقدمہ کسی دوسری عدالت سشن میں منتقل ہو سکتا ہے گو اسائز کا معمولی انعقاد ایک مہینے کی مدت کے اندر ہی کیوں نہ ہونے والا ہو۔

لے کریمنل جسٹس ایکٹ بابت ۱۹۲۵ء کے دفعہ ۱۱ کی طرح ہائیکورٹ میں کسی مرافعے کا حق حاصل نہیں ہے۔

(Criminal Justice Act, 1925, S. 14 (5).

لے اس لفظ کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ (۱) وہ معاہدہ جس کی بنا پر وہ شخص اپنے ضامن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امر کا تصفیہ جسٹس کی صوابدید پر منحصر ہے۔ جرائم صغیرہ کے الزامات میں (جبکہ ابتدائی تحقیقات ختم ہو چکی ہو) کامن لا کی رو سے جسٹس کو اختیار تمیزی استعمال کرنے کا موقع نہ تھا بلکہ ملزم کی جانب سے کافی ضمانت پیش ہونے پر جسٹس اس کو رہا کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن قانون موضوعہ کے تحت جسٹس کو ایسے سنگین جرائم صغیرہ میں صوابدید استعمال کرنے کا اختیار دیا گیا ہے، جن میں استغاثے کے خرچے کا بار گورنمنٹ کے سوا زیر عائد ہو سکتا ہو۔ چونکہ قانون بابت ۱۹۰۰ء کی رو سے (ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۵۸۳) یہ قرار دیا جا چکا ہے کہ بعض جرائم صغیرہ میں اس طرح بار عائد ہو سکتا ہے۔ اس لئے صوابدید کے استعمال کا اختیار اب ہر جرم کے لئے یکساں ہے۔

بل آف رائٹس (The Bill of Rights) کے ذریعے سے "نامناسب طور پر کثیر" ضمانت کا مطالبہ ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ لیکن اس امر کا تعین کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کی تحویل میں دیا جاتا ہے (یعنی اس کے حوالے کیا جاتا ہے) اور اس کا اطلاق (۲) خود ضامن پر بھی ہوتا ہے۔ اب بھی یہ طریقہ ہے کہ اگر ضامن اپنی ذمہ داری سے بری ہونا چاہے تو وہ ملزم کو گرفتار کر سکتا ہے (اس غرض کے لئے وہ ملزم کے گھر میں داخل ہو سکتا ہے) تاکہ وہ اس کو اس عدالت کی حراست میں دے دے جس نے ضمانت منظور کی تھی۔

لے عام طور پر کنگس بنچ ڈویژن کے حجوں کے متعلق یہ غلط نظریہ تھا کہ وہ اب بھی اس طرح پابند ہیں جس کی تردید مقدمہ (Rex. v. Phillips (1922, 38 T.L.R. 897.) میں ہوئی ہے دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۰۹۔

۲ (11 and 12 Vict. C. 42, S. 23.

۳ باستثنائے ان جرائم کے جن کی تحقیقات فوجداری ہوں جیسے شاہراہوں اور پلوں وغیرہ کی نسبت۔

۴ قانون (Cruminal Justice Adminstration Act, (1914), S. 23.) میں حکم ہے کہ جب جسٹس کسی جرم صغیر کے مرتکب کو بوقت سپردگی ضمانت پر رہا رکھنا منظور نہ کریں تو ان پر لازم ہے کہ ملزم کو مطلع کر دیں کہ وہ اس غرض کے لئے کنگس بنچ ڈویژن میں درخواست پیش کرنے کا حق رکھتا ہے جو پر سپردگی تک جسٹس اپنی صوابدید استعمال کر سکتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ رقم کی کونسی مقدار کافی ضمانت متصور ہوگی کہ جس پر "نامناسب طور پر کثیر" کا اطلاق نہ ہو سکے، جسٹس کو خود اپنی قوت فیصلہ کا استعمال کرنا چاہئے۔ رقم ضمانت کے تشخص اور رہائی کے بارے میں اپنی صوابدید کے استعمال میں جسٹس کے لئے غور طلب صرف یہ امر ہوتا ہے کہ ان امکانی صورتوں کو معلوم کیا جائے جن میں ملزم اپنے جرم کی تجویز کے لئے حاضر ہونے سے باز رہے گا۔ حسب ذیل امور ایسے امکانات پر موثر ہوں گے:-

(۱) جرم کی سنگینی (۲) شہادت کا وقیع ہونا (۳) ملزم کا تمول (جس سے وہ رقم ضمانت کی ضبطی کو برداشت کرنے پر زیادہ مائل ہوگا بہ نسبت تجویز اثبات جرم کی ذلت برداشت کرنے کے) (۴) آیا مجوزہ ضامنین از خود ضمانت کے لئے تیار ہوئے یا آیا اس کا احتمال ہے کہ ملزم کی جانب سے بذریعہ معاہدہ ابراء ضمانت کے لئے راضی کئے گئے۔ (۵) ملزم کی 538

۱؎ ۱۹۲۵ء میں لندن کے تین مالکان بنک سے جن پر تصریف بیجا کا الزام تھا فی کس دس ہزار پونڈ کی ضمانت لی گئی تھی۔

۲؎ سترھویں صدی تک ضمانت پر رہائی کی بڑی اہمیت تھی۔ جو ملزمین اپنے مقدمے کی تحقیقات کے انتظار میں زیر حراست ہوتے ان کی غذا کا کوئی تشفی بخش انتظام نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ (19 Caro 2, C. 4) میں یہ دہرایا گیا ہے "اپنے مقدمے کی سماعت سے قبل وہ کئی مرتبہ مر چکتے ہیں"۔

۳؎ بعض مواقع پر قتل عمد کے الزامات میں ضمانت منظور کی گئی ہے۔ مثلاً ان مقدمات میں جہاں حالات ایسے ہوں کہ جیوری "قتل انسان بطور جائز" کی رائے قائم کر سکے۔ (Justifiable homicide)

۴؎ (Reg. v. Butler (1881), 14 Cox 530.) کل ایسے انتظامات جو ضمانت پر رہائی یافتہ شخص اور اس کے ضامن کے درمیان طے پائیں کہ اگر ملزم روپوش ہو جائے اور ضمانت ضبط کر لی جائے تو ملزم ضامن کو ذمہ داری سے بری رکھے گا، ان کے مفاد عامہ کے خلاف ہونے کے باعث بحیثیت عہود کالعدم ہیں، اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رہائی کی صورت میں کہاں تک اس کا امکان ہے کہ وہ سرکار کی جانب سے پیش ہونے والی شہادت کو بگاڑ دے گا۔[1]

لیکن تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو اشخاص ضمانت پر رہا رکھے جاتے ہیں ان کے منجملہ ایسے ملزمین کی تعداد جو تحقیقات کی نوبت پر حاضر ہونے سے قاصر رہیں[2] بہت ہی قلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ کچھ عرصے سے جج صاحبان نظمائے فوجداری پر زور دے[3] رہے ہیں کہ وہ ضمانت بلا توقف منظور کر لیا کریں، اور (خصوصاً اس صورت میں جب کہ جرم خفیف نوعیت کا ہو اور کارروائی تحقیقات کے آغاز کے لئے ابھی عرصہ درکار ہو) ملزم کا مچلکہ بغیر کسی ضمانت کے قبول کر لیا جائے بجز اس کے کہ اس ناظم فوجداری کو اس امر کے باور کرنے کی کافی وجہ ہو کہ اگر ملزم کو رہا رکھا جائے گا تو وہ تحقیقات مقدمہ کی نوبت پر حاضر نہ ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نیز ان کی بنا پر عدالت کو غلط رہبری کرنے کی سازش کرنے کی علت میں قابل ترتیب فرد جرم کا الزام قائم ہو سکتا ہے گو عدالت کو غلط رہبری کرنا ان کا منشا نہ ہو۔ (Rex. V. Porter, [1910] 1 K.B. 369.) ضامن کے مصارف کے لئے ملاحظہ ہو (16 C.B. 614)

[1] یہی وجہ ہے کہ تحقیقات ابتدائی کی کارروائی میں جب کہ اظہارات کی قلمبندی ختم نہ ہوئی ہو ضمانت اس آسانی سے منظور نہیں کی جاتی جتنی کہ اظہارات کے ختم کے بعد تحقیقات ابتدائی کے دوران میں ناظم فوجداری کو اختیار ہے کہ حکم نامۂ گرفتاری کے ذریعے سے ملزم کو ایسی مدت کے لئے ریمانڈ رکھے جو آٹھ روز سے زیادہ نہ ہو، اور زبانی حکم کے ذریعے سے ایسی مدت کے لئے جو تین روز سے زیادہ نہ ہو (11 and 12 Vict. C. 42 S. 21.)

[2] ۱۹۲۵ء میں جملہ (۷۲۴۲) اشخاص کو تحقیقات کی غرض سے سپرد کیا گیا تھا جن کے منجملہ صرف (۴۰۸۴) اشخاص کو قید کی سزا دی گئی۔ اس کی ۱/۲ تعداد یعنی (۳۱۵۸) ضمانت پر رہا تھے جن میں سے صرف ۲۹ ملزمین روپوش ہو گئے۔

[3] ایسے حکم کی ضرورت اس واقعے سے ثابت ہوتی ہے کہ بہت سے ایسے اشخاص جو اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسٹس پر یہ فرض بھی عائد ہے کہ گواہوں کے اظہارات اور ملزم کا بیان (جس کا قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے) اس عدالت میں بھیج دیں جہاں ملزم تجویز کے لئے سپرد کیا جا رہا ہو متعدد امور میں گواہوں کے اظہارات کو اہمیت دی جائے گی جو حسب ذیل ہیں:-

(الف) ان کے ذریعے سے فریق مخالف عدالت تحقیقات کنندہ میں پیش ہونے والی شہادت کو جانچ سکتا ہے۔ اور اگر کسی گواہ کا بیان اس بیان سے مختلف ہو جو اس نے سپرد کنندہ جسٹس کے سامنے دیا ہو تو اس گواہ کا اظہار اس پر جرح کرنے یا اس کے بیان کی تردید کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

539 (ب) اگر کوئی گواہ فوت ہو جائے یا تحقیقات کی نوبت پر اس کے لئے سفر[1] کرنا یا شہادت میں پیش[2] ہونا بوجہ شدت علالت ممکن نہ ہو تو وہ اظہار جو اس گواہ نے عدالت سپرد کنندہ میں دیا ہو اس گواہ کی شہادت کے طور[3] پر استعمال ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر گواہ بیرون ملک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقدمات کی سماعت کے انتظار میں جیل بھیجے گئے تھے بالآخر بے جرم قرار پا کر بری کئے گئے (گو یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ معصوم بھی تھے)۔

[1] کیونکہ ان سرکاری اصلہ کا احکام قانون کے تحت مرتب ہونا ضروری ہوتا ہے اس لئے سپردگی کی کارروائی کی نوبت پر جو کچھ واقع ہو ان کے لئے یہ اصلہ "بہترین شہادت" ہوتے ہیں (ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۴۳۰) اور ان میں لسانی شہادت کی بنا پر کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی جزو ان اصلہ میں ترک ہو گیا ہو تو من بعد اس کی تلافی کے لئے بھی لسانی شہادت غالباً قابل ادخال نہ ہوگی، بشرطیکہ ان اظہارات کو کسی گواہ کے اصل بیان کے طور پر استعمال کیا گیا ہو۔ (یعنے کسی غیر حاضر گواہ کی شہادت کے طور پر)۔ لیکن اگر کسی گواہ حاضر کے بیان کی تردید کے لئے ان اظہارات کو استعمال کیا جائے تو ایسے ترک شدہ حصے کی تلافی لسانی شہادت سے ہو سکیگی (C.C.C. Sess. Pap. LVI 1915

[2] (Criminal Justice Act, 1925, S 13.) دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۶۳۔

[3] (Reg. v. Wicker (1854), 18 Jur. 252.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونے کے باعث غیر حاضر ہو تو محض یہ وجہ اس کے اظہار کو قابل[1] ادخال قرار دینے کے لئے کافی نہ ہوگی۔

(ج) یہ اظہارات فرد قرار داد جرم مرتب کرنے میں مسودہ نویس کو مدد دیتے ہیں۔

(د) آغاز تحقیقات سے قبل جج ان اظہارات کے ذریعے سے مقدمے کی مشکلات سے واقف ہو سکتا ہے۔

(ہ) اظہارات سے ملزم کو اس الزام کی ٹھیک نوعیت معلوم ہو سکتی ہے جس کی اس کو صفائی[2] پیش کرنی چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ کارروائی ملزم[3] کے لئے مفید ہے۔ اور عوام کے لئے بھی یہ طریقہ اکثر صورتوں میں مفید ہوتا ہے کیونکہ اگر ان اظہارات سے مقدمہ طاقت ور معلوم ہو تو ظن غالب یہ ہے کہ ملزم اپنے جرم سے اقبال کرے گا۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ ہمارا قانون کوئی ایسا انتظام مہیا نہیں کرتا جس سے ملزم پر اس کے جواب میں اپنی مجوزہ صفائی کے انکشاف کی پابندی عائد

---

[1] بجز اس کے کہ جرائم صغیرہ کی صورت میں رضامندی ظاہر کی جائے۔ غالباً۔

[2] یہی وجہ ہے کہ سپردگی کے بعد اس کو یہ قانونی حق ہو جاتا ہے کہ ان کے نقول بحساب ½ پنس فی نود الفاظ حاصل کرے (11 and 12 Vict. C. 42 S. 27.) اور سپردگی سے قبل بحساب ۶ پنس قیمت لی جاتی ہے لیکن گواہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ اور گواہ کو نقل دینا بھی نہ چاہیئے۔

[3] جیسا کہ (Jessels M.R.) نے بمقدمہ (Benbow v. Low (1880), 16 ch. D. 95.) رائے ظاہر کی تھی کہ "اگر تم ایک فریق کو دوسرے فریق کی جانب سے پیش ہونے والی شہادت کی تفصیلات سے واقف ہونے کا موقع دو گے تو گویا تم ایک غنڈے کو بہت بڑا فائدہ پہنچا رہے ہو"۔ یہی وجہ ہے کہ دیوانی نالشات میں گو مدعی علیہ کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے خلاف دعوے کی نوعیت سے واقف ہو، لیکن اس کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس شہادت سے بھی واقف ہو جس کے ذریعے سے دعوی ثابت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو سکے۔ بحالت موجودہ یہ امر بہت آسان ہے کہ مقدمے کی تحقیقات کی
ثبت پر کوئی ایسی فرضی جوابدہی کر دی جائے جس کی تردید کا اس وقت
کوئی موقع نہ ہو، اور ایسے گواہوں سے اس کی تائید کرائی جائے جن کی
نسبت چھان بین کرنا بوجہ تاخیر ممکن نہ ہو۔ جوابدہی میں اب مزید سہولت
یہ ہو گئی ہے کہ ملزم خود گواہ کی حیثیت سے بیان دے سکتا ہے۔ جیسا کہ 540
بیان کیا جا چکا ہے۔ ابتدائی تحقیقات کنندہ، ناظم کو ملزم کے جرم کی
تجویز کا اختیار نہیں ہے بلکہ وہ صرف اس امر کی تجویز کا مجاز ہے کہ آیا
بادی النظر میں ملزم کے خلاف کوئی ایسا الزام عائد ہوتا ہے یا نہیں جس کی
تحقیقات ضروری ہو اظہارات کے فوائد تو بیان ہو چکے، لیکن اس طریقہ
کارروائی میں نقائص بھی ہیں۔ اس کی بالالتزام پابندی جو دراصل ایک قسم
کی دوہری سماعت ہے، تاخیر اور مصارف کا باعث ہوتی ہے۔ اکثر مقدمات
میں سپرد کنندہ، نظما ایسی ذمہ واری قبول کرنے پر مائل نہیں ہوتے کہ جرم
کی تحقیقات کے لئے بادی النظر میں کوئی وجہ نہ ہونا تجویز کریں۔ اکثر اشخاص
کی رائے یہ ہے کہ جن مقدمات میں ملزم کو تجویز کے لئے سپرد نہیں کیا گیا
ان کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ اگر ان چند مقدمات میں مکمل ابتدائی تحقیقات
کے بغیر ملزمین کی سپردگی ان پر سختی کا موجب ہوتی ہو، تب بھی اس فائدے
کے مقابلے میں جو اکثریت کو اس عمل سے ہوگا، چند اشخاص پر سختی کوئی اہمیت
نہیں رکھتی ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ جسٹس کے لئے سپردگی کی نسبت رائے
قائم کرنے سے قبل چند اہم گواہوں کے بیانات کی تفتیش ضروری ہوگی،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کیا جائیگا (Lever v. Associated News= (Papers Ltd.,
[1907] 2 K.B. 626.)

۱؎ عذر عدم موجودگی کے لئے دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۴۴۔

۲؎ سنہ ۱۹۱۳ء میں (۱۲۴۵) جرائم قابل فرد جرم کی تحقیقات لیڈس پولیس کورٹ میں کی گئی تھی
اور صرف (۲۰) مقدمات میں ملزمین رہا کئے گئے۔ دیکھئے (180 L.T. Jo. 240.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن یہ تفتیشی کارروائی مختصر اور غیر عدالتی ہوگی۔ مروجہ طریقۂ کارروائی کا ایک دوسرا نقص یہ ہے کہ ابتدائی تحقیقات کی اخباری اطلاعات سے ان اشخاص کے دماغ میں جنھیں جیوری کی حیثیت سے طلب کیا جاسکتا ہو جانب دارانہ خیال پیدا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

ابتدائی تحقیقات کنندہ جسٹس ہر گواہ کو مقدمے کی تحقیقات کی نوبت پر حاضری کے لئے (اظہار پر اس کے دستخط لیکر) پہلے سے پابند کر دیتا ہے۔ اور ابتدائی کارروائی کے ختم پر کسی شخص کو، عموماً کسی عہدہ دار کو توالی کو استغاثہ دائر کرنے کے لئے یعنے فرد الزامات پیش کرنے کے لئے پابند کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص مقدمے کی تحقیقات کی نوبت پر شہادت دینے کے لئے اس طرح پابند ہونے سے انکار کرے تو جسٹس اس شخص کو قید کا حکم دینے کے مجاز ہیں۔ صرف گواہوں اور پیروکار استغاثہ کو ان کے مچلکے کی بنا پر حاضری کے لئے 541

---

[1] موجودہ نظام اور مجوزہ اصلاحات پر تنقید کے لئے (J.S. Walsh, L.L.B.) کا مضمون ملاحظہ فرمائیے جو لاسوسائٹی میں پڑھا گیا تھا (Reprinted in 180 L. T. Jo. at P. 240) کی رائے ہے کہ ملزم کو بغرض تجویز سپرد کرنے یا نہ کرنے کی نسبت رائے قائم کرنے سے قبل ناظم فوجداری کو چاہئے کہ اہم گواہوں کے اظہارات کا بغور مطالعہ کرے یا اپنے کمرے میں ان سے مختصراً استفسار کرے۔ جب جرم کی نوعیت ایسی ہو کہ بشرط رضامندی اس کی سرسری تحقیقات ہو سکتی ہو (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۵) تو مسٹر ویلش کی رائے ہے کہ ملزم کے حاضر عدالت ہوتے ہی اس سے دریافت کیا جائے کہ آیا وہ اپنے مقدمے کی تحقیقات باختیار سرسری کرانے پر رضامند ہے۔ اگر وہ رضامندی ظاہر کرے تو عدالت کو چاہئے کہ کارروائی تحقیقات جاری رکھے۔ اس وقت بعض عدالتوں میں طریقہ یہ ہے کہ تحقیقات سرسری کی نسبت ملزم کی مرضی دریافت کرنے سے قبل وہ ہر قابل ترتیب فرد جرم الزام میں اظہارات قلمبند کرنا شروع کر دیتے ہیں تاآں کہ مسل کی صورت ظاہری کے لحاظ سے مقدمے کی اہمیت کا انکشاف ہو جائے۔

[2] (11 and 12 Vict. C. 42 S. 20.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

541 پابند کیا جا سکتا ہے۔ مگر ملزمین کے لئے (جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے) عموماً ایک یا دو ضامنین کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ بلاک[1] سٹون نے مچلکے کی تعریف یہ کی ہے کہ "مچلکہ ایک ایسا وجوب ہے جو مسل سے عائد ہوتا ہے، اور جس کی پابندی کوئی شخص عدالت رکارڈ (Court of record) میں یا کسی ناظم فوجداری کے روبرو جو اس کا مجاز ہو کسی خاص کام کے کرنے کی شرط پر، جیسے امن عامہ قائم رکھنے کی شرط پر، قبول کرتا ہے" مگر ناظم فوجداری کی عدالت کورٹ آف رکارڈ کے مفہوم میں داخل نہیں ہے لیکن اس عدالت کی ایسی مسلمین عدالت[2] مافوق کے اصلہ کے مماثل وقیع سمجھی جاتی ہیں۔ مچلکہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو نہ تو زبانی ہوتا ہے نہ دستاویزی، بلکہ عدالتی مسل[3] سے اس کا انعقاد عمل میں آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی اس کا اندراج واقعی طور پر ہو جاتا ہے، عدالتی مسل مچلکے کے وجود اور شرائط کی نسبت قطعی ثبوت ہوتی ہے، اور اکثر مقدمات میں صرف عدالتی مسل ہی ان امور کی تنہا شہادت ہوتی ہے۔ کیونکہ جس شخص کو مچلکے کا پابند کیا جائے اس کا کسی چیز پر دستخط کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ (گو بعض عدالتوں میں دستخط لئے جاتے ہیں بلکہ وہ عدالت کے زبانی سوال کے جواب میں صرف زبانی طور پر اپنی رضامندی دے سکتا ہے۔ اپنی رضامندی کے اظہار میں وہ اس امر سے اقبال کرتا ہے کہ وہ ملک معظم کا زر نقد کی ایک معینہ مقدار کے لئے مقروض ہے جو کسی شرط مصرحہ کی عدم تکمیل پر واجب الادا ہوگی۔ مثلاً اس صورت میں واجب الادا ہوگی جبکہ وہ عدالت اسیائز کے آیندہ اجلاس پر حاضر نہ ہو۔ برخلاف دیگر معاہدات کے (جن میں تعمیل کے لئے ارجاع دعویٰ کی ضرورت ہوتی ہے) مچلکے کی تعمیل راست کرائی

---

[1] (4 Bl. Comm. 341.)

[2] ملاحظہ ہو (Brooke's Abridgement, tit. Recognizance Pl. 8.

[3] (Anson, Law of Contracts, 17th ed., ch. IV.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جا سکتی ہے۔ کیونکہ اگر شرط مندرجہ مچلکہ کی تکمیل نہ ہو تو مناسب رو مچلکے سے اقتباس کیا جاتا ہے" (estreated) یعنی معاہدے کے شرائط کا انتخاب عدالت کی مسل سے نقل کیا جاتا ہے، اور یہ اہلکار صیغۂ امن عامہ کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ اہلکار صیغۂ امن عامہ ناظر (Sheriff) کو ہدایت کرتا ہے کہ رقم مصرحہ ملزم کی جائداد منقولہ سے وصول کر لے[1]۔

قانون (Criminal Justice Act) بابت ۱۹۲۵ء کے دفعہ ۱۳ میں یہ مفید انتظام جدید طور پر مکحوم ہے کہ جن گواہوں کے متعلق یہ احتمال ہو کہ مقدمے کی تحقیقات کی نوبت پر ان کی شہادت کی ضرورت نہ ہوگی خواہ اس وجہ سے کہ ملزم نے جرم سے اقبال کر لیا ہے، خواہ اس وجہ سے کہ ان کی شہادت کی ضرورت محض احکام ضابطہ کی تکمیل کے لئے ہے تو ایسے 542
گواہوں کو نوبت تحقیقات پر حاضری کے لئے پابند صرف مشروط طور پر کیا جا سکے گا۔ یعنی وہ صرف اس صورت میں حاضر ہوں گے جب کہ ان کے نام پیروکار استغاثہ یا ملزم کی جانب سے حاضری کے لئے نوٹس وصول ہو۔ اگر ان گواہوں کی حاضری کے لئے نوٹس جاری نہ کرائی جائے تو ان کے اظہارات مقدمے کی سماعت کی نوبت پر پڑھے جا سکیں گے۔ (دفعہ ۱۳ ضمن (۴) و ضمن (۴-)۔

آخر میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ قانون مدافعت مفلوک قیدیان، بابت ۱۹۳۰ء[2] (The Poor Prisoner's Defence Act 1930.) کے تحت عدالت مناسب مقدمات میں ملزم کی جانب سے پیروی کے لئے سولسٹر (Solicitor) اور کونسل مقرر کر سکتی ہے۔ اس قانون کی رو سے جسٹس آف دی پیس مجاز

---

[1] (3 Geo. 4, C. 46, S. 2. See Reg. v. Smith. (1892). 17 Cox 901.

یہ مقدمہ اس لئے قابل ذکر ہے کہ اس میں اطفال کی ناقابلیت معاہدہ کی بنا پر ان کو بذریعۂ مچلکہ موثر طور پر پابند کرنے کی دشواری سے بحث کی گئی ہے

[2] 20 and 21 yes. 5, C. 32

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں کہ کسی ملزم کو تجویز کے لئے سپرد کرتے ہوئے اس امر کی تصدیق کریں کہ ملزم کی جانب سے پیروی کے لئے ایک سولسٹر اور کونسل مقرر کیا جانا ضروری ہے، اور یہ کہ ملزم کی جوابدہی کے مصارف خزانۂ سرکار سے ادا کئے جانے چاہئیں۔ یا بجائے جسٹس کے اس عدالت اسائز کا جج، یا کوارٹر سشن کا میر مجلس جہاں ملزم کے مقدمے کی تحقیقات عمل میں آنیوالی ہو، کسی نوبت مابعد پر جب کہ گواہوں کے اظہارات پڑھنا ختم ہو چکا ہو، اس قسم کا صداقت نامہ دے سکتا ہے۔ یہ اختیار صرف اس صورت میں استعمال ہونا چاہئے، جہاں:-

(۱) ملزم اس قدر مفلس ہو کہ اپنی جوابدہی کے اخراجات برداشت نہ کر سکتا ہو اور

(۲) مقدمے کے جملہ حالات پر (مع اس جوابدہی کی نوعیت کے، اگر کوئی ہو جو پیش ہوئی ہو) غور کرنے کے بعد عدالت پر یہ ظاہر ہو کہ اغراض معدلت کے لیے ملزم کو قانونی امداد دی جانی مناسب ہے۔ وہ حالات عدالت کے لاحظے میں لائے جانے چاہئیں جن سے جرم میں تخفیف ہوتی ہو، خواہ ملزم کی جانب سے کوئی صفائی پیش نہ ہوئی ہو۔ جہاں جرم کی نوعیت نہایت سنگین ہو یا حالات غیر معمولی ہوں، جسٹس کو اختیار ہے کہ ان کے اجلاس پر جوابدہی کے لیے ملزم کو قانونی امداد کی منظوری دیں۔ خواہ یہ صورت تحقیقات سرسری کے مقدمات میں پیدا ہو یا تحقیقات ابتدائی کی کارروائی میں۔ بجز اس کے کہ ملزم پر قتل عمد کا الزام ہو، ایسے مقدمات میں صرف ایک سولسٹر (Solicitor) کے تقرر کی منظوری دی جاتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ تحقیقات ابتدائی کی نوبت پر بالعموم قانونی امداد نہیں دی جاتی اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے اشخاص کی سپردگی سے جو بالآخر بے جرم قرار پا کر بری ہو جائیں، غیر ضروری اخراجات لاحق ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳۱)

باب

543

معمولی طریقۂ کارروائی

۲۔ ابتدائے الزام سے تجویز سزا تک:

(۴) سماعت مقدمہ

جسٹس آف دی پیس کی کارروائی سپردگی کی نسبت ہم نے اب تک جو کچھ بیان کیا ہے گو وہ عملاً تقریباً ہر مقدمے میں اختیار کی جاتی ہے لیکن قانون کی رو سے کسی ملزم کی تحقیقات جیوری[1] کے روبرو عمل میں لانے کے لئے اس کی

[1] اسی طرح ان مقدمات میں جہاں کارونر کی دریافت غیر معمولی طور پر طویل عرصے تک جاری رہی ہو مجسٹریٹ کی تحقیقاتی کارروائی حذف کر دی جاتی ہے۔ یہی صورت پائین (Paine) کے مقدمے میں پیش آئی تھی۔ (دی ٹائمز فبروری ۲۵ سنہ ۱۸۸۰ء جس پر ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پابندی لازمی نہیں ہے فی الواقع جو امر ضروری ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ کوئی "استغاثہ (Prosecution)" یعنی الزام بصورت ضابطہ پیش کیا جائے۔ اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کسی سرکاری عہدہ دار کی جانب سے اطلاع۔

(۲) بذریعۂ فرد الزام۔

(۳) قتل عمد، قتل انسان یا طفل کشی کے الزامات میں کارونر کی دریافت۔

۱۔ اطلاع (Information) ایک تحریری استغاثہ ہوتا ہے جو منجانب سرکار کوئی سرکاری عہدہ دار عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں داخل کرتا ہے چونکہ اس طریقے پر الزام عائد کرنے کے لئے جیوری کو جرم کی قرارداد کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ الزامات کی تحقیقات جسٹس آف دی پیس کے روبرو عمل میں لائی جاتی ہے اس لئے یہ طریقہ صرف جرائم صغیرہ کی حد تک جائز رکھا جاتا ہے۔ اٹارنی جنرل کو بربنائے عہدہ یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے حسب صوابدید کوئی اطلاع جرم داخل کر سکتا ہے لیکن یہ اختیار عملاً اب استعمال نہیں کیا جاتا[۱]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ خاص نوعیت کے الزام قتل انسان (منشی اشیاء کے استعمال کے ذریعے سے قتل انسان) کی قرارداد کسی مجسٹریٹ کے روبرو تحقیقات عمل میں آئے بغیر کی گئی کیونکہ خود کارونر کے روبرو دریافت میں پانچ یوم کا عرصہ صرف ہوا تھا (اس ضمن میں ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۵۰۴ اور (۲) تحتی نوٹ)۔

۱؎ ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ (۵۰۴) کارونروں کے متعلق جو ڈپارٹمنٹل کمیٹی مقرر کی گئی تھی (1836. Cmd. 5070.) اس نے سفارش کی ہے کہ کارونروں کو آئندہ سے مقدمہ بغرض تحقیقات سپرد کرنے کے اختیارات نہ ہونے چاہئیں۔

۲؎ لیکن ۱۹۱۱ء میں مائیس (Mylius) کے خلاف ملک معظم کا ازالۂ حیثیت عرفی کرنے کے جرم میں ایک ایسی ہی اطلاع داخل کی گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۴۹۸ کتاب

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ماسٹر آف دی کراؤن آفس، دوسرا عہدہ دار ہے جو اطلاع داخل کر سکتا ہے
لیکن وہ ایسی اطلاع صرف اس وقت داخل کر سکے گا جب کہ کنگس بنچ 544
ڈویژن سے صراحت کے ساتھ اس کی اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔ ایسی
اجازت کے لئے شاذ و نادر ہی درخواست کی جاتی ہے اور بجز اس کے
کہ جرم صغیر لحاظ نوعیت خاص طور پر مضرت رساں ہو ایسی اجازت
کبھی نہیں دی جاتی۔ لہذا ازالۂ حیثیت عرفی کے الزام میں اطلاع جرم داخل
نہیں کی جا سکتی تاوقتیکہ مستغیث پر بحیثیت ملازمت یا نہایت سخت الفاظ میں حملہ نہ کیا گیا ہو،
(Cf. Ex Parte Bowen (1910) 21 T.L.R. 180.) (حملہ منجانب پولیس)
ان مقدمات کی تحقیقات بہ اجلاس دیوانی عمل میں لائی جاتی ہے۔[1]

۲۔ فرد الزام (Bill of Indictment) یہ تحریر الزام عائد کرنے
کی ایک صورت[2] ہے۔ تقریباً وہ کل مقدمات جو پٹی جیوری کے روبرو تحقیقات
کی غرض سے پیش ہوتے ہیں بربنائے فرد الزام پیش کئے جاتے ہیں۔ فرد الزام
حسب ذیل صورتوں میں پیش کی جا سکتی ہے۔

(۱) جبکہ ملزم بغرض تحقیقات سپرد کیا گیا ہو[3]۔ یا

(۲) جبکہ ہائیکورٹ کے کسی جج کی ہدایت یا اجازت سے فرد الزام
داخل[4] کی جائے یا

---

[1] سنہ ۱۹۳۶ء میں وی بزنس آف دی کورٹس کمیٹی نے (Cmd. 5065) اس امر کی سفارش
کی کہ خانگی پیروکاران استغاثے کے ایما پر ماسٹر آف دی کراؤن آفس کی جانب سے
اطلاع داخل کرنے کے طریقے کو مسدود کر دیا جائے۔

[2] عام طور پر اس کو حلقے (Circuit) میں عدالت اسائز کا اہلکار یا اہلکار فرد قرار داد
جرم مرتب کرتا ہے اور عدالت کوارٹر سشن میں اہلکار صیغۂ امن ترتیب دیتا ہے (دیکھو ضمیمے کے نمونہ جات)

[3] دیکھو کتاب کا صفحہ ۵۳۵ اور صفحہ ۵۴۳۔ تجویز سپردگی یا ضمانت ہونی چاہیے (Rex. v. Geo)
صفحہ ۵۳۴ کتاب نوٹ (۷)۔

[4] اڈمنسٹریشن آف جسٹس ایکٹ سنہ ۱۹۳۳ء (متفرق احکام) (۲۳ و ۲۴ جارج پنجم باب ۳۶) کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۳) جبکہ دروغ حلفی کے الزام میں فرد الزام اس جج یا مجسٹریٹ کے حکم سے پیش کی گئی ہو جس کی رائے میں کوئی شخص اس کے روبرو کسی کارروائی کے دوران میں جرم دروغ حلفی کا مرتکب ہوا ہے۔ کوئی شخص بھی فرد الزام داخل کر سکتا ہے۔ اور اگر عدالت کے عہدہ دار مجاز کو اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ مندرجۂ بالا شرائط میں سے فرد الزام پر کسی ایک شرط کا اطلاق ہوتا ہے تو وہ عہدہ دار فرد الزام کے پیش ہونے پر اس پر اپنے دستخط کرے گا[۲]۔ اور بعد ازاں وہ فرد الزام، فرد قرار داد جرم ہو جائے گی۔

جج یا عدالت[۳] کے میر مجلس کو اختیار ہے کہ جب انھیں اس امر کا اطمینان ہو جائے کہ مصرحۂ صدر تین شرائط کے منجملہ کسی ایک شرط کی تکمیل ہو گئی ہے تو وہ بطور خود یا مستغیث کی درخواست پر یہ ہدایت دے سکتے ہیں کہ 545
فرد الزام پر دستخط کر دیے جائیں۔ اگر ان شرائط میں سے کسی کی بھی تکمیل نہ ہوئی ہو اور فرد الزام پر دستخط ہو جائیں تو ایسی فرد قرار داد جرم منسوخ کی جا سکے گی[۴]۔ لیکن اگر فرد قرار داد جرم کے مدات کے منجملہ کوئی ایک مد بھی مندرجۂ بالا شرائط کی تکمیل[۵] کرے تو اس بنا پر صرف ایسے مدات کو منسوخ کیا جا سکے گا جو غلط طور پر شامل کئے گئے ہوں۔ اگر کوئی مجسٹریٹ کسی قیدی کا مقدمہ بغرض تجویز سپرد کرے تو فرد الزام میں وہ کل مدات شامل کئے جا سکیں گے جو بطور جائز ایک فرد الزام میں شامل کئے جا سکتے[۶] ہوں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دفعہ ۲ کی رو سے جب عدالت اسائز میں کوئی جج موجود نہ ہو تو اس صورت میں کمشنر اسائز کو بھی یہ اختیار حاصل ہے۔

[۱] ملاحظہ ہو (Ibid) اور قانون دروغ حلفی ۱۱ و ۱۲ جارج پنجم باب ۶ دفعہ (۹)۔

[۲] عدالت اسائز کا اہلکار یا اہلکار صیغۂ امین۔

[۳] بشمول نائب صدر نشین یا دیگر صدر نشین۔

[۴] دیکھو کتاب کا صفحہ (۵۵۹)۔

[۵] دیکھو کتاب کا صفحہ (۵۴۸)۔

[۶] دیکھو کتاب کا صفحہ (۵۳۴)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس کا الزام ایسے واقعات یا شہادت کی بنا پر جن کا انکشاف تحقیقات ابتدائی کی کارروائی میں ہوا ہو۔ یا ایسے اظہارات کی بنا پر جو ملزم کی موجودگی میں کسی جسٹس آف دی پیس کے بالمواجہ قلمبند کئے گئے ہوں[1]۔ ملزم پر عائد ہو سکتا ہے۔ فرد قرارداد جرم میں یہ الزام بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے کہ ملزم عادی مجرم ہے، خواہ یہ مدبوقت کارروائی سپردگی یا جج کی ہدایت یا اجازت میں شامل نہ رہی ہو۔ کوئی فرد قرارداد جرم بہ صیغۂ مرافعہ محض اس بنا پر منسوخ نہ کی جا سکے گی کہ فرد الزام کے داخل کرنے میں ضروری شرائط کی تکمیل نہیں ہوئی[2]، بجز اس کے کہ نوبت تحقیقات پر تنسیخ فرد کی درخواست پیش کی جا چکی ہو۔

سنہ ۱۹۲۳ء تک یہ عمل رہا ہے کہ ہر فرد الزام کے لئے ایک ایسی گرانڈ جیوری کے روبرو پیش کیا جانا ضروری تھا جو بارہ[4] تا تیئیس اشخاص پر مشتمل ہوتی تھی، اگر گرانڈ جیوری فرد الزام کی صحت سے اتفاق کرتی تو اس کی حیثیت فرد قرارداد جرم کی ہو جاتی اور یہ فرد قرارداد جرم پٹی جیوری کے روبرو بغرض تجویز پیش کی جاتی۔ لیکن اگر گرانڈ جیوری فرد الزام کو "نامنظور" کر دیتی تو ملزم رہا کر دیا جاتا تھا۔ گرانڈ جیوری کے آغاز کے تفصیلات

---

[1] دیکھو کتاب کا صفحہ (۵۵۲)۔

[2] ۲۳ و ۲۴ جارج پنجم باب ۳۶ دفعہ ۲ ضمن (۲)۔ عادی مجرمین کے لئے ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۵۹۷۔

[3] Ibid، دفعہ ۲ ضمن (۳)۔

[4] گرانڈ جیوری کے بارہ ارکان کا متفق الرائے ہونا لازم تھا۔

[5] قتل عمد یا قتل انسان کے الزام میں ملزم کے خلاف مقدمے کی سماعت کارونر کی دریافت کے نتیجے کے طور پر عمل میں لائی جا سکتی تھی (دیکھو کتاب کا صفحہ ۵۰۴)۔ لیکن اس قسم کے مقدمات میں اگر گرانڈ جیوری فرد الزام کو نامنظور کر دیتی تو عام رواج یہ تھا کہ کارونر کی دریافت کی کارروائی کو شہادت میں پیش نہ کیا جاتا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

546 واسائز آف کلیرنڈن بابت ۱۱۶۶ء[1] میں مل سکتے ہیں جب کہ ہنری دوم[2] نے یہ لازم قرار دیا تھا کہ ہر سو آدمیوں کے منجملہ بارہ نائٹس یا دیگر آزاد اشخاص منتخب کئے جائیں اور ہر شہری علاقے سے چار آدمی (جو غالباً غیر آزاد ہوتے تھے) مقرر کئے جائیں جن کا کام یہ ہو کہ قتل عمد، ڈاکہ زنی، لارسنی اور مجرمین کو پناہ دینے کے الزام میں مقدمہ دائر کیا کریں۔ ۱۱۷۶ء میں ان جرائم میں بغاوت اور جعلسازی کا اضافہ کیا گیا[3]۔ گرانڈ جوری اسلئے قائم کی گئی تھی کہ جرائم کی نسبت مقدمات میں اضافہ عمل میں آئے لیکن یہ معکوس نتیجہ برآمد ہوا کہ ان کا کام صرف الزامات پر نظر ثانی کرنا اور اس طرح ایسے مقدمات کی تعداد میں تخفیف کرنا رہ گیا ہے۔ گو ہر گرانڈ جوری کو یہ اختیار تھا کہ وہ بطور خود کوئی فرد الزام پیش کر سکتی تھی اور کوئی خانگی شخصیت بھی فرد الزام اپنی مرضی سے گرانڈ جوری کے روبرو پیش کر سکتا تھا لیکن ۱۸۵۹ء میں ونیکزیشیس انڈکٹمنٹ (Vexations Indictment Act. 1859)[4] پیش کر سکتا تھا لیکن جو

---

[1] عہد ہنکس میں ایتھلریڈ دی ان ریڈی (Ethelred the Unready.) نے (Law of Wantage) مدون کیا تھا جس میں حکوم تھا کہ "ہر (Wapentake.) میں ایک جلسہ مقرر کیا جائے۔ بارہ سیئیر تھگنس Thegns باہر جائیں جن کے ساتھ حکماء بھی ہوں۔ اور وہ کسی یادگار مقام پر اس بات کا حلف اٹھائیں کہ وہ کسی معصوم شخص پر الزام نہ لگائیں گے اور نہ کسی مجرم کو چھپائیں گے"

Stubbs Select Charters 9 th ed. by H.W.C. Davis, P. 85. Constitutional History, 1, 611.

[2] غالباً ہنری دوم نے انگلو سیکسن طریقوں کی تقلید نہیں کی بلکہ فرانک ہارن اصولوں کی پیروی کی جنھیں نارمنڈی میں اختیار کر لیا گیا تھا (ملاحظہ ہو Pollock and Maitland.

[3] Stubbs Select charters 9 th. ed. by H.W.C. Davis Part 4.

[4] ان احکام کے ذریعے سے جرم کبیرہ اور "مداخلت محض" جس سے مراد جرم صغیرہ ہے ان دونوں کے درمیان ایک حد قائم کی گئی۔

[5] ۲۲ و ۲۳ وکٹوریہ باب ۱۷ جو ۲۲ اور ۲۳ جارج پنجم باب ۳۶ کے ذریعے سے منسوخ ہوا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فرد الزامات گرانڈ جوری کے روبرو پیش ہوتے تھے ان کی بہت بڑی تعداد ایسے جرائم کی ہوتی جن کی ابتدائی تحقیقات کسی جسٹس کے روبرو عمل میں لائی جا چکی ہو، اور گرانڈ جوری کا کام صرف یہ رہ گیا تھا کہ جو کام ایک مرتبہ عمدگی کے ساتھ انجام پا چکا ہو اس کی بھدے طور پر تکرار کرے۔ گرانڈ جوری گواہان استغاثہ کی سماعت کرتی تھی لیکن بیان قلمبند کرا لینے کے لئے یا اس امر کی نگرانی کرنے کے لئے کہ کوئی فرد الزام بوجہ ناواقفیت قانونی نامنظور نہ ہو سکے کوئی کونسل حاضر نہ ہوتا تھا اظہارات تخلیے میں لئے جاتے اور گرانڈ جوری کے روبرو مدعی علیہ یا اس کے گواہوں میں سے کوئی بھی پیش نہ ہوتا۔ ان کا فرض صرف یہ تھا کہ اس امر کا فیصلہ کریں کہ آیا کوئی مقدمہ اپنی صورت ظاہر کے لحاظ سے پٹی جوری کے ذریعے سے قابل تحقیقات ہے یا نہیں۔ اس طرح ایک ناقص عدالت طویل کارروائی اور کثیر مصارف کے ساتھ صرف اس لئے طلب کی جاتی تھی کہ ایک بہتر عدالت (یعنی سپرد کنندہ مجسٹریٹ) کے کام پر نظر ثانی کرے۔ برایں ہم بہتوں نے مختلف وجوہ کی بنا پر گرانڈ جوری برقرار رکھنے کی رائے دی ہے۔ یہ وجوہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) نظائے فوجداری کے مقابلے میں آزاد ہونے کے باعث بدامنی کے زمانے میں گرانڈ جوری بے بنیاد سیاسی الزامات کے خلاف ایک سد کا کام کرے گی۔

(۲) خصوصاً عدالت اسائز کے انعقاد کے موقع پر کاؤنٹی کے شرفا کو عدلت گستری کے دائرے میں لانے کے لئے گرانڈ جوری کارآمد ثابت ہوئی ہے۔

(۳) اس امر کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسا ذریعہ موجود ہو جو ایسے اشخاص کو تحقیقات کے لئے سپرد کر سکے جنھیں نظائے فوجداری نے یا غالباً ایک تنخواہ یاب ناظم فوجداری نے، بغرض تجویز سپرد کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ ۱۹۱۲ء میں ایک شاہی کمیشن نے اسائز اور کوارٹر سشن دونوں عدالتوں سے گرانڈ جوری کو برخاست کر دینے کی رائے دی اور ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی 547

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جنگ کے زمانے میں یہ جوری معطل کر دی گئی تھی۔ ایڈمنسٹریشن آف جسٹس ایکٹ سنہ ۱۹۳۳ء[1] (Administration of Justice Act) (متفرق احکام) میں محکوم ہے کہ جملہ ایسی گرانڈ جوریوں کو برخاست کر دیا جائے جو بجز ان جیوریوں کے ہوں جو کاؤنٹی آف لندن اور کاؤنٹی آف مڈل سکس[2] میں حسب ذیل جرائم کی تحقیقات کے لیے مقرر کی جائیں۔

(الف) بغاوت جس کا ارتکاب ملک معظم کے[3] مقبوضات سے باہر کیا گیا ہو۔

(ب) جرائم[4] جن کا ارتکاب مقبوضات کے گورنروں نے اپنی گورنری[5] کے زمانے میں کیا ہو۔

(ج) جرائم جن کا ارتکاب ملازمین سرکار نے بیرون ملک[6] کیا ہو۔

(د) ارکان پارلیمنٹ[7] کے انتخاب سے متعلق احکام کے بھیجنے یا حوالے کرنے میں بدنیتی سے غفلت یا تاخیر کرنے کے الزامات۔

(ھ) جرائم جن کا ارتکاب بیرون ملک بذریعۂ خلاف ورزی قوانین راز ہائے سرکاری[8] (Officials Secrets Act) کیا گیا ہو۔ اگر اس قسم کے مقدمات میں ضابطہ بدلنے کی کوشش کی جاتی تو متعدد قوانین

---

[1] ۲۳ و ۲۴ جارج پنجم باب ۳۶ دفعہ (۱)۔

[2] Ibid S. 1 (4) and First Schedule.

[3] ۳۵ ہنری ہشتم باب ۲ کے تحت عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں۔

[4] جرائم کبیرہ کے سوا دیگر جرائم دیکھو Wade and Phillips, Constitutional Law. 2nd ed. P. 424.

[5] ۱۱ ولیم سوم باب ۱۲ کے تحت عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں۔

[6] ۴۲ جارج سوم باب ۸۵ کے تحت عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں۔

[7] ۵۳ جارج سوم باب ۸۹ کے تحت عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں۔

[8] ۱۲ جارج پنجم باب ۲۸ دفعہ ۱۰ کے تحت عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں یا سنٹرل کریمنل کورٹ میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موضوعہ کے کئی ایک دفعات میں ترمیم کی ضرورت لاحق ہوئی۔

چارلس دوم کے دور میں سر میتھیو ہیل (Sir Mathew Hale) نے فرد قرارداد جرم کو ان الفاظ میں بیان کیا تھا "یہ ارتکاب شدہ جرم کا سہل، مختصر اور معین بیان ہوتا ہے" مصطلحات کی کثرت نے بہت جلد اختصار اور سادگی کو کھو دیا مگر خوش قسمتی سے، قانون قرارداد جرم (Indictment Act.) بابت ۱۹۲۵ء (۱۵ اور ۱۶ جارج پنجم باب ۹) نے جو وسیع تغیرات کئے ان کی وجہ سے ضابطۂ فوجداری کا یہ جزو اپنی سادہ اور معقول حدود میں آگیا ہے جس سے ملزم کو اپنی صفائی پیش کرنے میں سہولت ہوگئی ہے اور محض فنی اعتراضات کے تحت بچ نکلنے کا امکان بہت کم ہوگیا ہے فرد قرارداد جرم کے اب تین حصے ہوتے ہیں:- 548

(۱) عنوان - (Commencement)

(۲) نوعیت الزام - (the Statement of Offences)

(۳) خلاصہ کیفیت الزام (the Particulars of Offences) مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو اس کتاب کا صفحہ ۶۲۳۔ اس قانون کے ذریعے سے فرد قرارداد جرم کا پرشکوہ مرجع خاتمہ منسوخ کر دیا گیا ہے یعنی سابق میں قرارداد جرم کے ختم پر جو اس قسم کی تزئینی عبارت عموماً درج ہوتی تھی "جس سے ملک معظم کے امن عامہ، ان کے تاج اور اقتدار میں خلل واقع ہوا" وہ اب تحریر نہیں کی جاتی گو ۱۸۵۱ء کے قانون کے ذریعے سے بھی اس قسم کی تحریر غیر ضروری قرار دی جا چکی تھی۔

لہ (Hale P.C. 169.) - تاہم بغاوت، سازش یا دغا کے الزامات میں فرد قرارداد جرم اکثر بہت طویل ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح (O'conell's) کے مقدمے میں جو ۱۸۴۳ء میں چلا تھا (5 St. Tr: N S. 1) فرد قرارداد جرم ایک سو گز طویل تھی۔ فرانس میں (Landru) کے خلاف ایک قتل عمد کے مقدمے میں جو نومبر ۱۹۲۱ء میں چلایا تھا، فرد قرارداد جرم اس قدر طویل تھی کہ اس کو باآواز بلند پڑھنے میں دو گھنٹے صرف ہوئے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۔ عنوان۔ اس میں عدالت کے اس مقام کا نام درج ہوتا ہے جس کو اختیار سماعت حاصل ہو۔ عموماً ایسا مقام کوئی کاؤنٹی یا قصبہ (Borough) کرتا ہے۔

قانون سنہ ۱۹۱۵ء کے ضمیمہ اول[1] میں عنوان کا حسب ذیل نمونہ دیا گیا ہے:۔

"ملک معظم بنام زید۔

عدالت کوارٹر سشن ہینڈس منعقدہ ونچسٹر[2]

زید پر حسب ذیل الزام (یا الزامات) قائم کیا جاتا ہے"۔

۲۔ عنوان کے بعد ایک یا زیادہ فقرات درج[3] ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو مد (Count) کہا جاتا ہے۔ ہر ایک مد میں ایک الزام کا بیان ہوتا ہے جو ملزم پر عائد ہو۔ اگر ایک سے زائد فقرات ہوں تو انھیں سلسلہ وار درج کرنا چاہئے۔ ہر مد دراصل ایک علیحدہ قرار داد جرم ہوتی ہے۔

نوعیت الزام جو ہر مد کے ابتدا میں درج کی جانی ضروری ہے اس میں عائد شدہ الزام کا صرف نام درج کیا جاتا ہے مثلاً "قتل عمد" و "قتل انسان بے رحمی بر اطفال تحت دفعہ ۱۲ قانون اطفال سنہ ۱۹۰۸ء" سنہ ۱۹۱۵ء کے قانون کے تحت اس کے لئے عام زبان کا استعمال ہونا چاہئے اور ممکنہ حد تک فنی اصطلاحات کے استعمال سے اجتناب کیا جانا چاہئے۔ الزام کے ہر ضروری 549
عنصر کا اندراج لازمی نہیں ہے لیکن اگر الزام کسی قانون موضوعہ کی بنا پر عائد کیا جائے تو نوعیت الزام کے تحت اس خاص قانون کی صراحت بحوالۂ دفعہ کی جانی ضروری ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۔ قاعدہ ۴ ضمن ۳)۔

---

[1] جس کی بذریعہ ۲۳ و ۲۴ جارج پنجم باب ۴۶ ترمیم ہوئی۔

[2] یا جس کسی عدالت میں مقدمہ بغرض تحقیقات پیش ہوا ہو۔

[3] سنہ ۱۹۲۲ء میں (Horatio Bottomley M.P.) کے خلاف تصرف بیجا بذریعۂ فریب کے الزام میں جو فرد قرار داد جرم مرتب ہوئی تھی اس کے ۲۴ مدات تھے تعداد مدات پر تحدید کے لئے ملاحظہ ہو کتاب کا صفحہ ۵۵۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۴۔ خلاصہ کیفیت الزام۔ یہ نوعیت الزام کے بعد درج کیا جاتا ہے جس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ ملزم کو الزام کے ان حالات سے واقف کرایا جائے جو اس کے خلاف عائد ہوں مثلاً وقت، مقام، عمل، موضوع جرم وغیرہ۔ اس میں بھی عام فہم زبان استعمال کی جانی چاہیئے اور فنی اصطلاحات کا استعمال غیر ضروری ہے (ضمیمہ ۱۔ قاعدہ ۴ ضمن ۴)۔ خلاصۂ کیفیت بھی بہت مختصر ہو مثلاً "زید نے بتاریخ ۵ جولائی ۱۹۱۶ء بمقام کاڈنی آف کیمبرج بکر کو عمداً قتل کیا" مگر یہ خلاصہ کیفیت اتنی واضح ہونی چاہیئے کہ ملزم کو "معقول ضمانت" کے ساتھ (ضمیمہ ۱ قاعدہ ۹) اپنے جرم کے موقع اور حالات سے آگاہی ہو سکے۔ اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ ملزم کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کیا صفائی پیش کرنا ہے اور نیز اس لئے بھی کہ اگر کسی فاش غلطی کے تحت اس پر اسی الزام کی بابت مکرر مقدمہ چلایا جائے تو ملزم اپنی برأت میں یہ ثابت کر سکے کہ اسی الزام کے بارے میں اس پر سابق میں مقدمہ چلایا جا چکا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۹۱ کتاب)۔ اسی طرح فرد الزام کی اگر کوئی مد کافی طور پر واضح نہ ہو بلکہ عمومیت کے ساتھ مرتب کی گئی ہو تو جج کو اختیار ہے کہ اس مد الزام کو منسوخ کر دے کیونکہ "قرارداد الزام میں عمومیت سے صفائی پیش کرنے میں مشکل واقع ہوتی ہے"[1] مثلاً اگر کسی مد میں یہ درج ہو کہ زید پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اس نے "بکر کو جرم قابل سپردگی کے ارتکاب کی ترغیب دی" یا یہ کہ "بکر کو قانون ملک کی خلاف ورزی کی ترغیب دینے کا اقدام کیا" جس میں اس کی کوئی صراحت نہ ہو کہ وہ خاص جرم یا خلاف ورزی کیا تھی تو ایسی قرارداد جرم کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ عمومیت کے ساتھ ترتیب دی گئی ہے۔ ابتدا میں یہ شرط بھی تھی کہ کوئی مد علی سبیل البدل درج نہ کی جائے۔ مثلاً اس نوعیت سے الزام

[1] اسی طرح کسی ایک فرد قرارداد جرم میں الزام اس طرح قائم نہیں کرنا چاہیئے جیسے ایک کوٹ اور "دیگر اشیا" کا سرقہ کیا۔ 17 Cr. App. R. 131.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عائد کرتا کہ ملزم نے زید کے قتل عمد کا ارتکاب کیا یا اس کو زخمی کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اختصار کے عوض طوالت مول لی جاتی تھی کیونکہ ان علی السبیل البدل الزامات کے دوسرے بدل کا الزام عائد کرنے کے لئے ایک دوسری مد کا اضافہ کیا جاتا تھا۔ لیکن ۱۹۱۵ء کے قانون کی رو سے (ضمیمہ ۱۔ قاعدہ ۵ ضمن ۱) ان الزامات کی صورت میں جو کسی ایسے قانون موضوعہ کے تحت عائد کئے جائیں جن میں متبادل پہلوؤں کی صراحت ہو۔ مثلاً ایسے افعال جو مختلف نیتوں میں سے کسی ایک نیت سے کئے جائیں یا مختلف حیثیتوں میں سے کسی ایک حیثیت سے انجام دیے جائیں یا جو مختلف افعال میں سے کسی ایک فعل کے کرنے یا ترک کرنے پر مشتمل ہوں۔ اب 550
ایک ہی مد میں ایسے مختلف متبادل صورتوں کے لئے الزام عائد کیا جا سکتا ہے جو ایسے قانون موضوعہ میں صراحتہً محکوم ہوں۔ اس کی ایک عمدہ مثال خود ۱۹۱۵ء کے قانون میں موجود ہے جو یہ ہے "طفل مذکور کے ساتھ برابر برتاؤ کیا یا غفلت برتی یا طفل مذکور کے ساتھ برا برتاؤ کرنے یا غفلت برتنے کا باعث ہوا یا اس کا موقع پیدا کیا" اس طریقے پر کہ جس سے طفل مذکور کو غیر ضروری تکلیف پہنچے یا اس کی صحت جسمانی کو صدمہ پہنچنے کا احتمال تھا (نمونہ ۶) کوئی مد الزام اب بھی ناقص سمجھی جائے گی اگر اس میں تکرار کی گئی ہو۔ ایک تجویز اثبات جرم محض اس وجہ سے منسوخ کر دی گئی کہ اس میں الزام حسب ذیل الفاظ میں عائد کیا گیا تھا:—

"بوقت شب ناجائز طور پر جانوران شکاری یا خرگوش کو اراضی پر بمقام ج پکڑا یا ضائع کیا یا مذکورہ اراضی پر بندوق، پھندا یا دیگر آلات لئے ہوئے بوقت شب اس نیت سے موجود رہا کہ ناجائز طور پر جانوران شکاری کو پکڑے یا ضائع کرے۔"

اس مد الزام کو اس لئے ناقص قرار دیا گیا تھا کہ اس سے ایک ہی مد میں مرافعے پر دو مختلف الزامات[1] عائد ہوتے تھے۔ جس دفعہ کے

[1] Rex. v. Disney. [1933] 2 K.B. 138.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تحت ملزم پر الزام عائد کیا گیا تھا اس میں ایک ہی فعل کے متبادل پہلوؤں کا ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں دو جداگانہ الزامات کی صراحت تھی اسی طرح قانون لارسنی بابت ۱۹۱۶ء کے تحت کسی ملزم پر یہ الزام عائد کیا جا سکتا ہے کہ اس نے وابستہ اشیا کو چاک کیا، کاٹا، علحدہ کیا یا توڑا اس نیت سے کہ ان کا سرقہ کرے[1] لیکن الزام میں اس طرح عائد نہیں کیا جا سکتا کہ ملزم نے "سرقے کا ارتکاب کیا یا سرقے کے ارتکاب کی نیت سے وابستہ اشیا کو چاک کیا یا علحدہ کیا یا توڑا"۔ اگر کسی مد الزام میں کسی ملزم پر یہ الزام عائد کیا جائے کہ اس نے گاڑی بے احتیاطی کے ساتھ ہانکی یا اس طرح ہانکی جو عامۃ الناس کے لئے بلحاظ جملہ حالات مقدمہ بشمول نوعیت، حالت اور استعمال سڑک اور بلحاظ کثرت آمد و رفت خطرناک تھی[2] تو یہ مد الزام ناقص ہو گی کسی ایک معاملے کو ایک ہی مد میں کامل طور پر درج کیا جا سکتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پیچیدہ کیوں نہ ہو مثلاً جبکہ الف، ب، ج اور د بالاتفاق ھ کا تعاقب کریں اور اس کو لوٹیں[3]۔

551 کسی مد کو خوبی کے ساتھ ترتیب دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ "خلاصۂ کیفیت الزام" میں امور ذیل درج کئے جائیں:۔

(۱) اس شخص کا نام جس کے خلاف الزام عائد ہو۔

(۲) مستغرق کا نام۔

(۳) واقعات اور وہ نیت جو الزام منسوبہ کے ضروری اجزا ہوں لیکن قانون ۱۹۱۵ء کے تحت (ضمیمہ ۱۔ قاعدہ ۷، ۹) ان کی صراحت کے لئے اتنی شدت نہیں برتی جاتی جتنی کہ پہلے برتی جاتی تھی۔

۱۔ جس شخص پر الزام عائد ہو اس کی صراحت درج ہونی چاہئے۔ اس

---

[1] Rex. v. Molloy, [1921] 2 K.B. 334.

[2] Rex. v. Wilmot [1938], 24 Cr. App, R. 63 49 T.L.R. 427.

[3] Reg. v. Giddins (1842), C. and M. 634.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے کافی ہے کہ صرف ایسے امور درج کئے جائیں جس سے ملزم کی بطور معقول شناخت ہوسکتی ہو اور اس کا پیشہ، سکونت، حتیٰ کہ صحیح نام کا اندراج بھی لازم نہیں ہے۔ اگر اس کا نام معلوم نہ ہو اور وہ نام بتانے سے انکار کرے تو اس پر الزام اس طرح قائم کیا جاسکتا ہے "ایک شخص نامعلوم نے ..."

۲۔ شخص متضرر کی بھی صراحت درج ہونی چاہیے جس کیلئے بھی حسب صراحت بالا، معقول تصریح کافی ہوگی اور اگر یہ ناممکن ہو تو متضرر کا بھی بطور "ایک شخص نامعلوم" کے ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایسے قتل کے مقدمات میں جہاں کسی اجنبی کی موت واقع ہوئی ہو۔

۳۔ ان افعال، حالات اور اس کیفیت دماغی کی صراحت کی جائے جس سے جرم منسوبہ کا الزام عائد ہوتا ہو۔ یہاں بھی سابق میں بالیقین صراحت درج کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اور چند جرائم ایسے ہیں جن میں قانونی حد یقین صرف اسی وقت حاصل ہوسکتا تھا جب کہ مخصوص فنی اصطلاحات استعمال کی جائیں مثلاً فرد جرم بغاوت میں "باغیانہ طور پر" کہنے سے، جرم کبیر کے الزام میں "بہ ارادۂ ارتکاب جرم کبیر" کہنے سے، اور نقب زنی بوقت شب کے الزام میں "بارادۂ جرم کبیر ونقب زنی بوقت شب" کے الفاظ استعمال کرنے سے۔ قانون ۱۹۱۵ء کے تحت (ضمیمہ ۱۔ قاعدہ ۹) یہ عموماً کافی سمجھا جائے گا اگر کوئی مقام، وقت، شے، امر، فعل یا ترک فعل خواہ کچھ اور (جس کا کسی فرد قرار داد جرم میں حوالہ دینا ضرور ہو) ایسے عام فہم الفاظ میں اس طرح بیان کر دیا جائے کہ وہ مقام، وقت، شے، امر، فعل یا ترک فعل معقول صراحت کے ساتھ سمجھ میں آسکے ضمیمہ کتاب ہذا میں طالب علم کو فرد قرار داد جرم کے نمونے ملیں گے جن سے یہ اصول اس کے ذہن نشین ہوسکیں گے۔

سابق میں کسی ایک فرد قرار داد جرم میں ایک سے زیادہ مدات درج نہیں ہوسکتے تھے۔ اس سہولت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو واقعات بوقت سماعت مقدمہ ثابت ہوتے اگر وہ ان واقعات سے ذرا بھی مختلف ہوتے جن کا الزام فرد قرار داد جرم میں عائد کیا گیا ہو تو معدلت گستری ناممکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو جاتی تھی۔ اس خطرے کے انسداد کے لئے جلد ہی مدات کی کثرت جائز کر دی گئی اور ہر مد میں اسی جرم کا بیان نئے پہلو سے درج کیا جاتا تھا گویا کہ مدات کی تعداد کے مطابق جداگانہ وارداتیں واقع ہوئی تھیں[1]۔ بعد میں بذریعۂ عمل درآمد یہ جائز ہو گیا کہ بالکل مختلف جرائم کا الزام بھی ایک ہی فرد قرارداد جرم کے ذریعے عائد کیا جائے جو مختلف مدات میں درج ہوتے تھے۔ لیکن ضروری تھا کہ یہ کل جرائم ایک ہی درجے کے ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً یہ کل بغاوت کے جرائم ہوں یا سب کے سب جرائم کبیرہ ہوں یا سب کے سب جرائم صغیرہ ہوں۔

لیکن ۱۹۱۵ء کے قانون کی رو سے (دفعہ ۴ ضمیمہ اقاعدہ ۳) ایک ہی فرد قرارداد جرم میں متعدد الزامات کا شمول ممنوع قرار دیا گیا بجز اس کے کہ وہ[2] جملہ الزامات یا تو "انھیں واقعات پر مبنی ہوں" یا پھر یہ کہ ایک ہی اسی نوعیت کے سلسلۂ[3] الزامات پر مشتمل ہوں یا اس کے اجزا ہوں" جہاں کہیں اس قسم کا اشتمالِ الزامات جائز ہو، بخلاف سابقہ عمل کے تو

[1] اسی طرح ایک ایسے قتل کے مقدمے میں (C.C.C. Sess Pap. XVI, 233) جہاں مقتول کا صرف دھڑ بغیر سر کے پایا گیا تھا ۳ مدات میں وجوہ کے مختلف الزامات قائم کئے گئے تھے۔

[2] اگر پیچیدگی پیدا ہوتی ہو تو اس صورت میں بھی نہیں۔ مثلاً قتل عمد کے ساتھ کسی اور الزام کو ثابت کر دینا لیکن جہاں کہیں ممکن ہو، مدات میں اضافہ کرنا، فرد الزامات کی تعداد بڑھانے سے اچھا ہے کیونکہ اس سے مصارف کی بچت ہوتی ہے۔ دو فرد الزامات باوجود فریق متعلقہ کی رضامندی کے ایک ساتھ سماعت نہیں ہو سکتے۔ (15 Cr. App. R. 23)

[3] مثلاً ۱۶ اشخاص پر ۱۶ جداگانہ حملوں کی صورت میں (18 Cr. App. R. 42 Cf 59) ایک ہی جھوٹے بیان کو، ۱۷ مرتبہ ۱۷ اشخاص کے روبرو بیان کرنے کی صورت میں جملہ مدات کی سماعت ایک ہی ساتھ عمل میں لائی جائے گی (C.C.C. February, 1924)۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ مستغیث سے خواہش کی جائے گی کہ چند ایسے مدات کا انتخاب کرلے جن کی بابت مقدمہ چلایا جا سکے۔ اگر کسی ایک مد یا چند مدات کی شمولیت کے ساتھ مقدمے کی سماعت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرم کبیر اور جرم صغیر کے اشتمال کی ممانعت باقی نہیں رہی[1]۔ سابقہ امتناع اس حقیقت کے پیش نظر قائم کیا گیا تھا کہ الزامات متعلقہ جرائم کبیرہ کی تحقیقات کا ضابطہ الزامات نسبت جرائم صغیرہ کے ضابطۂ کارروائی سے قدرے مختلف ہے لیکن قانون کی دفعہ ۱۸۰ میں اس مشکل کو اس طرح حل کیا گیا ہے کہ "جب کسی جرم کبیر کی تحقیقات جرم صغیر کے ساتھ عمل میں لائی جائے تو اہل جیوری کو حلف دیا جائے گا اور ملزم اس امر کا مستحق ہوگا کہ اہل جیوری پر اسی طرح اعتراض کرے کہ گویا فرد قرارداد جرم کے جملہ منسوبہ الزامات جرائم کبیرہ ہیں"۔ سابقہ اصول سے یہ انحراف اس درجے تک نہیں پہنچا ہے کہ جرم بغاوت کو بقیہ دو خفیف تر اقسام جرائم میں سے کسی کے ساتھ شامل 553
کیا جا سکے کیونکہ ان کے ضابطۂ کارروائی میں بہت بڑا فرق ہے۔

قانون ۱۹۱۵ء کی دفعہ ۸ میں مکحوم ہے کہ جب عدالت کو مقدمے کی سماعت سے قبل یا دوران تحقیقات مقدمہ میں کسی نوبت پر فرد قرارداد جرم میں نقص معلوم ہو تو عدالت فرد قرارداد جرم کی ترمیم کے لئے ایسے ضروری احکام صادر کرے گی جو اس کی رائے میں مقدمے کے حالات کے لئے ضروری ہوں بجز اس کے کہ حالات مقدمہ کے مدنظر مطلوبہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کرنے میں ملزم کے حق میں سختی ہوتی ہو تو ایسے مدیا مدات کی علیحدہ تحقیقات کئے جانے کا حکم دیا جائے گا۔

[1] اسی طرح کسی ایسے مقدمے میں جہاں ایک عورت پر تعدد ازدواج کے جرم کبیر کا الزام ہو تو اسی کے ساتھ یہ جرم صغیر کا الزام بھی شامل کیا جا سکتا ہے کہ اس عورت نے ایک سپاہی کی زوجہ ہونے کا دھوکا دیکر (یعنے دوسرا شوہر) شوہر سے علیحدگی کا وظیفہ حاصل کیا۔

[2] مثلاً اسی صورت میں جہاں الفاظ "دغا کی نیت سے" اتفاقاً متروک ہو گئے ہوں ان الفاظ کا اضافہ کئے جانے کی اجازت دیکر Rex v. Fraser (1923) 17 cr App. R. 182; 40 T.L.R. 81 لیکن کسی جدید دھوکا دہی کے اضافہ کی اجازت نہیں دی جا سکتی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترمیم انصاف میں خلل ڈالے بغیر عمل میں لانا ناممکن ہو۔ ایسی ترمیم کی ضرورت لاحق ہونے پر عدالت خرچۂ مقدمہ کی ادائی سے متعلق ایسا حکم دے سکے گی جو اس کی رائے میں مناسب ہو۔

منطق کا اصول یہ ہے کہ شہادت سے وہی جرم ثابت ہونا چاہیئے اور اثبات جرم بھی اسی الزام سے متعلق ہونا چاہیئے جو فرد قرارداد جرم کی متعلقہ مد میں درج ہو۔ لیکن (۱) کامن لا کی رو سے بھی اقرارات صالح "قابل تقسیم ہوتے ہیں" لہذا جن الفاظ میں کوئی الزام ایک مد کے تحت بیان کیا گیا ہو اگر ان الفاظ سے کسی خفیف تر جرم کا اظہار ہوتا ہو تو پٹی جیوری، کو اس امر کا اختیار ہے کہ وہ بیان جرم کو جزءً مسترد کردے اور ملزم کو صرف جرم خفیف کا مجرم قرار دے، گو وہ جرم بطور علیحدہ الزام کے مذکور نہ ہوا ہو۔ چنانچہ جرم قتل عمد کے خلاصۂ کیفیت سے اگر الفاظ "نیت مجرمانہ کی پیش رفت میں" حذف کردیے جائیں تو یہ جرم قتل انسان، کا بیان ہو جائے گا۔ اسی طرح سنگین لارسنی، کے بیان میں سادہ لارسنی، کا الزام شامل ہے۔ مقننہ نے دو طرح سے اس اصول میں مزید ترقی کی ہے۔ (۲) بعض مقدمات میں اہالیان جیوری کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ ملزم کے خلاف اس جرم کے اثبات کی تجویز صادر کریں جو واقعات سے ثابت قرار پائے گو یہ الزام فرد جرم میں درج نہ کیا گیا ہو۔ مثلاً فرد جرم میں اگر کسی جرم کے ارتکاب کا بیان 554

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- Rex. v. Errington (1922), 16 Cr. App. R. 148
جن واقعات کی بنا پر دھوکا دہی کا الزام قائم کیا گیا ہے اگر وہ صرف زمانۂ مستقبل سے متعلق ہوں تو ان واقعات کے بجائے کسی ایسے واقعے کے اندراج کے ذریعے ترمیم نہیں کی جاسکتی جو زمانۂ حال سے متعلق ہوں (Rex. v. Hughes (1927), 20 Cr. App. R. 4)

لے ایک صورت میں، یعنے باہم ممنوع الازدواج افراد کے درمیان ناجائز تعلقات کی صورت میں، وہ کسی ایسے مخصوص جرم کے اثبات کی تجویز کرسکتے ہیں جو الزام منسوبہ سے سنگین تر ہو (ملاحظہ ہو ۸ ایڈورڈ ہفتم باب ۴۵ دفعہ ۴ ضمن (۳))۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درج ہو تو جیوری کے لئے جائز ہے کہ اقدام[1] جرم کی تجویز اثبات جرم صادر کرے اور "سرقہ بالجبر" کی فرد جرم میں حملہ بہ نیت[2] سرقہ بالجبر کا اثبات تجویز کرے۔ اسی طرح اگر فرد جرم "تغلب" کے الزام میں مرتب کی گئی ہو تو محض سرقہ یا سرقہ منجانب ملزم کے جرائم کو ثابت قرار دے جب سرقے کا الزام قائم کیا جائے تو تصرف[3] بجا یا دھوکا دہی کا الزام ثابت قرار دیا جا سکتا ہے لیکن خیانت[4] مجرمانہ کا جرم ثابت قرار دینا جائز نہ ہوگا۔ قتل عمد کی فرد الزام میں اخفائے ولادت[5] کی تجویز صادر کی جا سکتی ہے اور زنا بالجبر یا کسی جرم کبیر تحت دفعہ ۴ قانون ترمیم قانون فوجداری بابت ۱۸۸۵ء[6] (مثلاً کسی ایسی لڑکی سے زنا کرنا جس کی عمر ۱۳ سال سے کم ہو) کے ارتکاب کی نسبت فرد قرار داد جرم میں اہل جیوری ان الزامات کے بجائے "عفت میں خلل ڈالنا" یا بذریعہ تخویف یا فریب دہی زنا کا ارتکاب کرنا، یا ایسی لڑکی سے زنا کرنا جس کی عمر سولہ[7] سال سے کم ہو"

---

[1] (۱۴: ۱۵ وکٹوریہ باب ۱۰۰ دفعہ ۹) ہو سکتا ہے کہ اصل جرم تو جرم کبیر ہو لیکن اقدام سے صرف جرم صغیر بنتا ہو۔

[2] قانون لارسنی ۱۹۱۶ء دفعہ ۴۴ ضمن (۱)۔

[3] Ibid S 44 (2) and (3)

[4] سرکار بنام اسٹیونس ۱۹۳۳ء 24 Cr. App. R. 85

[5] ۲۵ و ۲۶ وکٹوریہ باب ۱۰۰ دفعہ ۶۰۔

[6] ۴۸ و ۴۹ وکٹوریہ باب ۶۹ دفعہ ۹۔

[7] مثلاً اس صورت میں جب کہ لڑکی کی عمر ۱۳ سال سے کم تو نہ ہو لیکن ۱۳ تا سولہ سال کے درمیان ہو۔ قانون اطفال وصغیر سن اشخاص بابت ۱۹۳۳ء (۲۳ جارج پنجم باب ۱۲) کے دفعہ ۱ ضمن (۴) کی رو سے جیوری کو اختیار دیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص جس کی عمر ۱۶ سال سے زائد ہو طفل کشی کا ارتکاب کرے یا ۱۶ سال سے کم عمر کے ایسے شخص کے قتل کا مرتکب ہو جو اس کے زیر نگرانی ہو اس شخص پر الزام قتل عمد کے بجائے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے جرم کے اثبات کی تجویز کر سکتے ہیں۔

۳۔ نیز یہ کہ دیگر جرائم کے بارے میں مقننہ نے اہل جیوری کو اس کی اجازت دی ہے کہ اگر شہادت سے کوئی مختلف (مگر سنگین) جرم ثابت قرار پاتا ہو تو صرف ایسے الزامات کی تجویز اثبات جرم صادر کرے جو فرد جرم میں قائم کئے گئے ہوں چنانچہ اگر کسی فرد قرارداد جرم میں جرم صغیر کا الزام قائم کیا گیا ہو تو ان صورتوں میں بھی جہاں شہادت سے نہ صرف اجزائے جرم منسوبہ ثابت قرار پائیں بلکہ ایسے مزید امور بھی ثابت ہوں جن سے کوئی ایسا جرم کبیر بنتا ہو جس میں وہ جرم صغیر ضم ہو تب بھی بلا لحاظ اس انضمام کے ملزم کے خلاف صرف جرم صغیر کے اثبات کی تجویز صادر کی جائے گی۔[1] مثلاً اس صورت میں جب کہ کسی شخص پر بذریعۂ دھوکا دہی مال حاصل کرنے کا الزام قائم کیا جائے اور شہادت سے ثابت ہو کہ دھوکا دہی جرم کبیر کی حد تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح اس صورت میں جب کہ مال بذریعۂ دھوکا دہی حاصل کرنے کا الزام قائم کیا جائے اور ملزم کے خلاف واقعات سے مال منقولہ بذریعۂ سرقہ حاصل کرنے کا جرم ثابت قرار پائے تو ملزم کے خلاف صرف فرد جرم کے اندراج کے مطابق تجویز[2] اثبات جرم کی جائے گی۔

اسی قسم کا ایک اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے خلاف جو کسی جرم کبیر کا معین ہو اس جرم کبیر کے اصل مجرم کی طرح فرد جرم قائم کی جا سکتی ہے[3] 555

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دفعہ مستذکرہ میں مندرجہ ان متعدد الزامات بے رحمی سے کسی الزام کی تجویز اثبات جرم صادر کرے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی فرد قرارداد جرم اس طرح ترتیب دی جائے گی تو وہاں ضمنی طور پر متعدد متضاد نتیجات پیدا ہو جائیں گے۔

[1] Cf. 3 C. and K. 200 ۱۲ دفعہ ۱۵ و ۱۴ دکٹوریہ باب

[2] قانون لارسنی بابت ۱۸۶۱ء دفعہ ۴۴ ضمن (۴)۔

[3] 24 and 25 Vict. C. 94, S. 1. دیکھئے کتاب کا صفحہ (۱۰۲)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اس کی تحقیقات، تجویز اثبات جرم، اور تجویز سزا اصل مرتکب کی طرح ہو سکتی ہے۔

علاوہ ازیں مندرجۂ بالا ہر سہ اقسام میں جہاں متبادل جرائم ثابت قرار دیے جا سکتے ہوں جب ملزم کو فرد جرم سنائی جائے تو اب ملزم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس جرم کے بجائے جو اس پر فرد قرارداد جرم میں قائم کیا گیا ہو کسی متبادل جرم کا اقبال کرے (4 and 5 Geo. 5, C. 58, S. 39(1))

کہا جاتا ہے کہ "انگلستان اور ممالک متحدہ کے انتظام فوجداری معدلت گستری کے مابین ضابطۂ کارروائی کا بنیادی اور نمایاں فرق سماعت مقدمہ کی کارروائی میں پایا جاتا ہے۔" ممالک متحدہ میں گو ابتدائی استغاثہ اکثر صورتوں میں کسی معمولی شخص کی جانب سے داخل ہوتا ہے، لیکن جیسے ہی با ضابطہ اطلاع پیش ہو جائے، معمولی مستغیث کی جگہ "پیروکار استغاثہ" لے لیتا ہے[۲]۔ اسکاٹ لینڈ میں لارڈ ایڈووکیٹ کے زیر نگرانی فوجداری مقدمات کی پیروی بذریعۂ پیروکاران مال (Procurators-fiscal) عمل میں آتی ہے۔ انگلستان میں فوجداری مقدمات کی بہت بڑی تعداد کا آغاز اصولاً معمولی اشخاص پر منحصر ہے، جن پر مقدمہ چلانے کا کوئی لزوم نہیں ہوتا، اور جن کو مقدمے کا خرچہ بہت نامناسب معیار پر دلایا جاتا ہے[۳]۔ لیکن یہ قاعدہ صرف اصول کی حد تک صحیح ہے کیونکہ عملاً انگلستان میں فوجداری مقدمات کی کثرت تعداد کا آغاز اور ان کی پیروی کا انتظام منجانب پولیس عمل میں آتا ہے، اور ان مقدمات کو "خانگی استغاثوں" کے مقابلے میں "مقدمات پولیس" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ خانگی

۱؎ Pendleton Howard کی تصنیف "فوجداری معدلت گستری انگلستان میں" نیویارک میکملن کمپنی جس میں انگلستان میں مقدمات کی سماعت کے انتظام کا نہایت قیمتی تفصیلی بیان درج ہے۔

۲؎ Howard, op. Cit. P. 3.

۳؎ دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۸۳)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اشخاص کو اختیار ہے کہ اپنے سولسٹر (Solicitor) اور کونسل مقرر کر کے مقدمات دائر کریں اور مقدمات میں پیروی کریں، اور وہ مثلاً کاروباری فریب کے مقدمات میں ایسا کرتے بھی ہیں، لیکن عام حالات میں پولیس ہی مفاد عامہ کے تحت فوجداری مقدمات دائر کرتی ہے، اور ان صورتوں میں بھی جہاں کارروائی کا آغاز کسی خانگی شخص کی جانب سے عمل میں آیا ہو، مثلاً سرقے یا نقب زنی کے مقدمات میں، معمولاً پولیس ہی ان مقدمات کی پیروی کرتی ہے۔ عدالتہائے اختیارات تحقیقات سرسری میں عہدہ دار پولیس ہی اکثر 556
صورتوں میں مقدمات کی پیروی کرتا ہے اور گواہوں کے بیانات قلمبند کراتا ہے[1]۔

اگر مقدمہ کوارٹر سشن یا اسائز میں بھیجا جائے تو پولیس کسی سولسٹر کو اس امر کی ہدایت کرے گی کہ تحقیقات کے موقع پر مقدمہ تیار کرے، اور مسل کسی کونسل کے حوالے کرے، یا پیروی کنندہ ناظم فوجداری کے اہلکار کو ایسی ہدایت کی جائے گی یا بعض کونٹیوں (Counties) میں اہلکار امن عامہ مقدمے کی پیروی کا انتظام کرے گا[2]۔ عدالت اسائز اور اکثر عدالتہائے کوارٹر سشن میں صرف بیرسٹر ہی اجلاس پر کام کرنے کا حق رکھتے ہیں، جن کو کسی سولسٹر کی جانب سے ہدایات ملنا لازم ہے۔

---

[1] پولیس کی جانب سے مقدمات کی پیروی دراصل مضافاتی مقدمات تک ہی محدود ہے اور اس طریقے کی بہت سخت مخالفت کی گئی ہے (دیکھئے Howard, op. Cit. P. 183) بڑے شہروں میں بالعموم سرکاری طور پر ایک سولسٹر استغاثہ کا تقرر کیا جاتا ہے اور بعض کونٹیوں اور اضلاع میں دشوار مقدمات کی صورت میں کوتوالی مقامی سولیسٹروں کو پیروی کیلئے ہدایات دیتی ہے۔

[2] ایک کونٹی سے دوسری کونٹی اور ایک قصبے سے دوسرے قصبے کا طریقہ کار جدا ہوتا ہے۔ جہاں کہیں سرکاری سولیسٹر مقرر ہے وہ مقدمے کی تیاری کرتا ہے اور کونسل کو ہدایات دیتا ہے۔ اور جہاں سرکاری سولیسٹر مقرر نہیں ہے، وہاں کارروائی کے اختیار کردہ طریقوں میں لاتناہی اختلافات ہوتے ہیں۔ (Howard, op Cit. Chap. V.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عدالتہائے اسائز اور کوارٹر سشن میں ان ہی بیرسٹروں کو پیروی کا حق ہوتا ہے جو اس خاص سرکٹ (Circuit) یا سشن کے رکن ہوں بجز اس کے کہ انھیں مختانے کی خاص مقدار ادا ہوئی ہو۔ بار (Bar) کا یہ اصول جہاں انتخاب کی آزادی کو محدود کرتا ہے، وہیں معقول طور پر مستحکم بار (Bar) کی موجودگی کا بھی یقین دلاتا ہے۔

جو جرائم غیر معمولی طور پر سنگین اور اہم ہوں، ان کی پیروی ڈائرکٹر آف پبلک پراسیکیوشن (Director of Public Prosecution) کرتا ہے جو حسب ضرورت کونسل کو ہدایات دیتا ہے[1]۔ یہ عہدہ تحت قانون (The Prosecution of offences Act) ۱۸۷۹ء قائم ہوا ۱۸۸۴ء میں اس کو ٹریژری سولسٹر (Treusary Solicitor) کے عہدے میں ضم کر دیا گیا تھا۔ لیکن ۱۹۰۸ء میں سے بروئے قانون (The Prosecution of offences Act) ان دونوں عہدوں کو پھر علٰحدہ کیا گیا۔ ڈائرکٹر آف پبلک پراسیکیوشنس کا تقرر وزیر داخلہ کرتے ہیں، لیکن وہ کام اٹارنی جنرل کی نگرانی میں انجام دیتا ہے۔ کل ایسے مقدمات کی پیروی اس کے فرائض میں داخل ہے جن میں سزائے موت صادر کی جاسکتی ہو، جو ایسے جرائم مثلاً جرائم نسبت سکہ سازی سے متعلق ہوں جن کی پیروی سابق میں ٹریژری سولسٹر (Treasury Solicitor) انجام 557
دیتا تھا، جن میں مفاد عامہ کے سخت پیروی کی ضرورت معلوم ہو، اور نیز جہاں مناسب پیروی کا انتظام کرنے میں خاص مشکلات کا سامنا ہو۔ ممنوع الازدواج اشخاص کے باہم زنا کے جرم میں مقدمہ صرف ڈائرکٹر چلا سکتا ہے بجز اس کے اٹارنی جنرل نے مقدمہ چلانے پر اپنی رضامندی

---

[1] جہاں اس کا تعلق حکومت کے کسی خاص محکمے سے ہو، جیسے ڈاک خانہ، تو محکمہ متعلقہ کا سولیسٹر استغاثے کی پیروی کرے گا اور حسب ضرورت کونسل کو ہدایات دے گا۔

[2] ۱۸۷۹ء کے اوائل میں مہتمم نے پیروکار سرکار کے تقرر پر زور دیا تھا۔ (42 & 43 Vict C. 22)

(8 Edw 7. C. 3)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظاہر کی ہو۔ ڈائرکٹر کو اختیار ہے کہ جس مقدمے کو وہ چاہے کسی نوبت کارروائی پر اپنے ہاتھ میں لے سکتا ہے[1]۔ کسی فرد قرارداد جرم میں ملزم کی نسبت یہ الزام شامل کرنے کے لئے کہ وہ عادۃً مجرم ہے ڈائرکٹر کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے[2]۔ قوانین نسبت انتخابات کے احکام کے خلاف مقدمات چلانے کے لئے ڈائرکٹر پر بطور خاص فرض عائد کیا گیا ہے۔ مرید براں فوجداری مرافعوں میں جوابدہی کی ذمہ داری ڈائرکٹر پر ہی ہوتی ہے۔ سماعت مقدمہ کی کسی نوبت پر مداخلت کے اختیار کی وجہ سے کسی خانگی شخص کے بطور ناجائز مقدمے سے دست برداری کر لینے کا اندیشہ باقی نہیں رہا۔

(۵) فرد قرارداد جرم کا ملزم کو سنانا

جس ملزم کے خلاف فرد قرارداد جرم مرتب ہو (کتاب کے صفحہ ۵۱۲ نوٹ ۶ سے مقابلہ کیجئے) اس کا اجلاس عدالت پر اصالۃً حاضر ہونا لازم ہے تاکہ فرد قرارداد جرم اس کو پڑھ کر سنائی جا سکے یعنے فرد قرارداد جرم پڑھ کر سنانے کے بعد ملزم سے جرم کی بابت پوچھا جا سکے[3]، (صرف ایک مستثنیٰ اس قاعدے کا یہ ہے کہ اگر مقدمہ کنگس بنچ ڈویژن میں صرف کسی جرم صغیر کے الزام میں زیر تحقیقات ہو تو ملزم عدالت کی اجازت سے بذریعہ مختار حاضری دے سکتا ہے)۔ اگر ملزم حاضری سے قاصر رہے تو عدالت تحقیر عدالت کی علت میں ملزم کی گرفتاری کے لئے حکم نامۂ گرفتاری جاری کرے گی اور اس کے

---

[1] (Ibid S. 2. (3)

[2] دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۹۷)۔

[3] اسی لئے شخصیے جو اصالۃً حاضری سے معذور تھے ابتدا میں فوجداری اختیارات سماعت سے خارج تھے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۷۵)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پچھلکے کو ضبط کر لے گی (دیکھئے صفحہ ۴۵۴) اور پیروکار استغاثہ اور گواہوں کے پچھلکے بلا تعیین تاریخ ملتوی کر دے گی۔ معمولاً ملزم پر یہ بھی لازم ہے کہ تمام کارروائی[1] کے دوران میں بشمول حدود تجویز سزا عدالت میں حاضر رہے[2]۔ لیکن جن مقدمات میں محض جرائم صغیرہ کا الزام ہو، عدالت کو اختیار ہے کہ جب ملزم فرد جرم کا 558
جواب[3] دے چکے اس کو عدالت سے چلے جانے کی اجازت دے دے۔ شخصیہ (Corporation) کے لئے جائز ہے کہ نمایندہ مجاز کے ذریعے سے مجرم ہونے یا نہ ہونے کی نسبت تحریری جواب پیش کرے۔ اگر نمایندۂ مجاز حاضر نہ ہو، یا جواب پیش نہ کیا جائے تو عدالت حکم دے گی کہ جواب میں بے جرم ہونا درج کر لیا جائے[4]

(۶) جواب ملزم اور تنقیح (Plea and Issue)

جب فرد قرار داد جرم ملزم کو پڑھ[5] کر سنائی جا چکے تو اس کے لئے کئی راستے

---

[1] (Cf 17 Cr. App. R. 193) اور وہ مقدمے کی کارروائی سمجھنے کے قابل ہونا چاہیئے۔ اس لیے کسی بہرے، یا ملک غیر کے باشندے کے مقدمے کی سماعت مناسب مترجم کا پتا ملنے تک ملتوی رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ایک ایسے حبشی کے مقدمے میں جو صرف زبان فنٹی (Fanti) بول سکتا تھا انگلستان بھر میں صرف دو اہل مترجمین کا پتا چل سکا۔ (دیکھئے اخبار دی ٹائمز مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۰۰ء)

[2] (Lawrence v. The King (1933) A. C. 699.)

[3] مدعی ٹچ بورن (Tichborne) کے خلاف جب دروغ حلفی کے الزام میں (۱۸۸) یوم تک تحقیقات جاری رہی، وہ ان میں سے چند یوم عدالت سے غیر حاضر تھا۔

[4] کریمنل جسٹس ایکٹ بابت ۱۹۲۵ء دفعہ ۳۳

[5] تحت قانون (Indictment Act) بابت ۱۹۱۵ء اہلکار عدالت کا فرض ہے کہ "جب کوئی فرد الزام ثابت قرار پائے، تو ملزم کی درخواست پر، اس کو فرد قرار داد جرم کی ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھلے ہوئے ہیں۔ وہ یا تو (۱) جرم سے اقبال کر سکتا ہے، یا (۲) سکوت اختیار کر سکتا ہے یا (۳) فرد قرارداد جرم پر کوئی قانونی اعتراض کر سکتا ہے یا (۴) جواب دہی کر سکتا ہے۔

(۱) اگر ملزم جرم سے اقبال کرے یعنے اپنا جرم ہونا تسلیم کرلے[1] تو اس کو فی الفور سزا سنائی جا سکتی ہے لیکن سنگین مقدمات میں اس اندیشے سے کہ مبادا ملزم قانون یا اپنے مقدمے کے واقعات کی غلط فہمی کی بنا پر جرم سے اقبال نہیں کر رہا ہے، عدالت ملزم کو اکثر یہ صلاح دیتی ہے کہ 'عذر مجرمی' واپس لے لے تاکہ الزام کی نسبت پوری پوری تحقیقات عمل میں لائی جا سکے[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نقل بلا اجرت مہیا کرے۔ سابق میں جرم کبیر کا ملزم فرد قرارداد جرم کی نقل اجرت پر بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس اندیشے سے کہ وہ اس کی بناء پر کینے سے فوجداری استغاثہ کرنا، گو بنائے دعوی قرار دیکر دیوانی نالش نہ کر دے۔

[1] جن ملزمین کے خلاف عدالت اسائز یا کوارٹر سشن میں فرد قرارداد جرم پیش ہو ان میں سے تقریباً نصف تعداد اپنے جرم سے اقبال کر لیتی ہے۔ وہ یا تو صرف چند مدات سے اقبال کر سکتے ہیں یا کسی مد کے صرف ایک جزو سے۔ مثلاً وہ یہ زیورات کی حد تک اقبال کرتا ہوں لیکن زر نقد کی حد تک انکار ہے" یا ایسے متبادل جرم کا اقبال کر سکتے ہیں جن کا فرد قرارداد جرم میں کوئی تذکرہ نہ ہو، (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۵۴)۔ اگر ملزم کسی خفیف تر جرم سے اقبال کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اکثر صورتوں میں پیروکار استغاثہ سنگین تر الزام سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ مثلاً اس صورت میں جہاں ضرر کے الزام میں ملزم کو صرف حملے کی حد تک اقبال ہو۔

[2] کانسٹس کینٹ نے ۱۸۶۵ء میں اپنے باپ کی یاد تازہ کرتے ہوئے ۱۸۶۰ء کے مشہور مقدمۂ قتل عمد پر سر شارع عام میں جرم سے اقبال تھا اور جسٹس ولیز نے فی الفور سزائے موت کا حکم صادر کر دیا تھا (دیکھئے اخبار دی ٹائمز مورخہ ۲۲ جولائی ۱۸۶۵ء) جب قتل عمد کے الزام میں جرم سے اقبال کر جائے تو طریقۂ کارروائی کیا ہوگا، اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۲) اگر ملزم سکوت اختیار کرے، یعنے کچھ بولے ہی نہیں تو ایک جیوری یہ تجویز کرنے کی غرض سے طلب کی جانی چاہیئے کہ آیا اس کا سکوت "بدنیتی سے ہے" یا بسبب اس کے کہ وہ "قدرۃً گنگ ہے"۔ آخرالذکر صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ آیا ملزم کو اشارات کے ذریعے سے سمجھایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ لیکن اگر اس کا سکوت بدنیتی کی بنا پر ہو تو جواب
559 میں فوراً یہ درج کر لیا جائے گا کہ اس کو جرم سے انکار ہے۔ بغاوت اور جرم صغیر میں اس طرح کا سکوت از روئے کامن لا اس کے برعکس اقبال جرم کے مماثل تھا۔ لیکن جرم کبیر میں یہ امر اتنا سہل نہ تھا۔ ملزم کے جرم کی تحقیقات عمل میں لانے کو ترجیح دی جاتی تھی لیکن تحقیقات بذریعہ جیوری (بخلاف طریقۂ آزمائشی) خود ملزم کی رضامندی کے بغیر عمل میں نہیں لائی جاسکتی تھی۔ ایسی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ملزم کو سخت اذیتیں پہنچائی جاتی تھیں جس کا طریقہ یہ تھا کہ اس پر لوہے کا ایک وزنی جسم رکھا جاتا تھا اور غذا گویا مطلقاً بند کردی جاتی تھی۔ (یہ طریقہ ۱۲ جارج سوم باب ۲۰ تک جاری رہا) بہت سے ملزمین جرم کی تحقیقات کے مقابلے میں ان اذیتوں سے ہلاک ہو جانے کو عمداً ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ جرم ثابت قرار پائے بغیر فوت ہو جائے تو ان کے اہل خاندان کیلئے جائداد ضبطی سے محفوظ ہو جاتی تھی جس کا بصورت تجویز اثبات جرم ضبط ہو جانا لازمی تھا۔

(۳) ملزم یہ ثابت کرسکتا ہے کہ فرد قرارداد جرم پر بادی النظر میں کوئی قانونی اعتراض وارد ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی مد کی زبان نہایت عمومیت کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ یا یہ کہ عدالت کو اس جرم کی سماعت کا اختیار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ موضوع پر دیکھئے مقدمہ (Rex. v. vent (1935) 25 Cr. App. R. 55)

ل (7 and 8 Geo. 4, C, 28, S.2) جوری کی رائے کا اظہار نسبت سکوت بر بنائے بدنیتی کی ایک جدید مثال کے لئے ملاحظہ ہو۔ C. C. C. Sess. Pap. CLVIII, 46; Nov. 1912.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حاصل نہیں ہے۔ قانونی عذر بذریعۂ عذر امر ابتدائی[1] (Demurrer) پیش ہو سکتا ہے، یا بذریعۂ تحریک برائے تنسیخ فرد قرار داد جرم (یہ طریقہ اصطلاحی وجوہ کی بنا پر بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے)، مثلاً اس صورت میں جبکہ الزام منسوبہ قابل ترتیب فرد جرم نہ ہو۔ (I.C. and K. 112)۔ ایسی تحریک جیوری کے اظہار رائے سے قبل کسی وقت بھی کی جا سکتی ہے۔

(۱) ملزم فرد قرار داد جرم کی جوابدہی کر سکتا ہے۔ بہت زیادہ اہم عذرات جوابدہی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عذر عدم اختیار سماعت۔ یہ عذر شاذ و نادر ہی پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس خاص عدالت کے عدم اختیار سماعت کا عذر (مثلاً اس صورت میں جب کہ کسی شخص پر دروغ حلفی کے الزام میں فرد قرار داد جرم عدالت کوارٹر سشن میں مرتب کی جائے) ایک قانونی اعتراض ہے جس کو عین ماقبل کے طریقے کے مطابق بھی اٹھایا جا سکتا ہے اور اگر جرم ایسا ہو جس کی سماعت کا اختیار کسی انگریزی عدالت کو حاصل نہیں ہے (مثلاً وہ جرم جس کا ارتکاب کسی ملک غیر کے جہاز پر کھلے سمندر میں ہوا ہو) تو یہ جواب دہی نہ صرف بطور قانونی عذر کے پیش کی جا سکتی ہے بلکہ "انکار جرم"[2] کے تحت بھی۔ 560

(۲) عذر سقوط (Plea in Abatement)۔ یعنے یہ عذر کہ کوئی واقعہ ایسا موجود ہے جس سے فرد قرار داد جرم کی ترتیب میں نقص ضابطہ کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اس صورت میں جب کہ کسی فرد طبقۂ امرا کو عدالت اسائز یا کوارٹر سشن میں فرد جرم سنائی جائے۔ فرد قرار داد جرم میں ترمیم

---

[1] تاج کی جانب سے کسی ملزم کی جوابدہی کی نسبت قانونی عذر امر ابتدائی پیش ہو سکتا

[2] Rex, v. Johnson (1905) 6 East 583 Cf. Reg. v. Jameson (1896) 2 Q. B. 425

[3] بمقدمۂ (Rex v. Bray (old Bailey Sess Pap. for 1819, P. 46.) ایک سارق کی برات اس وجہ سے عمل میں آئی کہ فرد قرار داد جرم میں مستغیث کا نام آگسٹس اسٹانلی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے لئے جو اختیارات عطا ہوئے ہیں اس کے مدنظر اب ایسے عذرات متروک ہو گئے ہیں[1]۔

۳۔ بار پر عام جوابدہی (A general plea in Bar.) اس سے مراد مادی مدافعت سے ہے۔ ایسی جواب دہی میں، عام تنقیح، کی بحث اٹھائی جاتی ہے اور اس بیان سے کہ ملزم کو "جرم سے انکار" ہے کل فرد قرار داد جرم سے انکار کیا جاتا ہے۔

۴۔ بار پر خاص جوابدہی[2] A special plea in Bar شاذ صورتوں میں ایسی جوابدہی کی جاتی ہے۔ کیونکہ جواب دہی سے متعلق تقریباً ہر امر "جرم سے انکار" کے عذر کے تحت اٹھایا جا سکتا ہے حسب ذیل عذرات ایسے ہیں جن پر کچھ نہ کچھ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

الف۔ وجہ جواز ازالۂ حیثیت عرفی کے الزام میں جب کہ تحت قانون لارڈ کیمپ بل[3] (Lord Campbell's Act) ملزم یہ جوابدہی کرتا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ درج تھا، اور دراصل اس کا نام آگسٹین تھا۔

[1] (5 & 6 Geo. 5. C. 90. S. 5.) دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۵۳)۔

[2] کسی خاص جوابدہی کے بارے میں تاج کی جانب سے یا تو عذر امتناعی (demarrer) قانونی وجوہ سے پیش ہو سکتا ہے یا خاص عذر مزید (Special repltcation) واقعاتی وجوہ سے داخل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سابقہ برأت (Autrefoisacquit.) کی جوابدہی میں تاج کی جانب سے یہ جوابی بحث کی جا سکتی ہے کہ "سابقہ برأت قتل عمد بذریعہ آتش زنی کے الزام میں ہوئی ہے نہ کہ آتش زنی کے الزام میں"۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲ و مقدمہ (Reg v. Serne)

[3] (6 & 7. viet, C. 96) (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۷۱)۔ اس قسم کی جوابدہی سے یہ اچھی طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ ملزمین کے لئے اچھے چال چلن کی شہادت پیش کرنے کا حق دینا کس قدر عجیب ہے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۶۲)۔ اگر الف پر الزام یہ ہو کہ اس نے ب پر سرقے کا الزام عائد کر کے اس کا ازالۂ حیثیت عرفی کیا اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ جس واقعے کو مثیل حیثیت عرفی کہا جاتا ہے وہ صحیح ہے اور اغراض بعادعام کے لیے اس کی اشاعت ضروری تھی لیکن ایسی عذرداری اگر ملزم ثابت کرنے سے قاصر رہے تو اس سے خرچہ دلایا جاتا ہے اس جواب دہی کے ساتھ ساتھ ملزم (بخلاف عام قاعدے کے۔ دیکھو صفحہ ۵۶۳) مجرم سے انکار بھی کر سکتا ہے۔

561 ب۔ سرکار سے معافی۔

ج۔ سابقہ برادت۔

د۔ سابقہ اثبات جرم۔ کامن لا کا عام اصول یہ ہے کہ کسی شخص کو ایک ہی جرم کی بابت دوبارہ تکلیف نہ دینی چاہیئے (Nemo debet bis vexari) اس لئے اگر اس پر وہی جرم دوبارہ عائد کیا جائے تو وہ اپنی سابقہ برادت یا تجویز اثبات جرم قطعی جواب کے طور پر پیش کر سکتا ہے۔ خواہ سابقہ برادت یا تجویز اثبات جرم کسی ملک غیر ہی میں کیوں عمل میں آئی ہو، ہمارے ملک کی عدالتوں میں پھر بھی وہ بطور جواب دہی پیش ہو سکے گی۔[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ الف اپنی جواب دہی میں الزام مبنی پر حقیقت ہونا بیان کرے تو ب (جس کی حیثیت مستغیث کی ہے نہ کہ ملزم کی) اس واقعے کی تردید میں اپنے اچھے چال چلن کی شہادت پیش نہیں کر سکتا گو ایسی چال چلن کی شہادت پیش کرنے کا اختیار اس کو اس وقت ہو سکتا تھا جب کہ اس پر سرقے کا الزام قائم ہوتا۔

[1] اور بذریعۂ قانون موضوعہ (42 & 43 vict. C. 49. S. 87.) اسی قسم کی جواب دہی ان جرائم قابل ترتیب فرد جرم کی صورت میں بھی جائز رکھی گئی ہے جن کی تحقیقات باختیار سرسری عمل میں آئی ہو (کیونکہ عام نوعیت کی جواب دہی صرف چوری کی تجویز برادت یا اثبات جرم تک ہی محدود ہے) جملے کے مقدمات کے لئے ملاحظہ ہو۔ (24 & 25. vict C. 100. S. 44.)

[2] (Rex. v, Roche (1775) 1 leach 134) (برادت بذریعۂ دلندیزی عدالت) اس کا مقابلہ اطالیہ کے قانون سے کیجئے (دیکھئے J.C.L. and. 1. L. XV 87.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی خاص مقدمے میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا یہ عذر کارگر ہوگا یا نہیں تین سوالات کا جواب معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ (۱) کیا پہلی قرار داد جرم کے موقع پر ملزم کو "خطرہ" لاحق تھا؟ (۲) کیا مقدمے میں جیوری نے اپنی آخری رائے ظاہر کر دی تھی؟ (۳) کیا سابقہ الزام مادی طور پر وہی تھا جو موجودہ مقدمے میں قائم ہوا ہے؟

(۱) ملزم کو خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا اگر فرد قرارداد جرم قانوناً کالعدم ہو کیونکہ ایسی فرد قرارداد جرم کی بنا پر کوئی تجویز اثبات جرم موثر نہیں ہو سکتی اس لئے اگر وہ ایسی فرد قرارداد جرم کو اختیار سماعت کے عذر پر بے اثر کر دے (مثلاً جہاں کسی غلط کونٹی میں اس پر فرد قرارداد جرم مرتب ہوئی ہو) یا اس کو منسوخ کرا دے[1]، تو پھر بھی ملزم پر اسی جرم کی بابت دوبارہ فرد قرارداد جرم مرتب ہو سکتی ہے۔

(۲) یہ لازم ہے کہ مقدمے میں جیوری کی آخری رائے فی الواقعی ظاہر کی جا چکی ہو۔ اگر پہلی جیوری آخری اظہار رائے سے قبل برخاست کر دی جائے (مثلاً اس صورت میں جہاں وہ متفق الرائے نہ ہو سکیں) تو اس سے دوسری مرتبہ تحقیقات ممنوع نہیں ہوگی بالکل اسی طرح جیسا کہ سابقہ موقع پر سابقہ فرد الزام کو گرانڈ جیوری کے نامنظور کر دینے سے جرم کی نسبت از سر نو کارروائی ممنوع نہیں ہو سکتی[2]۔

(۳) اس امر کا تصفیہ کہ آیا دونوں الزامات "مادی طور پر ایک ہی" ہیں یا نہیں اکثر بہت دقت طلب ہوتا ہے۔ اس کا معیار یہ نہیں ہے کہ آیا وہ واقعات جن پر دونوں تحقیقات کے مواقع پر استدلال کیا جا رہا ہو ایک ہی ہیں یا نہیں۔ بلکہ اس کا معیار یہ ہے کہ آیا ملزم کی برأت اسی الزام میں یا ایسے الزام میں جو عملاً وہی ہو جو مابعد کی فرد قرارداد جرم قائم کیا گیا ہو

562

[1] لیکن اگر تجویز اثبات جرم مرافعے میں منسوخ ہو جائے تو برأت کے مماثل ہے۔
[2] دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۴۵)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عمل میں آچکی ہے یا نہیں[1] (Rex, v. Kendrick and Smith (1931)
دونوں فرد قرار دادِ جرم کا ایک ہی معاملے سے متعلق ہونا ضروری ہے[2]۔ تاہم ممکن ہے کہ ایک فرد قرار دادِ جرم میں نیت اور واقعات کی نسبت جو بیان کیا جائے وہ دوسری قرار دادِ جرم سے زیادہ سنگین ہو۔ مثلاً معمولی حملے کے الزام میں تجویز برادت (یا اسی طرح تجویز اثبات جرم) ناجائز ضرر پہنچانے کے الزام میں متعاقب فرد قرار دادِ جرم کی ترتیب کے مانع ہوگی[3]۔ اور قتل انسان کے جرم سے برادت قتل عمد کے الزام میں مابعد فرد قرار دادِ جرم کی ترتیب کو ممنوع کردے گی[4]۔ اگر اس کے خلاف ہو تو بھی یہی عمل ہوگا لیکن قتل عمد کے ارادے سے ضرر شدید پہنچانے کے الزام سے برأت قتل عمد کے الزام میں

---

[1] 23 Cr. App. R. I; 44 LT. 748

[2] وہ ایسا کرسکتے ہیں خواہ انھوں نے ایسے چند غیر اہم حالات کا بیان ہی کیوں نہ کیا ہو جو آپس میں ایک دوسرے کے نقیض ہوں۔ مثلاً اگر الف پر فرد جرم اس الزام میں مرتب ہو کہ اس نے ب کو بروز دوشنبہ ایک پیارش میں عمداً قتل کیا، اور الف کی برادت عمل میں آئے تو کسی دوسری فرد جرم میں جو ب کو بروز سہ شنبہ ایک متصلہ پیارش میں عمداً قتل کرنے کے الزام میں الف کے خلاف من بعد مرتب ہوئی ہو، الف اپنی سابقہ برادت کی جوابدہی کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ شہادت سے یہ ثابت کرے کہ گو بیانات مندرجہ میں اختلاف ہے لیکن دونوں الزامات ایک ہی معاملے سے متعلق ہیں

[3] بمقدمہ (Reg. v. Grimwood (1896), 60 J.P. 809) ایک شخص پر فرد جرم کی چار مدات کا الزام تھا پہلی تین مدات میں ضرر شدید وغیرہ پہنچانے کا الزام تھا لیکن چوتھی مد میں محض معمولی حملے کا پہلی تین مدات کے الزام سے جوری نے اختلاف کیا لیکن چوتھی مد کا الزام معمولی حملے کا ملزم پر ثابت قرار دیا۔ ملزم کو عدالت اسائز اس غرض سے بھیجا گیا کہ اس کی تجویز پہلی تین مدات کے بارے میں عمل میں آسکے۔ اور عدالت اسائز میں ملزم نے سابقہ برأت کی جوابدہی کی (جو جوری کی تجویز اثبات جرم حملے سے ہوئی تھی) اور اس بنا پر ملزم کو رہا کردیا گیا۔

[4] (2 Hale P.C. 246) اسی طرح کسی جرم میں تجویز برادت، اسی جرم کے اقدام میں مکرر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

من بعد فرد قرارداد جرم مرتب کیے جانے کے مانع نہ ہوگی[1]۔ ایسی فرد قرارداد جرم میں بلوت جس میں الف کو عمداً قتل کرنے کے ارادے سے اس مکان کو جس میں الف سو رہا تھا آگ لگا دینے کا الزام قائم کیا گیا تھا بعد میں آتش زنی کے الزام میں فرد جرم ترتیب دینے کے مانع نہیں ہے[2]۔ کیونکہ الزامات کی ان دو جوڑیوں میں سے ہر ایک جوڑی کے الزامات باہم اس قدر مختلف ہیں کہ دوسری فرد قرارداد جرم میں جو الزام قائم کیا جائے اس کے ثبوت کے لئے پہلے الزام میں تجویز اثبات جرم صادر ہونا لازم نہیں ہے[3]۔

جرم صغیر کے مقدمات میں جہاں جواب دہی میں سابقہ برأت یا سابقہ اثبات جرم کا عذر پیش کیا جائے، ایک سخت قاعدے کی رو سے ایسے عذرات کی نسبت عدالت کی تجویز قطعی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ملزم اگر اپنی اس جواب دہی میں ناکام رہے، تو وہ اپنی معصومیت ثابت کرنے کے لئے کوئی مزید

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ فرد کی ترتیب کے مانع ہے کیونکہ اب جوری بروئے قانون موضوعہ (14 and 15 Vict .C. 100, S. 9) ایسی فرد قرارداد جرم میں جو کسی جرم کے ارتکاب کے لئے مرتب ہوئی ہو اسی جرم کے محض الزام کو ثابت تجویز کر سکتی ہے۔ اور بربنائے قانون (2) 6 and 7 Ges. 5, C. 50, S. 44 جوری کو اختیار ہے کہ جو فرد جرم لارسنی کے الزام میں مرتب ہو اس میں خیانت کا جرم ثابت قرار دے۔ اس کے خلاف صورت میں بھی یہی عمل ہو سکتا ہے۔ ان دونوں جرائم کبیرہ میں سے کسی جرم میں برأت من بعد ان ہی واقعات کی بنا پر دوسرے جرم میں فرد جرم کی ترتیب کے مانع ہے۔

[1] کیونکہ قتل عمد کی ایسی صورت بھی ہو سکتی ہے جس میں ہلاک کو کوئی ضرر نہ پہنچا ہو یا "قتل عمد کی نیت" موجود نہ ہو۔

[2] Reg.v. Serne (1885) .C.C.C. Sess. pap.CVII, 418.

[3] اسی طرح "نقب زنی بخانہ بوقت شب اس نیت سے کہ لارسنی کا ارتکاب کیا جائے" کے جرم میں برأت من بعد لارسنی کے الزام میں فرد قرارداد جرم کی ترتیب کے مانع نہ ہوگی۔ لیکن اگر پہلی فرد قرارداد جرم میں "نقب زنی بخانہ بوقت شب مع لارسنی"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کارروائی کرنے کا مجاز نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف تجویز سزا لازماً صادر کی جائے گی۔ لیکن جرم کبیر یا بغاوت کے الزامات میں ملزم کو عذرداری مزید پیش کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ یعنے وہ 'جرم سے انکار' کا مزید عذر پیش کر سکتا ہے۔

(۷) تحقیقات اور جیوری کی رائے (Trial and Verdict.)

لارڈ بیکن کا مقولہ ہے کہ "انصاف اگر تازہ ترین ہو تو بہترین ترین ہوتا ہے۔ اس لیے سنگین مقدمات کے لیے ہیبس کارپس ایکٹ (Habu Carpus Act) میں اس تازگی کی فراہمی کی غرض سے معین انتظام محکوم ہے۔ اگر کوئی شخص بغاوت یا جرم کبیر کے الزام میں سپرد کیا جائے، اور اس کی سپردگی کے بعد آیندہ اسائز میں اس کے خلاف فرد قرارداد جرم مرتب نہ ہو سکے تو اس قانون کی رو سے ملزم کو ضمانت پر رہا رکھنا لازم ہے[1]، اور اگر اس کے بعد منعقد ہونے والی عدالت اسائز میں بھی فرد قرارداد جرم کی ترتیب، اور اس کی تحقیقات دونوں عمل میں نہ آسکیں تو ملزم کو بالکل رہا کر دینا چاہئے۔ قانون (Assizes Relief Act) بابت ۱۸۸۹ء کی رو سے کل ایسے اشخاص کے الزامات کی عاجلانہ تحقیقات کو متیقن کیا گیا ہے جو عدالت ہائے کوارٹر سشن میں سپرد ہوئے ہوں، خواہ یہ سپردگی جرم صغیر کے لیے عمل میں آئی ہو یا جرم کبیر کے لیے۔ لیکن ایسے جرم صغیر کے ملزمین کی عاجلانہ کارروائی کے لئے جو عدالت اسائز میں سپرد کئے جائیں، قانون موضوعہ کے تحت کوئی انتظام محکوم نہیں ہے[2]۔

جب کوئی شخص جس کے خلاف فرد جرم مرتب ہوئی ہو، الزامات کے جواب میں 'جرم سے انکار' کی جواب دہی کرے تو اس طرح ملزم اور سرکار دونوں کیلئے دو تنقیح ایک ہی ہو جاتی ہے۔ اس تنقیح کی نسبت فیصلہ بعد کارروائی تحقیقات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: کا الزام قائم کیا جاتا تو صورت حال دوسری ہوتی۔

[1] بجز اس کے کہ گواہان سرکار حاضر ہونے سے قاصر رہیں۔

[2] دیکھئے (Wade and Phillips, Constitutional Law. 2 nd. ed., pp. 364. 5)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

564 ہونا لازم[1] ہے۔ اگر ملزم طبقۂ امرا سے تعلق رکھتا ہو۔ اور الزام بغاوت یا جرم کبیرہ کا ہو، تو مقدمے کی تحقیقات جیسا کہ ہم نے قبل ازیں دیکھا ہے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۹۳) امرا کے روبرو عمل میں آئے گی۔ لیکن دیگر تمام مقدمات میں ملزم کے مقابلے میں فرد جرم کی تحقیقات ایسی پیٹی جیوری کے روبرو کی جائے گی جو اس کے اہل کار کے بارہ قائم مقاموں پر مشتمل ہو[2]۔ اس

[1] موجودہ عمل درآمد سے ہر ملزم کو اپنی تحقیقات سے قبل یہ معلوم کرنے کا حق دیا گیا ہے کہ اس کے خلاف کونسی شہادت پیش ہونے والی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جو سپرد کنندہ جسٹس کے روبرو پیش نہ کیا گیا ہو بطور گواہ طلب ہو تو اس شخص کے نام اور جس مادے میں شہادت دینے کے لیے وہ شخص پیش ہوگا اس کی ساری تفصیلات ملزم کو فراہم کی جانی چاہئیں۔ اگر اس شرط کی تکمیل نہ ہوئی ہو تو بوقت تحقیقات اس گواہ کی شہادت قبول کرنے پر اصرار نہیں کیا جا سکتا اگر ملزم کے جانب سے اس بارے میں اعتراض ہو۔

Hawkius. J., in Reg. v. Harris (1882). C.C.C. Sess. Pap. XCV, 525

یہی اصول خطوط اور دیگر دستاویزات سے بھی متعلق ہوگا۔ ہر اس گواہ کو جس کا اظہار سپرد کنندہ جسٹس نے قلمبند کیا ہو نوبت تحقیقات پر حاضر رکھنا لازم ہے تاکہ اگر وہ منجانب سرکار شہادت میں پیش نہ ہوں تو منجانب ملزم پیش کئے جا سکیں۔ کیونکہ کونسل استغاثہ اس امر پر مجبور نہیں ہے کہ جملہ گواہوں کو پیش کرے۔ (2C. and K. 520) گو عام عملدرآمد اب یہ ہے کہ صرف ان ہی گواہوں کو حاضر رکھا جاتا ہے جن کی حاضری کا ملزم اس غرض سے خواہش مند ہو کہ وہ گواہوں پر اپنی صفائی میں جرح کر سکے۔ لیکن اگر ملزم کسی ایسے سرکاری گواہ کو طلب کرانا پسند کرے جس کو نظرانداز کر دیا گیا ہو تو وہ اس کو اپنے گواہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ اور اس وجہ سے اس گواہ پر منجانب سرکار جرح ہو سکتی ہے۔ اور اس کی شہادت کا جواب دیا جا سکتا ہے۔

Reg. v, Cassidy. (1858). I F. 8 F. 79

[2] دیکھئے

Pollock and Maitland. 1, 138, 11, 617.)

Stubb's Const Hist, اور Holdsworth, l 164. 312.350.,

Stephen's Hist. of Criminal law, i, 254 اور نیز l, S. 164. Law, l, 354

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طریقۂ تحقیقات کی تاریخ قابل غور ہے۔ ابتداءً قاعدہ یہ تھا کہ جو الزامات منجانب گرانڈ جوری قائم ہوتے ان کی تحقیقات بذریعۂ آزمایش ہوتی تھی۔ (Ordeal) سنہ ۱۲۱۵ء میں طریقۂ آزمائش (Ordeal) کے انسداد کے بعد سے ہر کارروائی الزام گرانڈ جوری کو مکرر واپس بھیجدی جاتی تھی، اور بعض مرتبہ اس موقع پر چند جدید اہل جوری کا بھی اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ ایک سو سال کے عرصے میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "کسی فرد رعایا کے لیئے یہ سب سے اعلیٰ استحقاق ہے کہ اس کی جائداد شخصی آزادی یا اس کے جسم کو کوئی مضرت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے کہ اس کے ہمسایہ اور ہم رتبہ بارہ اشخاص کی ایک جماعت بہ اتفاق آرا اس پر اپنی رضامندی کا اظہار کریں۔" (3 Bl. Comm 379.) یہ درست ہے کہ ٹھیک ٹھیک دریافت کے آلۂ کار کی حیثیت سے بعض مقدمات میں جوری کی قیمت کچھ زیادہ نہیں ہوتی پیچیدہ تجارتی حسابات میں یا کسی ملزم کے فتور عقل کی نسبت سائنسی مباحث میں، یا کسی زہر کے اثرات کی بحث میں یا ایسی تحقیقاتی کارروائی میں جو بہت طویل عرصے تک جاری رہی ہو عام جوری کے ذریعے سے تجویز (جن کے متعلق (Garofalo) نے کہا ہے کہ یہ "بازاری افراد کی جماعت ہوتی ہے") طریقۂ آزمایشی (Ordeal) یا حلفی بیان بے جرمی (Compur gatoin) کے مقابلے میں کوئی وجہ امتیاز نہ رکھتی اگر جج مقدمے کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے ان کی رہنمائی نہ کرتا۔ لہٰذا قواعد بابت سنہ ۱۸۸۳ء (Order XXXVI) کے نفاذ کے وقت سے یہ قرار پایا ہے کہ جس مقدمے میں کارروائی تحقیقات کوئی جج جوری کی موجودگی کے بغیر انجام دے وہ معمولی دیوانی نوعیت کا ہوگا۔ لیکن مقدمات فوجداری میں جوری کی رائے کا درست ہونا اس قدر اہم نہیں ہے جتنا کہ اس کا ہمدرد نہ ہونا اہم ہے، جس کی تائید عوام کے جذبات سے ہو سکے۔ چند مجرم اشخاص کی برأت اس قدر بڑی برائی نہیں ہے جتنا کہ کسی ایک بیگناہ شخص کا سزایاب ہونا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کل ایسے فوجداری الزامات میں جو سنگین نوعیت کے ہوں تحقیقات بذریعۂ جیوری کے اصول پر جو تحفظ کیا گیا ہے وہ ایسا استحقاق ہے جس کی تعریف من ملیک اسٹون کے کہے ہوئے لفظ درست معلوم ہوتے ہیں (دیکھیئے کتاب کا صفحہ ۱۹۵۔

(Pollock and Maitland, II 628, 647, Holdsworth I, 323, 334.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرز عمل یہ قائم ہوگیا کہ صرف جدید اہل جوری ہی ابتدائی الزام دہندگان کی حاضری کے بغیر نظر ثانی کا فریضہ انجام دینے لگے۔ بالآخر ۱۳۵۲ء کے ایک قانون موضوعہ کی رو سے ان ابتدائی الزام دہندگان کو بالکل خارج کر دیا گیا۔ اس طرح دو جوریوں کا نظام وجود میں آیا لیکن دونوں جوریاں بھی صرف عام شہرت یا ذاتی علم پر کارروائی کیا کرتی تھیں، اور جو اشخاص حالات جرم سے واقفیت رکھتے ان کو بھی اکثر بطور زائد اہل جوری afforcing جوری میں شامل کر لیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۵۰۰ء کے قریب قریب ایسے اشخاص کو خود 565
جوری میں شامل کرنے کا طریقہ بند کر دیا گیا، اور اس کے بجائے انھیں جوری کے آگے شہادت دینے کے لئے پیش کیا جانے لگا۔ دو صدی بعد جب ملزمین کو علانیہ طور پر گواہان طلب کرنے کی اجازت ملی تو گواہان اور اہل جوری کے فرائض کی یہ تفریق اور بھی نمایاں ہو گئی۔ گواہوں کے بیانات سے قبل دستاویزی شہادت کا رواج عام ہوا، اور ظن غالب یہ ہے کہ ابتدا میں گواہوں کی شہادت بھی بالعموم بصورت تحریر لی جاتی تھی۔ بہرحال نوبت تحقیقات پر گواہوں کو کھلی عدالت میں اپنی زبانی شہادت دینے کے لئے پیش کرنے کا رواج۔ گو غیر سیاسی مقدمات میں کم از کم عہد ایلزبتھ[1] سے قائم ہو چکا تھا۔ بغاوت کے مقدمات کی تحقیقات کے لئے عہد کامن ویلتھ تک عام نہیں ہوا۔ جیمس اول اور چارلس اول کے عہد حکومت میں جو شہادت سیاسی مقدمات میں تجویز کے لئے جوری کے روبرو پیش کی جاتی وہ عام طور پر صرف "بیانات" پر مشتمل ہوتی تھی، جن سے گواہوں کے ایسے جوابات کی یادداشتیں مراد تھیں جو وہ ملزم کی عدم موجودگی میں تحلیے میں

---

[1] (Sir T. Smith's Commonwealth of England,)

[2] قانون (1 Edw. 6. C. 12) میں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۱۷) جو یہ تاکیدی احکام تھے کہ بغاوت کے ہر الزام میں کم از کم دو گواہوں کو کھلی عدالت میں پیش کیا جائے انکی نسبت خیال تھا کہ استنباطی طور پر وہ بذریعہ قانون (2 Ph. and Mary, C. 10.) منسوخ ہو گئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بلکہ بحالت قید حتیٰ کہ شکنجہ میں کسے جانے کے بعد ارکان شاہی کمیشن کے سوالات کے جوابات میں دیتے تھے۔ اکثر صورتوں میں خود ملزم سے بھی اس طرح استفسار کیا جاتا تھا۔ مثلاً ۱۶۱۵ء میں پیچہام (Peacham) سے ایسی دریافت "اذیتوں سے قبل، اذیتوں کے دوران، اذیتوں کے وقفے میں اور اذیتوں کے بعد" کی گئی تھی۔ لیکن عہد کامن ولتھ سے تحقیقات کا موجودہ طریقہ سیاسی اور غیر سیاسی جملہ مقدمات کے لئے اب تک رائج ہے۔

فوجداری مقدمات میں پٹی جوری (یا دیوانی مقدمات میں عام جوری) میں اہل جوری کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے لازم ہے کہ وہ شخص[۵] 566

[۱] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۰۹ اور (2 St. Tr at 371) سنہ ۱۶۰۶ء میں لارڈ اسکس کے مقدمے کی تحقیقات کے وقت (1 St Tr. 1333) جس میں بہت سے ایسے "بیانات استعمال کئے گئے تھے کوک نے جو اس وقت اٹارنی جنرل تھا، ملکۂ الزبتھ کی "ضرورت سے زیادہ نرمی" کی شکایت کی کہ بیان لیتے وقت کسی گواہ کو شکنجے میں کسا گیا اور نہ اس کو اذیت دی گئی۔

[۲] کارروائی تحقیقات کے وقار کو قائم رکھنے کے لئے کریمنل جسٹس ایکٹ بابت سنہ ۱۹۲۵ء کی رو سے ایسے امور کی روک تھام کی گئی ہے جو اس کے منافی تھے۔ اس قانون کے تحت یہ قرار دیا گیا ہے کہ اشاعت کی غرض سے کسی فوجداری یا دیوانی عدالت میں کسی ایسے شخص کا جو کارروائی عدالت سے کسی قسم کا تعلق رکھتا ہو خاکہ اتار نا، یا فوٹو لینا ایک جرم ہے جس کی سزا پچاس پونڈ جرمانے تک ہو سکتی ہے۔ دفعہ (۴)۔

[۳] دونوں صنف کے ہو سکتے ہیں کیونکہ قانون (The Sex Aisquali fication Removal Act, 1919, 9 and 10 Geo. 5 C. .) میں مکحوم ہے کہ کوئی شخص صنف یا ازدواج کی بناء پر خدمات عامہ کی انجام دہی کے، یا کسی دیوانی یا عدالتی عہدے پر تقرر کے قابل نہ ہوگا ..... اور کسی شخص کو صنف یا ازدواج کی بنا پر جیوری پر کام کرنے کی ذمہ داری سے معاف نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مقدمے کے تحقیقات کنندہ جج کو یہ اختیار ہے، (خواہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱) عمر میں ۲۱ سال سے زائد ہو[۱] اور (۲) اراضی یا جائداد غیر منقولہ قیمتی ۱۰ پونڈ سالانہ کا، یا طویل پٹہ قیمتی ۱۰ پونڈ سالانہ کا مستقل یا حین حیاتی مالک ہو، یا ایسے مکان کا قابض ہو جو ۲۰ پونڈ سالانہ۔ مڈل سکس کی صورت میں ۳۰ پونڈ سالانہ کرایے کی حیثیت رکھتا ہو۔ ہر کاونٹی میں اس مقام کا شریف (Sheriff) ہر عدالت اسائز کے انعقاد کے موقع پر ایسے اشخاص کی فہرست[۲] بھیجتا ہے جو اس اہلیت کے حامل ہوں، اور جن کو اس نے طلب کیا ہو۔ ان اشخاص کی تعداد معین نہیں ہے لیکن اکثر صورتوں میں عدالت اسائز کے لئے ۴۸ اور سشن کے لئے ۳۶ اشخاص طلب ہوتے ہیں۔ اس فہرست[۳] میں سے اہلکار ۱۲ نام پکارتا ہے، تب ملزم کو ان میں سے کسی اہل جوری پر اعتراض کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ جوری کا کام کرنا کبھی حقیقی تکلیف کا باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۶) وہ مقدمہ فوجداری ہو یا دیوانی) کہ فریقین میں سے کسی کی درخواست پیش ہونے پر یا بطور خود حکم دے کہ "جوری صرف اہل ذکور پر مشتمل ہوگی یا صرف جنس لطیف پر" اب بذریعہ قواعد یہ قرار دیا گیا ہے کہ جوری کی ہر ایک فہرست میں جنس لطیف کی تعداد اسی مناسبت سے شامل رہے جو جوری پر کام کرنیکے قابل اشخاص کی مقامی فہرست میں ان کا تناسب ہو اور جہاں کہیں ممکن ہو جنس لطیف کے افراد کی تعداد چودہ سے کم نہ رکھی جائے۔ لیکن شوہر اور زوجہ ہر دو ایک ہی فہرست میں شامل نہیں کئے جا سکتے۔

[۱] ۔ اگر اس کی عمر ۶۰ سال سے زائد ہو تو وہ معافی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

[۲] ۔ ایسے باروز میں جہاں کوارٹر سشن کی عدالتیں قائم ہوں، وہ اشخاص جن کا نام کونٹی کے اہل جوری کی حیثیت سے درج رجسٹر ہوا ایسے حدود کے لئے جس میں بارو شامل ہو تو ان اشخاص کو وہاں جوری پر کام کرنے کے قابل اور مستوجب قرار دیا جاتا ہے۔

[۳] ۔ (Panel) یعنی ایک دھجی (لاطینی : Pannus) ۔ اس لئے وہ اسماء جو جھلی کی ایک دھجی پر لکھے ہوئے ہوں۔ اسکاٹ لینڈ کے قانون میں اس شخص یا اشخاص کو جن پر کوئی الزام عائد ہو (The Panel.) کہا جاتا ہے یعنی وہ فہرست جو فرد قرارداد جرم میں کی ہے۔

[۴] ۔ عدالت اسائز میں ایک اور خاص فہرست بھی ہوتی ہے جو (بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۵۰ پر ملاحظہ ہو)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی ہو سکتا ہے۔ ۱۹۳۳ء میں سازش اور آتش زنی کے الزام میں دس اشخاص کے خلاف ایک مقدمے کی تحقیقات دس ہفتوں تک جاری رہی۔ اور جج (جسٹس) کی رائے یہ تھی کہ انسانی قوت برداشت تقریباً اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ بارہ شہروں سے یہ تمنا کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا کہ وہ کسی معاوضے کے بغیر بلکہ اپنے جیب خرچ کے مصارف کی ادائی عمل میں آئے بغیر اپنے معمولی کاروبار سے چھ ہفتوں کے لئے علٰحدہ ہو جائیں۔ جوری سے یہ توقع رکھنا بڑی زیادتی ہوتی کہ جس گواہ نے ابتدائے تحقیقات پر شہادت دی ہو اس کے طرز گواہی کو ملحوظ رکھیں۔ جج موصوف نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جن مقدمات میں جرا جدا اشخاص کی بڑی تعداد متاثر ہوتی ہو، وہاں ملزمین کے مقدمات کی سماعت علٰحدہ علٰحدہ جماعتوں میں کرنا ممکن ہو سکے گا۔ 567

انگلستان میں اہل جوری پر اعتراض اب شاذ صورتوں میں ہوتا ہے[1]۔ گو آئرلینڈ میں یہ صورتیں اتنی کم نہیں ہیں[2]۔ یہ اعتراض یا تو جماعت پر ہو سکتا ہے:-

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴۹) زیادہ دولت مند اشخاص پر مثلاً ایسے مالکان مکان جو سالانہ ایک سو پونڈ یا زیادہ محصول ادا کریں، مشتمل ہوتی ہے۔ (33 and 34 Vict. C. 77.) لیکن فوجداری مقدمات میں جوری اس فہرست سے منتخب نہیں کی جاتی بجز ایسے شاذ مقدمات کے جن میں فرد قرارداد جرم عدالت کنگس بنچ ڈویژن میں مرتب یا اس عدالت میں منتقل ہوئی ہو (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۸۹۸)۔

[1] ۔ ایسی صورتوں کے شاذ ہونے سے یہ آسانی ہو گئی ہے کہ جو ملزمین مختلف فرد قرارداد جرم سے تعلق رکھتے ہوں ان سب کو ایک ساتھ ایک ہی جوری کے سامنے فرد جرم سنائی جائے اس طرح وقت میں بچت ہوتی ہے۔

[2] ۔ ممالک متحدہ میں نسل اور زبان کے اختلافات کے مدنظر ان اعتراضات کے حق کو بہت آزادی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ جس میں بعض مرتبہ تحقیقات کے دوران کے دو یا زیادہ دن صرف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے "کسی جوری کے انتخاب کا تجربہ ایک امریکن وکیل کے لئے فنون لطیفہ میں داخل ہے" (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(یعنے پوری فہرست پر) ان صورتوں میں جہاں شریف (Sheriff) نے فہرست نامناسب طور پر ترتیب دی ہو، مثلاً جہاں اس نے بر بنائے مذہب اہل جوری کا انتخاب کیا ہو، یا یہ اعتراض منفرد ہو سکتا ہے (یعنے ہر اہل جوری پر فرداً فرداً)۔ جن اشخاص کے خلاف کسی جرم کبیر کے الزام میں فرد قرارداد جرم مشترکہ طور پر مرتب ہو، وہ بعض مرتبہ اہل جوری کے مختلف گروہوں پر اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں جرم کی تحقیقات علٰحدہ علٰحدہ عمل میں آسکے۔ مثلاً یہ صورت وہاں پیش آتی ہے جہاں ایک ملزم جرم سے اقبال کرلے، یا اس کے قبضے سے ایسے کاغذات برآمد ہوں جو دوسرے ملزم کے خلاف شہادت قانونی کی حیثیت رکھتے ہوں۔

کسی اہل جوری پر شخصی اعتراض ایسی وجہ سے ہو سکتا ہے جو بیان کی جائے یا یہ اعتراض "قطعی" (بلا اظہار وجہ) بھی ہو سکتا ہے۔ منجملہ وجوہ مندرجۂ ذیل کسی وجہ سے بھی اہل جوری پر انفرادی اعتراض ہو سکتا ہے۔

وجہ رتبہ	(Propter respectum)	مثلاً طبقۂ امرا کے کسی فرد کی نسبت
وجہ قرابت	(Propter affectum)	مثلاً ملزم کے کسی قریبی عزیز کی نسبت
وجہ نااہلی	(Propter Defectum)	مثلاً صغیر سن یا اجنبی اشخاص کی نسبت
وجہ سزایابی	(Propter delictum)	یعنے اس بنا پر کہ اس اہل جوری پر کوئی بدنام قسم کا جرم مثلاً دروغ حلفی ثابت قرار پا چکا ہے۔

یہ اعتراضات منجانب سرکار بھی ہو سکتے ہیں اور منجانب ملزم بھی۔ لیکن "قطعی"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مماثل وجوہ کی بنا پر مشرقی لندن میں وہی نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک مقدمے میں بارہ اہل جوری کے منجملہ آٹھ اہل جوری پولستان کے یہودی باشندے تھے جو لکھ بھی نہ سکتے تھے۔ (Maitre Lachand) نے جو فرانس میں سب سے کامیاب وکیل ملزمین گزرا ہے یہ قاعدہ مقرر کر لیا تھا کہ "میں ہر ایسے اہل جوری پر اعتراض کرتا ہوں جو سمجھدار نظر آئے"۔ آئرلینڈ میں بھی اسی قسم کا ایک قاعدہ کسی زمانے میں بہت عام تھا۔ "ہر اس اہل جوری پر اعتراض کرو جو نکٹا دکھائی لگائے ہوئے ہو"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

568

اعتراض صرف منجانب ملزم ہو سکتا ہے اور وہ بھی بغاوت یا جرم کبیر کے الزام کی صورت میں[1]۔ بنابراں جرم صغیر کا ملزم اپنے بدترین دشمن کو بھی اس کی دشمنی کا قانونی ثبوت دیے بغیر اہل جوری سے خارج نہیں کرا سکتا[2]۔ بغاوت کے الزام میں ملزم کو ۳۵ قطعی اعتراضات کا حق ہوتا ہے اور باغیانہ جرم کبیر اور جرم کبیر کے الزامات میں سے ہر ایک میں بیس بیس اعتراضات کا۔

اسکے بعد جوری کو حلف دیا جاتا ہے[3]۔ مقدمہ اگر جرم کبیر یا بغاوت کے الزام میں پیش ہو تو فرد قرار داد جرم جوری کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے، اور یہ کارروائی جوری پر ملزم کی نسبت دریافت کی "ذمہ داری[4] عائد کرنا" کہلاتی ہے جرم صغیر

---

[1] ۔ اس لئے بغاوت اور جرم کبیر کے مقدمات میں ہر ایک اہل جوری کو علیحدہ علیحدہ حلف دیا جاتا ہے۔ تاکہ ملزم کو ہر اہل جوری پر اعتراض کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے۔ لیکن جرم صغیر کے مقدمات میں عموماً ان کو چار چار اہل جوری کی جماعت میں حلف دیا جاتا ہے۔

[2] ۔ لیکن جرائم صغیرہ میں ملزم کو عموماً یہ استحقاق استعمال کرنے کا موقع دیا جاتا ہے (جو ہر قسم کے فوجداری مقدمات کی تحقیقات میں سرکار کو حاصل ہے) کہ کسی اہل جوری سے خواہش کرے کہ وہ "علیحدہ رہے" یعنے اس وقت تک جوری کا کام نہ کرے کہ بغیر انکی شرکت کے جوری کی تعداد مکمل نہ ہو سکتی ہو (Reg. v. Blakeman (1850), 3 C. and K. 87)

[3] ۔ دیکھئے قانون حلف بابت ۱۹۰۹ء (9 Ed., 7, C. 39) کریمنل جسٹس ایکٹ بابت ۱۹۲۵ء کی دفعہ ۱۵ میں محکوم ہے کہ مقدمے کی تحقیقات کے دوران میں اگر ایک یا دو اہل جوری فوت ہو جائیں یا بیمار ہو جائیں تو مستغیث اور ملزم کے تحریری رضامندی کا اظہار کرنے پر اہل جوری کی مابقی تعداد کام جاری رکھ سکتی ہے۔

[4] ۔ تاوقتیکہ وہ مقدمے کی کارروائی تحقیقات ختم کر کے اس ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل نہ کر لیتے، از روئے کامن لا بغاوت اور جرم کبیر کے مقدمات میں اہل جوری کو اجازت نہ تھی کہ وہ عدالت کی حراست سے باہر جا سکیں خواہ مقدمے کا دوران تحقیقات کتنا ہی طویل کیوں نہ رہا ہو۔ ۱۸۷۳ء میں بمقدمۂ (Reg. v. Moore) آئرستان کے ایک قتل عمد کی تحقیقات میں (جس میں ۱۱۴ گواہان پیش ہوئے تھے) (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے مقدمات میں فرد جرم اس طرح پڑھ کر نہیں سنائی جاتی، کیونکہ ان مقدمات میں ملزم کو فرد قرار داد جرم کی ایک نقل کا حق ہمیشہ سے حاصل تھا۔ بعد ازاں فرد قرار داد جرم کو "کھولا" جاتا ہے۔ یعنے کونسل استغاثہ جوری سے اس غرض سے خطاب کرتا ہے کہ ان کے دماغ کو اصل امور متنازعہ کی جانب منعطف کرائے، انھیں یہ بتائے کہ وہ کونسی شہادت پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور ان پر یہ واضح کرے کہ اس شہادت کا مقدمے پر کیا اثر ہے[۲]۔ کونسل استغاثہ کی حیثیت اس
569 وکیل سے بالکل مختلف ہوتی ہے جو منجانب ملزم، یا مقدمات دیوانی میں منجانب مدعی یا منجانب مدعی علیہ پیروی کرتا ہے۔ آخر الذکر وکیل کے فرائض خانگی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یعنے اپنے موکل کے مفاد کی حفاظت کے لئے اس کو وہ جملہ تدابیر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جوری کو اس طرح سے چھ ہفتوں سے زیادہ عرصے کے لئے علیحدہ رکھا گیا تھا (دیکھئے اخبار دی ٹائمز ۱۱ ستمبر ۱۸۷۳ء صفحہ ۴)۔

جرم صغیرہ کے مقدمے میں بروئے کامن لا ایسا کوئی لزوم عائد نہیں کیا گیا۔ اور اب بذریعۂ قانون (The Juries Detention Act, 1897. 60 and 61. Vict.C.18)

یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایسے اشخاص کے مقدمات کی تحقیقات کی صورت میں جن پر جرائم کبیرہ کا الزام ہو (بجز جرم بغاوت یا قتل عمد یا باغیانہ جرم کبیرہ کے) عدالت مجاز ہوگی کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو اہل جوری کو قبل اس کے کہ وہ اپنی رائے کے اظہار پر غور کریں، کسی وقت علیحدہ ہونے کی اجازت دے گویا کہ مقدمے کی تحقیقات جرم صغیرہ کے الزام میں عمل میں آرہی تھی۔

[۱] ۔ جو مستغیث کونسل کا تقرر نہ کرے اس کو ایسی کوئی ابتدائی تقریر کرنے یا گواہوں کا بیان قلمبند کرانے کی اجازت نہیں ہوتی (جیسا کہ تحقیقات سرسری کی کارروائی میں اس کو اجازت ہوتی ہے)۔

[۲] ۔ اسکاٹ لینڈ میں ایسی تقریر کا رواج نہیں ہے۔ اور اس کے نہ ہونے سے جوری کا کام زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

استعمال کرنا چاہیئے جو وہ باعزت طور پر استعمال کر سکتا ہو۔ جوری کی رائے اپنی تائید میں حاصل کرنے کے لئے وہ کشمکش کرنے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن کونسل سرکار مملکت کا نمایندہ ہوتا ہے اور "خادم عدل گستری" (Minister of Justice)[1] اس کا فرض یہ ہے کہ سچ کی دریافت میں جوری کی مدد کرے۔ اس کو کسی ایسے استدلال پر اصرار نہ کرنا چاہیئے جو خود اس کی رائے میں وقعت نہ رکھتا ہو یا کسی ایسی شہادت قانونی کو خارج نہ کرنا چاہیئے جو ملزم کے مفاد کے لئے اہم ہو[2]۔ "اس کا فرض یہ نہیں ہے کہ بہر نوع اثبات جرم کی تجویز حاصل کرے، بلکہ اس کا فرض صرف یہ ہے کہ اپنے مقدمے کے واقعات بلاکم وکاست جوری کے آگے پیش کرے، جوری کو یہ واقعات اچھی طرح سمجھا دے اور اس امر کی نگرانی کرتا رہے کہ آیا قانونی امور میں جوری کو ہدایات دی جا چکی ہیں یا نہیں اور یہ کہ آیا اہل جوری قانون کو واقعات سے مطابق کرنے کے قابل ہیں یا نہیں[3]۔" اس امر کا بار بار اعادہ فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ کونسل سرکار کا کام یہ ہے کہ ایمانداری کے ساتھ غیر جانبدارانہ طور پر جملہ واقعات جوری پر ظاہر کر دے۔ جرم ثابت قرار پانے سے سرکار کو کوئی ذاتی دلچسپی نہیں ہوتی سرکار کا مفاد اس میں ہے کہ اصل مرتکب پر جرم ثابت ہو، صداقت منکشف ہو جائے، اور معدلت گستری کی تکمیل عمل میں آئے[4]۔"

اپنی تقریر کے ختم پر کونسل استغاثہ کے بعد دیگرے گواہوں کو طلب

---

[1] (4 F. and F. 499. Cf. (1816) 2 K.B. at P. 623.)

[2] مثلاً اگر ملزم نے ایک خط کے ذریعے سے اقبال جرم کیا ہو، اور دوسرے خط میں اس اقبال سے رجوع کرے تو سرکار کی جانب سے پہلا خط شہادت میں دوسرا خط پیش کئے بغیر استعمال نہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح اگر کسی مبینہ حملے کے شخص متضرر کا امتحان پولس سرجن نے کیا ہو تو اس سرجن کو منجانب سرکار شہادت میں طلب کرنا چاہیئے گو اس کی شہادت حملے کے الزام کے منافی ہو۔

[3] (Sir J. Holker, Att. Gen. (The Times Feb. 25, 1880))

[4] (Lord Hewart, C.J., 25 Cr. App. R. at P. 115.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرتا ہے، اور باری باری سے ہر گواہ کا بیان ابتدائی ہوتا ہے، اس پر جرح کی جاتی ہے اور سوالات مکرر پوچھے جاتے ہیں[1]۔ شہادت منجانب سرکار جب اس طرح ختم ہو جائے تو کونسل ملزم بعض مرتبہ یہ بحث کرتا ہے کہ پیش شدہ شہادت اس قابل نہیں ہے کہ وہ کسی جوری کو بطور معقول اس امر سے مطمئن کر سکے کہ الزام ثابت ہو چکا ہے۔ اور اس لئے کونسل ملزم جج سے درخواست کرتا ہے کہ مقدمہ جوری کے
570 سامنے سے اٹھا لیا جائے۔ اگر یہ درخواست نامنظور کی جائے، یا ایسی درخواست پیش ہی نہ ہو، تو اس کے بعد ملزم کی جانب سے شہادت صفائی کی نوبت آتی ہے[2]۔ اس صورت میں جہاں جج کوئی مقدمہ جوری کے سامنے سے واپس لینے سے انکار کرے، شہادت صفائی شہادت استغاثہ کے ساتھ شامل کی جا سکتی ہے[3]۔

(۱) اگر ملزم کی جانب سے کوئی گواہ طلب نہ کیا جا سکے (بجز ایسے گواہوں کے جو محض چال چلن کی شہادت دیں) تب بھی ملزم خود شہادت میں پیش ہو کر اپنا حلفی بیان دے سکتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ اس طرح شہادت میں پیش ہونے کی خواہش کرے۔) اور اس کے اس بیان پر اس سے جرح کی جا سکتی ہے[4]۔

---

[1] دیکھئے کتاب کا صفحہ (۴۱۲) اور ملزم کا وہ بیان جو اس نے سپرد کنندہ جسٹس کے سامنے دیا تھا عموماً اس نوبت پر پڑھا جاتا ہے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۲۳)۔

[2] ہمارے فوجداری کارروائیوں کی قدیم "تفتیشی نوعیت" کی یادگار ابھی اس قاعدے سے باقی ہے کہ فوجداری تحقیقات کی نوبت پر جج کسی گواہ کو طلب کر سکتا ہے (62. J.P. 232; 149. C.C.C. Sess. Pap. CLXVII. 175.) لیکن دیوانی مقدمات میں وہ بغیر فریقین مقدمہ کی رضامندی کے ایسا کرنے کا مجاز نہیں ہے ([1910], 1. K.B. 337.) عدالت کو یہ اختیار صرف اس صورت میں استعمال کرنا چاہئے جہاں ملزم نے اپنی صفائی میں مقدمے کو (ex improviso,) بنا دیا ہو۔ (Rex. v. Harris, [1927], 2 K.B. 587.)

[3] (Rex. v. Power, [1919], 1 K.B. 572.)۔

[4] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۷۴۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس طرح شہادت دینے (یا ایسی شہادت دینے سے انکار کرنے) اور چال چلن کی نسبت اگر کوئی گواہ ہو تو اس کے پیش ہو جانے کے بعد:-

الف - اگر ملزم کی جانب سے کوئی کونسل مقرر نہ ہو تو ملزم خود اپنی صفائی میں جوری کو مخاطب کر سکتا ہے۔

ب - اگر ملزم کی جانب سے کونسل مقرر ہو تو کونسل استغاثہ ان صورتوں میں جہاں اس کی فی الواقع کافی وجہ[1] موجود ہو مکرر تقریر کرتا ہے جس میں وہ شہادت منجانب سرکار کا خلاصہ بیان کرتا ہے، اور خود ملزم کی جانب سے پیش شدہ شہادت[2] پر (اگر کچھ ہو) تنقید کرتا ہے بعد ازاں ملزم کا کونسل جوری[3] سے مخاطبت کرتا ہے۔

(۲) لیکن اگر ملزم واقعاتی شہادت پیش کرنا چاہے تو شہادت منجانب سرکار کے ختم کے بعد ہی کونسل ملزم[4] (یا ملزم خود[5]) اپنے مقدمے کے حالات 571

---

[1] - مثلاً اس صورت میں جہاں ابتدائی تقریر میں بیان کردہ فرد جرم کے خلاف شہادت میں کچھ اور ثابت ہوا ہو۔ (Reg. v. Holchester (1866), 10 Cox 226.)

[2] - (Reg. v. Gardner, [1899] 1 Q.B. 150.)

[3] - ایک سخت نوعیت کے استحقاق کے تحت اٹارنی جنرل یا سولسٹر جنرل جب کبھی وہ اصالتہً موجود ہوں (الف) اور (ب) دونوں صورتوں میں جواب میں ایک آخری تقریر کرنے کے مجاز ہوتے ہیں ورنہ جب ملزم کی جانب سے کوئی گواہ پیش نہ ہو تو ملزم کو آخری بحث کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ عہدہ داران قانون نے سنہ ۱۹۳۰ء میں اعلان کیا کہ وہ اپنے جواب دینے کے حق کو استعمال نہیں کریں گے۔

[4] - جہاں متعدد ملزمین کی تحقیقات ایک ساتھ عمل میں آرہی ہو اور وہ سب گواہوں کو طلب کرنے (یا نہ کرنے) کے متعلق ایک ہی رائے قائم کریں تو ان کے اپنے اپنے کونسل مقدمے میں بحث عموماً (اپنے پیشے میں سینیارٹی کی حیثیت سے نہیں بلکہ) اس سلسلے سے کریں گے جو فرد قرار داد جرم میں ان کے موکلین کے ناموں کے اندراج میں قائم ہو۔ (Reg. v. Barber (1844), 1, C. and K. 434.) اور نیز جن صورتوں میں کہ بعض ملزمین گواہوں کو طلب کریں اور بعض طلب نہ کریں۔ آخر الذکر ملزم کے کونسل کو آخری (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد ملزم کے گواہان (مع ملزم اگر وہ حلفاً شہادت دینا چاہے) کے بیانات ابتدائی ہوتے ہیں، جرح کی جاتی ہے اور سوالات مکرر پوچھے جاتے ہیں[۱] کونسل ملزم (یا ملزم خود) دوسری مرتبہ بحث کرتا ہے جس میں وہ شہادت صفائی کا ملخص بیان کرتا ہے۔ بالآخر کونسل استغاثہ اپنی جوابی تقریر کرتا ہے۔

جب فریقین اپنے اپنے مقدمے کے حالات اس طرح مکمل طور پہ بیان کر چکیں تو یہ فرض جج کا ہوتا ہے کہ جوری کے لئے مقدمے کا خلاصہ بیان کرے۔ یہ طریقہ عمل عدل کی ایسی ضمانت ہے جس کی زمانہ قدیم میں یونان اور روما کی عدالتوں میں بھی نظیر نہیں ملتی[۲]۔ جج اہل جوری کو نہ صرف کسی ایسی قانونی بحث میں ہدایت کرتا ہے جو اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تقریر کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ اپنی بحث نہیں کر چکتا تاوقتیکہ کونسل سرکار دیگر ملزمین کی جانب سے پیش شدہ گواہوں کی شہادت کا جواب نہ دیدے (Reg. v. Burns (1887) 16 Cox 19 5. Cf. C.C.C. Sess. Pap. XCVIII363 CVII 147. CXL602 CXIX, 22)

۵۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ان حالات مقدمہ کی نسبت جو وہ اپنی تقریر میں بیان کرے "اور خود اس کے متعلق جوری جس حد تک مناسب سمجھے اعتبار کر سکتی ہے"۔ گو وہ حالات بذریعہ حلف ظاہر نہ ہوئے ہوں (Channell, J.)

۱۔ ان شاذ صورتوں میں جہاں گواہان صفائی کو ایسا اہم واقعہ موثر مقدمہ بیان کریں جسکی پیروکار استغاثہ پیش قیاسی نہ کر سکتا ہو (مثلاً عذر عدم موجودگی یا فتور عقل) تو ان کی تردید کے لئے اس آخری نوبت پہ بھی تردیدی شہادت طلب ہو سکتی ہے۔ (Reg. v. Frost (1839), 4 St. Tr.(N.S.) 384. Reg. v. Stimpson (1863). 2 C. and P.415.

۲۔ برایں ہم یہ طریقہ انگلستان میں ۱۳۴۳ء سے رائج ہے (Holdsworth III 614,) لیکن فرانس میں مجوں سے ۱۸۸۱ء میں خلاصہ پیش کرنے کے اختیارات واپس دے لئے گئے کیونکہ ان کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہ ان اختیارات کو بہت زیادہ جانبدارانہ طور پہ استغاثے کے فائدے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ امریکن ماہرین (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مقدمے میں پیدا ہو بلکہ وہ شہادت کے اثر اور وقعت کے متعلق بھی ان کو مشورہ[1] دیتا ہے گو آخر الذکر صورت میں اس کی نوعیت تاکیدی نہیں ہوتی عدالت کریمنل اپیل کے قیام تک مقدمے کا خلاصہ بیان کرنے کے لئے کوئی ایک معیار جج کے لئے قابل پابندی موجود نہیں تھا لیکن اب یہ امر ضروری قرار دیا گیا ہے کہ ہر مقدمے کا خلاصہ نہ صرف درست ہو، بلکہ مناسب بھی ہو۔ جج اہل جوری سے یہ خواہش کر سکتا ہے کہ وہ خاص خاص واقعاتی سوالات کا جواب دیں لیکن اہل جوری مجاز ہیں کہ جہاں وہ مقدمے میں اپنی عام رائے ظاہر کرنے کو ترجیح دیں ایسے سوالات کا جواب دینے سے انکار کر سکتے ہیں۔

اب جوری کے لئے اپنی رائے قائم کرنا باقی رہ جاتا ہے[2]، اس غرض کے لئے 572

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قانون ان پابندیوں کی شکایت کرتے ہیں جو ان کی چند ریاستیں واقعاتی امور میں ججوں کی رائے ظاہر کرنے اور کارروائی تحقیقات کو قابو میں رکھنے اور "جوری کو اپنے حدود کے اندر قائم رکھنے" کی نسبت ججوں کے اختیارات کو محدود یا مسدود کرنے کی غرض سے عائد کر رکھی ہیں۔ دیکھئے (Prof Roscoe Pound's Spirit of the Common Law P, 123.) ان کی رائے میں بہت سے غیر مستحق تنجاویز برات کا سبب یہی رہنمائی کا فقدان ہے۔

[1] (Cf 18 Cr App R 132; and (1906) A.C. 130.)

[2] ۔ جوری کی رائے کا اظہار بارہ اہل جوری کی متفقہ رائے سے ہونا لازم ہے۔ اور چونکہ چھوٹی جوری میں صرف بارہ اہل جوری ہوتے ہیں اس لئے ان کی رائے کا اظہار بالاتفاق ہونا ضروری ہے۔ لیکن جہاں جوری اس سے بڑی ہو مثلاً وہ جوری جو فتور عقل کی دریافت کے لئے طلب کی جائے، اور اسی طرح طبقۂ امرا کے افراد کی صورت میں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۹۳)۔ اظہار رائے بغلبۂ آرا ہو سکتی ہے بشرطیکہ یہ غلبہ بارہ ارکان کی متفقہ رائے پر مشتمل ہو۔ اسکاٹلینڈ میں (وہاں جوری پندرہ افراد پر مشتمل ہوتی ہے) محض غالب رائے کا ہونا کافی ہے۔ ہندوستان میں جوری جو عدالت العالیہ میں طلب ہو تو اہل جوری پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور ان میں سے چھ کی متفقہ رائے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر اہل جوری ضرورت سمجھیں تو وہ علیحدہ مقام پر بیٹھ سکتے ہیں[۱]۔ جوری کو اختیار ہے کہ اپنی حسب صوابدید یا تو "خاص رائے" کا اظہار کریں، یعنے صرف واقعاتی مسئلے میں رائے ظاہر کریں[۲] یا "عام رائے" کا اظہار کریں یعنے واقعات اور قانون[۳] دونوں مسائل میں اپنی رائے ظاہر کریں یعنے "مجرم" یا "بے جرم"[۴]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کافی ہے بشرطیکہ جج اس سے اتفاق کرے۔ لیکن عدالت ہائے سشن میں جوری کی رائے کے اظہار کے لئے معمولی غلبہ بھی کافی ہے بشرطیکہ جج اس سے اتفاق کرے۔ فرانس میں بھی رائے کا معمولی غلبہ کافی ہوتا ہے۔ (بیاری کے لئے دیکھئے کتاب کا صفحہ ۶۰ حاشیہ نوٹ ۳)۔

[۱] اب انھیں آرام کے وقفے میں "غذا" مشروبات اور آگ" کے استعمال سے ممانعت نہیں کی جاتی۔ جونز ایکٹ بابت ۱۸۷۰ء کے تحت اہل جوری کو اجازت ہے کہ اپنے صرفے سے "مناسب رفرشمنٹ" استعمال کریں۔

[۲] یہ بہت شاذ صورتوں میں ہوتا ہے لیکن ایک حالیہ مثال مقدمے (Reg. v. Dudley (1884) سے ملتی ہے (14 Q.B D. 273. (K.S. 62) دیکھئے کتاب کا صفحہ ۸۷۔

[۳] بعض مرتبہ یہ بحث پیش کی جاچکی ہے کہ اس طرح سے "اہل جوری قانونی اور واقعاتی دونوں امور کے مجوز بنا دیے جاتے ہیں"، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اہل جوری کا فرض ہے کہ قانون کو اسی صورت میں متعلق کریں جس صورت میں کہ جج نے ان کے سامنے بیان کیا ہو (دیکھئے (21 St. Tr 1039 & in U.S.A. 2 Sumner 243 15 Sup Ct 273). یہ درست ہے کہ اگر وہ اس فرض سے پہلو تہی کریں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کا کوئی چارۂ کار فی الوقت موجود نہیں ہے۔ (اس کا (Noy 48. yely 246 St. Tr. 867 سے مقابلہ کیجئے) مثلاً اس صورت میں جہاں وہ جرم قتل انسان کو قتل عمد قرار دیں گو بردے قانون یہ جائز ہو سکتا ہو۔ لیکن ان کی اس قانونی برائت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل جوری پر بموجب قانون اظہار رائے کا جو فرض عائد ہے وہ ——— مثل ان کے اس فریضے کے جو شہادت کے بموجب رائے کا اظہار کرنے کی نسبت ان پر قابل پابندی ہے ——— ان کا بحیثیت اہل جوری کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونے کی رائے دیں۔ اسی طرح جوری اپنی رائے کے اظہار میں سالم فرد قرار داد جرم کا تصفیہ کر سکتی ہے یا ملزم پر صرف چند مدات کا جرم ثابت قرار دے کر باقی مدات کے الزام میں 'بے جرم' ہونے کی رائے دے سکتی ہے یا کسی قابل تقسیم مد کے صرف ایک حصے کا الزام ثابت قرار دے کر باقی جزو کے لئے ملزم 'بے جرم' تجویز کر سکتی ہے۔ ہم اس سے قبل دیکھ چکے ہیں (صفحہ ۵۵۴) کہ چند استثنائی صورتوں میں حالیہ قوانین موضوعہ نے جوریوں کو اس امر کا اختیار دیا ہے جو جرم شہادت سے ثابت قرار پائے اس سے مختلف جرم میں تجویز اثبات جرم صادر کریں۔ جوری کی رائے کا اوّل مرتبہ اظہار قطعی نہیں ہوتا۔ کیونکہ عدالت جوری کو مکرر غور کی ہدایت کر سکتی ہے۔ اگر اہل جوری متفق الرائے ہونے سے مایوس ہو جائیں تو جج انھیں برخاست کر سکتا ہے۔ اہالیان جوری کے مسلسل اختلاف رائے کے باعث بعض مقدمات میں چار چار مرتبہ تحقیقات کی جا چکی ہے (مثلاً Tease, at Belfast in 1909)۔

573 ہم کہہ چکے ہیں کہ جن ملزموں کے خلاف فرد جرم مرتب ہوتی ہے ان کی تعداد کا تقریباً ۳/۴ جرم سے اقبال کر لیتا ہے۔ ہم اس پر یہ اضافہ کر سکتے ہیں کہ تقریباً ۱/۲ تعداد بعد تحقیقات جرم ثابت قرار پاتا ہے اور ۱/۴ سے کچھ زیادہ تعداد تحقیقات کے بعد بری ہو جاتی ہے۔

جہاں کسی جرم کبیر یا بغاوت کا الزام ثابت قرار پائے، ملزم سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہیں بلکہ ایک اخلاقی فرض ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جسکا مفہوم یہ ہے کہ جرم کے اثبات کے لئے قانونی ثبوت مکمل نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہوتا کہ وہ ملزم کو معصوم باور کرتے ہیں۔ اسکاٹلینڈ میں ایک تیسری متبادل اظہار رائے ("غیر مثبتہ" سے جو اہل رو ملکے طریقہ اظہار رائے "Non Liquet") کے مماثل ہے) کے قاعدے سے اس ابہام کو دور کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے "بے جرم" کی رائے کے اظہار سے مقصد بالصراحت غیر مرتکب جرم' ہوتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس امر کا استفسار کیا جاتا ہے کہ آیا وہ کوئی وجہ بتا سکتا ہے کہ عدالت کیوں اس کے خلاف جرم کی تجویز صادر نہ کرے۔ اس استفسار کے جواب میں صرف قانونی عذرات پیش ہو سکتے ہیں یعنے ایسے وجوہ پیش ہو سکتے ہیں جو التوائے فیصلے کے لئے ضروری ہوں (جواب عملاً مفقود ہے) یہ استفسار بآسانی نظر انداز کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ نہ صرف فضول ہے بلکہ اس کے مترادف ہے کہ جواب میں ملزم کو اپنی معصومیت کے غیر متعلق اور جھوٹے عذرات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا جائے[1]۔

"استفادۂ حق پیشوائے مذہبی" (Benefit of Clergy) کی استدعا عموماً تجویز اثبات جرم کے بعد لیکن صدور فیصلہ سے قبل پیش ہو سکتی تھی[2]۔ یہ استحقاق اس قدر غیر معمولی ہے کہ طالب علم کو چاہئے کہ اس پر بطور خاص توجہ کرے۔ جب ولیم فاتح نے مذہبی عدالتوں کو دنیاوی عدالتوں سے علیحدہ کیا تو کلیسائی پیشواؤں کی جانب سے یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ مقدس کلیسا سے متعلق جملہ اشخاص کو دیوانی اور فوجداری ہر قسم کے مقدمات میں دنیاوی عدالتوں کے اختیار سماعت سے خارج رکھا جائے۔ جہاں کسی بشپ پر کوئی الزام ہوتا اس کو عدالت بشپ میں بھیجا جاتا تھا۔ عدالت بشپ

---

[1] ۔ ایسے عذرات کے ناقابل اعتبار ہونے کی نمایاں مثال (Alvin) کے مقدمے سے مل سکتی ہے جس کو ۱۷۷۲ء میں بمقام یارک قتل عمد کے الزام میں موت کی سزا دی گئی تھی "موعظت بہ مجرم" کے دوران میں ملزم نے اپنی معصومیت پر اس قدر زور شور سے اصرار کیا کہ اس سے (Rev Mr Mace) جو وعظ دے رہے تھے سخت خوف زدہ ہوئے اور منبر پر ہی گر کر فوت ہو گئے (Alvin) نے اس واقعے کے متعلق دعوی کیا کہ اس طرح قدرت نے اس کی تائید کی ہے۔ برایں ہم جس وقت اس کو قتل کیا جانے لگا تو اس نے اپنے جرم سے انتقال کر لیا (Poulson's Hist of Holderness, 11 407.)

[2] ۔ ملاحظہ ہو (Pollock & Mitland 1. 441. Holdsworth III 293.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں ملزم کی تحقیقات بارہ مذہبی پیشواؤں کی جوری کے سامنے عمل میں آتی تھی جو ملزم کا بے جرم ہونا باور کرنے کی قسم کھاتے تھے۔ یہ ایسا طریقہ تحقیقات تھا جس سے ملزم کو عموماً اپنی برارت کا یقین ہو جاتا تھا۔ لیکن اگر اس پر جرم ثابت بھی قرار پاتا تو بھی عدالت اس کو سزائے موت دینے کی مجاز نہ تھی بلکہ اس کو صرف معزول یا قید کر سکتی تھی۔ تاہم ۱۳۰۰ء کے قریب قریب ایک تبدیلی یہ کی گئی کہ مذہبی جماعت کے ایسے رکن کو جس پر کسی جرم کا الزام ہو اس وقت تک بشپ کے حوالے نہ کیا جاتا کہ اس پر دنیاوی عدالت میں جرم ثابت قرار نہ پا جائے، اور اس بنا پر اس کی تمام جائداد منقولہ ضبط نہ ہو جائے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ پیشوایان مذہبی کو یہ "استفادہ مقدمات دیوانی، یا جرم صغیرہ، یا (کچھ ہی عرصے بعد) بغاوت کے الزامات میں نہیں دیا جائے گا۔ لیکن اس کے برخلاف اس استفادے کو کل ایسے اشخاص تک وسعت دی گئی جو مذہبی پیشوا بننے کی صلاحیت رکھتے تھے گو وہ فی الواقع مذہبی گروہ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ یعنے اس کو کل ایسے مرد اشخاص تک وسعت دی گئی جو پڑھ سکتے تھے، جس سے کچھ ہی عرصے بعد ایسے اشخاص مراد ہو گئے جو چند الفاظ زبانی حفظ کر سکتے تھے۔ لیکن ۱۴۸۷ء میں یہ قانون نافذ کیا گیا کہ ایسے محض غیر خواندہ اشخاص کو یہ استفادہ عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ دیا جائے اور اس امر کے ثبوت کے لئے کہ انھیں استفادہ مل چکا ہے ان کے انگوٹھے پر داغ دیدیا جائے[1]۔ ہنری ہشتم کے عہد میں "کینے سے جان بوجھ کر قتل عمد کا جرم پیشوایان مذہبی کے استفادے سے خارج کیا گیا۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۵۲) 574

[1] ۱۶۲۳ء کی ایک تصنیف (Whimsies p 69.) میں مذکور ہے کہ "اگر کوئی قیدی کسی ہمدرد لقمہ دینے والے کی مدد سے پادری کی شفاعت کا یقین دلانے والی مقدس ابیات (Psalm li. 1.) ٹھیر ٹھیر کر دہرائے اور اس طرح اپنے مذہبی پیشوا کی شفاعت میں داخل ہو جائے تو منتظمین جیل اس قیدی کے لئے سرد ہتھکڑیاں استعمال کرتے بشرطیکہ اس کے پاس کچھ دولت ہو، ورنہ اس قدر گرم ہتھکڑیاں کام میں لاتے کہ اس سے قیدی کی کلائی سنانے لگے"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایلزبتھ کے عہد میں بشپ حضرات کو حوالگی کا قاعدہ، اور پیشوایانِ مذہبی کے گروہ کے رکن اور غیر شخص کے مابین جملہ امتیازات منسوخ کر دیے گئے۔ اور اس کے بعد سے یہ طریقہ ہو گیا کہ جو شخص یہ استفادہ حاصل کرتا ایک سال کے لیے سزائے قید کا مستوجب قرار پاتا تھا۔ ولیم سوم کے عہد میں اس استحقاق کو عورتوں تک بلالحاظ ان کے خواندہ ہونے یا نہ ہونے کے وسعت دی گئی۔ اور ملکۂ این کے عہد حکومت میں خواندگی کی شرط مردوں کے لیے بھی غیر ضروری قرار دی گئی۔ اس کے برخلاف مسلسل قوانین موضوعہ کے نفاذ سے اس استفادے کے حق کو زیادہ قبیح جرائم سے خارج کیا جاتا رہا یہاں تک کہ بلیک اسٹون کے زمانے میں ایک سو ساٹھ جرائم کبیرہ (جو دراصل مستوجب سزائے موت تھے) ایسے تھے جن میں استفادۂ حق پیشوایان مذہبی کا مطالبہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ بالآخر ۱۸۲۷ء میں ایک قانون کی رو سے (7 and 8 Geo 4. C. 28) یہ حق مسدود کر دیا گیا۔ ممالک متحدہ کے بعض علاقہ جات میں یہ اس سے زیادہ عرصہ تک باقی رہا، اور جنوبی کیارولینا کے حصے میں ۱۸۵۵ء میں بھی اس کا مطالبہ کامیابی کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (The State v. Bosse 42. S.C. 276 Cf 35, 372.)

(۸) تجویز (Judgement)

بعض اوقات حکم سزا کو ملتوی رکھا جاتا ہے تاکہ قیدی کو اس امر کا موقع دیا جائے کہ وہ بذریعۂ واپسی مال یا افشائے حالات اپنی سزا میں تخفیف کرا سکے، یا اس غرض سے کہ ملزم کو کوئی ایسی سزا دی جائے جس میں اس کی علانیہ تذلیل نہ ہو مثلاً اس صورت میں جہاں ملزم کو اس سے صرف مچلکہ لے کر رہا کرنا مقصود ہو۔

575 فوجداری فیصلہ، خواہ اثبات جرم سے متعلق ہو خواہ برأت سے، سرکار اور قیدی کے مابین ایک قطعی امر مانع تقریر مخالف کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی فریق شخص ثالث کے درمیان کسی دیوانی کارروائی مابعد میں وہ فیصلہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مانع تقریر مخالف اثر نہیں رکھتا۔ بریں ہم یہ فیصلہ ایسے دعوے کی تردید کے لئے قابل ادخال ہوگا جو مجانب یا بذریعہ کسی شخص سزا یافتہ جائداد کی حقیقت کے متعلق پیش ہو (Re Crippen (1911) P. 108.)

ابتداہی میں جہاں ہم نے مختلف اقسام کے جرائم کا ذکر کیا ہے، ہم نے ہر جرم کے ساتھ ساتھ اس الزام کا بھی ذکر کر دیا ہے جو از روئے قانون اس جرم کے لئے مقرر ہے۔ اس لئے یہاں صرف ایسے احکام کا ذکر کرنا باقی رہ جاتا ہے جو حکم سزا پر عام طور پر موثر ہوتے ہیں۔ مثلاً بل آف رائٹس (Bill of Rights) میں محکوم ہے کہ "جرمانہ بہت کثیر مقدار میں نہ کیا جائے، اور نہ ظالمانہ یا غیر معمولی سزائیں دیجائیں"۔ لہٰذا جج صاحبان کو نو ایجاد سزاؤں کی تجویز کا اختیار نہیں ہے[1]۔

از روئے قانون حسب ذیل اقسام کی سزائیں فی الحال جائز ہیں:۔ سزائے موت، عوارض تعزیری، سزائے قید (مع یا بلا مشقت)، سزائے تازیانہ سزائے جرمانہ، اور خصوصاً صغیر سن اشخاص کی صورت میں، نظر بندی (منظورہ درس گاہوں وغیرہ میں[2])۔

سزائے موت[3] اب عملاً قتل عمد کے مقدمات تک ہی محدود ہے۔ موت 676

---

[1] لہٰذا جہاں ملزم کو قید کی سزا دی گئی ہو اور یہ حکم ہوا ہو کہ وہ مستعفیث سے معافی چاہے اور اپنے مقدمے کے حالات کی اشاعت کسی اخبار کے ذریعے سے کرے تو ایسی سزا کو بجز سزائے قید کے ناقص قرار دیا گیا۔ (1 Wilson, 332.)

[2] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۷۹

[3] پھانسی کی سزا اب دم گھوٹ کر نہیں دیجاتی۔ بلکہ ڈبلن کے ایک پروفیسر ہاٹن کی ایجاد کے بموجب یہ ملزم کو اونچے تختے سے اس طرح یک لخت گرا کر دیجاتی ہے کہ جس سے ملزم کے جسم کے ٹکڑے اپنی جگہ سے علیحدہ ہو جائیں اور بغیر کسی تکلیف کے فی الفور موت کا باعث ہوں۔ اٹھارہ سال سے کم عمر کے اشخاص کو اب سزائے موت نہیں دیجا سکتی بلکہ ان کو تا منشائے ملک معظم نظر بند رکھا جاتا ہے۔ (23 Geo. 5,

سنہ ۱۹۲۵ء میں اٹھارہ سال سے کم عمر کے دو عورتوں کو بہت شاذ صورتوں میں سزائے موت بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی سزاؤں کی اوسط سالانہ تعداد ۳۰ ہے۔ اور ان میں سے بھی فی الواقع تعمیل تقریباً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دیجاتی ہے لیکن ۱۹۲۳ء میں ایک اور ۱۹۲۹ء میں ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا۔ جہاں کسی عورت پر ایسا جرم ثابت قرار پائے جو مستوجب سزائے موت ہو اور تحقیقات کنندہ جیوری پر ظاہر ہو کہ وہ عورت حاملہ ہے تو اس کو بجائے موت کے تاحیات عوارض تعزیری کی سزا دیجائے گی (دیکھئے قانون حکم سزائے موت (امیدوار مائیں) بابت ۱۹۳۱ء (۲۱ اور ۲۲ جارج پنجم باب ۴۴) اس قانون کے نفاذ تک کسی عورت کا حاملہ ہونا اس کی سزا کو متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ صرف حکم سزا کو ملتوی کیا جاتا تھا یہ تنقیح کرنے کہ آیا ملزمہ حاملہ ہے یا نہیں ایسی جیوری کی مدد سے تجویز کی جاتی ہے جو بارہ میمبران پر مشتمل ہو۔

سر ہیبری پولینڈ (اپنی تصنیف Seventy-tow yeors at the Bar, P. 321) میں فرماتے ہیں کہ "میرا تجربہ ہے کہ پھانسی پانے کے مقابلے میں عوارض تعزیری کا خوف ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے لئے کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا"۔ مسٹر جسٹس میک کارڈی نے آخر الذکر خوف کے متعلق یہ رائے ظاہر فرمائی کہ یہ "جرم سے باز رکھنے والے امور میں سب سے زیادہ زبردست خوف ہے جو اب تک دریافت ہو سکا یا جس کے آئندہ بھی دریافت ہونے کی توقع کی جا سکتی ہو"۔ اگر سزائے موت کا اندیشہ نہ ہوتا تو نقب زن کے لئے یہ بہت آسان تھا کہ اپنے معمول کو ہلاک کر دے تاکہ وہ شہادت میں اس کے خلاف پیش نہ ہو سکے۔ یا ایک قیدی جو پہلے سے سزائے عوارض تعزیری تاحیات بھگت رہا ہو اپنے نگران کو مار ڈالنے پر کوئی اور خدشہ محسوس نہ کرے۔ بتاریخ یکم دسمبر ۱۹۲۵ء اسی قسم کی ایک بریت کے مدنظر برما کے ایک محبس میں ایک قیدی نے غدر برپا کر دیا تھا جس میں سات اشخاص جان سے مارے گئے۔ انگلستان میں ایک ملزم نے جس پر جرم ثابت قرار دیا جا چکا تھا کہا کہ "رسی کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا آدمی کے جذبات پر بہت بڑا اقتدار رکھتا ہے"۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ ۴) لیکن تین اور جرائم ایسے ہیں جن کے لئے موت کی سزا دیجا سکتی ہے۔ مثلاً بغاوت، بحری ڈاکہ زنی کی بعض قسمیں اور آتش زنی۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۱۹، ۳۷۷، ۱۸۸)۔ ۱۸۲۰ء کے بعد سے گو انیس اشخاص پر بغاوت کا جرم ثابت قرار پا چکا ہے لیکن ہر مرتبہ، ۱۹۱۶ء میں کیس منٹ کے مقدمے تک، یہ دوسری سزا سے بدل دی گئی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صرف نصف تعداد کی ہوتی ہے[1]

عوارض تعزیری (Penal Servitudes.)

کا آغاز ۱۸۵۳ء میں سزائے عبور بہ دریائے شور[3] کے عوض ہوا۔ یہ سزا تین سال سے کمتر مدت[4] کے لئے نہیں دی جاتی۔ برخلاف اس کے وہ انتہائی میعاد جس کے لئے کسی شخص کو قید یا مشقت کی ——— یا کسی قانون موضوعہ کے تحت کسی جرم کے لئے کسی دوسری قسم کی قید کی[5] سزا دی جاسکتی ہے صرف دو سال ہے۔ ۱۹۳۱ء میں ۵۴۲ مقدمات میں عوارض تعزیری کی سزا دی گئی تھی یعنے ہر تیرہ ایسے مقدمات میں جن میں

---

[1] یہ سزائے موت کی تعمیل بالعموم حکم صادر ہونے کے تیسرے اتوار کے بعد تک ملتوی رہتی ہے۔ اس کی تعمیل صبح کے آٹھ بجے کی جاتی ہے اور اتوار یا پیر کے دنوں میں یہ سزا نافذ نہیں کی جاسکتی۔

[2] (16 and 17 Vict 99) ۔ کسی شخص کو جس کی عمر سترہ سال سے کم ہو یہ سزا نہیں دی جاسکتی۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۷)۔

[3] ۔ سزائے عبور بہ دریائے شور ابتداءً اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ مجرم کو اس شرط سے معافی دی جائے کہ وہ سات سال کی مدت کسی نو آبادی میں بسر کرے گا جسکے منجملہ پانچ سال تک خدمت انجام دیگا۔ میعاد خدمت کے ختم پر ملزم کو اراضی کا ایک ٹکڑا عطا کر دیا جاتا تھا۔ اس طریقۂ عطائے معافی کو ۱۶۶۵ء میں کیننگ نے ہنوز نوایجاد ہونا ظاہر کیا تھا۔ (Fo. 45.)

[4] (54 and 55 Vict. C. 69) اس قانون کے نفاذ تک سزا کی اقل ترین مدت پانچ سال تھی۔

[5] ۔ اگر سزا کا حکم کامن لا کے تحت دیا جائے تو سزائے قید کی انتہائی حد کا تعین نہیں ہے۔ قید سخت ——— جواب معمولی سزا کے طور پر ہمیشہ جائز رکھی گئی ہے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۷۸ نوٹ (۱)) ——— قانون موضوعہ کی ایجاد ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تجویز اثبات جرم بعد ترتیب فرد قرار داد جرم عمل میں آئی تھی' ایک مقدمے میں یہ سزا دی گئی۔ جہاں کسی ملزم پر ایک مرتبہ کسی جرم کبیر کا الزام ثابت ہو' اور اس پر مکرر جرم کبیر کا الزام ثابت قرار پائے تو اس کو بالعموم تاحیات عوارض تعزیری کی سزا دی جا سکتی ہے[1]۔ لیکن جو شخص کسی جرم صغیر کا مرتکب قرار پائے' اس کی سزا کی انتہائی حد' سابقہ تجویز اثبات جرم سے اس طرح متاثر نہیں ہو سکتی۔ (بجز اس کے کہ خاص قوانین موضوعہ میں اس کے خلاف کوئی امر محکوم ہو)۔ بحالت موجودہ سزائے عوارض تعزیری' اور سزائے قید کے مابین صرف دو امور میں فرق پایا جاتا ہے۔ (۱) میعاد (۲) معافی جو بر بنائے نیک چلنی حاصل کیجائے جو قید کی صورت میں سدس حکم سزا تک' اور عوارض تعزیری کی صورت میں ربع حکم سزا تک (عورتوں کی صورت میں ثلث حکم سزا تک) ہو سکتی ہے۔ سزائے قید میں معافی قطعی ہوتی ہے لیکن عوارض تعزیری میں اس شرط سے مشروط ہوتی ہے

[1] لیکن اگر دوسری مرتبہ کا جرم کبیر سادہ لارسنی ہو تو سزائے عوارض تعزیری کی مدت صرف دس سال ہوگی۔ تاحیات سزاؤں کا مفہوم بیس سالہ میعاد سزا سے لیا جاتا ہے۔ سزائے عوارض تعزیری کے ختم پر "انسداد نظر بندی" کے لئے دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۹۷)

قانون عوارض تعزیری بابت ۱۹۲۶ء (Penal Servitude) Act. 1926

(16 and 17 Geo. 5, C. 58.) کی رو سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ جب کسی شخص پر دو یا زیادہ ایسے جرائم قابل ترتیب فرد جرم ثابت قرار پائیں جن کے لئے سزائے عوارض تعزیری صادر نہیں ہو سکتی' اور جن کی سزاؤں کی مجموعی میعاد تین سال یا اس سے زیادہ مدت کی سزائے قید ہو سکتی ہو عدالت صادر کنندۂ حکم سزا مجاز ہے کہ سزائے قید کے بجائے ملزم کو ایسی میعاد کے لئے سزائے عوارض تعزیری کا حکم دے جسکی میعاد سات سال سے زائد نہ ہو اور جو ممکنہ سزاؤں کی مجموعی مقدار سے متجاوز نہ ہو سکے گی۔ اور اس سے انحراف صرف اس وقت کیا جا سکے گا جب عدالت کی رائے میں معمولی قانون کے تحت قابل اطلاق انتہائی سزا کا حکم جرائم کے اس تعدد کے پیش نظر نامناسب معلوم ہو (دیکھئے (Rex. v Ascoli (1927), 20 Cr. App. R. 156.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ مابقی میعاد سزا کے دوران میں ملزم نیک چلن رہے گا۔ ابتدا میں ان ملزمین کے برتاؤ میں جنھیں عوارض تعزیری کی سزا دی جاکر سرکاری محابس میں رکھا جاتا تھا اور ایسے ملزمین کے برتاؤ میں جنھیں مقامی محبس میں قید کی سزا دی جاتی تھی بہت بڑا فرق تھا۔ ۱۸۷۷ء میں مقامی محابس سرکاری نگرانی میں لے لئے گئے۔ اور اب جملہ محابس کمشنر محبس کے ماتحت ہیں جو وزیر داخلہ کو جواب دہ ہوتا ہے۔ ۱۹۳۲ء میں ایک محکمہ جاتی کمیٹی عادی مجرمین کی نسبت چھان بین کے لئے مقرر کی گئی تھی۔

(Department Committeeon Persistant offenders 1932.)

اس کمیٹی نے یہ سفارش کی کہ عوارض تعزیری اور سزائے قید کے امتیاز کو منسوخ کر دیا جائے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۹۹) اور نیز یہ کہ بذریعۂ اجازت نامہ رہائی کا طریقہ بھی مسدود کیا جائے۔ کمیٹی کی رائے میں یہ امر مشتبہ تھا کہ آیا کسی حکم سزا کی مابقی میعاد کو بھگتنے کا خوف کسی سابق کے سزا یافتہ مجرم کی روک تھام کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس شرط کو جو اجازت نامہ پر رہائی یافتہ شخص پر پولیس میں اپنی حاضری کی اطلاع دینے کی نسبت عائد ہے کمیٹی نے اس زمانے کے آسان ذرائع رسل و رسائل کے مدنظر کسی اہمیت کے قابل نہیں سمجھا۔ بلکہ بہت زیادہ اہمیت اس کو دی کہ حکم سزا کے علاوہ ملزم پر ایک مزید میعاد کے لئے پولیس کی نگرانی قائم کی جائے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۸۲) کمیٹی نے یہ سفارش کی کہ قیدیوں کے لئے ایسا انتظام کیا جائے کہ وہ مختصر اور طویل سزاؤں میں علی الترتیب سدس اور ربع حصہ حکم سزا کو بطور معافی حاصل کر سکیں۔ عوارض تعزیری اور سزائے قید کے امتیاز کو ختم کرنے سے ایک اور فائدہ یہ ہوتا کہ جج صاحبان دو تا تین سال کی میعاد کے لئے سزائے قید کی تجویز کے مجاز ہو جاتے۔ 578

کامن لا میں قید کے معنی صرف شخصی آزادی سے محروم ہو جانا تھے۔ لیکن اس کی اب کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) سزائے قید میں برائے نام[1] (نہ صرف کام کرنے بلکہ) سخت محنت

---

[1] کیونکہ اب کام کی نوعیت دراصل "سخت" نہیں ہوتی۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آیندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انجام دینے کی پابندی کا اضافہ کیا جاسکتا ہے اس قسم کی سزائے قید کا جواز اولاً ۱۸۷۶ء میں ہوا۔

(ب) معمولی سزا بغیر سخت محنت کے اب اصطلاحاً "درجۂ سوم کے ملزمین کی سزا" کہلاتی ہے۔

(ج) اس سے سہل تر سزا "درجۂ دوم کے ملزمین" کی ہوتی ہے۔ جن پر ضبط کی پابندیاں کم ہیں مثلاً محبس کے لباس، خطوط اور ملاقاتوں میں ان قیدیوں پر کم پابندیاں ہیں۔ (گو غذا اور کام میں کوئی فرق نہیں ہوتا) یہ ملزمین درجۂ سوم کے قیدیوں سے علٰحدہ رکھے جاتے ہیں۔ جن اشخاص کو بوجہ عدم ادخال ضمانت قید کی سزا دی جائے انھیں اس درجے میں رکھنا لازم ہے۔

(د) اس سے بھی آسان تر سزا "درجۂ اول کے ملزمین" کی ہے۔ یہ قیدی محبس کا لباس نہیں پہنتے اور حقیقت یہ ہے کہ ان قیدیوں کو نظر بندی کے سوا اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ جن اشخاص کو خیالات بدخواہی پھیلانے[۲] کے الزام میں، یا تحقیر عدالت[۳] میں، یا جرائم تحت قوانین ٹیکہ اندازی[۴] (vaccination Acts.) میں قید کی سزا دی جائے ان کو اس درجے میں رکھنا چاہیئے۔ فوجداری سزائے قید کے اقسام صرف یہی ہیں۔ اگر جج اپنی تجویز میں کسی خاص درجہ کا تعین نہ کرے تو ملزم کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لہٰذا قانون (The Criminal Justice Administration Act.) بابت ۱۹۱۴ء کے دفعہ ۱۶ ضمن (۱) کے تحت یہ سزا ہر قسم کے جرائم کے لئے حتیٰ کہ وہ بھی جو بروئے کامن لا جرم ہوں جائز رکھی گئی ہے۔ گو محض عدم ادائی جرمانہ کی صورت میں یہ سزا ممنوع قرار دیگئی ہے جنس ذکور کے لئے قید سخت کی سزا کا مفہوم چودہ دن بغیر گدی کے گزارنا ہوتا ہے۔

۱؎ تاکہ ان قیدیوں کو جنکی عادتیں مجرمانہ نہ ہوں، دیگر عادی مجرمین کے ساتھ ہر قسم کے میل جول سے علٰحدہ رکھا جائے۔ عدم ادائی جرمانہ، یا میخواری یا معمولی حملے کی صورتوں کیلئے یہ سزا بہت مفید ہے۔

۲؎ (40 & 41 Vict. C. 21, S. 40.) (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۲۴)۔

۳؎ (61 and 62. C. 49, S. 5.)

۴؎ (Ibid. S. 41.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

درجۂ سوم[1] میں رکھا جائے گا۔ ایک اور سزا اس آخری سزا سے بھی سہل تر ہے جو دیوانی قرضہ جات کے مقدمات میں استعمال ہوتی ہے۔

579 یہ بات حافظے میں تازہ ہوگی کہ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۱۰) جرم کبیر کے الزام میں تجویز سزا سے ہر قسم کا وظیفۂ حسن خدمت قابل ضبطی ہوتا ہے، بجز اس کے کہ حکم سزا قید کی ایسی میعاد کے لئے جو بارہ ماہ سے زائد نہ ہو اور بلا مشقت ہو۔ وظیفۂ پیرانہ سالی[2] بسبب کسی حکم سزائے قید رہائی کے بعد دو سال کے لئے ضبط کر لیا جاتا ہے بشرطیکہ قید کی میعاد چھ ہفتوں سے زائد نہ ہو، اس سے زیادہ میعاد کی سزائے قید کی صورت میں یہ وظیفہ دس سال کے لئے ضبط ہوتا ہے۔

امتحان نیک چلنی کے رواج سے جو از روئے قانون امتحان نیک چلنی ملزمین بابت ۱۹۰۷ء (The Probation of offenders Act.) قائم ہوا ہے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۶۰۲) عدالتوں کو ایسے ملزمین کی کھلی حالت میں نگرانی کے لئے ایک تیار قاعدہ دست ہوا جن کے بارے میں اس طرح کارروائی کرنا مفید معلوم ہو خواہ وہ ملزمین بالغ ہوں یا صغیر سن اشخاص یا اطفال۔ اس امر کی دن بدن زیادہ شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ہر انفرادی شخص اور اس کے مخصوص حالات کا اس غرض سے مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اس کو مخالف معاشرہ اطوار اختیار کرنے سے روکا جا سکے۔ یہ امر بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ خراب ماحول جرائم کی رہنمائی کرتا ہے۔ اسلئے جن اشخاص کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی موجود نہ ہو ان کی اسی طرح خبر گیری کرنے کی ضرورت ہے جس طرح کہ اس شخص کی جو بحالت ارتکاب جرم پایا جائے۔ بعض حالات میں ایسے ملزمین جنکی عمر ۱۶ اور ۲۱ سال کے درمیان ہو کسی بورسٹل ادارہ میں ضبط تعزیری کے تحت نظر بند کئے جا سکتے ہیں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۶۰۰) جن ملزمین کی عمر ۱۷ سال سے کم ہو وہ کسی منظورہ درسگاہ (ہوم آفس اسکول)

---

[1] عدالت ہائے کوارٹر سشن کے حکم سزا کی تاریخ اسکی تاریخ شنوائی ہوتی ہے لیکن عدالت اسائز کے مصدرہ احکام سزا کی تاریخ، اسکے لئے اجرائی کمیشن کی تاریخ ہوتی ہے جس میں اجرائی کمیشن کا دن بھی داخل ہے۔ لہٰذا اگر کسی عدالت اسائز نے تین دن کے لئے سزائے قید کا حکم دیا ہو تو اس کا مطلب فوری رہائی بھی ہو سکتا ہے۔

[2] (8 Edw. C. 40.)

[3] (Home office Circular 665, 560. 2. Agn. 9. 1933)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں بھیجے جا سکتے ہیں یا ان کو تادیب گاہ (Remand Home) میں ایک مہینے یا اس سے کم مدت کے لئے زیر حراست رکھا جا سکتا ہے[1]۔ کوئی طفل کسی درسگاہ منظورۂ سرکار (Home office School) میں تین سال کی مدت کے لئے یا اس وقت تک کے لئے کہ اس کی عمر ۱۵ سال ہو جائے اور کوئی صغیر سن شخص ایسی درسگاہ میں تین سال کی میعاد کے لئے یا اس وقت تک کے لئے کہ اس کی عمر ۱۹ سال ہو جائے بھیجا جا سکتا ہے۔ میعاد نظر بندی کے تعین کی ذمہ داری عدالت پر نہیں ہوتی۔ حکم میں صرف اس کا اختیار دیا جاتا ہے کہ ملزم اس وقفے کے لئے نظر بند رکھا جائے۔ یہ کام درسگاہوں کے منتظمین کا ہے کہ وزیر داخلہ کے زیر ہدایت لڑکوں اور لڑکیوں کی رفتار ترقی کی نگرانی کرتے رہیں، اور جب وہ اس کے لئے تیار ہو جائیں انھیں عملی زندگی میں داخلے کے لئے درسگاہ سے خارج کر دیں۔ دس سال سے کم عمر کا بچہ درس گاہ منظورۂ سرکار میں نہیں بھیجا جا سکتا بجز اس کے کہ اس کی اصلاح کے لئے کوئی اور طریقہ کار گر نہ ہو۔ ان درسگاہوں کے طلبا[2] کی ۹۰ فیصدی تعداد کی حد تک یہاں کا طریقہ تربیت
580 کامیاب ثابت ہوا ہے۔ جب ملزم کی عمر ۱۷ سال سے کم ہو تو جرمانہ، ہرجانہ اور خرچہ اس کے والدین یا ولی سے وصول کیا جا سکتا ہے بجز اس کے کہ عدالت اس امر سے مطمئن ہو کہ ارتکاب جرم کا سبب ان کی غفلت نہیں ہے[3]۔ قانون اطفال و صغیر سن اشخاص بابت ۱۹۳۳ء (The Childerm and young Persons Act 1933.) میں محکوم ہے کہ جب کسی عدالت میں کوئی طفل یا صغیر سن شخص کارروائی کی غرض سے پیش ہو، خواہ اس وجہ سے کہ وہ دیکھ بھال یا حفاظت کا محتاج ہے، خواہ بحیثیت ملزم

---

[1] (23. Geo. 5. C. 12. SS. 54. 57. and 71.)۔

(Report of Departmental Committee on Persistent.

(Offenders, 1932. Cmd 4090. P. 6.)

[2] (23. Geo. 5 C. 12, S. 55.) [3] (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۸)۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خواہ کسی اور وجہ سے، تو وہ عدالت اس طفل یا صغیر سن شخص کی بہبودی کو ملحوظ رکھے گی۔ اور جب کبھی کسی مقدمے میں ضرورت ہو عدالت اس کو ناپسندیدہ ماحول سے نکالنے، اور اس کی تعلیم یا تربیت کے مناسب انتظام کی فراہمی کے لئے تدابیر عمل میں لائے گی۔[1] عدالت ہائے نوجوانان (Juvenile Courts) پر بہ زور دیا جاتا ہے کہ وہ ارباب تعلیمات، عہدہ داران پولیس، نگرانکاران چال چلن اور دیگر سماجی کارکنوں کے تعاون کے ساتھ کام کیا کریں۔ طفل یا صغیر سن شخص کو دیکھ بھال کے لئے کسی موزوں شخص کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔ عہدہ داران مقامی کا فرض ہے کہ جس طفل یا صغیر سن شخص کو دیکھ بھال یا حفاظت کا حاجت مند پائیں عدالت نوجوانان (Juvenile Court) میں پیش کر دیں۔ پولیس یا اور کوئی شخص مجاز[2] بھی یہ کارروائی کر سکتا ہے۔[3] مقامی عہدہ دار خود موزوں شخص کی حیثیت سے عمل کرنے کا مجاز ہے۔ اور جو اطفال اس کی نگرانی میں دیئے جائیں وہ ان کے خورد و نوش کا بندوبست کر سکتا ہے۔

سزائے تازیانہ (فی زمانہ) یہ صرف قانون موضوعہ کے تحت دی جا سکتی ہے) ملزمین اہل ذکور کو جو بالغ ہوں صرف چند سنگین جرائم جیسے سرقہ بالجبر میں اور نیز ناقابل اصلاح بدمعاشوں کو دی جا سکتی ہے۔[4] ۱۶ سال سے کم عمر کے لڑکوں کو سزائے تازیانہ بہت وسیع دائرۂ مقدمات میں دی جا سکتی ہے جس میں متعدد جرائم تحت قانون لارسنی بابت ۱۹۱۶ء جرائم تحت قانون افعال موثر بہ جسم انسانی بابت ۱۸۶۱ء 'The offences against the person Act'

---

[1] (I bid S. 44.)

[2] (N. S. P. C. C.) کو اس طرح کا اختیار عطا ہوا ہے۔

[3] (23 Geo. 5, C. 12, S. 62.)

[4] سزائے تازیانہ کی تعمیل کے طریقے کے لئے دیکھئے (26 & 27 Vict C. 44. S. 1.)

[5] دیکھئے کتاب کا صفحہ (۳۸۳)۔ اور کٹنوں کی صورت میں بھی۔ (2 & 3 Geo 5, C. 20. SS 3. 7 (5).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور تحت قانون نقصان رسانی بہ کینہ بابتہ ۱۸۸۱ء (The Malicious Damage Act) شامل ہیں۔ اور جہاں چودہ سال سے کم عمر کے لڑکوں پر تحقیقات سرسری میں کوئی الزام
581 قابل ترتیب فرد جرم ثابت قرار پائے، ان کو سزائے تازیانہ معہ یا بغیر کسی دوسری سزا کے دی جاسکتی ہے۔ ۱۵ سال سے کم عمر کے لڑکے بعض مرتبہ اپنے باپ کے اس وعدے پر چھوڑ دئے جاتے ہیں کہ وہ خود ان کی سرزنش کریں گے۔

بالاتر فوجداری عدالتوں میں سزائے جرمانہ شاذ صورتوں میں دی جاتی ہے جن مقدمات میں بعد ترتیب فرد قرار داد جرم تجویز اثبات جرم صادر ہوئی تھی ان کی صرف ایک فیصدی تعداد کو جرمانے کی سزا دی گئی اور یہ سزا بھی صرف ان مقدمات میں دی گئی جہاں الزام اخلاقی جرم کے درجے کو نہیں پہنچتا تھا، یا اگر تھا بھی تو بہت خفیف درجے کا۔ لیکن تحقیقات سرسری کی عدالتیں خفیف جرائم کی تجویز کرتے ہوئے نوے فی صدی مقدمات میں جرمانے کی سزا دیتی ہیں۔

حالیہ زمانے میں کل ایسے قوانین موضوعہ کو جن کی رو سے بعض جرائم کیلئے سزاؤں کی اقل ترین مقدار مقرر تھی منسوخ کر دیا گیا، جسکے باعث انگریزی

۱؎ (23 Geo. 5, C 12, Sched. III)

۲؎ سزائے جرمانے کو جرمانہ اختیاری سے (جواب متروک ہے) امتیاز کرنا ضروری ہے جرمانہ اختیاری ایک ایسی رقمی سزا ہے جو اہل جیوری مقرر کرتے ہیں۔ لیکن سزائے جرمانہ عدالت تجویز کرتی ہے۔ ابتداً جبکہ ملک معظم کے مقرر کردہ ججوں کو مالی سزاؤں کے عائد کرنے کا اختیار نہیں تھا، جرمانہ باہم زجر اور ملزم کے تصفیے سے اس لئے قرار پاتا تھا کہ سزائے قید سے گریز کیا جائے۔ (Pollock and Maitland, II 515)

سزائے جرمانہ صادر کرتے وقت جس شخص کو جرمانے کی سزا دیجائے اسکے وسائل معاش ملحوظ رکھنا چاہیئے اور حکم سزا کو ان کے مناسب حال صادر کرنا چاہیئے۔ اسی لئے پرتگالی قانون میں سزائے جرمانہ ملزم کی روزانہ حقیقی آمدنی کے تناسب دیجاتی ہے، لیکن یہ طریقہ کار بھی اسی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا کیونکہ روز کی چھوٹی چھوٹی آمدنیوں کا نقصان روز کی بڑی آمدنی کے نقصان کے مقابلے میں بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے۔

۳؎ اقل ترین سزا کی حد مقرر کرنے کا ایک مضر نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے (بقیہ حاشیہ برصفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فوجداری عدالتوں کو بحالت موجودہ معافی سزا کا پورا پورا اختیار حاصل ہوگیا ہے۔ یہ ایسا اختیار تمیزی ہے جو براعظم کے قوانین میں ججوں کو شاذ و نادر صورتوں میں دیا جاتا ہے۔

اب یہ عام رواج ہے کہ جہاں جج صاحبان کسی ملزم کے جرم کی سزا تجویز کرنے لگیں تو ان سے درخواست کی جائے کہ اسی قسم کے دیگر ایسے الزامات کو بھی وہ "اپنی تجویز میں ملحوظ رکھیں" جن کی بابت ملزم کے خلاف حکم نامہ جات گرفتاری جاری ہو چکے ہوں اور (۱) جن سے ملزم کو اقبال[1] ہو اور ملزم (۲) اس امر کا خواہشمند ہو کہ اسی وقت ان الزامات کا بھی فیصلہ کر دیا جائے۔ جن مقدمات کی تجویز اس طرح عمل میں آئے انھیں فرد قرارداد جرم پر تحریر کر دینا چاہیئے۔ سزا کی مجموعی مقدار بالعموم اسی قسم کے ایک جرم کے لئے مقررہ سزا کی انتہائی مقدار سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ۱۹۲۵ء میں ایک مقدمے میں ۵۲ ایسے دیگر الزامات کو بوقت تجویز ملحوظ رکھا گیا تھا۔ یہ قاعدہ بہت معقول ہے کیونکہ قید سے باہر آنے کے بعد مکرر گرفتاری[2] کے بجائے ملزم کو اس طرح 582

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ جیوری شدت سے تجویز اثبات جرم کے خلاف رائے قائم کرتی جاتی ہے۔ یہ اس واقعے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ جرائم خلاف وضع فطری کی سزا کی اقل ترین حد (سزائے عوارض تعزیری دس سال کی مدت کے لئے) منسوخ کرنے کے بعد ان مقدمات کی فی صد تعداد میں جن میں اس جرم کے لئے تجویز اثبات صادر ہوئی تھی ۳۵ کی غیر معمولی کمی شرح سے ۴۷ کا اضافہ ہوگیا۔

[2] دیکھئے (25 Cr. App. R. 66.)

[3] لیکن اس کے ساتھ یہ بھی اندیشہ لگا ہوا ہے کہ مبادا اس قاعدے کے استعمال کی عادت پڑ جائے اور ملزمین کی کوئی ایسی جماعت پیدا ہو جائے جو مسلسل جرائم کا ارتکاب کریں۔ ۱۹۲۹ء میں (John Donnelly) نامی ایک شخص نے جس کو چیسٹر کے کونٹی سشن میں حکم سزا دیا گیا تھا، علاوہ ان الزامات کے جو فرد قرارداد جرم میں اس پر قائم کئے گئے تھے (۳۱۵) دیگر جرائم سے اقبال کیا۔ (Criminal Statistics of 1928) 358 1.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے آزادانہ ابتدار کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن مختلف النوع جرائم کے الزامات (مثلاً دھوکا دہی بمقابلہ نقب زنی بوقت شب) اس طرح سے بوقت تجویز ملحوظ نہیں رکھے جا سکتے۔

علاوہ ان تعزیری تدابیر کے عدالت ایسے احکام بھی صادر کرنے کی مجاز ہے جن کی نوعیت محض انسدادی کارروائی کی ہو، مثلاً جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے کم سن اطفال کو مجرمانہ ماحول سے علیحدہ رکھنے کی غرض سے عدالت نوجوانان (Juvenile Court) کو اختیار ہے کہ جن اطفال کے لئے عدالت دیکھ بھال یا حفاظت کی ضرورت محسوس کرے یہ حکم دے کہ ان کو کسی منظورہ درس گاہ میں بھیجا جائے یا کسی موزوں شخص[1] کی نگرانی میں سپرد کیا جائے۔ ایک دوسری انسدادی کارروائی یہ ہے کہ میعاد سزا کے انقضاء کے بعد بالغ اشخاص پر منجانب پولیس ایک مدت مقررہ کے لئے نگرانی قائم رکھی جاتی ہے جہاں کسی شخص پر سابق میں کسی مماثل درجے[2] کا جرم ثابت قرار پا چکا ہو اور من بعد وہ کسی جرم کبیر یا عمد خاص خاص سنگین جرائم صغیرہ میں سے کسی جرم کا مرتکب ثابت ہو تو جج اس امر کی ہدایت کر سکتا ہے کہ سزا کے ختم پر ملزم ایسی مدت معینہ کے لئے زیر نگرانی رکھا جائے جس کی انتہائی میعاد سات سال سے زیادہ نہ ہو۔ (عادی مجرمین کی انسدادی نظر بندی کے لئے دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۹۷) اس قسم کی کارروائی کی انتہا یہ ہے کہ ایسے شخص کو بھی جس نے دراصل کسی جرم کا ارتکاب

---

[1] (Children and youeng Persons Act, 1933 (23 Geo. 5 C. 12 S. 57). دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۷۹)۔

[2] (Prevention of Crimes Act, 1871 34 and 35 Vict. C. 112), S. 8.) اس کی مخالف انتہائی حد یہ ہے کہ جو ملزم کسی واقعی سزا کا مستحق نہ قرار پائے اس پر نگرانی رکھی جا سکتی ہے جو محض بذریعہ عہدہ دار امتحان نیک چلنی ہو سکے گی۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۶۰۲)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہی نہ کیا ہو، یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ وہ نیک چلنی یا حفظِ امن کی ضمانت[1] داخل کرے بشرطیکہ بوجہ معقول اس کے خلاف یہ اندیشہ ہو سکتا ہو کہ غالباً وہ شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے گا، یا دوسروں کو ارتکاب جرم کی ترغیب دیگا، یا کسی فعل کا اس طرح مرتکب ہوگا کہ جس سے دوسروں کو قدرتی طور پر کسی جرم کی ترغیب ہوتی ہو (گو ایسی ترغیب اس کے منشاء کے خلاف ہو[2]) 583

مقدمے میں فیصلہ صادر ہو جانے کے بعد بھی ایسے اسباب پیدا ہو سکتے ہیں جن میں مزید احکام جاری کرنا جج کے لئے ضروری ہو جائے۔

(الف) ایسے ایک حکم کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں[3] ——— یعنے وہ حکم جو سرقے کے الزام میں کارروائی تحقیقات ختم ہو جانے کے بعد عدالت اس ہدایت کے ساتھ جاری کرتی ہے کہ اس قدر مال جس کی مال مسروقہ کی حیثیت سے نوبت تحقیقات پر شناخت کی جا چکی ہو اصل مالک کو واپس دے دیا جائے۔

(ب) ایک دوسرا حکم جس کی اکثر مقدمات میں ضرورت پیش آتی رہتی ہے، خرچہ مقدمے کی نسبت جاری ہوتا ہے قانون فوجداری میں خرچے کا انحصار "مقدمہ کے نتیجہ" پر نہیں ہوتا۔ کامن لا میں تو خرچے کا کوئی سوال ہی نہ تھا اور جن قوانین موضوعہ کی رو سے مقدمات میں خرچہ دلایا گیا ان میں تاج کا کہیں ذکر نہ تھا ——— اسی فروگذاشت سے بلیک اسٹون نے دو اصول منضبط کئے۔ ایک یہ کہ خاص اختیار شاہی ہے کہ مقدمے میں خرچہ ادا نہ کرے، دوسرا

---

[1] یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آیا یہ اختیار کامن لا سے حاصل ہوا ہے یا قانون موضوعہ کے ذریعے سے۔ (34 Edw. 3, C. t. (Wade and Phillips)

Stitutio Law, 2 nd ed , P. 380,)

[2] (Lansliury v. Riley [1914] 3 K.B. 229; Red. v.) (Samdhach 1 85), 153 L.T. 63.) دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۳۰۔

[3] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۲۵۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ کہ مقدمے کا خرچہ لینا وقار اختیار شاہی کے منافی ہے[1]۔ چونکہ فوجداری مقدمات اصطلاحاً منجانب ملک معظم دائر ہوتے ہیں اس لئے ان مقدمات میں خرچے کے لئے کوئی حکم نہیں دیا جاتا۔ اس صورت میں بھی جہاں استغاثہ دراصل کسی خانگی شخص نے پیش کیا ہو، اس شخص کو ایسا خرچہ واپس ادا کرنے کی نسبت جو اس نے ایک سرکاری فرض کی تکمیل میں برداشت کیا قانون میں کوئی حکم نہ تھا۔ لیکن فوجداری عدالتوں کو اب یہ اختیار ہے کہ — اس سے متعلق[2] سب سے آخری اور سب سے مکمل قانون قانون خرچہ مقدمات فوجداری بابتہ ۱۹۰۸ء (the Costs in Criminal cases Act) ہے۔ مقدمات قابل ترتیب فرد جرم میں مستغیث کا اور گواہان صفائی کا یا ان میں سے کسی ایک کا خرچہ معقول طور پر خزانہ سرکاری سے ادا کئے جانے کا حکم دیں۔ (ایسے مشابہ فوجداری جرائم جو کسی شارع عام یا دریا کے راستے میں مزاحمت سے متعلق ہوں اس سے مستثنیٰ ہیں) یہ اختیار صرف عدالت اسائز یا کوارٹر سشن ہی کو نہیں دیا گیا بلکہ جسٹس آف دی پیس بھی یہ اختیار اس وقت استعمال کر سکتے ہیں جب کہ وہ کسی الزام قابل ترتیب فرد جرم کی سرسری تحقیقات کریں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۵) یا ایسے الزام کی ابتدائی تحقیقات کا فرض انجام دیں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۳۲)۔ دونوں میں سے کسی فریق کو بھی عموماً ایسے

584

---

[1] (III, 400; Cf. Rex. v. Cantesiiury, Abp [1902] 2 K.B. 503.)

[2] قانون موسومہ (Adminstration of Justice (Miscellaneous Provision Act 1938 (23 and 2 Geo 5, C. 36)

کے دفعہ ۷ کے تحت دیوانی مقدمات میں خرچہ ادا کرنے کا حکم ملک معظم کے حق میں یا ان کے خلاف صادر کیا جا سکتا ہے۔

[3] (8 Edv. 7, C. 15, S. 1.) گواہوں کو خرچہ ادا کرنے کا معیار وزیر داخلہ قائم کرتا ہے۔ (دیکھو (Statitory Rules and Orders of 1920. No. 356.) رقم متعلقہ طور پر اس کونٹی یا کونٹی بارو کے محاصل سے ادا کی جاتی ہے جہاں جرم کا ارتکاب عمل میں آیا ہو۔ (دیکھئے (Criminal Justice Act, 1925, SS. 11 (2) and 14 (4).

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گواہوں کا خرچہ نہیں دلایا جاتا جو صرف چال چلن کی شہادت کے لئے پیش ہوں پیروکار استغاثہ کو جو خرچہ دلایا گیا اس کی اوسط مقدار ۱۰ پونڈ فی مقدمہ تھی۔ اب بھی صورت حال یہ ہے کہ خرچہ جس مقدار میں دلایا جاتا ہے اس سے خانگی پیروکار استغاثہ یا بے گناہ ملزم کے نقصانات کی بطور معقول تلافی نہیں ہو سکتی۔[1]

علاوہ ان احکام کے جو خرچۂ مقدمے کا بار خزانہ سرکاری پر عائد کرتے یا نہ کرنے کے متعلق صادر ہوں اب کسی فوجداری کارروائی کے اشخاص متعلقہ کو بھی یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ وہ مقدمے کا خرچہ ادا کریں۔ کیونکہ (دفعہ ۶) جو عدالت کسی ملزم پر کوئی جرم قابل ترتیب فرد جرم کا الزام ثابت قرار دے وہ یہ بھی حکم دے سکتی ہے[2] کہ ملزم مستغیث کا قانونی خرچہ ادا کرے۔ اسی قسم

---

[1] دیکھئے (98 I.P. Go. 472 and 664.)

[2] اگرچہ عدالت کوئی سزا یا جرمانہ یا پابندی عائد کرنے کے نہیں دیتی (C.C.C. Sess. Pap. CLVII 453.) مستغیث پر لازم ہے کہ عدالت کو اس امر سے مطمئن کر دے کہ ملزم کے وسائل معاش اس قدر کافی ہیں کہ وہ خرچہ ادا کر سکتا ہے۔

[3] جرائم کبیرہ میں اس کی اجازت بذریعہ قانون بابتہ ۱۸۷۰ء ہوئی ہے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۰۸)۔ اس سے قبل جرم کبیرہ یا بغاوت کے الزام میں جرم ثابت قرار پانے پر ملزم کی جائداد منقولہ ضبط کر لی جاتی تھی۔ اور بغاوت یا جرم کبیرہ کے الزام میں سزائے موت کا حکم صادر ہونے سے اس سزا کے لازمی نتیجے کے طور پر مدنی حقوق کا سقوط (Attainder) ہوتا تھا۔ 4 Bl. Comm. 374 جس شخص کے مدنی حقوق کا اسقاط ہوتا تھا (attainedex) تو اس کا وجود شہری (Attinetus) یعنی سیاہ کیا جاتا حقوق کی حد تک بمنزلہ ایک مردے کے تھا۔ اس کی اراضی ضبط کر لی جاتی اور اس کا خون خراب کر دیا جاتا" تھا۔ تاکہ اس کی نسل اس سے قائم نہ رہ سکے۔ بذریعہ قانون ضبطی (Forfeiture Act) سزا کے یہ نتائج منسوخ کئے گئے۔ لیکن قانونی حقوق سے محرومی کا فیصلہ صادر ہونے پر اب بھی مدنی حقوق کا سقوط (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا اختیار مقدمات ناقابل ترتیب فرد جرم میں عرصہ دراز سے موجود چلا آتا ہے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۰) اس کے برخلاف چند ایسی استثنائی صورتیں بھی ہیں جن میں کسی خانگی مستغیث کو یہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ وہ ملزم کو اس کی جواب دہی کے قانونی مصارف ادا کرے جبکہ بعد تحقیقات ملزم کی برات عمل میں آچکی ہو۔ ایسے احکام کی ضرورت بطور خاص ان مقدمات میں پیش آتی ہے جہاں استغاثہ کسی بیان کو مزل حیثیت عرفی ظاہر کرکے دائر کیا جائے، یا جہاں ابتدائی تحقیقات کنندہ جسٹس مقدمے کو نہ صرف تجویز کے لئے سپرد کرنے سے انکار کردے بلکہ یہ رائے بھی ظاہر کرے کہ استغاثہ بنیک نیتی کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا۔[۲] 585

(ج) کامن لا میں فوجداری مقدمات کے لئے ہرجہ دلانے کا کہیں حکم نہ تھا۔ کیونکہ ان مقدمات کے ارجاع کا مقصد سزا دلانا ہوتا ہے نہ کہ نقصان کی تلافی کرنا۔ لیکن اگر کہیں یہ ممکن ہوسکے کہ کسی فعل ناجائز کی عدالتی تحقیقات ایک ہی کارروائی میں اس طرح کی جائے جو اس فعل کے جملہ عواقب، نقصان کی تلافی اور سزا دہی دونوں پر حاوی ہو تو اس سے وقت اور خرچے میں بڑی کفایت ہوجائے گی۔ اسی لئے فرانسیسی قانون میں اس کی عام اجازت ہے کہ فوجداری مقدمات کے سماعت کی نوبت پر ملزم کے مقابلے میں ہرجے کے لئے ایک دیوانی دعوے کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔[۳] اس سلسلے میں ایک قدم آزمائش کے طور پر اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوسکتا ہے۔ گو اس قسم کے فیصلہ جات اب عملاً متروک ہیں۔ اس قسم کا سب سے آخری فیصلہ ۱۸۵۹ء میں صادر ہوا تھا۔

[۲] حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو رقم شخص سزا یافتہ کو دلانا مقصود ہو عدالت غالباً اس کی انتہائی مقدار متعین کردے گی۔ مثلاً بمقدمہ (8 Rex. v Morriss (1926), 19 Cr. App) ایک ہزار پونڈ متعین کئے گئے تھے۔ (R. 75 in Dec. 1925.)

[۱] (6 and 7 Vict. C. 96, S. 8)

[۲] (9 Edw 7, C. 15, S. 6 (3)) دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۳۵

[۳] (L'action Civile Peut être.)

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

گواہوں کا خرچہ نہیں دلایا جاتا جو صرف چال چلن کی شہادت کے لئے پیش ہوں پیروکار استغاثے کو جو خرچہ دلایا گیا اس کی اوسط مقدار ۱۰ پونڈ فی مقدمہ تھی۔ اب بھی صورت حال یہ ہے کہ خرچہ جس مقدار میں دلایا جاتا ہے اس سے خانگی پیروکار استغاثہ یا بے گناہ ملزم کے نقصانات کی بطور معقول تلافی نہیں ہو سکتی۔[1]

علاوہ ان احکام کے جو خرچۂ مقدمے کا بار خزانہ سرکاری پر عائد کرتے یا نہ کرنے کے متعلق صادر ہوں اب کسی فوجداری کارروائی کے اشخاص متعلقہ کو بھی یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ وہ مقدمے کا خرچہ ادا کریں۔ کیونکہ (دفعہ ۶) جو عدالت کسی ملزم پر کوئی جرم قابل ترتیب فرد جرم کا الزام ثابت قرار دے وہ یہ بھی حکم دے سکتی ہے کہ ملزم مستغیث کا قانونی خرچہ ادا کرے۔[2] اسی قسم

---

[1] دیکھئے (98 I.P. Go. 472 and 664.)

[2] اگرچہ عدالت کوئی سزا یا جرمانہ یا پابندی عائد کرنے کے نہیں دیتی (C.C.C. Sess. Pap. CLVII 453.) مستغیث پر لازم ہے کہ عدالت کو اس امر سے مطمئن کر دے کہ ملزم کے وسائل معاش اس قدر کافی ہیں کہ وہ خرچہ ادا کر سکتا ہے۔

[3] جرائم کبیرہ میں اس کی اجازت بذریعہ قانون بابتہ ۱۸۷۰ء ہوئی ہے (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۰۸)۔ اس سے قبل جرم کبیرہ یا بغاوت کے الزام میں جرم ثابت قرار پانے پر ملزم کی جائداد منقولہ ضبط کر لی جاتی تھی۔ اور بغاوت یا جرم کبیرہ کے الزام میں سزائے موت کا حکم صادر ہونے سے اس سزا کے لازمی نتیجے کے طور پر مدنی حقوق کا سقوط (Attainder) ہوتا تھا۔ 4 Bl. Comm. 374 جس شخص کے مدنی حقوق کا اسقاط ہوتا (یعنی سیاہ کیا جاتا) (Attinetus) (attainedor) تو اس کا وجود شہری حقوق کی حد تک بمنزلہ ایک مردے کے تھا۔ اس کی اراضی ضبط کر لی جاتی اور اس کا خون خراب کر دیا جاتا" تھا۔ تاکہ اس کی نسل اس سے قائم نہ رہ سکے۔ بذریعہ قانون ضبطی (Forfeiture Act) سزا کے یہ نتائج منسوخ کئے گئے۔ لیکن قانونی حقوق سے محرومی کا فیصلہ صادر ہونے پر اب بھی مدنی حقوق کا سقوط (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کا اختیار مقدمات ناقابل ترتیب فرد جرم میں عرصہ دراز سے موجود چلا آتا ہے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۰) اس کے برخلاف چند ایسی استثنائی صورتیں بھی ہیں جن میں کسی خانگی مستغیث کو یہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ وہ ملزم کو اس کی جواب دہی کے قانونی مصارف ادا کرے جبکہ بعد تحقیقات ملزم کی برات عمل میں آچکی ہو۔ ایسے احکام کی ضرورت بطور خاص ان مقدمات میں پیش آتی ہے جہاں استغاثہ کسی بیان کو مزل حیثیت عرفی ظاہر کرکے دائر کیا جائے، یا جہاں ابتدائی تحقیقات کنندہ جسٹس مقدمے کو نہ صرف تجویز کے لئے سپرد کرنے سے انکار
585 کردے بلکہ یہ رائے بھی ظاہر کرے کہ استغاثہ بنیک نیتی کے ساتھ پیش نہیں کیا گیا[۲]

(ج) کامن لا میں فوجداری مقدمات کے لئے ہرجہ دلانے کا کہیں حکم نہ تھا۔ کیونکہ ان مقدمات کے ارجاع کا مقصد سزا دلانا ہوتا ہے نہ کہ نقصان کی تلافی کرنا۔ لیکن اگر کہیں یہ ممکن ہوسکے کہ کسی فعل ناجائز کی عدالتی تحقیقات ایک ہی کارروائی میں اس طرح کی جائے جو اس فعل کے جملہ عواقب، نقصان کی تلافی اور سزا دہی دونوں پر حاوی ہو تو اس سے وقت اور خرچے میں بڑی کفایت ہوجائے گی۔ اسی لئے فرانسیسی قانون میں اس کی عام اجازت ہے کہ فوجداری مقدمات کے سماعت کی نوبت پر ملزم کے مقابلے میں ہرجے کے لئے ایک دیوانی دعوے کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے[۳]۔ اس سلسلے میں ایک قدم آزمائش کے طور پر اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوسکتا ہے۔ گو اس قسم کے فیصلہ جات اب عملاً متروک ہیں۔ اس قسم کا سب سے آخری فیصلہ ۱۸۵۹ء میں صادر ہوا تھا۔

[۲] حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو رقم شخص سزا یافتہ کو دلانا مقصود ہو عدالت غالباً اس کی انتہائی مقدار متعین کردے گی۔ مثلاً بمقدمہ (8 Rex. v Morriss (1926), 19 Cr. App) ایک ہزار پونڈ متعین کئے گئے تھے۔ (R. 75 in Dec. 1925.)

[۱] (6 and 7 Vict. C. 96, S. 8)

[۲] (9 Edw 7, C. 15, S. 6 (3)) دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۳۵

[۳] (L'action Civile Peut être.)

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس لئے نہایت محدود دائرے کے اندر، بذریعہ قانون ضبطی جائداد بابتہ ۱۸۷۰ء (the Forfeiture Act, 1870) اٹھایا گیا تھا[1] جس کے تحت جرم کبیر کے مقدمات میں عدالت کو اختیار دیا گیا ہے کہ جس شخص کی جائداد کو جرم کبیر کے ارتکاب سے مضرت پہنچے اس کی تلافی کے لئے عدالت مرتکب جرم کو حکم دے کہ رقم کی کوئی معینہ مقدار جو سو پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی متضرر کو بطور ہرجانہ ادا کرے۔ مثلاً جس شخص پر کسی بل آف اکسچینج کی جعل سازی کا جرم ثابت قرار پائے اس کو یہ حکم دیا جاسکتا ہے کہ وہ مستغیث کو اس قدر رقم ادا کرے جو اس نے بل کے سکارنے میں صرف کی ہو۔ لیکن یہ ضمن چونکہ نقصان متعلق بہ جائداد تک ہی محدود ہے اس لئے مقدمات مضرت بہ جسم انسانی اس میں داخل نہیں ہوتے[2]۔

(۵)

(۹) تنسیخ تجویز (Reversal of Judgment)

ان تدابیر کے ذکر کے ساتھ جو کارروائی کی اس نوبت پر تجویز کی کسی مفروضہ غلطی کی نگرانی کے لئے اختیار کی جاسکتی ہیں، مناسب ہوگا کہ اعلیٰ تر عدالتوں میں مرافعہ دائر کرنے کے ایسے دیگر مواقع اور طریقوں کو بھی مکرر بیان کیا جائے جن کا ذکر ہم نے اس سے قبل فوجداری مقدمات کے معمولی طریقۂ کارروائی کی ابتدائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) Paursuivie enmeme temps et devanto les memes juges quelaction Publique"

(Code d' Instruction Criminelle. art 3,)(33 and 34 Vict. C. 23. S. 4.

[2] ۔ ہرجانہ دلانے کے اختیار کے لئے جبکہ:۔

(الف) خفیف الزامات کے مقدمات خارج کئے جائیں ــــ بصورت تحقیقات سرسری صرف تا سجد ۲۵ پونڈ ــــ دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۱۴)

(ب) کہنے سے جائداد کو نقصان پہنچانے کے الزام میں جرم ثابت قرار دیا جائے دیکھئے کتاب کا صفحہ (۱۹۲)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

منازل کے بیان کے ساتھ کیا تھا۔ کیونکہ اس طرح سے طالب علم کو مضمون کا عام طور پر علم ہو جائے گا۔ حسب ذیل وہ مواقع ہیں جب کہ ملزم اپنے مقدمے کی سماعت 586
کے مختلف تدریجی منازل پر قانونی غلطیوں سے اپنی حفاظت کر سکتا ہے۔

اوّل :- قبل کارروائی تحقیقات۔

(الف) درخواست برائے تنسیخ فرد قرار داد جرم۔ جب کہ اسکی ترتیب کے لئے بادی النظر میں ثبوت ناکافی ہو۔ چونکہ عدالت فرد قرارداد جرم کی تنسیخ سے اپنے حسب صوابدید انکار کر سکتی ہے، خواہ اعتراض کتنا ہی درست کیوں نہ ہو۔ اس لئے عدالت کے اس انکار کی ناراضی سے مرافعہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ملزم کو اپنے اعتراض پر اصرار ہو تو وہ قانونی عذر امر ابتدائی (Demurrer) پیش کر سکتا ہے۔ ورنہ تحقیقات کے ختم تک اس کو انتظار کرنا چاہیئے۔

(ب) قانونی عذر امر ابتدائی[1] (Demurrer) جس میں فقرۂ بالا کی طرح یہ بیان کیا جاتا ہے کہ فرد قرار داد جرم کے لئے بادی النظر میں ثبوت ناکافی ہے۔ جو عذرات اس طرح پیش ہوں ان کی سماعت سے انکار کے لئے عدالت کو صوابدید استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ لیکن اس طریقے سے عذرات پیش کرنے میں کچھ ایسی برائیاں ہیں کہ یہ اب غیر مانوس ہو گیا ہے۔

دوم :- بعد کارروائی تحقیقات :-

(الف) درخواست برائے التوائے تجویز۔ کسی قانونی عذر کی بنا پر جو مسل سے بادی النظر میں ظاہر ہو (بشرطیکہ اس کی نوعیت محض سقم ضابطہ کی نہ ہو)۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں (کتاب کا صفحہ ۵۷۳) مرتکب جرم کبیر سے اس امر کا استفسار کیا جاتا ہے کہ آیا وہ اس قسم کا کوئی عذر پیش کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔

---

[1] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۵۹۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) درخواست بعدالت کریمنل اپیل۔

قانون مرافعہ فوجداری بابت ۱۹۰۷ء[1] (Criminal Appeal Act) کے تحت ایک ایسی عدالت مرافعہ فوجداری[2] کے قیام سے جس کے اختیارات عام ہوں، ہماری فوجداری عدالتوں کے انتظام میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔ سابق میں (بجز ان[3] مقدمات کے جن کی تحقیقات اختیارات سرسری کی عدالتوں میں ہوئی ہو) عام اصول کار یہ تھا کہ فوجداری مقدمات میں ــــ برخلاف دیوانی مقدمات کے ــــ کوئی فریق بھی واقعاتی امور میں مرافعہ پیش نہیں کرسکتا تھا۔ قانونی امور میں سرکار کو محض برائے نام مرافعے کا موقع تھا، اور ملزم کا حق مرافعہ بھی غیر محدود نہیں تھا[4]۔ اگر جوری ناجائز طور پر کسی شخص کو بری کردیتی تو سرکار کے لئے تلافی کا کوئی ذریعہ نہ تھا جیساکہ اب بھی نہیں ہے۔ اور اگر جوری ناجائز طور پر جرم ثابت قرار دیتی تو ملزم کے لئے تنہا چارہ کار یہ تھا کہ وزیر داخلہ سے معافی کی استدعا کرے۔ جو ایک بے گناہ شخص کے لئے سخت اہانت آمیز چارہ کار تھا۔ قانون بابت ۱۹۰۷ء 587
میں مرافعہ منجانب سرکار کے مواقع میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ لیکن اس قانون کی رو سے ان ملزمین کو مرافعے کے بڑے وسیع حقوق دیے گئے جن پر جوری کے مواجہ میں تحقیقات کے بعد جرم ثابت قرار پایا ہو[5]۔ (عدالت پٹی سشن کے بجز[6] اثبات

۱۔ (7 Edw. 7. C. 23.)

۲۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۹۶

۳۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۹

۴۔

۵۔ یا جب وہ جرم سے اقبال کریں۔ لیکن اس کا اطلاق اس صورت میں نہیں ہوگا جہاں مجرم لیکن فاتر العقل" قرار دیا گیا ہو۔ (Felstead v. R. [1914] A.C. 534.)

۶۔ باستثنائی تجاویز سزا بخلاف "ناقابل اصلاح بدمعاشاں" (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۳۸۳) یا بخلاف "نوجوان بالغان" (دیکھئے صفحہ ۶۰۰ نوٹ) جنکو پٹی سشن سے عدالت کوارٹر سشن بھیجا گیا ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرم اور کارروائی تحقیقات بذریعہ امراء پر اس قانون کا اطلاق نہ ہوگا)

(الف) ان شاذ قسم کے مقدمات میں جن میں ملزم پر کسی مشابہ فوجداری جرم شارع عام یا پل یا کشتی رانی کے قابل دریا کی مزاحمت کرنے کا الزام ہو، دیوانی مقدمات کے مماثل ملزم کو مرافعے کے مکمل حقوق حاصل ہیں۔ دفعہ ۲۰ ضمن (۳)۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۹۷۴ نوٹ ۳)

(ب) اور ان صورتوں میں جہاں ملزم پر کسی حقیقی فوجداری جرم کا الزام ہو۔ جیسا کہ تقریباً ہر مقدمے میں جرم حقیقی فوجداری ہی ہوتا ہے۔ ملزم کو پھر بھی حسب ذیل حقوق حاصل ہیں (دفعہ ۳)

(۱) مرافعے کا قطعی حق، کسی ایسے امر سے متعلق جو مطلقاً قانونی ہو۔[1]

(۲) مرافعے کا حق کسی واقعاتی مسئلے میں، یا ایسے امر سے متعلق جو قانون اور واقعات سے مخلوط ہو بشرطیکہ مقدمے کی تحقیقات کنندہ جج سے یا خود عدالت کریمنل اپیل سے یا اس کے کسی جج[2] سے اس غرض کے لئے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

(۳) مرافعے کا حق ایسی تجویز سزا کی ناراضی سے جو ملزم کے خلاف صادر کی گئی ہو (بجز اس کے کہ سزا کی نوعیت ایسی ہو جو بروے قانون قطعی طور پر معین ہو جیسے قتل عمد کے جرم میں[3]) بشرطیکہ ملزم نے عدالت کریمنل اپیل سے یا اس کے کسی جج سے اس بارے میں اجازت حاصل کر لی ہو۔

جو ملزم مرافعہ دائر کرنا چاہے۔ دفعہ ۷ ضمن (۱)۔ اس پر لازم ہے کہ اپنے

---

[1] لیکن عدالت کے رجسٹرار کو دفعہ ۱۵ ضمن (۲) کے تحت اختیار ہے کہ جو مرافعہ کسی مطلق امر قانونی کی بنا پر ناقابل پیش رفت معلوم ہو، عدالت کے ملاحظہ میں بعجلت پیش کرے اور عدالت مجاز ہے کہ بحث سماعت کئے بغیر فی الفور اس کا تصفیہ فرما دے۔

[2] اس کے انکار کی ناراضی سے اجلاس کامل میں مرافعہ پیش ہو سکتا ہے۔

[3] "انسدادی نظر بندی" کی سزا کے حکم کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۹۷)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس ارادے کی اطلاع اثبات جرم کی تجویز صادر ہونے کی تاریخ سے دس یوم کے اندر دیدے۔ لیکن عدالت اس مدت میں توسیع کرنے کی مجاز ہے[1]۔ چنانچہ دفعہ ۷ ضمن (۲) میں محکوم ہے کہ ہر مقدمے میں سزائے موت یا سزائے جسمانی کی اس وقت تک تعمیل نہ کیجائے کہ دس یوم کی مقررہ مدت یا وہ مدت جس کیلئے عدالت نے توسیع دی ہو گزر نہ جائے یا مرافعے میں (اگر وہ اسوقت تک دائر ہو چکا ہو) تجویز صادر نہ ہو جائے اگر ملزم مفلس ہو تو عدالت کو اختیار ہے کہ اس کے لئے خزانہ سرکاری سے ایک سولسٹر (Solicitor) اور ایک کونسل مقرر کرے۔ اجازت مرافعے کے لئے درخواستیں بالعموم بصورت تحریر پیش ہوتی ہیں۔ اور مرافع کو حاضری کا استحقاق نہیں ہوتا۔ گو نفس مرافعے کے سماعت کی نوبت پر مرافع کو حاضری کا حق ہوتا ہے۔ بجز اس کے کہ مرافعے کی نوعیت مطلق امر قانونی کی ہو۔ ڈائرکٹر آف پبلک پرازی کیوشنس (Director of Public Prosecutions.) پر لازم ہے کہ مرافعے کی واقعی سماعت کی نوبت پر اس امر کی نگرانی کرے کہ آیا مستغیث کی نمائندگی بطور مناسب ہو رہی ہے یا نہیں۔

538

ہر مرافعہ یا درخواست استجازت مرافعے کے پیش ہونے پر اس جج کو جس نے مرافع کے مقدمے میں تجویز صادر کی تھی لازم ہے کہ جو یادداشتیں اس نے نوبت تحقیقات پر قلمبند کی تھیں مسئلہ زیر بحث میں اپنی رائے کے اظہار کے ساتھ عدالت مرافعہ کو بھیجدے۔ (دفعہ ۸)۔ (یا جس مقدمے میں کوئی مطلق امر قانونی درپیش ہو، عدالت مرافعہ جج کو ہدایت کر سکتی ہے کہ وہ عدالت مرافعہ سے اس مقدمے میں استصواب کرے جیسا کہ سابق میں عدالتوں میں مسائل محفوظہ منجانب سرکار (Crown Cases Reserved) میں عمل درآمد تھا (دفعہ ۹) مرافعہ پیش ہونے کے امکان کے مدنظر ہر اس مقدمے میں جس کی تحقیقات بذریعہ[2] جوری کی جائے

---

[1] بجز اس جرم کے جس کے لئے سزائے موت دی جا سکتی ہو۔

[2] فریقین کے وکلا کے مباحث اس طرح قلمبند نہیں کئے جاتے (تاوقتیکہ جج اس کا حکم نہ دے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مقدمے میں کیا تنقیحات پیش ہوئے تھے) بریں ہم یہ بہت گراں ہوتے ہیں۔ مسٹر آشٹن کے۔ سی فرماتے ہیں "مجھے ایک ایسے جہل مرافعے کا حال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جملہ کارروائی کی یادداشتیں بجز چہ سرکار بخط مختصر نویسی قلمبند کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح سے وہ عمل درآمد جو شہر لندن کے پیہم احتیاط کی بنا پر تقریباً دو صدی سے اولڈ بیلی (Old Bailey) میں نافذ تھا اب عام ہو گیا ہے۔

علاوہ ازیں جب عدالت مرافعہ کسی مقدمے میں بصیغہ مرافعہ کارروائی کرے تو اس کو اختیار ہے (دفعہ ۹) کہ مقدمے میں دستاویزی اور سادی شہادت پیش کئے جانے کا حکم دے اور گواہوں کی شہادت برسر اجلاس یا ایسے اظہارات کے ذریعے سے لے جو اس غرض سے قلمبند کئے جائیں[1]۔ بلالحاظ اس کے کہ ان گواہوں کو بوقت تحقیقات مقدمہ طلب کیا گیا تھا یا نہیں۔ (لیکن ایسی جدید شہادت کی بنا پر جو ثبوت تحقیقات پر پیش نہیں ہوئی تھی، حکم سزا میں اضافے کی تجویز نہیں کی جا سکتی)۔ عدالت مرافعہ کو اختیار ہے کہ جب کبھی وہ ضرورت سمجھے کسی ماہر فن کو اپنے ساتھ اسیسر (Assessor) کی حیثیت سے کام کرنے کے لئے مقرر کرے۔ مثلاً کسی کمیٹ کو یا فتور عقل کے مسائل میں کسی ماہر خصوصی کو۔ یا کوئی خاص کمشنر ایسے امر سے متعلق کیفیت پیش کرنے کے لئے مقرر کرے جس میں سائنٹفک اصول پر یا منقامی طور پر دریافت کی ضرورت ہو، یا جہاں
589 دستاویزات یا حسابات کی ایسی تفصیلی جانچ کی ضرورت ہو (جیسے خیانت مجرمانہ کے مقدمات میں) جو عدالت کے مواجہ میں بسہولت انجام نہ پا سکے۔ دفعات ۱۲ و ۱۳ میں محکوم ہے کہ مرافعے کا ہر قسم کا خرچہ سرکاری خزانے سے ادا ہوگا حتیٰ کہ مرافع کی حاضری کا خرچہ بھی اسی میں شامل ہوتا ہے لہذا مرافعہ دائر کرنے میں مرافع پر کوئی خرچہ عائد نہیں ہوتا۔

مختلف قواعد کے ذریعے ایسے بے بنیاد مرافعوں کو پیش ہونے سے

تقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ معلوم ہے جس میں مختصر نویسی کی یادداشتیں تیار کرنے کی قیمت میں، ملک کو ایک سو ہندسی رقم ادا کرنا پڑی تھی۔

[1] بمقدمہ (Rex. v. Robinson, [1917], 2 K.B. 108.)۔ یہ قرار دیا گیا کہ ثبوت مرافعے پر مستغیث شہادت میں ایک ایسا خط پیش کر سکتا ہے جو ملزم نے اس کے نام محبس سے بھیجا ہو۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

روکا جاتا ہے جو ممالک متحدہ میں فوجداری عدالت گستری کے راستے میں اس قدر زبردست مزاحمت کا سبب بنے ہوئے ہیں[1]۔ مثلاً جہاں مرافعے میں کوئی مطلق امر قانونی بحث طلب نہ ہو، مرافعہ دائر کرنے کے لئے عدالت کی اجازت ضروری ہے۔ دفعہ ۴ ضمن (۱) میں حکم ہے کہ اس صورت میں بھی جہاں مرافع کا عذر اصطلاحاً درست پایا جائے لیکن "مقدمے میں دراصل کوئی مادی ناانصافی نہ ہوئی ہو" اور اگر احکام قانون کی پوری پوری پابندی بھی کی جاتی تو جوری "لازماً" نہ کہ "غلباً" مقدمے میں اثبات جرم کی تجویز صادر کرتی، تو مرافعہ نامنظور کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس صورت میں جہاں کوئی واقعہ نامناسب سوال ہدایتی کے جواب میں ظاہر ہو لیکن وہ واقعہ خود مقدمے میں کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو۔ اس حکم کی موجودگی سے نتیجہ مرافعہ کی جانب سے بڑی بے اطمینانی ہوتی ہے[2]۔ مزید برآں جو مرافعہ حکم سزا کی ناراضی سے پیش ہو عدالت کو اختیار ہے دفعہ ۴ ضمن (۳)۔ کہ بجائے سزا میں تخفیف کرنے کے اس میں اور اضافہ کر دے۔ علاوہ ازیں مرافعہ دائر ہونے کے بعد سے اس کے فیصلے تک کہ درمیانی عرصے میں گو مرافع کے ساتھ

---

[1] اس کے باوجود (Avory, J) نے ۱۹۲۴ء میں یہ بیان کیا ہے کہ عدالت عادتاً "ناقابل لحاظ مرافعہ جات سے معمور رہتی ہے"۔ ایک مقدمے میں جو "نمایاں طور پر لاطائل" تھا (۱۶ اپریل ۱۹۲۳ء) عدالت کو (۶۰۰) صفحات کی تحریر پر عبور حاصل کرنا پڑا۔ "سو فی صدی درخواستیں ناقابل لحاظ ہوتی ہیں"۔ اور جو مرافعے کامیاب ہوتے ہیں ان میں بیشتر تعداد ایسے مجرمین کی ہوتی ہے جو محض کسی قانونی امر کی بنا پر رہائی پاتے ہیں۔

[2] خصوصاً جنسی تعلقات کے مقدمات میں جہاں امر تفتیحی تائیدی شہادت کی عدم موجودگی ہوتا ہے حسب ذیل مقدمات کا باہم مقابلہ کیجئے۔ Rax. v. Murray (1913)

9 Cr. App. R. 248, Rex. v Southern(1930). 22, Cr. App. R. 6; 142 L.T. 383, Coulthreab (1933). 148 L.T. 480., 24 Cr. App. R. 44 and Rex. v. Bramhill) (1933), 24 Cr. App. R. 79)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عام قیدیوں کا سا برتاؤ[1] نہیں ہوتا (کیونکہ ملزم بہت سہل حراست میں نظر بند رکھا
590 جاتا ہے یا ضمانت پر رہا کیا جاتا ہے) لیکن یہ ایام میعاد سزا میں محسوب نہیں کیئے جاتے (بجز اس کے
کہ عدالت نے اس کو محسوب کرنے کے لئے بطور خاص حکم دیا ہو) لہذا جو
شخص کمزور عذرات پر مرافعہ کرتا ہے وہ اپنی بالآخر رہائی کے وقت کو
اس ذریعے سے التوا میں ڈالتا ہے۔

لیکن جہاں مقدمے میں مادی ناانصافی ہوئی ہو۔ دفعہ ۴۔ (خواہ اس وجہ
سے کہ جج نے امر قانونی کا فیصلہ غلط کیا تھا، خواہ اس وجہ سے کہ جوری نے
جو رائے ظاہر کی تھی اس کی تائید[3] شہادت سے یا کسی اور ذریعے سے نہیں
ہو سکتی) تو بہ منظوری مرافعہ حکم سزا منسوخ کیا جائے گا اور مرافع کے براءت
کی تجویز صادر کی جائے گی۔ اگر حکم سزا بمقدمہ سرقہ صادر ہوا تھا تو عدالت
مرافعے کو اختیار ہے۔ دفعہ ۶ ضمن (۲)۔ کہ نہ صرف حکم سزا کی بلکہ ایسے حکم
کی بھی نظر ثانی کرے جو بہبینہ مال مسروقہ کی واپسی کے بارے میں صادر
ہوا ہو۔

مقدمے کی از سر نو سماعت کا حکم نہیں دیا جا سکتا (بجز اس صورت کے
جہاں سابقہ تحقیقات بالکل ساقط پائی جائے) گو ملزم صریح طور پر مجرم ہو۔ ایک
مقدمے[4] میں (Rex v. Hancock. (1031))، سماعت مقدمے کے دوران
میں جرم سے اقبال کیا، اور جوری کی رائے معلوم کئے بغیر اس شخص کو سزا

---

[1] اگر ملزم پر دو جرائم میں بالاشتراک تجویز سزا صادر ہوئی ہو، اور وہ صرف ایک کی ناراضی سے
مرافعہ کرے تو اس بنا پر دونوں احکام سزا کی تعمیل ملتوی رہے گی۔

[2] یہ حکم ایسے مقدمے میں کبھی نہیں دیا جاتا جہاں عذرات مرافعہ اس قدر غیر اہم ہوں کہ درخواست
استجازت مرافعہ پہلی مرتبہ نامنظور کی جا چکی ہو۔ (16 C. App. R. at P. 90.)

[3] بشرطیکہ جوری کی رائے کا اظہار "غیر معقول" ہو جو مقدمات محض کمزور ہوں ان
کی مکرر سماعت نہیں کی جاتی۔

[4] (23 C. App. R. 16)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دے دی گئی۔ عدالت کرمنل اپیل نے مقدمے کی ازسرنو تحقیقات کا حکم اس بنا پر دیا کہ سابق کارروائی تحقیقات کالعدم تھی۔ آواری جسٹس (Avory, J) نے فرمایا کہ "جہاں ملزم ایک مرتبہ جوری کے زیر اختیار آجائے ملزم کا یہ بیان کہ وہ مجرم ہے، صرف ایک ایسی شہادت ہے جس پر عمل کرنے کا اختیار جوری کو ہوتا ہے"۔ اسی طرح ایک دوسرے مقدمے میں جہاں دو ملزمین کے خلاف علیحدہ علیحدہ فرد جرم مرتب ہوئی تھی لیکن ان کی تحقیقات ایک ساتھ کی گئی تھی ازسرنو تحقیقات کا حکم دیا گیا[1]۔ اسی قسم کا حکم ایک ایسے مقدمے میں بھی دیا گیا جہاں ایک شخص نے جو اہل جوری کی حیثیت سے کام کرنے کے ناقابل تھا، جوری میں کام کیا تھا[2]۔ ایسا ہی حکم اس صورت میں بھی دیا جا سکے گا جہاں مقدمے کی تحقیقات کے ختم پر یہ معلوم ہو کہ اہل جوری میں سے کوئی شخص زبان انگریزی نہیں سمجھ سکتا[3]۔ مرافعے میں گو اہل جوری اس گفتگو کی شہادت دینے کے مجاز نہیں ہیں جو ان کے مابین کمرہ جوری میں ہوئی ہو لیکن اس امر کی شہادت پیش ہو سکتی ہے کہ آیا کوئی اہل جوری جوری میں کام کرنے کے قابل ہے یا نہیں[4]۔

جہاں مرافع حکم سزا کی ناراضی سے مرافعہ دائر کرے۔ عدالت مجاز ہے کہ تجویز سزا کو منسوخ کر کے اس کے بجائے دوسری ایسی سزا کا حکم دے جو عدالت کی رائے میں اس مقدمے میں صادر ہونا چاہئے تھا۔ (خواہ وہ اس پہلی سزا سے کم سخت ہو یا زیادہ)۔ دفعہ ۴ ضمن (۳)۔ عدالت کسی حکم 591

---

[1] (Rex. v. Gee, [1936] 2 All E.R. 89 (depositions improperly taken). نیز دیکھئے مقدمہ (Crane v. D.P.P., [1921] 2 A.C. 299.)

[2] (Rex. V. Wakefield, [1918] I. K. B. 216.

[3] (Ras Bahari Lal v. King Emperor (1633). 5. T.L.R. 1.

[4] (Ras Bahari Lal v. King Emeror.) (مستذکرہ بالا) جس میں مقدمے کے اصول سے اختلاف کیا گیا۔ (Rex v. Thomas, [1933] 2 K.B. 489

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سزا کو منسوخ نہیں کرے گی تاوقتیکہ سزا اتنی سخت ہو کہ جس سے اصول کی کوئی غلطی ثابت ہوتی ہو۔ اگر کسی مرافعے کی سماعت کے دوران میں عدالت کی رائے میں یہ امر ثابت ہو کہ مرافعے نے گو دراصل جرم کا ارتکاب کیا ہے، لیکن اس سے وہ مجرمانہ فعل فتور عقل کی ایسی حالت میں سرزد ہوا ہے کہ جس سے ملزم پر کوئی ذمہ واری عائد نہیں ہو سکتی، تو عدالت کو اختیار ہے کہ تجویز سزا کو منسوخ کر کے اس شخص کو فاتر العقل ملزم کی حیثیت سے حراست میں بھیجدے۔

عدالت مرافعے کا فیصلہ عام حالات میں قطعی ہوتا ہے[1]۔ لیکن شاذ مقدمات میں جہاں کوئی قانونی بحث ایسی پیدا ہو جو مفاد عامہ کے لئے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہو، اور جس کی نسبت اٹارنی جنرل یہ تصدیق کریں کہ اس بحث کا اعلیٰ ترین عدالت کے ذریعے سے طے ہونا قرین مصلحت ہے تو اس صداقت نامے کی بنا پر کسی فریق کو یہ حق ہوگا کہ عدالت سے مقدمہ براہ راست دارالامراء میں لے جائے (دفعہ ۱ ضمن ۶)۔

اظہار رحم کے لئے مخصوص شاہی اختیار پر اس قانون کا کوئی اثر نہیں

[1] لیکن اس عدالت کے فیصلہ جات (مثل جوڈیشل کمیٹی کے اور بخلاف دارالامراء کے فیصلہ جات کے) خود اس عدالت پر قطعی صورت میں قابل پابندی نہیں ہوتے۔ دیکھئے حسب ذیل نظائر کے

(Cr. App. R. 2, 62 on 2, 51; and of 12, 81 on 12, 44, and of 14, 17 on 4, 64, and of 18, 81 on 14, 141)

سچ تو یہ ہے کہ انگریزی قانون کے جملہ اقسام میں سے جائداد غیر منقولہ کا قانون سب سے زیادہ مستحکم اور قانون فوجداری سب سے زیادہ غیر مستحکم قانون ہے۔ ہیبری پولینڈ کا قول ہے کہ "قانون فوجداری ایک بالالتزام تبدیل پذیر چیز ہے.... کیونکہ ہمارے جج صاحبان اسکی ہمیشہ درست طور پر زمانے کے جذبات کے مطابق تعبیر کیا کرتے ہیں"۔ اس کی توجیہ سر کلیفرڈ السٹ کے الفاظ میں یہ ہے کہ "ماہرین قانون کے بالقوہ دماغ کو ماہرین حیاتیات کے بالفعل دماغ سے باہم بھجونہ کرنا ضروری ہوتا ہے" اس میں ہم اسقدر اضافہ کر سکتے ہیں کہ ماہرین عمرانیات کے دماغ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پڑتا۔ اور وزیر داخلہ کو اب بھی اختیار ہے کہ اس بارے میں کسی امر کی دریافت کے لئے بطور خود کارروائی آغاز کرے۔ ایسی کارروائی کے لیے قانون شہادت کی اصطلاحی پابندی لازم نہیں ہے۔ وزیر داخلہ رحم کی عرضداشتوں پر ایسے وجوہ کی بنا پر بھی توجہ کرسکتا ہے جو قانون کی عدالتوں میں ناقابل پذیرائی ہوں یا بجائے اس کے وہ عدالت کریمنل اپیل میں۔ دفعہ ۱۹۔ یا توکل مقدمہ یا مقدمے کا کوئی خاص مسئلہ سپرد کرسکتا ہے۔

زیر بحث قانون نے معدلت گستری[1] کی کوتاہیوں کا چارۂ کار فراہم کرکے بہت مفید کام کیا ہے، اور خصوصاً عوام سے اس بے چینی کو دور کرکے جو سابق میں انصاف میں کسی امکانی خلل کے تصور سے پیدا ہوتی تھی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اس قانون نے مقدمات میں خلاصہ پیش کرنے کے معیار کو بلند کیا اور احکام سزا کے لئے۔ ایک مستقل معیار قائم کرنے میں ایک حد تک مدد دی۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس قانون نے اہل جوری کے دماغ سے وہ احساس ذمہ داری محو کردیا ہے جو ملزمین کے لئے بہت بڑا تحفظ ہے۔" ان دلنشین الفاظ کے اثر سے کہ "یاد رکھئے آپ ہی کی رائے قطعی ہے۔" جواب بھی کہے جاتے ہیں گو ان کی ضرورت نہیں رہی۔ بیشمار ملزمین کے حق میں براءت کے تجاویز صادر ہوچکے ہیں۔

592

---

[1] جن اشخاص پر فرد قرارداد جرم کے ترتیب کے بعد جرم ثابت قرار پائے ان کی تعداد کا چھ فی صدی موجودہ زمانے میں اسی قانون سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن بمشکل ان کا ۱/۸ کسی قسم کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ قتل عمد کے الزام میں تجویز اثبات جرم کی ناراضی سے جو مرافعے کامیاب ہوئے ان کے لئے حسب ذیل مقدمات ملاحظہ کیجئے۔

(Rex v. Wallace (1931), 23 Cr. App. R. 32; Rex. v, Martin Ansell. and Rass (1934), 24 Cr. App. R. 177; Woolmington v. D.P.P. (1935), 25 Cr. App. R. 72; Rex v. Mills (1936), 25 Cr. App. R. 138)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(۱۰) التوائے حکم سزا اور معافی (Reprieve and Pardon)

حکم سزا کی تعمیل اس کے التواء سے یعنے ملزم کو مہلت دے کر ملتوی رکھی جا سکتی ہے۔ یا حکم نامۂ معافی کے ذریعے سے کلیتہً معاف کی جا سکتی ہے۔

احکام التواء نہ صرف ملک معظم بلکہ جج بھی صادر کر سکتا ہے۔ کیونکہ قتل عمد کے علاوہ دیگر مقدمات میں عدالت اسائز[1] کا جج نہ صرف اپنے فیصلے کی شنوائی میں تاخیر کر سکتا ہے، بلکہ فیصلہ صادر ہو جانے کے بعد بھی وہ اس کی تعمیل میں تاخیر کرنے کا مجاز ہے۔ اور جن مقدمات میں سزائے موت کا حکم ہو، جج کا یہ لازمی فریضہ ہے کہ اگر ملزم فاتر العقل ثابت قرار پائے تو حکم سزا کو ملتوی رکھے۔ لیکن معافی کی عطا ہر قسم کے عدالتی صوابدید سے بالاتر ہوتی ہے۔ اور ملک معظم سے کم کوئی اور شخص اس کو منظور کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ معافی یا تو مطلق ہو سکتی ہے یا کسی شرط سے مشروط، یا صرف ایک جزو سزا معاف کی جا سکتی ہے یا اس کو کسی آسان تر سزا میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ حسب ذیل دو جرائم کے سوا ملک معظم ہر جرم کے لئے معافی عطا کر سکتے ہیں۔

(الف) قانون ہیبیس کارپس (Habeas Corpus Act) کے تحت

---

[1] دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۷۴)۔

[2] (Wade and Phillips, Constitutional Law. 2 nd ed. P. 201)

ملک معظم ملزم کی زندگی کے پورے حالات اور اس کے طور طریق پر ناقدانہ نظر ڈال سکتے اور نیز عوام کے جذبات کو بھی ملحوظ رکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ لی کے مقدمے میں ہوا تھا جس کو تین مرتبہ کوشش کرنے کے باوجود پھانسی کی نمی کی وجہ سے پھانسی نہیں دی جا سکتی تھی۔

[3] مثلاً ایسی معافی جس میں عبور دریائے شور کی شرط قائم کی جائے۔ یا وہ معافی جو ۱۷۳۰ء میں ایک سزا یافتہ مجرم کو اس شرط سے دی گئی تھی کہ وہ مشہور سرجن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملک معظم ایسے جرائم میں معافی نہیں عطا کر سکتے جس میں رٹ آف ہیبیس کارپس (Writ of Habeas Carpus) کی حفاظت کے اثر سے گریز کرنے کی خاطر مجوس کو انگلستان سے باہر بھیجا گیا ہو۔[1] اور 593

(ب) کامن لا کے تحت ملک معظم اس شخص کو معافی نہیں دے سکتے جس کے خلاف کسی امر باعث تکلیف عام کا الزام ثابت قرار پا چکا ہو تاوقتیکہ وہ امر باعث تکلیف عام دور نہ کر دیا جائے۔[2] کیونکہ اگر ایسی معافی جائز رکھی جاتی تو ان خانگی اشخاص کے حقوق کو ضرر پہنچتا جنھیں اس تکلیف دہ امر سے مضرت پہنچی ہو۔[3] علاوہ ازیں اگر دارالعوام کی جانب سے کسی پر بدانتظامی کا الزام (impeachment) عائد کیا جائے تو جو معافی ملک معظم عطا کریں، مقدمے کی تحقیقات کو روکنے کے لئے بطور صفائی پیش نہیں کی جا سکتی گو ملزم اس معافی کی بنا پر سزا سے ضرور بچ جائے گا۔ کسی شخصیے کے قواعد (جیسے جامعہ یا کلیہ کے ذیلی قواعد) کی خلاف ورزی، جرم، کے مفہوم میں داخل نہیں ہے اور اس وجہ سے ان کی نسبت معافی عطا کرنے کا اختیار ملک معظم کو نہیں ہوتا۔ 2 Str 912; Dr Bentley's case (1731)

اکثر یہ بحث کی جاتی ہے کہ اگر قوانین مکمل ہوں تو اختیار عطائے معافی کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چیسلڈن (Cheselden) کو اپنے کان کے پردے میں سوراخ کرنے کی اجازت دے گا تاکہ سرجن موصوف اس عمل کے قوت سماعت پر اثرات کی نسبت تحقیقات کر سکیں

[1] 31 car, 2, C, 2, S. 11

[2] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۶۔

[3] اس کا مقابلہ اس متضاد قاعدے سے کیجئے جس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ ان افعال ناجائز کی صورت میں جو اس شرط سے ممنوع ہوں کہ انکی خلاف ورزی پر کوئی معمولی اطلاع دہندہ بذریعہ چارۂ کار بصیغۂ دیوانی رقمی تاوان وصول کر سکتا ہے، ملک معظم کی جانب سے معافی صرف اس وقت سے قبل تک عطا کی جا سکے گی کہ کسی اطلاع دہندہ نے ابھی مقدمہ رجوع نہ کیا ہو (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۱۷)۔

[4] بذریعۂ قانون بندوبست (Act of Settlement)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ بکیریہ (Beccaria) کا قول ہے کہ "وہ خوش نصیب ہے وہ قوم جہاں ترحم خطرناک سمجھا جائے" لیکن طویل تجربے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ انسانی بینش میں ایسا نظام قانون سازی ترتیب دینے سے عاجز ہے جو نقائص سے پاک ہو لہذا معافی عطا کرنے کا اختیار ایسا ہے جو معدلت گستری کے معقول انتظام کیلئے ناگزیر ہے[1]۔ بریں ہم اختیار اس قسم کا ہے کہ اگر اس کا ہر موقع پر استعمال کیا جانے لگے تو قانون فوجداری کے جملہ تار و پود کے پرخچے اڑانے کیلئے کافی ہے کیونکہ چند اشخاص پر ترحم اکثریت پر ظلم کے مماثل ہے۔ پریزیڈنٹ ٹافٹ (President Taft) کی رائے یہ ہے کہ "اس اختیار کو نہایت دانشمندی سے استعمال کرنا ضروری ہے مبادا اس سے قانون کا وقار اور احترام مفقود ہو جائے۔ بعض مرتبہ صدر کو اس اختیار کے استعمال میں دھوکا ہو جاتا ہے۔ خود مجھے بھی دھوکا ہو چکا ہے"

(Ethics in Service P. 60)

594 The Accusatorial System الزام عائد کرنیکا اصول

الزام عائد کرنے کا اصول جس پر انگریزی ضابطۂ فوجداری مبنی ہے براعظم یورپ کے تفتیشی اصول (inquisitorial System) سے بہت زیادہ مختلف ہے۔ فرانس میں ابتدائی تفتیشی دریافت کی کارروائی ایک جوگی ڈیمی انسٹرکشن

---

[1] یہ اختیار اوسطاً تقریباً تین سو مقدمات میں سالانہ استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا صرف ۲ فیصد یا اس سے بھی کم تعداد میں مکمل معافی عطا ہوتی ہے۔ ۱۹۳۳ء میں یہ اختیار صرف (۱۸۰) مقدمات میں استعمال ہوا اور کسی میں بھی مکمل معافی نہیں دی گئی۔ بہت ہی شاذ و نادر مقدمات میں معافی اس شبہہ کی بنا پر دی جاتی ہے کہ تجویز اثبات جرم آیا مبنی بر انصاف ہے یا نہیں۔

(Criminal Justice in England by Pendleton Haward P, 384) ۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(Juge d' instruction) انجام دیتا ہے جو حالات جرم کی تفتیش کرتا ہے اور ملزم سے علیحدگی میں بہت سختی کے ساتھ استفسار کرتا ہے[1]۔ اگر ملزم بغرض تحقیقات بھیجا جائے تو عدالت میں میر مجلس عدالت اس سے مکرر دریافت کرتا ہے حالانکہ استغاثے کی پیروی کے لئے پروکیور و رجنرل (Preureur general) موجود ہوتا ہے۔ انگلستان کی طرح وہاں جرح کا رواج نہیں ہے۔ لیکن میر مجلس عدالت کے توسط سے استفسارات کئے جا سکتے ہیں۔ براعظم یورپ میں ملزم کی بے گناہی کے قیاس کے بجائے اس کی مجرمیت کا قانونی قیاس ہوتا ہے۔

انگریزی ضابطۂ فوجداری کی اساس ملزم کی بے گناہی کے قیاس پر قائم ہے۔ جج ہر قسم کے جذبات سے عاری ہوتا ہے اور مستغیث کے مقابلے میں ملزم کو مدد دینے پر مائل رہتا ہے۔ سخت قسم کے آئینی رواجات کے تحت پیروکار استغاثے پر یہ پابندی عائد ہے کہ وہ کوئی ایسا عمل نہ کرے جو ظالمانہ یا نامناسب ہو[2]۔ مقدمے کے آغاز ہی سے فوجداری کارروائی کھلی عدالت میں جہاں عوام کی رسائی ممکن ہو عمل میں لائی جاتی ہے اور ہر کارروائی کی اطلاعیں پوری طرح شائع کی جا سکتی ہے بہت کم صورتوں میں ملزم کو مفت قانونی امداد دینے کی درخواست نامنظور کی جاتی ہے[3]۔ اور ملزم کو ہمیشہ یہ حق رہتا ہے کہ برسر اجلاس پیروکار صفائی کے تقرر کا مطالبہ کرے[4]۔ قانون شہادت کے احکام کی پابندی مستغیث کے مقابلے میں تو بڑی سختی سے کی جاتی ہے لیکن اکثر مرتبہ ملزم کے فائدے کے لئے

---

[1] ملزم کی نمایندگی بذریعہ کونسل ہو سکتی ہے۔

[2] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۶۹۔

[3] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۴۴۔

[4] اس امر کا حق کہ ملزم کسی کونسل سے جو اجلاس عدالت پر موجود ہو یا بوا فی فیس ایک پونڈ تین شلنگ چھ پنس اس کی صفائی میں کام کرنے کا مطالبہ کرے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے[1]۔ جوری کی رائے کا اظہار باتفاق آرا ہونا لازم ہے بلاشبہہ انگلستان میں کسی مجرم کی برأت کا زیادہ اندیشہ ہے بہ نسبت کسی بے گناہ کے سزایاب ہونے کے[2]۔ یہاں یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ گو انگلستان میں ملزم کی بے گناہی کا قیاس ہوتا ہے، اور اسی قیاس پر قانون شہادت کی بنیاد قائم ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ابتدائی تحقیقات کنندہ ناظم فوجداری کے مواجہ میں کارروائی کے بعد ملزم کی تجویز

---

[1] "اگر مقدمے میں شہادت کی نوبت پہنچے کوئی بحث ایسی پیدا ہو جس کا بآسانی تصفیہ ممکن ہو تو میں اس بحث کو کبھی ملزم کے خلاف طے نہیں کرتا" (Lord Darling Cf. 9 Cr. App. R. 244)

[2] اس طریقے کے مفید ہونے یا ہونے کا انحصار غالباً عمرانی تحفظات میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے جے ڈی۔ لیوس اپنی تصنیف (Causes Celebres de L' Angleterre) میں بیان کرتے ہیں کہ انگریزی فوجداری تحقیقاتی کارروائیوں کے دسیع مطالعے کے بعد جن میں عہد جیمس دوم کے بعد کے مقدمات شامل تھے۔ صاحب مصنف کو صرف تین مقدمات ایسے دستیاب ہو سکے جن میں ملزمین کو پھانسی دیدی گئی اور من بعد وہ بالکل بے جرم ثابت ہوئے۔ یہ تینوں حسب ذیل مشہور مقدمات ہیں۔ شا کا مقدمہ (جس کو بمقام اڈمبرا اپنی بیوی کے مفروضہ قتل عمد کے الزام میں جس نے فی الحقیقت خودکشی کا ارتکاب کیا تھا پھانسی دی گئی تھی)، جینکنس کا مقدمہ (جس کو بمقام ہل ۱۷۶۲ء میں سرقے کے الزام میں پھانسی دی گئی حالانکہ دراصل اس نے مال کی شناخت میں غلطی کی تھی) اور ایلیز اینگ کا مقدمہ جو بہت مشتبہ ہے (جس کو بمقام لندن بمبینہ زہر خورانی کے الزام میں قتل کیا گیا)۔ اور مالک سرائے جو نے تھان بریڈفورڈ کا مقدمہ (جس کو ۱۷۳۶ء میں ایک مسافر کے قتل عمد کے الزام میں پھانسی دی گئی) آخر الذکر مقدمے میں ملزم گو بے جرم تھا لیکن اخلاقی حیثیت سے قصوروار تھا کیونکہ ملزم مسافر کے کمرے میں اس کے قتل کے ارادے سے داخل ہوا تھا لیکن وہاں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ خود اس کے سائیس نے پہلے ہی سے اس کو قتل کر دیا تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی غرض سے سپردگی سے اہل جوری کو اس بات کا علم ہو جاتا ہے، اور عقل سلیم بھی یہی قیاس کرتی ہے کہ ملزم غالباً مجرم ہے[1]۔ ایک مشہور فرانسیسی مصنف کی یہ رائے ہے کہ بعض امور میں فرانسیسی نظام انگریزی نظام فوجداری کے مقابلے میں ملزم کے لئے زیادہ مفید ہے[2]۔ ایک بے گناہ ملزم ابتدائی تحقیقات کی نوبت پر شہادت کی مکمل چھان بین سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ انگلستان میں جب ملزم اپنی صفائی پیش کرتا ہے تو گواہوں پر جرح کی نوبت پر اس کو بیان اور سوال میں امتیاز کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ جو ملزم کی پریشانی کا موجب بنتی ہے۔ علاوہ ازیں سنی سنائی شہادت کو سختی کے ساتھ ناقابل ادخال قرار دینے سے اکثر مرتبہ سچے واقعات بھی شامل مسل ہونے سے رہ جاتے ہیں[3]۔

---

[1] سی۔ کے۔ ولین کی تصنیف "فرائض قانونی" میں باب "قیاس بے گناہی" کا مطالعہ کیجئے۔

[2] (les Principes Directeurs de la Procedure Criminelle de L' Anglet. erre by Emile Seity.

[3] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۴۳۵۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

596

باب ۳۲

معمولی طریقۂ کارروائی

۳۔نظر بندی۔ (Detention) اور امتحان نیک چلنی (Probation)

سزاؤں کے ایسے طریقوں کے ساتھ ساتھ جو قدیم سے رائج ہیں اور جن کی اصل غایت جرم سے باز رکھنا ہوتی ہے ہمیں ملزمین کے ساتھ برتاؤ کے ان تین طریقوں پر بھی غور کرنا چاہئے جن کا مقصد اول الذکر اقسام سزا کے مغائر یہ ہوتا ہے کہ ملزمین کو بحالت تنہائی رکھا جائے۔ یا انکی اصلاح کیجائے آخر الذکر طریقے اوسط درجے کے مجرم کے لئے استعمال نہیں ہوتے بلکہ ان کو صرف اس وقت بروئے کار لایا جاتا ہے جبکہ مجرم نسبتہً بہتر یا بدتر ہوں یعنی صرف ایسے ملزمین کے لئے جو ایک اوسط ملزم کے بالمقابل اصلاح کی کم یا زیادہ صلاحیت رکھتے ہوں۔

انیسویں صدی کے دوران میں جب کہ تعزیری پابندیوں کے خلاف ایک عام ردعمل شروع ہوا تھا یہ جدید نظریہ رونما ہوا کہ سزاؤں کا مقصد اصلی ملزم کی اصلاح ہونا چاہئے۔ لیکن طویل تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس شریفانہ مقصد کا حصول عملاً اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے جتنا کہ اس

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نظریے نے ابتدا میں فرض کر لیا تھا۔ مکرر سزا یافتہ مجرمین (Recidivists) کی ہر ملک میں بڑھتی ہوئی کثیر تعداد سے اس امر کی بخوبی تصدیق ہوتی ہے مثلاً انگلستان میں ۱۹۲۰ء کے دوران میں انتالیس ہزار اشخاص کو قید کی سزا دی گئی جن کے منجملہ اٹھائیس ہزار سزا یافتہ اشخاص ایسے تھے جو سابق میں بھی مرتکب جرم قرار پا چکے تھے۔ بیس ہزار آٹھ سو چونتیس (۲۰۸۳۴) مثالیں ایسی تھیں جن میں ملزمین سابق میں سزائے قید بھگت چکے تھے ان کے منجملہ تین ہزار تین سو بیاسی (۳۳۸۲) اشخاص چھ تا دس مرتبہ کے سزا یافتہ تھے۔ دو ہزار چھ سو بائیس (۲۶۲۲) اشخاص گیارہ تا بیس مرتبہ سزا بھگت چکے تھے اور دو ہزار ایک سو پچیس (۲۱۲۵) اشخاص ایسے تھے جو بیس مرتبہ سے زیادہ کے سزا یافتہ تھے۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ قانون فوجداری کا مقصد و اصل جرائم کا انسداد ہے اگر کوئی خاص ملزم پے در پے اتنے کثیر مرتبہ مرتکب جرم قرار پائے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ اس کو ارتکاب جرم سے بذریعہ اصلاح یا تخویف باز نہیں رکھا جا سکتا تو بجز اس کے چارہ نہیں کہ جرائم کا انسداد راست کارروائی کے ذریعے 597
عمل میں لایا جائے اور ملزم کو حالت تنہائی میں اس طرح رکھا جائے کہ جرائم کی تکرار اس کے لئے ناممکن ہو جائے تاوقتیکہ ایسے شخص کو بحالت تنہائی نہ رکھا جائے وہ نہ صرف جرم کا ارتکاب خود جاری رکھے گا بلکہ دیگر اشخاص کو بھی ارتکاب جرم کی تعلیم دے گا اور اپنی مجرمانہ ذہنیت آنے والی نسل کے بدفطرت اشخاص میں پھیلا دے گا۔ اناطول فرانس کا مقولہ ہے کہ "معدلت گستری کا مفاد مقدس ہے مرتکب جرم کا مفاد مقدس تر ہے لیکن سماج کا مفاد مقدس ترین ہے" قانون نشہ بازان ۱۸۹۸ء (۶۱ و ۶۲ وکٹوریہ باب ۶۰) کے ذریعے سے معاشرے کی حفاظت کی کوشش کی گئی جس کے تحت حکومت کی جانب سے اصلاحی ادارے فراہم کئے جاتے تھے جہاں ایسے ملزمین کو بحالت تنہائی رکھا جاتا تھا جن کی ہوس میخواری لاعلاج پائی جاتی تھی۔ لیکن یہ تجربہ ناکام ثابت ہوا اور ایسے اصلاحی ادارے اب بند

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر دیے گئے ہیں۔ ایسے ملزمین کے لئے جن کی خوئے مجرمانہ اسی طرح لاعلاج ہو، کنفی اصولوں پر انھیں حالت تنہائی میں رکھنے کے انتظام کی بہت زیادہ ضرورت پائی جاتی ہے۔ اگر ہم تخویف کے ذریعے باز نہیں رکھ سکتے تو ہمیں چاہیئے کہ اس کو علیحدہ رکھ کر جرم کا انسداد کریں۔ یہی وجہ ہے کہ فرانس میں یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ جو مجرم اپنے سابقہ حالات سے مایوس کن ثابت ہو اس کو کسی تعزیری نوآبادی میں دائماً محبوس کر دیا جائے۔ اسی طرح قانون انسداد جرائم ۱۹۰۸ء (۸ ایڈورڈ ہفتم باب ۵۹) کے تحت عدالتوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کے خلاف تعزیری مشقت کی سزا تجویز کریں جس کو چوری نے جرم کبیر[2] کا مرتکب قرار دیا ہو اور ساتھ ہی اس شخص کو عادی[3] مجرم بھی اس بنا پر قرار دیا ہو کہ اس نے

---

[1] مشہور بدمعاش جین کیک بریڈ (Jane Cakebread) پر جو ۱۸۹۸ء میں فوت ہوا ۲۸۱ مرتبہ نشہ بازی کی علت میں تجویز اثبات جرم صادر کی گئی تھی۔ الی نر لارکن Eleanor (Larkin) کے خلاف دو سو اٹھائیسویں مرتبہ تجویز اثبات جرم ۱۹۲۰ء میں صادر ہوئی تھی لارڈ ہرشل (Lord Herschell) نے ایک ایسی عورت کا ذکر کیا ہے جس کو نشہ بازی کی علت میں ۴۰۴ مرتبہ سزائے قید بھگتنی پڑی۔

[2] یا جعلی سکہ بنانے، دھوکا دینے، فریب دینے کی نیت سے سازش کرنے یا بوقت شب سرقے کا ارتکاب کرتے ہوئے پائے جانے کی صورت میں۔

[3] بشرطیکہ فرد قرار داد جرم میں ملزم پر عادی مجرم ہونے کا الزام قائم کیا گیا ہو جو صرف ڈائرکٹر جنرل آف پبلک پراسیکیوشن کی اجازت سے قائم ہو سکتا ہے۔ اور ایسی اجازت اس وقت تک نہیں دی جاتی کہ ملزم سابق میں کم از کم ایک مرتبہ سزائے تعزیری بھگت چکا ہو اس کی عمر تیس سال سے زائد ہو، اور موجودہ الزام سنگین نوعیت کا ہو۔ اگر کسی سابقہ مقدمے میں ملزم کو عادی مجرم قرار دیا گیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ شخص ہمیشہ عادی مجرم رہے گا۔

(Rex v. Norman, (1924) 2. K.B. 315)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سابق میں اپنی سولہ سال کی عمر کے بعد سے کم از کم تین بار سنگین جرائم کا ارتکاب کیا ہے تو اس کو یہ مزید سزا دے سکیں گی کہ وہ شخص مشقت تعزیزی کی میعاد کے اختتام کے بعد "انسدادی نظر بندی" (Preventive Detention) میں رکھا جائے۔ اس نظر بندی کی میعاد پانچ سے دس سال تک ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کی مدت دوامی نہ ہوگی جیسا کہ مسودۂ قانون میں تجویز کیا گیا تھا۔ اس نظر بندی میں جیلوں سے کم سختی ہوتی ہے مثلاً اوقات کی پابندی، غذا، ملاقاتوں، تفریح اور منفعت حاصل کرنے کی نسبت یہاں سختیاں کم ہیں[۳] یہاں کی زندگی عملاً کسی زراعتی نوآبادی کی زندگی کے مماثل ہوتی ہے۔ ان ملزمین کے مقدمات پر وقتاً فوقتاً اس غرض سے غور کیا جاتا ہے کہ انھیں بہ عطائے اجازت نامہ رہا کیا جا سکے لیکن رہا شدہ ملزمین کے منجملہ ان اشخاص کی تعداد بہت کم ہے جن کا چال چلن درست رہا (ملاحظہ ہو (Troups Home office P. 123) سنہ ۱۹۳۰ء کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے (ملاحظہ ہو کتاب صفحہ ۵۹۶) کہ موجودہ طریقے "نہ صرف اکثر اشخاص کے شوق ارتکاب جرم کو روکنے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں بلکہ ان سے مزید انحطاط اس وجہ سے پیدا ہو گیا ہے کہ ملزمین قید کے ماحول کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے ان کی عادات سدھرنے کے بجائے وہ اور بدتر ہو جاتے ہیں"[۲] "جیل کی آبادی کا بہت کافی حصہ ایسے اشخاص کی نمائشی فوج پر مشتمل ہوتا ہے جو جیل خانے سے بار بار گذرتی ہے"[۳] عام حالات میں عدالت کسی ملزم کے خلاف سزائے قید کی مدت اس خاص جرم کی اہمیت کی مناسبت سے معین کرتی ہے جس کا وہ شخص مرتکب قرار پا چکا ہو اور سماج عارضی طور پر اس کے مضر اثرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ لیکن تقریباً اسی فیصدی صورتوں میں قید کی میعاد تین ماہ 598

---

[۱] ایسی تجویز کی ناراضی سے ملزم بلا حصول اجازت مراجعہ دائر کر سکتا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۵۸۷ کتاب ہذا)

[۲] ایسے اشخاص کا اوسط جنھیں یہ سزا دی جاتی ہے ۱۲۸ ہے۔

[۳] ملاحظہ ہو رپورٹ ڈپارٹمنٹل کمیٹی نسبت عادی مجرمان سنہ ۱۹۳۲ء (Cmd. 4090)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے زیادہ نہیں ہوتی اور جرائم پیشہ ملزمین کے خلاف کارروائی کرنے میں جو مالی نقصان اور زحمت برداشت کرنی پڑتی ہے وہ حاصل شدہ نتائج کے مقابلے میں بالکل ناقابل لحاظ ہے۔ عدالت کرمنل اپیل[1] نے اکثر اس پر زور دیا ہے کہ کسی سزا کی مدت کا تعین کرنے میں اس جرم کی حقیقی اہمیت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے جس کا ارتکاب کیا گیا ہو۔ سزا کی انتہائی معیاد صرف مخصوص شدید صورتوں تک محدود رکھی جانی چاہیئے۔ اگرچہ عدالتوں کو تجویز سزا کے وقت ملزم کی عمر، حالت صحت اور اس کے سابقہ جرائم وغیرہ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کوئی ایسا شخص جو ابتدا سے بدعادت ہو خفیف جرم لاپرواہی یا جرم ڈکیتی کا مجرم قرار پانے پر ایک ہی میعاد کی سزا پائے تو اس امر کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا کہ وہ بھیڑ کے بچے کے بارے میں پھانسی کی سزا پانے پر بڑی بھیڑ کے بارے میں سزا پانے کو ترجیح دے گا۔

599 اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے حال میں جو کمیٹی عادی مجرمین کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لئے مقرر کی گئی تھی[2] اس نے عادی مجرمین کے طریقۂ برتاؤ میں بہت سی تبدیلیوں کی سفارش کی ہے۔ یہ حالت موجودہ انسدادی نظر بندی کی تجویز صرف ان صورتوں میں جائز ہو سکے گی جبکہ:-

(الف) یہ ایک ایسی سزا کے طور پر ہو جو تعزیری مشقت کے علاوہ صادر کی گئی ہو۔

(ب) ملزم کسی ایسے جرم کا مرتکب قرار پائے جو بلحاظ اپنی سنگینی کے تعزیری مشقت کی مستوجب ہو، اور

(ج) نظر بندی کی میعاد پانچ سال سے کم نہ ہو۔

وزارت داخلہ نے سفارش کی ہے کہ قانون ۱۹۰۸ء کے تحت یہ ضابطہ نہ اختیار کیا جائے سجز اس کے کہ ملزم کی عمر تیس سال سے زائد ہو اور وہ

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۶۰۷۔

[2] ملاحظہ ہو رپورٹ ڈپارٹمنٹل کمیٹی نسبت عادی مجرمان ۱۹۳۲ء (Cmd. 4090)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قبل ازیں کم از کم ایک مرتبہ تعزیری مشقت کی سزا بھگت چکا ہو۔ مذکور الصدر کمیٹی کی یہ رائے تھی کہ جن ملزمین کی عمر اکیس اور تیس برس کے درمیان ہو ان کی مجرمانہ زندگی کے ابتدائی مدارج میں پانچ سال سے کم مدت کی نظر بندی اکثر صورتوں میں موثر ثابت ہوگی۔ ممبران کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ بورسٹل (Borstal) کے اصولوں کو بالغ ملزمین کی حد تک وسعت دی جانی چاہیئے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ مجرم کے عادات کا بھی اتنا ہی لحاظ کیا جاسکے جتنا کہ نوعیت جرم کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ سزائے نظر بندی کا نفاذ ان حالات کے تحت کیا جائے جو رہائی کے بعد ملزم کے لئے مفید ہوسکیں اور اس کا امکان رکھا جائے کہ ملزم بہ عطائے اجازت نامہ رہا کیا جاسکے۔ اکیس برس سے زائد لیکن تیس برس سے کم عمر کے عادی مجرمین کے لئے ایسے انتظام کی ضرورت پر کمیٹی نے بہت زور دیا ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء کے دوران میں جملہ قابل سپرد گی جرائم کی پچیس فی صدی تعداد کے مرتکب مندرجۂ بالا عمر کے اشخاص تھے۔ کمیٹی نے ایک جدید طریقۂ سزا روشناس کرنے کی سفارش کی ہے اور رائے ظاہر کی ہے کہ عدالت اسائز یا عدالت کوارٹر سشن کو اختیار دیا جائے کہ مناسب مقدمات میں سزائے نظر بندی صادر کرسکیں جس کی میعاد دو سال سے کم اور چار سال سے زائد نہ ہوگی۔ یہ اختیارات صرف ان جرائم کی نسبت استعمال ہوسکیں گے جو بعد ترتیب فرد قرار داد جرم دو سالہ سزائے قید کے مستوجب ہوں۔ اس نظر بندی کا مقصد تعزیر کے بجائے اصلاح اور نگرانی ہوگا۔ سنگدل جرائم پیشہ مجرمین کے لئے کمیٹی کی سفارش یہ ہے کہ قانون میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جن کے تحت سزائے قید یا تعزیری مشقت 600
کے عوض جہاں کہیں مفاد عامہ کے مدنظر یہ امر قابل صوابدید معلوم ہو انھیں نظر بندی کی سزا دی جاسکے جس کی میعاد پانچ سال سے کم اور دس سال سے زائد نہ ہوگی۔ یہ اختیار صرف اس وقت استعمال کیا جائے گا جبکہ ملزم کسی سنگین جرم کا مرتکب قرار پائے اور سابق میں تین مرتبہ مرتکب جرم قرار پا چکا ہو۔ کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ نظر بندی کے اداروں میں روک تھام کا انتظام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قید خانوں سے کم رکھا جائے۔ مقدمات قابل نظر بندی اور مقدمات مستوجب سزائے قید کے درمیان امتیاز قائم کرنا بظاہر مشکل ہے اور کمیٹی کے مطمح نظر کی بڑی حد تک تکمیل ہو جائے گی اگر عدالت کریمنل اپیل ان قواعد کی سختیوں میں کمی کر دے جن میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ میعاد سزا کے تعین کیلئے سب سے پہلے جرم کی شدت ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ یہ اصول کہ جہاں تک ممکن ہو سزائے قید اصلاح اور تخویف کی غرض سے دی جائے اور اس کا انتظام اس طرح کیا جائے کہ جیل خانے کے باہر بھی وہ ملزم کی زندگی کے لئے مفید ہو سکے، ایسا ہے جو معمولی قید خانوں اور نظر بندی کے اداروں ہر دو سے متعلق ہو سکتا ہے واقعہ یہ ہے کہ ان اصولوں پر عمل پہلے ہی سے ہو رہا ہے۔ خاص خاص قسم کے قیدیوں کے لئے خصوصی قید خانے علٰحدہ مقرر کئے گئے ہیں۔ ہر قید خانے کے ساتھ ایک تعلیمی مشیر مقرر ہے اور اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ قیدیوں کی تربیت کا انتظام کیا جائے۔

عمر رسیدہ مجرمین اکثر ناقابل اصلاح ہوتے ہیں لیکن کمسن مجرم خاص طور سے اصلاح کی صلاحیت رکھتے ہیں، اسی لئے مجرم لڑکوں کو قید خانے کے بجائے اصلاحی مدارس بھیجنے سے عرصہ دراز سے اچھے نتائج برآمد ہوتے رہے ہیں۔ راچسٹر کے قریب قید خانہ بارسٹل میں ۱۹۰۲ء میں بڑی عمر کے لڑکوں کے ساتھ اسی قسم کے طریقۂ برتاؤ کا تجربہ کیا گیا تھا اس تجربے کی کامیابی کے مدنظر قانون انسداد جرائم ۱۹۰۸ء (۸ - ایڈورڈ ہفتم باب ۵۹) کی دفعہ ۱ منظور ہوئی جس کی رو سے وہ ملزم جس کی عمر سولہ برس کی ہو چکی ہو لیکن ہنوز اکیس سال کو نہ پہنچی ہو۔ یعنی 'نوجوان بالغ' (Juvenile Adult) جب بعد ترتیب فرد قرار داد جرم کسی جرم مستوجب سزائے قید کا مرتکب قرار پائے تو اس کو قید خانے کے بجائے کسی بارسٹل نکتب میں مقیم کی حیثیت سے ایسی مدت کے لئے نظر بند رکھا جا سکے گا جس کی میعاد تین سال سے زائد (حالیہ ترمیم کے مطابق) اور دو سال سے کم نہ ہوگی۔ ۱۹۲۵ء میں ججوں نے اقل ترین موزوں میعاد تین سال قرار دی۔ کوئی عدالت، بہ اختیارات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سرسری کسی ایسے نوجوان بالغ کو جو مکرر مرتکب جرم قرار پا چکا ہو اور جس کا جدید جرم ایسی سزائے قید کا مستوجب ہو جس کی مدت کم سے کم ایک مہینہ ہو سکتی ہے، عدالت اسائزز یا سشن کو بھیج سکے گی جو اس ملزم کے بارے میں بارسٹل طریقۂ برتاؤ، کو نافذ کرنے یا نہ کرنے کی تجویز کی مجاز ہوگی۔ فی الوقت متعدد بارسٹل قیام گاہیں قائم ہیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء کے دوران میں چھ سو کم عمر اشخاص ان قیام گاہوں کو بھیجے گئے تھے۔ ان اداروں کے کئی مدارج ہیں اور قبل اس کے کہ لڑکے کسی قیام گاہ کو بھیجے جائیں وہ قید خانۂ اطفال واقع ورم وڈ اسکربس (Wormwood Scrubbs) میں درجہ بندی کی غرض سے داخل کئے جاتے ہیں۔ ان لڑکوں کو وہاں جسمانی، صنعتی، اور اخلاقی تربیت دی جاتی ہے۔ نیک چلنی کے انعام کے طور پر انھیں موسم بہار میں تفریحی سفر پر روانہ کیا جاتا ہے۔ چھ ماہ کی مدت کے ختم پر ایک دورہ کمیٹی کے حسب صوابدید انھیں بذریعۂ اجازت نامہ رہا کیا جا سکتا ہے، اور دو سال کے ختم پر نوجوان لڑکے بذریعۂ اجازت نامہ رہا کر دیے جاتے ہیں اور بقیہ دو سال ایک قابل تحسین انجمن بارسٹل ایسوسی ایشن کی نگرانی میں گزارتے ہیں اس انجمن کے ایک ہزار سے زائد اراکین (جن میں سے بیشتر غیر تنخواہ یاب ہیں) ان اجازت یافتہ لڑکوں کو اسی طرح مشورہ اور امداد دیتے ہیں جس طرح قید خانے سے رہائی یافتہ قیدیوں کو "رہا شدہ قیدیوں کی امدادی انجمنوں" (Discharged Prisoners Aid Society) کی جانب سے دی جاتی ہے۔ بارس قیام گاہوں سے رہائی یافتہ لڑکوں کی تین چوتھائی تعداد آزادی کی اس دو سالہ مدت میں کسی خلاف قانون جرم کا ارتکاب نہیں کرتی اور جن لڑکوں

601

۱؎ کریمنل جسٹس ایڈمنسٹریشن ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء دفعہ ۱۴ اور کریمنل جسٹس ایکٹ سنہ ۱۹۱۵ء دفعہ ۴۶ ضمن (۱)۔

۲؎ جیل خانوں کے اندر بھی اسی کے مماثل "جماعتہائے نوجوان قیدیان" کے نام سے ایسے قیدیوں کو درس دیے جاتے ہیں، (ان کو پہلے مرمہ بورسٹل طریقۂ برتاؤ، کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا) جن کی عمریں سولہ اور اکیس برس کے درمیان ہوں۔

۳؎ سنہ ۱۹۲۸ء کے دوران میں ۹۵۴ اشخاص نے اس سے استفادہ کیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کو آزادی حاصل کئے ہوئے گیارہ سال گزر چکے ہیں ان کی اکثریت اسی طرح پابند قانون ثابت ہوئی ہے۔ جن ملزمین کو بارسٹل اداروں میں رکھا گیا تھا ان کی تقریباً پینتیس فی صدی تعداد نے دوبارہ جرائم کا ارتکاب کیا۔ تقریباً اتنی ہی تعداد دماغی یا جسمانی حیثیت سے ناقص پائی گئی۔ یہ نتائج ہمارے توقعات سے بھی زیادہ ہیں۔

بارسٹل نظام، جسمانی طور پر کمزور لڑکوں کے لئے موزوں نہیں ہے اور نہ یہ ایسے مجرمین کے لئے موزوں ہے جو پہلی مرتبہ مرتکب جرم ثابت قرار پائے ہوں یا اور طور پر مبتدی ہوں بلکہ یہ قیام گاہیں ایسے تندرست لڑکوں کے لئے وضع ہوئی ہیں جو سزائے قید بھگت چکے ہوں اور جنھوں نے بظاہر قانون شکنی کو اپنا شعار بنا لیا ہو۔ جب کوئی شخص، خواہ وہ کمسن ہو یا بالغ صرف ایک خفیف قسم کے جرم کا ارتکاب کرے تو وہ ایک سادہ طریقے کے ذریعے سے عموماً اس جرم سے کامیابی کے ساتھ روک دیا جا سکتا ہے۔ ججوں کا عرصے سے یہ عمل رہا ہے کہ جہاں کہیں مجرم کے عادات اور اس کا ماحول اجازت دے، مجرم کے خلاف
602 سزا کے فوری نفاذ کے بجائے اس کو رہا کر دیا جائے لیکن ساتھ ہی اس امر کا پابند کیا جائے کہ وہ اس دوران میں نیک چلن رہے گا اور اگر اس کے رویۂ مابعد کے تحت ضرورت داعی ہو تو وہ مجوزہ سزا بھگتنے کے لئے حاضر ہو جائے گا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰ پر اس کی ایک مثال St. Tr. 1130 in 1809) اس عمل کی سفارش کرنے اور اس کے عمل درآمد کی عدالت بہ اختیارات سرسری کو اجازت دینے کی غرض سے قانون تحقیقات بہ اختیارات سرسری ۱۸۷۹ء کی دفعہ ۱۶ منظور کی گئی۔ فی الحال یہ امور قانون امتحان نیک چلنی ملزمان ۱۹۰۷ء (The Probation of offenders Act 7, Edw.7. C. 17) کے تحت پاتے ہیں[1]۔ اس قانون کی رو

[1] حسب ترمیم کریمنل جسٹس ایکٹ ۱۹۳۹ء اور ترمیم کریمنل جسٹس ایکٹ ۱۹۲۶ء (۱۶، ۱۷ جارج پنجم باب ۱۳) ۲

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے ہر عدالت، خواہ باختیارات سرسری ہو یا بالاتر، جس کی رائے میں کوئی جرم ثابت قرار پائے لیکن واقعی سزا کا نفاذ خلاف مصلحت ہو[1]، ملزم کو مچلکۂ نیک چلنی[2] پر بدیں شرط رہا کر سکے گی کہ وہ نیک چلن رہے گا اور اگر اندرون مدت سہ سال طلب کیا جائے تو تجویز سننے کے لئے حاضر ہو جائے گا۔ عدالت بہ اختیارات سرسری کے لئے اثبات جرم ضبط تحریر میں لانا ضروری نہیں ہے[3]، عدالت ملزم کو یہ بھی حکم دے سکتی ہے کہ وہ ہرجہ باضافۂ خرچۂ عدالت ادا کرے (جس کی مقدار بصورت عدالت اختیارات سرسری پچیس[4] پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی)۔ عدالت مچلکۂ نیک چلنی کو کسی شرط سے مشروط کر سکتی ہے مثلاً مال کی واپسی، سکونت، نشہ آور شے کے استعمال، زراعتی نوآبادی کے داخلے یا بیخواری اڈے یا پناہ گاہ کے داخلے حتیٰ کہ برطانیۂ عظمیٰ کے تخلیے کے متعلق شرائط عائد کر سکتی ہے۔ لیکن اگر نوعمر ملزمین کی رہائی کے وقت یہ شرط عائد کی جائے کہ انھیں کسی تعلیمی ادارے میں شریک کرنا چاہیئے تو ایسے ملزمین وزارت داخلہ کے قائم کردہ مدارس میں شریک کئے جانے چاہئیں۔ مندرجۂ بالا شرائط کے علاوہ ایسے ملزم پر افسر تحقیقات کنندۂ نیک چلنی کی نگرانی قائم کی جا سکتی ہے، جس کا فرض ہوگا کہ وقتاً فوقتاً ملزم سے ملاقات کرے، اس کے چال چلن کی رپورٹ دے اور "اس کو صلاح اور امداد دے اور اس کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرتا رہے"۔ اگر ملزم مچلکۂ نیک چلنی کی خلاف ورزی کرے گا تو مچلکہ ضبط کیا جا سکے گا اور اس کے اصل جرم کے خلاف تجویز سزا نافذ کی جا سکے گی۔ جو رقم مچلکۂ نیک چلنی کے تحت قابل ادائی ہو وہ یک مشت یا جزءً ادا ہو سکے گی

---

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۵۱۴ کتاب نوٹ (۲)۔
[2] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۵۱۴۔
[3] ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا صفحہ ۵۱۴۔
[4] کریمنل جسٹس ایکٹ (ترمیم) ۱۹۲۶ء دفعہ ۱۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

603 اس سزا کی متبادل سزائے جرمانہ دی جاسکتی ہے جس کی مقدار دس پونڈ سے زیادہ نہ ہوگی، اور مچلکۂ نیک چلنی[1] بلا لحاظ کسی امر کے حسب حال بحال رہیگا۔ عدالت باختیار سرسری کو یہ بھی اختیار ہے کہ ملزم کو بلا اخذ مچلکۂ نیک نیتی رہا کردے۔ کوئی شخص جو برنائے مچلکۂ نیک چلنی رہا ہو جب عدالت بہ اختیارات سرسری کے روبرو پیش کیا جائے تو ملزم اس عدالت میں بھیجا جاسکے گا جس نے کہ اس کو مچلکۂ نیک چلنی[2] پر رہا کیا تھا۔ سنہ ۱۹۳۳ء کے دوران میں ان کل مجرموں کی نصف سے زائد تعداد جن کے خلاف سرسری تحقیقات میں جرائم قابل سپردگی ثابت قرار پائے تھے اس قانون کے تحت رہا کی گئی اور رہا شدہ مجرمین کی نصف تعداد کو عہدہ داران تحقیقات کنندۂ نیک چلنی کے زیر نگرانی رکھا گیا، اس طرح کل سولہ ہزار مجرمین زیر نگرانی رہے۔ جو ملزمین نیک چلنی کی شرط پر رہا کئے گئے تھے ان میں سے بمشکل پانچ فی صدی تعداد نے ایک سال کے اندر مکرر جرائم کا ارتکاب کیا۔ ایسی سہولت بخش رہائی

---

[1] (Probation of Offenders Act 1907 C 1; Criminal)

(Justice Act 1925, S. 7 و Criminal Justice (Amendment Act 1926. S. 1.)

اگر الزام یہ ہو کہ شرائط مچلکہ کی خلاف ورزی کی گئی تو اس الزام کی جواب دہی کا موقع دیا جانا چاہیئے (Rex. v. Pine (1933) 24 Cr.App. R. 10) اور یہ الزام ثابت کیا جانا چاہیئے۔ اس کی تجویز جج کرے گا نہ کہ جیوری۔

[2] (Probation of Offenders Act 1907, S. 6. Criminal

Justice Act 1925, S. 7 & Criminal Justice (Amedment Act 1926. S. 1

[2] مسٹر ویٹلی (Mr. Wheatley) جو عدالتہائے لندن کے نہایت کارگزار عہدہ دار ہیں سنہ ۱۹۰۸ء تا سنہ ۱۹۲۴ء کے دوران میں ۲۶۲۹ اشخاص کے لئے چال چلن کے نگران رہے ان کا بیان ہے کہ ان اشخاص کی "بہت بڑی اکثریت" مستقل طور پر سدھر گئی چال چلن کے نگران عہدہ دار کا کام بہت وقت طلب ہوتا ہے۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں جو ڈپارٹمنٹل کمیٹی مقرر کی گئی تھی اس نے اپنی رپورٹ میں تحریر کیا ہے کہ اس طریقہ کار کی پوری کامیابی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اس موقع پر موزوں نہ ہوگی جہاں جرم اول نہایت درجہ سنگین ہو مثلاً تلبیس سکہ یا جعلسازی یا جسمانی ضرر شدید کے جرائم۔ اگر ہر کس و ناکس پر اس اصول کا اطلاق کیا جائے گا تو قرب و جوار کے لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو جانے کا امکان ہے کہ ہر شخص ایک جرم کا ارتکاب، بہ معافی سزا کر سکتا ہے۔ یہ اصول اس مقام پر بھی موزوں نہ ہوگا جہاں کوئی ایسا شخص جو پہلے سے امتحان نیک چلنی کی شرط پر رہا ہو مکرر جرم کا ارتکاب کرے خواہ وہ جرم کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔ فرانس میں اسی قسم کے نرم برتاؤ کو تیسرے اور چوتھے جرم تک وسعت دینے کا اثر یہ ہوا ہے کہ وہاں بعض ضلعوں میں قانون فوجداری کا اثر محو ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے ملائمانہ برتاؤ سے ترغیب جرم کا میلان پیدا ہوگا اس کے دو سبب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ملزم کو نسبتہً بغیر سزا پائے بچ جانے کی توقع ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ منتظر کسی ایسے استغاثے میں کارروائی 604

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "ایسے رضاکارانہ جذبۂ خدمت گزاری پر منحصر ہے جس کی بنیاد مذہبی معتقدات پر ہو"، جیسا کہ مسٹر ویلی کی مثال میں نظر آتا ہے۔ اسی نوعیت کا ایک دوسرا انتظام جس کا ۱۹۱۲ء میں فرانس میں آغاز اور جو (Liberté Surveillée) کے نام سے موسوم ہے، ناکام ثابت ہوا ہے۔ جس کی ایک حد تک وجہ یہ تھی کہ اس کا استعمال کافی احتیاط کے ساتھ نہیں کیا جاتا، اور ایک حد تک اس کی ناکامی کی ذمہ داری اچھے نگران کاروں کی عدم فراہمی پر بھی عائد ہوتی ہے۔ ماہرین اصول قانون کی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۵ء میں بلا کسی تردد کے یہ رائے ظاہر کی گئی کہ شہر پیرس کے ۳۰۰ نگران کاروں کے منجملہ صرف ۲۰ نگران کاروں کی کارگزاری تشفی بخش کہی جا سکتی تھی۔

۱؎ بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء عدالت کریمنل اپیل نے سرقے کے دو ایسے سخت مقدمات میں جن کا ارتکاب مجرم اول نے کیا تھا، سزائے قید میعادی علی الترتیب ۹ ماہ اور ۱۲ ماہ کو بحال رکھا۔ ایک دوسرے مقدمے میں جہاں ملزم کو دوسری مرتبہ سزا دی گئی تھی ۳ سال سزائے تعزیری کی تجویز کی توثیق کی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کرنے کی زحمت گوارا کرنا نہیں چاہتا جس کا نتیجہ ایسا حقیر ہو۔

لیکن جس شخص نے پہلی ہی مرتبہ جرم کا ارتکاب کیا ہو اور اس کا جرم سنگین قسم کا نہ ہو مناسب ہے کہ اس کو سزائے قید دینے سے احتراز کیا جائے[1]۔ جو اشخاص کبھی قید خانے میں داخل نہیں ہوئے ان کے لئے قید خانے بڑے خوف کا باعث ہیں لیکن جن اشخاص کو قید خانے کی آسائشوں کا ذاتی تجربہ ہو جاتا ہے ان پر اکثر قید خانے کا کوئی رعب باقی نہیں رہتا[2]۔ قید خانے نوعمر اشخاص میں انحطاط پیدا کر دیتے ہیں[3]۔ اکثر مرتبہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نوعمر مجرمین جیل میں داخلے کے وقت صرف "بلا" تھے لیکن وہاں سے مجسم "شیطان" بن کر نکلے، لہذا جس مرتکب جرم اول کیلئے سزائے جرمانہ کافی نہ سمجھی جائے اس کے لئے اکثر یہ سزا کافی ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے جرم کے باعث رائے عامہ کی ملامت کا ہدف بنا۔ اس لئے اس کو دفعتہً کوئی سخت تر سزا دینا غیر ضروری ہے اس کی نیک نامی کے دامن پر دھبہ لگ گیا اور اس کو بقیہ عمر کا کام اس دھبے کو دور کرنا ہے[4]۔

---

[1] یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کسی شخص کے خلاف پہلی مرتبہ کسی الزام کی تحقیقات عمل میں لائی جا رہی ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ لازماً مجرم اول ہو۔ ۱۹۲۵ء میں ایک شخص نے جس پر پہلی مرتبہ مقدمہ چلایا گیا تھا، ۵۱ ایسے جرائم کا اقبال کیا جن کا اس نے سابق میں ارتکاب کیا تھا۔ اور ان جرائم کے اقبال کو عدالت نے شہادت میں استعمال کیا۔

[2] کسی انگریز کاہل الوجود کے لئے انتظام حرارت، لباس، باقاعدہ فراہمی غذا، طبی امداد اور صاف ستھرا علیحدہ کمرہ جیل خانے کی زندگی کی مخفی سفارشات ہیں۔ کیونکہ گرما کے موسم میں بھی جیل خانوں کا درجۂ حرارت عہد نپولین کی سردی کے برابر ہوتا ہے۔

[3] قلیل المیعاد سزائیں اپنے اثر کے لحاظ سے ملزم کو بدنام کرنے کے لئے کسی طویل سزا سے کم نہیں ہوتیں لیکن ملزم کے عادات کو سدھارنے کیلئے ان کی مدت ناکافی ہوتی ہے۔

[4] برخلاف اس کے پبلک میں شہرت حاصل کرنے کی توقع نے چند اشخاص کو فی الواقع جرائم کے ارتکاب کی جانب مائل کیا۔ خصوصاً سنگین قسم کے جرائم مثلاً خاندان شاہی کے افراد پر حملے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

امتحان نیک چلنی کی کامیابی اب اس قدر واضح ہے کہ قانون فوجداری معدلت گستری سنہ ۱۹۲۵ء (Criminal Justice Act) کی دفعہ ۱ ضمن (۱) اور دفعہ ۲ ضمن (۱ و ۲) کی رو سے ہر عدالت پٹی سیشنل ڈویژن پر یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پاس (۱) کم از کم ایک عہدہ دار تحقیقات کنندۂ نیک چلنی اور نیز (۲) ایک مجلس امتحان نیک چلنی اس عہدہ دار کے کام کی نگرانی کرنے اور اس کا معاوضہ ادا کرنے کی غرض سے مقرر کرے۔ سوشل سروس کمیٹی نے سنہ ۱۹۳۶ء میں ایسے تنخواہ یاب عہدہ دار تحقیقات کنندۂ نیک چلنی کے تقرر کی سفارش کی ہے جو اپنا پورا وقت اس کے لئے دے سکے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وغیرہ کی جانب۔ یہی وجہ ہے کہ چیکوسلواکیہ نے اس بات کی ممانعت کر دی ہے کہ جو مجرمین اعلیٰ عہدہ داران سرکاری کے قتل کا اقدام کریں ان کی کوئی تصویر شائع کیجائے۔
لہ بجز شہر لندن کے جہاں خود وزیر داخلہ یہ فرض انجام دیتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

605

باب (۳۳)

مسائل سزا

انگریزی قانون فوجداری میں فی الحال جو کچھ سزائیں تسلیم کی جاتی ہیں ان کی متعدد موجودہ شکلوں پر غور کرنے کے بعد ہم پر یہ بات واضح ہو گئی ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹۔ اصل کتاب) کہ سزاؤں کی یہ شکلیں یا مجرد نظریات سزا جن سے یہ شکلیں ظہور میں آئی ہیں کسی قطعی یا کم از کم عارضی پائدار حالت پر نہیں پہنچی ہیں ہمارے نظریات سزا اور موجودہ طریقہ ہائے نفاذ سزا میں بھی کوئی منطقی رشتہ بہم گر قائم نہیں ہے۔ ۱۸۶۴ء میں سر ہنری مین نے فرمایا تھا کہ (ملاحظہ ہو ان کی تقاریر صفحہ ۱۲۳) "کل ایسے نظریات جو سزا کے موضوع پر قائم کئے گئے تھے تقریباً باطل ہو گئے اور ہم ہنوز اس کے مبادیات ہی میں سرگرداں ہیں"۔ ۱۹۲۴ء میں مسٹر جسٹس میکارڈی نے ان الفاظ کو دہراتے ہوئے یہ اضافہ فرمایا تھا کہ "میں نے واضعان اصول قانون کو بار بار اسی خیال کا اعادہ کرتے سنا ہے"۔ ۱۹۲۵ء میں لارڈ آکسفورڈ نے بھی یہ عبارت نقل کر کے یہ رائے ظاہر فرمائی تھی کہ اس وقت سے اب تک کوئی ایسی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تحریر یا تقریر وجود میں نہیں آئی کہ جس سے ہم اس موضوع کے اصولوں سے قریب تر ہو سکتے۔" برا عظم کے قانون داں حضرات بھی اپنے اپنے ممالک کے نظاموں کی نسبت اسی قسم کی بے اعتباری کا اظہار کرتے ہیں مگر اس موضوع پر معین اصول کے دریافت کی اہمیت انگریزوں کے نزدیک اس وجہ سے بہت زیادہ ہے کہ انگلستان میں اقل ترین سزا کے جزو کو حذف کر دینے کے باعث حکامان عدالت کے اختیار تمیزی کے استعمال میں اور اس لئے ان کی ذمہ داریوں میں بہت اضافہ ہو گیا ہے اور اس قسم کے اختیارات برا عظم کے حکامان عدالت کو عموماً تفویض نہیں ہوتے[1]

جان اسٹورٹ مل[2] نے اس بارے میں ایک اہم قاعدہ اس طرح مقرر کیا ہے کہ چونکہ کسی سزا کے باز رکھنے کی قوت کا انحصار زیادہ تر اس اثر پر ہے جو اس سزا سے بظاہر مترتب ہوتا ہے بہ نسبت اس اثر کے جو فی الواقع اس سزا سے پہنچتا ہے، اس لئے سزاؤں کے انتخاب میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے 606
کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو زیادہ سخت معلوم ہوں نہ کہ وہ سزائیں جو واقعی طور پر سخت ہوں۔ چنانچہ صاحب موصوف کا مقولہ ہے کہ سزائے موت حقیقت میں ان سزاؤں سے کم بے رحم ہے جو موجودہ زمانے کی مجالس مقننہ اس کے عوض تجویز کر سکتی ہیں مثلاً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زیر زمین دائمی قید تنہائی کے ذریعے سے زندہ درگور کرنے کی سزا کی بہ نسبت (جو سوئزرلینڈ کے قانون کے بموجب ملکہ آسٹریا کے قاتل کے خلاف تجویز کی گئی تھی) سزائے موت یقیناً کم بے رحم ہے۔

---

[1] سر ریمنڈ ویسٹ نے ایک واقعے کا ذکر کیا ہے (Cf. Franqueville II, 706.) جس میں فرانسیسی قانون کی اقل ترین سزا کی غیر تبدیل پذیر نوعیت کے باعث مصر میں اس کی ضرورت داعی ہوئی تھی کہ ایک لڑکے کو جس نے گو بھی چرائی تھی، تین سال کی مدت کے لئے سزائے قید دی جائے۔

[2] (Hansard April 21, 1868.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

علم تعزیرات اگرچہ ہنوز نامکمل ہے لیکن یہ ایک قدیم علم ہے۔ صدیوں کے تجربے نے بہت عرصے قبل سے ان متعدد نمایاں اعتبارات سے روشناس کر دیا ہے جو بالعموم مقننین کے دماغوں میں مختلف اقسام کے جرائم کی انتہائی سزا کے تعین کے وقت کارفرما رہتے ہیں اور جو معمولاً ججوں کے دماغوں پر کسی خاص مقدمے میں مخصوص سزا تجویز کرتے وقت اثر انداز ہوتے ہیں۔ چنانچہ روما کے قدیم قانون دانوں نے حسب ذیل سات امور بیان کئے ہیں جنھیں ملحوظ رکھنا ضروری تھا:-

(۱) سبب (Causa) مثلاً بلاوجہ کی چھیڑ چھاڑ یا والدین کی تنبیہ۔
(۲) شخصیت (Persona) مجرم اور متضرر دونوں کی۔
(۳) مقام (Locus) مثلاً متبرک یا غیر متبرک مقام۔
(۴) وقت (Tempus) مثلاً شب یا روز۔
(۵) کیفیت (Qualitus) مثلاً سرقہ آشکارا یا خفیہ۔
(۶) کمیت (Quantitus) مثلاً ایک جانور یا پورے گلے کا سرقہ۔
(۷) انجام[۳] (Eventus) مثلاً محض اقدام یا واقعی ارتکاب جرم

اس طرح عملاً نوعیت جرم اور مجرم دونوں پر نظر رکھنی پڑتی تھی۔

---

[۱] (Dig, 48, 19, 16) اس کی عبارت جو بہت دلچسپ ہے انٹونی کے عہد کے ایک مجسٹریٹ (Claudius Satur ninus) کی واحد یادگار ہے اور (Blackstone) کے قائم کردہ عنوانات کی تعداد کے ساتھ قابل تعریف حد تک مماثلت رکھتی ہے۔ (4 Comm 13.)

[۲] سنہ ۱۸۹۳ء میں علاقہ ساموا (Samoa) کے لئے جو قانون مرتب ہوا تھا اس میں مذکور ہے کہ (Chap. ۴) "اگر کوئی شخص اتوار کے دن کسی قانون شکنی کا مرتکب ہو تو اس سے جرم کی سنگینی میں اضافہ ہوگا۔"

[۳] علاقہ لیگاس (Lagos) میں ایسے اشخاص جو مرتکب جرم قتل عمد قرار پائے یہ عذر داری کر سکتے تھے کہ "لیکن ہم نے مقتولہ کو بطور غذا استعمال نہیں کیا۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۔ جرم کے تعلق سے حسب ذیل امور قابل لحاظ تھے:۔
(۱) اس[1] برائی کی زیادتی یا کمی جو اس قسم کے افعال سے نتیجہ ہوگی۔
(۲) جرم کے ارتکاب[2] میں، نیز اس کا سراغ لگانے میں سہولت یا دشواری۔
(۳) اس فعل کے ارتکاب کے وقت اس خاص نوعیت کے افعال 607
کے ارتکاب[3] کی قلت یا کثرت۔
(۴) وہ حالات جو اس خاص فعل کے ارتکاب کے وقت موجود تھے اور جن سے جرم کی سنگینی یا خفت متعین ہوتی ہو۔ مثلاً
(الف) متضرر کی حالت۔ مثلاً عورت یا بچے پر حملہ۔

---

[1] یہی وجہ ہے کہ جرم بغاوت کے الزام میں سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ یا کوئی چوکیدار جو فرض کی ادائی کے دوران میں سو جائے سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ خواہ الزام منسوبہ اخلاقی نقطۂ نظر سے کتنا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔

[2] یہی وجہ ہے کہ ملازم اپنے آقا کا مال چرانے کے الزام میں سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے عہدہ داروں اور فوجی اشخاص کے ساتھ کسی بڑے غدر کے فرو ہونے کے بعد ملائم برتاؤ روا رکھا جاتا ہے۔

[3] کسی واقعے کی بار بار تکرار سے اس کی برائی گھٹ جاتی ہے لیکن باز رکھنے کی ضرورت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اس حقیقت کے باعث کہ جرائم کبیرہ موثر پیمانہ جائداد ہیں (آبادی کے تناسب سے) ایک نسل سابق کے جرائم کی تعداد کے مقابلے میں اب نصف سے زیادہ کمی ہو گئی ہے، ایسی آسان تر سزائیں دینے کا موجب ہوئی ہیں جیسے ان جرائم کے لئے فی الحال صادر کی جاتی ہیں۔ کسی مخصوص علاقے میں کسی خاص جرم کی کثرت اسی جرم کے لئے سزا صادر کرتے وقت ملحوظ رکھنا ضروری ہے لیکن اس کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہئے کہ جس ملزم کے خلاف جرم ثابت قرار پائے اس کو ایسی سزا دی جائے جو ان لوگوں کے لئے جنھوں نے مماثل جرائم کا ارتکاب کیا ہو لیکن گرفتار نہ ہو سکے اور مجرم قرار پانے سے بچ گئے ہوں عبرت کا باعث ہو سکے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

(ب) مقام[1] جرم۔
(ج) وقت[2] جرم
(د) اجتماع اشخاص۔ مثلاً جس جرم کا ارتکاب چند اشخاص مل کر کریں وہ زیادہ سنگین ہوتا ہے بہ نسبت اس جرم کے جس کا ارتکاب ایک فرد تنہا کرے۔

۲۔ مجرم کے تعلق سے حسب ذیل امور کا لحاظ لازم ہے:۔

(۱) عمر[3]۔ صحت اور صنف[4]۔

(۲) حیثیت[5]۔ تعلیم[6]۔ حالات سابقہ اور مزاجی کیفیت[7] (ازویاد سزا کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (Rex v, Withers (1935) 25. Cr App R, 53. Cf. P. 196. Ante)

[1] (Cf. P. 196 ante)

[2] (Cf. P. 201 ante.)

[3] سنگین جرائم کے مرتکب اشخاص کے منجملہ ہمارے طبقہ نسوان کی تعداد صرف ۱/۱۰ ہے۔

[4] ملاحظہ (16 Cr. App. R. at P. 194) مخصوص حق کی بنا پر ذمہ داری میں اضافہ ہوتا ہے۔

[5] یہ واقعہ کہ کالج میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی گئی اور زمانہ تعلیم کا رویہ اچھا رہا تخفیف سزا کیلئے اکثر بطور عذر کے پیش ہوتا ہے لیکن اس سے جرم کی سنگینی میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ "اس کو واقفیت کے بہتر موقعے تھے"

[6] ان وجوہ سے کہ ملزم نے جرم سے اقبال کر لیا ہے یا مال واپس کر دیا، یا مال مسروقہ کے موجود ہونے کی جگہ کا انکشاف کر دیا ہے (Cf 15 Cr. App. R. 81. 85, 95.) سزا میں تخفیف کے عمل درآمد کا جواز نظریہ کی رو سے بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ملزم کا یہ طرز عمل اپنے جرم سے نادم ہونے کا ایک ثبوت ہے اور (لارڈ ہیکن کے الفاظ میں) رحم تک رسائی کے لئے یہ زینے کا کام کر سکتا ہے۔ ملزم کا یہ فعل اس لئے قابل قدر ہے کہ اس نے اپنے جرم کا سب حال بیان کر دیا، یا پھر اس لئے کہ وہ گواہوں کے کٹہرے میں داخل ہو کر دروغ حلفی کا ارتکاب کرنے سے اجتناب کیا۔ لیکن یہ واقعہ کہ جج باور کرتا ہے کہ ملزم نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے دروغ حلفی کا ارتکاب کیا ہے ایسی وجہ نہیں ہے کہ اس سے حکم سزا میں اضافہ کیا جا سکے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسی نوعیت کے جرائم کا سابقہ ارتکاب زیادہ ملحوظ ہوتا ہے بہ نسبت دیگر نوعیت کے جرائم کے ارتکاب کے)

(۳) وجہ تحریک۔

(۴) اثرات مغویانہ یا نشہ جن کے اثر سے اس نے جرم کا ارتکاب کیا (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۹ کتاب ہذا)۔

(۵) سزا کی تاثیر[1] مثلاً کسی ذی مرتبہ شخص پر قید کی سزا کا اثر سزائے جرمانہ سے بہت زیادہ ہوگا بہ نسبت کسی معمولی کاشتکار کے۔ 608

(۶) مضرت جو کارروائی عدالتی سے مجرم کو قبل ازیں پہنچ چکی ہے مثلاً دوران تحقیقات میں زیر حراست رہنا۔

عدالت مرافعہ جات فوجداری (دی کورٹ آف کریمنل اپیل) نے اکثر مرتبہ اس کی صراحت کی[2] ہے کہ اگر کسی شخص پر جرم خفیف کا الزام ہو تو یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کو سنگین سزا محض اس وجہ سے دی جائے کہ اس نے سابق میں سنگین جرائم کا ارتکاب کیا تھا خصوصاً اس حالت میں جب کہ خفیف جرم کے ارتکاب اور سابقہ سنگین جرم کے ارتکاب کے مابین کافی طویل وقفہ موجود ہو۔ جو سزا بھی تجویز کی جائے اس کا جرم کی اہمیت سے خاص تعلق

---

[1] (Cf P: 37 ante)

[2] مصنف کتاب ہذا کو علم ہوا ہے کہ ۱۹۲۶ء میں ایک ملزم نے حکم سزا کی تخفیف کے لئے اس بنا پر اصرار کیا کہ وہ اس وقت سے قبل جب کبھی مجھے محبس بھیجا گیا، قید بہت ہی طویل میعاد کیلئے ہوتی تھی۔

[3] لیکن یہ قاعدہ جو فی الوقت عادۃً رائج ہے کہ اس قسم کی ابتدائی نظر بندی کی میعاد کو مرتکب جرم کے خلاف حکم سزا صادر کرتے وقت ملحوظ رکھا جاتا ہے (اب عموماً کل مدت نظر بندی کو سزائے قید کی میعاد سے منہا کیا جاتا ہے (2 Cr. App. R. 149.) اپنے منطقی نتیجے کے طور پر اس امر کا متقاضی ہے کہ جس قیدی کی برادت عمل میں آئے (اگر وہ بالکل بے گناہ ہو) اس کو اس نظر بندی کے لئے رقمی ہرجانہ ادا کرنے کی غرض سے بذریعہ قانون سازی احکام وضع کئے جائیں۔

[4] (19 Cr. App R. 3575)

[5] (22 Cr App. R 78. but See pp 598 et Seq ante)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہونا چاہیئے۔

یہ خیال[1] ظاہر کیا گیا ہے کہ عدالت مرافعہ جات فوجداری کے موجودہ طریقہ کار میں معاشرے کی محافظت کا کافی خیال ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔

ایک طرف تو اثر انداز ہونے والے امور تعداد میں زیادہ ہیں، دوسری طرف یہ واقعہ ہے کہ ایک ہی امر ہمیشہ ایک ہی قسم کا اثر پیدا نہیں کرتا اور اس سے مزید پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی پیچیدگی کی ایک مثال اس سے قبل ہم ترغیب دہندہ کے ذکر میں دیکھ چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۰۷ اصل کتاب)۔ ترغیب دہندہ کے باعث کبھی تو سزا بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے چونکہ سزا دہی کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ بازگھنا السداد، اصلاح، عوض، تلافی (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۳ و ۳۶۹)۔ لہٰذا ہر اثر انداز ہونے والے امر کا اثر اس خاص مقصد کے مناسبت سے بدلتا رہتا ہے جو مقنن یا جج کے ذہن میں ملحوظ ہوتا ہے مثلاً یہ واقعہ کہ مقتول قاتل کا شوہر تھا یا اس کی زوجہ تھی عموماً جرم کی سنگینی میں اضافہ کرنے کا باعث سمجھا جاتا ہے۔ بریں ہم بعض ایسے حالیہ مجموعہ قوانین ہیں جن میں یہی واقعہ تخفیف جرم کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ سر سیمویل رامیلی کے قول کے مطابق "اکثر مرتبہ ایک ہی قسم کا امر ایک جج کے نزدیک تخفیف جرم کا باعث ہوتا ہے اور دوسرا اس کو جرم کی شدت میں اضافے کا باعث سمجھتا ہے"۔ صاحب موصوف نے مثال کے طور پر جرم کے ارتکاب میں سہولت اس کی تکرار، مجرم کا ملک غیر کا باشندہ یا کم سن ہونا، جیسے چند امور بیان کیے ہیں (کم سنی کو ایک رخ سے دیکھئے تو دلیل اس کی ہے کہ ابھی ملزم جرائم کا خوگر نہیں ہوا اور دوسرے رخ سے دیکھئے تو اس امر کا ثبوت ہے کہ سن شعور سے قبل ہی اس میں بداطواری کی خو

[1] (Journal of Comprative Legislation and International Law XV. 214.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیدا ہو گئی ہے[1])۔

رالے کے زمانے کے بعد سے اس موضوع کی مشکلات میں کمی ہونے کے بجائے اور بھی اضافہ ہو گیا۔ کیونکہ علم جرائم[2] کی ترقی نے مسائل جرم کی غیر متوقع پیچیدگی کا انکشاف کر دیا۔ اٹھارھویں صدی کے محققین کو جن میں خود رالے اور استادان فن بکیریا بنتھم شامل ہیں، صحیح طور پر اس بارے میں شہرت حاصل ہوئی کہ انھوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے قرون وسطیٰ کے قانون فوجداری کو سوائے قطع اعضا، موقوف، سزائے موت کے مواقع کم اور جیل خانوں کی اصلاح کر کے، بے سود سختیوں سے پاک کر دیا لیکن تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ اس مسئلے کو ان لوگوں نے جس قدر سہل تصور کیا تھا اتنا سہل نہیں ہے۔ انھوں نے نوع انسانی کے متعلق خیال کیا تھا کہ گویا اس کے جملہ افراد کی اخلاقی ذمہ داری یکساں ہے بجز چند غیر فطری افراد کے، اور ان غیر فطری افراد میں سے بھی ہر فرد کی غیر فطری حالت کو انھوں نے ایک ہی درجے کا تصور کیا تھا۔ ان کا مفروضہ گمان یہ تھا کہ اگر مناسب سزائیں منتخب کی جائیں تو ان سزاؤں کا اندیشہ معمولی قسم کے سب انسانوں کو ارتکاب جرم سے روکنے میں کامیاب ہو گا[3] اگلے زمانے کے بعد سے تین پشتوں کے تجربات نے ان کے نظریات کی جانچ پڑتال کی

[1] اسی طرح سیاسی وجہ تحریک اکثر صورتوں میں تخفیف جرم کا باعث سمجھی جاتی ہے لیکن بعض مرتبہ جرم کی شدت کا باعث بھی ہو سکتی ہے۔ ایک بینک کا صراف جس نے اپنے بینک میں دھوکا دہی کا ارتکاب کیا تھا ۱۹۰۹ء میں اصرار کیا کہ "میں اس فعل کو جرم نہیں سمجھتا کیونکہ سرمایہ دار ملک کی بربادی کا باعث ہیں"۔

[2] طالب علم حسب ذیل تحقیقی مضامین سے استفادہ کر سکتا ہے۔ (Prof. A.,

Prins' La Science Penale and Trade's La Philosophie Penale.

(Jr.,

[3] رالے جیسا تجربہ کار قانون دان نے ایک بار کہا تھا (۲۴ فروری ۱۸۱۰ء والی

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

610 ہر ملک میں ایسے جرائم پیشہ افراد کی کثیر تعداد کی موجودگی ہے جو بار بار جیل خانوں میں واپس آتے ہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی یہ توقعات کس قدر مبالغہ آمیز تھیں کہ مناسب حال سزائے قید سے مجرموں میں مصلحانہ اثر پیدا ہوگا مثل جسم کے روح کے لئے بھی عمل جراحی حفظان صحت کے مقابلے میں بہت کم موثر پایا گیا ہے۔ مجرمانہ عادات کا علاج و شوار مگر انسداد بہت سہل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ملکۂ وکٹوریہ کا عہد کسی اور خصوصیت کے لئے اس قدر معروف نہیں ہے جتنا کہ ارتکاب جرائم میں کمی کے لئے[1]۔ تاہم ارتکاب جرائم کا یہ انسداد قانون فوجداری میں کسی اصلاح کے بجائے عوام الناس کے معاشرتی ماحول میں اصلاح اور ترقی کا رہین منت ہے۔ ارتکاب جرائم میں تخفیف اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ عوام الناس زیادہ سخت سزاؤں کے خوف سے ان کے ارتکاب سے زیادہ سختی کے ساتھ باز رکھے گئے بلکہ جرائم میں کمی اس وجہ سے ہوئی کہ لوگوں میں جرائم کے ارتکاب کی ترغیب پیدا ہونے کے مواقع کا انسداد اس طرح کیا گیا کہ انھیں بہتر تعلیم دی گئی، نشہ بازی کی عادت کو کم کیا گیا، صحت بخش رہائش گاہیں فراہم کی گئیں، کفایت شعاری کو ترقی دی گئی علالت، حادثہ اور بے روزگاری کے ایام میں ان سے روبراہ ہونے کے انتظامات میں بہتر نظم پیدا کیا گیا اور یتیم اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تقریر میں جس کا قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے) "اگر حکم سزا کو بالیقین دینا ممکن ہو سکتا تو بہت خفیف سزا تقریباً ہر ایک قسم کے جرم کے انسداد کے لئے کافی ہوتی بجز ان جرائم کے جو فوری اشتعال طبع کے باعث سرزد ہوں۔

[1] ۱۹۱۱ء کے اعداد و شمار سے جرائم قابل ترتیب فرد جرم میں تقریباً مسلسل کمی پائی جاتی ہے جو کم از کم ۱۸۵۷ء سے جاری ہے۔ (اس سال سے پہلے کا ٹھیک ٹھیک مقابلہ ممکن نہیں ہے) ۱۸۶۲-۶۶ء میں جن اشخاص کی ان جرائم کے لئے تحقیقات کی گئی ان کی تعداد فی دس لاکھ نفوس کی آبادی میں (۲۸۶۰) سالانہ تھی۔ لیکن ۱۹۰۲ء کے بعد سے یہ تعداد (۱۶۱۲) فی دس لاکھ نفوس ہو گئی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

معذور بچوں کی فوری امداد کے مواقع مہیا کئے گئے۔ کسی ملک کے جرائم کا انحصار اس ملک کے فوجداری قوانین سے زیادہ وہاں کے مالگزاری اور انتظامی قوانین پر ہے اور جب سے کہ کوئٹ لٹ (Quetelet) نے پہلی مرتبہ اعداد شمار کے ذریعے سے یہ ثابت کیا کہ ارتکاب جرائم اور آبادی کے تناسب میں اس ملک کے طبعی اور اقتصادی حالات میں تغیرات کی مناسبت سے کمی زیادتی ہوتی ہے یہ حقیقت اور بھی زیادہ واضح ہو گئی ہے۔ اس کی عام مثالیں یہ ہو سکتی ہیں کہ محصول کروڑ گری میں جس وقت سے تخفیف عمل میں لائی گئی خفیہ درآمد مال کے جرائم کی تعداد میں کمی ہو گئی اور دخانی جہاز رانی میں ترقی کے وقت سے بحری ڈاکہ زنی کا بھی بڑی حد تک انسداد ہو گیا۔ چند دیگر مثالیں یہ ہو سکتی ہیں کہ اضافہ اجرت کے زمانے میں شدید حملوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے (یہی صورت موسم گرما میں بھی پیش آتی ہے اگرچہ اس کا سبب دوسرا ہوتا ہے) اور کساد بازاری کے زمانے میں یا موسم سرما کے مہینوں میں جرائم سرقہ کے ارتکاب میں کثرت ہوتی ہے۔ بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ تخفیف جرائم کا سب سے اہم ذریعہ معاشرتی حالات میں عمومی ترقی ہی ہو سکتا ہے۔ کسی ملک کی خوشحالی اطمینان اور تعلیم کا درجہ بلکہ اس قوم کی تہذیب کا معیار اس ملک کے جرائم کے اعداد و شمار میں منعکس ہوتا ہے[1]۔ جرائم کی ایک کثیر تعداد صرف ہمارے معاشرہ کی گہری بے ترتیبی اور بے اعتدالیوں کا مظہر ہے اور ان کا علاج یہی ہے کہ معاشرتی نظام سے ان بنیادی خرابیوں کو دور کر دیا جائے[2]۔ ایسے علاقے جہاں حفظان صحت کے اصول ملحوظ نہ ہوں اور آبادی گنجان ہو جرائم کے پیدائش گھر 611

[1] اس مبالغہ آمیز فقرے میں کچھ نہ کچھ صداقت ضرور ہے "ایک پولیس مین جیل کے دو برقندازوں کے مماثل ہے اور سڑک کی ایک قندیل دو پولیس کے جوانوں کے مماثل"۔

[2] وزیر داخلہ سر ہربرٹ سیموئیل ۱۹۳۲ء۔

[3] Mr. C. H. Tuttle, Reports of American Bar Association 59, 1931.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہوتے ہیں۔ جو کام افلاس سے ممکن نہیں وہ حالات کی ناپائداری کے باعث ممکن ہو جاتا ہے۔ معاشی حالات میں کوئی ایسی فوری تبدیلی جس سے دفعتہً افلاس میں اضافہ ہو جائے عارضی طور پر جرائم سرقہ کی تعداد میں اضافہ کر دے گی۔ اگرچہ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ نشہ بازی کم ہو جاتی ہے اور نتیجتہً تشدد آمیز جرائم میں بھی تخفیف ہو جاتی ہے۔ خارجی اسباب کے اثرات کے تجربے نے بعض ایسے اشخاص کو جو مجرموں کی زندگی کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں اس جانب مائل کیا کہ عمومیت کے ساتھ چند انتہا پسندانہ نظریات اخذ کریں۔ مثلاً لکس بین (Lacassagne) کا قول ہے کہ "کسی قوم میں مجرموں کی صرف اتنی ہی تعداد ہوتی ہے جتنی کہ وہ قوم مستحق ہے"۔ مسٹر جے۔ ڈبلیو ہارسلے کا قول ہے کہ "جرم محض ایک منجمد شراب ہے"۔ ہم زیادہ محتاط طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ارتکاب جرائم کے مخصوص وجوہ افلاس، نشہ بازی (جواب مائل بہ انحطاط ہے) اور قمار بازی (جس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے) ہیں یا مسٹر جسٹس ہیکارڈی کے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جرائم کے خاص اسباب "حرص۔ غصہ اور شہوت کے حیوانی جذبات ہیں"۔

اٹھارھویں صدی کے نظریات سے اختلاف کے جذبے نے متقنین کے ایک گروہ کو۔ شعبۂ جرائم کی مثبت یا اطالوی جماعت کو۔ مخالفت کی انتہائی حد تک پہنچا دیا ہے۔ ہر ملزم کو ایک ذمہ دار فرد اور سزا کے خوف سے ارتکاب جرم سے اجتناب کرنے والا تصور کرنے کے بجائے یہ متقنین باز رکھنے کے ہر خیال کو ٹھکرا کر تقریباً ہر سنگین جرم کے مرتکب کو غیر ذمہ دار خیال کرتے ہیں جو اپنی فطرت یا تربیت کا شکار اس وجہ سے ہے کہ اس کے دماغ کی ساخت میں کوئی خرابی ہے یا اس کا سماجی ماحول ناموافق ہے۔ مثبت[1] مذہب خیال کی اس جماعت (Scuola Positiva) نے مجرموں کو پانچ قسموں میں منقسم کیا

[1] جس کو مشہور طبیب (Cesare Lombroso)، اور قانون دان (Garofalo Ferri) اور (ColaJanni) نے قائم کیا تھا۔ دیکھئے (Journal of Soc, of Comparative Legislation 1910, pp 220-228

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

612 ہے جن میں سے ہر ایک قسم کے مجرموں کے جرائم کا منبع ایک ہی ہوتا ہے۔ یعنی مجرمین:۔

(۱) جن کے جرائم بربنائے جذبات ہوں۔

(۲) جن کے جرائم موقع کی موجودگی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہوں۔

(ارتکاب جرم صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب کہ مجرم کسی تحریک کے زیر اثر اور جرم سے روکنے کے لئے کوئی خارجی ممانعت موجود نہ ہو)۔

(۳) جو عادت سے مجبور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرے (یہ عموماً سماجی ماحول کا نتیجہ ہوتا ہے)۔

(۴) جو فتور عقل کی بنا پر جرائم کا ارتکاب کرے (اس میں اعصاب پر ضبط کے فقدان سے لیکر واقعی خلل دماغ تک کے مختلف مدارج اور اقسام داخل ہیں)۔

(۵) جو طبیعت کے پیدائشی رجحان[1] کے تحت مرتکب جرم ہوں (یہ مصنفین اس کو نوع انسانی کے ارتقا کے کسی سابق مورث کا ورثہ تصور کرتے ہیں)۔

مجرمین کی اس پانچویں قسم پر جنھیں پیدائشی مجرم فرض کیا جاتا ہے اور جو مجنون اور وحشی انسان کے بین بین ہوتے ہیں ان اطالوی مصنفین نے تفصیلی دقیق تحقیقات کی ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ایسے مجرمین کی شناخت مرض کی علامات کے ذریعے ہو سکتی ہے جو نہ صرف ان کی کھوپڑی اور ڈھانچے میں پائی جاتی ہیں بلکہ ان کی کھال، بال، کان، ہاتھ، عضلات اور آنکھوں میں بھی موجود ہوتی ہیں۔ بعض روسی ماہرین امراض دماغی نے اپنی تحقیقات کو یہاں تک پہنچایا ہے کہ وہ آنکھوں کی مختلف رنگتوں کو خاص خاص نوعیت کے جرائم سے متعلق کرتے ہیں مثلاً انھوں نے تحقیقات کی ہے کہ جوزی رنگ قاتلوں میں اور سلیٹی رنگ قزاقوں میں پایا جاتا ہے[2]۔

---

[1] ارسطو کی تصنیف "بہیمیت" درس اخلاق جلد، باب۔ کالی بان کی طرح "پیدائشی شیطان جس کی طبیعت پر تعلیم کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا"۔

[2] مصنف کو ایک ایسے قیدی کا واقعہ سننے میں آیا (جو بظاہر لمبارا سو کے اصول کا مقلد تھا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جرائم کی مذکورۂ بالا پانچ اقسام میں سے ابتدائی دو قسمیں قابل اصلاح ہوتی ہیں لیکن تیسری قسم (جس سے اکثر سیاسی قیدیوں کا تعلق ہوتا ہے) بآسانی ناقابل اصلاح ہو جاتی ہے) چوتھی اور پانچویں قسموں کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ وہ عموماً ناقابل اصلاح ہوتی ہیں آخر الذکر تین گروہوں کے لئے واحد مناسب علاج یہی ہے کہ انھیں تنہائی میں رکھا جائے (یعنی ایک قسم کی غیر تعزیری نظر بندی کی حالت میں
613 رکھا جائے جس کو قید خانے کے بجائے پاگل خانہ کہا جاتا ہے) اور یہ حالت تنہائی غیر معین مدت تک جاری رہنی چاہیے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو ہمیشہ تنہائی میں رکھا جائے بجز اس کے کہ علاج اس قدر کامیاب ثابت ہو جس سے کوئی خاص مجرم صحیح الدماغ حالت کو پہنچ جائے اور اس کی رہائی سے کوئی اندیشہ باقی نہ رہے۔ دوران قیام میں نظر بندی کا مقصد نہ صرف علاج ہونا چاہیے بلکہ معاوضے کی بازیابی بھی، جو اس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ ایسا انتظام رکھا جائے کہ مجرم اپنی محنت کے ذریعے سے اس قدر رقم پیدا کرے کہ اس سے شخص متضرر کے نقصانات کی تلافی ہو سکے۔ پہلے دو قسم کے مجرمین کی نظر بندی کا واحد مقصد صرف اس معاوضے کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کہ اس نے تخفیف سزا کے لئے یہ عذر پیش کیا کہ اس کے سر پر چھ انگلیاں ہیں۔

۱؎ اس لئے لمبارسو کے اصول کا انتہائی معتقد جیسے ہی ان اشخاص کے مرض کی علامات کا پتا لگائے گا انھیں علیحدہ کر دے گا۔ بلا لحاظ اس کے کہ ان کے کسی جرم کا ارتکاب کرنے تک انتظار کیا جائے۔ لیکن جو شخص ایک کمتر درجے کا معتقد ہو جرم کا فی الواقع الزام قائم ہونے پر ان علامات کو صرف کمزور شہادت میں باہم رشتہ پیدا کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔

۲؎ اس کا اندازہ اس فعل کی مجرمیت سے نہیں کیا جائیگا، بلکہ اس شخص کی طبیعت کی سرکشی سے۔

۳؎ یہ صورت یاس انگیز ہے کیونکہ ایک ایسے قیدی پر جو تندرست ہو (۱۵ فیصدی قیدیوں کی تعداد تندرست نہیں ہوتی) اس کی کمائی سے زیادہ خرچ ہوتا ہے ۱۹۲۰-۲۱ء میں ایک قیدی کی حقیقی کمائی ۴ پونڈ ۲ شلنگ ۹ پنس فی سال تھی۔ اور اس کی پرورش اور نگرانی کا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ظاہر ہے کہ ان اطالوی نظریات میں قانون فوجداری نظر انداز ہو جاتا ہے اور اس کے بجائے بعض حالات میں قانون دیوانی اور کہیں فن طبابت ملحوظ رکھا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس مکتب خیال کے مصنفین نے مختلف اقسام کے مجرمین کے درمیان امتیاز قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیکر بڑے خدمات انجام دیے ہیں[1]۔ اس ملحوظ پر انھوں نے مصنفین کو ان کے اس سابقہ عمل کے خلاف متنبہ کیا ہے کہ سزا کے بازدرکھنے کی تاثیر پر یکساں طور پر اعتماد کر لینا غلطی ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ انھوں نے ججوں کو اس ضرورت سے آگاہ کیا ہے کہ سزا میں ایسی انفرادیت ہونی چاہئے جو ہر مجرم کے سابقہ حالات اور اس کی عادتی خصوصیات کی تحقیقات پر مبنی ہو اور جس کے باعث وہ خاص سزا جو اس کے لئے تجویز کی جائے اس کی مخصوص ضروریات کے مطابق ہو سکے[2]۔ لیکن یہ نظریات اب رد بہ زوال ہیں۔ اب تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ مرض کے خصوصیات جن پر ان مصنفین نے اس قدر زور دیا تھا بہت سے ایسے اشخاص میں بھی پائے جاتے ہیں جن کا دامن ہر قسم کے مجرمانہ افعال سے پاک ہے بفرض یہ کہ اگر یہ خصوصیات دیگر اشخاص کی بہ نسبت مجرموں میں 614

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ حقیقی خرچ ۱۲۱ پونڈ ۷ شلنگ ۱۰ پنس تھا۔ اسی طرح ۱۹۲۳ء میں حابس کا حقیقی خرچ فی قیدی ۸۴ پونڈ ۱۰ شلنگ تھا۔ اور عوارض تعزیری کے لئے حقیقی خرچ ۱۰۰ پونڈ ۷ شلنگ۔

[1] فون ہیمیل نے خوب کہا ہے "سابق میں ماہران قانون نے لوگوں کو تاکید کی تھی کہ وہ معدلت گستری کا بغور مطالعہ کریں لیکن ہمارا سوئے معدلت گستری کو تاکید کی ہے کہ وہ خود اشخاص کا مطالعہ کرے"

[2] وہال برگ کی تصنیف موسومہ (Princip der Individualisi evung in der Strafrechtspflege (Vieana 1869) کی اشاعت کے بعد سے ایسی شخصی انفرادیت کی اہمیت کو تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ اس لئے جن قوانین میں سزا کی اقل ترین مقدار معین کی جاتی ہے وہ غلط اصول پر ہوتے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زیادہ پائے جاتے ہیں تو یہ محض ان کے اقتصادی ماحول کا نتیجہ ہو سکتا ہے کیونکہ اکثر مجرمین افلاس کے ماحول میں پرورش پاتے ہیں۔ ان مصنفین کا یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کہ ارتکاب جرم کا فطری رجحان اتنی کثیر تعداد میں پایا جاتا ہے جس قدر کہ یہ مصنفین باور کرتے ہیں۔ تجربے سے ثابت ہے کہ اکثر مجرمین مثل اور دیگر اشخاص کے ہوتے ہیں اور جرائم کی جانب وہ صرف بتدریج مائل ہوتے گئے ہیں۔ یہ واقعہ کہ بہت سے مجرمین غیر مجرم والدین کی اولاد ہیں جب اس کامیاب تربیت کے پیش نظر مشاہدہ کیا جاتا ہے جو ڈاکٹر برنارڈو کے ادارے اور اسی قسم کے دیگر اداروں میں سب سے مفلس طبقے کے بچوں کو دی جاتی ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جرائم کا ارتکاب توریث سے زیادہ ماحول کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ کسی نوآبادیات کے باشندوں کی امن پسندی اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے سزا یافتہ مورث اعلیٰ کا کوئی ایسا ورثان تک نہیں پہنچا۔ سزا کا خوف عام اشخاص کو ارتکاب جرم سے ضرور باز رکھتا ہے اطالوی مصنفین بھی اٹھارھویں صدی کے ان انتہا پسند مصنفین کی طرح جو باز رکھنے کے اثر پر زور دینے میں اپنی پوری قوت صرف کرتے تھے۔ اس امر کے متقاضی ہیں کہ جرم جیسے پیچیدہ مسئلے کو خود ساختہ آسان مسئلے تک گھٹا دیں۔

لمبراسو کے نظریے (Lombrosian) کا اثر جلد ہی زائل ہو گیا ہوا کا رخ اس کے خلاف دو ضخیم کتابوں کی تصنیف سے بدلا۔ جس میں سے ایک بیر کی (Der Verbrecherin anthropologischer Beziehung) اور دوسری اشافن برگ کی (Das Verbrechen) ہے، یہ زوال بتدریج بڑھتا گیا۔ ۱۹۳۵ء میں لارڈ آکسفورڈ نے فرمایا تھا کہ اب بہت کم اشخاص

لہ پروفیسر (Dwight) نے جو ہارورڈ میں ماہر انا ٹمی ہیں ۱۹۱۱ء میں تحریر فرمایا تھا کہ "لمبراسو کے مکتب خیال کا ارتقا اور اس کا زوال سائنس کی تاریخ میں انیسویں صدی کے سب سے عجیب واقعات میں سے ایک ہے" خود اٹلی میں لانزا کی زیر سرکردگی Humanist مکتب خیال کی ترویج سے ایک ردعمل ہوا جس میں تعزیری قانون

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے رہ گئے ہیں جو لمبے راسن کی کاملاً تقلید کرتے ہوں۔" ڈاکٹر گورنگ نے ایک قیمتی رسالہ موسومہ "دی انگریز سزا یافتہ ہیں" سنگین جرائم کے تین ہزار مجرموں کی بابت مفصل طبی اعداد و شمار کا نقشہ تیار کیا ہے اور جو نتائج حاصل ہوئے ہیں ان سے اطالوی نظریات کے تقریباً ہر جزو کی تردید ہوتی ہے اور یہ لازمی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ مجرمین کے کسی نسلی طبقے کا کوئی وجود نہیں ہے" 615
(ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۰ اصل کتاب)۔ یہ نتیجہ اس معروف حقیقت کے عین مطابق ہے کہ ایسے اشخاص کا تناسب، جو کسی نہ کسی حیثیت سے دماغی یا جسمانی طور پر معذور ہوں، عموماً عام آبادی کی بہ نسبت مجرمین میں زیادہ ہوتا ہے۔ ارتکاب جرم کے فطری رجحان سے قطع نظر مندرجہ بالا واقعہ بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے کیونکہ ہر ایسا شخص جو دیانت داری کے ساتھ روزی کمانے کے لئے اوسط انسان سے کمتر جسمانی اور دماغی اہلیت رکھتا ہو اپنی روزی خیر و دیانت دارانہ ذرائع سے حاصل کرنے کا میلان ایک اوسط انسان سے زیادہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کو پولیس سے بچنے میں بھی دشواری پیش آتی ہے۔ چنانچہ کمزور و ناتواں اشخاص کا تناسب مجرموں میں عام اشخاص کی بہ نسبت ہمیشہ زیادہ ہوگا اور یہ تناسب ان مجرموں میں اور بھی زیادہ ہوگا جو گرفتار ہو کر سزایاب ہوئے ہیں بہ نسبت ان مجرموں کے جو گرفتاری سے بچنے میں کامیاب ہوئے ہوں۔ ۱۹۱۳ء میں کمشنران محبس نے گورنگ کی کتاب کی تائید کی اور اس امر پر اظہار اطمینان کیا کہ "ہمارے جیل خانوں کے قیدیوں میں کوئی جسمانی، دماغی یا اخلاقی خصوصیات مزاجی نہیں ہیں کسی ایسے رجحان کے باعث جسے کوئی شخص قابو میں نہ رکھ سکتا ہو" نہیں کہا جاسکتا کہ وہ شخص مجرمانہ زندگی کے لئے مقدر ہوا ہے۔"

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ انسانی ضمیر کے اصول پر مبنی عقاید پروفیسر کارل پیرسن کی رائے ہے کہ "ہمارا سب سے بڑھ کر کسی دوسرے شخص نے سائنسی ضوابط کے قوانین کی بے قدری نہیں کی۔"

[1] مسٹر گلفرڈ رکارڈز نے عوارض تعزیری کے سزا یافتہ ہزاروں مجرمین سے واقفیت پیدا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایسے مجرموں کو جن کے دماغ کمزور ہیں اور جو محض اپنی قوت ارادی کی کمزوری کے باعث مرتکب جرم ہوتے ہیں تعزیری قید کے بجائے کسی زراعتی نوآبادی میں ہمدردانہ انسانی نگرانی میں رکھنا مناسب ہوگا۔ وہی کمزوری جس کی بنا پر وہ اولین ترغیب دہندہ کے اثرات میں آجاتے ہیں انھیں سزائے قانونی کے بظاہر بعید نتائج کو محسوس کرکے ارتکاب جرم سے باز رہنے میں حارج ہوتی ہے لہذا ان لوگوں کو ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے لئے تعزیری طور پر تنہا رکھے جانے کا خوف کافی نہیں ہے بلکہ ایسے اشخاص کو صرف ایسی علیحدگی ارتکاب جرم سے کامیابی کے ساتھ باز رکھ سکتی ہے جو انھیں 616
جرائم سے روکنے کے لئے براہ راست عمل میں لائی گئی ہو۔ صرف مندرجۂ بالا امور ہی نہیں ہیں جن کے مدنظر سزا یافتہ ملزمین کے ساتھ ہمارے مختلف طریقہ ہائے برتاؤ میں کچھ نہ کچھ توسیع ناگزیر ہوجاتی ہے اگرچہ ہمارے پیش رووں میں بہت اسی قسم کی سزائیں مروج تھیں لیکن ان میں سے بیشتر سزاؤں کو جذبۂ انسانیت کے تحت ترک کرنے کے بعد ہمارے لئے عملاً کوئی اور طریقۂ سزا دہی بجز سزائے قید (اپنی متعدد صورتوں میں) اور تاوانی جرمانے کے باقی نہیں رہتا کیونکہ سزائے موت صرف قتل عمد کے مجرمین تک محدود کردی گئی ہے۔ اور بالغ مجرمین[2] کو سزائے جسمانی دینا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کرنے کے بعد سنہ ۱۹۲۰ء میں "بغیر کسی پس وپیش" کے ڈاکٹر گورنگ کے نظریۂ لمبراسو کی تردید کی توثیق کی جو۔ (A Prison Chaplain p 66,)

[1] حسب منشائے قانون عوارض دماغی بابت سنہ ۱۹۱۳ء (Mental Deficiency Act,)
دماغی انتشار یا کمزوری کے متعدد مدارج ایسے ہیں جن میں کسی شخص کے اپنے شخصی قابو میں اس قدر کمی ہوجاتی ہے کہ وہ شخص اپنی تخفیف شدہ ذمہ داری کے مدنظر عام تعزیری طریقہ برتاؤ کا مستحق نہیں ہوتا۔ برایں ہم اس کی حالت ایسی بھی نہیں ہوتی کہ اس کے فاتر العقل ہونے کی تصدیق کی جاسکے۔ ہمارے قیدیوں کی تقریباً ایک فیصدی تعداد ایسے اوسط حالت سے کمتر اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے۔

[2] تعزیری غرض سے اعضا کی بریدگی کا رواج اب صرف مسلم ممالک میں باقی ہے لیکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مکروہ سمجھا جاتا ہے لیکن ایسے الزامات کے لئے جو سنگین جرائم کے ارتکاب کی بابت ہوں سزائے جرمانہ کافی نہیں ہے[1]۔ اور نیز یہ سزا اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایسی نہیں ہے کہ ہمیشہ ممکن العمل ہو سکے حتیٰ کہ خفیف ترین جرائم میں بھی یہ طریقۂ سزا دہی ہمیشہ کام میں نہیں لایا جا سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مجرمین مفلس ہوتے ہیں۔ جن مجرمین کو سزائے جرمانہ دی جاتی ہے ان کی مجموعی تعداد کا بیشتر حصہ عدم ادائی جرمانہ کے باعث سزائے قید بھگتتا ہے[2]۔ بر این ہم ان صورتوں میں جہاں سزائے جرمانہ ایک نامناسب یا ناممکن العمل سزا سمجھی جائے یہ مشتبہ ہے کہ آیا اس کے عوض واحد متبادل سزا (یعنی سزائے قید) ان مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لئے جو قانون فوجداری کا مطمح نظر ہیں موزوں ہو سکے گی یا نہیں۔ سزائے قید کے ماحصل حسب ذیل ہو سکتے ہیں:۔

(۱) مستغیث کے جذبۂ ناراضگی کو فرو کرنا (۲) موجودہ طریقۂ عمل کے بموجب مستغیث کو اس ذریعے سے رقمی ہرجانہ نہیں ملتا[3]۔

(۳) سزائے قید کے ذریعے سے ملزم اپنی مجرمانہ طرز زندگی جاری رکھنے سے سردست باز رکھا جاتا ہے قلیل المدت سزاؤں کی صورت میں (جہاں ایک ملزم کو کئی ملزمین کا کام انجام دینے کا اختیار دیا جاتا ہے)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایک دوسرے مقصد کے لئے کیلفورنیا کے ایک حالیہ قانون موضوعہ (No. 224) نے عدالت کو اختیار دیا ہے کہ ایسے اشخاص کو جو دس سال سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ جنسی مباشرت کے جرم سے مرتکب ہوں مخنث بنانے کے لئے ان کا آپریشن کروائیں۔

[1] اور ان صورتوں میں بھی جہاں جرمانہ دراصل ایک مناسب سزا ہوتی اس قانونی حوالے کے مدنظر جو اس سزا کے لئے مستعمل ہے اکثر یہ سزا نامناسب ہو جاتی ہے۔

[2] ان اشخاص کو درجہ دوم کی قید کی سزا کا حکم دینے میں جسٹس کو احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ (دیکھئے کتاب کا صفحہ ۸، ۵ نوٹ ۲)۔

[3] دیکھئے کتاب کا صفحہ ۶۱۳ نوٹ ۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تعطل بہت مختصر ہوتا ہے

(۴) اس قدر مختصر ہوتا ہے کہ اس ذریعے سے ملزم کی اصلاح بھی نہیں ہو سکتی۔

(۵) سزائے قید کے اثرات کو اگر تکرار جرم سے باز رکھنے کے نقطۂ نظر سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ قید کی تکالیف اور

617

[1] نوجوان ملزم کی صورت میں بھی تین ماہ سے کمتر مدت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی (دیکھئے Report of Prison Commissioners for 1901, pp, 12, 44.) لیکن اس سے زیادہ عرصے میں مذہبی رہنما کا اثر نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ (Saleilles) جیسے سیلر نے بھی کہا ہے کہ "ہر شخص کو اختیار ہے کہ "حقیقت مذہب" کی نسبت خواہ وہ کچھ بھی خیال کرے لیکن کوئی ماہر جرائم اس کے اصلاحی اثر کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس سے زیادہ طاقتور کوئی اور ذریعہ اصلاح کا نہیں ہو سکتا۔" (Individnalisation S 97) محبس کے اندر اصلاح اکثر صورتوں میں اتنی کامیاب نہیں ہوتی جتنی کہ اس امداد کے ذریعے سے ہوتی ہے جو ملزم کے محبس سے رہائی پانے کے بعد مسلسل دی جاتی رہتی ہے۔ ایک مجرم اول نے کہا کہ "جب تم محبس چھوڑتے ہو تو تمھیں ایک مدد دینے والا ملتا ہے لیکن جب کارخانہ چھوڑتے ہو تو کوئی نہیں ملتا۔" مصنف نے ایک موقع پر دیکھا کہ ایک نوجوان منظمہ کے مقدمے کی تحقیقات اقدام اسقاط حمل کے الزام میں کی گئی۔ ملزمہ نے جرم سے اقبال کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کو ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ باوجودیکہ اس کو جرم سے پوری طرح اقبال تھا، اور مقدمے کے دیگر حالات سے پوری طرح تائید بھی ہوتی تھی، لیکن ایک رحم دل جیوری نے اس کے "بے جرم" ہونے کی رائے ظاہر کی۔ برأت کا حکم سن کر جس وقت ملزمہ کٹہرے سے لوٹ رہی تھی اس کی آنکھوں میں تکلیف کی ایسی کیفیت تھی جو کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی جبکہ اس کا کوئی دوست نہ تھا، پاس ایک حبہ نہ تھا، وہ حاملہ تھی اور بیمار۔ اگر حکم سزا صادر ہوتا تو اس کو جائے پناہ نصیب ہوتی، طبی امداد ملتی اور رہائی کے بعد دوستانہ رہنمائی بھی حاصل ہوتی رہتی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سزائے قید کی ذلتیں ایسے شخص کے لئے جس نے کبھی سزائے قید نہیں بھگتی بہت خوف کا باعث ہوتی ہیں لیکن جوں ہی کہ کوئی شخص ایک مرتبہ سزائے قید بھگت لیتا ہے تو قید کے مصائب کا اندیشہ اس کے دماغ پر کچھ زیادہ اثر نہیں کرتا[1] (حالانکہ وہاں وہ شراب اور تمباکو کے استعمال سے محروم ہو جاتا ہے)

[1] عورتیں محبس سے رخصت ہوتے ہوئے اکثر یہ کہتی ہوئی سنی گئیں کہ "وہ کسی دوسری جگہ اس قدر اچھی طرح یا اتنی خوش کبھی نہیں رہیں" دیکھئے رپورٹ کمشنران محبس بابت ۱۹۰۱ء صفحہ (۳۳۲) اسی رپورٹ کے صفحات ۴۴، ۳۴۷، ۳۸۸، ۳۹۱ اور ۴۴۵ کو بھی ملاحظہ فرمایئے جن میں کارخانجات کے اتفاقی وارڈوں کا محبس سے مقابلہ کیا گیا ہے جس میں کارخانہ جات کی بہ نسبت غذا بہتر ہوتی ہے، کمرے گرم تر ہوتے ہیں، رات کے لئے علیحدہ جگہ ہوتی ہے، زیادہ صاف بستر ہوتے ہیں، اور بوقت رہائی انعام ملتا ہے اور محبس کے عہدہ دار "اخلاق سے گفتگو کرتے ہیں اور کبھی تم پر چیختے چلاتے نہیں" "سابقہ مجرمین اکثر جرم کا ارتکاب اس غرض سے کرتے ہیں تاکہ وہ محبس میں داخل ہو سکیں اور اپنی قوتوں کو تازہ غارت گری کے لئے کام میں لا سکیں" (دیکھئے ڈاکٹر جان کیمپبل کی تصنیف "محبس کا تیس سالہ تجربہ" صفحہ ۱۲۴)۔ اس سے ظاہر ہے کہ باز رکھنے کی قوت جس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہی سب سے کم پائی جاتی ہے۔ اور محبس کی زندگی کو سوسیٹی کے جلسوں، ناٹکوں اور ناچ سے مسرت بخش بنانے کی جو تحریک فی الوقت عام ہے، اس سے محبس کی باز رکھنے کی قوت اور بھی کم ہو جائے گی۔ جب لیبر سارا برن یارڈ وبع اپنی جماعت کے سنہ ۱۹۱۳ء میں کیلفورنیا پہنچی تو ان کو سینٹ کوئنٹین کے محبس میں اداکاری کا مظاہرہ کرنے کے لئے مامور کیا گیا، حالانکہ ان کی زبان فرنچ تھی۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ "ہر قیدی کو ایک موقع دیا جانا چاہیئے" کس بات کا موقع؟

خود ہندوستان میں بھی قیدیوں کی اموات کا تناسب عام آبادی کے مقابلے میں دو تہائی سے بھی کم ہے۔ اور انگریزی محابس کا شمار "ہمارے جزیرہ کے بہترین سینیٹوریم میں ہوتا ہے" ہاوارڈ کے زمانے میں صورت حال دوسری تھی۔ اس وقت انگریزی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

618 چنانچہ محافظین جیل کو ایسے قیدیوں کو قابو میں رکھنے میں جو سابق کے سزا یافتہ ہوں، پہلی مرتبہ سزا یافتہ قیدی کی بہ نسبت کم دقت واقع ہوتی ہے کیونکہ جیل کے روزانہ مشاغل ان کے لئے دلچسپ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک تجربہ کار عہدہ دار میجر اے گریفتھس (Major A Griffiths) نے یہاں تک کہا ہے کہ "ہمارے جیل خانوں میں موجودہ قیدیوں کی نصف تعداد ایسی ہے جنھیں ہرگز جیل خانے نہیں بھیجنا چاہئے تھا اور مابقی نصف تعداد ایسی ہے جس کو کبھی وہاں سے نکلنا نہیں چاہئے"۔ یہ افسوسناک حقیقت کہ جیل خانے کا حقیقی تجربہ کسی شخص پر ارتکاب جرم سے باز رکھنے کے خوف میں کمی کر دیتا ہے (اور ساتھ ہی قیدی کی نیک نامی اور خوداری کو صدمہ پہنچاتا ہے) اس کی محرک ہوئی ہے کہ عہد حاضرہ کے قانونی[1] اختیار کو جس کی رو سے پہلی مرتبہ مرتکب جرم کو بلا سزا رہا کر دیا جا سکتا ہے عدالتیں وسیع پیمانے پر استعمال کرنے لگی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ اجتماع نقیضین مشاہدے میں آتا ہے کہ وہ اشخاص بھی جو کسی خفیف جرم مستوجب سزائے جرمانہ کا ارتکاب کرنے پر سزا یاب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مجلس ٹائیفس ("مجلس کا بخار") کا مخزن تھے۔ جس سے حسب تفصیل مندرجہ (19 Car; 2, C, 4, S, 2,) بعض مرتبہ جج صاحبان، جسٹس، اور اہل جیوری بھی بیمار ہو جاتے تھے اور بہت سے اس سے فوت بھی ہو گئے"۔ اس لئے مسلسل "سیاہ اسائز" کا انتقاد خود ججوں کے لئے بھی مہلک تھا۔ بمقام آکسفورڈ ۱۵۷۷ء میں سی۔ بی یل، (اور کہا جاتا ہے کہ ان تمام تین سو اشخاص کو جو عدالت میں موجود تھے)، اور بمقام اکزیٹر ۱۵۸۶ء میں بی۔ فلاورڈیو کو، بمقام ٹانٹن ۱۶۳۰ء میں ال۔ سی۔ بی پنگلی کو اور اولڈ بیلی میں ۱۷۵۰ء میں بھی جسٹس ابنی، بی کلارک اور لارڈ میر کو یہ بیماری مہلک ثابت ہوئی تھی۔ آخر الذکر حادثات کی سنٹرل کریمنل کورٹ میں آج بھی اس طرح یادگار منائی جاتی ہے کہ شیریں پودے مئی کے مہینے کے آغاز سے تا ختم موسم خزاں بطور رافع تعدیہ متعدد عدالتی بنچوں پر بکھیر دیے جاتے ہیں۔

[1] دیکھئے صفحہ ۶۰۲۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہو سکتے تھے سنگین تر جرائم کے مرتکب ہونے پر بغیر سزا پائے رہا ہو جاتے ہیں۔
اگر ہمیں پروفیسر وینوگراڈوف (Prof. Vinogradoff) کے ہم زبان ہو کر یہ کہنے میں تامل ہو کہ جملہ طریق ہائے سزا دہی میں سے سزائے قید سب سے زیادہ ناقابل اطمینان طریقۂ سزا ہے پھر بھی یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ سزاؤں کے نئے طریقے روشناس کرنے کی ضرورت ہے۔[1] منتھم نے ثابت کیا ہے کہ ایسی سزائیں جن سے صرف بدنامی ہوتی ہو مفید ہوتی ہیں۔ سزائیں جن میں شخصی آزادی یا مال سے محروم کرنے کے بجائے حیثیت عرفی سے محروم کیا جائے۔ جس سے مجرم رائے عامہ کی تضحیک یا ملامت کا ہدف بنتا ہے۔ منتھم کی اس رائے کی تائید گیرک کے دلچسپ تاریخی پمفلٹ میں مندرجہ مثالوں سے ہوتی ہے (دیکھئے Gierke's Des) (Humor im deutschen Recht) انگلستان میں اس کی مماثل مثالیں عہد کامن ویلتھ کے "میخوار کا لبادہ" (Drunkard Cloak.) اسٹاکس جس کا استعمال ۱۸۷۰ء سے بند ہے لیکن کبھی منسوخ نہیں کیا گیا) سے ملتی ہیں روس کے سوویٹ قانون فوجداری میں ایک سزا ملامت عامہ کی محکوم ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ ملزم کے خلاف اثبات جرم کو مشتہر کیا جاتا ہے اور یہ صرف ملزم اس کا اخبارات میں اعلان کیا جاتا ہے۔ اسی قانون کے تحت ملزم کو طویل گھنٹوں تک جبری مشقت کی سزا دی جا سکتی ہے جس میں ملزم اپنے مکان پر ہی رہتا ہے اور اس کی شخصی آزادی اس سے متاثر نہیں ہوتی۔

فرانس میں پہلے ہی سے سزائے حبسانی میں توسیع کرنے کی خواہش پائی جاتی ہے۔ انگلستان میں مشہور مدلل مسٹر ڈبلیو۔ ایس۔ للی نے بھی اسی تسلیم کی رائے کا اظہار کیا ہے (ملاحظہ ہو (Idola Fori. P. 241) لارڈ جسٹس فرائی انجمانی

---

[1] (Historical Jurisprudence, P, 57,)

[2] (Penal Law II Ch, XV,)

[3] مصنف نے ۱۸۵۴ء میں بمقام ہیلی فیکس ایک شخص کو یہ پہنے ہوئے دیکھا تھا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نے اپنی تصنیف (Studies by the Way P. 59) میں کاونٹی جج کی حیثیت سے دیرینہ تجربے کے بعد یہ تحریر کیا ہے کہ "اصلاح کے نقطۂ نظر سے (بھی) مختصر مگر سخت سزائیں طولانی سزاؤں کی بہ نسبت اکثر بہتر ہوتی ہیں۔ بید کی سخت ضرب طویل المدت سزائے قید سے بہتر ہے۔ میں اکثر اس امر کی خواہش کرتا ہوں کہ ہمارے ملک کے قانون فوجداری میں اس نوعیت کی سزا صادر کرنے کے مزید اختیارات عطا کئے جائیں" عدالت کریمنل اپیل نے یہ رائے ظاہر کی ہے (۱۵ اپریل ۱۹۱۹ء) "اس میں شبہہ نہیں کہ بعض قسم کے لوگوں کے لئے بید کی سزا سے زیادہ موثر کوئی اور بازرکھنے والی سزا نہیں ہے"

ہندوستان میں بید کی سزا ۱۸۶۲ء میں بند ہوگئی تھی لیکن اس سے جو نتائج مترتب ہوئے اس کی بنا پر مقامی حکومتوں کے متفقہ مطالبوں پر کچھ ہی عرصے بعد اس کو پھر جاری کرنا پڑا۔ سر ہنری مین نے اپنا مسودۂ قانون پیش کرتے ہوئے بید کی سزا کے متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کی تھی (ملاحظہ ہوں ان کی تقاریر صفحہ ۱۲۲) "اگرچہ اس کی ضرورت ہے کہ یہ سزا بہت کم استعمال کی جائے اور اس پر نہایت احتیاط کے ساتھ نگرانی رکھی جائے تاہم یہ سزا ان جملہ سزاؤں میں جو اب تک ہمیں معلوم ہیں سب سے زیادہ زبردست بازرکھنے والی سزا ہے" اسی سلسلے میں ملاحظہ ہو چیف جج رنٹاول کی تصنیف اسٹرے تھاٹس (Stray Thoughts P. 1821.) مرسیر کی کتاب کرائم اینڈ کریمنلس (Crieme and Criminals, P. 282.) رکارڈ (Rickard) کی تصنیف پرزن چیپلین صفحہ ۲۰۲ نمبر وسو کی کتاب کرائم (Crime § 212) عدالت پٹی سشن کے اختیارات کو جس کے تحت یہ عدالتیں ایسے لڑکوں کو جو سرسری تحقیقات میں جرائم قابل سپردگی کے مجرم قرار پائیں سزائے تازیانہ دے سکتی ہے ایسے جرائم کی حد تک وسیع کیا جاسکتا ہے جن میں ناقابل سپردگی جرائم کا ارتکاب کرنے کی بنا پر کیا گیا ہو سزائے جرمانہ سے سزا والدین کو ہوتی ہے نہ کہ لڑکوں کو۔

(۴)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خاتمہ

620

انگریزی قانون فوجداری اور اس کے ضابطے پر عبور حاصل کرنے میں طالب علم کا کام بہت آسان ہو جائے گا اگر مجلس مقننہ ان اصولوں کو کسی وقت قانون موضوعہ کی صورت میں تبدیل کر کے سند کا درجہ عطا کر دے۔ ایک مشہور فرانسیسی مصنف نے انگریزی قانون فوجداری کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا (Un corpsed doctrine Sans Cohesion.) قانون فوجداری کو قانون موضوعہ کی صورت میں تبدیل کرنے کا کام اگرچہ براعظم کے جملہ بڑے بڑے ملکوں ہندوستان اور برطانیہ کے کئی خاص خاص مقبوضات میں کامیابی کے ساتھ انجام پا چکا ہے لیکن انگلستان میں اس کی موجودہ زمانے میں تکمیل پچاس سال قبل کے امکانات سے بھی زیادہ بعید معلوم ہوتی ہے جبکہ لارڈ بیکنس فیلڈ کی کابینہ میں مسلسل کئی اجلاسوں تک اس مسئلے کو پروگرام میں ایک نمایاں جگہ ملتی رہی تھی ان لوگوں نے ۱۸۷۸ء میں سر جیمس فٹز جیمس اسٹیفنس کا تیار کردہ مسودۂ قانون فوجداری پیش کیا تھا یہ مسودہ ججوں کی ایک کمیٹی کے ذریعے از سر نو ترتیب پانے کے بعد

---

۱ (Seitz.les Principes diretceurs de la Procedure Criminelle de l' Angleterre,)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

۱۸۷۹ء میں مکرر پیش کیا گیا اور کچھ چند مزید تبدیلیوں کے بعد ہی مسودہ ۱۸۸۲ء میں ایک مرتبہ اور پیش کیا گیا۔ اگر یہ مسودہ قانون منظور ہو جاتا تو اس سے موجودہ قانون نہ صرف ایک مختصر اور معین صورت میں آجاتا بلکہ اس طرح چند اہم اصلاحات بھی قانون میں داخل ہو جاتیں کیونکہ اس ذریعے سے (۱) جرم صغیر و جرم کبیر کے درمیان موجودہ فرق کو از سر نو ترتیب دیا جاتا (۲) قتل عمد کے موجودہ قانون سے ایسے جملہ مقدمات کو خارج کر دیا جاتا جو بہ ضمن اصلاح واقع ہوئے ہوں (۳) چوری اور فریب کے قوانین کی موجودہ مختلف شکلوں میں سہولت پیدا کر دی جاتی۔[1]

اسی دوران میں خاص خاص اصلاحات بھی عمل میں آتی رہی ہیں چنانچہ ۱۹۰۷ء کے قانون سے جنرل کورٹ آف کریمنل اپیل قائم ہوئی ۱۹۱۱ء میں قانون دروغ حلفی، ۱۹۱۳ء میں قانون جعلسازی اور ۱۹۱۶ء میں قانون لارسنی منظور ہوئے اور اس طرح قانون کو قانون موضوعہ میں تبدیل کرنے کے اقساط میں تکمیل ہوئی۔

621 ایک لائق مصنف نے ۱۹۳۵ء میں اپنی ایک تصنیف میں گزشتہ پچاس سال کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے[2] کہ قانون کو قانون موضوعہ میں تبدیل کرنے کی تحریک اب کوئی با اثر تحریک نہیں ہے گو ۱۸۸۵ء میں یہ پیشین گوئی کرنا مناسب ہو سکتا تھا کہ قانون فوجداری بہت جلد قانون موضوعہ کی شکل اختیار کر لے گا اور من بعد اگر اس میں تبدیلی کی ضرورت لاحق ہو تو یہ وقتاً فوقتاً بصورت ترمیمات ہوگی" صورت حال

---

[1] "قانون بابت ۱۹۱۶ء نسبتہً بہت آسان ہے لیکن خصوصاً ۱۸۶۱ء کا قانون ایسے فضول احکام کا مجموعہ ہے جس کی بہت تھوڑی سی ترمیم سے ضرورت باقی نہیں رہے گی" دیکھئے (Digest of Criminal Law 7, th, ed,) کا دیباچہ)۔

[2] (Roland Burrows, K.C. LL. D. Criminal Law and Procedure. 51 L Q.R. 86.)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ ہے کہ ۱۹۳۵ء میں تعزیری نظام مادی طور پر انھیں اصولوں پر قائم ہے جن پر ۱۸۸۵ء میں قایم تھا۔ ایک دوسرے ماہر قانون کی رائے ہے کہ قانون فوجداری کسی اور شعبۂ قانون کی بہ نسبت بہت زیادہ یقین آفریں درجے تک پہنچ گیا ہے اور نفس قانون میں صرف چند ہی ایسے نکات باقی رہ گئے ہیں جو قطعی طور پر تصفیہ طلب ہیں[1]۔

سب سے زیادہ نمایاں تبدیلی جو خالبۂ فوجداری میں واقع ہوئی ہے وہ گرانڈ جیوری کی مسدودی ہے[2]۔ ملزم کے خلاف جرم کی تحقیقات بہ عجلت عمل میں لانے کے لئے بھی بہت کچھ اصلاحات کی گئی ہیں۔ "سچ تو یہ ہے کہ قانونی کارروائیوں کی تاخیر پر جو قدیم سے طعن تشنیع کیا جاتا تھا وہ اب فوجداری تحقیقات پر منطبق نہیں ہو سکتا"۔ فوجداری تحقیقات میں تعجیل کے لئے جو تبدیلیاں عمل میں لائی گئی ہیں ان کے مدنظر کامن لا کے اس قدیم اصول کی سابقہ اہمیت باقی نہیں رہی جس میں جرم کی مقامی تحقیقات پر زور دیا جاتا تھا[3]۔ جرائم کی تجاویز کا یکساں معیار قائم کرنے اور صدور سزا کے اصول مرتب کرنے میں عدالت کریمنل اپیل نے بڑی خدمات انجام دی ہیں لیکن ہر مقدمے کے مخصوص حالات کے تحت اب بھی غیر محدود صورتوں کے پیدا ہونے کا امکان باقی ہے۔

۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ کے بعد جرائم کی تعداد میں مقدمہ اضافہ واقع ہوا۔ جرائم متعلق بہ جسم انسانی میں کمی ہوئی لیکن نقب زنی اور اسی قسم کے دیگر جرائم کی تعداد میں کثیر اضافہ عمل میں آیا۔ نوجوان نسل میں خلاف ورزی قانون

---

[1] (T.R. Fitz walter Butter, Developments in) (Criminal Law, 1910 1935, 179 L. T. go, 325.)

[2] (P. 545 ante.)

[3] (P. 535 ante.)

[4] دیکھئے (Homeoffice Criminal Statistics)

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور تشدد کے جرائم کی بڑی کثرت ہوئی اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ نوعمر مجرموں کے ساتھ ہمارے طریقۂ برتاؤ میں اصلاح کے مسئلے پر پوری پوری توجہ منعطف کی جائے۔

622 بجا طور پر یہ ادعا کیا جا سکتا ہے کہ ہماری فوجداری عدالتیں معدلت گستری کی سعی کرتی ہیں اور ہمارا قانون فوجداری مادی طور پر درست حالت میں ہے۔[1]

---

[1] تبدیلیوں کی دیگر تجاویز کا خلاصہ یہ ہو سکتا ہے (۱) تحقیقات سرسری کی عدالتوں کے اختیار میں توسیع۔ موافق اور مخالف مباحث کے لئے دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۱۸۔
(۲) عدالتہائے کوارٹر سشن کے اختیارات میں توسیع۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۲۵۔
(۳) جملہ عدالتہائے کوارٹر سشن پر قانون داں میجسٹریٹ کا تقرر۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۰۳۔
(۴) تحقیقات ابتدائی کے ضابطۂ کارروائی میں تبدیلی۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۴۰۔
(۵) بڑے شہروں میں عدالت اسائز کی منتقلی۔ دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۰۱۔
(۶) ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں سپردگی کے لئے مزید سہولتیں دیکھئے کتاب کا صفحہ ۵۳۶۔
(۷) کراؤن آفس انفارمیشن کی مسدودی دیکھئے صفحہ ۵۴۴۔
(۸) استغاثوں کی پیروی بذریعۂ عوام کئے جانے کے احکام میں توسیع یا خانگی اشخاص کی جانب سے استغاثے کی پیروی عمل میں آنے کی صورت میں قرار واقعی خرچے کی ادائی کے لئے احکام دیکھئے کتاب کا صفحہ (۵۸۴) لیکن یہ فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ہر ایک عدالت پبلک سشن میں مہتمم کو توالی عملاً مقامی پیروکار سرکار ہوتا ہے۔ دیکھئے صفحہ (۵۵۵)۔
(۹) زیادہ منضبط طریقے پر ایسے اشخاص کو سرکاری خزانے سے ہرجانہ دیے جانے کا انتظام جن پر جرم ثابت قرار پائے اور من بعد وہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں کامیابی حاصل کریں۔ ۱۹۰۵ء میں مسٹر اڈالف بک کو جس پر جرم ثابت قرار دیا جا چکا تھا پچیس ہزار پونڈ یہ ناخ کرنے پر دیے گئے کہ پچیس اشخاص نے اس کی شناخت میں غلطی کی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں مسٹر آسکر سلیٹر کو چھ ہزار پونڈ اس وقت ادا کئے گئے جب کہ اس کا حکم سزا ایک امر قانونی کی بنا پر منسوخ کر دیا گیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ضمیمہ

623

نمونہ فرد قرارداد جرم۔

ترتیب فرد قرارداد جرم کے اصولوں پر عبور حاصل کرنے کے بعد طالب علم ان اصولوں کو حسب ذیل مثالوں کے ذریعے ذہن نشین کر سکتا ہے۔ یہ مثالیں قواعد ترتیب فرد قرارداد جرم بابت ۱۹۱۵-۱۶ء سے لی گئی ہیں فرد جرم بغاوت کے مکمل نمونے کے لئے ملاحظہ ہو ۱۲ کریمنل اپیلس رولز ۹۹۔

۱۔ عنوان:۔

ملک معظم بنام زید۔

بعدالت کونٹی اسائز ڈرہام منعقدہ ڈرہام

زید پر حسب ذیل الزام (یا الزامات) قائم کیا جاتا ہے۔

۲۔ مدات الزام (عنوان کے بعد مندرجہ ذیل مثالوں کے نمونوں پر ایک یا زیادہ مدات[1] درج ہونگے)۔

(الف)۔

نوعیت الزام:۔ قتل عمد۔

[1] جملہ مدات کی تحقیقات ایک ساتھ ہونا لازم ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خلاصہ کیفیت الزام :- مسمی زید نے بتاریخ - اندرون حدود کوٹھی ..
مسمی بکر کو عمداً قتل کیا۔

(ب)-
نوعیت الزام :- قتل انسان۔
خلاصہ کیفیت الزام :- مسمی زید نے بتاریخ .. اندرون حدود کوٹھی ..
مسمی بکر کو ناجائز طور پر قتل کیا۔

624

(ج)-
نوعیت الزام :- شریک جرم بعد وقوع قتل عمد۔
خلاصہ کیفیت الزام :- مسمی زید یہ جان کر کہ بکر نے خالد کو عمداً قتل
کیا ہے بتاریخ ... اور تواریخ مابعد پر اندرون حدود
کوٹھی .. بکر مذکور الصدر کو پاس آنے دیا، آرام پہنچایا
رکھا، امداد دی اور پرورش کیا۔

(د)-
مد نمبر (۱)-
نوعیت الزام :- آتش زنی تحت دفعہ ۲ قانون نقصان رسانی بہ کینہ بابت سنہ ۱۸۶۱ء
خلاصہ کیفیت الزام :- مسمی زید نے بتاریخ ... اندرون حدود کوٹھی ...
مکان مسکونہ کو کینے سے آگ لگائی جبکہ مسمی بکر اس میں موجود تھا

مد نمبر (۲)-
نوعیت الزام :- آتش زنی تحت دفعہ ۳ قانون نقصان رسانی بہ کینہ بابت سنہ ۱۸۶۱ء
خلاصہ کیفیت الزام :- مسمی زید نے بتاریخ ... اندرون حدود کوٹھی ... کینے سے
مکان کو آگ لگائی کہ ضرر پہنچائے یا استحصال ناجائز کرے۔

(ھ)
مد نمبر (۱)
نوعیت الزام :- لارسنی
خلاصہ کیفیت الزام :- مسمی زید نے بتاریخ ... اندرون حدود کوٹھی .. مسمی بکر کا ملوکہ
ایک عدد تھیلہ چرایا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

625

مد نمبر ۲ -
نوعیت الزام:- مال مسروقہ کا لینا تحت دفعہ ۴۱۱ ضمن (۱) قانون لارسنی بابت سنہ ۱۹۱۶ء
خلاصہ کیفیت الزام:- مسمی زید نے بتاریخ... اندرون حدود کانونٹی... مسمی بکر کا مملوکہ ایک عدد تھیلہ یہ جان کر لیا کہ مال مذکور مسروقہ ہے۔
زید سابق ہیں عدالت اسائز منعقدہ بمقام ریڈنگ سے بتاریخ... الزام نقب زنی بوقت شب کا مرتکب قرار پاکر جرم کبیر کا سزا یافتہ ہے۔

ان نمونوں کا مقابلہ فرد قرارداد جرم کے ایک ایسے نمونے سے کیجئے جو قبل نفاذ قانون سنہ ۱۹۱۵ء لارسنی اور مال مسروقہ کے لینے کے الزام میں مرتب ہوا تھا:-

بمقام کیمبرج شائر۔

ہم ممبران جوری منجانب ملک معظم بہ حلف یہ قرار دیتے ہیں کہ مسمی جانڈو بتاریخ یکم جنوری سنہ ۱۹۰۳ء مسمی رچرڈی کا مملوکہ مال اور جائداد منقولہ از قسم یک عدد چھتری و یک عدد بندوق بارتکاب جرم کبیر چرایا، لیا اور لیکر چلدیا جس سے ملک معظم کے امن، ان کے تاج اور اقتدار میں خلل واقع ہوا۔

اور ہم مذکور الصدر ممبران جوری مذکور الصدر حلف پر یہ بھی قرار دیتے ہیں کہ مسمی جانڈو مذکور الصدر نے تاریخ اور سال محولۂ صدر پر متذکرۂ صدر مال اور جائداد منقولہ کو قبل وقوع جرم کبیر چرانے، لینے اور لیکر چلدینے بارتکاب جرم کبیر کے مسمی جانڈو مذکور الصدر (بوقت لینے مال و جائداد منقولہ محولۂ بالا) اس وقت یہ جانتا تھا کہ اس عمل سے بارتکاب جرم کبیر چرانے، لینے اور لیکر چل دینے کا وقوع عمل میں آیا جس سے احکام مندرجۂ قانون کی خلاف ورزی عمل میں آئی جو ایسے مقدمے کے لئے مرتب اور محکوم ہوا ہے اور اس سے ہمارے ملک معظم متذکرۂ صدر، اس کے تاج اور اقتدار میں خلل واقع ہوا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صحت نامہ

"مبادی قانون فوجداری"

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۲	دیباچہ سطر ۲۲	تعریقات	تعریفات	۶۳	حاشیہ سطر ۳	۳۹۱۵۱۴۰	۳۹۱ و ۱۴۰
۹	۳	علایق	خلایق	۷۱	۷	ملازم	ملازم کو
۱۷	حاشیہ سطر ۴	نافد	فذ	۷۷	۲۵	معروف	معروف
"	" ۵	قالون	قانون	۷۸	۱۱	نیہ	یہ
۱۸	۶	دیوالی	دیوانی	۸۴	حاشیہ سطر ۵	قازن	قانون
"	۱۵	جبز	جبر	۹۸	۶	خطرات	خطرات سے
۲۰	حاشیہ سطر ۲	کوئن	کوئنس	۱۰۲	۱۶	۳ے	۵ے
۲۱	" ۲	برڈ	بریڈ	۱۰۴	حاشیہ سطر ۶	عموتا	عموماً
۲۷	" ۴	جسز	جسزو	"	" "	اثری	اثرہی
۲۹	۱۹	میں	ہیں	۱۰۵	۱۵	سیکسو	سیکیو
۳۲	۱۶	ہوا	ہو	۱۰۷	۲	ہے	ہے
۵۰	حاشیہ سطر ۴	ے	۲ے	۱۰۸	۳	گریفتھن	گریفتھس
۵۵	۳	ہمیستہ	ہمیشہ	"	حاشیہ داہنا سطر ۱۸	+	۷۲
۵۸	حاشیہ سطر ۱	گر	گزشتہ	۱۰۹	حاشیہ سطر ۳	بھری ہوئی	بھرے ہوئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۱۰	۱۵	ترغیب	ترغیب	۱۸۶	۲۰	دھکا	دھکا
"	۱۷	یہ یہ	یہ	۱۸۸	۱۷	کہ دستانے	دستانے
۱۱۵	۱	جرمانہ	مجرمانہ	۱۹۰	۱۰	گیا (	گیا)
"	۱۱	کرکہ	کر	۱۹۴	حاشیہ۱	جاما	جاتا
۱۲	۱۵	قالوتاً	قانوناً	۲۰۲	۱۵	ربا	رہا
۱۲۴	۳	لے	کے	۲۰۷	۶	سرح	طرح
۱۲۵	حاشیہ۲	ملاحظہ	ملاخلہوں	۲۳۱	۱	زمادہ	زیادہ
۱۳۲	۱۷	جیں	جس	۲۶۲	۱۵	یلکہ	بلکہ
۱۳۳	۹	آٹھ روز	آٹھ روز	۲۶۷	حاشیہ۱	لے	کے
۱۴۲	۱۳	سلائی	دیا سلائی	۲۸۰	۷ " "	جن	—
۱۴۷	۱۰	انتیاتہ ات	انتیازات	"	۹ " "		طرح مذموم
"	حاشیہ۲	ڈائجسٹ	ڈائجسٹ	"	"	مفر	نفرت
۱۴۸	۲	میں	یں	۲۸۱	۷ " "	بہیں	نہیں
۱۵۲	حاشیہ۱	جوم	جرم	۲۸۲	۱	چوئی	جوئی
۱۵۸	۳	منہم	مبہم	۲۸۵	۱۲	فانون	قانون
۱۶۱	حاشیہ۱	۶۱۰۶۲۰ء	—	"	۱۷	"	"
۱۷۴	۱	×	کتاب دوم	۲۸۸	۹	ئیت	نیت
۱۷۷	۱۲	اردی	ماردی	۲۹۰	حاشیہ۱	ڈپری	ڈیری
۱۸۰	۶	سہ تکہ نہ	ساتھ نہ	۳۰۳	۶	نواستہ	راستہ
۱۸۳	۱۲	ماوتھ	ماؤتھ	۳۱۶	حاشیہ۱	بالاراوہ لیجانے	بالارادہ لیجانے
۱۸۵	۱۶	کی	کے	۳۱۷	۹	تایخ	تاریخ
۱۸۶	۱۳	کھوپڑی	کھوپری	۳۲۱	۱۷،۱۶	جزء	جزو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳۲۶	۱۹	کانٹے	کاٹے	۳۹۰	۹	شرئی	شرئی
۳۳۸	۷	گھڑے	گڑھے	"	حاشیطر۳	سئلے	مسئلہ
۳۴۰	۳	ہیں	ہیں	"	۱۰ "	سرقہ	سرقے یا
۳۴۷	حاشیطر۲	اگر	اگر	"	۱۵ "	دکھے	دیکھیے
۳۴۸	۱	چیز	چیز	۳۹۱	۵ "	قصردہ	خردہ
۳۵۴	۹	جزد	جزد	۳۹۵	" "	بس	حبس
"	حاشیطر۲	کیسز	کیسز	۳۹۷	۵	وہ	وہ
۳۵۵	۱۲	سمز	سمز	"	۱۴	انجمیں	انجمنیں
"	۱۷	فریب	فریب	"	حاشیطر۲	جزد	جزد
۳۵۷	۲۲	کافی نہ	کافی	۴۰۳	۱۴	شخص	شخص
۳۶۴	حاشیطر۲	پانے	پالینے	۴۰۴	۱	جزد	جزد
۳۶۶	۸	تصرف	تصور	۴۱۴	۴	ہدایت	ہدایت
۳۶۷	۷	لیسنز	کیسنز	"	۱۹	ی	ہی
۳۷۰	پیشانی	۱۳ باب	باب ۱۳	۴۲۰	حاشیطر۳	ب	بہ
۳۷۲	"	"	"	۴۴۹	۵ "	نقصان	نقصان
"	۱	سال تک مقرر ہے	سال تک مقرر ہے	"	" "	اں	اس
۳۷۶	حاشیطر۵	۱۰	۱۷	۴۵۴	۱۵	ـــے	ـــے
۳۷۸	۱۰ "	اغراض	اغراض	۴۵۶	حاشیطر۲	تاسیر کرنے	تدابیر کرنے
۳۸۱	پیشانی	سادی	مبادی	۴۵۷	۸	پیجم	پنجم
۳۸۶	حاشیطر۱	دیے	دے	۴۵۸	۱۲	سلطت	سلطنت
۳۸۷	۶ "	ہیں	ہیں	۴۵۹	حاشیطر۳	اسیٹن	اسٹین
۳۸۸	۲ "	شرئی	شرعی	۴۶۳	۷	لی	کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۴۶۵	۶	سلطنت	سلطنت
۴۶۶	۱۰	ایڈورڈ	ایڈورڈ
۴۶۸	۲	بوجھ کا	بوجھ کر
۴۷۰	حاشیہ ۶	لیکس	لیکن
۴۷۵	۱۷	میونیر	میونیر
۴۷۶	۱۴	جزو	جزو
۴۷۹	۹	پر	بر
۴۸۱	حاشیہ ۲	جارچ	جارج
۴۸۲	۱۵	دائرے	دائرے
۴۸۳	۱۰	خلائق	خلائق
۴۸۴	۲	اپی	اپنی
"	حاشیہ ۱	دیکھنے	دیکھیے
۴۸۵	۲	اجلاسوں	اجلاسوں
۴۸۶	۱۰	شخص	اشخاص
۴۸۷	حاشیہ ۶	نبض	محض
"	" ۸	نشتر	نشتر
۴۹۰	۱۷	حبس	حبس
۴۹۳	۹	لسی	کسی
۴۹۷	۱۳	اطلاق	اطلاق
۵۰۴	۱۱	اجس	(جس)
۵۲۰	۹	پیس	پیس
۵۲۹	۸	انجام	انجام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۳۴	۲۰	مجون	مجون
۵۴۱	۷	بصویر	تصویر
۵۴۵	۳	انگارے	انگارے
۵۴۶	۱۱	منزل	منزیل
"	۱۴	"	"
۵۴۷	۴	"	"
۵۴۸	۱	ورشد	ورثا
۵۴۹	۸	منزل	منزیل
۵۵۰	حاشیہ ۲	کون نسے	کون سے
۵۵۱	۱۷	ہو	ہو
۵۵۳	۱۰	مختصر	مختصر
۵۵۵	حاشیہ ۱	لوع	نوع
"	" ۲	جزہ	جزو
۵۵۶	۴	دوم	دوام
"	"	لے	کے
۵۵۸	۱۴	با	یا
"	۱۶	قائل	قابل
۵۵۹	۴	جزو	جزو
"	"	اپنی	اچھی
۵۶۶	حاشیہ ۱	سے	ہے
۵۶۷	۱۶	تصفیہ	تصفیہ
۵۶۸	۵	"	"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۵۷۶	۳	قیام	قایم
۵۷۷	۱	ستر	سزا
۵۸۱	۲۱	شاشر	تناثر
۵۸۴	۱۱	دعوے	دعوہ
"	۱۲	ہوے	ہونے کے
۵۸۵	۱۰	علطی	غلطی
"	حاشیہ ۱ سطر ۱	اشخاص	اشخاص
"	" ۴	بیضوی	بیضوی
"	" ۵	گاودم	گاؤدم
۵۸۸	۴	ضرف	صرف
۵۹۵	پیشانی	۴۹۵	۵۹۵
"	حاشیہ ۲ سطر ۲	لے	کے
۵۹۶	۲	خروبی	خرابی
۵۹۸	حاشیہ ۴ سطر ۱	دیکھے	دیکھیے
۵۹۹	۳،۳	پڑما	پڑتا
۶۱۰	۸	بعص	بعض
۶۱۱	۲	حافطے	حافظے
۶۱۲	۶	نہس	نہیں
۶۱۷	۱۵	ذربعے	ذریعے
۶۲۰	۱۲	پریوی	پریوی
۶۲۱	۶	نیت	نیت
۶۲۳	حاشیہ ۱ سطر ۳	قابص	قابض
۶۲۵	۱۳	مام	عام
۶۲۶	۲	ایب	اب
۶۲۸	۱۳	اعتیار	اعتبار
"	۲۰	سسزا	سزا
"	حاشیہ ۱ سطر ۱	حرح	جرح
۶۲۹	۱۸	کرتے	کرے
"	حاشیہ ۱ سطر ۱	—	--
۶۳۱	۱	جزع	جزو
"	۲	فاعدہ	قاعدہ
۶۳۴	۲	ـــے	ـــسے
"	۱۳	دئ	دی
"	حاشیہ ۲ سطر ۳	مقدقہ	مصدقہ
۶۳۵	بقیہ حاشیہ سطر ۶	Maetin	Martin
۶۳۶	۱۲	ل	کو
۶۳۷	۶	ـــے	ـــنے
"	۱۷	شہاذت	شہادت
۶۳۹	حاشیہ ۲ سطر ۳	وضاحت	وضاحت
۶۴۰	۱۰	پیش	پیش
۶۷۳	حاشیہ ۱ سطر ۶	یکھئے	دیکھیے
۶۷۵	۲،۵	مجھے	مجھے
۶۷۶	۴	مجرمانہ	مجرمانہ
"	حاشیہ ۱ سطر ۱	ـــہ	ـــہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۶۷۶	حاشیہ ۳ حاشیہ ۱	۳ ہے	۲ ہے
"	۱۳ ۳ "	انسٹیٹیوٹ	انسٹیٹیوٹ
۶۷۷	۶	دفعہ ۱	دفعہ
۶۷۸	۳	اقرار	قرار
۶۸۰	حاشیہ ۳ حاشیہ ۲	تو	نو
۶۸۴	۱۰	وکیل	ولیل
۶۸۸	حاشیہ ۲ حاشیہ ۵	جنھوں	بنھوں
۶۹۱	۱ ۳ "	ہے ۳	ہے
۶۹۴	۹	گرفتار ۲	گرفتار ۳
۶۹۶	۱۶	ججوں	بجوں
۷۰۰	حاشیہ ۱ حاشیہ ۵	لزم	ملزم
۷۰۲	۳	جوریاں	جوریاں
"	۱۱	جیکہ	جبکہ
۷۰۴	حاشیہ ۳ حاشیہ ۵	روینٹ	رولسٹ
۷۰۵	۲۰ ۱ "	نیر	نیز
۷۰۹	۱۵	جایداد	جایداد
۷۱۱	۴	صحہ	صفحہ
۷۱۴	۱	کارردلی	کارروائی
۷۱۷	۱	تجریر	تحریر
۷۱۸	۸	ہول ۲	ہول ۱
۷۲۰	۱۰	بیرول	بیرون
"	حاشیہ ۱ حاشیہ ۲	بجر	بحر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۲۰	حاشیہ ۱ حاشیہ ۳	جریرے	جزیرے
۷۲۳	۶ ۱ "	بخلاف	بخلاف
۷۲۵	۶	چوتکہ	چونکہ
۷۲۹	حاشیہ ۱ حاشیہ ۲	عبدول	عہدول
۷۳۰	۷	حیثت	حیثیت
۷۳۲	۱۰	لے لے	لے کے
۷۳۵	"	تین ۳	تین ۲
"	۲۲	پکیچر	پیچر
۷۳۷	حاشیہ ۱ حاشیہ ۱	Provisions	Provision
۷۳۸	۱۷	کوارٹر	کوارٹر
۷۳۹	۱۲	اسائز	اسائز
"	"	Commissi oners	Commissi oners
"		دوزہ	دوزہ
"	حاشیہ ۳ حاشیہ ۲	حلقہ	حلقہ
"	۷	بجر	بجز
۷۴۰	حاشیہ ۱ حاشیہ ۵	Justico	Justice
"	۶ "	لے تحت	کے تحت
۷۴۱	۸	ڈلیوری	ڈلیوری
"	۱۶	دفعہ ۲۸ کی سے	دفعہ ۲۸ کی روسے
۷۴۲	۷	کیشن	کیشن
"	۱۶	کو	+

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۷۴۲	۱۶	ڈی بیس	دی بیس	۷۵۲	۱	Cour	Court
۷۴۳	۳	ملتوی[۲]	ملتوی[۳]	"	حاشیہ سطر ۲	ابتداء تحت	ابتداءً تحت
"	۵	لے	نے	۷۵۷	۵	آغار	آغاز
"	۶	کارڈر	رکارڈر	۷۶۰	حاشیہ سطر ۴	کرسہ	کرے
"	۱۲	الزاسہ	الزام	۷۶۲	" ۵	تحقیفات	تحقیقات
"	حاشیہ سطر ۱	لے	کے	۷۶۴	حاشیہ سطر ۱	جبا	جیسا
"	" ۳	رائج	رائج	"	" ۳ " ۲	پاد	یاد
۷۴۴	حاشیہ ۱	Lorcmy	Loreeny	۷۶۵	۷	لے	کے
"	" ۲	aute	ante	۷۷۱	حاشیہ سطر ۱	iminal	Criminal
۷۴۶	۱۸	بچے	بچے				
"	حاشیہ سطر ۲	عٹس	جسٹس	۷۷۸	حاشیہ مقابل	52	523
۷۴۷	حاشیہ سطر ۱۶	کمپٹی	کمیٹی	۷۸۰	سطر ۱ " ۱ " ۳	لبکن	لیکن
۷۴۸	۲	نے	کے	۷۸۲	" ۱ " ۲	جح	جج
"	۷	Justiec	Justice	۷۸۳	۴	ہے[۲]	ہے
"	۱۰	لفٹننٹ	لفٹننٹ	۷۸۴	حاشیہ سطر ۱	خفیفہ	حصہ
"	حاشیہ سطر ۱	Borougn	Borough	۷۸۵	" ۱ " ۸	ابتداءً	ابتداءً
۷۵۰	۶	Cireuits	Circuits	۷۸۶	۱	پایگا	پائیگا
"	حاشیہ سطر ۱	مضمون	مضمون	۷۸۷	۴	شبہہ کز	شبہ کر
"	" ۳ " ۱	۷۰۵	۵۰۵	"	حاشیہ سطر ۳	جائز	جائز
"	" ۴ " ۳	کیا	گیا	"	" ۴	قدم	قدیم
۷۵۱	۱۷	ہاری	باری	۷۹۰	حاشیہ سطر ۲	چلائے	چلائے
"	حاشیہ سطر ۱	نیامل	نیائل	۷۹۱	" ۳ " ۳	اضنیار	اختیار

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۹۱	حاشیہ ۳ سطر ۲	دیکھے	دیکھیے
۷۹۶	,, سطر ۳	لیجئے	کیجیے
۸۰۰	۱۲	کوارٹز	کوارٹر
,,	,,	حدالتہائے	عدالتہائے
۸۰۱	۵	اندر	اندر
,,	۱۴	جج	نج
۸۰۲	حاشیہ ۵ سطر ۴	لے	نے
,,	۱۱	مناسب	مناسب
۸۰۸	حاشیہ ۱ سطر ۳	نادم	قائم
,,	,,	ث نئی	سے قبل
,,	,, ۴	ے ۱۰۔ پنے	ے یا اپنے
,,	,, ۷	سائے	جائے
۸۰۹	۵	ماص	خاص
,,	۶	گہ	اگر
,,	۸	مسلمین	مسلیں
۸۱۶	۷	نسوح	منسوخ
,,	حاشیہ ۲ سطر ۱	بحرمین	مجرمین
۸۱۷	۴	آلہ اد	آزاد
,,	۷	ویکزیشیں	وکیزیشنیں
,,	حاشیہ ۱ سطر ۳	ٹھکنس	ٹھیگنس
,,	,, ,,		
۸۱۸	۸	تملنے	تخلیے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۸۱۸	۱۶	فوحداری	نوجداری
۸۲۲	۱۰	کبا	کیا
۸۲۳	۱۱	فانون	قانون
۸۲۴	۵	مائد	عائد
۸۵۳	۶	کونس	کونسل
۸۵۴	۶	حو	جو
۸۵۵	حاشیہ ۲ سطر ۱	ہمارے	ہماری
۸۵۷	۳	شہارت	شہادت
۸۶۱	,,	فیصلے	فیصلہ
۸۶۲	حاشیہ ۱ سطر ۶	ستانے	سنسانے
۸۸۲	,, ۴ ,, ۱	ہے۔	
,,	,, ۶ ,, ۱	باستثنائی	باستثنائے
,,	,, ,,	بدمعاشاں	بدمعاشان
۸۸۴	۷	مرافعے	مرافعہ
,,	۸	مرافعے کے	مرافعہ کی
,,	۱۳	مرافعے	مرافعہ
,,	۱۹	(دفعہ ۴)	
,,	حاشیہ ۲ سطر ۳	کے۔ ز	کے۔ سی
۸۸۵	۱۰	مرافعے	مرافعہ
,,	۱۳	با	یا
,,	حاشیہ ۱ سطر ۱	مرافع	مرافعہ
۸۸۷	۲	بجر	بجز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۸۸۸	۱۲	ملیکن	لیکن	۹۲۰	۷	کروڑگری	کروڑگیری
۸۸۹	۸	مرافعے	مرافعہ	″	۱۵	مں	میں
″	۱۱	سحث	بحث	۹۲۲	حاشیہ ۱ سطر ۱	شطان	شیطان
۸۹۲	۱۳	نسیت معاقی	نسبت معانی	۹۲۸	۷	ممکین	ممکن
۸۹۳	۵	اس	اس	۹۳۰	حاشیہ ۱ سطر ۴	فرمایے	فرمایئے
″	حاشیہ ۱ سطر ۴	شبہہ	شبہے	″	″ ۱۲	سرت	مسرت
۸۹۴	۱۱	ملزم	ملزم	″	″ ۱۹	جزیر	جزیرے
″	۱۲	استغاثے	استغاثہ	۹۳۱	″ ۴	سلسل	مسلسل
″	۱۵	روالی	روائی	″	″ ۷	ارر	اور
″	″	ہے	ہیں	″	″ ۸	سیر	میر
″	۱۶	حاتی	جاتی	″	″ ۱۰	دیے	دیے
۸۹۵	حاشیہ ۱ سطر ۳	باہو	یا نہ ہو	۹۳۲	۲	کیے	کے
″	″ ۸	اڈمبرا	اڈنبرا	″	۴	کے	کیے
۹۰۱	″ ۲ ″ ۲	کسٹی	کمیٹی	″	۵	طریقے	طریقے سے
۹۰۴	″ ۲ ″ ۱	دے	دیے	″	۱۱	Deutschen	Deutsehcn
۹۱۲	۱۳	سزائے میں	سزائیں				
″	۱۴	سزاموت	سزائے موت	۹۳۳	۳	طولافی	طولانی
۹۱۴	حاشیہ ۳ سطر ۳	یہ	بہ	″	۱۹	Criem	Crime
۹۱۵	″ ۶ ″ ۷	کٹھڑے	کٹہرے	″	″	رک کارڈ	رک کارڈ
۹۱۸	۷	سزاے	سزائے	۹۳۵	۱۰	چناپچہ	چنانچہ
″	حاشیہ ۳ سطر ۱	راملی	راملے	″	″	جبزل	جنرل
۹۱۹	″ ۲	دیتا	دنیا	″	حاشیہ ۲ سطر ۳		۲ے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۹۳۶	۱۳	یکسان	یکساں	۹۴۰	۱۲	لیا	لیا
,,	حاشیہ ۴ سطر ۱	Home office	Home office	.	.	.	.

पुस्तकालय
गुरुकुल कांगड़ी

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय

गुरुकुल काँगड़ी विश्वविद्यालय, हरिद्वार

वर्ग संख्या २७/६ आगत संख्या २५८४२

पुस्तक-वितरण की तिथि नीचे अंकित है। इस तिथि सहित २० वें दिन तक यह पुस्तक पुस्तकालय में वापिस आ जानी चाहिए। अन्यथा १० पैसे के हिसाब से विलम्ब-दण्ड लगेगा।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

१७
६

२५८६२

पुस्तकालय २५८६२
गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय
विषय संख्या १७/६ आगत नं०
लेखक
शीर्षक

	सदस्य संख्या	दिनांक	सदस्य संख्या

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय
कृपया पुस्तक के ऊपर कोई निशान आदि न लगायें।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar